قبر کی منزل — فقراء کے فضائل — امید و خوف کا بیان — عمر اور زیادتی مال — توکل — صبر — ریاکاری — ہجرت — رونا اور ڈر

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ خَالِقِ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰت

کہ

جلد ہفتم

از کتاب لاجواب مفید شیخ و شاب مسمی بہ

المرأۃ المناجیح

اردو ترجمہ و شرح

مشکوٰۃ المصابیح

تاریخی نام

ذوالمرات

مصنف حضرت حکیم الامت مولانا الحاج مفتی احمد یار خاں صاحب نعیمی اشرفی بدایونی رحمۃ اللہ علیہ گجرات

صاحبزادہ اقتدار احمد خاں مالک نعیمی کتب خانہ گجرات

ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كِتَابُ الرِّقَاقِ - اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ - عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِعْمَتَانِ مَغْبُوْنٌ فِيْهِمَا كَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ اَلصِّحَّةُ وَالْفَرَاغُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۔ وَعَنِ الْمُسْتَوْرِدِ بْنِ شَدَّادٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ وَاللّٰهِ مَا الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مِثْلَ

دل کو نرم کردینے والی باتوں کا بیان [1] پہلی فصل - روایت ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو نعمتیں ہیں جن میں بہت لوگ گھاٹے میں ہیں، تندرستی اور فراغت [2] (بخاری) روایت ہے حضرت مستورد ابن شداد سے [3] فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اللہ کی قسم نہیں ہے دنیا آخرت کے مقابل مگر ایسی جیسے

[1] رقاق جمع ہے رقیق کی بمعنی نرم و پتلی چیز جیسے صغیر کی جمع صغار، کبیر کی جمع کبار، اور کریم کی جمع کرام، اور رقیقہ کی جمع رقائق آتی ہے، جیسے دقیقہ اور حقیقہ کی جمع دقائق اور حقائق ہے، اس کا مقابل ہے غلیظ، یہاں رقاق سے مراد حضور کے وہ کلمات طیبہ جو تاقیامت مسلمانوں کے دل نرم کردیں، جیسے لوہا نرم ہوکر اوزار اور سونا نرم ہوکر زیور، اور مٹی نرم ہوکر کھیت یا باغ، آٹا نرم ہوکر روٹی وغیرہ بنتے ہیں، ایسے ہی انسان دل کا نرم ہوکر ولی، صوفی، عارف وغیرہ بنتا ہے، دل کی نرمی اللہ کی بڑی نعمت ہے، یہ نرمی دل بزرگوں کی صحبت اور ان کے پاک کلمات سے نصیب ہوتی ہے۔ [2] یعنی تندرستی اور عبادت کے لیے موقعہ مل جانا اللہ کی بڑی نعمتیں ہیں، مگر تھوڑے لوگ ہی اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں، اکثر لوگ انہیں دنیا کمانے میں صرف کرتے ہیں، حالانکہ دنیا کی حقیقت یہ ہے کہ محنت سے جوڑنا مشقت سے اس کی حفاظت کرنا، حسرت سے چھوڑنا۔ خیال رہے کہ فراغت اور بیکاری میں فرق ہے فراغت اچھی چیز ہے، بیکاری بری چیز۔ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جنتی لوگ کسی چیز پر حسرت نہ کریں گے سوائے اُن ساعتوں کے جو انہوں نے دنیا میں اللہ کے ذکر کے بغیر صرف کردیں۔ (مرقاۃ)

[3] آپ بہت کم سن صحابی ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت بالکل نو عمر تھے، مگر حضور صلعم کا کلام شریف یاد رکھا۔ روایت کیا مصر میں قیام رہا۔ (اکمال - اشعۃ)

مَا یَجْعَلُ اَحَدُکُمْ اِصْبَعَهٗ فِی الْیَمِّ فَلْیَنْظُرْ بِمَ یَرْجِعُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلٰی اَسَكَ مَیِّتٍ قَالَ اَیُّکُمْ یُحِبُّ اَنَّ هٰذَا لَهٗ بِدِرْهَمٍ فَقَالُوْا مَا نُحِبُّ اَنَّهٗ لَنَا بِشَیْءٍ قَالَ فَوَاللّٰهِ لَلدُّنْیَا اَهْوَنُ عَلَی اللّٰهِ مِنْ هٰذَا عَلَیْکُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَ

تم میں سے کوئی اپنی انگلی سمندر میں ڈالے، پھر دیکھے کہ انگلی کتنا پانی لے کر لوٹتی ہے[۱] (مسلم) روایت ہے حضرت جابر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بھیڑ کے مرے بچے پر گزرے، تو فرمایا کہ تم میں سے کوئی یہ پسند کریگا کہ یہ اُسے ایک درہم کے عوض ملے[۲] صحابہ نے عرض کیا، ہم نہیں چاہتے کہ یہ ہمیں کسی بھی چیز کے عوض ملے، تو فرمایا اللہ کی قسم! دنیا اللہ کو اس سے زیادہ ذلیل ہے جیسی یہ تمہارے نزدیک[۳] (مسلم) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے، فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دُنیا مومن کا قید خانہ ہے اور

[۱] یہ بھی فقط سمجھانے کے لئے ہے، ورنہ فانی اور فنا ہی کو باقی غیر فانی غیر فنا ہی سے وجہ نسبت بھی نہیں، جو بھیگی اونگلی کی تری کو سمندر سے ہے، خیال رہے کہ دنیا وہ ہے جو اللہ سے غافل کردے، عاقل عارف کی دنیا تو آخرت کی کھیتی ہے اُس کی دنیا بہت ہی عظیم ہے، غافل کی نماز بھی دنیا ہے، جو وہ نام نمود کے لئے کرتا ہے، عاقل کا کھانا، پینا، سونا، جاگنا بلکہ جینا مرنا بھی دین ہے کہ حضور کی سنت ہے، مسلمان اس لیئے کھائے پیئے سوئے جاگے کہ یہ حضور کی سنتیں ہیں۔ حیاۃ الدنیا اور چیز ہے، حیوٰۃ فی الدنیا اور حیاۃ للدنیا کچھ اور، یعنی دنیا کی زندگی، دنیا میں زندگی، دنیا کے لئے زندگی، جو زندگی دنیا میں ہو، مگر آخرت کے لئے ہو، دنیا کے لئے نہ ہو وہ مبارک ہے۔ مولانا فرماتے ہیں، شعر:

آب در کشتی ہلاکِ کشتی است　　　آب اندر زیر کشتی پشتی است

کشتی دریا میں رہے تو نجات ہے، اور اگر دریا کشتی میں آجائے تو ہلاک ہے، مومن کا دل مال و اولاد میں رہنا چاہیئے مگر دل میں اللہ و رسول کے سوا کچھ نہ رہنا ضروری ہے۔ [۲] یعنی بکری کا مردار بچہ کوئی چار آنے میں بھی نہیں خریدتا، کہ اسکی کھال بیکار اور گوشت وغیرہ حرام ہے، لے کون خریدے[۳] دنیا کے معنی ابھی عرض کر دیئے گئے، وہ یاد رکھے جاویں۔ صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ دنیادار کو تمام جہان کے مرشد ہدایت نہیں دے سکتے، تارک الدنیا دیندار کو سارے شیاطین ملکر گمراہ نہیں کر سکتے، دنیا دار دینی کام بھی کرتا ہے تو دنیا کے لئے، اور دیندار دنیاوی کام بھی کرتا ہے تو دین کے لئے۔

جَنَّةُ الْكَافِرِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مُؤْمِنًا حَسَنَةً يُعْطٰى بِهَا فِى الدُّنْيَا وَيُجْزٰى بِهَا
فِى الْاٰخِرَةِ وَاَمَّا الْكَافِرُ فَيُطْعَمُ بِحَسَنَاتِ مَا عَمِلَ بِهَا لِلّٰهِ فِى الدُّنْيَا
حَتّٰى اِذَا اَفْضٰى اِلَى الْاٰخِرَةِ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ حَسَنَةٌ يُجْزٰى بِهَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ
وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُجِبَتِ

کافر کی جنت ہے[1] (مسلم) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ کسی مومن پر کسی نیکی میں ظلم نہیں کرتا ہے، اس کا عوض دنیا میں دیا جاتا ہے، اور اس کے عوض آخرت میں جزا دیا جائے گا[2] رہا کافر تو وہ دنیا میں اپنی نیکیوں کے عوض جو وہ کرے کھلا دیا جاتا ہے حتی کہ جب آخرت تک پہنچتا ہے تو اس کے پاس کوئی نیکی نہیں ہوتی، جس کی جزا اسے دی جائے[3] (مسلم) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے، فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ آگ خواہشات سے گھیر

[1] یعنی مومن دنیا میں کتنا ہی آرام میں ہو، مگر اس کے لیے آخرت کی نعمتوں کے مقابلہ میں دنیا جیل خانہ ہے جس میں وہ دل نہیں لگاتا، جیل اگرچہ اے کلاس ہو، پھر بھی جیل ہے، اور کافر خواہ کتنے ہی تکالیف میں ہوں، مگر آخرت کے عذاب کے مقابل اُس کے لئے دنیا باغ اور جنت ہے، وہ یہاں دل لگا کر رہتا ہے، لہٰذا حدیث شریف پر یہ اعتراض نہیں کہ بعض مومن دنیا میں آرام سے رہتے ہیں، اور بعض کافر تکلیف میں، ایک روایت میں ہے، کہ حضور انور نے فرمایا، اے ابوذر دنیا مومن کی جیل ہے اور قبر اس کے چھٹکارے کی جگہ، جنت اُس کے رہنے کا مقام ہے، اور دنیا کافر کے لئے جنت ہے، موت اُس کی پکڑ کا دن اور دوزخ اس کا ٹھکانا، (مرقات) [2] یعنی مومن کو اس کی نیکیوں کا فائدہ دنیا میں بھی ملتا ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے وَمَن يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَل لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ. تقویٰ کی برکت سے ہر آفت سے نجات، رزق میں فراخی عزت و عظمت سب ملتی ہے، مگر یہاں کی چیزوں سے اُس کی آخرت کی جزا کم نہیں ہوتی، جیسے سرکاری ملازم کا بھتہ تنخواہ میں نہیں کٹتا، اور کافر کی دنیاوی تکالیف آخرت کے عذاب کو کم نہیں کرتیں، جیسے ملزم کی حوالات کا زمانہ جیل کی مدت میں نہیں کٹتا[3] یعنی کافر جو دنیا میں ہوا، دھوپ، غذا، پانی وغیرہ کھا پی لیتا ہے وہ اس کی نیکیوں کے حساب میں آجاتا ہے، جب آخرت میں پہنچے گا تو اُس کا حساب صاف ہو چکا ہوگا، وہاں کچھ نہ پاسکے گا، مومن دنیا میں قانون سے کھاتا پیتا ہے، آخرت میں محبت سے اجر پائیگا، قانون میں حساب ہے، محبت میں بے حسابی، ہوٹل میں کھانا حساب سے ملتا ہے، دعوت میں بغیر حساب کے، ہوٹل قانون کی جگہ دعوت محبت کا ظہور یرزقون فیھا بغیر حساب، مومن کی دنیاوی تکالیف اُس کے گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہیں حتی کہ بیماریاں

النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ وَحُجِبَتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ إِلَّا عِنْدَ مُسْلِمٍ حُفَّتْ بَدَلَ حُجِبَتْ. وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعِسَ عَبْدُ الدُّنْيَا وَعَبْدُ الدِّرْهَمِ وَعَبْدُ الْخَمِيصَةِ إِنْ أُعْطِيَ رَضِيَ وَإِنْ لَمْ يُعْطَ سَخِطَ تَعِسَ وَانْتَكَسَ وَإِذَا شِيكَ فَلَا انْتَقَشَ طُوبٰى لِعَبْدٍ آخِذٍ بِعِنَانِ فَرَسِهِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَشْعَثَ رَأْسُهُ مُغْبَرَّةٍ قَدَمَاهُ وَإِنْ كَانَ

دی گئی ہے، اور جنت تکالیف سے ۲ گھیر دی گئی ہے ۳ (مسلم بخاری) مگر مسلم کے نزدیک بجائے حجبت کے حفت ہے۔ روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہلاک ہو جائے دنیا کا بندہ، روپے پیسے کا بندہ ۱ اور اعلیٰ کپڑوں کا بندہ ۲ کہ اگر اُسے دیا جائے تو راضی ہے اور اگر نہ دیا جائے تو ناراض ہو جائے ۳ وہ ہلاک ہو جائے، برباد ہو جائے اور جب کانٹا لگے تو نہ نکلے ۴ خوشخبری ہو اس بندے کو جو اللہ کی راہ میں اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے ہو، اس کے بال پراگندہ ہوں، اُس کے قدم گرد آلود اگر

فکریں، رزق کی تنگی سب کفارات ہیں، ومن یعمل سوءا یجز بہ کا یہی مطلب ہے (مرقات) ۱ یعنی دوزخ خود خطرناک ہے مگر اسکے راستہ میں بہت سے بناوٹی پھول باغات ہیں، دنیا کے گناہ، بدکاریاں جو بظاہر بڑی خوشنما ہیں، یہ دوزخ کا راستہ ہی تو ہیں۔ ۲ یعنی جنت بڑا باردار باغ ہے مگر اس کا راستہ خاردار ہے جسے طے کرنا نفس پر گراں ہے، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، جہاد، شہادت جنت کا راستہ ہی تو ہیں، طاعات پر ہمیشگی، شہوات سے علیحدگی واقعی مشقت کی چیزیں ہیں، خیال رہے کہ یہاں شہوات سے مراد حرام خواہشیں ہیں، جیسے شراب، زنا، سرود حرام کھیل تماشے، یہیں جائز شہوات داخل نہیں، اور مکارہ سے مراد عبادات کی اطاعات کی مشقتیں ہیں، لہٰذا اس میں خودکشی و مال برباد کرنا داخل نہیں (مرقاۃ) ۳ روپیہ پیسہ سے مراد عام مال ہے، چونکہ نقد سکہ عمومًا پیارا ہوتا ہے کہ اسکے ذریعہ ہر قسم کا مال حاصل کیا جاتا ہے اس لئے دینار و درہم کا ذکر فرمایا، خمیصہ یا تو نفیس چادر ہے یا فاخرہ لباس، یعنی جو ان چیزوں کی محبت میں گرفتار ہو کر اسکی نظر ان میں ایسی لگی ہو کہ اُسے کبھی آخرت یاد نہ آوے ۴ یعنی اگر اُسے اللہ تعالٰی دنیا دیدے تو خوش رہے اگر کبھی اُس پر تنگی آ جائے تو رب سے ناراض ہو جائے، کفریات بکنے لگے یا اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم یا سلطان اسلام یا کوئی بھی اُسے دنیا دیدے تو اُن سے راضی رہے ورنہ اُن سے ناراض ہو جائے، اس بندۂ نفس کا کوئی اعتبار نہیں، اُسے جو چاہے دنیا کی عوض خرید لے، اسکی تائید اس آیت سے ہے فان اعطوا منہا رضوا وان لم یعطوا منہا اذا ہم یسخطون ۵ یہ کلمات بددعا کے ہیں، کہ ایسا بندہ خدا کرے ہلاک نگوں سار ذلیل و خوار ہو جائے، اور جب کسی مصیبت میں پھنسے تو کوئی اُسے نکالنے والا نہ ہو پھنسا ہی رہے (اشعہ) ممکن ہے کہ یہ جملہ خبریہ ہو یعنی ایسا آدمی ذلیل و خوار رہتا ہے مصیبت میں اُس کا کوئی غمخوار نہیں ہوتا۔

فِي الْحِرَاسَةِ كَانَ فِي الْحِرَاسَةِ وَإِنْ كَانَ فِي السَّاقَةِ كَانَ فِي السَّاقَةِ كَانَ السَّاقَةِ إِنِ اسْتَأْذَنَ لَمْ يُؤْذَنْ وَإِنْ شَفَعَ لَمْ يُشَفَّعْ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْ أَبِي سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ مِمَّا أَخَافُ عَلَيْكُمْ مِنْ بَعْدِي مَا يُفْتَحُ عَلَيْكُمْ مِنْ زَهْرَةِ الدُّنْيَا وَزِينَتِهَا فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَوَيَأْتِي الْخَيْرُ بِالشَّرِّ فَسَكَتَ

اگر پہرے میں ہو تو پہرے میں رہے، اور اگر لشکر کے پیچھے ہو تو پیچھے رہے ۱؎ اگر اجازت مانگے تو اجازت نہ دی جاوے، اور اگر سفارش کرے تو قبول نہ کی جاوے ۲؎ (بخاری) روایت ہے حضرت ابو سعید خدری سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے بعد جن چیزوں سے تم پر خوف کرتا ہوں وہ دنیا کی تروتازگی دنیا کی زینت ہے جو تم پر کھول دی جاوے گی ۳؎ تو ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ کیا خیر بھی شر لاتی ہے ۴؎ تو حضور خاموش رہے

۱؎ یعنی ایسا غازی فی سبیل اللہ بے نفس ہمیشہ خوش و خرم رہے، کہ اس کا حاکم اُسے جہاں ڈیوٹی دیدے بخوشی منظور کرلے کبھی عذر نہ کرے، اُس کے دل میں دنیاوی عزت و جاہ کی طلب نہ ہو۔ خیال رہے کہ اس جملہ میں شرط و جزا بظاہر یکساں معلوم ہوتی ہیں، مگر ہماری اس شرح سے معلوم ہوگیا کہ دونوں میں فرق موجود ہے، لہذا اس پر اعتراض نہیں ہے۔

۲؎ یعنی اس بے نفس غازی مجاہد کے پاس نہ مال کی فراوانی ہو نہ عزت و جاہ دنیاوی کی لوگ اس کی غربت کی وجہ سے اُسے اپنے گھر نہیں بلاتے، بلکہ نہیں آنے دیتے، اُس کی سادہ معمولی زندگی کی وجہ سے اُس کی سفارش نہیں قبول کرتے، اُس کے پاس بجز دل کے اخلاص اور طاعت الٰہی کے جذبے کے اور کچھ نہیں، وہ گدڑی میں لعل ہے (مرقات)

۳؎ یعنی میری وفات کے بعد تم پر دنیا کی دولت، فتوحات، عزت و جاہ کے دروازے کھل جاویں گے، اُن کا مجھے خطرہ ہے، کہ کبھی تم اُن میں پھنس کر اللہ تعالٰی سے غافل نہ ہوجاؤ، غریبی میں خدا یاد رہتا ہے اور امیری میں بھول جاتا ہے

شعر:۔ بادہ نوشیدن و ہشیار نشستن سہل است   گر بدولت رسی ہشیار نشینی مردی

۴؎ یہ سوال بہت ہی گہرا ہے، مطلب یہ ہے کہ وہ مال و دولت، جاہ و حشمت شر ہوگی یا خیر، اگر شر ہوگی تو رب تعالٰی آپ کی اُمت کو کیوں دے گا، آپ کی اُمت تو مرحومہ ہے، اور اگر خیر ہوگی، تو اُس سے یہ شر کیسے پیدا ہوگی، خیر تو خیر ہی کا ذریعہ ہوتی ہے نہ کہ شر کا، تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اندیشہ کیوں فرماتے ہیں؟

حَتّٰى ظَنَنَّا اَنَّهٗ يُنْزَلُ عَلَيْهِ قَالَ فَمَسَحَ عَنْهُ الرُّحَضَاءَ وَقَالَ اَيْنَ السَّائِلُ وَكَاَنَّهٗ حَمِدَهٗ فَقَالَ اِنَّهٗ لَا يَاْتِي الْخَيْرُ بِالشَّرِّ وَاِنَّ مِمَّا يُنْبِتُ الرَّبِيْعُ مَا يَقْتُلُ حَبَطًا اَوْ يُلِمُّ اِلَّا اٰكِلَةَ الْخَضِرِ اَكَلَتْ حَتّٰى اِمْتَدَّتْ خَاصِرَتَاهَا اِسْتَقْبَلَتْ عَيْنَ الشَّمْسِ فَثَلَطَتْ وَبَالَتْ ثُمَّ عَادَتْ فَاَكَلَتْ وَاِنَّ هٰذَا الْمَالَ خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ فَمَنْ اَخَذَهٗ بِحَقِّهٖ وَوَضَعَهٗ

حتی کہ ہم نے گمان کیا کہ آپ پہ وحی نازل ہو رہی ہے [1] فرماتے ہیں پھر حضور نے اپنے سے پسینہ پونچھا، اور فرمایا سائل کہاں ہے؟ غالبًا حضور نے اس کی تعریف فرمائی، پھر فرمایا کہ خیر شر کو نہیں لاتی ہے [2] جیسے بہار اگاتی ہے اس میں سے بعض وہ ہے جو پیٹ پھلا کر ہلاک کر دیتی ہے یا بیمار کر دیتی ہے [3] سوائے اس جانور کے جو سبزی کھائے حتی کہ اس کی کوکھیں تن جاویں [4] تو دھوپ میں آجاوے تو لید پھینکے پیشاب کرے پھر لوٹ جاوے اور کھائے [5] اور یقینًا یہ مال ہرا بھرا میٹھا ہے [6] تو جو اسے اس کے حق سے لے اور اس کے حق میں خرچ

[1] اس سائل کا سوال اتنا عمدہ تھا کہ اس کا جواب رب تعالیٰ نے دیا، حضورؐ پر وحی فرمایا، سوال بھی اعلیٰ، سوال کرنے والا بھی شاندار۔ [2] اس جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ غنیمتیں دولت و عزت وغیرہ خیر ہی ہو نگی، مگر اندیشہ یہ ہے کہ تم اس خیر کی غلط استعمال کرکے اپنے لیے وبال بنالو، خیر ہمیشہ خیر ہی لاتی ہے مگر اس کا غلط استعمال شر کا باعث ہو جاتا ہے، جب حضور انور پر وحی آتی تھی تو پسینہ آجاتا تھا، اگرچہ سردی کا موسم ہوتا۔ [3] یہ نہایت نفیس مثال ہے کہ جنگل کا سبزہ اللہ کی نعمت ہے، مگر جو گائے اسے ہوس کے ساتھ کھائے جائے بس ہی نہ کرے تو بیمار پڑ جاتی ہے، اسے اس سبزہ نے بیمار نہ کیا بلکہ اس کی ہوس نے اسے مصیبت میں ڈال دیا۔ یوں ہی جو شخص دنیا سے کبھی سیر نہ ہو، حرام و حلال میں تمیز نہ کرے جو ملے قبضہ کرے، اللہ کی عبادت کے لیے فارغ نہ ہو، ہر وقت دنیا طلبی میں سرگرداں رہے تو ظاہر ہے کہ وہ ہلاک ہوگا، [4] پیٹ کی دو کروٹوں کا تن جانا پیٹ بھر جانے کی علامت ہوتی ہے، مطلب یہ ہے کہ جب اس کا پیٹ خوب بھر گیا، [5] یعنی جب پہلا چارہ ہضم ہو جاوے تب دوبارہ کھائے یوں ہی مسلمان کو چاہیے کہ حلال روزی حاصل کرے وہ بھی بقدر قناعت کے ساتھ کہ کچھ وقت روزی کمانے کے لیے رکھے کچھ وقت اللہ کی عبادت کے لیے کمایا ہوا مال کچھ خود کھائے کچھ غرباء فقراء کو کھلائے اسی لئے اسلام میں روزانہ پانچ نمازیں فرض فرمائیں، سال بعد زکوٰۃ۔ فطرہ قربانی وغیرہ کا حکم دیا نیز جو مسلمان گناہ کرے تو فورًا ندامت الٰہی کی دھوپ میں آئے توبہ کرکے معافی چاہے آئندہ زندگی احتیاط سے گزارے یہ مثال بہت پہلو رکھتی ہے۔ [6] کہ دیکھنے میں بھی اچھا لگتا ہے۔ برتنے میں بھی آرام دہ ہوتا ہے۔ اس لئے لوگ اس میں جلد پھنس جاتے ہیں تم احتیاط رکھو۔

فِيْ حَقِّهٖ فَنِعْمَ الْمَعُوْنَةُ هُوَ وَمَنْ اَخَذَهٗ بِغَيْرِ حَقِّهٖ كَانَ كَالَّذِيْ يَاْكُلُ وَلَا
يَشْبَعُ وَيَكُوْنُ شَهِيْدًا عَلَيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ
عَوْفٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَاللّٰهِ لَا الْفَقْرَ اَخْشٰى
عَلَيْكُمْ وَلٰكِنْ اَخْشٰى عَلَيْكُمْ اَنْ تُبْسَطَ عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا كَمَا بُسِطَتْ
عَلٰى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَتَنَافَسُوْهَا كَمَا تَنَافَسُوْهَا وَتُهْلِكَكُمْ

کرے۱ تو وہ اچھا مددگار ہے۲ اور جو ناحق لے۳ وہ اُس کی طرح ہوگا جو کھالے اور سیر نہ ہو۴ یہ مال اُس کے خلاف قیامت کے دن گواہ ہوگا۵ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت عمرو ابن عوف سے۶ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کی قسم! میں تم پر فقیری سے خوف نہیں کرتا لیکن میں تم پر اس سے خوف کرتا ہوں کہ تم پر دنیا پھیلا دی جائے جیسے تم سے پہلے والوں پر پھیلا دی گئی تھی۷ تو تم اس میں رغبت کرجاؤ جیسے وہ لوگ رغبت کرگئے، اور تمہیں

۱ یعنی مال اچھے راستہ سے آئے اچھے راستہ جائے، اگر چھت کا پانی پرنالے سے نہ نکالا جائے تو چھت پھاڑ کر گھر گرا دیتا ہے۔ ۲ یعنی ایسی دنیا دین کی مددگار ہے جیسے حضرت سلیمان علیہ السلام اور حضرت عثمان غنی کی دولت کہ اُس سے ان بزرگوں نے جنت خریدلی، ایسی دولت اللہ کی رحمت ہے۔ ۳ اس طرح کہ حرام ذریعہ سے کمائے، جوا، سُود، رشوت، چوری وغیرہ سے اور حرام طرح سے جمع رکھے کہ اُسے اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرے، نہ کھائے نہ کھانے دے، نہ کسی کو کھلائے، جمع کرکے چھوڑ جائے، یہ جمع حرام ہے، مشہور ہے کہ کنجوس کا مال اُس کے مرنے کے بعد صندوق سے نکلتا ہے۔ ۴ یعنی جیسے جوع البقر بیماری والا آدمی کھائے جاتا ہے، سیر نہیں ہوتا حتی کہ کھاتے کھاتے مرجاتا ہے یہی حال اُس دنیادار کا ہے۔ ۵ یعنی اُس کا یہ مال اس کے لئے وبال ہوگا، اس کی حرص و ہوس کی گواہی دے گا، صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ دولت سانپ ہے، اور دین اس کا تریاق، جس کے پاس دین ہو اس کے لئے دولت مفید ہے، بے دین کی دولت ہلاکت کا سبب ہے۔ اس حدیث سے اشارۃً معلوم ہو رہا ہے کہ متقی مومن کا مال قیامت میں اُس کے ایمان تقویٰ اور سخاوت کا گواہ ہوگا۔ ۶ آپ انصاری صحابی ہیں، بدر میں شریک ہوئے، مدینہ منورہ میں قیام رہا۔ ۷ یہ فرمان ایک بڑی حدیث کا ٹکڑا ہے، جو حضور انور نے صحابہ کرام کی سکینیت دیکھ کر ارشاد فرمائی، یعنی تمہاری یہ فقیری عارضی ہے، عنقریب تم بہت غنی ہوجاؤ گے مگر فقیری خطرناک نہیں، امیری سے خطرہ ہے کہ اُس میں فتنے بہت ہیں۔

كَمَا أَهْلَكَتْهُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ اٰلِ مُحَمَّدٍ قُوْتًا وَفِي رِوَايَةٍ كَفَافًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَفْلَحَ مَنْ أَسْلَمَ وَرُزِقَ كَفَافًا وَقَنَّعَهُ اللهُ بِمَا اٰتَاهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ

ویسے ہی ہلاک کر دے جیسے انہیں ہلاک کر دیا[1] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، الٰہی محمد کے گھر والوں کی روزی بقدر ضرورت مقرر فرما[2] ایک روایت میں ہے کہ بقدر کفایت، (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ وہ کامیاب ہو گیا جو مسلمان ہوا، اور بقدر کفایت رزق دیا گیا، اور اللہ نے اُسے دیئے ہوئے پر قناعت دی[3] (مسلم) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ

[1] حضور انور کا یہ فرمان حضرات صحابہ کو ڈرانے اور احتیاط برتنے کے لئے ہے، اللہ تعالٰی نے حضور کے صحابہ کو دنیا کی ناجائز رغبت اور ہلاکت یعنی کفر و طغیان سے محفوظ رکھا، وہ حضرات بادشاہ و امیر ہو کر بھی دنیا میں پھنسے نہیں، حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پاس اپنی خلافت کے زمانہ میں ایک ہی کرتہ تھا جسے دھو دھو کر پہنتے تھے، حضرت ابوبکر کے کفن کیلئے گھر میں کپڑا نہ تھا پہنے ہوئے کپڑے دھو کر انہیں میں آپ کو کفن دیا گیا۔ حضرت علی نے اپنے زمانۂ خلافت میں فرمایا کہ میں اپنی تلوار فروخت کرنا چاہتا ہوں، کہ آج گھر کا خرچ چلا سکوں، وہ حضرات امیری میں فقیری کر گئے۔ رہیں اُنکی آپس کی جنگیں وہ دنیا کے لیے نہ تھیں، دیکھو ہماری کتاب امیر معاویہ پر ایک نظر، لہذا اس حدیث سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ حضرات بہک گئے ہوں [2] یہاں آل محمد سے مراد حضور کے خاص اُمتی ہیں جو قیامت تک ہوتے رہیں گے، لہذا حضور کی دعا انکے حق میں قبول ہوئی، یہ نہیں کہا جا سکتا بہت سید بڑے امیر ہوتے ہیں، جمیع آل محمد نہیں فرمایا، دیکھو شرح مرقاۃ اس حدیث کی، کفاف بنا ہے کف سے یعنی روکنا، اس سے مراد وہ مال ہے جو انسان کو سوال کرنے سے بچائے، بھیک سے روک لے یعنی بقدر ضرورت مالی ضرورت ہر شخص کی مختلف ہے لہذا کفاف بھی ہر شخص کا علیحدہ، اس فرمان عالی میں اُمت کو تعلیم ہے کہ بقدر ضرورت مال پر قناعت کریں، زیادتی کی ہوس میں ذلیل و خوار نہ ہوں (اشعہ) [3] یعنی جسے ایمان و تقوٰی بقدر ضرورت مال اور تھوڑے مال پر صبر یہ چار نعمتیں مل گئیں، اُس پر اللہ کا بڑا ہی کرم و فضل ہو گیا، وہ کامیاب ہوا، اور دنیا سے کامیاب گیا۔

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ الْعَبْدُ مَالِیْ مَالِیْ وَاِنَّ مَالَہٗ مِنْ مَّالِہٖ ثَلٰثٌ مَا اَکَلَ فَاَفْنٰی اَوْلَبِسَ فَاَبْلٰی اَوْ اَعْطٰی فَاَقْتَنٰی وَمَا سِوٰی ذٰلِکَ فَھُوَ ذَاھِبٌ وَّ تَارِکُہٗ لِلنَّاسِ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَتْبَعُ الْمَیِّتَ ثَلٰثَۃٌ فَیَرْجِعُ اِثْنَانِ وَیَبْقٰی مَعَہٗ

وسلم نے کہ بندہ کہتا ہے' میرا مال' میرا مال[1] حالانکہ اس کے مال صرف تین ہیں[2] جو کھا کر ختم کر دے یا پہن کر گلا دے' یا دے تو جمع کر دے[3] جو ان کے علاوہ ہے وہ تو جانے والا ہے' اور وہ اُسے لوگوں کے لئے چھوڑنے والا ہے[4] (مسلم) روایت ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے' فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میت کے ساتھ تین چیزیں جاتی ہیں[5] دو تو لوٹ آتی ہیں اور ایک اس کے ساتھ

[1] یعنی فخر و تکبر کے انداز میں لوگوں سے کہتا رہتا کہ یہ میرا مکان ہے یہ میری جائیداد ہے یہ میرا کھیت ہے یہ میرا فلاں مال ہے یہ برا ہے۔ انسان کو چاہیئے کہ یقین رکھے کہ میں اور میرا مال سب اللہ تعالٰی کی ملک ہے میرے پاس چند روزہ ہے مالکی ہے' خیال رہے کہ جیسے انسان اپنا مال کہے اس کا مال یعنی انجام نرا وبال ہے اور جو مال ذریعہ عبادت ہے وہ ذریعہ آمال ہے جس سے بہت امیدیں وابستہ ہیں۔

[2] یعنی جو مال انسان کے کام آئیں وہ صرف تین ہیں ان کے علاوہ سب دوسرے کے کام آتے ہیں خیال رہے کہ اَنَّ مالہٗ میں مالہ موصول ہے اور لام اس کا صلہ اور من مالہ میں من تبعیضیہ کا ہے یعنی اس کے مال میں سے وہ جو اسے مفید ہو صرف تین ہیں۔

[3] اللہ تعالٰی کے بینک میں جہاں جمع کرنے سے بے شمار نفع ملتا ہے سبحان اللہ کیسی نفیس تعلیم ہے۔ دینے سے مراد راہ خدا میں دینا ہے خواہ بال بچوں کو دے یا عزیزوں یا غریبوں کو بشرطیکہ یہ دنیا ناموری کے لئے نہ ہو اللہ رسول کی خوشنودی کیلئے ہو۔

[4] ھو ذاھب میں ھو ضمیر بندے کی طرف لوٹتی ہے۔ ذاہب سے مراد مرنے والا یعنی ان تین مالوں کے سوا اور مالوں کا یہ حال ہے کہ بندہ مر جاتا ہے اور وہ مال دوسروں کے لیے رہ جاتا ہے جیسے زمین باغات۔ مکانات۔ نقدی۔ بنک بالنس وغیرہ اس فرمان عالی کا مقصد یہ ہے کہ مال میں سے اللہ رسول کا حصہ ضرور نکالتا رہے یہ مقصد نہیں کہ مکان جائیداد بنائے ہی نہیں اپنے بچوں کو فقیر کر کے چھوڑے یا یہ مقصد ہے کہ مال کی محبت دل میں نہ ہو دل خاص اللہ رسول کے لئے ہو۔ شعر

دل میں ہو یاد تیری گوشۂ تنہائی ہو پھر تو خلوت میں عجب انجمن آرائی ہو
سارا عالم ہو مگر دیدۂ دل دیکھے تمہیں انجمن گرم ہو اور لذت تنہائی ہو

[5] یعنی بعد مرے قبر تک تین چیزیں ساتھ جاتی ہیں' دو چیزیں تو جو مردے کو چھوڑ کر لوٹ آتی ہیں۔ ایک وہ جو ساتھ رہتی ہے۔

وَاحِدٌ يَتْبَعُهُ أَهْلُهُ وَمَالُهُ وَعَمَلُهُ فَيَرْجِعُ أَهْلُهُ وَمَالُهُ وَيَبْقَى عَمَلُهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۞ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّكُمْ مَالُ وَارِثِهِ أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنْ مَالِهِ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا مِنَّا أَحَدٌ إِلَّا مَالُهُ أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنْ مَالِ وَارِثِهِ قَالَ فَإِنَّ مَالَهُ مَا قَدَّمَ وَمَالُ وَارِثِهِ مَا أَخَّرَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۔ وَعَنْ مُطَرِّفٍ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ

رہ جاتی ہے ایک ساتھ اس کے گھر والے ہیں، اس کا مال اس کے اعمال جاتے ہیں[1] تو اس کے گھر والے اور مال لوٹ جاتے ہیں، اور اس کے عمل ساتھ رہ جاتے ہیں[2] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں کون ہے جسے اپنے وارث کا مال اپنے مال سے زیادہ پیارا ہو[3] صحابہ نے عرض کیا، یارسول اللہ ہم میں سے کوئی نہیں مگر اسے اپنا مال ہی زیادہ پیارا ہے اپنے وارث کے مال سے، فرمایا تو اس کا مال وہ ہے جو آگے بھیج دے اور اس کے وارث کا مال وہ ہے جو چھوڑ جائے[4] (بخاری) روایت ہے حضرت مطرف سے[5] وہ اپنے والد سے راوی فرماتے

---

[1] گھر والوں سے مراد بال بچے، عزیز و اقارب دوست آشنا جو دفن و نماز میں شرکت کرنے جاتے ہیں، مال سے مراد اس کے نوکر باندیاں ہیں اعمال سے مراد سارے اچھے برے عمل ہیں جو میت نے اپنی زندگی میں کیے اعمال کے ساتھ جانے سے مراد ان کا میت کے ساتھ تعلق ہے۔ جو مرنے کے بعد قائم رہتا ہے۔ لہذا حدیث شریف واضح ہے۔

[2] نیک اعمال جو قبول ہو گئے ہمیشہ اس کے ساتھ رہتے ہیں برے اعمال شفاعت بخشش یا سزا بھگتنے تک چمٹے رہتے ہیں۔ ان چیزوں کے بعد پیچھا چھوڑتے ہیں۔ جس پر رب تعالٰی رحم کرے، حضور جسے سنبھال لیں اس کا بیڑا پار ہے قبر اعمال کا صندوق ہے۔ یا دوزخ کی بھٹی ہے یا جنت کی کیاری اس لیے بزرگوں کی قبر کو روضہ کہتے ہیں یعنی جنت کا باغ۔

[3] یعنی کون چاہتا ہے کہ میرے پاس مال نہ ہو میرے عزیزوں کے پاس مال ہو وہ سب امیر ہوں میں فقیر کنگال ہوں اس فرمان کا یہ مقصد ہے (از مرقات) لہذا اس فرمان عالی کا پر یہ اعتراض نہیں کہ بعض لوگوں کو دوسروں کا مال بڑا ناپسند ہوتا ہے بلکہ یہ مقصد ہے کہ ایسا کون ہے جو دوسروں کا مال ان کے لیے سنبھال کر رکھے اپنا مال برباد کرے یا برباد ہونے دے۔ [4] خلاصہ یہ ہے کہ مال دوسروں کا ہے اعمال اپنے ہیں جو مال خیرات کر دیا جائے وہ اعمال بن گیا اور جو جمع کر کے چھوڑ گیا وہ نرا مال رہا۔ اگر میں مال کی زکوٰۃ نہ دی وہ اپنے لیے وبال ہوا اور ان کے لیے مال ہوا خیال رہے کہ مال سے صدقات و خیرات کرتے رہنا پھر اللہ و رسول کی رضا کے لیے وارثوں کو غنی کرنے کیلئے مال چھوڑ جانا یہ

أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقْرَأُ أَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ قَالَ يَقُوْلُ ابْنُ اٰدَمَ مَالِيْ مَالِيْ قَالَ وَهَلْ لَكَ يَا ابْنَ اٰدَمَ إِلَّا مَا أَكَلْتَ فَأَفْنَيْتَ أَوْ لَبِسْتَ فَأَبْلَيْتَ أَوْ تَصَدَّقْتَ فَأَمْضَيْتَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ الْغِنٰى عَنْ كَثْرَةِ الْعَرَضِ وَلٰكِنَّ الْغِنٰى غِنَى النَّفْسِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ۔ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ

ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا حضور صلعم الہٰکم التکاثر تلاوت کررہے تھے[1] فرمایا کہ انسان کہتا ہے میرا مال، میرا مال، فرمایا اے انسان تیرا مال نہیں ہے، مگر جو تو کھا کر ختم کردے یا پہن کر گلا دے[2] یا خیرات کرکے آگے بڑھا دے[3] (مسلم) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے، فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ امیری زیادہ مال و اسباب سے نہیں لیکن امیری دل کی غنا سے ہے[4] (مسلم بخاری)

دوسری فصل۔ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں، فرمایا

بھی عبادت ہے۔ [5] آپ کا نام مطرف ابن عبداللہ ابن شخیر ہے۔ آپ تابعی ہیں آپ کے والد صحابی اہل بصرہ سے ہیں بڑے متقی عالم فقیہ تھے۔

[1] نماز کے علاوہ تلاوت تھی۔ تکاثر کے معنی یہ ہیں کہ تم لوگوں کو مال بڑھانے کی ہوس نے غافل کردیا۔ اسی فکر میں زندگی گزاری کہ ایک کے دو ہوں اور دو کے چار [2] اس طرح کہ کھانا کھا کر ہضم کرے کپڑا پہن کر اسے گلا دے اگرچہ بہت سے جوڑے بنا کر رکھے اور مرے بعد چھوڑ گیا تو کپڑے بھی تیرے نہیں۔ دوسرے دے گئے ہیں اسی لیے جب اللہ نیا کپڑا دے اور پرانا جو پہلے تو فوراً استعمال شروع کردے ختم ہو جانے پر اللہ اور دے گا۔ [3] تقدم فرماکر اشارۃً ارشاد ہوا کہ اپنی زندگی تندرستی میں اپنے ہاتھ سے خیرات کرجائے یہ برا ہے کہ زندگی میں کنجوس رہے مرتے وقت وصیت کرے یا امید کرے کہ میرے وارث میری طرف سے صدقہ و خیرات کیا کریں گے یہ شیطانی دھوکہ ہے۔ شعر

توشۂ اعمال اپنا ساتھ لے جاؤ جی — کون تیرے پیچھے قبر میں بھیجے گا سوچو تو ہی
بعد مرنے کے تمہیں اپنا پرایا بھول جائے — فاتحہ کو قبر پر پھر کوئی آئے یا نہ آئے
اترتے چاند ڈھلتی چاندنی جو ہو سکے کرلے — اندھیرا پاکھ آتا ہے یہ دو دن کی اجالی ہے (اعلیٰحضرت)

[4] دل کی غنا سے مراد قناعت و صبر و رضا بر قضا ہے۔ حریص مالدار فقیر ہے قناعت والا غریب امیر ہے۔ شعر

توانگری زکمال است نزد اہل کمال — کہ مال تا لب گور است بعد ازاں اعمال

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَّاْخُذُ عَنِّيْ هٰؤُلَاءِ الْكَلِمٰتِ فَيَعْمَلُ بِهِنَّ اَوْ يُعَلِّمُ مَنْ يَّعْمَلُ بِهِنَّ قُلْتُ اَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاَخَذَ بِيَدِيْ فَعَدَّ خَمْسًا فَقَالَ اِتَّقِ الْمَحَارِمَ تَكُنْ اَعْبَدَ النَّاسِ وَارْضَ بِمَا قَسَمَ اللّٰهُ لَكَ تَكُنْ اَغْنَى النَّاسِ وَاَحْسِنْ اِلٰى جَارِكَ تَكُنْ مُؤْمِنًا،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کون ہے جو مجھ سے یہ چند باتیں لے لے پھر اُن پر عمل کرے یا اُسے سکھا دے جو اُن پر عمل کرے[1] میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! میں ہوں، تو آپ نے میرا ہاتھ پکڑا، پھر پانچ چیزیں گنیں[2] فرمایا حرام چیزوں سے بچو، تمام لوگوں میں بڑے عابد ہو جاؤ گے[3] اور اللہ نے جو تمہاری قسمت کر دیا اُس پر راضی رہو، لوگوں سے غنی ہو جاؤ گے[4] اور اپنے پڑوسی سے اچھا سلوک کرو، کرو مومن ہو

ہو سکتا ہے کہ غنی نفس سے اولیاء کاملین مراد ہوں کہ اس کی برکت سے سلاطین اس کے دروازہ کی خاک چاٹتے ہیں دیکھ لو داتا گنج بخش اور خواجہ اجمیری کے آستانے رضی اللہ عنہما مطلب یہ ہے کہ غنی وہ ہے جس کو نفس غنا النفس کا کمال حاصل ہو حضرت علی فرماتے ہیں۔ شعر

رضینا قسمة الجبار فینا ۞ لنا علم وللجهال مال

فان المال یفنی عن قریب ۞ وان العلم باق لا یزال

[1] اس فرمان عالی سے معلوم ہوا کہ علم دین بہر حال اعلیٰ نعمت ہے اگر عمل بھی نصیب ہو جائے تو سبحان اللہ بغیر عمل بھی علم نعمت مزید ہے نیز بے عمل عالم پر تبلیغ ضروری ہے اور اسے تبلیغ کا ثواب ضرور ملے گا کیونکہ فرمایا گیا کہ ان باتوں پر یا عمل کرے یا عاملین کو پہنچا دے (اشعہ) ہو سکتا ہے کہ او بمعنی بل ہو یعنی خود عمل کرے بلکہ عمل کرنے والوں کو پہنچا بھی دے (مرقات)[2] یا میری انگلیاں شمار فرمائیں یا انگلیوں پر یہ باتیں شمار فرمائیں، چونکہ یہ پانچوں باتیں ترتیب وار ہیں کہ بعض بعض سے پہلے ہیں۔ اس لیے ترتیب وار انگلیوں پر گنائیں۔[3] حرام چیزوں حرام کاموں سے بچنا تقویٰ کا پہلا درجہ ہے اس لیے حضور انور نے اسے پہلے بیان فرمایا۔ آجکل لوگ بہت ورد وظیفے نوافل کو ہی تقویٰ سمجھتے ہیں ان پر عامل ہوتے ہیں مگر جھوٹ، غیبت دوسروں کا حق مارنے سے پرہیز نہیں کرتے سخت غلطی کرتے ہیں پہلے جسم و کپڑے ناپاکی سے پاک کرو پھر نماز پڑھو۔ برائیوں سے بچنا بڑی عبادت ہے۔[4] اس فرمان عالی کا مطلب یہ نہیں کہ ترقی کی کوشش نہ کرو ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے رہو بلکہ مقصد یہ ہے کہ نہ تو دوسروں پر حسد کرو نہ دنیا اگر حسب منشاء نہ ملے تو کف افسوس ملا کرو نہ رب تعالیٰ کی شکایت کرو کہ فلاں کو اتنا دیا مجھ کو کم۔ حضور غوث الثقلین سید شیخ عبدالقادر جیلانی فرماتے ہیں تیری بھاگ دوڑ سے مقسوم سے زیادہ نہ ملے گا اور تیری قناعت کی وجہ سے کم نہ ملے گا اس لیے راضی برضا رہو۔ (مرقات) امام ابوالحسن شاذلی فرماتے ہیں کہ دو چیزوں سے مایوس ہو جاؤ آرام سے رہو گے ایک یہ

وَاَحِبَّ لِلنَّاسِ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِكَ تَكُنْ مُسْلِمًا وَلَا تُكْثِرِ الضَّحِكَ فَاِنَّ كَثْرَةَ الضَّحِكِ تُمِيْتُ الْقَلْبَ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ ۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ ابْنَ اٰدَمَ تَفَرَّغْ لِعِبَادَتِيْ اَمْلَأْ صَدْرَكَ غِنًى وَاَسُدَّ فَقْرَكَ وَاِنْ لَا تَفْعَلْ مَلَأْتُ يَدَكَ شُغْلًا وَلَمْ

جاؤ گے۱؎ اور لوگوں کے لیے وہی چاہو جو اپنے لیے چاہتے ہو، مسلمان ہو جاؤ گے۲؎ اور زیادہ ہنسو نہیں، کیونکہ زیادہ ہنسی دل کو مردہ کر دیتی ہے۳؎ (احمد، ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے۴؎ روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے اے انسان تو میری عبادت کے لیے فارغ ہو جا، میں تیرا سینہ غنا سے بھر دوں گا۔ اور تیری غریبی دور کر دوں گا۵؎ اور اگر تو یہ نہ کرے گا۶؎ تو تیرا ہاتھ کام کاج سے بھر دوں گا، اور تیری

کہ تم کو دوسروں کے نصیب کی چیز مل جاوے گی اور دوسرے یہ کہ تمہیں تمہارے نصیب سے زیادہ مل جاوے گا۔ (مرقات)

۱؎ یعنی اگر تمہارا پڑوسی تم سے برائی بھی کرے مگر تم اس سے بھلائی کرو تو مومن کامل ہو جاؤ گے حضور فرماتے ہیں کہ انسان اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کا پڑوسی اس کی شرارت دشمنی سے محفوظ نہ ہو جاوے اسے امان نہ ہو جائے۔

۲؎ یہاں اسلام علاوہ ایمان کے اور صفت ہے یعنی تم جیسے اپنا بھلا چاہتے ہو ویسے ہی دوسروں کا بھلا چاہو اور جیسے برتاؤ اپنے ساتھ چاہتے ہو ویسا ہی برتاؤ تم دوسروں کے ساتھ کرو جو بات اپنے لیے ناپسند کرتے ہو وہ دوسروں کے ساتھ نہ کرو تو تم مسلم یعنی سلامتی والے مسلمان بن جاؤ گے۔ ۳؎ یہاں ہنسنے سے مراد قہقہہ مار کر ہنسنا ہے اور دل کی موت سے مراد غفلت ہے یعنی زیادہ وقت ہنسی قہقہہ میں گزارنا دل میں غفلت پیدا کرتا ہے۔ خیال رہے کہ مسکرانا اچھی چیز ہے قہقہہ بری چیز، تبسم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت کریمہ تھی جب کسی سے ملو مسکرا کر ملو۔ شعر

جس کی تسکین سے روتے ہوئے ہنس پڑیں   اس تبسم کی عادت پہ لاکھوں سلام

۴؎ اس کی اسناد میں حسن عن ابی ہریرہ ہے اور خواجہ حسن نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو پایا نہیں مگر ایک اسناد میں مکحول عن عطا ابن [illegible] ہے وہ اسناد متصل قوی ہے نیز یہ حدیث بہت سی اسنادوں سے مروی ہے لہٰذا یہ حدیث حسن ہے اور اگر ضعیف بھی ہو تو فضائل اعمال میں حدیث ضعیف قبول ہے (مرقات) ۵؎ یعنی تو اپنا دل میری عبادت و اطاعت کیلیے خالی رکھ دست بکار دل بیار پر عمل کر فراغت دل کے یہ معنی ہیں یہ مطلب نہیں کہ دنیا کا کاروبار نہ کر خود بھی بھوکے مرو بچوں کو بھی مارو دل کی دنیا داری بری ہے اگر یہ عمل نصیب ہوگا تو ان شاء اللہ کمائی میں برکت

أَسُدُّ فَقْرَكَ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَةَ۔ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ ذُكِرَ رَجُلٌ
عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعِبَادَةٍ وَّاجْتِهَادٍ وَذُكِرَ اٰخَرُ
بِرِعَةٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَعْدِلُ بِالرِّعَةِ يَعْنِي الْوَرَعَ
رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ. وَعَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنِ الْاَوْدِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِرَجُلٍ وَّهُوَ يَعِظُهٗ اِغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ
شَبَابَكَ قَبْلَ هَرَمِكَ وَصِحَّتَكَ قَبْلَ سَقَمِكَ وَغِنَاكَ قَبْلَ فَقْرِكَ

فقیری بند نہ کروں گا ۷ (احمد، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک آدمی کی عبادت و مشقت کا ذکر ہوا ۱ اور دوسرے کے تقویٰ کا ۲ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عبادت تقویٰ کے برابر نہیں ہو سکتی یعنی پرہیزگاری کے ۳ (ترمذی) روایت ہے حضرت عمرو ابن میمون اودی سے ۴ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جانو، بڑھاپے سے پہلے جوانی کو، بیماری سے پہلے تندرستی کو، فقیری سے پہلے غنا کو،

دل میں فراخی حاصل ہوگی۔ ۸ اس طرح کہ اپنا دل دنیا میں لگا دے گا کبھی آخرت کی طرف مائل نہ ہوگا تو اسکا انجام وہ ہے جو مذکور ہوا ہے ۹ یعنی اگر تو نے اپنے کو دنیا کی فکروں میں ہی لگا دیا تیرے دل میں دنیا اتر گئی تو تو کام کرے گا۔ زیادہ فکر کرے گا زیادہ ملے گا وہ ہی جو تیرے مقدر میں ہے تو مالدار ہو کر بھی فقیر ہی رہے گا دل کا چین اللہ کی بڑی نعمت ہے یہ اس کے ذکر سے نصیب ہوتا ہے حضرت ابن عباس سے مرفوعاً روایت ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام پر ملک، مال، علم پیش فرمائے گئے تو آپ نے علم اختیار فرمایا رب نے علم کی برکت سے انہیں ملک و دولت بھی عطا فرمائے (مرقات) اللہ سے آخرت مانگو دنیا خود بخود مل جاوے گی کسان دانہ کے لیے کاشت کرتا ہے بھوسا خود ہی مل جاتا ہے بندہ مومن کو روزی بے گمان ملتی ہے۔ ۲ تقوےٰ سے مراد گناہوں سے بچنا ہے یعنی عرض کیا گیا کہ فلاں شخص نفل عبادات بہت کرتا ہے مگر گناہوں میں احتیاط کم کرتا ہے اور دوسرا آدمی نوافل کم ادا کرتا ہے مگر گناہوں سے بہت بچتا ہے حتی کہ شبہات سے بھی بھاگتا ہے ان میں افضل کون ہے ۳ لاتعدل یا تو نہی مخاطب ہے یا نفی مؤنث غائب یعنی نوافل کو تقوےٰ کے برابر نہ کرو یا نوافل تقوےٰ کے برابر نہیں ہو سکتے خیال رہے کہ تقوےٰ کے تین درجے ہیں تقوےٰ عوام محرمات شرعیہ سے بچنا تقوےٰ خواص کا یعنی شبہات سے بچنا اور تقویٰ خاص الخاص کا بقدر ضرورت حلال چیزیں رکھنا زیادہ سے بچنا یہ آخری تقویٰ حضرات انبیاء شہداء صالحین کا ہے (مرقات) ۴ اود ایک قبیلہ ہے جو اود ابن صعب کی طرف منسوب ہے، عمرو ابن میمون کو بعض لوگوں نے صحابی کہا ہے مگر قوی

وَفَرَاغَكَ قَبْلَ شُغْلِكَ وَحَيٰوتَكَ قَبْلَ مَوْتِكَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَعَنْ
أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا يَنْتَظِرُ أَحَدُكُمْ إِلَّا
غِنًى مُطْغِيًا أَوْ فَقْرًا مُنْسِيًا أَوْ مَرَضًا مُفْسِدًا أَوْ هَرَمًا مُفْنِدًا أَوْ مَوْتًا
مُجْهِزًا أَوِ الدَّجَّالَ فَالدَّجَّالُ شَرُّ غَائِبٍ يُنْتَظَرُ أَوِ السَّاعَةَ وَ
السَّاعَةُ أَدْهٰى وَأَمَرُّ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَعَنْهُ أَنَّ

اور مشغولیت سے پہلے فرصت کو، اور اپنی موت سے پہلے زندگی کو ۵؎ (ترمذی) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی، فرماتے ہیں تم میں سے ہر ایک نہیں انتظار کرتا مگر سرکشی کرنے والی غنا کا، یا بھلا دینے والی فقیری کا ۱؎ یا بگاڑ دینے والی بیماری کا، یا بے عقل کر دینے والے بڑھاپے کا، یا اچانک موت کا ۲؎ یا دجال کا، تو دجال مصیبت ہے، جس کا انتظار ہے، یا قیامت کا، اور قیامت بہت خوفناک اور بہت کڑوی ہے ۳؎ (ترمذی، نسائی) روایت ہے انہیں سے کہ

یہ ہے کہ آپ حضور کے زمانہ میں اسلام لائے مگر زیارت نہ کر سکے جلیل القدر تابعی ہیں، لہٰذا یہ حدیث مرسل ہے (اشعہ)

۳؎ اغتنام کے معنی ہیں غنیمت حاصل کر لینا یعنی ان پانچ چیزوں سے کچھ کمائی کر لو بار بار یہ موقعہ نہیں ملتے۔

۴؎ لہٰذا صحت۔ جوانی۔ مالداری۔ فراغت اور زندگی کو رائگاں نہ جانے دو اس میں نیک اعمال کر لو کہ یہ نعمتیں بار بار نہیں ملتیں میاں محمد صاحب فرماتے ہیں۔ شعر

سدا نہ حسن جوانی رہندی سدا نہ صحبت یاراں سدا نہ بلبل باغاں بولے سدا نہ باغ بہاراں

باغ میں بہار اور بہار میں بلبل کی شور و پکار ہمیشہ نہیں رہتے کبھی آتے ہیں اسے غنیمت جانو ۵؎ یعنی اگر نیکیوں کا موقعہ ملا ہو اور تم کرتے نہیں کہتے ہو کہ آئندہ کر لیں گے تو کس چیز کا انتظار کر رہے ہو یا ایسی امیری کا جو سرکش بنا دے یا ایسی فقیری کا جب تمہیں کچھ نہ سوجھ پڑے لوگ تمہیں بھول جاویں۔ ہم نے دیکھا کہ بعض لوگوں کو حج کا موقعہ ملتا ہے مگر نہیں کرتے یہی کہتے رہتے ہیں کہ اچھا آئندہ دیکھا جائے گا وہ آئندہ آئندہ کرتے ہی دنیا سے کوچ کر جاتے ہیں۔ ۶؎ یعنی جوانی کھیل کود سے گنوا کر بڑھاپے میں جبکہ ہاتھ پاؤں قابو میں نہ رہیں عبادت کرنے کی خواہش کرنا بے وقوفی ہے جو کرنا ہے جوانی میں کرو جوان صالح کا بہت بڑا درجہ ہے ۷؎ یعنی اگر ابھی اعمال نہیں کرتے تو کیا دجال کی آمد یا قیامت آنے کے منتظر ہو اس وقت تم نیکیوں کی تمنا کرو گے مگر نہ کر سکو گے یہ فرمان اظہار عتاب کے لیے ہے مقصد یہ ہے کہ نیک اعمال میں جلدی کرے۔

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلَا اِنَّ الدُّنْيَا مَلْعُوْنَةٌ وَّمَلْعُوْنٌ مَا فِيْهَا اِلَّا ذِكْرُ اللّٰهِ وَمَا وَالَاهُ وَعَالِمٌ اَوْ مُتَعَلِّمٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كَانَتِ الدُّنْيَا تَعْدِلُ عِنْدَ اللّٰهِ جَنَاحَ بَعُوْضَةٍ مَا سَقٰى كَافِرًا مِنْهَا شَرْبَةً رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ ـ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَتَّخِذُوا الضَّيْعَةَ فَتَرْغَبُوْا فِى الدُّنْيَا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہوشیار رہو، دنیا لعنتی چیز ہے، اور جو دنیا میں ہے وہ لعنتی ہے؎۱ سوائے اللہ تعالٰی کے ذکر کے اور اس کے جو اسے قریب کردے، اور عالم کے اور طالب علم کے؎۲ (ترمذی، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت سہل ابن سعد سے، فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، اگر دنیا اللہ کے نزدیک مچھر کے پنکھ برابر ہوتی، تو اس میں سے کسی کافر کو پانی کا ایک گھونٹ نہ پلاتا؎۳ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے، فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ باغات و کھیت نہ اختیار کرو؎۴ ورنہ تم دنیا

؎۱ ہم پہلے بتا چکے ہیں، کہ جو چیز اللہ و رسول سے غافل کردے، وہ دنیا ہے، یا جو اللہ و رسول کی ناراضی کا سبب ہو وہ دنیا ہے، بال بچوں کی پرورش، غذا، لباس گھر وغیرہ حاصل کرنا سنت انبیاء کرام ہے، یہ دنیا نہیں، اس معنی سے واقعی دنیا اور دنیا والی چیزیں لعنتی ہیں۔ ؎۲ یہ استثناء منقطع ہے کیونکہ یہ چیزیں دنیا نہیں ہیں، اللہ کے ذکر سے مراد ساری عبادات ہیں، والٰی بنا ہے ولی سے بمعنی قرب یا محبت یا تابع ہونا یا سبب، لہذا اس جملہ کے چار معنی ہیں، وہ حضرات انبیاء و اولیاء جو اللہ سے قریب کردیں، یا اللہ تعالٰی ان سے محبت کرتا ہے، یا جو ذکر الٰہی سے قریب کردے، یا جو ذکر اللہ کے تابع ہے، یا جو ذکر اللہ کا سبب ہے (اشعہ) یعنی اللہ کا ذکر اللہ کے محبوب بندے علماء طلباء اگرچہ دنیا میں ہیں، مگر دنیا نہیں ہیں، یہ تو اللہ کے محبوب ہیں، حدیث شریف میں ہے کہ اللہ کا ذکر ہر عبادت ہر سعادت کا سر ہے جیسے بدن کیلئے جان ضروری ہے ایسے ہی مومن کیلئے ذکر اللہ لازمی ہے، ذکر اللہ سے دنیا کا بقاء، آسمان و زمین کا قیام ہے (مرقات) جب ذاکرین فنا ہو جائیں گے تو قیامت آجائے گی۔ ؎۳ یعنی اگر دنیا کی قدر و منزلت مچھر کے پر برابر بھی ہوتی تو کافر کو نہ دی جاتی، کیونکہ کفار اللہ کے دشمن ہیں اور دشمن کو پیاری چیز نہیں دی جاتی، دنیا کے معنی ہم بارہا عرض کر چکے ہیں۔ ؎۴ ضیعة لفظ مشترک ہے، اس کے بہت معانی ہیں، تجارت و کسب، باغات و اراضی، دنیاوی مشاغل یہاں بمعنی باغات و اراضی ہیں۔ (اشعہ)

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيْمَانِ ٭ وَعَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَحَبَّ دُنْيَاهُ أَضَرَّ بِآخِرَتِهِ وَمَنْ أَحَبَّ آخِرَتَهُ أَضَرَّ بِدُنْيَاهُ فَآثِرُوا مَا يَبْقَى عَلَى مَا يَفْنَى رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيْمَانِ ٭ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

میں راغب ہو جاؤ گے۔[1] (ترمذی، بیہقی، شعب الایمان) روایت ہے حضرت ابو موسیٰ سے، فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو دنیا سے محبت کرتا ہے وہ اپنی آخرت کو نقصان پہنچا لیتا ہے اور جو اپنی آخرت سے محبت رکھتا ہے، وہ اپنی دنیا کو نقصان پہنچا لیتا ہے، تو باقی کو فنا ہونے والی پر اختیار کرو۔[2] (احمد، بیہقی، شعب الایمان) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے

[1] یعنی یہ زمانہ جہاد اور سپاہیانہ زندگی کا ہے، اس زمانہ میں باغات و کاشت میں مشغول نہ ہو، ورنہ کفار تم کو ہلاک کر دیں گے یہ فرمان عالی ہنگامی حالات کے ہیں، جبکہ مسلمانان مدینہ ہر چہار طرف سے کفار میں گھرے تھے، اس وقت عیش و آرام کی زندگی، پختہ مکانات بنانے، دنیاوی کاروبار میں مصروف ہونے سے منع فرما دیا گیا تھا، جیسا کہ زمانہ جنگ میں رات کو روشنی کرنے کی اجازت نہیں ہوتی، بمباری کے خوف سے، لیکن جب حالات بدل گئے یہ احکام بھی نہ رہے، چنانچہ خلافت عثمانیہ میں مسلمانوں نے اپنے گھر پختہ مسجد نبوی شریف شاندار بنائی، اور باغات و کھیتی باڑیاں خوب کیں خیال رہے کہ اس زمانہ میں جیسے مکانات پختہ کرنا ممنوع تھے، ویسے ہی قبور پر عمارات سے منع کر دیا گیا تھا۔ جب سکون کا زمانہ آیا تو حضرات صحابہ نے مکانات بھی پختہ بنائے اور بزرگوں کے مزارات پر عمارات بھی بنائیں، تاکہ زائرین کو زیارت اور تلاوت اور عبادت وغیرہ میں سہولت ہو۔ اس کی تحقیق ہماری کتاب جاء الحق میں دیکھو، یا اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو باغات کھیتی باڑی میں ایسا مشغول ہو کر دین کو بھول جائے، اس صورت میں یہ حکم دائمی ہے کھیتی باڑی ہی کیا جو چیز رب سے غافل کرے، وہ ممنوع ہے۔

[2] اس فرمان عالی سے معلوم ہوا، کہ دنیا و آخرت دونوں کی محبت ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتی، دنیا آخرت کی ضد ہے ہاں دنیا سے محبت کرنا آخرت اور رضائے الٰہی کے لیئے بہت ہی بہتر ہے، مال سے محبت، بچوں کی پرورش، عزیزوں کے حقوق ادا کرنے، حج و قربانی اور زکوٰۃ ادا کرنے کے لئے بہرحال اچھا ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علم، عقل و ایمان کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ انسان جان لے کہ دنیا فانی ہے اور آخرت باقی رہنے والی، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ دنیا میں رہ کر آخرت کی تیاری کرے، دنیا میں منہمک نہ ہو جائے۔ (مرقات)

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لُعِنَ عَبْدُ الدُّنْيَا وَلُعِنَ عَبْدُ الدِّرْهَمِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ. وَعَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا ذِئْبَانِ جَائِعَانِ أُرْسِلَا فِيْ غَنَمٍ بِأَفْسَدَ لَهَا مِنْ حِرْصِ الْمَرْءِ عَلَى الْمَالِ وَالشَّرَفِ لِدِيْنِهٖ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَعَنْ خَبَّابٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا أَنْفَقَ مُؤْمِنٌ مِّنْ نَفَقَةٍ إِلَّا أُجِرَ فِيْهَا إِلَّا نَفَقَتَهٗ فِيْ هٰذَا التُّرَابِ رَوَاهُ

وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی، فرماتے ہیں، لعنتی ہے دنیا کا بندہ اور لعنتی ہے درہم دینار کا بندہ[1] (ترمذی) روایت ہے حضرت کعب ابن مالک سے وہ اپنے والد سے راوی، فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو بھوکے بھیڑیئے جو بکریوں میں چھوڑ دیئے جاویں، وہ ان بکریوں کو اس سے زیادہ خراب نہیں کرتے جتنے انسان کے حرص کرنے سے مال و عزت پر اس کے دین کو[2] (ترمذی، دارمی) روایت ہے حضرت خباب سے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی، فرماتے ہیں مسلمان کوئی خرچ نہیں کرتا مگر اس میں اسے ثواب دیا جاتا ہے سوائے اس کے خرچ کے اس مٹی میں[3]

[1] دنیا یا درہم و دینار روپیہ پیسہ کا پجاری وہ ہے جو ہر کام ان چیزوں کے لئے کرے۔ حتی کہ نماز بھی پڑھے تو دنیا کے لئے۔

[2] نہایت نفیس تشبیہ ہے مقصد یہ ہے کہ مومن کا دین گویا بکری ہے۔ اور اس کی حرص مال حرص عزت گویا دو بھوکے بھیڑیئے ہیں مگر یہ دونوں بھیڑیئے مومن کے دین کو اس سے زیادہ برباد کرتے جیسے ظاہری بھوکے بھیڑیئے بکریوں کو تباہ کرتے ہیں کہ انسان مال کی حرص میں حرام و حلال کی تمیز نہیں کرتا اپنے عزیز اوقات کو مال حاصل کرنے میں ہی خرچ کرتا ہے پھر عزت حاصل کرنے کے لئے ایسے جتن کرتے ہیں جو بالکل خلاف اسلام ہیں جیسا آج ممبری وغیرہ چاہنے والوں کو دیکھا جارہا ہے۔ حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ دنیادار مرے بعد بھی سیانا نہیں ہوتا کسی نے پوچھا وہ کیسے فرمایا وہ چاہتا ہے کہ میرے جنازہ میں بہت لوگ ہوں تاکہ میری عزت ہو یعنی مرنے کے بعد بھی پیچھا نہیں چھوڑتی ریاست،

[3] یعنی کھانے پینے لباس وغیرہ پر خرچ کرنے میں ثواب ملتا ہے کہ یہ چیزیں عبادات کا ذریعہ ہیں مگر بلا ضرورت مکانات بنانے میں کوئی ثواب نہیں لہذا عمارات سازی کا شوق نہ کرو اس میں وقت اور مال دونوں کی بربادی ہے خیال رہے کہ یہاں دنیاوی عمارتیں وہ بھی بلا ضرورت بنانا مراد ہیں مسجد مدرسہ خانقاہ مسافر خانے بنانے تو عبادات ہیں کہ یہ تو صدقات جاریہ ہیں یوں ہی بقدر ضرورت مکان بنانا بھی ثواب ہے کہ اس میں سکونت سے رہ کر اللہ کی عبادت کرے گا بعض لوگ دیکھے گئے کہ وہ ہمیشہ مکان کے توڑ پھوڑ میں ہر سال نئے نئے

التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ - وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّفَقَةُ كُلُّهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِلَّا الْبِنَاءَ فَلَا خَيْرَ فِيْهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ - وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمًا وَنَحْنُ مَعَهٗ فَرَاٰى قُبَّةً مُّشْرِفَةً فَقَالَ مَا هٰذَا قَالَ اَصْحَابُهٗ هٰذِهٖ لِفُلَانٍ رَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَسَكَتَ وَحَمَلَهَا فِيْ نَفْسِهٖ حَتّٰى لَمَّا جَاءَ صَاحِبُهَا فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فِي النَّاسِ فَاَعْرَضَ عَنْهُ صَنَعَ ذٰلِكَ مِرَارًا حَتّٰى عَرَفَ الرَّجُلُ

(ترمذی، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سارے خرچ اللہ کی راہ میں ہیں سوائے عمارات کی تعمیر کے کہ ان میں بھلائی نہیں ہے[۱] (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے اور روایت ہے انہیں سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن تشریف لیگئے[۲] ہم حضور کے ساتھ تھے تو حضور نے بلند عمارت دیکھی تو فرمایا یہ کیا ہے[۳] حضور کے صحابہ نے عرض کیا کہ یہ فلاں انصاری صاحب کا ہے[۴] تو حضور خاموش ہوگئے اور یہ بات دل شریف میں رکھی[۵] حتی کہ جب اس عمارت کا مالک حاضر ہوا تو آپ کو بھرے مجمع میں سلام کیا تو حضور نے منہ پھیر لیا[۶] انہوں نے یہ کئی بار کیا، حتی کہ ان صاحب نے حضور انور میں اپنے

کے مکانات بنانے ہی میں مشغول رہتے تھے وہاں یہی مراد ہے (مرقات، اشعہ)۔ ۱ اس کی تفسیر ابھی گزر چکی کہ یہاں بنانے سے مراد دنیاوی غیر ضروری عمارتیں ہیں مسجدیں مدرسے وغیرہ یوں ہی دنیاوی ضروری عمارتیں اس سے خارج ہیں بلکہ دنیاوی غیر ضروری عمارتیں بناتے رہنا اسراف ہے یعنی فضول خرچی اسراف گناہ ہے۔ ۲ حضور انور یا تو مدینہ منورہ سے باہر بستی میں تشریف لے گئے تھے یا اپنے دولت خانہ سے مدینہ پاک کے کسی محلہ میں تشریف لے گئے وہاں یہ واقعہ پیش آیا دوسرا احتمال قوی ہے۔ ۳ یہ سوال اظہار ناراضی کے لئے ہے یعنی یہ کیا حرکت ہے حضرات صحابہ نے جواب زیادہ اس سوال کا جواب نہیں بلکہ اس کے متعلقات میں سے یعنی یہ حرکت فلاں شخص کی ہے ۴ یہ عرض کرنا غیبت نہیں بلکہ اصلاح ہے معلوم ہوا کہ مرید کی شکایت شیخ سے کرنا یا شاگرد کی شکایت استاد سے کرنا اصلاح کے لئے بالکل درست ہے غیبت نہیں۔ ۵ حضور ناراض ہوئے مگر ناراضی کا اظہار نہ فرمایا بلکہ دل میں رکھی ۶ ان کے سلام کا جواب یا تو حضور نے دیا ہی نہیں یا دیا مگر دل میں جس کی انہیں خبر نہ ہوئی معلوم ہوا اظہار غضب اور اصلاح کے لیے سلام کا جواب نہ دینا جائز ہے سلام کا جواب دینا فرض نہیں ہوتا بعض صورتوں میں جواب دینا ممنوع بھی ہوتا ہے لہذا اس عمل شریف پر یہ اعتراض نہیں کہ بحکم قرآن سلام کا جواب دینا فرض ہے تو حضور نے فرض کیوں ترک کیا یہ نکتہ یاد رکھا جائے۔

الْغَضَبَ فِيهِ وَالْإِعْرَاضَ عَنْهُ فَشَكَا ذٰلِكَ إِلٰى أَصْحَابِهِ وَقَالَ وَاللّٰهِ إِنِّي لَأُنْكِرُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوا خَرَجَ فَرَأَى قُبَّتَكَ فَرَجَعَ الرَّجُلُ إِلٰى قُبَّتِهِ فَهَدَمَهَا حَتّٰى سَوَّاهَا بِالْأَرْضِ فَخَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ فَلَمْ

سے غصہ محسوس کیا۱؎ تو حضور کے صحابہ سے اس کی شکایت کی۲؎ اور کہا کہ خدا کی قسم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غیر پاتا ہوں، لوگوں نے کہا کہ حضور صلعم تشریف لے گئے تھے، تو تمہاری عمارت دیکھی تھی، تو وہ شخص عمارت کی طرف گیا اور اسے ڈھا کر زمین کے برابر کردیا۳؎ ایک بار پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے تو وہ عمارت نہ دیکھی۔

۱؎ ان صاحب نے پہلے تو سمجھا کہ حضور انور نے اتفاقاً جواب نہ دیا یا حضور کسی فکر میں ہیں میرا سلام سنا نہیں مگر جب بار بار سلام کیا اور جواب نہ پایا تو سمجھے کہ مجھ پر ناراضی ہے ظاہر یہ ہے کہ حاضرین میں سے کسی نے جواب نہ دیا جس سلام کو حضور رد فرمادیں اسے قبول کون کرے حضرت کعب ابن مالک کا جب بائیکاٹ ہوا ہے تو پچاس دن تک کسی نے ان کے سلام کا جواب نہ دیا۔

۲؎ حضور کی شکایت نہیں کی بلکہ اپنی محرومی کی شکایت مع حکایت کی کہ لوگو میں تو لٹ گیا آج حضور مجھ سے ناراض ہوگئے۔

۳؎ یعنی ہمارا اندازہ یہ ہے کہ حضور انور نے اس بلند عمارت کو ناپسند فرمایا یہی وجہ ہے تم سے بے توجہی فرمانے کی اور تو کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔

۴؎ یہ ہے حضرات صحابہ کا عشق رسول کہ حضور انور نے انہیں نہ تو ڈھانے کا حکم دیا نہ یہ فرمایا کہ عمارتیں بنانا جائز نہیں ان حضرات کو صرف اندازہ ہی ہوا ہے کہ شاید حضور اس عمارت کی وجہ سے مجھ سے ناراض ہوگئے تو سوچا کہ یہ عمارت میرے اور محبوب کے درمیان آڑ بن گئی ڈھا دی اس ڈھانے میں مال کو برباد کرنا نہیں اور فضول خرچی نہیں بلکہ یار کو منانا ہے اگر عمارت ڈھانے سے حضور راضی ہوجائیں تو ان شاءاللہ سودا سستا ہے جناب خلیل رضائے الٰہی کے لئے فرزند کو ذبح کرنے کے لئے تیار ہوگئے یہاں ظاہری فتوے نہیں چلتے یہ دل جلوں کے معاملے ہیں۔ شعر

عقل می گوید کہ خود را پیش کن　　عشق می گوید کہ ترک خویش کن

ان حضرات نے اس عمارت کا بالائی حصہ نہ گرایا بلکہ جڑ بنیاد سے مٹادیا تاکہ اس حجاب کی پوری طرح بیخ کنی ہوجائے۔

يَرَهَا قَالَ مَا فَعَلَتِ الْقُبَّةُ قَالُوْا شَكٰى اِلَيْنَا صَاحِبُهَا اِعْرَاضَكَ فَاَخْبَرْنَاهُ فَهَدَمَهَا فَقَالَ اَمَا اِنَّ كُلَّ بِنَاءٍ وَبَالٌ عَلٰى صَاحِبِهٖ اِلَّا مَا لَا يَعْنِيْ اِلَّا مَا لَا بُدَّ مِنْهُ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ۔ وَعَنْ اَبِيْ هَاشِمِ بْنِ عُتْبَةَ قَالَ عَهِدَ اِلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا يَكْفِيْكَ مِنْ جَمْعِ الْمَالِ خَادِمٌ وَّمَرْكَبٌ فِيْ سَبِيْلِ

فرمایا اس گنبد کا کیا ہوا[1] لوگوں نے عرض کیا کہ اس کے مالک نے آپ کی بے توجہی کی شکایت کی ہم نے انہیں خبر دی تو اس نے وہ ڈھا دیا، تو فرمایا کہ ہر تعمیر اس کے بانی پر وبال ہے[2] سوائے اس کے یعنی سوائے اس کے جس کی اسے ضرورت ہو[3] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابوہاشم ابن عتبہ سے[4] فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عہد لیا، فرمایا کہ تمہیں مال جمع کرنے کیلئے ایک خادم اور اللہ کی راہ میں ایک سواری

۱؎ یعنی وہ گنبد بالکل ہی غائب ہوگیا یہ کیسے ہوا حضور انور کا یہ سوال اگلے مضمون کی تمہید کے لئے ہے ورنہ حضور ہر ایک کے عمل و حال سے خبردار ہیں۔

۲؎ اگر وبال سے مراد گناہ ہے تو عمارات سے مراد وہ عمارتیں ہیں جو بلا ضرورت فخر و تکبر کے لئے بنائی جائیں کہ یہ عمل ناجائز ہے فخر و تکبر کا ہر کام حرام ہے اور اگر وبال سے مراد آخرت کا بوجھ ہے تب بلا ضرورت کی ہر عمارت اس میں داخل ہے خواہ فخریہ ہو یا نہیں حتی کہ بلا ضرورت مسجد بنانا بھی ثواب نہیں بلکہ کبھی گناہ ہے غیر آباد جگہ کوئی نماز و اذان ادا کرنے والا نہ ہو مسجد بنا دینا محض بیکار ہے ایک مسجد کے قریب دوسری مسجد بنا دینا کہ وہ آباد ہے یہ آباد ہو گناہ ہے بہرحال یہ فرمان عالی وسیع ہے عمارت کے وبال ہونے کی بہت صورتیں ہیں۔

۳؎ ضرورت خواہ دینی ہو یا دنیاوی مگر دنیاوی ضرورت کے لئے عمارت بنانا مباح ہے جیسے اپنے مکان دکانیں اور دینی ضرورت کے لئے بنانا ثواب جیسے مسجدیں مدرسے خانقاہیں یا بزرگان دین کے مزارات پر قبے جب کہ وہاں زائرین کا ہجوم رہتا ہو ان کی آسائش تلاوت قرآن مجید وغیرہ کے لئے وہاں عمارت بنانا ثواب ہے اس مالا بد منہ ..... میں بھی بڑی گنجائش ہے۔

۴؎ آپ کا نام شیبہ ابن عتبہ ہے کنیت ابوہاشم ہند بنت عتبہ کے بھائی حضرت امیر معاویہ کے ماموں ہیں کیونکہ ہند امیر معاویہ کی والدہ ہیں آپ فتح مکہ کے دن ایمان لائے شام میں قیام رہا خلافت عثمانی میں آپ کی وفات ہوئی بڑے عالم فقیر و صالح تھے آپ سے حضرت ابوہریرہ وغیرہ صحابہ نے احادیث کی روایات لیں۔ (مرقات وغیرہ)

اللهِ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَفِي بَعْضِ نُسَخِ الْمَصَابِيحِ عَنْ أَبِي هَاشِمِ بْنِ عُتْبَدَ بِالدَّالِ بَدَلَ التَّاءِ وَهُوَ تَصْحِيفٌ

وَعَنْ عُثْمٰنَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ لِابْنِ اٰدَمَ حَقٌّ فِي سِوٰى هٰذِهِ الْخِصَالِ بَيْتٌ يَسْكُنُهُ وَثَوْبٌ يُّوَارِيْ بِهٖ عَوْرَتَهٗ وَجِلْفُ الْخُبْزِ وَالْمَآءِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ.

کافی ہے [1] (احمد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ) اور مصابیح کے بعض نسخوں میں بجائے ت کے ہاشم ابن عتبد دال سے ہے اور یہ غلط ہے [2] روایت ہے حضرت عثمان سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کا سوائے ان اشیاء کے اور چیزوں میں حق نہیں ہے [3] وہ گھر جس میں رہتا ہو اور وہ کپڑا جو اس کا ستر چھپائے اور روٹی کا ٹکڑا اور پانی [4] (ترمذی)

۱؎ یعنی یہ غلام اور گھوڑا بھی اللہ کے لیے ہوں محض خواہش نفسانی کے لیے نہ ہوں ان سے دینی کام جہاد یا تبلیغ حج یا طلب علم مقصود بالذات ہو دنیاوی کام مقصود بالتبع لہٰذا اگر بادشاہ اور سرداران قوم سے غلام یا گھوڑے رکھیں اس نیت سے کہ ضرورت پڑنے پر یہ مجاہدین غازیوں میں تقسیم کرکے ان سے جہاد کرایا جائے گا تو بالکل درست ہے نیت خیر ہے اس فرمان عالی کا مقصد یہ نہیں کہ ان دو چیزوں کے سوا اور کچھ پاس رکھو ہی نہیں مقصد یہ ہے کہ بلا ضرورت چیزیں نہ رکھو آج بھی حکومتیں زور دیتی ہیں کہ بلا ضرورت سامان نہ خریدو۔ ۲؎ یہ غلطی مشکوٰۃ شریف کے نسخوں میں بھی ہے اور بعض حواشی میں بھی کہ عتبہ کو عتبد لکھا ہے بجائے ہ کے دال ۳؎ یعنی ان تین چیزوں کے سوا اور کسی چیز کی ضرورت نہیں قیامت میں ان تین کا حساب نہ ہوگا ان کے سوا اور چیزوں کا حساب دینا ہوگا رب تعالٰی فرماتا ہے۔ ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ۔ وہاں نعیم سے مراد عیش و عشرت کی چیزیں ہیں خیال رہے کہ شخصی زندگی فانی ہے قومی اور دینی زندگی باقی ہے لہٰذا مسلمان اپنی شخصی زندگی کے لیے معمولی سامان اختیار کرے قومی و دینی زندگی کے لیے قیامت تک کا انتظام کرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دین اور قوم کے لئے ممالک فتح کیے مگر اپنی ذات کے لئے آرام دہ مکان بھی نہ بنایا یہاں شخصی زندگی اور شخصی حاجتوں کا ذکر ہے ۴؎ گھر میں بقدر ضرورت گھر کا سامان داخل ہے روٹی میں سالن شامل ہے پانی میں دودھ لسی وغیرہ داخل ہیں جن کی کبھی ضرورت پڑتی ہے حضور انور نے دودھ لسی وغیرہ ملاحظہ فرمائی ہیں حضرت ابراہیم ابن ادہم فرماتے ہیں۔ شعر:۔

وما هي الا جوعة قد سددتها　　وكل طعام بين جنبي واحد

وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ دُلَّنِيْ عَلٰى عَمَلٍ اِذَا اَنَا عَمِلْتُهٗ اَحَبَّنِيَ اللهُ وَاَحَبَّنِيَ النَّاسُ قَالَ ازْهَدْ فِي الدُّنْيَا يُحِبُّكَ اللهُ وَازْهَدْ فِيْمَا عِنْدَ النَّاسِ يُحِبُّكَ النَّاسُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ ۞ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ

روایت ہے حضرت سہل ابن سعد سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص آیا تو بولا یارسول اللہ! مجھے ایسے کام پر رہبری کریں، کہ جب میں وہ کروں تو مجھ سے اللہ بھی محبت کرے، اور لوگ بھی محبت کریں۱؎ فرمایا دنیا میں بے رغبت رہو، تم سے اللہ تعالٰی محبت کرے گا۲؎ اور لوگوں کی پاس کی چیزوں سے بے رغبت رہو، تم سے لوگ محبت کریں گے۳؎ (ترمذی، ابن ماجہ) ۴؎ روایت ہے حضرت ابن مسعود سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۱؎ معلوم ہوا کہ اللہ کے بندوں کی محبت جو قدرتی طور سے ہو اللہ کی رحمت ہے محبت خلق محبت خالق کی علامت ہے انتم شہداء اللہ فی الارض، لہذا لوگوں کی محبت حاصل کرنے کی کوشش کرنا ممنوع نہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تھی کہ مولیٰ واجعل لی لسان صدق فی الآخرین۔ آئندہ نسلوں میں میرا ذکر خیر جاری فرما، لہذا ان صاحب کا یہ سوال بالکل برحق ہے ۲؎ دنیا سے بے رغبتی کے رکن تین ہیں، محبت دنیا سے علیحدگی، نشہ دنیا سے پرہیز، آخرت کی تیاری ایسے شخص سے اللہ تعالٰی محبت اس لیے کرتا ہے کہ وہ اللہ کے دشمن سے محبت نہیں کرتا دشمن کا دشمن بھی دوست ہوتا ہے (مرقات) صوفیاء فرماتے ہیں کہ آگ کے ڈر سے دنیا میں رہتے ہوئے اس سے الگ رہنا زہد ہے کسی صوفی نے کیا خوب کہا، شعر:۔

وما الزهد الا فی انقطاع الخلائق　　وما الحق الا فی وجود الحقائق

وما الحب الا حب من كان قلبه　　عن الخلق مشغولا برب الخلائق

نیز جو دنیا سے بے رغبت ہوگا وہ گناہ کم کرے گا نیکیاں زیادہ اور ایسا بندہ ضرور اللہ تعالٰی کو پیارا ہے ۳؎ دنیا کا دستور ہے کہ جو اس کی طرف دوڑتا ہے تو وہ اس سے بھاگتی ہے اور جو اس سے بے نیاز ہوتا ہے تو وہ اس کی طرف آتی ہے جو شخص لوگوں سے تمنا رکھے گا۔ تو خواہ مخواہ ان کی خوشامد کرے گا اور لوگ اس سے نفرت کریں گے اور جو لوگوں سے بے نیاز ہوگا تو لوگ خواہ مخواہ اس کی طرف آئیں گے، شعر:۔

آز بگذار بادشاہی کن　　گردن بے طمع بلند بود

۴؎ یہاں صاحب مشکوٰۃ سے یا کاتب سے غلطی ہوئی کہ ترمذی کا ذکر بھی کردیا یہ حدیث صرف ابن ماجہ میں مذکور ہے ترمذی میں نہیں اور زہد فی الدنیا سے آخرت تک ابن ماجہ، طبرانی، حاکم، بیہقی نے بروایت سہل ابن سعد روایت کی (مرقات)۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَامَ عَلٰى حَصِيْرٍ فَقَامَ وَقَدْ اَثَّرَ فِىْ جَسَدِهٖ فَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ اَمَرْتَنَا اَنْ نَّبْسُطَ لَكَ وَنَعْمَلَ فَقَالَ مَا لِىْ وَلِلدُّنْيَا وَمَا اَنَا وَالدُّنْيَا اِلَّا كَرَاكِبٍ اِسْتَظَلَّ تَحْتَ شَجَرَةٍ ثُمَّ رَاحَ وَتَرَكَهَا۔ رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ وَابْنُ مَاجَةَ ۞ وَعَنْ اَبِىْ اُمَامَةَ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَغْبَطُ اَوْلِيَآئِىْ عِنْدِىْ لَمُؤْمِنٌ

ایک چٹائی پر سوئے، پھر اٹھے اس حالت میں کہ چٹائی نے آپ کے جسم میں اثر کیا ہوا تھا [1] تب ابن مسعود نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم کو آپ اجازت دیدیتے کہ ہم حضور کے لیے بستر بچھا دیا کرتے اور سب انتظامات کر دیتے [2] تو فرمایا مجھے دنیا سے کیا تعلق، میں اور دنیا نہیں ہیں مگر اس سوار کی طرح جو ایک درخت کے نیچے سایہ لے پھر چلا جائے اور درخت کو چھوڑ جائے [3] (ترمذی، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابوامامہ سے، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی، فرمایا میرے دوستوں میں زیادہ قابل رشک میرے نزدیک

[1] اس وقت جسم اطہر پر قمیص بھی نہ تھی، صرف تہبند مبارک زیب تن فرمائے ننگی چٹائی پر آرام فرمایا تھا۔ شعر

بوریا ممنون خواب راحتش	تاج کسریٰ زیر پائے امتش

[2] یہاں لَوْ شرط کے لئے نہیں، بلکہ تمنا اور آرزو کے لیے ہے یعنی کاش کہ حضور ہم غلاموں کو اجازت دے دیتے تو ہم ہر قسم کے آرام کا انتظام حضور کے لیے کر دیتے، اعلیٰ لباس، بہترین نرم بستر۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ سادگی ہم غلاموں سے دیکھی نہیں جاتی۔

[3] یعنی جیسے یہ سوار اتنی دیر آرام کے لئے اپنا بستر وغیرہ نہیں کھولتا، بلکہ زمین پر ہی لیٹ کر دھوپ ڈھل جانے پر چل دیتا ہے، ایسے ہی ہمارا حال ہے، کہ ہم کونین کے مالک ہیں، مگر اپنے لئے کچھ نہیں رکھتے۔ لہذا حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے پردہ فرمانے کے بعد دنیا کو اور اپنی امت کو چھوڑ دیا، ان سب سے بے تعلق ہو گئے، اگر حضور صلعم ہم کو چھوڑ دیں، تو ہم ہلاک ہو جائیں، سورج دنیا کو چھوڑ دے تو دنیا اندھیری ہو جائے، روح بدن کو چھوڑ دے تو بدن مر جائے، جڑ درخت کو چھوڑ دے تو درخت سوکھ جائے، اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کو چھوڑ دیں، تو کوئی اللہ اللہ کہنے والا نہ رہے۔

خَفِيفُ الْحَاذِ ذُوْحَظٍّ مِّنَ الصَّلٰوةِ اَحْسَنَ عِبَادَةَ رَبِّهٖ وَاَطَاعَهٗ فِي السِّرِّ وَكَانَ غَامِضًا فِي النَّاسِ لَا يُشَارُ اِلَيْهِ بِالْاَصَابِعِ وَكَانَ رِزْقُهٗ كَفَافًا فَصَبَرَ عَلٰى ذٰلِكَ ثُمَّ نَقَدَ بِيَدِهٖ فَقَالَ عُجِّلَتْ مَنِيَّتُهٗ قَلَّتْ بَوَاكِيْهِ قَلَّ تُرَاثُهٗ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ ۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرَضَ عَلَيَّ رَبِّيْ لِيَجْعَلَ

وہ مسلمان ہے جو کم سامان والا نماز کے بڑے حصہ والا ہو سلہ اپنے رب کی عبادت خوب اچھی طرح کرے، اور خفیہ اسکی اطاعت کرے، اور لوگوں میں چھپا ہوا ہے، کہ اسکی طرف انگلیوں سے اشارے نہ کیے جاویں سلہ اُس کا رزق بقدر ضرورت ہو، اُس پر صبر کرے سلہ پھر حضور نے اپنے ہاتھ سے چٹکی بجائی، فرمایا اُس کی موت جلد آجاوے سلہ اُس پر رونے والیاں کم ہوں، اس کی میراث تھوڑی کم ہو شہ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ) روایت ہے انہیں سے، فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مجھ پر میرے رب نے پیش فرمایا

سلہ یعنی اس کے پاس اپنے ذات کے لئے سامان دنیا کم ہو عبادات زیادہ ہوں۔ لہذا حضرت عثمان اور دوسرے امیر صحابہ اس میں داخل نہیں کہ ان کے مال دین کے لئے تھے اپنی ذات کے لئے نہ تھے۔ عمر فاروق اپنی خلافت کے زمانہ میں ایک کرتا دھو دھو کر پہنتے تھے۔ رضی اللہ عنہم۔
سلہ یعنی وہ خود اپنی شہرت و عزت کی کوشش نہ کرے اگر رب تعالٰی اسے قدرتی طور پر شہرت دے دے تو اس کی مہربانی لہٰذا اس حدیث میں مشہور اولیاء اللہ و علماء دین جن کی چوکھٹوں کو دنیا اب بھی چومتی ہے ضرور داخل ہیں کہ یہ شہرت انہوں نے خود نہ چاہی رب نے انہیں مشہور کر دیا یہ بشارت عاجل کہلاتی ہے۔ سلہ مقصد یہ ہے کہ اگر اسے تونگری نہ ملے تو بے صبری نہ کرے راضی برضا رہے سلہ یعنی بہت آسانی سے اس کی جان نکل جائے جس کے دل میں دنیا کی محبت بہت ہو اس کی جان بڑی مصیبت سے نکلتی ہے۔ اسے نزع کی تکلیف کے ساتھ دنیا چھوٹنے کا غم بھی ہوتا ہے مومن کی موت کے وقت حضور سے ملنے کی ایسی خوشی نصیب ہوتی ہے کہ وہ شدت نزع کو محسوس نہیں کرتا وہ سمجھتا ہے کہ زندگی میں مجھے مدینہ منورہ کی حاضری مشکل تھی اب میری قبر ہی مدینہ میں بن جائے گی یہ مطلب نہیں کہ اس کی عمر کم ہو (مرقات) لہٰذا یہ فرمان اس حدیث کے خلاف نہیں کہ مومن کی درازی عمر اللہ کی رحمت ہے شہ یہ کمی یا اس لئے ہو کہ وہ غریب اور غیر مشہور تھا۔ یا اس لئے کہ اس نے رونے پیٹنے سے زندگی میں ہی منع کر دیا تھا۔ اور مال اللہ کی راہ میں زندگی میں بہت کچھ خرچ کر دیا تھا۔

لِيْ بَطْحَاءَ مَكَّةَ ذَهَبًا فَقُلْتُ لَا يَا رَبِّ وَلٰكِنْ اَشْبَعُ يَوْمًا وَّ اَجُوْعُ يَوْمًا فَاِذَا جُعْتُ تَضَرَّعْتُ اِلَيْكَ وَذَكَرْتُكَ وَاِذَا شَبِعْتُ حَمِدْتُكَ وَشَكَرْتُكَ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ. وَعَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ مُحْصَنٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کہ میرے لیے مکہ کی زمین کو سونا بنا دے[1] تو میں نے عرض کیا یا رب نہیں[2] لیکن میں ایک دن سیر ہوا کروں، اور ایک دن بھوکا رہوں، تو جب بھوکا رہوں تو تیری طرف عاجزی کروں، تجھے یاد کروں، اور جب سیر ہوؤں تو تیری حمد کروں، اور تیرا شکر کروں[3] (احمد، ترمذی) روایت ہے حضرت عبید اللہ ابن محصن سے[4] فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

[1] یعنی رب تعالیٰ نے مجھ پر دو چیزیں پیش فرمائیں ایک یہ کہ مکہ معظمہ کے پہاڑوں وہاں کے پتھروں، کنکروں کو سونے کا بنا دیا جائے دوسرے یہ کہ سارا سونا میری اکیلے کی واحد ملکیت رہے۔ کسی دوسرے کا اس پر قبضہ نہ ہو بطحا کہتے ہیں۔ اس میدان کو بطحا کہتے ہیں جس میں کنکر پتھر پہاڑ ہوں یعنی پتھریلی زمین۔

[2] خیال رہے کہ اس کے متعلق حضور سے مشورہ فرمایا تھا آپ کو اختیار دیا تھا کہ اگر آپ چاہیں تو ہم اس سب کو سونا کر دیں مشورہ میں اختلاف کرنے کا حق ہوتا ہے۔ اس کا ماننا لازم نہیں ہوتا اس لیے عرض کیا کہ نہیں یہ نہیں بھی بارگاہ الٰہی میں بہت مقبول ہوئی اس نہیں پر ہزاروں ہاں قربان ہوں۔ معنوی طور پر اللہ تعالیٰ نے وہاں سونا بنا ہی دیا۔ اب زمین حجاز میں سونا نکل رہا ہے خود حضور سونے کی کانیں ہیں۔ کہ ان کے رحم سے لاکھوں حجاج وہاں پہنچتے ہیں۔ اور کروڑوں روپیہ اہل مکہ کو دے جاتے ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر حضور چاہتے تو مکہ کے پہاڑ سونا بن جاتے مگر چاہا نہیں لہذا یہ آیت کریمہ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِى السَّمَآءِ الخ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا حضور کا عاجز ہونا بیان نہیں کرتی ورنہ یہ حدیث اس کے خلاف ہوگی۔

[3] یعنی اگر میں اتنے سونے کا مالک ہو جاؤں تو صرف بندہ شاکر رہوں گا مگر اس کیفیت میں صابر بھی رہوں گا اور شاکر بھی لہذا میں امیری پر فقیری کو ترجیح دیتا ہوں۔ معلوم ہوا کہ حضور کی امیری غریبی اختیاری ہے۔ ہماری طرح بے اختیاری نہیں۔ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی موت بھی اختیاری ہوتی ہے کہ وفات کے قریب انہیں اختیار دیا جاتا ہے۔ کہ چاہیں دنیا میں رہیں، رب کی بارگاہ میں حاضر ہو جائیں دیکھو موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا گیا تھا کہ بیل کی کھال پر ہاتھ پھیرو جتنے بال آپ کے ہاتھ کے نیچے آئیں گے فی بال ایک سال ہمارے حضور کو اختیار دیا گیا۔ جب حضور نے عرض کیا۔ اللّٰھم بالرفیق الاعلیٰ تب وفات ہوگئی۔

[4] آپ صحابی ہیں مگر حضور سے کوئی حدیث سنی نہیں لہذا آپ کی احادیث مرسل ہیں اور صحابی کا ارسال بالاتفاق مقبول ہے آپ قبیلہ بنی خطم سے ہیں اہل مدینہ میں شمار ہیں۔ بعض لوگوں نے آپ کو تابعی مانا ہے اور تابعی کی مرسل معتبر ہے جمہور کے نزدیک۔

مَنْ اَصْبَحَ مِنْكُمْ اٰمِنًا فِیْ سِرْبِهٖ مُعَافًی فِیْ جَسَدِهٖ عِنْدَهٗ قُوْتُ یَوْمِهٖ فَكَاَنَّمَا حِیْزَتْ لَهُ الدُّنْیَا بِحَذَافِیْرِهَا رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ. وَعَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِ یْكَرِبَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَا مَلَاَ اٰدَمِیٌّ وِعَآءً شَرًّا مِّنْ بَطْنٍ بِحَسْبِ ابْنِ اٰدَمَ اُكُلَاتٌ یُقِمْنَ صُلْبَهٗ فَاِنْ كَانَ لَا مُحَالَةَ

کہ جو شخص تم میں سے صبح پائے کہ اس دل میں امن و امان ہو؎۱ اپنے جسم میں تندرستی، اس کے پاس اس دن کا کھانا ہو تو گویا اس کے لئے دنیا پوری کی پوری جمع کردی گئی؎۲ (ترمذی) اور فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے۔ روایت ہے حضرت مقدام ابن معدیکرب سے، فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ کسی آدمی نے بمقابلہ پیٹ کے بدترین برتن کوئی نہ بھرا؎۳ انسان کے لئے چند لقمے کافی ہیں، جو اس کی پیٹھ کو سیدھا رکھیں؎۴ پھر اگر زیادہ کی ضرورت ہی ہو؎۵

؎۱ سرب سین کے فتحہ یا کسرہ سے ر کے سکون سے بمعنی راستہ، چہرہ، سینہ، دل، نفس یہاں بمعنی دل ہے یعنی اس کو نہ دشمن کا خوف ہو، نہ عذاب الٰہی کا خطرہ، کیونکہ اس کا دشمن کوئی نہ ہو، اور اس نے کفر یا گناہ نہ کیا ہو، اہل عرب کہتے ہیں لیس العید لمن لبس الجدید انما العید لمن اٰمن الوعید۔ یعنی عید اس کی نہیں جو نئے کپڑے پہن لے بلکہ عید اس کی ہے جو عذاب سے امن میں ہو۔ ؎۲ حذافیر جمع ہے حذفورہ کی بمعنی کنارہ۔ جیسے عصفور کی جمع عصافیر، جمہور کی جمع جماہیر لہذا حذافیر کے معنی ہوئے کنارے، یعنی جس کو نفسانی امن و عافیت، دل کا چین، بدن کی صحت۔ کچھ تھوڑا سا آج کے گزارہ کا مال میسر ہو، تو وہ بادشاہ ہے، اللہ تعالٰی نے اسے ہر قسم کی نعمت دی ہوئی ہے ؎۳ زیادہ پیٹ بھرنے سے مختلف بیماریاں پیدا ہوتی ہیں، نوے فیصدی بیماریاں پیٹ سے ہوتی ہیں، پھر اس سے سخت غفلت پیدا ہوتی ہے، دل میں نور نہیں آتا۔ ؎۴ کیونکہ کھانا اس لئے ہوتا ہے، کہ اس سے عبادات، ریاضات کی قوت پیدا ہو، یہ قوت بقدر ضرورت لقموں سے حاصل ہو جاتی ہے۔ شعر:

خوردن برائے زیستن و ذکر کردن است
تو معتقد کہ زیستن از بہر خوردن است

؎۵ یعنی اگر تم چند لقموں پر صبر نہ کر سکو، زیادہ کھانے کی رغبت ہو تو پیٹ کے تین حصے کر لو۔

فَثُلُثٌ طَعَامٌ وَّثُلُثٌ شَرَابٌ وَّثُلُثٌ لِّنَفْسِهٖ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ رَجُلًا يَّتَجَشَّأُ فَقَالَ اَقْصِرْ مِنْ جُشَائِكَ فَاِنَّ اَطْوَلَ النَّاسِ جُوْعًا يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ اَطْوَلُهُمْ شِبَعًا فِى الدُّنْيَا رَوَاهُ فِىْ شَرْحِ السُّنَّةِ وَرَوَى التِّرْمِذِيُّ نَحْوَهٗ وَعَنْ كَعْبِ بْنِ عِيَاضٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ لِكُلِّ اُمَّةٍ فِتْنَةً وَّفِتْنَةُ اُمَّتِى الْمَالُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ۔

تو تہائی پیٹ کھانا، اور تہائی پیٹ پانی، اور تہائی پیٹ اپنی سانس کے لیئے[1] (ترمذی، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو ڈکاریں لیتے سنا[2] تو فرمایا کہ اپنی ڈکاریں کم لیں[3] کیونکہ قیامت کے دن لوگوں میں بڑا بھوکا وہ ہوگا، جو دنیا میں بہت زیادہ شکم سیر ہونے والا ہو[4] (شرح سنہ) اور ترمذی نے اسکی مثل روایت کی۔ روایت ہے حضرت کعب ابن عیاض سے فرماتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ ہر امت کا کوئی فتنہ ہے اور میری امت کا فتنہ مال ہے[5] (ترمذی)

[1] ایک حصہ کھانے کے لیئے ایک حصہ پانی کے لیئے ایک حصہ سانس آنے جانے کے لیئے ان شاء اللہ بہت کم بیمار ہونگے صوفیاء فرماتے ہیں کہ تھوڑے بھوکے رہنے میں دس فائدے ہیں جسمانی صحت دل کی صفائی طبیعت کی ہشاشی بشاشی یعنی چستی دل کی نرمی طبیعت انکسار و عجز، تکبر و غرور کا ٹوٹنا، گناہوں کی کمی درمیانی درجہ کی نیند، عبادات کا شوق ذکر الٰہی میں لذت و ذوق وغیرہ (مرقات)

[2] یہ صاحب حضرت وہب ابن عبد اللہ یا وہب ابن ابو جحیفہ سوائی تھے بہت لمبی لمبی ڈکاریں لے رہے تھے کھانے سے سیر ہو کر آئے تھے۔

[3] یعنی تھوڑا کھایا کرو تاکہ ڈکاریں تھوڑی اور چھوٹی آویں اس کے بعد انھوں نے پیٹ بھر کر کھانا نہ کھایا[4] یعنی دنیا میں بہت بکھانے والے قیامت میں بہت کم اعمال لے کر آئیں گے کیونکہ ان کے وقت کا زیادہ حصہ تو کھانا کھانے ہضم کرنے ہضم نہ ہونے کی صورت میں علاج معالجہ میں گزرا اعمال کب کرتے شیخ سعدی فرماتے ہیں شعر

اندروں از طعام خالی دار! تا در و نور معرفت بینی!

حریص دنیا کے اوقات دو کاموں میں خرچ ہوتے ہیں، دنیا کمانا، اور کمائی دنیا کی حفاظت کرتے رہنا، اسے رب کی طرف دھیان کرنے کا وقت بہت کم ملتا ہے[5] یعنی گزشتہ امتوں کی آزمائشیں مختلف چیزوں سے ہوئیں، میری امت کی سخت آزمائش مال سے ہوگی، رب تعالٰی مال دے کر آزمائے گا، کہ یہ لوگ اسے میرے رستے میں دیتے ہیں یا نہیں، اکثر لوگ اس امتحان میں

وَعَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ یُجَاءُ بِابْنِ اٰدَمَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ کَاَنَّهٗ بَذَجٌ فَیُوْقَفُ بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ فَیَقُوْلُ لَهٗ اَعْطَیْتُكَ وَخَوَّلْتُكَ وَاَنْعَمْتُ عَلَیْكَ فَمَا صَنَعْتَ فَیَقُوْلُ یَا رَبِّ جَمَعْتُهٗ وَثَمَّرْتُهٗ وَتَرَکْتُهٗ اَکْثَرَ مَا کَانَ فَارْجِعْنِیْ اٰتِكَ بِهٖ کُلِّهٖ فَیَقُوْلُ لَهٗ اَرِنِیْ مَا

روایت ہے حضرت انس سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی، فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن انسان بھیڑ کے بچے کی طرح لایا جاوے گا، تو اُسے بارگاہِ الٰہی میں کھڑا کیا جاوے گا[۱] تب رب تعالٰی اس سے فرمائے گا کہ میں نے تجھے عطائیں دیں، تجھے لونڈی غلام بخشے، اور تجھ پر بہت انعام کیے[۲] تو تُو نے کیا کیا[۳] تو وہ عرض کرے گا کہ یارب میں نے وہ جمع کیں، اور انہیں بڑھایا، اور جتنا تھا، اُسے زیادہ کرکے چھوڑ آیا[۴] مجھے لوٹا دے کہ میں تیری بارگاہ میں وہ سارا لے آؤں[۵] اس سے رب تعالٰی فرمائے گا کہ مجھے دکھا،

ناکام ہوں گے کہ مال پا کر غافل ہو جائیں گے، اس کا تجربہ برابر ہو رہا ہے، اکثر قتل، غارت، غفلت، مال کی وجہ سے ہوتا ہے۔ ستر فیصدی گناہ مال کی بنا پر ہوتے ہیں۔ [۱] یہاں انسان سے مراد غافل مالدار آدمی ہے، جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔ لائے جانے سے مراد حساب و کتاب کے لیے بارگاہِ الٰہی میں پیش کیا جانا ہے، اللہ کے مقبول بندے بڑی عزت و احترام سے لائے جائیں گے، رب تعالٰی فرماتا ہے، یوم نحشر المتقین الی الرحمٰن وفدا و نسوق المجرمین الی جہنم وردا۔ لہٰذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں۔ [۲] اعطیت، خولت، انعمت قریبًا ہم معنی ہیں، یہاں فرق یوں ہے کہ میں نے تجھے دنیا کا مال و متاع دیا، تجھے لونڈی غلام بخشے، اور تجھ پر کتابیں انبیاء کرام بھیجے (مرقات) اشعۃ اللمعات نے فرمایا کہ انعام سے مراد دینی و دنیاوی نعمتیں ہیں۔ [۳] یعنی تو نے ان نعمتوں کا شکریہ کیا ادا کیا؟ خیال رہے کہ ہر نعمت کا شکریہ علیحدہ ہے، اس کی تفصیل ہماری تفسیر نعیمی دُوسرے پارے واشکروا لی ولا تکفرون۔ اعضاء کا شکریہ بدنی عبادات ہیں مال کا شکریہ صدقات خیرات قرآن مجید وغیرہ ایمانیات کا شکریہ ان پر عمل کرنا ہے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی کرم نوازیوں کا شکریہ حضور کی سنتوں پر عمل، آپ سے عشق و محبت، کثرت سے درود شریف پڑھنا ہے، محسن کو دعائیں دینا بھی شکریہ ہے۔ مولانا فرماتے ہیں، شعر؎

چونکہ ذاتش ہست محتاج الیہ زاں سبب فرمود حق صلوا علیہ

[۴] یہ ہے غافل کی سوانح عمری، محنت سے جوڑنا، مشقت سے حفاظت کرنا، حسرت سے چھوڑنا، یہ گفتگو اُس سے ہے جس نے دنیا میں مال کی زکوٰۃ، فطرانہ، قربانی ادا نہ کی سب کا سب جمع ہی کیا، حقوق اللہ اور حقوق الناس کا خیال نہ کیا۔ ایسا کہے گا کہ مجھے موقعہ دے کہ وہ سارا مال تیری بارگاہ میں حاضر کردوں، تو قبول فرمالے، حالانکہ اب عمل کا وقت نہیں رہا۔ [۵] یعنی دنیا

قَدَّمْتَ فَيَقُوْلُ رَبِّ جَمَعْتُهٗ وَثَمَّرْتُهٗ وَتَرَكْتُهٗ اَكْثَرَ مَا كَانَ فَارْجِعْنِيْ اٰتِكَ
بِهٖ كُلِّهٖ فَاِذَا عَبْدٌ لَمْ يُقَدِّمْ خَيْرًا فَيُمْضٰى بِهٖ اِلَى النَّارِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ
وَضَعَّفَهٗ. وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اِنَّ اَوَّلَ مَا يُسْاَلُ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ النَّعِيْمِ اَنْ يُّقَالَ لَهٗ اَلَمْ نُصِحَّ
جِسْمَكَ وَنُرْوِكَ مِنَ الْمَآءِ الْبَارِدِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ. وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَزُوْلُ قَدَمَا ابْنِ اٰدَمَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ
حَتّٰى يُسْاَلَ عَنْ خَمْسٍ عَنْ عُمُرِهٖ فِيْمَا اَفْنَاهُ وَعَنْ شَبَابِهٖ فِيْمَا

تو نے آگے کیا بھیجا؟ وہ کہے گا یا رب میں نے جمع کیا اور اسے بڑھایا۔ اور اسے سب سے زیادہ کرکے چھوڑ آیا تو مجھے لوٹا دے میں تیرے پاس سارا لے آؤں، وہ ایسا بندہ ہوگا جس نے کوئی بھلائی آگے نہ بھیجی ہوگی [1] تو اسے آگ کی طرف لے جایا جاوے گا۔ (ترمذی) اور اسے ضعیف فرمایا، روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قیامت میں نعمتوں کے متعلق بندے سے پہلا سوال جو ہوگا وہ یہ کہ اس سے کہا جاوے گا [2] کہ کیا ہم نے تیرے جسم کو صحت نہیں بخشی اور کیا ہم نے تجھے ٹھنڈے پانی سے سیر نہیں کیا [3] (ترمذی) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا قیامت کے دن انسان کے قدم نہ ہٹیں گے حتی کہ اس سے پانچ چیزوں کے متعلق سوال کیا جاوے گا [4] اس کی عمر کے بارے میں کہ کس چیز میں

میں نے صدقہ خیرات کتنی کی؟ جو کہ تجھے آج کے دن کام آجاتی، یہ جگہ عمل کی نہیں، اب وقت عمل کا ہے اب تو کیے ہوئے کا حساب دو۔

[1] اس جملہ نے گزشتہ پوری حدیث کی شرح لکھ دی، کہ یہاں اس شخص کا ذکر ہے جو فاسق و فاجر تھا، زکوٰۃ و خیرات حقوق ادا نہ کرتا تھا۔ [2] یعنی دوسری نعمتوں کے مقابلہ میں ان نعمتوں کا حساب پہلے ہوگا، لہٰذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں، کہ پہلے نماز کا حساب ہوگا، یا پہلے ناحق خون کا حساب ہوگا۔ اولیت بہت قسم کی ہے [3] معلوم ہوا کہ دنیاوی نعمتوں میں سب سے اعلیٰ نعمت تندرستی ہے کہ تمام نعمتیں اس کے ذریعہ استعمال ہوتی ہیں، پھر ٹھنڈا پانی اس کی قدر موسم گرما کے روزوں میں معلوم ہوتی ہے پانی خود نعمت ہے ٹھنڈا پانی نعمت پر نعمت ہے [4] یعنی قیامت کے دن پانچ چیزوں کا حساب دیئے بغیر اس بارگاہ الٰہی سے نہیں ہٹ سکتا۔ ان پانچوں میں اگر رہ گیا تو سزا کا مستحق ہوا، اگر ان سے نکل گیا، تو جنت میں پہنچے گا۔

أَبْلَاهُ وَعَنْ مَالِهٖ مِنْ أَيْنَ اكْتَسَبَهٗ وَفِيمَا أَنْفَقَهٗ وَمَاذَا عَمِلَ فِيمَا عَلِمَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ۔ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنْ أَبِي ذَرٍّ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهٗ إِنَّكَ لَسْتَ بِخَيْرٍ مِّنْ أَحْمَرَ وَلَا أَسْوَدَ إِلَّا أَنْ تَفْضُلَهٗ بِتَقْوٰى رَوَاهُ أَحْمَدُ۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ

خرچ کی، اور اُسکی جوانی کے متعلق کہ کاہے میں گذاری [1] اُس کے مال کے متعلق کہ کہاں سے کمایا اور کاہے میں خرچ کیا [2] اور اس میں عمل کیا کیا جو جانا [3] (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔ تیسری فصل روایت ہے ابوذر سے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا کہ تم کسی سُرخ یا کالے سے بہتر نہیں [4] مگر یہ کہ تم اُس سے تقوے میں بڑھ جاؤ [5] (احمد) روایت ہے انہیں سے، فرماتے ہیں، کہ فرمایا

[1] اگرچہ عمر میں جوانی بھی آگئی تھی، مگر چونکہ جوانی میں نیک و بد اعمال زیادہ کئے جاسکتے ہیں، کہ اُس وقت ساری قوتیں اپنے کمال پر ہوتی ہیں، اس لئے جوانی کے متعلق خاص سوال ہوگا، اسی لئے حدیث پاک میں ارشاد ہوا کہ جو جوانی میں عبادت کرے وہ عرش الٰہی کے سایہ میں ہوگا، کہ اُسے قیامت کے میدان کی گرمی نہ پہنچے گی۔ جوانی کی عبادت بڑی قدر کی چیز ہے۔ شعر:

کہ جوانی میں عبادت کاہلی اچھی نہیں ۔۔۔ جب بڑھاپا آگیا پھر بات بن پڑتی نہیں
ہے بڑھاپا بھی غنیمت جب جوانی ہو چکی ۔۔۔ یہ بڑھاپا بھی نہ ہوگا موت جس دم آگئی

[2] یعنی مال کے متعلق دو سوال ہونگے ایک یہ کہ کہاں سے حاصل کیا، حلال ذریعہ سے یا حرام سے، کس مقام پر خرچ کیا، طاعت میں یا معصیت میں، مبارک ہے وہ مال جو اچھی راہ سے آئے اور اچھی راہ پر خرچ ہو جائے، اگر بارش کا پانی پرنالہ سے نہ نکالا جائے تو چھت توڑ دیتا ہے۔ [3] ابن عساکر نے حضرت ابوالدرداء سے روایت کی، کہ اُن سے حضور صلعم نے فرمایا کہ تم سے قیامت میں سوال ہوگا، کہ تم عالم تھے یا نرے جاہل، اگر تم نے کہا کہ میں عالم تھا تو حکم ہوگا کہ اپنے علم پر عمل کیا یا؟ اور اگر تم نے کہا کہ جاہل تھا، تو فرمایا جائے گا، کہ تم جاہل کیوں رہے؟ تمہیں کیا عذر تھا۔ علم سے مراد علم دین ہے، لہٰذا انسان کو چاہئے کہ علم دین سیکھے اور نیک عمل کرے۔ [4] سُرخ سے مراد عربی ہے کالے سے مراد عجمی، یا سُرخ مولیٰ ہے کالا غلام، یا سُرخ رومی ہے کالا حبشی، یا امیر سُرخ، غریب کالا، یعنی تم ملک و مال وغیرہ کی وجہ سے دوسروں پر افضل نہیں ہوسکتے، افضلیت کسی اور ہی چیز سے ہے [5] سیاہ فام مومن ہزار ہا سُرخ سفید کافروں سے افضل ہے، سیاہ فام متقی ہزارہا سُرخ سفید بدکاروں سے افضل ہے۔ شعر:

ہزار خویش کہ بیگانہ از خدا باشد ۔۔۔ فدائے یک تن بیگانہ کا شنا باشد
رام نام کنٹھے بھلے کہ ٹپ ٹپکے جام! ۔۔۔ دادروں کٹھن دیکھ کر جس مکھ ناہیں رام

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا زَہِدَ عَبْدٌ فِی الدُّنْیَا اِلَّا اَنْبَتَ اللّٰہُ الْحِکْمَۃَ فِیْ قَلْبِہٖ وَاَنْطَقَ بِہَا لِسَانَہٗ وَبَصَّرَہٗ عَیْبَ الدُّنْیَا وَدَآءَہَا وَدَوَآءَہَا وَاَخْرَجَہٗ مِنْہَا سَالِمًا اِلٰی دَارِ السَّلَامِ رَوَاہُ الْبَیْہَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ۔

وَعَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ اَخْلَصَ اللّٰہُ قَلْبَہٗ لِلْاِیْمَانِ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہیں بے رغبتی کرتا کوئی بندہ دنیا میں ۱؎ مگر اللہ تعالیٰ اس کے دل میں حکمت اگا دیتا ہے، اور اس سے اس کی زبان میں گویائی دیتا ہے ۲؎ اور اسے دنیا کے عیب اس کی بیماریاں اور ان کا علاج دکھا دیتا ہے ۳؎ اور اسے دنیا سے جنت کی طرف سلامت نکالے گا ۴؎ (بیہقی شعب الایمان) روایت ہے انہیں سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کامیاب ہو گیا وہ جس نے اپنے دل کو ایمان کے لئے اللہ سے خالص کیا ہے،

۳ یہ کہا جا چکا ہے کہ تقویٰ کے چار درجے ہیں۔ تقویٰ عامہ یعنی ایمانی۔ تقویٰ خاصہ حرام چیزوں سے بچنا تقویٰ خاص الخاص مشکوک چیزوں سے بچنا تقویٰ خاص الخواص غفلت سے بچنا ہر تقویٰ کو اس پر بزرگی ہے جو اس سے خالی ہو لہٰذا کافر سے مومن افضل فاسق سے متقی افضل۔ غافل سے بیدار افضل یہ فرمان عالی بہت ہی وسیع ہے۔

۱؎ یہاں زہد سے مراد دنیا میں دل نہ لگانا ہے۔ اگرچہ لاکھوں کا مالک ہو مگر دل یار سے لگا ہو تو وہ زاہد ہی ہے۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ حاجت سے زیادہ مال سے بے رغبت ہونا زہد ہے مرقات نے اسی کو اختیار کیا۔

۲؎ یعنی ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ چند نعمتیں عطا فرماتا ہے ایک یہ کہ اس کے دل میں علم و معرفت کے چشمے پھوٹیں گے دوسرے یہ کہ اس کی زبان پر تاثیر ہوگی اس سے ہمیشہ حق بات نکلے گی اور اس میں تاثیر ہوگی۔

۳؎ یعنی قدرتی طور پر اسے دنیا کی چیزوں کے عیوب معلوم ہوا کریں گے اور ان عیوب سے بچنے کا طریقہ بھی وہ قدرتی طور پر معلوم کر لیا کرے گا وہ جو حدیث شریف میں ہے۔ کہ اپنے دل سے فتویٰ لو یہ فرمان ایسے ہی لوگوں کے لئے ہے۔ ۴؎ یعنی ان شاء اللہ اس کا خاتمہ ایمان پر ہوگا اور اسے داخلہ جنت کا نصیب ہوگا۔ اس سے اشارۃً معلوم ہوا کہ جو دنیا میں راغب ہوگا اس کا حال اس کے برعکس ہوگا۔ ۵؎ اس طرح کہ دوسرے اعضاء کو دنیا میں بھی صرف کیا مگر دل میں اللہ رسول کے سوا کوئی چیز نہ رکھی مکان کے دوسرے کمرے سامان کیلئے ہوتے ہیں مگر مالک کا آرام کمرہ صرف مالک کی خلوت گاہ ہوتا ہے وہاں کسی دوسری چیز کی گنجائش نہیں ہوتی۔ یہاں دل بمنزلہ خاص جلوہ گاہ ہے جنت ہمارا گھر ہے جہاں سے ہمارے دشمن شیطان کو نکال دیا ہمارا دل رب تعالیٰ کا گھر ہے افسوس ہے کہ ہم اس میں شیطان کو بسائیں۔

وَجَعَلَ قَلْبَهٗ سَلِيْمًا وَّلِسَانَهٗ صَادِقًا وَّنَفْسَهٗ مُطْمَئِنَّةً وَّخَلِيْقَتَهٗ مُسْتَقِيْمَةً وَّجَعَلَ اُذُنَهٗ مُسْتَمِعَةً وَّعَيْنَهٗ نَاظِرَةً فَاَمَّا الْاُذُنُ فَقِمْعٌ وَّاَمَّا الْعَيْنُ فَمُقِرَّةٌ لِّمَا يُوْعِي الْقَلْبُ وَقَدْ اَفْلَحَ مَنْ جَعَلَ قَلْبَهٗ وَاعِيًا رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ۔ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ

اور اپنے دل کو سلامت رکھا[1] اور اپنی زبان کو سچا، اپنے دل کو مطمئن[2] اور اپنی طبیعت کو سیدھا رکھا اور اپنے کان کو سننے والا، اپنی آنکھ کو دیکھنے والا بنایا[3] لیکن کان تو وہ کپی کی طرح ہے[4] اور لیکن آنکھ تو وہ اس چیز کو قائم کرنے والی ہے جسے دل حفاظت کرتا ہے[5] کامیاب ہو گیا وہ جس نے اپنے دل کو حفاظت کرنے والا بنایا[6] (احمد، بیہقی، شعب الایمان) روایت ہے حضرت عقبہ ابن عامر سے

[1] یعنی دل کو دل کی بیماریوں حسد، کینہ، بغض، بد عقیدگیوں اور غفلت کی چیزوں سے سلامت رکھا۔ رب فرماتا ہے الا من اتی اللہ بقلب سلیم۔ صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ سلیم کے معنی ہیں سانپ کا ڈسا ہوا دل وہ ہی چاہئے جسے عشق مولیٰ کے سانپ نے ڈس کر دنیا سے مردہ کر دیا۔ [2] نفس مطمئنہ وہ ہے جو اللہ کی محبت اس کی اطاعت سے سرشار ہو۔ طبیعت سیدھی وہ ہے جو تکلیف و آرام کسی حال میں یار کے دروازے سے نہ ہٹے۔ دنیا کی کوئی ہوا اسے جنبش نہ دے سکے[3] یعنی اپنے کان سے یار کی بات سنے آنکھ سے قدرت کے نظارے کرے۔ شعر

تجھی کو دیکھنا تیری ہی سننا تجھ میں گم ہونا ✽ حقیقت معرفت اہل طریقت اس کو کہتے ہیں

[4] قمع قاف کے فتحہ میم کے کسرہ سے برتن کے ڈھکنے یا رکھی ہوئی چیز یا برتن کا منہ کہ برتن میں جو چیز جاتی ہے اس کے منہ سے جاتی ہے۔ جو نکلتی ہے اس کے منہ سے نکلتی ہے یعنی کان دل کا راستہ ہے اس راستہ سے اچھی باتیں دل تک پہنچتی ہیں[5] یعنی آنکھ دل کا دوسرا راستہ ہے کہ اس کے ذریعہ دل تک چیزیں پہنچتی ہیں۔ محبوب کو آنکھ دیکھتی ہے تو دل محبت کرتا ہے کسی نے کہا ہے۔

دیکھا جو حسن یار طبیعت مچل گئی ✽ آنکھوں کا تھا قصور چھری دل پہ چل گئی

مطلب یہ ہے کہ جسے دل محفوظ رکھنا ہو وہ آنکھ ہی تو دل میں ثابت کرتی ہے وہاں تک پہنچاتی ہے۔ لہذا اپنے کان اور آنکھ کو صاف پاک رکھو تاکہ ان راستوں سے دل تک اچھی چیزیں ہی پہنچا کریں۔ [6] القلب یا تو پیش سے ہے یعنی جس کے دل کو اللہ کی طرف سے حافظ بنایا گیا یا فتحہ سے ہے یعنی جس نے اپنے دل کو حافظ بنایا کہ دل میں اللہ رسول کی محبت اور ان کی اطاعت کا جذبہ محفوظ رکھا نیز بزرگوں کی وعظ و نصیحت یاد رکھی۔ ایسے قلب کو یقین سے ترقی ہو کر عین الیقین بلکہ حق الیقین عطا ہوتا ہے۔ رب تعالٰی فرماتا ہے۔ واعبد ربک حتی یاتیک الیقین مفسرین فرماتے ہیں کہ اس آیت میں یقین سے مراد موت ہے۔ کہ وہ یقینی چیز ہے نیز موت سے ہر کافر کو اسلام کی حقانیت کا یقین ہو جاتا ہے۔

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا رَأَيْتَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يُعْطِي الْعَبْدَ مِنَ الدُّنْيَا عَلٰى مَعَاصِيْهِ مَا يُحِبُّ فَاِنَّمَا هُوَ اسْتِدْرَاجٌ ثُمَّ تَلَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰى اِذَا فَرِحُوْا بِمَا اُوْتُوْا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ. رَوَاهُ اَحْمَدُ۔ وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ اَنَّ رَجُلًا مِّنْ اَهْلِ الصُّفَّةِ

وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی، فرمایا جب تم دیکھو کہ اللہ تعالیٰ کسی بندے کو اس کے گناہوں کے باوجود دنیا دے رہا ہے، جو بھی وہ بندہ چاہتا ہے تو یہ ڈھیل ہے [1] پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی کہ جب وہ بھول گئے جن کی انہیں نصیحت کی گئی تھی، تو ہم نے اُن پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے، حتی کہ جب وہ لوگ دیئے ہوئے پر خوش ہوگئے تو ہم نے انہیں اچانک پکڑ لیا، تو وہ مایوس ہوگئے [2] (احمد) روایت ہے حضرت ابو امامہ سے کہ صفہ والوں میں سے [3] ایک شخص نے

[1] یعنی اگر کوئی بندہ گناہ کرتا رہے مگر حق تعالیٰ کی طرف سے بجائے پکڑ کے نعمتیں ملتی رہیں تو یہ نعمتیں نہیں بلکہ عذاب ہیں کہ اگر پہلی بار ہی اس کی پکڑ ہو جاتی تو یہ توبہ کر لیتا مگر یہ سمجھا کہ میرے اس گناہ سے رب راضی ہے پھر اور زیادہ گناہ کرتا ہے حتی کہ گناہوں میں حد سے بڑھ کر کافر ہو جاتا ہے۔ پھر پکڑا جاتا ہے۔ جیسے فرعون کا حال ہوا۔ استدراج کے معنی ہیں سیڑھی پر چڑھانا درجہ سیڑھی کے ڈنڈے کو کہتے ہیں۔ چونکہ مہلت سے بندہ گناہوں میں ایسی ترقی کرتا ہے۔ جیسے آدمی سیڑھی پر چڑھتا ہے۔ اس لئے مہلت کو استدراج کہا جاتا ہے رب فرماتا ہے۔ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ [2] اس آیت میں گزشتہ کافر قوموں کا ذکر ہے جیسے قوم فرعون وغیرہ [3] صفہ چھپے ہوئے چبوترہ کو کہتے ہیں جب قبلہ بیت المقدس تھا۔ تو یہی جگہ مسجد تھی تبدیلی قبلہ پر یہ جگہ ویسی ہی چھوڑ دی گئی اور مسجد کی توسیع کر دی گئی اب اس جگہ علم دین سیکھنے والے تارک الدنیا صحابہ رہتے تھے جن کے گھر بار اور اہل و مال وغیرہ کچھ نہ تھا یہ حضرات اکثر ساٹھ ستر کے درمیان رہتے تھے۔ کبھی اس سے کم و بیش انہوں نے اپنے کو علم دین سیکھنے حضور انور کی صحبت شریف میں رہنے کے لئے وقف کیا ہوا تھا۔ انہیں میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھی تھے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے خرچ وغیرہ کے کفیل تھے۔ ایک پیالہ دودھ وغیرہ کے معجزات انہیں حضرات پر ظاہر ہوئے تھے۔ شعر

کیوں جناب بوہریرہ تھا وہ کیسا جام شیر ۔۔۔ جس سے ستر صاحبوں کا دودھ سے منہ پھر گیا

حضور انور کو حکم الٰہی تھا کہ انکے ساتھ رہا کرو (قرآن مجید) حضور ان سے فرماتے تھے کہ میں بھی تم ہی میں سے ہوں اور آخرت میں تم میرے ساتھ ہوگے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ صوفی اسی صفہ سے بنا ہے یعنی چبوترے پر بیٹھنے والے درویش یہاں اہل صفہ فرمایا اصحاب رسول اللہ نہ فرمایا کہ صفہ والے تارک الدنیا تھے۔

تُوُفِّيَ وَتَرَكَ دِينَارًا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيَّةٌ قَالَ ثُمَّ تُوُفِّيَ اٰخَرُ فَتَرَكَ دِينَارَيْنِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيَّتَانِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْاِيمَانِ ۞ وَعَنْ مُعَاوِيَةَ اَنَّهُ دَخَلَ عَلٰى خَالِهِ ابْنِ اَبِي هَاشِمِ بْنِ عُتْبَةَ يَعُودُهُ فَبَكٰى اَبُو هَاشِمٍ فَقَالَ مَا

وفات پائی اور ایک دینار چھوڑا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک داغ [1] فرماتے ہیں کہ پھر دوسرے شخص نے وفات پائی تو اس نے دو دینار چھوڑے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو داغ [2] (احمد، بیہقی، شعب الایمان) روایت ہے حضرت معاویہ سے کہ وہ اپنے ماموں سے کہ وہ اپنے ماموں ابن ابی ہاشم کے پاس ان کی بیمار پرسی کیلئے گئے، تو ابو ہاشم رونے لگے [3] انہوں نے کہا کہ

[1] یعنی ایک دینار ان سے اہل صفہ کے نام پر ایک دھبہ ہے کہ اہل صفہ تارک الدنیا ہونے چاہییں، پھر انہوں نے یہ دینار بھی کیوں رکھا۔ لہذا حدیث واضح ہے اس سے نہ تو مالدار اصحاب پر اعتراض ہو سکتا ہے، نہ خود ان وفات یافتہ حضرات پر۔

[2] یعنی اس شخص نے دو دینار چھوڑ کر اپنے نام اہل صفہ پر دو دھبے لگائے کہ دعوے ہے ترک دنیا کا اور عمل یہ ہے کہ دو دینار پاس ہیں۔ خیال رہے کہ بعض لوگوں کے لئے مالداری اچھی ہوتی ہے کہ اس سے وہ شاکر بن جاتے ہیں اور بعض کے لئے غریبی بہتر کہ اس سے وہ صابر رہتے ہیں۔ اہل صفہ اس دوسری جماعت سے تھے لہذا یہ فرمان نہایت ہی موزوں ہے جیسے بعض کے لئے جلوت افضل ہے اور بعض کے لئے خلوت بہتر۔ یہاں (مرقات) نے فرمایا کہ ان حضرات کا صفہ میں رہنا گویا اپنے کو فقیر ظاہر کرنا تھا۔ لوگ انہیں فقیر سمجھ کر خیرات و صدقات دیتے تھے۔ تو یہ لوگ قال سے نہیں بلکہ حال سے سوالی تھے۔ اور جس کے پاس ایک یا دو دینار ہوں اسے سوال حرام ہے، بلکہ سوال سے حاصل کیا ہوا مال بھی اُسے درست نہیں جو مالدار فقیروں کا سا لباس رکھے یا جو جاہل عالموں کی سی وضع بنائے جو غیر صوفی صوفیانہ رنگ میں رہے۔ پھر لوگ اُسے فقیر یا عالم یا صوفی سمجھ کر نذرانے دیں۔ وہ نذرانے اُس کے لئے حرام ہیں (مرقات)، مگر فقیر کے نزدیک پہلی توجیہ جو اشعۃ اللمعات نے بیان فرمائی بہت ہی قوی ہے کیونکہ حضرات صحابہ سارے ہی عادل ہیں کوئی فاسق نہیں اور حرام کام یا حرام خوراک کا مرتکب فاسق ہوتا ہے [3] آپ کے حالات ابھی کچھ پہلے عرض کئے گئے آپ عتبہ کے بیٹے ہیں، ہندہ بنت عتبہ آپ کی بہن ہیں اور امیر معاویہ کی والدہ تو آپ امیر معاویہ کے ماموں ہوئے آپکی یہ بیماری مرض وفات تھی، غالبًا آپ امیر معاویہ کو دیکھ کر رو پڑے تھے پہلے سے نہیں رو رہے تھے۔

يُبْكِيكَ يَا خَالِ أَوَجَعٌ يُشْئِزُكَ أَمْ حِرْصٌ عَلَى الدُّنْيَا قَالَ كَلَّا وَلٰكِنْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَهِدَ إِلَيْنَا عَهْدًا لَمْ اٰخُذْ بِهٖ قَالَ وَمَا ذٰلِكَ قَالَ سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ إِنَّمَا يَكْفِيْكَ مِنْ جَمْعِ الْمَالِ خَادِمٌ وَمَرْكَبٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَإِنِّيْ أَرَانِيْ قَدْ جَمَعْتُ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ ﴿ وَعَنْ أُمِّ الدَّرْدَاءِ قَالَتْ قُلْتُ لِأَبِي الدَّرْدَاءِ مَا لَكَ

اے ماموں کیا تکلیف تمہیں پریشان کر رہی ہے یا دنیا کی حرص؟ ۱؎ وہ بولے ہرگز نہیں، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے ایک عہد لیا تھا، میں نے وہ اختیار نہ کیا ۲؎ پوچھا وہ عہد کیا ہے؟ فرمایا میں نے حضور کو فرماتے سنا کہ تمہیں مال جمع کرنے میں ایک خادم اور ایک سواری، وہ بھی اللہ کی راہ کے لئے ہو، کافی ہے ۳؎ اور میں اپنے کو دیکھ رہا ہوں کہ میں نے جمع کیا ہے ۴؎ (احمد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ام الدرداء سے، فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت ام الدرداء سے کہا کہ

۱؎ یشئز بنا ہے شاذ سے بمعنی قلق اور دل کی بے چینی، بے قراری یعنی آپ کا یہ رونا مجھے بے قراری کی وجہ سے معلوم ہوتا ہے، اگر بے قراری مرض کی تکلیف سے ہے تو طبیب کو بلاتے ہیں، اور اگر اپنی غریبی سے ہے تو جتنا مال چاہئے ہم حاضر کر دیتے ہیں۔ امیر معاویہ کی سخاوت تو مشہور ہے، اس کے متعلق ہماری کتاب امیر معاویہ پر ایک نظر کا مطالعہ کرو۔

۲؎ یہ فرمان حضرات صحابہ کی انتہائی انکساری کا ہوتا تھا، ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانوں پر جیسا عمل حضرات صحابہ نے کیا اس کی مثال گذشتہ انبیاء کرام کے اصحاب میں نہیں ملتی۔

۳؎ حضور انور کا یہ عہد ساری امت سے ہے، اور اس میں ترک دنیا کی رغبت ہے، یعنی اگر تمہارے پاس اس کے سوا اور کوئی مال نہ ہو، تو غم نہ کرو کہ اتنا مال کافی ہے، لہذا اس حدیث سے یہ لازم نہیں آتا کہ مسلمان کے لئے مال رکھنا ہی حرام ہے، ورنہ پھر زکوۃ، فطرانہ، قربانی، حج، عمرہ وغیرہ عبادات کیسے ادا ہوں گی۔

۴؎ یعنی میرے پاس ان چیزوں سے زیادہ مال ہے، آپ کا یہ رونا، اس پر افسوس کرنا بھی عبادت ہے، کہ یہ گریہ دراصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق و محبت میں ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ادا ہر قول پیارا معلوم ہوتا ہے جب وہ یاد آتے ہیں، تو آنکھیں آنسو بہاتی ہیں۔

لَا تَطْلُبُ كَمَا يَطْلُبُ فُلَانٌ فَقَالَ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ أَنَّ أَمَامَكُمْ عَقَبَةً كَؤُدًا لَا يَجُوزُهَا الْمُثْقَلُونَ فَأُحِبُّ أَنْ أَتَخَفَّفَ لِتِلْكَ الْعَقَبَةِ ۔ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ مِنْ أَحَدٍ يَمْشِي عَلَى الْمَاءِ إِلَّا ابْتَلَّتْ قَدَمَاهُ قَالُوا لَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ كَذٰلِكَ صَاحِبُ الدُّنْيَا لَا يَسْلَمُ مِنَ الذُّنُوبِ

آپ کا کیا حال ہے کہ آپ کمائی نہیں کرتے جیسی فلاں کرتا ہے ؎۱ تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ تمہارے لیے سخت پہاڑ ہیں ؎۲ جنہیں بوجھل لوگ طے نہ کرسکیں گے ؎۳ میں چاہتا ہوں کہ اُن پہاڑوں کے لیے ہلکا رہوں ؎۴ روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کیا کوئی ایسا ہے جو پانی پر چلے، اور اُس کے پاؤں نہ بھیگیں، ؎۵ لوگوں نے عرض کیا نہیں یارسول اللہ، فرمایا یوں ہی دنیادار گناہوں سے محفوظ نہیں رہتا، ؎۶

؎۱ فلاں سے مراد دوسرے حضرات ہیں۔ مال والے یعنی آپ طلب مال کیلئے دوسروں کی طرح کوشش کرکے مالدار کیوں نہیں بن جاتے۔ یا یہ مطلب ہے کہ دوسروں کی طرح حضور انور سے مال کیوں نہیں مانگتے۔ حضور تو ایک ہاتھ اٹھا کر غنی کردیتے ہیں۔ شعر

ہاتھ جس طرف اٹھا غنی کردیا! دست بحر سخاوت پہ لاکھوں سلام

؎۲ یہاں پہاڑ سے مراد موت، قبر، حشر کی مشکلات ہیں جن سے گزرنا بہت ہی مشکل ہے مگر اس پر آسان ہے جس پر اللہ کرم کرے ؎۳ یعنی مال، جاہ، عزت و جاہ کے طالبین اُن پہاڑوں کو بہ آسانی طے نہ کرسکیں گے۔ سفر میں جتنا بوجھ زیادہ اتنی ہی تکلیف۔ زیادہ دنیا میں پھنسے ہوئے آدمی کو مرتے وقت نزع کی تکلیف کے علاوہ دنیا چھوٹنے کا غم بھی ہوتا ہے جو بہت تکلیف کا باعث ہے ؎۴ یعنی میں چاہتا ہوں کہ میرے پاس مال کم ہوتا کہ میرا حساب بھی کم ہو۔ اسی لیے فقراء بمقابلہ امیروں کے جنت میں پہلے جائیں گے وہ تو عرض کریں گے ایک سوٹا ایک لنگوٹا۔ شعر

دیا جو تونے کھایا پیا چلے تنے : گدا سے کیا حساب کتاب ہوتا ہے

؎۵ نہایت نفیس تشبیہ ہے کہ یہ ناممکن ہے کہ انسان پانی میں چلے اور اس کے پاؤں نہ بھیگیں، پاؤں تر ضرور بھیگیں گے ؎۶ یہاں دنیادار سے مراد دل میں دنیا کی محبت رکھنے والا ہے۔ محبت دنیا تمام گناہوں کی جڑ ہے یا دنیا سے مراد وہ دنیا ہے جو انسان کو اللہ تعالٰی سے غافل کردے دنیا سفر ہے آخرت منزل، اگر سفر اکیلا ہو بغیر منزل کے تو خالی ہے۔ اگر منزل سے مل جائے تو اُسے دس گنا کردیتا ہے۔ ابوجہل کی دنیا گناہوں کی جڑ تھی اور آخرت سے الگ حضرت سلیمان و عثمان غنی کی دنیا دین کے ساتھ تھی لہٰذا نیکیوں کی جڑ تھی۔ اللہ تعالٰی ابوجہل، قارون کی دولت سے ہر مسلمان کو بچائے حضرت عثمان کے خزانے سے نوازے

رَوَاهُمَا الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ- وَعَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ مُرْسَلًا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أُوحِيَ إِلَيَّ أَنْ أَجْمَعَ الْمَالَ وَأَكُونَ مِنَ التَّاجِرِينَ وَلَكِنْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنْ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِنَ السَّاجِدِينَ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّى يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ- رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ وَأَبُو نُعَيْمٍ

ان دونوں حدیثوں کو بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا- روایت ہے حضرت جبیر ابن نفیر سے ارسالًا۱ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مجھے یہ وحی نہیں کی گئی کہ مال جمع کروں اور تاجروں میں سے ہو رہوں۲ لیکن مجھے یہ وحی کی گئی ہے کہ اپنے رب کی تسبیح بولوں اور سجدہ کرنے والوں میں ہوں، اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہو حتی کہ تم کو موت آجائے۳ (شرح سنہ، ابونعیم)

۱؎ آپ قبیلہ بنی حضرم سے ہیں۔ آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ پایا مگر خلافت صدیقی میں ایمان لائے۔ ۸۰ھ میں آپ کی وفات ہوئی لہذا یہ حدیث مرسل ہے کہ اس میں صحابی کا ذکر نہیں۔ حضرت جبیر سے جو کہ تابعی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے۔

۲؎ یعنی میری زندگی کا مقصد تجارت اور مال جمع کرنا نہیں۔ میری زندگی کا مقصد تبلیغ نبوت اور اللہ کی اطاعت ہے۔ اپنے پاس بقدر ضرورت کبھی مال رکھنا تجارت کرنا اسی کے تابع ہے۔ لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتح خیبر کے بعد ازواج پاک کو سال بھر کا خرچ عطا فرما دیتے تھے یا یہ کہ حضور انور نے تجارت، بکریاں چرانے کا کام کیا ہے، ظہور نبوت کے بعد حضور نے چیزیں خریدی ہیں فروخت بھی کی ہیں، مگر وہ سب عارضی چیزیں تھیں۔ حضور کی زندگی پاک کا مقصد وہ تھا جو آگے ارشاد ہو رہا ہے۔ لہذا حضرت عثمان غنی اور دوسرے صحابہ کرام کا تجارتیں کرنا، مال جمع کرنا ممنوع نہیں تھا۔ اگر مال جمع نہ کیا جاوے تو زکوۃ وحج وعمرہ وغیرہ عبادتیں کیسے کی جاسکتی ہیں۔ کام کرنا اور ہے کام میں مشغول ہو جانا کچھ اور۔

۳؎ اس آیت کریمہ میں موت آنے تک تسبیح، نماز اور ہر قسم کی عبادات کرنے کا حکم ہے یقین سے مراد یقینی چیز یعنی موت ہے خلاصہ یہ ہے مرتے وقت تک کوئی نماز، اللہ کا ذکر، مسجد کی حاضری، تکبیر اولی، نوافل، کوئی چیز نہ چھوٹے۔ حضرات صوفیاء کے نزدیک یقین سے مراد عین الیقین یا حق الیقین ہے۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ تسبیح ونماز تو عبادات ہیں، اور واعبد ربك میں عبودیت کا حکم ہے۔ عبادت اور عبودیت میں بڑا فرق ہے۔ عبادت آسان ہے عبودیت مشکل ہے۔ اللہ نصیب کرے۔

فِي الْحِلْيَةِ عَنْ اَبِيْ مُسْلِمٍ۔ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ طَلَبَ الدُّنْيَا حَلَالًا اِسْتِعْفَافًا عَنِ الْمَسْئَلَةِ وَسَعْيًا عَلٰى اَهْلِهٖ وَتَعَطُّفًا عَلٰى جَارِهٖ لَقِيَ اللّٰهَ تَعَالٰى يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَوَجْهُهٗ مِثْلُ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ وَمَنْ طَلَبَ الدُّنْيَا حَلَالًا مُكَاثِرًا مُفَاخِرًا مُرَائِيًا لَقِيَ اللّٰهَ تَعَالٰى وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ وَ اَبُوْ نُعَيْمٍ فِي الْحِلْيَةِ ۞

حلیہ بروایت ابی مسلم ۱؎ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو حلال روزی تلاش کرے بھیک سے بچنے کے لئے اور اپنے گھر والوں پر کوشش کرنے اپنے پڑوسی پر مہربانی کرنے کے لئے ۲؎ وہ قیامت کے دن اللہ تعالٰی سے ایسے ملیگا کہ اُس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوگا ۳؎ اور جو حلال دنیا طلب کرے مال بڑھانے فخر و تکبر کرنے، دکھلاوے کیلئے تو وہ اللہ سے ملے گا حالانکہ وہ اُس پر ناراض ہوگا ۴؎ (بیہقی، شعب الایمان۔ اور ابو نعیم۔ حلیہ۔)

۱؎ ابومسلم خولانی بڑے زاہد عابد و عالم تھے، اور تابعین میں سے ہیں، حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق سے ملاقات کی ہے ۶۲ھ یا ۶۳ھ ہجری میں وفات پائی۔ ۲؎ یعنی مال کمانا تین مقصدوں کے لئے ہونا چاہیے، اپنی ذات، اپنے بال بچوں اپنے پڑوسیوں کے حقوق ادا کرنے کیلئے، اور یہ تمام کام اللہ ورسول کی رضا کے لئے ہوں پہلی دو چیزیں واجب ہیں یعنی خود بھیک سے بچنا، اور بال بچوں کے حقوق ادا کرنا۔ تیسری چیز یعنی پڑوسیوں سے مالی سلوک کرنا یہ مستحب ہے واجب نہیں، مگر ثواب اس پر یقینی ہے۔ ۳؎ یعنی اللہ کی رحمت اور دل کی خوشی کی وجہ سے اُس کا چہرہ چمکیلا ہوگا۔ اس حدیث نے گزشتہ تمام احادیث کی شرح کردی کہ وہاں دنیا جمع کرنے اور دنیا کمانے سے ممانعت جو فرمائی گئی ہے وہاں وہ دنیا مراد تھی جو جائز نیت سے نہ ہو، نیت خیر سے دنیا کمانا عبادت ہے کیونکہ یہ بہت سی عبادات کا ذریعہ ہے ۴؎ معلوم ہوا کہ فخر و تکبر کے لئے حلال مال بھی جمع کرنا بُرا ہے، تو حرام مال اس نیت سے جمع کرنا بدرجہا بُرا ہے کہ وہاں مال بھی حرام ہے نیت بھی حرام۔ بہرحال مال میں تین چیزیں ہوں تو مال اچھی چیز ہے کمائی حلال خرچ حلال۔ اور نیت حلال ۞

وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ هٰذَا الْخَيْرَ خَزَائِنُ لِتِلْكَ الْخَزَائِنِ مَفَاتِيْحُ فَطُوْبٰى لِعَبْدٍ جَعَلَهُ اللّٰهُ مِفْتَاحًا لِّلْخَيْرِ مِغْلَاقًا لِّلشَّرِّ وَوَيْلٌ لِّعَبْدٍ جَعَلَهُ اللّٰهُ مِفْتَاحًا لِّلشَّرِّ مِغْلَاقًا لِّلْخَيْرِ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ ۔ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا لَمْ يُبَارَكْ لِلْعَبْدِ فِيْ مَالِهٖ جَعَلَهُ فِي الْمَاءِ وَالطِّيْنِ

روایت ہے حضرت سہل ابن سعد سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ خیر خزانے ہیں، اور ان خزانوں کی کنجیاں ہیں [1] تو خوشخبری ہو اس بندے کیلئے جسے اللہ تعالٰی نے خیر کی کنجی اور شر کا بند قفل بنایا [2] اور خرابی ہے اس بندے کی جسے اللہ تعالٰی نے شر کی کنجی اور خیر کا بند قفل بنایا [3] (ابن ماجہ) روایت ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے، فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب بندے کے مال میں بے برکتی دی جاتی ہے، تو وہ مال کو پانی اور مٹی میں لگا دیتا ہے [4]

[1] یعنی اچھے کام اور اچھی چیزیں بہت سی خوبیوں کے خزانے ہیں، اور بعض انسان خزانوں کی چابیاں ہیں کہ وہ اچھے بن جاویں تو دوسرے بھی اچھے ہو جاویں، اگر بادشاہ و حکام، علماء، مشائخ متقی ہو جاویں، تو رعایا، شاگرد، مریدین خود بخود متقی بن جاویں، اللہ تعالٰی ہمارے پاکستان کو متقی، پرہیزگار، مومن حکام نصیب کرے، خود بخود دوسرے لوگ متقی بن جاویں گے الناس علی دین ملوکھم۔ [2] یعنی وہ شخص خوش نصیب ہے کہ اس کے ذریعہ لوگوں کو بھلائیاں نصیب ہوں، اور ظلم و ستم بند ہو جاویں، مال، علم بعض کے لئے قرب الٰہی کا ذریعہ ہے، بعض کے لئے دوری کا باعث، غرضیکہ ہر چیز کا یہی حال ہے، قرب الٰہی کا ذریعہ ہو، تو خیر ہے ورنہ شر۔ [3] یعنی بعض لوگ ایسے شریر ہوتے ہیں کہ انکی شر سے دوسرے محفوظ نہیں ہوتے وہ لوگ منحوس ہیں، دیکھا گیا ہے کہ بعض لوگوں کے زمانہ اقتدار میں برکت ہی برکت ہو جاتی ہے، ملک آباد، لوگ خوشحال ہو جاتے ہیں، بعض کے برسر اقتدار آتے ہی برکتیں ختم ہو جاتی ہیں۔ [4] ان جیسی احادیث کی شرح پہلے ہو چکی، کہ ان میں بلا ضرورت عالیشان عمارتیں بنانا انکے گارے چونے میں پیسہ خرچ کرنا مراد ہے، مطلب یہ ہے کہ جب اللہ تعالٰی کسی بندے کے مال میں بے برکتی ڈالنا چاہتا ہے تو اُسے مکانات گرانے بنانے کا شوق دیدیتا ہے کہ اسے اللہ و رسول کی راہ میں خرچ کرنے، حق والوں کے حق ادا کرنے کا خیال ہی نہیں آتا، وہ اس میں لگا رہتا ہے کہ یہ بگاڑو یہ بناؤ، ضروری عمارات جیسے مسجد، ضرورت کے مکان و دکانیں اس حکم سے خارج ہیں، حضرت سلیمان علیہ السلام نے مسجد اقصٰی لاکھوں روپیہ کے خرچ سے بنائی، حضرت عثمان غنی نے مسجد نبوی پر بہت روپیہ خرچ کیا۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اتَّقُوا الْحَرَامَ فِی الْبُنْیَانِ فَاِنَّہٗ اَسَاسُ الْخَرَابِ رَوَاھُمَا الْبَیْہَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ۔ وَعَنْ عَائِشَۃَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الدُّنْیَا دَارُ مَنْ لَّا دَارَ لَہٗ وَمَالُ مَنْ لَّا مَالَ لَہٗ وَلَھَا یَجْمَعُ مَنْ لَّا عَقْلَ لَہٗ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالْبَیْہَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ۔ وَعَنْ حُذَیْفَۃَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ

روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عمارات میں حرام سے بچو[۱] کیونکہ وہ ویرانی کی جڑ ہے[۲] انہیں بیہقی نے شعب الایمان میں روایت فرمایا۔ روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی، فرمایا دنیا اُس کا گھر ہے جس کا کوئی گھر نہ ہو[۳] اور اُس کا مال ہے جس کا کوئی مال نہ ہو[۴] اور اُس کے لئے وہ جمع کرتا ہے جس میں عقل نہ ہو[۵] (احمد، بیہقی، شعب الایمان) روایت ہے حضرت حذیفہ سے فرماتے ہیں میں نے رسول

[۱] اس فرمان عالی کے دو مطلب ہو سکتے ہیں، ایک یہ کہ عمارت پر خرچ کرنے کیلئے حرام مال جمع نہ کرو۔ ورنہ اُس میں حرام کام ہی ہوا کریں گے، اچھی کمائی کی عمارت میں ان شاء اللہ اچھے کام ہی ہوتے ہیں، خراب میں خراب کام، دُوسرے یہ کہ حرام عمارتیں نہ بناؤ جیسے ناچ گھر، سینما گھر، زنا گھر، شراب خانے، بُت خانے وغیرہ۔ [۲] اس جملہ کے بھی دو مطلب ہو سکتے ہیں، ایک یہ کہ مکانات، عمارات عنقریب ویران ہو جائیں گے پھر اُن کیلئے حرام مال جمع کرکے اپنی آخرت کیوں برباد کرتے ہو؟ دوسرے یہ کہ حرام عمارتیں دین کی خرابی کی جڑیں ہیں، کہ وہاں شرابیں، جوئے، بدمعاشیاں دن رات ہوا کریں گی، تم ایسی عمارتیں بنا کر مر جاؤ گے، مگر وہاں یہ گناہ ہوتے رہیں گے اور تم کو قبروں میں سزا ملتی رہیگی۔ [۳] یہاں دار سے مراد عیش و عشرت کا گھر ہے یعنی دنیا کو عیش کی جگہ وہ ہی سمجھتا ہے جس کے مقدر میں آخرت کا عیش نہ ہو، ورنہ مومن دنیا کو عمل کی جگہ اور رہنے کی منزل سمجھتا ہے کہ جتنی زندگی ہے اس میں کچھ کرلو، یہ پھر نہ ملے گی۔ (مرقات) [۴] مال سے مراد حرام ذریعہ سے کمایا ہوا، اور حرام جگہ خرچ کیا ہوا مال ہے، یہ مال حقیقت میں مال نہیں، نرا وبال ہے، یعنی دنیا دی حرام مال کو وہ مال سمجھتا ہے جس کے نصیب میں حلال مال نہیں۔ تم ایسے نہ بنو، مومن اس مال کو راہِ خدا میں خرچ کرکے آخرت سنبھالتا ہے۔

[۵] یعنی غافل آدمی دنیاوی عیش و آرام کے لئے مال جمع کرتا ہے اور مومن آخرت کے لئے جمع کرتا ہے، غافل بے وقوف ہے اور مومن عاقل ہے۔

اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ فِیْ خُطْبَتِہٖ اَلْخَمْرُ جِمَاعُ الْاِثْمِ وَ النِّسَآءُ حَبَائِلُ الشَّیْطَانِ وَحُبُّ الدُّنْیَا رَأْسُ کُلِّ خَطِیْئَۃٍ قَالَ وَ سَمِعْتُہٗ یَقُوْلُ اَخِّرُوا النِّسَآءَ حَیْثُ اَخَّرَھُنَّ اللہُ رَوَاہُ رَزِیْنٌ وَ

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے خطبہ میں فرماتے سنا، کہ شراب گناہوں کی جامع ہے [1] اور عورتیں شیطان کی رسیاں ہیں [2] اور دنیا کی محبت ہر گناہ کا سر ہے [3] راوی فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلعم کو فرماتے سنا کہ عورتوں کو پیچھے رکھو [4] کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں پیچھے رکھا ہے [5] (رزین)

[1] یعنی شراب تمام گناہوں کی جڑ ہے کہ گناہوں سے عقل روکتی ہے، جب شراب سے عقل ہی جاتی رہی ہے تو اب گناہوں سے کون روکے، شراب میں انسان قتل اور ماں بہن سے زنا کر لیتا ہے۔ (مرقات)

[2] چنانچہ شیطان عورتوں کے ذریعہ بڑے بڑے متقیوں کو شکار کرتا ہے، بلعم ابن باعور جیسا متقی انسان مارا گیا تو عورت کی وجہ سے، دنیا میں پہلا قتل یعنی ہابیل کا قتل ہوا تو عورت کی وجہ سے۔

[3] اس حدیث کی شرح اور محبت دنیا کے معنی اور اس پر بحث کہ دنیا کا سر کیا ہے سب کچھ پہلے بیان ہو چکا۔ محبت دنیا یہ ہے کہ انسان ہر ذریعہ سے دنیا حاصل کرتا ہے، ضرورت پڑے تو دین دنیا پر قربان کر دے، ظاہر ہے کہ ایسا آدمی حصول دنیا میں ہر گناہ کر لیتا ہے۔ فرعون، شداد، نمرود، یزید جیسے لوگ محبت دنیا کی وجہ سے ... بدترین گناہ کر گئے۔

[4] ذکر میں، حکم میں۔ مسجد میں عورتوں کو مردوں سے پیچھے رکھو، انہیں امام نہ بناؤ کہ انہیں جماعت کی اگلی صفوں میں کھڑا نہ کرو۔ انہیں بادشاہ یا حاکم نہ بناؤ، انہیں پیر یا مرشد بنا کر ان کی بیعت نہ کرو، مرد بادشاہ اپنی عورتیں وزیر نہ بنائے، خیال رہے کہ جس درجہ کی عورت ہوگی اسی درجہ کا مرد بھی لیا جائے گا۔ لہذا یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ہم جیسے گنہگار حضرت عائشہ صدیقہ، فاطمہ زہرا سے افضل ہیں، عائشہ صدیقہ سے حضور افضل ہیں، فاطمہ زہرا سے علی مرتضیٰ افضل ہیں۔

[5] چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہوا کہ الرجال قوامون علی النساء، نیز قرآن کریم میں عورتوں کا ذکر مردوں کے بعد ہے۔ المومنون والمومنات، بلکہ اکثر جگہ مردوں کے ضمن میں عورتوں کا ذکر ہے، جیسے اقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ وغیرہ وغیرہ۔ خیال رہے کہ ملک بلقیس یمن کی بادشاہ تھی مگر کب مسلمان ہونے سے پہلے، جب حضرت سلیمان علیہ السلام پر ایمان لائیں اور آپ کے نکاح میں آئیں یمن کی بادشاہ نہ رہیں آپ کی ماتحت ہوئیں لہذا اس سے دلیل نہیں پکڑی جا سکتی۔ کسی دین میں عورتوں کی امامت سلطنت جائز نہ تھی۔ اسلام ... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی نبی کے دین میں عورتوں کو یہ حق نہ دیئے گئے۔

وَرَوَى الْبَيْهَقِيُّ مِنْهُ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ عَنِ الْحَسَنِ مُرْسَلًا حُبُّ الدُّنْيَا رَأْسُ كُلِّ خَطِيئَةٍ ۞ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَخْوَفَ مَا أَتَخَوَّفُ عَلَى أُمَّتِي الْهَوَى وَطُولُ الْأَمَلِ فَأَمَّا الْهَوَى فَيَصُدُّ عَنِ الْحَقِّ وَأَمَّا طُولُ الْعَمَلِ فَيُنْسِي الْآخِرَةَ وَهٰذِهِ الدُّنْيَا مُرْتَحِلَةٌ ذَاهِبَةٌ وَهٰذِهِ الْآخِرَةُ مُرْتَحِلَةٌ قَادِمَةٌ

اور بیہقی نے شعب الایمان میں انہیں سے بروایت حسن بطور ارسال روایت کی کہ دنیا کی محبت ہر گناہ کا سر ہے۱ روایت ہے حضرت جابر سے، فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، کہ جن چیزوں سے میں اپنی اُمت پر خوف کرتا ہوں، اُن میں زیادہ خوفناک نفسانی خواہش ہے، اور لمبی امید۲ لیکن نفسانی خواہش تو وہ حق سے روک دیتی ہے۳ اور رہی دراز امید، تو وہ آخرت کو بھلا دیتی ہے۴ اور یہ دنیا کوچ کر کے جارہی ہے، اور یہ آخرت کوچ کر کے آرہی ہے۵ ان دونوں میں سے،

۱ یہ کلام حب الدنیا راس کل خطیئۃ حضرت نبی علیہ السلام کا فرمان ہے، یا راوی نے جناب کا کلام نقل فرمایا ہے، یا حضور اقدس کا اپنا فرمان عالی ہے، یہ حدیث اسناد کے لحاظ سے حسن ہے، (مرقات) ۲ یعنی جو دل چاہے وہ کرے، قانون شرعی کا لحاظ نہ کرے۔ اور یہ خیال کرنا کہ ابھی میری عمر بہت ہے، جب مرنے لگوں گا تو نیک کام کرلونگا، یہ دونوں دھوکے ایسے ہیں جن میں عام لوگ گرفتار ہیں، نفس و شیطان گناہ جلدی کراتے ہیں، نیکیوں میں دیر لگواتے ہیں، کہ ابھی عمر بہت ہے، پھر کرلینا۔ ۳ نفسانی خواہش سے وہ خواہشات مراد ہیں، جو خلاف اسلام ہوں، جو اُن کی پیروی کرے گا ظاہر ہے کہ وہ اللہ و رسول کی اطاعت نہ کرے گا۔ ۴ آخرت یاد آتی ہے جبکہ اپنی موت سامنے ہو، انسان موت کو قریب سمجھ کر آخرت کی تیاری کرتا ہے، جب یہ خیال دل میں بیٹھ جائے کہ ابھی سو دو سو سال مجھے موت آتی ہی نہیں تو وہ آخرت کی تیاری کیوں کرے گا، لہذا یہ فرمان عالی بالکل برحق ہے ۵ جب سے ہم پیدا ہوئے ہیں، تب سے دنیا جارہی ہے اور آخرت آرہی ہے، ہر سانس آخرت کی طرف ایک قدم ہے۔ شعر:

غافل تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے منادی
خالق نے تری عمر کی ایک سانس گھٹا دی

ہمیں خبر نہیں کہ دنیا کب ساتھ چھوڑ دے، اور آخرت کب آجاوے۔

وَلِكُلٍّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُمَا بَنُوْنَ فَاِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ لَّا تَكُوْنُوْا مِنْ بَنِي الدُّنْيَا فَافْعَلُوْا فَاِنَّكُمُ الْيَوْمَ فِيْ دَارِ الْعَمَلِ وَلَا حِسَابَ وَاَنْتُمْ غَدًا فِيْ دَارِ الْاٰخِرَةِ وَلَا عَمَلَ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ۔ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ ارْتَحَلَتِ الدُّنْيَا مُدْبِرَةً وَّارْتَحَلَتِ الْاٰخِرَةُ مُقْبِلَةً وَّلِكُلٍّ وَّاحِدَةٍ مِّنْهُمَا بَنُوْنَ فَكُوْنُوْا مِنْ اَبْنَاءِ الْاٰخِرَةِ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنْ

ہر ایک کے بیٹے ہیں [1] اگر تم یہ کر سکو کہ دنیا کے بیٹے نہ بنو، تو ایسا کرو، کیونکہ تم آج عمل کی جگہ میں ہو جہاں حساب نہیں، اور تم کل آخرت کے گھر میں ہو گے جہاں عمل نہ ہو گا [2] (بیہقی شعب الایمان) روایت ہے حضرت علی سے، فرماتے ہیں، کہ دنیا کوچ کر کے پیٹھ پھیر رہی ہے، اور آخرت کوچ کر کے سامنے آ رہی ہے [3] ان دونوں میں سے ہر ایک کی اولاد ہے، تو تم آخرت کی اولاد بنو، اور دنیا کی اولاد نہ بنو۔ [4]

[1] یہاں بچوں سے مراد تابع، محکوم، زیر فرمان لوگ ہیں، راکب، راغب، یعنی بعض لوگ دنیا کے طالب اُس میں راغب ہیں، بعض آخرت کے طالب اُس میں راغب ہیں، دونوں کا طالب نہیں ہو سکتا، کہ دونوں ضدیں ہیں۔

[2] یعنی دنیا میں اللہ تمہارا حساب نہیں فرماتا، جو بھی چاہو عمل کر لو، بعد مرنے کے عمل کا وقت نہ ہو گا، حساب ہی حساب ہو گا۔ لہذا بہتر یہ ہے کہ آج تم اپنا حساب خود کرتے رہو۔ خیال رہے کہ حضرات انبیاء اور بعض اولیاء اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں، تلاوت قرآن کرتے ہیں، مگر اُن اعمال پر ثواب نہیں، لہذا یہ حدیث درحق ہے کہ ثواب والا عمل صرف زندگی میں ہی ہو سکتا ہے، صدقات جاریہ میں سب کام زندگی میں ہو چکتا ہے، ہاں اُس کا ثواب مرنے بعد بھی پہنچتا رہتا ہے، لہذا حدیث پر اعتراض نہیں۔

[3] یہ حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا اپنا قول ہے جو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمان عالی کے بالکل مطابق ہے اسے کہتے ہیں توارد۔ یعنی دنیا اور آخرت دونوں ہی حرکت میں ہیں مگر دنیا جا رہی ہے آخرت آ رہی ہے دنیا جا کر نہ آئے گی آخرت آ کر نہ جائے گی۔

[4] اس کے معنی اور مطلب ابھی پہلے عرض کیے گئے تم دنیا کے نہ بنو بلکہ دنیا تمہاری بنے، جو اللہ کا ہو جاتا ہے دنیا اس کی ہو جاتی ہے۔

أَبْنَاءِ الدُّنْيَا فَإِنَّ الْيَوْمَ عَمَلٌ وَّلَا حِسَابَ وَغَدًا حِسَابٌ وَّلَا عَمَلَ رَوَاهُ
الْبُخَارِيُّ فِي تَرْجُمَةِ بَابٍ. وَعَنْ عَمْرٍو اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ
يَوْمًا فَقَالَ فِي خُطْبَتِهٖ اَلَا اِنَّ الدُّنْيَا عَرَضٌ حَاضِرٌ يَاْكُلُ مِنْهُ الْبَرُّ
وَالْفَاجِرُ اَلَا وَاِنَّ الْاٰخِرَةَ اَجَلٌ صَادِقٌ وَّيَقْضِيْ فِيْهَا مَلِكٌ قَادِرٌ اَلَا
وَاِنَّ الْخَيْرَ كُلَّهٗ بِحَذَافِيْرِهٖ فِي الْجَنَّةِ اَلَا وَاِنَّ الشَّرَّ كُلَّهٗ بِحَذَافِيْرِهٖ
فِي النَّارِ اَلَا فَاعْمَلُوْا وَاَنْتُمْ مِّنَ اللّٰهِ عَلٰى حَذَرٍ وَّاعْلَمُوْا

کیونکہ آج عمل ہے حساب نہیں، اور کل حساب ہوگا عمل نہ ہوگا ۱؎ (بخاری ایک باب کا عنوان) روایت ہے حضرت عمرو سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن خطبہ فرمایا، تو آپ نے خطبہ میں فرمایا، آگاہ رہو کہ دنیا موجود سامان ہے جس میں سے نیک و بد سب کھاتے ہیں ۲؎، آگاہ رہو کہ آخرت بھی میعاد ہے جس میں قدرت والا بادشاہ فیصلہ فرمائے گا ۳؎ خبردار کہ ساری خوبیاں اپنے کناروں سمیت جنت میں ہیں، آگاہ رہو کہ پوری مصیبت کناروں سمیت آگ میں ہے ۴؎ خبردار کہ تم اللہ سے ڈرتے ہوئے عمل کیا کرو ۵؎ اور جان رکھو،

۱؎ اس کے معنی ابھی عرض کئے گئے، کہ دنیا میں رب تعالیٰ نہ تو ایمان کا حساب لیتا ہے نہ اعمال کا، بعد موت کوئی شخص جزا والا عمل نہیں کرسکے گا، اگرچہ بعض مقبول بندے قبر میں نماز و تلاوت کرتے ہیں مگر اس پر جزا نہیں، اسی لئے زندے انہیں ثواب بخشتے ہیں، کہ زندگی کے اعمال کا ثواب ہے۔ اب وہ ثواب خواہ عامل ہی رکھے یا کسی کو بخش دے اُسے اختیار ہے۔

۲؎ عرض فانی سامان کو کہتے ہیں، جو باقی نہ رہے، دنیا کا مال رب تعالیٰ کی رضا کی علامت نہیں، یہ مردودوں کو بھی مل جاتی ہے ہاں دنیا میں توفیق خیر مل جانا رضاء الٰہی کی دلیل ہے۔

۳؎ آخرت یعنی موت و قیامت کا وقت مقرر ہے، قیامت میں حاکم صرف اللہ تعالیٰ ہی ہوگا۔ تمام بادشاہوں اور حکام کی حکومتیں ختم ہوچکی ہوں گی۔

۴؎ یعنی دنیا کی راحتیں تکالیف سے مخلوط ہیں، اور یہاں کی تکالیف میں بھی کچھ راحتوں کی آمیزش ہے، آخرت کی راحتیں تو خالص ہیں، اور وہاں کی مصیبتیں ہیں تو وہ بھی خالص۔

۵؎ یعنی نیک اعمال کرتے رہو، اور ساتھ ہی رب تعالیٰ سے ڈرتے رہو، کہ نہ معلوم یہ عمل قبول ہوں، یا نہ ہوں، مومن کا کام ہے کہ عمل کرنا اور ڈرنا۔ غافل منافق کا کام ہے کہ نہ کرنا اور اکڑنا۔

أَنَّكُمْ مَعْرُوضُونَ عَلَى أَعْمَالِكُمْ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهُ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهُ رَوَاهُ الشَّافِعِيُّ ۞ وَعَنْ شَدَّادٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يٰأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ الدُّنْيَا عَرَضٌ حَاضِرٌ يَأْكُلُ مِنْهَا الْبَرُّ وَالْفَاجِرُ وَإِنَّ الْآخِرَةَ وَعْدٌ

کہ تم اپنے اعمال پر پیش کیے جاؤ گے[1] تو جو ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ اُسے دیکھے گا۔ اور جو ذرہ برابر برائی کرے گا، وہ بھی اُسے دیکھ لیگا[2] (شافعی) روایت ہے حضرت شداد سے، فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ اے لوگو! دنیا موجودہ سامان ہے[3] جس سے نیک و بد لوگ کھاتے ہیں[4] اور آخرت سچا وعدہ ہے جس میں

[1] اس عبارت میں قلب ہے۔ مقصد یہ ہے کہ تم پر تمہارے اعمال پیش ہوں گے، مگر فرمایا کہ تم اعمال پر پیش ہو گے جیسے کہا جاتا ہے عرضت الحوض علی الناقۃ، میں نے حوض کو اونٹنی پر پیش کیا۔ حالانکہ اونٹنی حوض کے سامنے کی جاتی ہے، اُردو میں کہا جاتا ہے کہ گجرات آگیا، حالانکہ گجرات تو اپنی جگہ پر رہا، ہم گجرات میں آ گئے۔ ایسے ہی یہ ہے۔ [2] ذرہ سے مراد یا تو ریت کا ذرہ ہے، یا چھوٹی چیونٹی، اس آیت کریمہ کی تحقیق یہ ہے کہ مَنْ سے مراد یا تو صرف مسلمان ہیں اور خیر سے مراد وہ نیکی ہے جو ضبط نہ ہو چکی ہو، اور شر سے مراد وہ گناہ ہے جو معاف نہ ہو چکا ہو۔ اور دیکھنے سے مراد ہے اُس کی سزا و جزا بھگتنا یعنی اے مسلمان تجھ کو ذرہ بھر نیکی کی جزاء، اور ذرہ بھر گناہ کی سزا ملے گی۔ بشرطیکہ نیکی ضبط نہ ہو گئی ہو، گناہ معاف نہ ہوا ہو، یا مَنْ سے مراد ہر انسان ہے، مومن ہو یا کافر اور دیکھنے سے مراد ہے اپنے اعمال کو آنکھ سے دیکھ لینا، سزا جزاء ہو یا نہ ہو، یعنی ہر انسان اپنے ہر عمل کو اپنی آنکھوں سے دیکھے گا، کہ مومن کو اُس کے گناہ دکھا کر معاف کیے جائیں گے۔ کافر کو اُس کی نیکیاں دکھا کر ضبط کی جائیں گی۔ لہٰذا یہ آیت نہ معافی کی آیات و احادیث کے خلاف ہے، نہ ضبطی اعمال کی آیات کے خلاف۔ [3] قرآن مجید میں دنیا کو متاع فرمایا گیا ہے، حدیث شریف میں عرض، لیکن دونوں کے معنی ہیں سامان، چونکہ دنیا کو چھوڑ کر انسان چلا جاتا ہے، دُوسرے آکر اُسے برتتے ہیں اس لیے اُسے متاع یا عرض کہتے ہیں، زمین نے سب کو کھا لیا، زمین کو کسی نے نہ کھایا، حاضر بمعنی نقد، یعنی ادھار کا مقابل دنیاوی کام کرو، تو زندگی میں اُس کا نفع نقصان مل جاتا ہے، مگر آخرت کے کام کی جزاء و سزا بعد قیامت، یہ بڑا ہی اُدھار ہے جو برزخ و قیامت گذار کر وصول ہوتا ہے۔ [4] یعنی دنیا کے آرام و تکالیف اعمال کی سزا و جزاء نہیں، اگر کبھی کسی نیکی سے دنیا مل جائے تو وہ اُس کی جزاء نہیں ہے ۞

صَادِقٌ يَحْكُمُ فِيهَا مَلِكٌ عَادِلٌ قَادِرٌ يُحِقُّ فِيهَا الْحَقَّ وَيُبْطِلُ الْبَاطِلَ كُونُوا مِنْ اَبْنَآءِ الْاٰخِرَةِ وَلَا تَكُونُوا مِنْ اَبْنَآءِ الدُّنْيَا فَاِنَّ كُلَّ اُمٍّ يَتْبَعُهَا وَلَدُهَا۔ وَعَنْ اَبِي الدَّرْدَآءِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ اِلَّا وَبِجَنْبَتَيْهَا مَلَكَانِ يُنَادِيَانِ يُسْمِعَانِ الْخَلَائِقَ غَيْرَ الثَّقَلَيْنِ يَا اَيُّهَا النَّاسُ هَلُمُّوا اِلٰى رَبِّكُمْ مَا قَلَّ وَكَفٰى

انصاف والا قدرت والا بادشاہ فیصلہ کرے، اس دن سچ کو سچ اور جھوٹ کو جھوٹ کر دکھائے گا [1] تم آخرت کی اولاد بنو اور دنیا کی اولاد میں سے نہ بنو کیونکہ ہر بچہ اپنی ماں کے پیچھے ہوگا [2] روایت ہے حضرت ابوالدرداء سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہیں طلوع ہوتا سورج مگر اس کے دونوں طرف دو فرشتے ہوتے ہیں [3] پکارتے ہیں سوائے جن وانس کے ساری مخلوق کو سناتے ہیں [4] کہ اے لوگو اپنے رب کی طرف آؤ [5] جو تھوڑا ہو اور کافی ہو وہ

[1] دنیاوی حکام کی سزاؤں، جزاؤں سے انسان بچ سکتا ہے رب کے فیصلے سے کوئی نہ بچ سکے گا، کیونکہ نہ تو وہ ظالم ہے نہ بے علم، نہ مجبور، وہاں بچنا صرف اس کے رحم و کرم سے ہے۔ [2] یہاں ماں اور اولاد سے مراد وہ ہی ہے جو ابھی بیان کیا گیا، [3] اس طرح کہ وہ فرشتے بھی سورج کے ساتھ ہی گردش کرتے ہیں، اور ہر جگہ طلوع کے وقت سورج کے ساتھ ہوتے ہیں لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ سورج تو ہر وقت کہیں نہ کہیں طلوع کرتا ہی رہتا ہے، جب یہاں دوپہری ہوتی ہے تو کسی اور جگہ صبح سویرا، چونکہ دن نکلنے پر لوگ اپنے کاروبار میں مشغول ہوتے ہیں، اس لئے صبح کے وقت ہی یہ اعلان مناسب ہوا۔

[4] یعنی جن وانس کے سوا باقی ساری مخلوق یہ آواز سنتی ہے، ان دونوں کو فرشتوں کا یہ کلام حضور کے ذریعہ سنایا جارہا ہے، جیسے رب تعالٰی نے اپنا کلام بندوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سنایا، تاکہ ان دونوں گروہوں کا ایمان بالغیب رہے کہ ایمان بالغیب ہی سزا و جزا کا دارومدار ہے ان ہی دونوں گروہوں پر ایمان بالغیب واجب ہے۔ [5] یعنی کام کاج میں مشغول ہوکر رب تعالٰی سے غافل نہ ہوجاؤ، ہاتھ کار میں ہو، دل یار کے ساتھ ہو، ہر وقت اس کے دروازہ پر رہو، رب تعالٰی فرماتا ہے، ففروا الی اللہ اگر گنہگار ہو تو اسکے دروازے پر آؤ، نیک کار ہو تو آؤ کہ اس کے سوا اور کوئی دروازہ نہیں۔

خَيْرٌ مِّمَّا كَثُرَ وَاَلْهٰى رَوَاهُمَا اَبُوْ نُعَيْمٍ فِي الْحِلْيَةِ ۞ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ يَبْلُغُ بِهٖ قَالَ اِذَا مَاتَ الْمَيِّتُ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ مَا قَدَّمَ وَقَالَ بَنُوْ اٰدَمَ مَا خَلَّفَ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ ۞ وَعَنْ مَالِكٍ اَنَّ لُقْمٰنَ قَالَ لِابْنِهٖ يَا بُنَيَّ اِنَّ النَّاسَ قَدْ تَطَاوَلَ عَلَيْهِمْ مَا يُوْعَدُوْنَ وَهُمْ اِلَى الْاٰخِرَةِ سِرَاعًا يَذْهَبُوْنَ وَاِنَّكَ اِسْتَدْبَرْتَ الدُّنْيَا مُنْذُ

اُس سے اچھا ہے جو زیادہ ہو' اور غافل کردے[۱] ان دونوں حدیثوں کو ابو نعیم نے حلیہ میں روایت کیا۔ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے' وہ اسے مرفوع کرتے ہیں' فرمایا جب مُردہ مر جاتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں کہ کیا آگے بھیجا! اور انسان کہتے ہیں' کہ کیا پیچھے چھوڑ گیا[۲] (بیہقی شعب الایمان) روایت ہے حضرت مالک سے کہ لقمان نے اپنے بیٹے سے فرمایا' اے میرے بچے' لوگوں پر وہ دراز ہو گیا' جس سے وہ ڈرتے جاتے ہیں[۳] اور وہ آخرت کی طرف دوڑتے جا رہے ہیں[۴] اور تم جب سے پیدا ہوئے تب سے دنیا کو پیچھے چھوڑ رہے ہو' اور آخرت

۱ یعنی جو رزق مقدار میں تھوڑا ہو اور انسان کی حاجات پوری کردے' اسے پا کر انسان رب تعالٰی سے غافل نہ ہو جائے' وہ اس رزق سے بہتر ہے جو مقدار میں زیادہ ہو اور رب تعالٰی سے غافل کردے' کہ وہ تھوڑا مال اللہ تعالٰی کی رحمت ہے' اور یہ زیادہ مال اللہ کا عذاب ہے۔ علم کا بھی یہی حال ہے کہ بقدر ضرورت علم جو خدا رسی کا ذریعہ ہو' اُس زیادہ علم سے بہتر ہے' جو خدا تعالٰی سے غافل کردے' عالم کو متکبر بنا دے' خیال رہے کہ فرشتے یہ بات درحقیقت جن و انس کو سناتے ہیں مگر ہمارے حضور کی معرفت سے اُن تک پہنچاتے ہیں ۲ میت سے مراد وہ ہے جو مرنے لگے' یعنی مرتے وقت اسکے وارثین تو چھوڑے ہوئے مال کی فکر میں ہوتے ہیں کہ کیا چھوڑے جا رہا ہے' اور جو ملائکہ اُس کی قبض رُوح وغیرہ کے لئے آتے ہیں وہ اُس کے اعمال و عقائد کا حساب لگاتے ہیں' کہ جیسے اس کے عمل ہوں ویسے ہی فرشتے' ایسے ہی نیک اعمال والے کو رحمت کے فرشتے لیتے ہیں' بدکار کو عذاب کے فرشتے ۳ دراز ہونے سے مراد ہے دُور ہونا یعنی اعمال سزا و جزاء دُور ہے کہ بعد قیامت ملے گی۔ اس دُوری سے یہ دھوکا کھا جاتے ہیں کہ ابھی موت و قیامت بہت دُور ہے' نیکیاں کر لیں گے ابھی خوب مزے اڑا لو ۴ یعنی جسے یہ دُور سمجھتے ہیں وہ بہت تیزی سے دوڑی آ رہی ہے' کیونکہ لوگ اُس کی طرف ہر سانس میں بڑھ رہے ہیں ۞

كُنْتَ وَاسْتَقْبَلْتَ الْاٰخِرَةَ وَاِنَّ دَارًا تَسِيْرُ اِلَيْهَا اَقْرَبُ اِلَيْكَ مِنْ دَارٍ تَخْرُجُ مِنْهَا رَوَاهُ رَزِيْنٌ ۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قِيْلَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ النَّاسِ اَفْضَلُ قَالَ كُلُّ مَخْمُوْمِ الْقَلْبِ صَدُوْقِ اللِّسَانِ قَالُوْا صَدُوْقُ اللِّسَانِ نَعْرِفُهُ فَمَا مَخْمُوْمُ الْقَلْبِ قَالَ هُوَ التَّقِيُّ النَّقِيُّ لَا اِثْمَ عَلَيْهِ وَلَا بَغْيَ وَلَا غِلَّ وَلَا حَسَدَ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ ۔ وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَرْبَعٌ اِذَا كُنَّ فِيْكَ فَلَا عَلَيْكَ مَا فَاتَكَ الدُّنْيَا حِفْظُ

کی طرف جا رہے ہو ۱؎ اور وہ گھر جس کی طرف تم جا رہے ہو اس سے زیادہ قریب ہے جس سے تم نکل رہے ہو۲؎ (رزین) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ لوگوں میں سے کون افضل ہے؟ فرمایا ہر سلامت دل والا ۳؎ سچی زبان والا، لوگوں نے عرض کیا، کہ سچی زبان والے کو تو ہم جانتے ہیں، تو سلامت دل والا کیا ہے ۴؎ فرمایا وہ ایسا ستھرا ہے جس پر نہ گناہ ہو، نہ بغاوت، نہ کینہ اور نہ حسد ۵؎ (ابن ماجہ، بیہقی، شعب الایمان) روایت ہے انہیں سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب تجھ میں چار خوبیاں ہوں، تو تجھ پر حرج نہیں، کہ دنیا تجھ سے الگ

۱؎ جب بچہ پیدا ہوتا ہے اس کی عمر شروع ہو جاتی ہے عمر گذرتی ہے تو لوگ کہتے ہیں کہ عمر بڑھ رہی ہے، مگر حقیقت میں گھٹ رہی ہے، ایک شاعر کہتا ہے، شعر۔ (یسر المرء ما ذهب الليالی ؛ وكان ذهابهن له ذهابا ؛)

۲؎ خیال رہے کہ ہر آنے والی چیز قریب ہے اگرچہ دور معلوم ہو، اور ہر جانے والی چیز دور ہے اگرچہ قریب معلوم ہو، لہذا قبر اور آخرت قریب ہے، دنیا دور ہے، کہ وہ چیزیں دوڑی آ رہی ہیں، اور دنیا دوڑی جا رہی ہے ۳؎ مخموم بنا ہے خمٌّ سے خم کے معنی ہیں گھر میں جھاڑو دینا، کہا جاتا ہے خممت البیت، دل گویا گھر ہے، اسے برائیوں سے بچانا گویا اس میں جھاڑو دینا ہے ۴؎ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسے فصیح اللسان ہیں، کہ حضور کے کلام سمجھنے کے لئے لغت کی تلاش کرنی پڑتی ہے، یہ پوچھنے والے حضرات عربی ہیں، صاحب زبان تھے، مگر مخموم کا ترجمہ پوچھ رہے ہیں ۵؎ ہر چیز کا کوڑا کچرا مختلف ہوتا ہے، دل کا کوڑا یہ چیزیں ہیں جن سے دل میلا ہوتا ہے، پھر جیسے ناپاک بدن اس مسجد میں آنے کے قابل نہیں، ایسے ہی ناپاک دل مسجد قرب الٰہی کے قابل نہیں رب تعالٰی فرماتا ہے، الا من اتی اللہ بقلب سلیم ۔

أَمَانَةٍ وَصِدْقُ حَدِيثٍ وَحُسْنُ خَلِيقَةٍ وَعِفَّةٌ فِي طُعْمَةٍ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ. وَعَنْ مَالِكٍ قَالَ بَلَغَنِي أَنَّهُ قِيلَ لِلُقْمَانَ الْحَكِيمِ مَا بَلَغَ بِكَ مَا نَرَى يَعْنِي الْفَضْلَ قَالَ صِدْقُ الْحَدِيثِ وَأَدَاءُ الْأَمَانَةِ وَتَرْكُ مَا لَا يَعْنِينِي رَوَاهُ فِي الْمُوَطَّأِ. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَجِيءُ الْأَعْمَالُ فَتَجِيءُ الصَّلٰوةُ فَتَقُولُ يَا رَبِّ أَنَا الصَّلٰوةُ

رہے[1] امانت کی حفاظت، بات کی سچائی، اچھی عادت، کھانے میں پاکدامنی[2] (احمد، بیہقی، شعب الایمان) روایت ہے حضرت مالک سے فرماتے ہیں مجھے خبر پہنچی ہے کہ لقمان حکیم سے پوچھا گیا کہ اس بزرگی تک آپ کو کس چیز نے پہنچایا جو ہم دیکھ رہے ہیں، فرمایا کہ بات کی سچائی، اور امانت کی ادائیگی، اور بیکار باتوں کو چھوڑ دینے سے[4] (موطا) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اعمال آئیں گے[5] تو نماز آئے گی، کہے گی یارب میں نماز ہوں

[1] یعنی اگر یہ چار نعمتیں تجھے خدا عطا فرمادے مگر دنیا تیرے پاس زیادہ نہ ہو تو تو پرواہ نہ کر، کہ وہ نعمتیں دنیا ومافیہا سے افضل ہیں، بلکہ دنیا کی زیادتی کبھی ان نعمتوں کو نقصان بھی دیتی ہے لہذا اس صورت میں دنیا کی کمی ہی اچھی ہے۔ [2] جسے یہ توفیق مل جائے ان شاء اللہ تعالٰی وہ دنیا میں کسی کا محتاج نہیں رہتا، اچھی عادت والا ان شاء اللہ بہت عزت پاتا ہے، جو اپنے حلق کو حرام کمائی سے اور زبان کو حرام بات سے محفوظ رکھے، ان شاء اللہ تعالٰی وہ بندہ مقبول الدعا ہوتا ہے، جو رب تعالٰی سے مانگتا ہے پالیتا ہے، تجربہ ہے، اللہ تعالٰی نصیب کرے صدق مقال، اکل حلال، عبادات کی اصل ہے۔ [3] یعنی دینی اور دنیاوی فضائل تمہیں کن اچھے اعمال کی بدولت نصیب ہوئے، اللہ تعالٰی کو آپ کی کون سی ادا پسند آگئی جس سے آپ کے یہ مرتبے مل گئے خیال رہے کہ نبوت تو خاص عطاء ربانی ہے یہ کسی عمل کا نتیجہ نہیں، مگر ولایت قرب الٰہی کسبی بھی ہوتی ہے کہ کبھی اچھے اعمال سے ملتی ہے کبھی محض وہبی عطاء ربانی، اگر حضرت لقمان نبی ہیں، تو یہ سوال نبوت سے متعلق نہیں، دیگر مراتب سے متعلق ہے، اور اگر آپ نبی نہیں تب تو کوئی سوال ہی نہیں۔ [4] جو چیز ہم کو دین یا دنیا میں نفع نہ دے اس کے پیچھے نہ پڑو، اس کی تحقیقات نہ کرو، یہ بہت سی آفتوں، بہت سے گناہوں سے انسان کو بچا لیتا ہے، بہترین عمل ہے، مثل مشہور ہے کہ جس گاؤں جانا نہ ہو اس کے راستہ کی تحقیق کرنا بیکار ہے۔ [5] یعنی قیامت کے دن انسان کے نیک و بد اعمال اس کے ساتھ بارگاہ الٰہی میں پیش ہوں گے، نیک اعمال تو شفاعت کرنے کے لیے اور برے اعمال شکایت کرنے، اور اس کے خلاف گواہی دینے کے لیے، وہاں اعمال کا جسم بھی ہوگا

فَيَقُوْلُ إِنَّكِ عَلٰى خَيْرٍ فَتَجِيْءُ الصَّدَقَةُ فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ أَنَا الصَّدَقَةُ فَيَقُوْلُ إِنَّكَ عَلٰى خَيْرٍ ثُمَّ يَجِيْءُ الصِّيَامُ فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ أَنَا الصِّيَامُ فَيَقُوْلُ إِنَّكَ عَلٰى خَيْرٍ ثُمَّ يَجِيْءُ الْأَعْمَالُ عَلٰى ذٰلِكَ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى إِنَّكَ عَلٰى خَيْرٍ ثُمَّ يَجِيْءُ الْإِسْلَامُ فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ أَنْتَ السَّلَامُ وَأَنَا الْإِسْلَامُ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى إِنَّكَ عَلٰى خَيْرٍ بِكَ الْيَوْمَ آخُذُ وَبِكَ أُعْطِيْ

فرمائے گا تو خیر پر ہے، پھر صدقہ آئے گا کہے گا یا رب میں صدقہ ہوں، فرمائے گا تو بھی خیر پر ہے، پھر روزے آئیں گے، عرض کریں گے یا رب ہم روزے ہیں۱؎ تو فرمائے گا، تم خیر پر ہو، پھر باقی نیک اعمال بھی اسی طرح آئیں گے۲؎ رب تعالٰی فرمائے گا، کہ تم خیر پر ہو۳؎ پھر اسلام آئے گا۴؎ تو عرض کریگا، یا رب تو سلام ہے۵؎ اور میں اسلام ہوں۶؎ تو رب تعالٰی فرمائیگا کہ تو بھلائی پر ہے، آج تیری وجہ سے میں پکڑوں گا، اور تیرے ذریعہ

اور شکل بھی، یہ بات کریں گے بھی، اور سنیں گے بھی۔

۱؎ ان اعمال کا یہ عرض کرنے اپنے عاملین کی شفاعت کی تمہید ہے، عرض کریں گے خدایا تو نے قرآن مجید میں تیرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تعلیمات میں ہمارے بڑے فضائل بیان فرمائے ہیں، فلاں فلاں بندہ ہمارا پابند تھا اسے بخش دے ۲؎ حج، عمرہ، جہاد، طلب علم، اچھے اخلاق وغیرہ سب ہی بارگاہ الٰہی میں پیش ہونگے، اور یہ ہی عرض کریں گے اسی ترتیب آگے پیچھے۔ ۳؎ یعنی اے نیک عملو، تم بھی خیر ہو، تمہارے عاملین بھی خیر۔ ۴؎ ظاہر یہ ہے کہ یہاں اسلام سے مراد دین محمدی ہے، یعنی اصطلاحی اسلام ممکن ہے کہ سارے ہی سچے عقیدے مراد ہوں، تب تمام انبیاء کرام کے دین اس میں داخل ہیں۔ ۵؎ اسلام پہلے حمد الٰہی کرے گا، شفاعت کی تمہید کے لئے جیسے ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت کے لئے اولاً سجدہ اور سجدہ میں حمد الٰہی کریں گے، اسلام کے معنی سلامت رکھنے والا، یعنی مولا تو اپنے بندوں کو سلامتی وامن بخشنے والا ہے۔ ۶؎ یعنی میرا کام ہے تیرے بندوں کو تیرے حضور سجدہ کرادینا، تیرا مطیع بنا دینا، اسلام کے معنی سر بسجود ہونا، مطیع وفرمانبردار بننا، رب تعالٰی فرماتا ہے "فَلَمَّا اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ" مطلب یہ ہے کہ تیرا کام ہے بندوں کو امان دینا، میرا کام ہے تیرے بندوں کو تیری امان میں لانا، سبحان اللہ کیسی پاکیزہ سفارش وشفاعت ہے، خیر الکلام ما قل ودل، اچھا کلام وہ ہے جو مختصر ہو، مگر جامع ہو۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی فِیْ کِتَابِهٖ وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ
مِنْهُ وَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِیْنَ. وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ کَانَ لَنَا
سِتْرٌ فِیْهِ تَمَاثِیْلُ طَیْرٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ
یَا عَائِشَةُ حَوِّلِیْهِ فَاِنِّیْ اِذَا رَاَیْتُهٗ ذَکَرْتُ الدُّنْیَا. وَعَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ
الْاَنْصَارِیِّ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عِظْنِیْ

سے دُور ہوگا ۱ اللہ تعالٰی نے اپنی کتاب میں فرمایا کہ جو کوئی اسلام کے سوا کوئی دین تلاش کریگا اُس سے ہرگز قبول نہ کیا جاوے گا، اور وہ آخرت میں نقصان والوں سے ہے ۲ روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ ہمارا ایک پردہ تھا جس میں چڑیوں کی تصویریں تھیں ۳ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ ہٹا دو اسے ۴ کہ جب میں اسے دیکھتا ہوں، تو مجھے دنیا یاد آتی ہے ۵ روایت ہے حضرت ابوایوب انصاری سے فرماتے ہیں، کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، عرض کیا کہ مجھے نصیحت فرماؤ

۱ یہ ہے رب تعالٰی کی طرف سے قبول شفاعت، یعنی میری پکڑ اور میری معافی صرف تیرے ذریعہ سے ہے، جو تیرا ہے وہ میرا ہے، جو تیرا نہیں وہ میرا نہیں، مدارِ نجات صرف تو ہے، تیرے بغیر کوئی عبادت قبول نہیں، تیرے ہوتے ہوئے کوئی دائمی دوزخی نہیں۔ ۲ یہ آیت کریمہ اس فرمان عالی کی تائید ہے، کہ بغیر اسلام کے کوئی عمل قبول نہیں، اس آیت کریمہ میں اشارتًا فرمایا گیا کہ جو اسلام پر فوت ہوا، اگرچہ کیسا ہی گنہگار ہو، مگر وہ خسارہ والوں سے نہیں، اسکی بخشش یقینی ہے، خواہ اوّل سے معافی ہو کر یا کچھ سزا پاکر ہو، دائمی دوزخ صرف کفار کے لئے ہے (مرقات) لہذا انسان کوشش بھی کرے، اور دعا بھی، کہ موت اسلام پر آئے ۳ یا تو اس وقت تک تصویر حرام نہ ہوئی تھی، یا وہ تصویریں بہت چھوٹی تھیں، جو دُور سے نظر نہ آتی تھیں، اس لئے ہٹائی نہ گئیں، لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں، کہ جاندار کی تصویر رکھنا تو حرام ہے، پھر حضرت عائشہ صدیقہ کے پردہ میں کیوں تھیں۔ ۴ یعنی اس جگہ سے منتقل کردو، ہمارے سامنے نہ رکھو، اور جگہ رکھو، ہٹادو نہ فرمایا مٹادو اس وجہ سے جو ابھی عرض کی گئی کہ یا تو اُس وقت تصویریں حرام نہ ہوئی تھیں، یا بہت چھوٹی تھیں، ایسی چھوٹی تصویریں اب بھی جائز ہیں (لمعات) ۵ یعنی ایسے نقشیں پردے امیروں کے ہاں ہوتے ہیں جس سے اُن کی امیری ظاہر ہوتی ہے، یہ پردہ دیکھ کر ہم کو دولتمندی یاد آتی ہے اس لئے یہ میرے سامنے سے ہٹا دیا جاوے، رب تعالٰی فرماتا ہے ولا تمدن عینیک الی ما متعنا بہ ازواجا منهم زهرة الدنیا۔ یہ فرمان عالی اس آیت کریمہ پر عمل ہے ۶

وَاَوْجِزْ فَقَالَ اِذَا قُمْتَ فِیْ صَلٰوتِكَ فَصَلِّ صَلٰوةَ مُوَدِّعٍ وَلَا تَكَلَّمْ بِكَلَامٍ تَعْتَذِرُ مِنْهُ غَدًا وَاَجْمِعِ الْاِيَاسَ مِمَّا فِیْ اَيْدِی النَّاسِ رَوَاهُ

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ لَمَّا بَعَثَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْيَمَنِ خَرَجَ مَعَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْصِيْهِ وَمُعَاذٌ رَاكِبٌ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِیْ تَحْتَ

اور مختصر فرماؤ [۱] تو فرمایا کہ جب تم اپنی نماز میں کھڑے ہو تو رخصت ہونے والے کی سی پڑھو [۲] اور کوئی ایسی بات نہ کرو جس سے کل معافی چاہو [۳] اور لوگوں کے قبضے کی چیزوں سے پورے مایوس ہو جاؤ [۴]

روایت ہے حضرت معاذ ابن جبل سے، فرمایا جب انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کی طرف بھیجا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے ساتھ تشریف لے گئے [۵] آپ انہیں وصیت فرما رہے تھے اور جناب معاذ سوار تھے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدل چل رہے تھے [۶]

[۱] خلاصہ یہ کہ ہمارے گھر میں تکلف شان کی چیزیں نہ رہیں۔ [۲] مقصد یہ ہے کہ بہت سی باتیں نہ تو مجھے یاد رہیں گی نہ میں اُن سب پر عمل کرسکوں گا، اس لئے ایک دو باتیں ایسی بتائیں جن سے میرے دونوں جہان درست ہو جاویں۔ [۳] یعنی ہر نماز یہ سمجھ کر پڑھو کہ شاید یہ میری آخری نماز ہو اگلی نماز کا وقت آنے سے پہلے مجھے موت آجائے ظاہر ہے کہ ایسی نماز اچھی طرح دل لگا کر ہی پڑھی جائے گی، اس میں جواز اور قبول کی شرطیں خوب جمع ہوں گی یا اس کا مطلب یہ ہے کہ ماسوی اللہ کو چھوڑ کر اور سب سے وداع ہو کر صرف اللہ کی طرف دل لگا کر نماز پڑھو۔ [۴] بہت ہی جامع نصیحت ہے یعنی اکثر خاموش رہو اگر بات کرنی پڑے تو اچھی بات کرو، کسی کے دل دکھانے والی بات نہ کرو کہ پھر اس سے معافی مانگنی پڑے، خاموش رہنا صدہا گناہوں سے بچا لیتا ہے، یا یہ مطلب ہے کہ گناہ کی بات نہ بولو جس سے توبہ کرنی پڑے (اشعہ)

[۵] یعنی کسی کے مال کی امید و لالچ نہ رکھو، تمہارا دل غنی رہیگا، تمہیں کسی کی خوشامد نہ کرنا پڑے گی۔

[۵] حضرت معاذ کو یمن کا حاکم اعلیٰ بنا کر بھیجا، تو حسب معمول انہیں پہنچانے کیلئے ثنیۃ الوداع تک تشریف لے گئے، اس طرح کہ حضرت معاذ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے سوار تھے، اور حضور انور پیدل تھے۔

[۶] سنت یہی ہے کہ جس کو وداع کرو، اُسے کچھ دور پہنچانے کے لئے ساتھ پیدل جاؤ۔ میں نے اس جگہ کی زیارت کی ہے جہاں تک حضور پہنچایا کرتے تھے، اس عمل شریف میں اپنے مقرر کردہ حکام کا احترام فرمانا ہے۔

رَاحِلَتِهٖ فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ يَا مُعَاذُ اِنَّكَ عَسٰى اَنْ لَّا تَلْقَانِيْ بَعْدَ عَامِيْ هٰذَا وَلَعَلَّكَ اَنْ تَمُرَّ بِمَسْجِدِيْ هٰذَا وَقَبْرِيْ فَبَكٰى مُعَاذٌ جَشَعًا لِفِرَاقِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ الْتَفَتَ فَاَقْبَلَ بِوَجْهِهٖ نَحْوَ الْمَدِيْنَةِ فَقَالَ اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِيَ الْمُتَّقُوْنَ مَنْ كَانُوْا وَحَيْثُ كَانُوْا رَوَى الْاَحَادِيْثَ الْاَرْبَعَةَ اَحْمَدُ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ

ان کے کجاوہ کے نیچے، تو جب فارغ ہوئے، فرمایا اے معاذ! ممکن ہے کہ تم اس سال کے بعد مجھے نہ ملو غالبًا ۱ تم اب میری مسجد اور میری قبر پر گزرو ۲ تو جناب معاذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی سے گھبراہٹ رونے لگے ۳ پھر حضور واپس ہوئے تو اپنا چہرہ پاک مدینہ کی طرف کیا ۴ پھر فرمایا کہ لوگوں میں مجھ سے قریب تر لوگ پرہیزگار ہیں جہاں بھی ہوں ۵۔ ان چاروں حدیثوں کو احمد نے روایت کیا۔ روایت ہے حضرت ابن مسعود سے

۱ یہاں لعل شک کیلئے نہیں، بلکہ یقین کے لئے ہے جیسے رب تعالٰی فرماتا ہے "لعل اللہ یحدث بعد ذلک امرًا" یا فرماتا ہے "لعلکم تفلحون"۔ ۲ وقبری میں واو بمعنی مع ہے یعنی میری قبر پر آؤ گے جو اسی مسجد میں ہوگی (مرقاۃ) اس فرمان عالی میں پانچ غیبی خبریں ہیں، ایک یہ کہ ہم عنقریب وفات پا جائیں گے، دوسرے یہ کہ ہماری وفات مدینہ منورہ میں ہوگی، تیسرے یہ کہ ہماری قبر انور مسجد نبوی شریف میں ہوگی، چوتھے یہ کہ حضرت معاذ ہماری زندگی میں وفات نہ پائیں گے بلکہ ہمارے بعد، پانچویں یہ کہ جناب معاذ ہماری قبر پر زیارت کرنے آئیں گے، یہ پانچوں باتیں علوم خمسہ سے ہیں، یہ ہے ہمارے نبی کا علم۔ ۳ یہ خیال کرکے روئے کہ میں حضور انور سے اب ہمیشہ کیلئے الوداع ہو رہا ہوں، کیا مدینہ منورہ سے چلتے وقت جو حالت حجاج کی ہوتی ہے وہ بیان نہیں ہوسکتی، شعر:

بدن سے جان نکلتی ہے آہ سینہ سے ٭ ترے فدائی نکلتے ہیں جب مدینہ سے ٭

سب روضہ اچھا، زائر اچھے اچھی راتیں اچھے دن ٭ سب کچھ اچھا، ایک رخصت کی گھڑی اچھی نہیں

حضرت معاذ آج مدینہ والے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمیشہ کیلئے الوداع ہو رہے ہیں۔ ۴ یعنی یمن آگے روانہ ہوا، حضور انور واپس مدینہ پاک کی طرف پھرے تو بلند آواز سے یہ فرمایا جو یمن نے بھی اپنے کانوں سے سن لیا، کیونکہ حضور نے ان ہی کی تسلی کیلئے تو یہ فرمایا تھا۔ ۵ اس فرمان عالی کے چند مقصد ہو سکتے ہیں، ایک یہ کہ اے معاذ تم اس ظاہری فراق سے غم نہ کرو۔ تقوٰی اور پرہیزگاری اختیار کرو تو جہاں بھی ہوگے میرے پاس مجھ سے قریب ہی رہوگے، دوسرے یہ کہ تاقیامت مسلمان تقوٰی پرہیزگاری کے ذریعہ مجھ سے قریب ہو سکیں گے، زبان، وطن، قومیت ہم سے قریب کرنے کیلئے کافی نہیں، قرآن کے پاس اطاعت کے قدم سے آؤ اور حضور کے

قَالَ تَلَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَمَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ اَنْ یَّھْدِیَہٗ یَشْرَحْ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ النُّوْرَ اِذَا دَخَلَ الصَّدْرَ انْفَسَحَ فَقِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ھَلْ لِتِلْکَ مِنْ عَلَمٍ یُّعْرَفُ بِہٖ قَالَ نَعَمْ اَلتَّجَافِیْ مِنْ دَارِ الْغُرُوْرِ وَالْاِنَابَۃُ اِلٰی دَارِ الْخُلُوْدِ وَالْاِسْتِعْدَادُ لِلْمَوْتِ قَبْلَ نُزُوْلِہٖ

فرماتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت کی، کہ اللہ تعالیٰ جس کی ہدایت کا ارادہ کرتا ہے، اُس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے ۱ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ نور جب سینہ میں داخل ہوتا ہے، تو سینہ کھل جاتا ہے ۲ تو عرض کیا گیا، یارسول اللہ کیا اس کی کوئی نشانی ہے جس سے یہ نور پہچانا جاوے، فرمایا ہاں، دھوکہ کی جگہ سے دُور رہنا، دائمی گھر کی طرف رجوع کرنا ۳ اور موت آنے سے پہلے اُس کی تیاری کرنا ۴

"پاس ارادت کے قدم سے پہنچو، ہم صرف مدینہ میں ہی نہیں رہتے ہم تو عاشقوں کے سینہ میں رہتے ہیں۔ تیسرے یہ کہ میرے متصل جو خلیفہ بنیں گے حضرت ابوبکر صدیق وہ مجھ سے بہت ہی قریب ہوں گے۔ تم ان کو دیکھ لیا کرنا، ان کے رخسار میں میرا جمال دیکھو گے (اشعہ و مرقات) بعض حضور کے قرابت دار مکہ میں رہ کر حضور سے دور رہے جیسے ابولہب۔ بعض دور رہ کر حضور سے قریب رہے جیسے حضرت اویس قرنی۔ خیال رہے کہ تقویٰ بہت قسم کا ہے جیسا تقویٰ ویسا حضور انور سے قرب۔ تقویٰ کے درجات اس کے اقسام و علامات، ہماری تفسیر نعیمی ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ کی تفسیر میں دیکھو۔

۱ اس آیت کریمہ میں ہدایت سے مراد ہدایت خاص ہے جس کے ساتھ توفیق خیر مل جاتی ہے۔ ہدایت عام تو رب تعالیٰ نے ساری خلق کو فرمائی۔ اس ہدایت عامہ کیلئے نبی سارے انسانوں کے لئے بھیجے ۲ اور جب مومن کا سینہ کھل جاتا ہے تو عرش و کرسی لوح و قلم زمین و آسمان تمام سے زیادہ وسیع ہو جاتا ہے۔ حدیث قدسی میں ہے کہ میں نہ زمین میں سماتا ہوں نہ آسمان میں، میں تو مومن کے سینہ میں سماتا ہوں، یہ ایسی نورانی مومن کا سینہ ہے ۳ یعنی اس نورِ قلبی کی تین علامتیں ہیں، ایک تو دنیا سے دل نہ لگانا دوسرے آخرت سے دل لگانا۔ دنیا کو دار الغرور اس لئے فرمایا کہ اس کا دکھلاوا بہت ہے حقیقت کچھ نہیں، جیسے سراب کہ دور سے پانی معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت میں ریت ہوتی ہے یا جیسے پانی کا بلبلا کہ دیکھنے میں بہت ابھرا ہوا اندر کچھ نہیں۔ دنیا سے بادشاہوں، وزیروں، امیروں نے دھوکہ کھایا کہ بہت کچھ جمع کیا۔ بہت محنت بڑی مشقت سے جمع کیا مگر ایک سانس اٹکی آگئی، آن کی آن میں سب کچھ چھوڑا، اور خالی ہاتھ چلے گئے۔ یہ ہے دنیا کا دھوکا ـــ خیال رہے کہ حضرت

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ وَاَبِیْ خَلَّادٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا رَاَیْتُمُ الْعَبْدَ یُعْطٰی زُهْدًا فِی الدُّنْیَا وَقِلَّةَ مَنْطِقٍ فَاقْتَرِبُوْا مِنْهُ فَاِنَّهٗ یُلَقَّی الْحِکْمَةَ رَوَاهُمَا الْبَیْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ ۔

بَابُ فَضْلِ الْفُقَرَآءِ وَمَا کَانَ مِنْ عَیْشِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

روایت ہے حضرت ابوہریرہ اور ابوخلاد سے[۲] کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم کسی بندے کو دیکھو کہ اُسے دنیا سے بے رغبتی اور کم بولنے کی نعمتیں دی گئی ہیں[۳] تو اُن سے قرب حاصل کرو کیونکہ اُسے حکمت دی جاتی ہے[۴] (بیہقی شعب الایمان) فقیروں کی بزرگی کا بیان[۵] نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی شریف کیسی تھی۔[۶]

سلیمان علیہ السلام کی دنیا انہیں دھوکا نہ دے سکی کہ اُن کی دنیا آخرت کی کھیتی تھی کہ اس سے انہوں نے رب کو راضی کر لیا اُن کے لئے دار الغرور نہیں بلکہ دار السرور تھی کہ وہ شاد شاد آئے شاد شاد رہے شاد شاد چلے گئے۔

۱ یعنی موت یا کہ علامات موت سے پہلے گناہوں سے توبہ نیک اعمال کا توشہ جمع کر لیتے ہیں ریل آنے سے پہلے سامان تیار رکھتے ہیں موت یار کے پاس لے جانے والی ریل ہے اس کی آمد سے پہلے سامان تیار کرلو آنے پر کچھ نہ ہوسکے گا۔

۲ ابوخلاد کے نام میں اختلاف ہے بعض نے فرمایا کہ ان کا نام عبدالرحمٰن ہے (مرقات) حق یہ ہے کہ ابوخلاد صحابی ہیں۔

۳ یعنی وہ دنیاوی باتیں کم کرتا ہے ذکر اللہ درود شریف تسبیح وغیرہ اس میں داخل نہیں کہ خدا کرے ان سے زبان ہر وقت تر رہے۔

(۴) حکمت سے مراد علم باعمل ہے بعض نے فرمایا شریعت و طریقت کا اجتماع حکمت ہے حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص چالیس دن اخلاص اختیار کرے تو اس کی زبان سے حکمت کے چشمے جاری ہوتے ہیں ان کی صحبت اکسیر ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے کونوا مع الصادقین حقیقت میں ایسا مسلمان نائب پیغمبر وارث رسول ہے (مرقات)۔

۵ فقر کے معنی ہیں خالی ہونا فقیر وہ جو مال سے خالی ہو شریعت میں فقیر وہ ہے جس کے پاس مال کم ہو طریقت میں فقیر وہ ہے جس کا دل تکبر سے خالی ہو اس میں تواضع انکسار مساکین سے محبت ہو فقر مع صبر اللہ کی رحمت ہے اس کی بہت تعریفیں آئی ہیں یا وہ فقر مع صبر یعنی بے صبری والا فقر اللہ کا عذاب ہے اس کے متعلق ارشاد ہوا کہ کبھی فقر کفر بن جاتا ہے اس باب میں پہلی قسم کے فقر کی تعریفیں ہوں گی جو مع صبر ہو۔

۶ سبحان اللہ ان دونوں مضمونوں کا اجتماع بڑا ہی پیارا ہے فقر محمدی مسلمان کا طرۂ امتیاز ہے شعر

سروری در دین ما خدمت گری است
عدل فاروقی و فقر حیدری است

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ۔ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُبَّ اَشْعَثَ مَدْفُوْعٍ بِالْاَبْوَابِ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ وَعَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ رَاٰى سَعْدٌ اَنَّ لَهٗ فَضْلًا عَلٰى مَنْ

فصل پہلی۔ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے، فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے پراگندہ بال دروازوں سے نکالے ہوئے ۱ اگر اللہ پر قسم کھالیں، تو اللہ انہیں بری کرے ۲ (مسلم) روایت ہے حضرت مصعب ابن سعد سے ۳ فرماتے ہیں کہ حضرت سعد نے سمجھا کہ انہیں اپنے سے نیچوں پر

حق یہ ہے کہ فقیر صابر افضل ہے، امیر شاکر سے قرآن کریم نے فرمایا کہ اگر تم شکر کروگے تو تمہیں اور زیادہ نعمتیں دیں گے اور صبر کے متعلق فرمایا اللہ صابروں کے ساتھ ہے کسی نے حضور غوث الثقلین شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی سے پوچھا کہ فقیر صابر افضل ہے یا امیر شاکر فرمایا ان دونوں سے فقیر شاکر افضل ہے یعنی فقیری بلا نہیں تاکہ اس پر صبر کرو بلکہ اللہ تعالٰی کی نعمت ہے اس پر شکر کرو۔ احناف کے نزدیک فقیر وہ ہے جس کے پاس نصاب سے کم مال ہو اور مسکین وہ جس کے پاس بالکل مال نہ ہو شوافع کے ہاں اس کے برعکس ہے (اشعہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فقر اختیاری تھا اگر آپ چاہتے تو آپ کے ساتھ سونے کے پہاڑ رہتے (حدیث شریف)

۱ اس فرمان عالی کا مطلب یہ نہیں کہ وہ دنیا داروں کے دروازوں پر جاتے ہیں وہاں سے نکالے جاتے ہیں، وہ تو رب کے دروازے کے سوا کسی کے دروازے پر نہیں جاتے بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان کی حقیقت سے دنیا غافل ہے اگر وہ کسی کے پاس جاتے تو وہ ان سے ملنا گوارہ نہ کرتا رب نے انہیں دنیا داروں سے ایسا چھپایا ہوا ہے جیسے لعل پہاڑ میں یا موتی سمندر میں تاکہ لوگ ان کا وقت ضائع نہ کریں۔

۲ اس فرمان عالی کے دو مطلب ہوسکتے ہیں ایک یہ کہ وہ بندہ اگر اللہ تعالٰی کو قسم دے کر کوئی چیز مانگے کہ خدایا تجھے قسم ہے اپنی عزت و جلال کی یہ کردے تو رب تعالٰی ضرور کردے یہ ہے بندہ کی ضد اپنے رب پر دوسرے یہ کہ اگر وہ بندہ خدا کے کام پر قسم کھا کر لوگوں کو خبر دے دے تو خدا اس کی قسم پوری کردے مثلًا وہ کہہ دے کہ خدا کی قسم تیرے بیٹا ہوگا یا رب کی قسم آج بارش ہوگی تو رب تعالٰی ان کی زبان سچی کرنے کیلئے یہ کردے بعض لوگ بزرگوں کی زبان سے کچھ کہلواتے ہیں، حضور کہہ دو کہ تیرے بیٹا ہوگا کہہ دو کہ تو مقدمہ میں کامیاب ہوگا اس عمل کا ماخذ یہ حدیث ہے (از اشعۃ اللمعات) حضرت غوث بہاء الحق ملتانی اور بڑھیا عورت کا واقعہ اس کا ثبوت ہے کہ عورت نے کہا بہاء الحق واپس آجاؤ اللہ کی قسم آج بارش ہوجائے گی میں بارش کرادوں گی حضرت یوسف علیہ السلام اور موسٰی علیہ السلام کی سیلف زبانی تو قرآن کریم میں مذکور ہے اس کی تحقیق ہماری کتاب فہرست القرآن میں دیکھو ۳ آپ مصعب ابن سعد ابن ابی وقاص ہیں تابعی ہیں اپنے والد اور حضرت علی ابن عمر طلحہ سے ملاقات ہے رضی اللہ عنہم ۱۰۳ھ ایک سو تین میں وفات ہوئی (اشعہ مرقات)

دُوْنَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ تُنْصَرُوْنَ وَتُرْزَقُوْنَ إِلَّا بِضُعَفَائِكُمْ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۞ وَعَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُمْتُ عَلٰى بَابِ الْجَنَّةِ فَكَانَ عَامَّةُ مَنْ دَخَلَهَا الْمَسَاكِيْنَ وَأَصْحَابُ الْجَدِّ مَحْبُوْسُوْنَ غَيْرَ أَنَّ أَصْحَابَ النَّارِ قَدْ أُمِرَ بِهِمْ

بزرگی ہے[1] تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ اپنے کمزوروں کی برکت سے ہی مدد دیئے جاتے ہو اور روزی دیئے جاتے ہو[2] (بخاری) روایت ہے حضرت اسامہ ابن زید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم جنت کے دروازے پر کھڑے ہوئے[3] تو وہاں داخل ہونے والے عموماً مسکین لوگ تھے اور مالدار روکے ہوئے تھے سوائے اس کے کہ آگ والوں کو آگ کی طرف جانے کا حکم دیدیا گیا تھا[4]

1 حضرت سعد ابن ابی وقاص مالدار بھی تھے اور بڑے سخی بہادر بھی ایک بار آپ کے دل میں خیال آیا کہ میں فلاں فقیر مہاجر صحابی سے افضل ہوں آپ نے منہ سے کچھ نہ کہا تھا تب حضور انور نے یہ فرمایا اللہ تعالٰی نے حضور کو دلوں کے خطرات پر مطلع فرمایا ہے آپ کا یہ خیال بطور شکر ہوگا نہ کہ بطور فخر مگر چونکہ یہ تصور کہ میں بہادری اور سخاوت میں فلاں سے افضل ہوں آپ کی شان کے لائق نہ تھا اس لیے یہ ارشاد ہوا۔

2 یعنی اے سعد تمہاری سخاوت تو دولت سے ہے اور شجاعت طاقت و قوت سے مگر دولت، قوت، فتح فقراء کی برکت سے وہ تم حضرات کے لیے وسیلۂ عظمٰی ہیں اس سے توسل ثابت ہوا ایسا ہی مرقات میں فرمایا کہ فقراء مسلمین بندوں کے لئے قطب اور اوتار ہیں جیسے خیمہ میخوں اور قطب چوب سے قائم ہے ایسے ہی دنیا ان لوگوں سے قائم ہے۔ فقراء کی برکت سے بندوں کو رزق ملتا ہے ان کے طفیل بارشیں ہوتی ہیں غرضیکہ اللہ تعالٰی کی نعمتیں ملنے کا ذریعہ یہ لوگ ہیں (مرقات)

3 حضور کا یہ قیام یا تو جسمانی معراج کی رات تھا یا خواب کی معراج میں یا کشف و الہام میں (مرقات)

4 خلاصہ یہ ہے کہ مالدار لوگ دو قسم کے ہیں ایک جنتی دوسرے دوزخی جو مالدار دوزخی ہیں وہ تو دوزخ میں ٹھہرائے گئے جیسے قارون فرعون ابوجہل وغیرہ جو جنتی ہیں وہ حساب کے لئے روکے ہوئے ہیں سب سے فقراء مسلمان وہ جنت میں بھیج دیئے گئے خیال رہے کہ مالدار جنتیوں سے مراد وہ مالدار ہیں جن کا حساب ہونا ہے جن کا حساب ہی نہیں لیا جاوے وہ جنت میں فوراً بھیج دیئے گئے جیسے حضرت سلیمان علیہ السلام اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم یہ بھی خیال رہے کہ یہ چالیس سال۔ مالداروں سے حساب میں صرف نہ ہوں گے رب تعالٰی سارے جہان کا حساب بہت تھوڑی دیر میں لے لے گا پھر ایک مالدار کے حساب میں چالیس سال کیسے خرچ ہوں گے بلکہ ان مالداروں کو حساب کے انتظار میں رکا رہنا پڑے گا جیسے مقدمہ کی تاریخ پر فریقین شام تک انتظار کرتے ہیں کہ کب بلاوا ہو۔

إِلَى النَّارِ وَقُمْتُ عَلَى بَابِ النَّارِ فَإِذَا عَامَّةُ مَنْ دَخَلَهَا النِّسَاءُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ
وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اطَّلَعْتُ
فِي الْجَنَّةِ فَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا الْفُقَرَاءَ وَاطَّلَعْتُ فِي النَّارِ فَرَأَيْتُ
أَكْثَرَ أَهْلِهَا النِّسَاءَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ فُقَرَاءَ الْمُهَاجِرِينَ يَسْبِقُونَ

اور میں آگ کے دروازے پر کھڑا ہوا، تو وہاں عام داخل ہونے والی عورتیں تھیں ۱ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابن عباس سے، فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں نے جنت میں جھانکا ۲ تو وہاں کے عام باشندے فقیر لوگ دیکھے ۳ اور میں نے دوزخ میں جھانکا، تو وہاں کے اکثر باشندے عورتیں دیکھیں ۴ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے، فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ فقراء مہاجرین ۵ قیامت کے دن

۱ کیونکہ عورتیں زیادہ تر دنیا کی طرف مائل ہوتی ہیں۔ اور اپنے خاوندوں بلکہ گھر بھر کو نیکیوں سے روک دیتی ہیں خیال ہے کہ یہ واقعات بعد قیامت ہونگے۔ مگر حضور انور کی نظر انہیں اس وقت دیکھ رہی ہے کیونکہ پیغمبر کی نظر غائب چیز کو دیکھ لیتی ہے

۲ یہ واقعہ جسمانی معراج کا نہیں کہ اس شب تو حضور انور جنت میں تشریف لے گئے تھے وہاں کی سیر فرمائی تھی یہ خواب کا واقعہ معلوم ہوتا ہے۔

۳ کیونکہ حضرات انبیاء کرام کی اطاعت کرنے والے اکثر فقراء ہی رہے آج بھی دیکھ لو کہ علماء، حفاظ وقت پڑھنے پر نمازی شہید اکثر غریب لوگ ہی ہوتے ہیں اب بھی مسجدیں دینی مدرسے غریبوں کے دم سے آباد ہیں امیروں کے لئے کالج، سینما، کھیل تماشے ہیں فرمان پاک بالکل درست ہے۔ ۴ اس کی وجہ ابھی بیان کردی گئی کہ عورتیں ناشکری بے صبری زیادہ کرتی ہیں عورت بگڑ کر سارے گھر کو بگاڑ دیتی ہے اور سنبھل کر سارے گھر کو سنبھال لیتی ہے بچہ کا پہلا مدرسہ ماں کی گود ہے، جنت و دوزخ کا یہ واقعہ بعد قیامت ہوگا مگر حضور کی نگاہ شریف نے اسے ملاحظہ فرمالیا ہمارے خواب و خیال سے بھی زیادہ تیز حضور کی نگاہ شریف ہے ہم خواب خیال سے اگلی آئندہ چیزیں دیکھ لیتے ہیں۔ ۵ چونکہ سارے مہاجرین فقراء بغیر حساب و عذاب جنتی ہیں۔ اس لئے یہاں مہاجرین کی قید ارشاد ہوئی یہاں مہاجرین سے مراد صحابہ مہاجرین ہیں۔ رہے دوسرے فقراء تاقیامت، ان میں کوئی دوزخی ہے کوئی جنتی اور جنتی بھی بعض اول سے جنت میں جاویں گے بعض سزا پاکر جیسے مجرم و گنہگار فقیر۔

الْاَغْنِيَاءِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِلَى الْجَنَّةِ بِاَرْبَعِيْنَ خَرِيْفًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ مَرَّ رَجُلٌ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِرَجُلٍ عِنْدَهٗ جَالِسٍ مَا رَأْيُكَ فِيْ هٰذَا فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْ اَشْرَافِ النَّاسِ هٰذَا وَاللّٰهِ حَرِيٌّ اِنْ خَطَبَ اَنْ يُّنْكَحَ وَاِنْ شَفَعَ اَنْ تُشَفَّعَ قَالَ فَسَكَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ مَرَّ رَجُلٌ

مالداروں سے چالیس سال پہلے جنت میں جائیں گے[1] (مسلم) روایت ہے حضرت سہل ابن سعد سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر گزرا تو حضور نے اس شخص سے پوچھا جو حضور کے پاس بیٹھا تھا کہ اس کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے[2] وہ بولا یہ شخص شریف لوگوں میں سے ہے[3] اللہ کی قسم اس لائق ہے کہ اگر پیغام دے تو نکاح کردیا جاوے اور اگر سفارش کرے تو قبول کرلی جاوے[4] راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے[5] پھر دوسرا آدمی گزرا، تو ان سے

[1] اگر مالداروں سے مراد مالدار صحابہ ہیں تو اس کا مطلب بھی بیان کردیا گیا کہ جن مالداروں کا حساب ہوگا ان سے پہلے فقراء جائیں گے جن کا حساب نہیں وہ اس میں داخل نہیں اور اگر عام مالدار مراد ہیں تو حدیث بالکل واضح ہے خیال رہے کہ یہ فقراء بعض امیروں سے چالیس سال پہلے اور بعض امیروں سے پانچ سو سال پہلے جنت میں جائیں گے لہذا یہ حدیث پانچ سو برس والی حدیث کے خلاف نہیں۔ خریف موسم خزاں کو کہتے ہیں جیسے ربیع موسم بہار کو کہا جاتا ہے خریف بول کر پورا سال مراد لیا جاتا ہے۔ جیسے گردن بول کر پورا جسم مراد لیتے ہیں یعنی جزء کے نام سے کل کو تعبیر کرتے ہیں[2] یہ گزرنے والا بھی امیر تھا اور جس سے یہ سوال ہوا وہ بھی امیری تھا یا امیر پرست دنیادار۔ غالب یہ ہے کہ دونوں کافر یا منافق تھے ورنہ ایک صحابی سارے جہان کے غیر صحابی مسلمان سے افضل ہیں تمام اولیاء اللہ ایک صحابی کے گرد قدم کو نہیں پہنچ سکتے

[3] شریف سے مراد مالدار ہے دنیا والے لوگ مال کو شرافت سمجھتے ہیں اور مالدار کو شریف جانتے ہیں خواہ وہ کیسا ہی بدتر ہو۔

[4] یعنی یہ شخص اپنی امیری کی وجہ سے لوگوں کی نگاہ میں عزت والا ہے کوئی اس کی بات ٹالے گا نہیں اگر رشتہ مانگے گا قبول ہوجائے گا اگر کسی کی سفارش کرے تو قبول کرلی جاوے گی عوام اہل عرب اس کا بڑا احترام کرتے ہیں یہاں عوام کا ذکر ہے نہ کہ حضرات صحابہ کا حضرات صحابہ کرام کے ہاں تقویٰ و پرہیزگاری سے عزت تھی رب تعالٰی فرماتا ہے "اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ"

[5] حضور انور کی یہ خاموشی ناراضی کی تھی جیسا کہ کلام کی روشنی سے معلوم ہو رہا ہے۔

فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا رَأْيُكَ فِيْ هٰذَا فَقَالَ
يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا رَجُلٌ مِّنْ فُقَرَآءِ الْمُسْلِمِيْنَ هٰذَا حَرِيٌّ اِنْ خَطَبَ
اَنْ لَّا يُنْكَحَ وَاِنْ شَفَعَ اَنْ لَّا يُشَفَّعَ وَاِنْ قَالَ اَنْ لَّا يُسْمَعَ لِقَوْلِهٖ
فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا خَيْرٌ مِّنْ مِلْءِ الْاَرْضِ
مِثْلَ هٰذَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ◦ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا شَبِعَ اٰلُ مُحَمَّدٍ
مِنْ خُبْزِ الشَّعِيْرِ يَوْمَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ حَتّٰى قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ اس کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ [۱] وہ بولا یا رسول اللہ یہ فقیروں مسلمانوں میں سے ہے، اس لائق ہے کہ اگر پیغام دے تو اس کا نکاح نہ کیا جائے اور اگر سفارش کرے تو سفارش قبول نہ کی جائے، اور اگر بات کرے تو سنی نہ جائے [۲] تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اس جیسے زمین بھر کے آدمیوں سے بہتر ہے [۳] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ حضور کی آل مسلسل دو دن جو کی روٹی سے سیر نہ ہوئے [۴] حتی کہ رسول اللہ

[۱] یہ گزرنے والے کوئی مسکین فقیر صحابی تھے، جیسے حضرت بلال، صہیب، عمار بن یاسر وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

[۲] کیونکہ یہ شخص غریب و مسکین ہے، غریب مسکین کی بات دنیادار نہیں سنتے، نہ سننے سے مراد یہ ہی ہے کہ دنیادار اس کی بات نہ سنیں، اس کی فقیری کی وجہ سے، ورنہ حضرات صحابہ کی بات تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور قیامت تک کے سارے مسلمان سنتے ہیں، ان کی بتائی ہوئی باتوں پر ایمان کی بنیاد ہے، اسلام و قرآن سب انہی حضرات سے پھیلا۔

[۳] یعنی جس کی تو نے تعریف کی اگر ایسے آدمیوں سے روئے زمین بھر جائے تو ان سب سے یہ آخری اکیلا آدمی افضل و اعلیٰ و اشرف ہے، کہ یہ مومن متقی صحابی ہے، اس فرمان عالی سے معلوم ہو رہا ہے کہ وہ پہلا آدمی کوئی امیر کافر تھا یا منافق تھا۔ مومن صحابی نہ تھا۔

[۴] بلکہ ایک دن روٹی ایک دن صرف کھجوریں، پانی یا فاقہ ہوتا تھا۔ حضور کا یہ فقر و فاقہ اختیاری تھا اگر چاہتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سونے کے پہاڑ ہوتے، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے، اس فقر و فاقہ کو اختیار فرمانے میں تاقیامت فقراء کو تسلی دینا مقصود تھی۔

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ وَعَنْ سَعِيْدِ نِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّهٗ مَرَّ بِقَوْمٍ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ شَاةٌ مَصْلِيَّةٌ فَدَعَوْهُ فَاَبٰى اَنْ يَّاْكُلَ وَقَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الدُّنْيَا وَلَمْ يَشْبَعْ مِنْ خُبْزِ

صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی ۱؎ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت سعید مقبری سے ۲؎ وہ حضرت ابو ہریرہ سے راوی کہ وہ ایک قوم پر گزرے جن کے سامنے بھنی بکری تھی انہوں نے آپ کو بلایا تو آپ نے کھانے سے انکار کر دیا ۳؎ اور فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے حالانکہ جو کی روٹی سے

۱؎ خیال رہے کہ فتح خیبر کے بعد حضور انور ہر زوجہ پاک کو ایک سال کی کھجوریں عطا فرما دیتے تھے کیونکہ خیبر میں باغات کثرت سے ہیں وہاں سے حضور کے حصے کی کھجوریں بہت آتی تھیں یہاں مسلسل دو دن تک روٹی سے سیر ہونے کی نفی ہے لہذا یہ حدیث اس واقعہ کے خلاف نہیں کہ وہاں کھجوروں کا عطا ثابت ہے نیز حضور کے گھر والے ایک دن خود کھاتے تھے دوسرے دن کا کھانا فقراء مساکین کو دیتے تھے بہرحال یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں حضور انور پر آخر زمانہ میں دولت کی بارش ہوگئی تھی مگر سب لوگوں پر تقسیم فرما دیتے تھے ان فتوحات سے پہلے طریقہ مبارکہ یہ تھا شعر

اور کبھی تھوڑی کھجوریں کھانا پانی پی کر پھر رہ جانا دو دو مہینے یوں ہی گزارہ صلی اللہ علیہ وسلم

۲؎ آپ کا نام سعید ہے آپ کے والد کا نام کیسان ہے کنیت ابو سعید ہے یہ دونوں باپ بیٹے تابعی ہیں چونکہ ان کا گھر قبرستان کے کنارہ تھا اس لیے انہیں مقبری کہتے ہیں سعید کی ملاقات حضرت ابو ہریرہ و عائشہ صدیقہ سے ہے آخر عمر ان کی عقل میں فتور ہوگیا تھا اس لیے آپ کی بڑھاپے کی روایات معتبر نہیں ہیں پہلے کی روایات مقبول ہیں (از اشعہ و مرقات)

۳؎ انکار کی وجہ آگے آرہی ہے اس وقت کچھ حضور کے ان حالات کا دھیان آگیا تو دل بے قرار ہوگیا۔ بھونی بکری کھانے کی طرف مائل نہ ہوا اس سے نہ کھانا کھایا دوسرے اوقات میں حضرت ابو ہریرہ نے اچھے کھانے بھی کھائے ہیں اچھے کپڑے بھی پہنے ہیں دل کے حالات مختلف ہوتے ہیں جیسا کہ ہر شخص کو تجربہ ہے۔

۴؎ یعنی مجھے اس وقت خیال یہ آگیا ہے کہ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم تو زندگی شریف میں جو کی روٹی سے مسلسل سیر نہ ہوئے اور میں بھونی بکری کھاؤں دل نہیں چاہتا ہم ابھی عرض کر چکے ہیں کہ فتح خیبر سے پہلے تو آمدنی کم ہونے کی وجہ سے یہ حالت تھی اور فتح خیبر کے بعد ترک دنیا بہت سخاوت کی وجہ سے یہ حالت رہی لہذا احادیث واضح ہے خیال رہے کہ یہاں مسلسل نہ کھانے کا ذکر ہے لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ حضور انور نے بعض مرتبہ بھی کھایا ہے مگر کبھی شاذ و نادر۔

الشَّعِيرِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۔ وَعَنْ أَنَسٍ أَنَّهُ مَشٰى إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
بِخُبْزِ شَعِيرٍ وَإِهَالَةٍ سَنِخَةٍ وَلَقَدْ رَهَنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
دِرْعًا لَهٗ بِالْمَدِينَةِ عِنْدَ يَهُودِيٍّ وَأَخَذَ مِنْهُ شَعِيرًا لِأَهْلِهٖ وَلَقَدْ سَمِعْتُهٗ
يَقُولُ مَا أَمْسٰى عِنْدَ آلِ مُحَمَّدٍ صَاعُ بُرٍّ وَلَا صَاعُ حَبٍّ وَإِنَّ عِنْدَهٗ
لَتِسْعَ نِسْوَةٍ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۔ وَعَنْ عُمَرَ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا هُوَ مُضْطَجِعٌ عَلٰى رِمَالِ حَصِيرٍ لَيْسَ بَيْنَهٗ وَ
بَيْنَهٗ فِرَاشٌ قَدْ أَثَّرَ الرِّمَالُ بِجَنْبِهٖ مُتَّكِئًا عَلٰى وِسَادَةٍ مِنْ أَدَمٍ حَشْوُهَا

(بخاری) روایت ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جَو کی روٹی اور بگھلی ہوئی چربی لے کر آئے؎۱ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں ایک زرہ اپنی ایک یہودی کے پاس گروی رکھی، اور اس سے اپنے گھر والوں کے لئے جَو لئے؎۲ میں نے حضور علیہ السلام کو فرماتے سُنا کہ حضور محمد مصطفےٰ کے گھر والوں کے پاس ایک صاع گندم نہ ایک صاع دانہ نے شام کی، حالانکہ آپ کے پاس نو بیویاں تھیں؎۳ (بخاری) روایت ہے حضرت عمر سے فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ تنکوں والی چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے؎۴ آپ کے اور اس چٹائی کے درمیان کوئی بستر نہ تھا؎۵ اور تنکے آپ کی کروٹ میں اثر کر گئے تھے چمڑے کے تکیے پر ٹیک لگائے جس کا بھراؤ کھجور کی چھال سے تھا؎۶

؎۱ اہالہ بگھلائی ہوئی چربی، اور سنخہ پرانی چربی، جس میں پرانی ہونے کی وجہ سے بُو پیدا ہو گئی ہو، معلوم ہوا کہ ایسی چربی حلال ہے کہ یہ مضر صحت نہیں ہوتی، مگر سڑا بُسا کھانا صحت کے لئے بہت مضر ہے، اس لئے اس کا کھانا جائز نہیں، ؎۲ حتی کہ جب حضور انور کی وفات ہوئی، تو زرہ یہودی کے ہاں گروی رکھی ہوئی حضرت ابوبکر صدیق نے چھوڑائی۔ اس سے معلوم ہوا کہ کفار سے تجارتی لین دین، مالی معاملات جائز ہیں، اگرچہ اُن کی آمدنی حرام و حلال سے مخلوط ہو، یہود کی حرام خوری پر قرآن مجید گواہ ہے، ﴿یاکلون اموال الناس بالباطل﴾ مگر حضور انور نے اُن سے قرض لیا، کفار کے ہدیے قبول فرمائے۔
؎۳ آل محمد سے مراد حضور کی ازواج پاک ہیں، اور یہ واقعہ فتح خیبر سے پہلے کا ہے، فتح خیبر کے بعد حضور انور ہر بیوی صاحبہ کو سال بھر کا خرچ دیدیتے تھے، (لمعات واشعہ) ؎۴ حصیر چٹائی رمال کھجور کے پتوں سے بنی ہوئی، ان پتوں کو اردو میں تنکے کہتے ہیں
؎۵ یہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سادہ زندگی ؎۶ تکیہ شریفہ کا غلاف چمڑے کا تھا جس میں بجائے روئی کے کھجور کی نرم چھال یعنی درخت کھجور کا نرم گودا تھا۔

يَقُولُ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُدْعُ اللّٰهَ فَلْيُوَسِّعْ عَلٰى اُمَّتِكَ فَاِنَّ فَارِسَ وَالرُّوْمَ قَدْ وُسِّعَ عَلَيْهِمْ وَهُمْ لَا يَعْبُدُوْنَ اللّٰهَ فَقَالَ اَوَ فِيْ هٰذَا اَنْتَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ اُولٰٓئِكَ قَوْمٌ عُجِّلَتْ لَهُمْ طَيِّبَاتُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِيْ رِوَايَةٍ اَمَا تَرْضٰى اَنْ تَكُوْنَ لَهُمُ الدُّنْيَا وَلَنَا

میں نے کہا یا رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) رب سے دعا فرمیئے کہ وہ آپ کی امت پر وسعت فرمادے[۱] کیونکہ فارس و روم پر بڑی وسعت کی گئی ہے حالانکہ وہ اللہ کی عبادت نہیں کرتے[۲] فرمایا اے ابن خطاب تم اس خیال میں ہو[۳] یہ وہ قوم ہے جن کے لئے دنیاوی زندگی میں ان کی نعمتیں دیدی گئیں[۴] اور ایک روایت میں یوں ہے کہ کیا تم اس سے راضی نہیں کہ دنیا انکے لئے ہو اور آخرت ہمارے لئے[۵]

۱ اس عرض و معروض میں یا تو امت کا ذکر تنہا ہے مطلب یہ ہے کہ آپ پر وسعت فرما دے مگر بے ادبی کے خوف سے امت کا نام لیا یا مطلب یہ ہے کہ حضور آپ کی امت اس فقر و فاقہ میں آپ کی پیروی نہ کر سکے گی دعا فرمائیے کہ ان پر اللہ تعالٰی دنیا وسیع کرے انہیں دنیا میں عیش و عشرت نصیب ہو مگر پہلا احتمال زیادہ قوی ہے جیسا کہ جواب عالی سے معلوم ہو رہا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر حضور کے صدقہ سے دنیا بہت ہی فراخ ہوئی تمام دنیا کے بادشاہ مسلمان بنا دئے گئے جیسا کہ تواریخ جاننے والوں سے پوشیدہ نہیں ؎

بوریا ممنون خواب راحتش　　　　تاج کسریٰ زیر پائے امتش

۲ یعنی روم و فارس کے بادشاہ کافر ہیں مگر انہیں دنیا بہت دی گئی ہے وہ عیش و آرام میں ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو اللہ کے محبوب ہیں حضور کا عیش و آرام ان سے زیادہ چاہیے۔

۳ یعنی تمہاری رائے تو ایسی شاندار ہوتی ہے اس کے موافق قرآنی آیات نازل ہوتی ہیں تم جیسا پختہ اور درست رائے والا کوئی ہی ہوگا تم بھی یہاں دھوکہ کھا گئے اور کسریٰ و قیصر کی عیش و عشرت والی زندگی کی آرزو رائے ہمارے واسطے کرنے لگے اس لیے یہاں ابن خطاب کے خطاب سے یاد فرمایا نام شریف نہ لیا۔ ابن خطاب فرماتے ہیں بھی عجیب نازو انداز ہے۔

۴ یعنی ان کفار کو دنیاوی عیش و آرام عطا فرمانا اللہ کی رحمت نہیں بلکہ عذاب ہے کہ اس کی وجہ سے وہ آخرت کی نعمتوں سے محروم ہو گئے کفر و فسق کے باوجود نعمتیں ملنا ان پر اللہ کا عذاب ہے۔ ۵ یعنی کفار کے لیے صرف دنیا ہو ہمارے لیے آخرت بھی ہو صوفیاء کے نزدیک دنیا وہ ہے جو اللہ سے غافل کر دے جو مال و دولت آخرت کا توشہ بن جائے وہ دین ہے لہذا اس حدیث کی بنا پر دولت عثمانی پر اعتراض نہیں ہو سکتا وہ تو عین دین تھی نیز اللہ تعالٰی نے بعد میں حضور انور کو بہت دولت عطا فرمائی جو حضور نے اپنے ہاتھوں سے بانٹیں اب بھی ہم سب حضور کے آستانہ سے پل رہے ہیں بہر حال یہ حدیث بالکل واضح ہے مومن کی دنیا اور ہے کافر کی دنیا اور شعر ؎

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ لَقَدْ رَأَيْتُ سَبْعِينَ مِنْ أَصْحَابِ الصُّفَّةِ مَا مِنْهُمْ رَجُلٌ عَلَيْهِ رِدَاءٌ إِمَّا إِزَارٌ وَإِمَّا كِسَاءٌ قَدْ رَبَطُوا فِي أَعْنَاقِهِمْ فَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ نِصْفَ السَّاقَيْنِ وَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ الْكَعْبَيْنِ فَيَجْمَعُهُ بِيَدِهِ كَرَاهِيَةَ أَنْ تُرَى عَوْرَتُهُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا نَظَرَ أَحَدُكُمْ إِلَى مَنْ فُضِّلَ عَلَيْهِ فِي الْمَالِ وَالْخَلْقِ فَلْيَنْظُرْ إِلَى مَنْ هُوَ أَسْفَلُ مِنْهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

(مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں میں نے ستر صفہ والے صحابہ کو دیکھا کہ ان میں سے کسی پر چادر نہ تھی ۱؎ یا صرف تہبند تھا یا کمبل جسے وہ اپنی گردنوں میں باندھے تھے ۲؎ جن میں سے بعض وہ تھیں جو آدھی پنڈلی تک پہنچتی تھیں بعض وہ جو ٹخنوں تک پہنچتی تھیں وہ اسے اپنے ہاتھ سے سمیٹے رہتا اس خوف سے کہ اس کا ۳؎ ستر دیکھ لیا جائے (بخاری) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی اسے دیکھے جسے اس پر مال و اعضاء میں بڑائی دی گئی ہے تو اسے بھی دیکھ لے جو اس سے نیچے ہے ۴؎ (مسلم بخاری)

دونوں کی ہے پرواز اسی ایک فضا میں
کرگس کا جہاں اور ہے شاہین کا جہاں اور

۱؎ صفہ کہتے ہیں چبوترے کو، حضور نے مسجد نبوی شریف سے متصل طلباء کے لیے ایک چبوترہ مقرر کیا گیا تھا۔ جہاں یہ علم سیکھنے والے حضرات رہتے تھے انہیں اصحاب صفہ کہتے تھے ان کی تعداد کل چار سو ہے ان کے منتظم حضرت ابوہریرہ تھے یہ خود بھی انہیں میں سے تھے ان حضرات نے اپنے کو دین کے لیے وقف کردیا تھا۔ مدینہ پاک میں رہتے تو علم سیکھتے تھے ورنہ جہاد میں جاتے تھے اہل مدینہ ان کو اپنے صدقات و خیرات دیتے تھے آج کل بھی دینی مدارس میں یہی ہوتا ہے آجکل کے دینی مدارس کے لیے یہ حدیث اصل ہے۔ (مرقات)

۲؎ یعنی قمیص تو کسی کے پاس تھی ہی نہیں صرف تہبند تھا وہ بھی اتنا چھوٹا یہ حضرات اس ایک کپڑے میں پورا جسم ڈھانپنے کی کوشش کرتے تھے۔

۳؎ یعنی لوگ سجدہ و رکوع یا اٹھتے بیٹھتے اپنے ہاتھوں سے پکڑ لیتے تھے کیونکہ ان کپڑوں کی چوڑائی بہت کم تھی اگر ہاتھ سے نہ پکڑتے تو کھل جاتا ان ہاتھوں میں اسلام پروان چڑھا ہے جو لوگ ناشکرے ہیں کہ بہت نعمتوں کے مالک ہیں پھر اپنے کو غریب ہی کہتے ہیں۔

۴؎ یعنی اگر تم کبھی ایسے شخص کو جو صحت یا دولت میں تم سے زیادہ ہو اور تم کو اس پر رنج ہو تو فورًا ایسے کو بھی دیکھ جو صحت و دولت میں تم سے کم ہے اور رب کا شکر کرو حضرت سعدی فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میرے پاس جوتا نہ تھا میں لوگوں کو جوتا پہنے دیکھ کر کڑھ رہا تھا اچانک میں نے سامنے دیکھا جس کے پاس پاؤں نہ تھے وہ چوتڑوں سے گھسٹ رہا تھا میں سجدہ میں گر کے شکر کرنے لگا یہ ہے اس حدیث پر عمل اس سے دل کو بہت تسکین ہوتی ہے۔ سعد

وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ قَالَ انْظُرُوا إِلَى مَنْ هُوَ أَسْفَلَ مِنْكُمْ وَلَا تَنْظُرُوا إِلَى مَنْ هُوَ فَوْقَكُمْ فَهُوَ أَجْدَرُ أَنْ لَا تَزْدَرُوا نِعْمَةَ اللهِ عَلَيْكُمْ اَلْفَصْلُ الثَّانِي عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُ الْفُقَرَاءُ الْجَنَّةَ قَبْلَ الْأَغْنِيَاءِ بِخَمْسِ مِائَةِ عَامٍ نِصْفِ يَوْمٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَعَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

اور مسلم کی روایت میں ہے فرمایا تم اپنے سے نیچے کو دیکھو اپنے سے اوپر کو نہ دیکھو یہ عمل اس کا باعث ہے کہ تم اللہ کی نعمت کی ناقدری نہ کرو ۱؎ دوسری فصل روایت ہے حضرت ابوھریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جنت میں فقیر لوگ امیروں سے پانچ سو سال ۲؎ یعنی آدھے دن پہلے جائیں گے ۳؎ (ترمذی) روایت ہے حضرت انس سے کہ نبی صلی اللہ علیہ

۱؎ دنیاوی چیزوں میں اپنے سے نیچے کو دیکھو تاکہ تم شکر کرو اور دین کی چیزوں میں اپنے سے اوپر کو دیکھو تاکہ تم اپنی عبادت پر تکبر نہ کرو اگر تم پنجگانہ نماز پڑھتے ہو تو انہیں دیکھو جو تہجد اور اشراق بھی پڑھتے ہیں۔

۲؎ اس فرمان عالی کا مطلب ابھی کچھ پہلے عرض کیا گیا کہ جن امیروں کا قیامت میں حساب ہوگا ان امیروں سے پانچ سو سال پہلے فقیر لوگ جنت میں پہنچ جائیں گے لہذا ان امیروں میں حضرت سلیمان علیہ السلام یا حضرت عثمان غنی داخل نہیں کہ ان کا حساب ہی نہیں پھر پیچھے ہونے کے کیا معنی۔ خیال رہے کہ گزشتہ حدیث میں چالیس سال پہلے کا ذکر تھا اور یہاں پانچ سو سال کا ذکر ہے کیونکہ فقراء بعض امیروں سے چالیس سال پہلے جائیں گے بعض سے پانچ سو سال پہلے جیسے امیر دنیا ان کا حساب اتنی ہی اس کے پیچھے دیر۔ یہ بھی خیال رہے کہ یہ دیر حساب کی وجہ سے نہ ہوگی رب تعالٰی سارے عالم کا حساب جلد لے گا یہ ان فقراء کی شان دکھانے کے لیے ہوگی کہ امیروں کو حساب کے نام پر روک لیا گیا اور فقیروں کو جنت کی طرف چلتا کردیا گیا۔

۳؎ یعنی قیامت کا دن ایک ہزار برس کا ہے رب تعالٰی فرماتا ہے ان یوما عند ربک کالف سنۃ مما تعدون ہاں بعض کو پچاس ہزار سال کا محسوس ہوگا ان کے متعلق رب فرماتا ہے فی یوم مقدارہ خمسین الف سنۃ اور بعض مومنین کو گھڑی بھر کا محسوس ہوگا رب تعالٰی فرماتا ہے فذلک یومئذ یوم عسیر علی الکافرین غیر یسیر (مرقات) لہذا آیات میں تعارض نہیں اور ہو سکتا ہے کہ قیامت کا دن پچاس ہزار سال کا ہو مگر بعض کو ایک ہزار سال کا محسوس ہو بعض کو اس سے بھی کم حتی کہ ابرار کو ایک ساعت کا محسوس ہوگا جیسے ایک ہی رات آرام والے کو چھوٹی محسوس ہوتی ہے تکلیف والے کو بڑی۔

وَسَلَّمَ قَالَ اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِيْ مِسْكِيْنًا وَّاَمِتْنِيْ مِسْكِيْنًا وَّاحْشُرْنِيْ فِيْ زُمْرَةِ الْمَسَاكِيْنِ فَقَالَتْ عَائِشَةُ لِمَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اِنَّهُمْ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ قَبْلَ اَغْنِيَائِهِمْ بِاَرْبَعِيْنَ خَرِيْفًا يَا عَائِشَةُ لَا تَرُدِّي الْمِسْكِيْنَ

وسلم نے عرض کیا الٰہی مجھے مسکین زندہ رکھ ۱ مسکین ہی وفات دے ۲ اور مسکینوں کے ٹولے میں حشر نصیب کر ۳ تو جناب عائشہ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ کیوں ۴ فرمایا کہ مسکین لوگ جنت میں غنیوں سے چالیس برس پہلے جائیں گے ۵ اے عائشہ مسکین کو خالی نہ پھیرو

۱ یہاں مساکین سے مراد دل کے مساکین ہیں جن کے دلوں میں تکبر نہ ہو نرمی اور تواضع ہو متواضع بادشاہ بھی مسکین ہے اور متکبر فقیر مسکین نہیں، مسکین یا بنا ہے مسکنۃ سے بمعنی انتہائی متواضع یا سکون یا سکینہ سے بمعنی وقار، ترکِ اطمینان رضا یا تعضد۔ یہ انسان کی اعلیٰ صفتیں ہیں یہود کے متعلق تو مسکنہ آیا ہے اس سے مراد خواری رسوائی ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے وضربت علیھم الذلۃ والمسکنۃ۔ لہذا حضرت عثمان اگرچہ مال سے غنی ہیں مگر دل سے مسکین و متواضع ہیں جب حضور انور کے پاس بہت دولت آئی تب بھی حضور دل کے متواضع رہے لہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا قبول ہوئی۔

۲ یعنی میرا یہ انکسار و تواضع عارضی نہ ہو دائمی ہو وصال تک قائم رہے کہ میں اپنی نظر میں متواضع ہوؤں اور دوسروں کی نظر میں عظیم الشان۔

۳ یہ ہے مساکین کی انتہائی عظمت کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ مساکین کو میرے زمرہ میرے گروہ میں اٹھا بلکہ فرمایا کہ مجھے مساکین کے زمرہ میں اٹھا۔ ایک بادشاہ فقراء و مساکین صالحین پر گزرا انہوں نے بادشاہ کی طرف کوئی توجہ نہ کی بادشاہ غضب ناک ہو کر بولا تم لوگ کون ہو وہ بولے ہم وہ لوگ ہیں کہ ترک دنیا ہماری محبت ہے اور آخرت چھوڑنا ہم سے عداوت ہے بادشاہ اس بات سے کانپ گیا اور بولا کہ مجھ میں تم سے عداوت کی طاقت نہیں۔ (مرقات) مطلب یہ ہے کہ قیامت میں مساکین کی ایک جماعت ہو ان ہی میں میں بھی ایک ہوں اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس جماعت کے امام ہیں مگر اپنے کو ان میں سے ایک قرار دینا ان کی عزت افزائی ہے۔

۴ یعنی یا رسول اللہ حضور اپنے کو مساکین میں محشور ہونے کی دعا کیوں فرما رہے ہیں ان میں کیا خوبی ہے۔

۵ لہذا اگر میں بھی مسکینوں کے زمرہ میں ہوا تو جنت میں غنی لوگوں سے چالیس سال پہلے جاؤں گا خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جنت کے دروازے پر بہت ہی پیچھے پہنچیں گے اولاً اپنی امت کو صراط سے گزار کر وہاں پہنچائیں گے مگر دروازہ جنت بند ہوگا ساری مخلوق دروازہ پر جمع ہو جاوے گی۔ جب حضور انور وہاں نہایت شان سے پہنچیں گے تو دروازہ حضور کے لیے کھلے گا سب سے پہلے حضور انور پھر انبیاء کرام پھر حضور کی امت بعد میں دوسری امتیں داخل ہوں گی حضور انور کا یہ فرمان انتہائی تواضع کے لیے ہے۔

وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ يَا عَائِشَةُ أَحِبِّي الْمَسَاكِيْنَ وَقَرِّبِيْهِمْ فَإِنَّ اللّٰهَ يُقَرِّبُكِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيْمَانِ وَرَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ إِلٰى قَوْلِهٖ فِي زُمْرَةِ الْمَسَاكِيْنِ وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ابْغُوْنِيْ فِيْ ضُعَفَائِكُمْ

اگرچہ کھجور کی قاش ہی ہو دے دو [1] اے عائشہ مسکینوں سے محبت کرو انہیں قریب رکھو تاکہ اللہ تعالٰے قیامت میں تمہیں قریب کردے [2] (ترمذی بیہقی شعب الایمان۔ اور ابن ماجہ نے حضرت ابوسعید خدری سے فی زمرۃ المساکین تک روایت کی؛ روایت ہے حضرت ابوالدرداء سے وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا مجھے اپنے کمزوروں میں تلاش کرو [3]

[1] یعنی جب کوئی مسکین سوال کرنے آئے تو جو میسر ہو اسے دے دو نہ ہو تو اس سے اچھی بات کہہ دو ایک بار ام المومنین انگور کھا رہی تھیں کہ کوئی سائل آیا آپ کے پاس صرف ایک دانہ انگور بچا تھا آپ نے وہ ہی پیش کردیا سائل ناراض ہوگیا تو آپ نے یہ آیت تلاوت کی فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ اور فرمایا انگور تو ذرہ سے بڑا ہے۔ (مرقات)

[2] معلوم ہوا کہ دنیا میں جو شخص مساکین۔ اولیاء اللہ سے قریب ہوگا وہ کل قیامت میں خدا سے قریب ہوگا۔ مولانا فرماتے ہیں ؎

ہر کہ خواہد ہمنشینی با خدا   او نشیند در حضور اولیاء

اس شعر کا ماخذ یہی حدیث ہے۔

[3] ضعفاء سے مراد وہ نیک مومن ہیں جن میں کبھی شیخی شان نہیں ہوتی حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مجھے ایسے نیک مومنوں میں ڈھونڈھو میں ان میں ملوں گا ڈھونڈھو کا مطلب یہ ہے کہ ان فقراء و مساکین کی خدمت کرو جس سے وہ راضی ہوجائیں ان کی مجلسوں میں حاضر ہو یہاں مرقات نے بحوالہ ابن ملک فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم روحانی توجہ سے تو ہر وقت ان مقبولوں کی مجلس میں رہتے ہیں مگر کبھی کبھی جسمًا و صورتًا بھی ان مجلسوں میں تشریف فرما ہوتے ہیں (مرقات) ایسی پاک مجلسوں میں اگر کوئی اجنبی شخص نظر پڑے تو اس سے مصافحہ ضرور کرے ممکن ہے کہ اس گروہ میں کوئی شہسوار ہو حضرت جبریل شکل انسانی میں حضور کی بارگاہ میں آتے تھے خضر علیہ السلام مختلف انسانی شکلوں میں لوگوں سے ملاقات کرتے رہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بعض امتیوں کے جنازہ میں شرکت کرتے ہیں۔ حضرت ابوہریرہ اور حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کی پہلی محراب ختم ہونے پہ ختم شریف کی مجلس میں شرکت فرمائی چنانچہ فتاوی عزیزیہ کے مقدمہ صفحہ ۳ میں شاہ عبدالعزیز صاحب کے حالات میں یہ واقعہ بالتفصیل مذکور ہے عبارت یہ ہے ناگاہ شخص پیدا شد گفت ابوہریرہ ام گفت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمودہ بودند امروز ختم قرآن عبدالعزیز است باخواہیم رفت ومرادرجاء دیگر بکارے فرستادہ بودند ازیں جہت تاخیر واقع شد ایں گفت وغائب شد

فَاِنَّمَا تُرْزَقُوْنَ وَتُنْصَرُوْنَ بِضُعَفَآئِكُمْ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَعَنْ اُمَيَّةَ بْنِ خَالِدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اُسَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ كَانَ يَسْتَفْتِحُ بِصَعَالِيْكِ الْمُهَاجِرِيْنَ رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ وَعَنْ اَبِیْ

تم اپنے کمزوروں کی وجہ سے ہی روزی اور فتح دیئے جاتے ہو۱؎ (ابوداؤد) روایت ہے امیہ ابن خالد ابن عبداللہ۲؎ ابن اسید سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ حضور انور فقراء مہاجرین کے توسل سے فتح مانگتے تھے۳؎ (شرح سنہ)۴؎ روایت ہے حضرت

فتاویٰ عزیزیہ میں ہے کہ عرس بزرگاں میلاد شریف کی مجلسوں بزرگان دین کی زیارات میں شرکت کرنے کا مقصد یہ ہی ہوتا ہے کہ شاید یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قدم بوسی نصیب ہو جائے۔

گدا بن کر میں ڈھونڈوں تم کو گھر گھر | مرے آقا مجھے چھوڑا ہے کس پہ

آخرت میں حضور سے ملنے کے تین مقام ہیں۔ حوض کوثر، میزان۔ صراط۔ دنیا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ملنے کی جگہ بزرگوں کی مجلسیں ہیں ان سے دوری اللہ رسول سے دوری ہے۔ مولانا فرماتے ہیں ؎

چوں شدی دور از حضور اولیا | ایں چنیں داں دور گشتی از خدا

۱؎ کیونکہ ضعفاء میں قطب ابدال اوتار ولی ہوتے ہیں قطبوں اوتادوں سے دنیا کا نظام قائم ہے اگر یہ رہیں تو دنیا رہے جیسے خیمہ چوب اور طناب میخوں سے قائم ہے اگر یہ نہ رہیں تو خیمہ گر جائے آسمان کا خیمہ ان بزرگوں سے قائم ہے (مرقات)

۲؎ بعض محدثین نے امیہ ابن خالد کو صحابی کہا ہے مگر حق یہ ہے کہ آپ تابعی ہیں ثقہ ہیں مکی ہیں یا مدنی ۸۶ھ کے بعد وفات پائی۔

۳؎ چنانچہ حضور انور جہاد میں یوں دعا فرماتے تھے اللھم انصرنا علی الاعداء بحق عبادک الفقراء المہاجرین اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود سب کے وسیلہ عظمیٰ ہیں مگر آپ کا ان کے وسیلہ سے دعا فرمانا یہ بتانے کے لیے ہے کہ مقبول بندوں کے وسیلہ سے دعا کرنا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور افضل بندے اپنے نیک خدام کے وسیلہ سے دعا کیا کریں صرف نیک اعمال کے وسیلہ پر قناعت نہ کیا کریں وسیلہ کی بحث ہماری کتاب رحمت خدا بوسیلہ اولیاء میں ملاحظہ کرو۔

۴؎ اس حدیث کو بہت طرح قوت حاصل ہے رب فرماتا ہے لو تزیلوا لعذبنا الذین کفروا الخ یعنی اگر مکہ سے یہ فقراء مومنین نکل جاتے تو ہم کفار کو عذاب دے دیتے معلوم ہوا کہ کفار کا عذاب سے بچا رہنا فقراء مومنین کی برکت سے ہے ابن ابی شیبہ طبرانی نے امیہ ابن عبداللہ سے روایت کی کان صلی اللہ علیہ وسلم یستفتح بصعالیک المسلمین، امیہ ابن خالد صاحب مشکوۃ کے نزدیک صحابی ہیں اور اگر تابعی بھی ہوں تو نہایت ثقہ ہیں ایسے کی مرسل حدیث بلا خدشہ قبول ہے (مرقات) یہ آیت و احادیث وسیلہ اولیاء کے لیے اعلیٰ درجہ کی دلیل ہے۔

هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَغْبِطَنَّ فَاجِرًا بِنِعْمَةٍ فَإِنَّكَ لَا تَدْرِيْ مَا هُوَ لَاقٍ بَعْدَ مَوْتِهِ إِنَّ لَهُ عِنْدَ اللّٰهِ قَاتِلًا لَا يَمُوْتُ يَعْنِي النَّارَ رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَسَنَتُهُ فَإِذَا فَارَقَ الدُّنْيَا فَارَقَ السِّجْنَ وَالسَّنَةَ رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ وَعَنْ

ابوھریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ تم کسی بدعمل پر کسی نعمت کی وجہ سے رشک نہ کرو[1] کیونکہ تم نہیں جانتے کہ وہ مرے بعد کس چیز سے ملے گا[2] اس کے لئے اللہ کے نزدیک نہ مرنے والا جان لیوا ہے یعنی آگ[3] (شرح سنہ) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ دنیا مومن کا جیل خانہ اور اس کی قحط سالی ہے[4] جب مومن دنیا چھوڑتا ہے تو جیل اور قحط سے نکل جاتا ہے[5] (شرح سنہ) روایت ہے حضرت

[1] نعمت سے مراد دنیاوی نعمت ہے جیسے اولاد۔ مال۔ ظاہری دنیاوی عزت۔ حکومت وغیرہ یعنی اگر کسی بدکار سیاہ کار کو یہ نعمتیں مل جاویں تو تم اس پر رشک نہ کرو نہ یہ خیال کرو کہ اللہ تعالے اس سے راضی و خوش ہے۔

[2] یعنی اس کے لیے یہ نعمتیں بعد موت مصیبت بن جائیں گی جن سے اس کے عذاب میں اور زیادتی ہوگی لہذا یہ نعمت راحت کی شکل میں عذاب ہے۔

[3] یعنی ان نعمتوں کا انجام اس کے لیے دوزخ کی آگ ہے اگر یہ غریب ہوتا تو شاید توبہ کر لیتا راحت و امیری میں توبہ سے محروم رہا لہذا دوزخ میں گیا۔ یا اگر یہ غریب ہوتا تو گناہ کم کرتا دولت پاکر گناہ زیادہ کیے دوزخ کے تحت تر طبقے میں گیا دولت سے دروازے کھل جاتے ہیں مومن کے لیے نیکیوں کے کافروں کے لیے گناہوں کے، قاتل سے مراد ایذا دہ چیز ہے لا یموت سے مراد ہے غیر فانی۔ دوزخ کی آگ بجھتا نہیں۔

[4] جیسے جیل خانہ میں قیدی کا دل نہیں لگتا اگرچہ وہاں کتنا ہی آرام ہو خواہ اے کلاس کی جیل ہو یا سی کلاس کی اسی طرح مومن دنیا میں دل نہیں لگاتا اگرچہ اسے بڑا ہی آرام ہو لہذا حدیث سے یہ لازم نہیں کہ مسلمان کو دنیا میں تکلیف ہی ہے تکلیف اور چیز ہے دل نہ لگنا کچھ اور چیز جیسے قحط سالی میں انسانوں کو زلت تکلیف ہوتی ہے ایسے ہی مسلمان کو دنیا میں کوئی نہ کوئی تکلیف رہتی ہی ہے یہ آزمودہ چیز ہے بلکہ تکالیف ناکامیاں ہی انسان کو انسان بنا کر رکھتی ہیں عیش میں غفلت ہوتی ہے تکلیف میں بیداری۔

قَتَادَةَ بْنِ النُّعْمَانِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَحَبَّ اللّٰهُ عَبْدًا حَمَاهُ الدُّنْيَا كَمَا يَظَلُّ اَحَدُكُمْ يَحْمِيْ سَقِيْمَهُ الْمَآءَ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَعَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ لَبِيْدٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِثْنَتَانِ يَكْرَهُهُمَا ابْنُ اٰدَمَ يَكْرَهُ الْمَوْتَ وَالْمَوْتُ

قتادہ ابن نعمان سے ۱؎ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اسے دنیا سے بچالیتا ہے ۲؎ جیسے تم میں سے کوئی اپنے بیمار کو پانی سے بچاتا ہے ۳؎ (احمد، ترمذی) روایت ہے حضرت محمود ابن لبید سے ۴؎ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو چیزیں ہیں جنہیں انسان ناپسند کرتا ہے موت کو ناپسند کرتا ہے حالانکہ موت مومن کیلئے فتنے سے بہتر ہے ۵؎

۸؎ خیال رہے کہ مومن کو آخرت میں اس قدر آرام و راحتیں ہیں کہ ان کے مقابل دنیا کی بادشاہت بھی جیل ہے اور کافر کو آخرت میں ایسی مصیبتیں ہوں گی کہ ان کے مقابل دنیا کی سخت سے سخت تکلیف بھی گویا جنت ہوگی مومن مرکر دنیاوی جنجال سے چھوٹتا ہے کافر مرکر جنجال میں پھنستا ہے موت ایک ریل ہے جو مومن کو عیش خانہ میں اور کافر کو جیل خانہ تک پہنچاتی ہے۔ جیسے ایک ہی ریل میں کسی کی برات جارہی ہے کسی کو پھانسی کے لیے لے جایا جارہا ہے۔

۱؎ آپ بدری صحابی ہیں حضرت ابو سعید خدری کے ماں شریک بھائی انصاری ہیں بیعت عقبہ اور غزوات میں شریک رہے پینسٹھ سال عمر پائی ۲۳ھ میں وفات پائی آپ افضل صحابہ میں سے ہیں۔ (مرقات)

۲؎ اس طرح کہ اس کے دل کو دنیا کی محبت اور غفلت سے محفوظ رکھتا ہے اگرچہ لاکھوں روپیہ کا مالک ہو مگر دل یار سے لگا رہتا ہے یہ مطلب نہیں کہ اسے کبھی امیر نہیں کرتا حضرت سلیمان علیہ السلام اور عثمان غنی بڑے مالدار تھے مگر دنیا کی محبت سے محفوظ تھے وہ دنیا میں تھے دنیا ان میں نہ تھی۔

۳؎ یہاں بیمار سے استسقاء کی بیماری والا مراد ہے اسے پانی سے بچایا جاتا ہے اس کے پیٹ میں پانی نہیں پہنچنے دیا جاتا یوں ہی اللہ تعالٰی مومن کے دل میں دنیا کی محبت نہیں پہنچنے دیتا مومن کا دل تو صرف تجلی گاہ رب العلمین ہے۔

۴؎ آپ انصاری اشہلی ہیں عہد رسالت میں پیدا ہوئے صحیح یہ ہے کہ آپ صحابی ہیں ۹۶ھ میں آپ کی وفات ہے۔

۵؎ زندگی وہ اچھی ہے جو رب تعالٰی کی اطاعت میں صرف ہو کفر و طغیان و عصیان کی زندگی سے موت بہتر ہے یہاں یہی مراد ہے فتنہ سے مراد ہے گناہ و غفلت وغیرہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک دعا مانگتے تھے جس کے آخر میں یہ تھا واذا اردت بعبادك فتنة فاقبضني اليك غير مفتون ہو نے جب تو اپنے بندوں کو فتنہ میں مبتلا کرے تو مجھے بغیر مبتلا کیے ہوئے وفات دے دے۔

خَيْرٌ لِلْمُؤْمِنِ مِنَ الْفِتْنَةِ وَيَكْرَهُ قِلَّةَ الْمَالِ أَقَلُّ لِلْحِسَابِ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنِّي أُحِبُّكَ قَالَ انْظُرْ مَا تَقُولُ فَقَالَ وَاللهِ إِنِّي لَأُحِبُّكَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ قَالَ إِنْ كُنْتَ صَادِقًا فَأَعِدَّ لِلْفَقْرِ تِجْفَافًا لَلْفَقْرُ أَسْرَعُ إِلَى مَنْ يُحِبُّنِي مِنَ السَّيْلِ إِلَى

اور مال کی کمی کو ناپسند کرتا ہے حالانکہ مال کی کمی حساب کو کم کر دے گی ۱ (احمد) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مغفل سے ۲ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا عرض کیا میں آپ سے محبت کرتا ہوں ۳ فرمایا سوچ سمجھ تم کیا کہتے ہو ۴ وہ بولا اللہ کی قسم میں آپ سے محبت کرتا ہوں ۵ تین بار کہا تو فرمایا کہ اگر تو سچا ہے تو کمبل کانٹے سے فقیری کے لئے تیار ہو جا ۶ یقینًا فقیری مجھ سے محبت کرنے والے کی طرف تیز دوڑتی ہے بمقابلہ سیلاب کے اپنی انتہا کی طرف ۷ (ترمذی)

۱ یہاں امیروں کے لیے ہے جن کا حساب ہوتا ہے واقعی ایسی امیری سے غریبی اچھی کہ اس غریبی میں جنجال و بال بہت کم ہوتے ہیں ہاں جن امیروں کا حساب نہیں وہ تو بڑے مزے میں ہیں جیسے حضرت عثمان غنی اور دوسرے امیر مومنین۔

۲ آپ مشہور صحابی ہیں بیعت الرضوان میں شریک ہوئے اولًا مدینہ منورہ میں پھر بصرہ میں رہے (اشعہ)

۳ یہ عرض کرنا یا اس حدیث پر عمل ہے کہ جس سے تم کو محبت ہو اس سے کہہ دو یا اس آیت کریمہ پر عمل ہے واما بنعمة ربك فحدث حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اللہ تعالٰی کی بڑی سے بڑی نعمت ہے اس کا اظہار وہ بھی حضور انور کے سامنے یہ اس نعمت کا شکریہ ہے ورنہ حضور کو تو پتھروں کے دل کا حال معلوم ہے فرماتے ہیں احد ہم سے محبت کرتا ہے۔

۴ یعنی خوب سوچ سمجھ کر یہ دعوٰی کرو تم بہت ہی بڑی چیز کا دعوٰی کر رہے ہو مجھ سے محبت کوئی معمولی چیز نہیں ہے۔

۵ محبت سے مراد بہت ہی محبت ہے ورنہ ہر مومن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے حضور کی محبت ہی تو اصل ایمان ہے حضور کی محبت سے ہی خدا کی محبت ملی۔ قرآن کی محبت اسی محبت سے حاصل ہوتی ہے حضور کا سے تعلق و محبت ایمان کی اصل ہے۔

۶ تجفاف ت کے کسرہ اور جیم کے سکون سے بمعنی آلات جنگ خود زرہ وغیرہ یعنی تم تیار ہو جاؤ کہ فقیری کے آفات کا مقابلہ کرسکو۔

۷ یہاں بھی فقیری سے مراد دل کی مسکینیت ہے اور دل کا محبت مال سے خالی ہو جانا ہے فقیری اور ناداری آفتوں کے برداشت کرنے پر تیار ہو جانا یعنی جسے اللہ میری محبت دیتا ہے اس کے دل سے محبت مال دنیا کو نکال دیتا ہے لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ بعض صحابہ بلکہ صدیق و فاروق و غنی ایسے مالدار صحابہ تھے تو کیا انہیں حضور سے محبت نہ تھی ضرور تھی ان سب کے دل محبت مال سے خالی تھے یعنی مرقات نے فرمایا کہ یہاں بہت آفات انبیاء کرام پر آتی ہیں بعد والے پر جس کا محب تو اس پر آفتیں آئیں گی۔

مُنْتَهَاهُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّهٗ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ اُخِفْتُ فِي اللّٰهِ وَمَا يُخَافُ اَحَدٌ وَلَقَدْ اُوْذِيْتُ فِي اللّٰهِ وَمَا يُؤْذٰى اَحَدٌ وَلَقَدْ اَتَتْ عَلَيَّ ثَلٰثُوْنَ مِنْ بَيْنِ لَيْلَةٍ وَّيَوْمٍ وَمَا لِيْ وَلِبِلَالٍ طَعَامٌ يَاْكُلُهٗ ذُوْ كَبِدٍ اِلَّا شَيْءٌ يُوَارِيْهِ اِبْطُ بِلَالٍ

اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔ روایت ہے حضرت انس سے انہوں نے فرمایا کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ میں اللہ کی راہ میں بہت ڈرایا گیا جتنا کوئی نہیں ڈرایا جاتا ۱؎ اور میں اللہ کی راہ میں ستایا گیا ایسا کوئی نہیں ستایا جاتا ۲؎ اور مجھ پر تیس دن و رات ایسے گزرے ہیں کہ میرے اور بلال کے لیے کھانا نہ تھا جو کلیجے والا کھا سکے سوا اس قدر کے جسے بلال کی بغل چھپائے ہوئے تھی ۳؎

۱؎ یعنی دین کی تبلیغ قرآن کریم کی اشاعت کے سلسلے میں جتنا کفار نے مجھے ڈرایا اتنا کسی نبی کو ان کی قوم نے نہیں ڈرایا۔

۲؎ اس فرمان عالی کے دو مطلب ہوسکتے ہیں ایک یہ کہ دین کی تبلیغ میں جتنا کفار نے مجھے ستایا اتنا کسی نبی کو نہیں ستایا دوسرے یہ کہ جب کفار مکہ نے مجھے بہت ستایا تب میں اکیلا تھا میرے ساتھ طاقتور مسلمان نہ تھے جب لوگ ایمان لائے تو کفار کا زور کم ہوگیا انہیں کم ستایا گیا مرقات نے یہ ہی دوسرے معنی کیے اشعۃ اللمعات نے پہلے معنی کیے نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو سال اپنی قوم سے تکلیفیں اٹھائیں اور حضور انور نے تئیس سال مگر یہ تئیس سال کی تکالیف ان ساڑھے نو سو برس کی تکالیف سے سخت تر ہیں چونکہ حضور نبیوں کے سردار ہیں اس لیے آپ کی مشکلات بھی زیادہ ہیں ایک شاعر کہتا ہے شعر

بڑوں کو دکھ بہت ہیں چھوٹوں سے دکھ دور — تارے سب نیارے ہیں گہن چاند اور سورج

یعنی چاند سورج کو گہن لگتا ہے تاروں کو نہیں لگتا بڑوں کو دکھ ہوتا ہے چھوٹوں کو نہیں۔

۳؎ یہ واقعہ ہجرت کا نہیں ہے کیونکہ ہجرت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف ابوبکر صدیق تھے حضرت بلال ساتھ نہ تھے بلکہ یہ واقعہ طائف شریف تبلیغ کے لیے تشریف لے جانے کا ہے۔ خیال رہے کہ نبوت کے دسویں سال جناب ابو طالب کی وفات ہوئی اور پانچویں دن حضرت ام المؤمنین خدیجۃ الکبریٰ کی وفات ہوگئی حضور نے اس سال کا نام عام الحزن رکھا یعنی رنج و غم کا سال تین ماہ کے بعد آخر شوال میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم طائف کی تبلیغ کے لیے تشریف لے گئے اس سفر میں آپ کے ساتھ حضرت زید ابن حارثہ تھے آپ نے طائف کے سردار بنی ثقیف کے معتمد شخص عبد یالیل ابن عبد کلال کو تبلیغ کی اس نے آپ کے پیچھے طائف کے آوارہ لوگ اور لڑکے لونڈے لگا دیے جنہوں نے حضور انور کو پتھروں سے زخمی کردیا جناب زید ابن حارثہ نے آپ کو بچایا تو ان کا سر زخموں سے چور ہوگیا تب جبریل امین نے آکر عرض کیا یارسول اللہ حکم دیں تو ہم طائف کے پہاڑوں کو ملا دیں جس سے یہ لوگ پس جاویں۔ د

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ وَمَعْنٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ حِيْنَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ
سَلَّمَ هَارِبًا مِّنْ مَّكَّةَ وَمَعَهٗ بِلَالٌ إِنَّمَا كَانَ مَعَ بِلَالٍ مِّنَ الطَّعَامِ يَحْمِلُ تَحْتَ إِبْطِهٖ وَعَنْ
أَبِيْ طَلْحَةَ قَالَ شَكَوْنَا إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجُوْعَ فَرَفَعْنَا عَنْ بُطُوْنِنَا عَنْ حَجَرٍ
حَجَرٍ فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَطْنِهٖ عَنْ حَجَرَيْنِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ

(ترمذی) اور فرمایا کہ اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ سے روانہ ہوئے اور آپ کے ساتھ بلال تھے بلال کے ساتھ اتنا کھانا تھا جسے وہ اپنی بغل میں دبائے ہوئے تھے ۱؎ روایت ہے حضرت ابوطلحہ سے فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بھوک کی شکایت کی تو ہم نے اپنی پیٹ سے ایک ایک پتھر اٹھایا ۲؎ تب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیٹ سے دو پتھر دکھائے ۳؎ (ترمذی) اور

اگر یہ لوگ ایمان نہ لائے تو ممکن ہے ان کی اولاد مسلمان ہو جائے شعر

رحمۃ للعالمین کر رحم طائف کے مکینوں پہ
الٰہی پھول برسا پتھروں والی زمینوں پہ

وہ واقعہ بھی یہاں مراد نہیں کیونکہ اس سفر میں حضرت بلال حضور کے ساتھ نہ تھے بلکہ حضرت زید ابن حارث ساتھ تھے یہاں طائف کا کوئی اور سفر مراد ہے جس میں حضرت بلال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے (لمعات، مرقات) بعض نے فرمایا حضور نے طائف کے بہت سفر کیے ہیں ذوکبد فرما کر یہ بتایا کہ ہم دونوں کے پاس کوئی ایسی چیز نہ تھی۔ جو کوئی جانور بھی کھا سکے چہ جائیکہ انسان کھائے۔

۱؎ ظاہر ہے کہ بغل میں کھانا بہت ہی تھوڑا سا سمائے گا چار چھ روٹیاں اتنا کھانا اور تیس دن دو صاحبوں کا گزارہ اس سید الصابرین پر لاکھوں سلام ہوں اللہ تعالٰی ہم تمام کی طرف سے جزا عطا فرمائے کہ تبلیغ میں ایسی مشقتیں اٹھائیں جن کی مثال نہ ملے گی۔

۲؎ یہ واقعہ غزوۂ خندق کا نہیں کیونکہ اس غزوہ میں تو حضرت ابوطلحہ کے گھر تمام خندق کھودنے والے بلکہ تمام اہل مدینہ کی دعوت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہے کہ چار سو جو کی روٹیوں سے سارے اہل مدینہ کو شکم سیر فرما دیا یہ کسی اور غزوہ کا واقعہ ہے۔

۳؎ یعنی تمام صحابہ کو ایک ایک دن کا فاقہ تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دو دن یا زیادہ کے لگاتار فاقے تھے بہت روز تک نہ کھانے سے انسان میں کھڑے ہونے کی قوت نہیں رہتی پیٹ پر پتھر باندھنے سے کھڑا ہونا ممکن ہو جاتا ہے اسے ہم لوگوں نے نہیں آزمایا یہ کام تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کر گئے ہم تو ایسی نعمتیں کھلاتے ہیں کہ سبحان اللہ۔

قَالَ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّهُ اَصَابَهُمْ جُوعٌ فَاَعْطَاهُمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَمْرَةً تَمْرَةً رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَصْلَتَانِ مَنْ كَانَتَا فِيهِ كَتَبَهُ اللّٰهُ شَاكِرًا صَابِرًا مَنْ نَظَرَ فِي دِينِهِ اِلٰى مَنْ هُوَ فَوْقَهُ فَاقْتَدٰى بِهٖ وَنَظَرَ فِي دُنْيَاهُ اِلٰى مَنْ هُوَ

فرمایا یہ حدیث غریب ہے روایت ہے حضرت ابوھریرہ سے کہ انہیں بھوک نے گھیر لیا [۱] تو انہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک ایک چھوہارا دیا [۲] (ترمذی) روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا جس میں دو عادتیں ہوں اسے اللہ شاکر صابر لکھتا ہے [۳] جو اپنے دین میں اپنے سے اوپر والے کو دیکھے تو اس کی پیروی کرے [۴] اور اپنی دنیا میں اپنے سے نیچے والے کو دیکھے

[۱] یہ واقعہ غزوۂ تبوک کا ہے یا کسی اور غزوہ کا جس میں سفر بہت دراز تھا۔ واللہ ورسولہ اعلم۔

[۲] کہ چوبیس گھنٹے میں ایک چھوارا کھا کر گذارہ کریں یہ غذا اور دراز سفر پھر اس پر جہاد وہ حضرات قوت قدسیہ سے ہی جہاد کرتے ہوں گے انسانی طاقت سے یہ بات باہر ہے۔ مرقات نے یہاں فرمایا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم ان صفہ والوں کو کبھی ایک ایک کھجور ہی عطا فرماتے تھے اور یہ حضرات اسی پر دن رات نکال لیتے تھے اور علم سیکھنے میں مشغول رہتے تھے۔

[۳] یعنی شکر اور صبر دونوں کا ایک شخص میں بیک وقت جمع ہونا مشکل معلوم ہوتا ہے کہ شکر تو نعمت ملنے پر ہوتا ہے اور صبر نعمت نہ ملنے یا چھن جانے پر ملتا ہے مگر جو ان دو چیزوں پر عمل کرے گا وہ بیک وقت صابر بھی ہوگا اور شاکر بھی یہ ہے گویا اجتماع ضدین۔

[۴] یعنی اگر تم اچھے کام کرتے ہو تو ان پر فخر نہ کرو بلکہ ان حضرات کو دیکھو جو تم سے زیادہ نیکیاں کرتے ہیں خواہ وہ زندہ ہوں یا وفات یافتہ لہذا ہر مسلمان حضرات صحابہ و اہل بیت کے اعمال میں غور کرو کہ انہوں نے کیسی نیکیاں کیں تاکہ اس میں غرور نہ پیدا ہو اور زیادہ نیکیوں کی کوشش کرے اس کی سبب وجہ سے رب تعالٰے اُسے صابر لکھے گا کہ جب یہ شخص ان بزرگوں کے سے کام نہ کر سکے گا تو افسوس کرے گا یہ اس کا صبر ہوگا۔ ہم حضرات صحابہ کو دیکھ کر افسوس کریں کہ اس وقت ہم نہ ہوئے ہم بھی حضور کے جمال سے آنکھیں ٹھنڈی کرتے ان کے قدموں پر جان فدا کرتے یہ ہے صبر شعر

جو ہم بھی واں ہوتے خاک گلشن لپٹ کے قدموں سے لیتے اُترن
مگر کریں کیا نصیب میں تو نامرادی کے دن لکھے تھے

دُوْنَهٗ فَحَمِدَ اللّٰهَ عَلٰى مَا فَضَّلَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ كَتَبَهُ اللّٰهُ شَاكِرًا صَابِرًا وَمَنْ نَظَرَ فِي دِيْنِهٖ
إِلٰى مَنْ هُوَ دُوْنَهٗ وَنَظَرَ فِي دُنْيَاهُ إِلٰى مَنْ هُوَ فَوْقَهٗ فَأَسِفَ عَلٰى مَا فَاتَهٗ مِنْهُ لَمْ يَكْتُبْهُ
اللّٰهُ شَاكِرًا وَّلَا صَابِرًا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَذُكِرَ حَدِيْثُ أَبِي سَعِيْدٍ أَبْشِرُوْا يَا مَعْشَرَ
صَعَالِيْكِ الْمُهَاجِرِيْنَ فِي بَابٍ بَعْدَ فَضَائِلِ الْقُرْاٰنِ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنْ أَبِي
عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحُبُلِيِّ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو وَسَأَلَهٗ رَجُلٌ قَالَ أَلَسْنَا مِنْ

تو اللہ کا شکر کرے اس پر کہ اللہ نے اسے اس شخص پر بزرگی دی[1] تو اللہ اسے شاکر صابر لکھے گا اور جو اپنے دین میں اپنے سے کم کو دیکھے اور اپنی دنیا میں اپنے سے اوپر کو دیکھے تو فوت شدہ دنیا پر غم کرے اللہ اسے نہ شاکر لکھے نہ صابر[2] (ترمذی) ابوسعید خدری کی حدیث کہ اے فقراء مہاجرین خوش ہو جاؤ۔ اس باب میں ذکر ہو چکی جو فضائل قرآن کے بعد ہے[3] تیسری فصل روایت ہے حضرت ابوعبدالرحمن حبلی سے[4] فرماتے ہیں میں نے حضرت عبداللہ ابن عمرو کو سنا ان سے ایک شخص نے پوچھا کہ کیا ہم

[1] اس چیز کے سوچنے سے اس پر بڑی سے بڑی مصیبت آسان ہو جاوے گی اور وہ رب تعالیٰ کا شکر ہی کرے گا ہم نے آزمایا ہے کہ کسی کا جوان بیٹا فوت ہو جائے اسے صبر نہ آئے وہ حضرت علی اکبر کی شہادت میں غور کرے انشاء اللہ فوراً صبر نصیب ہوگا بلکہ اپنے آرام پر شکر کرے گا۔

[2] بلکہ ایسے شخص کی زندگی حسد، طمع، بے صبری اور دل کی کدورت میں گزرے گی امیروں کو دیکھ کر جلتا بھنتا رہے گا کہ ہائے میرے پاس مال کم ہے اور اپنی عبادت پر فخر کرے گا کہ فلاں بے نمازی ہے اور میں نمازی ہوں میں اس سے کہیں اچھا ہوں یہ تھا اس کا تکبر رب تعالےٰ فرماتا ہے لکیلا تاسوا علی ما فاتکم ولا تفرحوا علی ما اتاکم فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص دنیا کی کمی پر رنج کرے وہ ایک ہزار سال کی راہ دوزخ سے قریب ہو جاوے گا اور جو شخص دین کوتاہی پر رنج کرے گا وہ جنت سے ایک ہزار سال کی راہ قریب ہو جاوے گا (مرقات یہ ہی مقام) خیال رہے کہ دین میں ترقی کرنے کی کوشش کرنا منع نہیں بلکہ مالداروں کی مالداری پر رشک کرنا ممنوع ہے۔

[3] یعنی وہ حدیث مصابیح میں یہاں مذکور تھی ہم نے وہاں بیان کر دی کہ وہ وہاں کے زیادہ مناسب تھی۔

[4] آپ کا نام عبداللہ ابن زید ہے تابعی ہیں، مصری ہیں حضرت ابوایوب انصاری، ابوذر غفاری، عبداللہ ابن عمرو ابن عاص رضی اللہ عنہم سے ملاقات ہے افریقہ میں سنہ ۱۰۰ھ میں وفات پائی بڑے متقی عالم زاہد تھے۔

فُقَرَآءِ الْمُهَاجِرِيْنَ فَقَالَ لَهٗ عَبْدُ اللّٰهِ اَلَكَ امْرَاَةٌ تَاْوِيْ اِلَيْهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ اَلَكَ مَسْكَنٌ تَسْكُنُهٗ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاَنْتَ مِنَ الْاَغْنِيَاءِ قَالَ فَاِنَّ لِيْ خَادِمًا قَالَ فَاَنْتَ مِنَ الْمُلُوْكِ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ وَجَاءَ ثَلٰثَةُ نَفَرٍ اِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَاَنَا عِنْدَهٗ فَقَالُوْا يَا اَبَا مُحَمَّدٍ وَاللّٰهِ مَا نَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَلَا نَفَقَةٍ وَلَا دَابَّةٍ وَلَا مَتَاعٍ فَقَالَ

فقراء مہاجرین سے ۱ نہیں ہیں تو اس سے عبداللہ نے فرمایا کہ کیا تیری بیوی ہے جس کی طرف تو رجوع کرے وہ بولا فرمایا کیا تیرے پاس گھر ہے جس میں تو رہے بولا ہاں فرمایا تب تو تو امیروں میں سے ہے ۲ وہ بولا ہاں بلکہ میرے پاس غلام بھی ہے فرمایا تو تو بادشاہوں سے ہے ۳ عبدالرحمٰن کہتے ہیں ۴ کہ تین شخص حضرت عبداللہ ابن عمرو کے پاس آئے میں ان کے پاس تھا ۵ انہوں نے عرض کیا اے ابو محمد اللہ کی قسم ہم کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتے نہ خرچہ پر نہ گھوڑے پر نہ اور سامان پر ۶ تو آپ نے ان سے

۱ یعنی جن فقراء کے متعلق حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ وہ امیروں سے پانچ سو برس پہلے جنت میں جائیں گے میں بھی ان فقراء سے ہوں اور جو بشارتیں حضور نے مہاجرین کے لیے دی ہیں میں بھی ان مہاجرین میں سے ہوں مجھ میں یہ دونوں وصف جمع ہیں۔

۲ یعنی ان فقراء مہاجرین کے پاس نہ بیوی تھی نہ رہنے کا مکان اس فقر و فاقہ پر وہ قانع تھے تو تو ان کے برابر کیسے ہو سکتا ہے۔

۳ رب تعالیٰ فرماتا ہے وجعلکم ملوکا اے اسرائیلیو تمہیں اللہ نے بادشاہ بنایا وہاں ملوک کے معنی کیے گئے ہیں گھربار اور نوکر خادم والا بنی اسرائیلی رہتے اس سے ملک کہلاتے تھے۔ جس کے پاس بیوی گھر اور نوکر ہوتا تھا۔

۴ کاتب نے عبدالرحمٰن لکھا صحیح ہے ابو عبدالرحمٰن۔

۵ ان آنے والوں کے نام معلوم نہ ہو سکے غالبًا یہ واقعہ مدینہ منورہ کا ہے اور یہ لوگ حضرت عبداللہ ابن عمرو سے کچھ مانگنے آئے تھے۔

۶ نفقہ سے مراد نقد رقم ہے درہم دینار۔ دابہ سے مراد جہاد کے لیے گھوڑا ہے اور متاع سے مراد دوسرا سامان جیسے زراعت کر کے گزارہ کر لیا جائے (مرقات) ان لوگوں نے اپنی فقیری تو بیان کر دی صراحۃً سوال نہ کیا یہ بھی مانگنے کا ایک طریقہ ہے مانگنے کے تین طریقے ہیں صراحۃً مانگنا ہمیں یہ دے دو۔ اپنی فقیری بیان کرنا۔ سامنے والے کی سخاوت بیان کر کے اس کے بال بچوں کو دعائیں دینا آخری طریقہ بہت کامیاب ہے اس طرح کچھ نہ کچھ ضرور مل جاتا ہے اس لیے درود شریف پڑھنا بہترین دعا ہے اگر کوئی شخص ساری دعائیں چھوڑ کر صرف درود شریف پڑھا کرے ان شاء اللہ دعائیں مانگنے والوں سے زیادہ پائے گا۔

لَهُمْ مَا شِئْتُمْ إِنْ شِئْتُمْ رَجَعْتُمْ إِلَيْنَا فَأَعْطَيْنَاكُمْ مَا يَسَّرَ اللّٰهُ لَكُمْ وَإِنْ شِئْتُمْ ذَكَرْنَا أَمْرَكُمْ لِلسُّلْطَانِ وَإِنْ شِئْتُمْ صَبَرْتُمْ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ فُقَرَاءَ الْمُهَاجِرِينَ يَسْبِقُونَ الْأَغْنِيَاءَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ إِلَى الْجَنَّةِ بِأَرْبَعِيْنَ خَرِيْفًا قَالُوا فَإِنَّا نَصْبِرُ لَا نَسْأَلُ شَيْئًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ بَيْنَمَا أَنَا

فرمایا تم جو چاہو[1] اگر چاہو تو ہمارے پاس پھر آنا ہم تم کو وہ دیں گے جو اللہ نے تمہارے لئے میسر فرمایا[2] اگر چاہو تو ہم تمہاری حالت کا ذکر بادشاہ سے کریں[3] اگر چاہو صبر کرو[4] کیونکہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ قیامت کے دن مہاجر فقراء جنت میں امیروں سے چالیس سال پہلے پہنچیں گے[5] تو وہ بولے کہ ہم صبر کریں گے کچھ نہ مانگیں گے[6] (مسلم) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں کہ اس حالت میں

[1] یعنی جو تم چاہو میں وہ ہی کردوں۔ ہو سکتا ہے کہ ما استفہامیہ ہو یعنی تم کیا چاہتے ہو بتاؤ مرقات نے پہلے معنی کیے اشعۃ اللمعات نے دوسرے معنی

[2] یعنی ابھی تو ہمارے پاس تمہیں دینے کے لیے کچھ ہے نہیں پھر کسی اور وقت آجاؤ ان شاء اللہ جو ممکن ہوگا ہم تم کو دیں گے حضرات صحابہ بہت سخی تھے

[3] یہاں بادشاہ سے مراد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں اس وقت آپ ہی بادشاہ تھے دمشق میں آپ کی سخاوت اور امیری ضرب المثل بن چکی تھی حضرات اہل بیت اطہار خصوصًا حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو بیک وقت پانچ پانچ لاکھ دینار نذرانہ دیتے ہیں دیکھو ہماری کتاب امیر معاویہ۔ مطلب یہ ہے کہ ہم تمہاری سفارش امیر معاویہ سے کردیں وہ تم کو بیت المال سے مالا مال کردیں یا تم کو کسی لشکر میں ملازم رکھ لیں

[4] اس طرح کہ نہ ہم سے مانگو نہ امیر معاویہ کے خزانہ سے کچھ لو اپنی اس فقیری پر راضی رہو اپنے ہاتھ کی کمائی سے گزارہ کرو صبر یا توکل کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ انسان ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کر بیٹھ جاوے غیبی دستر خوان کا انتظار کرتا رہے رب تعالٰی نے ہاتھ پاؤں دیئے ہیں کمانے کے لیے ان سے مال اور اعمال دونوں کماؤ شعر

گر توکل مے کنی در کار کن　　　کسب کن پس تکیہ بر جبار کن

[5] یہاں امیروں سے مراد ہیں مہاجرین مالدار یعنی فقراء مہاجرین امراء مہاجرین سے چالیس سال پہلے جنت میں جائیں گے تو دوسرے امیروں سے تو بہت ہی پہلے جائیں گے (مرقات) غالبًا یہ لوگ کسی اور جگہ کے مہاجر تھے کہ مکہ معظمہ سے ہجرت تو فتح مکہ کے بعد ختم ہوچکی تھی اور مہاجرین مکہ فاروقی و عثمانی خلافتوں میں مالا مال ہو چکے تھے یہ لوگ کسی اور کافر ملک کے مہاجر ہوں گے واللہ اعلم۔

[6] یعنی ہم اب نہ تو آپ سے کچھ مانگیں گے نہ بادشاہ اسلام سے نہ کسی اور سے ہم اس فرمان عالی پر عمل کر کے اپنے کمائے پر قناعت کریں گے تاقیامت حضور کے فرمان عالی میں اثر ہے ان فرمانوں کے اثر سے ہی آج ایمان، عرفان، شریعت و طریقت کا بقا ہے۔

قَاعِدًا فِي الْمَسْجِدِ وَحَلْقَةٌ مِّنْ فُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِيْنَ قُعُوْدٌ اِذْ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَعَدَ اِلَيْهِمْ فَقُمْتُ اِلَيْهِمْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُبْشِرْ فُقَرَاءُ الْمُهَاجِرِيْنَ بِمَا يَسُرُّ وُجُوْهَهُمْ فَاِنَّهُمْ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ قَبْلَ الْاَغْنِيَاءِ بِاَرْبَعِيْنَ عَامًا قَالَ فَلَقَدْ رَاَيْتُ اَلْوَانَهُمْ اَسْفَرَتْ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو حَتّٰى تَمَنَّيْتُ اَنْ اَكُوْنَ مَعَهُمْ اَوْ مِنْهُمْ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ ۔ وَعَنْ

کہ میں مسجد میں بیٹھا ہوا تھا اور مہاجرین فقراء کا ایک حلقہ میں بیٹھا تھا ۱؎ کہ اچانک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو حضور ان کی طرف ہی بیٹھے میں بھی انہیں کی طرف اٹھ گیا ۲؎ تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فقراء مہاجرین اس کی خوشی منائیں جو ان کے چہروں کو کھلا دے ۳؎ کہ وہ جنت میں امیروں سے چالیس سال پہلے جائیں گے فرماتے ہیں کہ میں نے ان کے رنگ دیکھے چمک سے کھل گئے تھے ۴؎ عبداللہ ابن عمرو فرماتے ہیں کہ حتی کہ میں نے آرزو کی کہ میں ان کے ساتھ یا ان میں سے ہو جاؤں ۵؎ (دارمی) روایت ہے۔

۱؎ یعنی فقراء مہاجرین حلقہ بنائے بیٹھے تھے خیال رہے کہ مسجد میں نماز کے انتظار میں صفیں بنا کر بیٹھنا چاہیے اسی صورت میں حلقے بنانا ممنوع ہے مگر ذکر یا تلاوت قرآن کے لیے حلقے بنا کر بیٹھنا چاہیے نمازی لوگ مقربین فرشتوں کی شکل ہوتے ہیں مقرب فرشتے صف بستہ اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور ذاکرین لوگ جنتی لوگوں کے مشابہ ہیں جنتی لوگ حلقے بنا کر بیٹھا کریں گے رب تعالٰی فرماتا ہے اِخْوَانًا عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ یہ حضرات اس وقت ذکر یا علمی باتیں کر رہے تھے۔ قعود جمع ہے قاعد کی جیسے رقود جمع راقد کی یا وقود جمع واقد کی۔

۲؎ میں تو مسجد کے اور کنارہ پر تھا وہ حضرات دوسرے کنارہ پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف نہ لائے۔ ان کے پاس بیٹھے تو میں بھی وہاں ہی پہنچ گیا۔

۳؎ یعنی ابھی تمہارے چہرے مرجھائے ہوئے ہیں ہم تمہیں وہ خوشی کی خبر سناتے ہیں جس سے تمہارے چہرے خوشی سے کھل جاویں ؎

اس کی باتوں کی لذت پہ دائم درود
اس کے خطبہ کی ہیبت پہ لاکھوں سلام

۴؎ اسفرت بنا ہے اسفار سے بمعنی چمکنا رب تعالٰی فرماتا ہے۔ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ -

۵؎ یعنی ہمیشہ ان فقراء میں سے ہی رہوں کبھی امیر نہ بنوں۔ اس فرمان عالی کی شرح پہلے کی جاچکی ہے۔

أَبِي ذَرٍّ قَالَ أَمَرَنِي خَلِيلِي بِسَبْعٍ أَمَرَنِي بِحُبِّ الْمَسَاكِينِ وَالدُّنُوِّ مِنْهُمْ وَأَمَرَنِي أَنْ أَنْظُرَ إِلَى مَنْ هُوَ دُونِي وَلَا أَنْظُرَ إِلَى مَنْ هُوَ فَوْقِي وَأَمَرَنِي أَنْ أَصِلَ الرَّحِمَ وَإِنْ أَدْبَرَتْ وَأَمَرَنِي أَنْ لَا أَسْأَلَ أَحَدًا شَيْئًا وَأَمَرَنِي أَنْ أَقُولَ بِالْحَقِّ وَإِنْ كَانَ مُرًّا وَ

حضرت ابی ذر سے فرمایا مجھے میرے محبوب نے[1] سات چیزوں کا حکم دیا[2] مجھے مسکینوں سے محبت اور ان سے قرب کا حکم دیا ہے اور مجھے حکم دیا کہ اپنے سے ادنیٰ کو دیکھوں اور اپنے سے اوپر کو نہ دیکھوں[4] اور مجھے حکم دیا کہ رشتوں کو جوڑوں اگرچہ وہ رشتہ وقد کا ہو[5] اور مجھے حکم دیا کہ کسی سے کچھ نہ مانگوں[6] اور مجھے حکم دیا کہ حق بات کہوں اگرچہ کڑوی ہو[7] اور

[1] خلیل سے مراد حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں خلیل وہ ہے جس کی محبت دل کے اندرون میں داخل ہو جاوے یہ بنا ہے خلّۃ سے بمعنی کشادگی دل کی کشادگی بھر دینے والی محبت خلّۃ ہے خلیل وہ جو محبوب بھی ہو محتاج بھی۔ خلیل کے بہت معنی ہیں یہاں بمعنی محبوب ہے۔

[2] یہ حکم استحبابی ہے اور سارے مسلمانوں کو ہے حضرت ابوذر کی معرفت ہو سکتا ہے کہ حکم وجوبی ہو اور حضرت ابوذر کے لیے خاص ہو۔

[3] مساکین کے معنی ابھی عرض ہو چکے دل ایسی نخوت وغرور نہ ہو لہذا اس حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ حضرت بلال سے تو محبت ہو اور حضرت عثمان غنی سے محبت نہ ہو قرب سے مراد دلی قرب ہے یا جسمانی قرب یعنی مساکین کی صحبت میں رہو مساکین کی صحبت دل میں مسکینیت پیدا کرتی ہے۔

[4] یعنی دنیاوی مال ومتاع عزت وجاہ میں اپنے سے کم حیثیت والوں کو دیکھوں جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا۔ دینی کاموں میں اپنے سے زیادہ کو دیکھنا چاہیے جیسا کہ گزر چکا۔

[5] رشتوں سے مراد رشتہ دار ہیں جو نسب سے مراد ہے ان سے اچھا سلوک کرنا ان کی بدسلوکی پر نظر نہ کرنا اس کی تفسیر ہے حضرت یوسف علیہ السلام کا برتاؤ اپنے بھائیوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا برتاؤ فتح مکہ کے دن اور اس کے قریش سے۔

[6] کسی سے مراد دنیا دار لوگ ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگنا ہر ایک کے لیے فخر ہے حضور کا دروازہ وہ ہے جہاں بادشاہ بھیک مانگتے ہیں شعر

منگتے تو ہیں منگتے کوئی شاہوں میں دکھادو — جس کو مری سرکار سے ٹکڑا نہ ملا ہو

[7] اپنے متعلق اور دوسروں کے متعلق ہمیشہ حق بات کہو اپنا قصور ہو تو فوراً مان لو اپنے متعلق حق کہنا بہت مشکل ہے کڑوی سے مراد ہے اپنے پر کڑوی یا دوسرے پر کڑوی۔

أَمَرَنِي أَنْ لَا أَخَافَ فِي اللهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ وَأَمَرَنِي أَنْ أُكْثِرَ مِنْ قَوْلِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ فَإِنَّهُنَّ مِنْ كَنْزٍ تَحْتَ الْعَرْشِ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْجِبُهُ مِنَ الدُّنْيَا ثَلَاثَةٌ الطَّعَامُ وَالنِّسَاءُ وَالطِّيبُ فَأَصَابَ اثْنَيْنِ وَلَمْ يُصِبْ وَاحِدًا أَصَابَ النِّسَاءَ وَالطِّيبَ وَلَمْ يُصِبِ الطَّعَامَ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ

مجھے حکم دیا کہ اللہ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈروں ۱؎ اور مجھے حکم دیا کہ یہ زیادہ کہا کروں نہیں ہے طاقت اور نہ قوت مگر اللہ سے کیونکہ یہ عرش کے نیچے کا خزانہ ہے ۲؎ (احمد) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دنیا کی تین چیزیں پسند تھیں کھانا بیویاں خوشبو ۳؎ تو آپ نے دو چیزیں تو پالیں اور ایک نہ پائی بیویاں اور خوشبو پائیں اور کھانا نہ پایا ۴؎ (احمد) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ

۱؎ یعنی دنیاوی وجاہت والے کا خوف مجھے حق کہنے سے نہ روکے رب اللہ والے لوگ اگر کبھی ان کا کوئی عمل بظاہر خلاف معلوم ہو تو اعتراض کرنے میں جلدی نہ کرے بہت دفعہ ان کے بعض اعمال غلط معلوم ہوتے ہیں۔ مگر در حقیقت بالکل درست ہوتے ہیں جیسے رمضان میں حضرت بایزید بسطامی کا لوگوں کے سامنے روٹی کا ٹکڑا کھا لینا بالکل حق تھا کہ آپ مسافر تھے اس ذریعہ سے لوگوں کو اپنی عقیدت سے ہٹا دیا۔ حضرت خضر و موسیٰ علیہما السلام کا واقعہ تو قرآن کریم میں مذکور ہے۔

۲؎ یعنی لاحول شریف جنت کی اعلیٰ نعمت ہے جو عرش اعظم کے نیچے محفوظ ہے عرش اعظم جنت الفردوس کی چھت ہے اس کی برکت سے دل کو چین و روح کو خوشی نصیب ہوتی ہے اس میں بندہ اپنی قوت و طاقت سے الگ ہو کر اللہ کی قوت و طاقت پر بھروسہ کرتا ہے وسوسہ کی بیماری کے لیے یہ عمل مجرب ہے کہ بعد نماز فجر و مغرب لاحول شریف ۲۱ بار پانی پر دم کر کے پانی پی لیا کرے انشاء اللہ یہ بیماری جاتی رہے۔ تیسرے کلمہ کا یہ جز ہے۔ تیسرے کلمہ کی عظمت معلوم ہے۔

۳؎ ان تین چیزوں سے محبت سنت ہے اپنی بیوی سے محبت تقویٰ کی اصل ہے جو شخص اپنی بیوی سے محبت نہیں کرتا وہ بدکار ہو جاتا ہے خوشبو کا تعلق روحانیت سے ہے جس قدر روحانیت قوی ہوگی اسی قدر خوشبو بھی پیاری ہوگی اب بھی دیکھا گیا کہ مقبول بندوں کو خوشبو پیاری ہوتی ہے۔

۴؎ یعنی بیویاں اور خوشبو تو بہت کثرت سے پائیں مگر کھانا کثرت سے نہ پایا یہاں اصل پانے کی نفی نہیں بلکہ مبالغہ کی نفی ہے۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُبِّبَ إِلَيَّ الطِّيبُ وَالنِّسَاءُ وَجُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلٰوةِ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالنَّسَائِيُّ وَزَادَ ابْنُ جَوْزِيٍّ بَعْدَ قَوْلِهِ حُبِّبَ إِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا بَعَثَ بِهِ إِلَى الْيَمَنِ قَالَ إِيَّاكَ وَالتَّنَعُّمَ عِبَادَ اللّٰهِ

علیہ وسلم نے کہ مجھے تین چیزیں پیاری کی گئیں خوشبو۔ بیویاں[1] اور میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی[2] (احمد۔ نسائی اور ابن جوزی نے حب إلیّ کے بعد من الدنیا زیادہ کیا روایت ہے حضرت معاذ ابن جبل سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جب انہیں یمن بھیجا تو فرمایا کہ تم عیش پسندی سے بچنا[3]

[1] حبب فرما کر بتایا کہ یہ محبت ہماری نفس کی طرف سے نہیں بلکہ اللہ کی طرف سے ہے رب تعالےٰ نے ان چیزوں کو ہمارا محبوب بنا دیا۔

[2] معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز سے رغبت طبعی جبلی تھی رب تعالےٰ ان کے صدقہ سے ہم گنہگاروں کو بھی نصیب کرے نماز۔ مسجد سے محبت ایمان کی علامت ہے۔ خیال رہے کہ پہلی حدیث میں بیوی۔ خوشبو کھانے کو دنیا کی چیزیں قرار دیا گیا تھا۔ یہاں دنیا کا لفظ نہیں کیونکہ نماز دنیا کی چیز نہیں یہ خالص دینی کام ہے جن لوگوں نے ان تینوں کو دنیاوی کاموں میں داخل کیا ہے وہ غلط ہے اس کا ثبوت حدیث شریف میں کہیں نہیں (اشعۃ اللمعات) بلکہ بیویوں اور خوشبو کو دنیا فرمانا اس لیے ہے کہ ان سے تعلق دنیا میں رہتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں حضور کی خوشبوئیں دین تھیں کہ دین میں مددگار تھیں۔

[3] یعنی تم یمن میں گورنر بن کر جا رہے ہو مگر حکام کی سی عیش و آرام کی زندگی اختیار نہ کرنا سادی غذا، سادہ لباس رکھنا تاکہ نفس موٹا اور تم غافل نہ ہو جاؤ سادہ زندگی سے انسان دین و دنیا میں آرام سے رہتا ہے افسوس آج مسلمان یہ سبق بھول گئے ہمارے کالجوں میں فیشن پرستی زیادہ خرچ کرنا سکھایا جاتا ہے طلباء تعلیم سے فارغ ہو کر خوب فضول خرچ بن کر نکلتے ہیں پھر مہذب ڈاکو شریف بدمعاش بنتے ہیں اور اگر نوکری مل گئی تو رشوتوں سے ملک کو ویران کرتے ہیں ان کے خرچ اتنے دیکھے ہوتے ہیں کہ تنخواہ سے پورا نہیں پڑتا رشوتوں سے خرچ پورا کیا جاتا ہے اگر معمولی خرچ کریں تو یہ نوبت نہ آئے۔

لَيْسُوا بِالْمُتَنَعِّمِينَ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ رَضِيَ مِنَ اللّٰهِ بِالْيَسِيرِ مِنَ الرِّزْقِ رَضِيَ اللّٰهُ مِنْهُ بِالْقَلِيلِ مِنَ الْعَمَلِ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ جَاعَ أَوِ احْتَاجَ فَكَتَمَهُ النَّاسَ كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ يَرْزُقَهُ رِزْقَ سَنَةٍ مِنْ حَلَالٍ

اللہ کے بندے عیش و عشرت میں مشغول نہیں ہوتے ۱؎ (احمد) روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو اللہ کے تھوڑے رزق پر راضی ہوگا تو اللہ اس کے تھوڑے عمل پر راضی ہوگا ۲؎ روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو بھوکا یا حاجتمند ہو پھر اسے لوگوں سے چھپائے ۳؎ تو اللہ تعالٰی کے ذمہ کرم پر یہ ہے کہ اسے ایک سال کی حلال روزی عطا فرمائے گا ۴؎

۱؎ یعنی اللہ کے بندے ہر حال میں خصوصاً امیر یا حاکم ہو کر عیش پسند نہیں ہوتے کہ [illegible] کھانے کے متعلق فرماتا ہے [illegible] [illegible] اس کا پہننا [illegible]

۲؎ خیال رہے کہ اللہ تعالٰی کی رضا دو قسم کی ہے ایک رضاء ازلی دوسری رضاء ابدی۔ رضاء ازلی ہماری رضا سے پہلے ہے جب وہ ہم سے راضی ہوتا ہے تو ہم کو نیکی کی توفیق ملتی ہے مگر رضاء ابدی ہماری رضا کے بعد ہے جب ہم اللہ سے راضی ہو جاتے ہیں نیکیاں کرتے ہیں تو وہ ہم سے راضی ہوتا ہے یہاں رضاء ابدی کا ذکر ہے۔ اس لیے بندے کی رضا پہلے بیان ہوئی اور اس آیت کریمہ میں رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ رضاء ازلی کا ذکر ہے۔ اس لیے وہاں رضاء الٰہی کا پہلے ذکر ہے مرقات۔ حدیث کا مطلب ظاہر ہے کہ اگر تم معمولی روزی پر بہت شکر کرو تو رب تعالٰی تمہارے معمولی اعمال کی بہت قدر فرمائے گا۔

۳؎ یہاں بھوک سے مراد ہے قابل برداشت بھوک جس سے ہلاکت نہ ہو اس کا چھپانا اور خود کما کر پیٹ بھرنا بہتر ہے لیکن اگر بھوک سے جان نکل رہی ہے تو اس کا ظاہر کرنا کسی سے کچھ لے کر بقدر ضرورت کھا لینا فرض ہے اگر چھپائے گا اور بھوکا مر جائے گا تو حرام موت مرے گا مرقات۔ لہذا اشعار والا یہ فتوٰی اس حدیث پاک کے خلاف نہیں حدیث کی یہی فہم ضروری ہے۔

۴؎ یہ فرمان بالکل درست ہے اور مجرب ہے اپنی فقیری چھپانے والے بفضلہ تعالٰی امیر ہو جاتے ہیں کبھی جلد اور کبھی دیر سے مگر فقط چھپانے پر کفایت نہ کرے کمانے کی کوشش کرے یہ سال بھر کی روزی آسمان سے نہیں برسے گی بلکہ اسباب سے ملے گی۔

رَوَاهُمَا الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيْمَانِ وَعَنْ عِمْرَانَ ابْنِ حُصَيْنٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللهَ يُحِبُّ عَبْدَهُ الْمُؤْمِنَ الْفَقِيْرَ الْمُتَعَفِّفَ أَبَا الْعِيَالِ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَعَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ قَالَ اسْتَسْقٰى يَوْمًا عُمَرُ فَجِيْءَ بِمَاءٍ قَدْ شِيْبَ بِعَسَلٍ فَقَالَ إِنَّهُ لَطَيِّبٌ لٰكِنِّيْ أَسْمَعُ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ نَعٰى عَلٰى قَوْمٍ شَهَوَاتِهِمْ فَقَالَ أَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا فَأَخَافُ أَنْ تَكُوْنَ حَسَنَاتُنَا عُجِّلَتْ

(بیہقی شعب الایمان) روایت ہے حضرت عمران ابن حصین سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالٰی بال بچوں والے غریب مسلمان سے بہت محبت فرماتا ہے[1] (ابن ماجہ) روایت ہے حضرت زید ابن اسلم سے[2] فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمر نے پانی مانگا تو ایسا پانی لایا گیا جو شہد سے مخلوط تھا[3] فرمایا یہ بہت اچھا ہے مگر میں اللہ عزوجل کو سن رہا ہوں کہ اس نے لوگوں پر ان کی خواہشات سے عیب لگایا[4] کہ فرمایا کہ تم اپنی پسندیدہ چیزیں اپنی دنیاوی زندگی میں حاصل کر چکے ان سے نفع لے چکے میں ڈرتا ہوں[5] کہ ہماری نیکیاں جلدی دے دی گئی ہوں۔

[1] جو مومن صاحب عیال کثیر العیال (بہت کنبہ مند) فقیر الحال ہو پھر سوال سے بچے تو وہ صاحب کمال ہے محبوب رب ذوالجلال ہے کہ کسی سے رب کی شکایت نہیں کرتا راضی برضا رہتا ہے مگر یہ عمل ہے بہت مشکل۔

[2] آپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے غلام ہیں۔ مدنی ہیں۔ تابعی ہیں بڑے فقیہ عالم محدث اور زاہد و متقی ہیں ۱۳۶ھ ایک سو چھتیس میں وفات پائی (مرقات۔ اکمال)۔

[3] یعنی بجائے سادہ پانی کے شہد کا ٹھنڈا شربت لایا گیا۔

[4] یعنی اس وقت مجھے پیاس بھی ہے اور یہ شربت لذیذ بھی ہے دل پینے کو بہت چاہ رہا ہے مگر مجھے یہ آیت کریمہ یاد آرہی ہے۔

[5] خیال رہے کہ یہ آیت کریمہ کفار کے متعلق ہے مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر اس وقت خوف الٰہی درجہ کا طاری ہے خیال فرمایا کہ اس آیت کے الفاظ عام ہیں ہو سکتا ہے کہ اس میں ہم بھی داخل ہو جاویں لہذا بہتر یہی ہے کہ موضع خوف سے بچے اللہ والوں کے حالات مختلف ہوتے ہیں کبھی ان پر خوف کا غلبہ ہوتا ہے کبھی امید کا لہذا یہ اعتراض نہیں ہو سکتا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے بلکہ حضرات صحابہ نے مرغ بٹیریں بھی کھائی ہیں۔

لَنَا فَلَمْ يَشْرَبْهُ رَوَاهُ رَزِيْنٌ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ مَا شَبِعْنَا مِنْ تَمْرٍ حَتّٰى فَتَحْنَا خَيْبَرَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ بَابُ الْاَمَلِ وَالْحِرْصِ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ خَطَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطًّا مُرَبَّعًا وَخَطَّ خَطًّا فِي الْوَسَطِ خَارِجًا مِنْهُ وَخَطَّ خُطَطًا صِغَارًا

چنانچہ آپ نے وہ نہ پیا[1] (رزین) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے کہ ہم چھوہاروں سے سیر نہ ہوئے حتی کہ ہم نے خیبر فتح کرلیا[2] (بخاری) امید اور حرص کا بیان[3] پہلی فصل روایت ہے حضرت عبداللہ[4] سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چوکور خط کھینچی اور ایک خط بیچ میں کھینچا اس سے نکلا ہوا اور چند خطوط چھوٹے کھینچے اس خط کی طرف جو بیچ میں تھا[5]

[1] اس حالت میں یہ شربت چھوڑنا انتہائی زہد و تقوی ہے جس پر بڑا اجر ہے اور دوسرے وقت اللہ کی نعمتیں خوب کھا کر خوب شکر کرنا عبادت ہے غرضکہ صبر کا اور وقت ہے شکر کا دوسرا وقت ؎

اگر درویش بر حالے بماندے — درست از دو عالم بر فشاندے

[2] یعنی ہم مہاجرین صحابہ نے فتح خیبر سے پہلے بہت تنگی کی زندگی گزاری خیبر فتح ہونے پر اللہ نے ہم پر بڑی وسعت کردی خیبر میں باغات بہت زیادہ ہیں۔ فقیر نے زیارت کی ہے۔

[3] درازی عمر کی آرزو امل ہے اور کسی چیز سے سیر نہ ہونا ہمیشہ زیادتی کی خواہش کرنا حرص ہے دونوں چیزیں اگر دنیا کے لیے ہیں تو بری ہیں اگر آخرت کے لیے ہے تو اچھی اس لیے دراز عمر چاہنا کہ اللہ کی عبادت زیادہ کرلوں اچھا ہے نیک اعمال سے سیر نہ ہونا ہمیشہ زیادتی کی فکر میں رہنا بہت ہی اچھا ہے رب تعالٰی ہمارے حضور کی تعریف فرماتا ہے حریص علیکم یہاں دنیاوی امید اور دولت، عزت، شہرت کی حرص مراد ہے جو کہ بری چیز ہے آئندہ احادیث میں امل و حرص کی برائیاں بیان ہورہی ہیں چونکہ امید اور حرص لازم ملزوم ہیں اس لیے ان دونوں کو جمع فرمایا۔ لمبی امیدیں نیک اعمال سے روکتی ہیں حرص دنیا گناہ زیادہ کراتی ہے انسان پہلے نیکیوں سے رکتا ہے پھر گناہ کرتا ہے اس لیے امل کا ذکر پہلے فرمایا حرص کا بعد میں

[4] یعنی حضرت عبداللہ ابن مسعود سے روایت ہے۔ جب عبداللہ مطلق بولتے ہیں تو اس سے آپ ہی مراد ہوتے ہیں۔

[5] ظاہر یہ ہے کہ حضور انور نے یہ خط اپنے دست اقدس سے کھینچے اس کی شکل یہ تھی مثالی خطوں میں غور کرو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسے اہم مسائل اشاروں میں سمجھا دیے ؎

جو فلسفیوں سے حل نہ ہوئے اور نکتہ وروں سے کھل نہ سکے — وہ راز اک کملی والے نے سمجھا دیے چند اشاروں میں

إِلَى هَذَا الَّذِي فِي الْوَسَطِ مِنْ جَانِبِهِ الَّذِي فِي الْوَسَطِ فَقَالَ هَذَا الْإِنْسَانُ وَهَذَا أَجَلُهُ مُحِيطٌ بِهِ وَهَذَا الَّذِي هُوَ خَارِجٌ أَمَلُهُ وَهَذِهِ الْخُطَطُ الصِّغَارُ الْأَعْرَاضُ فَإِنْ أَخْطَأَهُ هَذَا نَهَشَهُ هَذَا وَإِنْ أَخْطَأَهُ هَذَا نَهَشَهُ هَذَا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ خَطَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُطُوطًا فَقَالَ هَذَا الْأَمَلُ وَهَذَا أَجَلُهُ فَبَيْنَمَا

اس کی طرف سے جس کے بیچ میں یہ تھا[1] پھر فرمایا یہ انسان ہے اور یہ اس کی موت ہے اسے گھیرے ہوئے اور یہ جو باہر نکلا ہوا ہے یہ اس کی امید ہے اور یہ چھوٹے خط آفتیں ہیں[2] تو اگر انسان اس آفت سے بچا تو اس نے ڈس لیا اور اگر اس سے بچا تو اس نے کاٹ لیا[3] (بخاری) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے چند خط کھینچے پھر فرمایا یہ امید ہے اور یہ

۱ یعنی بیچ والی لکیر میں سے دو طرفہ چھوٹی چھوٹی لکیریں نکلی ہوئی تھیں جو مربع خط کی طرف تھیں جیسا کہ ہمارے کھینچے ہوئے خط سے ظاہر ہو رہا ہے۔

۲ یعنی اس شکل میں چار چیزیں ہیں بیچ والا جو مربع خط سے گھرا ہوا ہے اور جسے چھوٹی لکیریں چمٹی ہوئی ہیں یہ تو انسان ہے اور اس کے اردگرد جو محیط خط اس کی موت ہے جو ہر طرف سے اسے گھیرے ہوئے ہے اور آس پاس کی چمٹی ہوئی لکیریں یہ دنیاوی آفتیں بلائیں ہیں بیماریاں۔ آپس کی دشمنیاں دنیاوی جھگڑے اور لکیریں جو دو طرفہ چمٹی ہوئی ہیں اور اس مربع خط سے اوپر نکلا ہوا حصہ انسان کی دنیاوی امیدیں ہیں یعنی انسان اس قدر آفتوں اور ہر طرفہ سے موت میں گھرے ہوئے ہونے کے باوجود اتنی دراز امیدیں رکھتا ہے جو اس موت سے بھی آگے نکلی ہوئی ہیں ؎

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں ۔ سامان سو برس کا ہے کل کی خبر نہیں

۳ یعنی انسان عمر میں کبھی بھی آفتوں سے چھٹکارا نہیں پاتا ایک آفت جاتی ہے تو دو آتی ہیں۔ اور جب وہ جاتی ہیں تو اور طرف سے تین چار آتی ہیں یہ آفتیں بلائیں یوں ہی آتی رہتی ہیں حتی کہ اسے موت آجاتی ہے۔ زیادہ امیدیں باندھنے والے کو موت کی تکلیف بہت ہوتی ہے نزع کی شدت دنیا چھوٹنے کی حسرت امیدیں پوری نہ ہونے کا غم لہٰذا یہی بہتر ہے کہ لمبی امیدیں رکھی ہی نہ جائیں۔ غافل مر کر دنیا اور محبوب چیزوں سے چھوٹتا ہے مگر مومن کامل مر کر محبوب سے ملتا ہے کافر کی موت کا دن چھوٹنے کا دن ہے مومن کی موت کا دن ملنے کا دن ہے اس لیے مقبولوں کی موت عرس یعنی شادی کہا جاتا ہے۔ قبر میں کامیاب ہونے پر فرشتے کہتے ہیں نم کنومة العروس سو جا دلہن کی طرح۔

هو كذلك إذ جاءه الخط الأقرب رواه البخاري وعنه قال قال النبي صلى الله عليه وسلم يهرم ابن آدم ويشب منه اثنان الحرص على المال والحرص على العمر متفق عليه وعن أبي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال لا يزال قلب الكبير شابا في اثنتين في حب الدنيا وطول الأمل متفق عليه وعنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم أعذر الله إلى امرئ أخر أجله حتى بلغه ستين

اس کی موت ہے اس حالت میں کہ انسان یوں ہی ہوتا ہے کہ قریب والا خط اسے آلیتا ہے [1] (بخاری) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کہ انسان بوڑھا ہوجاتا ہے اور اس کی دو چیزیں جوان رہتی ہیں [2] مال کی حرص اور عمر کی حرص [3] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا بوڑھے کا دل دو چیزوں میں جوان رہتا ہے دنیا کی محبت اور لمبی امید میں [4] (مسلم۔ بخاری) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ اس بندے کو معذور رکھتا ہے جس کی موت پیچھے کر دی گئی حتی کہ اسے ساٹھ سال تک

[1] یا تو یہ خط بھی اسی طرح کھینچا جس کی شکل اوپر دکھائی گئی یا اس طرح کھینچا 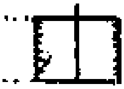 مگر مطلب وہ ہی ہے کہ انسان آفتوں اور موت میں گھرا ہوا ہے مگر امیدیں موت سے آگے نکلی ہوئی ہیں۔

[2] یہاں مرد سے مراد عام دنیا دار انسان مراد ہے جو بڑھاپے میں بھی حریص رہتا ہے بعض اللہ کے بندے جوانی میں بھی حریص نہیں ہوتے وہ اس حکم سے علیحدہ ہیں مگر ایسے خوش نصیب بندے بہت تھوڑے ہیں عموماً وہ ہی حال ہے جو یہاں ارشاد ہوا۔

[3] یعنی عموماً بوڑھے آدمی مال جمع کرنے مال بڑھانے میں بڑے مشغول رہتے ہیں ہمیشہ زندگی کی دعائیں کرتے ہیں اگر کوئی نہیں کوسے تو لڑتے ہیں یہ ہے محبت مال و عمر حریص کا دل یا قناعت سے بھرتا ہے یا قبر کی مٹی سے۔

[4] محبت دنیا ذریعہ ہے موت سے ڈرنے کا اور لمبی امید ذریعہ ہے اعمال صالحہ میں دیر لگانے کا خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ سے امید اور آخرت کی لمبی امید میں کمال ایمان کی نشانی ہے امل دنیا کی امید کو کہتے ہیں اور رجاء آخرت کی امید اللہ سے امید کو کہا جاتا ہے امل بری ہے رجاء اچھی۔

سَنَةً رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ كَانَ لِابْنِ آدَمَ وَادِيَانِ مِنْ مَالٍ لَابْتَغٰى ثَالِثًا وَلَا يَمْلَأُ جَوْفَ ابْنِ آدَمَ إِلَّا التُّرَابُ وَيَتُوبُ اللّٰهُ

پہنچا دیا[1] (بخاری) روایت ہے حضرت ابن عباس سے وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا اگر انسان کے پاس مال کے دو جنگل ہوں تو وہ تیسرا تلاش کرے[2] انسان کو مٹی کے سوا کوئی چیز نہیں بھر سکتی[3] اور اللہ توبہ قبول کر لیتا ہے اس کی جو

[1] اس عبارت کے دو معنی ہیں ایک یہ اعذر کے معنی ہیں عذر دور کر دیتا ہے یعنی باب افعال کا ہمزہ سلب کے لیے ہے تب مطلب یہ ہوگا کہ بچپن اور جوانی میں غفلت کا عذر سنا جا سکے گا مگر جو بڑھاپے میں اللہ تعالٰے کی طرف رجوع نہ کرے اس کا عذر قبول نہ ہوگا کیونکہ بچپن میں جوانی کی امید تھی جوانی میں بڑھاپے کی اب بڑھاپے میں سوا موت کے اور کس چیز کا انتظار ہے اگر اب بھی عبادت نہ کرے تو سزا کے قابل ہے اس کا کوئی بہانہ قابل سننے کے نہیں دوسرے یہ کہ اعذر کے معنی ہیں معذور رکھتا ہے یعنی جو بوڑھا آدمی بڑھاپے کی وجہ سے زیادہ عبادت نہ کر سکے مگر جوانی میں بڑی عبادتیں کرتا رہا تو اللہ تعالٰے اسے معذور قرار دے کر اس کے نامہ اعمال میں وہ ہی جوانی کی عبادت لکھتا ہے ساٹھ سال پورا بڑھاپا ہے ؎

رسم است کہ مالکان تحریر — آزاد کنند بندۂ پیر
اے بار خدائے عالم آرا — بر سعدی پیر خود بہ بخشا

بوڑھے نوکر کی پنشن ہو جاتی ہے وہ رؤف و رحیم رب بھی اپنے بوڑھے بندوں کی پنشن کر دیتا ہے مگر پنشن اس کی ہوتی ہے جو جوانی میں خدمت کرتا رہے۔

[2] یہاں دو اور تیسرا حد بندی کے لیے نہیں مطلب یہ ہے کہ اگر دو جنگل بھر مال ہو تو تیسرے جنگل کی خواہش کرے اور اگر تین جنگل مال ہو تو چوتھے کی اسی طرح سلسلہ قائم رکھے انسان کی ہوس زیادہ مال سے نہیں بجھتی یہ تو فضل ذوالجلال سے بجھتی ہے۔

[3] تراب سے مراد قبر کی مٹی ہے یعنی انسان کی ہوس قبر تک رہتی ہے مر کر ہوس ختم ہوتی ہے یہ حکم عمومی ہے اللہ کے بندے اس حکم سے علیحدہ ہیں جو بڑے صابر و شاکر ہیں جیسے حضرت انبیاء کرام اور خاص اولیاء اللہ مگر ایسے قناعت والے بہت کم ہیں صوفیاء فرماتے ہیں کہ انسان کی پیدائش مٹی سے ہے اور مٹی کی فطرت خشکی ہے اس کی خشکی صرف بارش سے ہی دور ہوتی ہے بارش ہونے پر اس میں سبزہ پھل پھول سب کچھ ہوتے ہیں یوں ہی اگر انسان پر توفیق کی بارش نہ ہو تو انسان محض خشک ہے اگر نبوت کے بادل سے توفیق و ہدایت کی بارش ہو تو اس میں ولایت تقوی وغیرہ کے پھل پھول لگتے ہیں (مرقات)

تَوَّابٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اَخَذَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبَعْضِ جَسَدِي فَقَالَ كُنْ فِي الدُّنْيَا كَاَنَّكَ غَرِيْبٌ اَوْ عَابِرُ وَعُدَّ نَفْسَكَ فِي اَهْلِ الْقُبُوْرِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

توبہ کرے لہ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے میرے جسم کا بعض حصہ پکڑا ۲ھ پھر فرمایا دنیا میں رہو جیسے کہ تم مسافر ہو یا راہ گیر ۳ھ اور اپنے کو قبر والوں میں سے شمار کرو ۴ھ (بخاری)

لہ یعنی انسان اگرچہ برائیوں کا مجموعہ ہے لیکن اگر توبہ کرکے رب کی طرف رجوع کرے تو آغوش رحمت اس کے لیے کھلا ہے۔ صوفیاء کے نزدیک توبہ ہی توفیق کی بارش ہے خیال رہے کہ بارش سے مٹی میں باغ لگتے ہیں پتھروں میں نہیں لگتے سخت دل آدمی نیک نہیں بن سکتا۔ ؎

در بہاراں کے شود سر سبز سنگ   خاک شو تا گل بروید رنگ رنگ

۲ھ کندھا مراد ہے حضور انور نے حضرت ابن عمر کا کندھا پکڑ کر یہ فرمایا کندھا پکڑنا قلبی فیض دینے کے لیے تھا قلبی فیض کے بغیر نصیحت اثر نہیں کرتی رمزتا ہے زبان سے قال دیا جاتا ہے نگاہ سے حال عطا کیا جاتا ہے صرف قال بغیر حال مفید نہیں مولانا فرماتے ہیں۔

قال را بگذار مرد حال شو   زیر پائے کاملے پامال شو

۳ھ غریب کہتے ہیں غریب الوطن مسافر کو اگرچہ وہ کسی جگہ چند دن ٹھہر جائے مگر عابر سبیل وہ ہے جو وہ راہگیر ہے جو کسی جگہ دوپہری گذارنے کے لیے بیٹھ جائے یہ دونوں سفر اور جنگل میں دل نہیں لگاتے تم بھی دنیا میں دل نہ لگاؤ مسافروں کی طرح اگلی منزل کے لیے تیار رہو دنیا منزل ہے آخرت وطن منزل پر کچھ دیر آرام کرلو مگر غافل ہوکر سو نہ جاؤ سفر کا سامان باندھے تیار رہو جب موت کی ریل آئے تمہیں تیار پائے ہر وقت اس کے منتظر رہو۔

۴ھ یعنی جیسے مرکر مردہ سب سے الگ ہوجاتا ہے نہ مال اس کا رہتا ہے نہ عزیز تم زندگی میں اپنا دل ان تمام سے الگ رکھو دنیا آنے پر پھولو مت جانے پر رب کو بھولو مت اپنے کو اللہ رسول کے قبضہ میں ایسے کردو جیسے مردہ غسال کے ہاتھ میں۔ صوفیاء فرماتے ہیں موتوا قبل ان تموتوا مرنے سے پہلے مرجاؤ یا فرماتے ہیں حاسبوا قبل ان تحاسبوا حساب دینے سے پہلے اپنا حساب کرلو ان دونوں اقوال کا ماخذ یہ حدیث شریف ہے جو مرنے سے پہلے مرجائے گا وہ پھر کبھی نہ مرے گا۔ ؎

میں مروں تو جگ مرے مرے میری بلا
چیلا پیچھے پیر کا مرے نہ مارا جائے

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ مَرَّ بِنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَنَا وَاُمِّیْ نُطَیِّنُ شَیْئًا فَقَالَ مَا ھٰذَا یَا عَبْدَ اللّٰہِ قُلْتُ شَیْءٌ نُصْلِحُہٗ قَالَ الْاَمْرُ اَسْرَعُ مِنْ ذٰلِکَ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُھَرِیْقُ الْمَاءَ فَیَتَیَمَّمُ بِالتُّرَابِ فَاَقُوْلُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ الْمَاءَ مِنْکَ قَرِیْبٌ یَقُوْلُ مَا یُدْرِیْنِیْ

دوسری فصل روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں کہ ہم پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم گزرے میں اور میری ماں کسی چیز کو مٹی سے لیپ رہے تھے تو فرمایا اے عبداللہ یہ کیا ہے ۱ میں نے عرض کیا ایک چیز ہے جسے ہم درست کر رہے ہیں فرمایا وہ کام اس سے بھی جلد آ رہا ہے ۲ (احمد، ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم استنجاء کرتے تھے تو فوراً مٹی سے تیمم کر لیتے تھے ۳ میں عرض کرتا یا رسول اللہ پانی آپ سے قریب ہی ہے ۴ تو فرماتے مجھے کیا خبر ۵ شاید اس

۱ یعنی تم تو عبداللہ اللہ کے بندے ہو پھر ان آفتوں میں کیوں پھنس گئے (مرقات)

۲ یہ گھر مرمت کے لائق تھا ہم بالکل درست تھا مضبوطی کے لیے یہ سب کچھ کر رہے تھے فرمایا کہ تمہاری موت اس گھر کے فنا ہونے سے پہلے آ جانے گی لہذا اس کی مرمت میں پھنس کر اپنے قلب و قالب کی مرمت سے غافل نہ ہو جاؤ نیک اعمال قالب کی مرمت ہے اللہ کا خوف حضور سے محبت دل کی مرمت ہے اس کی کوشش کرو۔

۳ یہ وہ تیمم نہیں ہے جو پانی پر قدرت نہ ہونے کی وجہ سے نماز کے لیے کیا جاتا ہے پانی تو وہاں موجود ہے اور ابھی نماز کا وقت ہے ہی نہیں یہ تیمم پانی تک پہنچنے کے زمانہ میں ایک گونہ پاکی حاصل کرنے کے لیے ہے جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے غرضکہ شریعت کا تیمم اور ہے عشق و محبت یا طریقت کا تیمم کچھ اور ہے یہاں طریقت کا تیمم ہے۔ (اشعہ مع الزیادۃ)

۴ یعنی حضور آپ کی شریعت کی رو سے یہ تیمم درست نہیں ہوا کہ پانی پر قدرت حضور کو حاصل ہے پھر تیمم کیسا یہ ایسا ہی سوال و جواب ہے جو حضرت موسیٰ و خضر علیہم السلام میں واقع ہوئے کہ حضرت موسیٰ کے سوالات شرعی تھے حضرت خضر کے جواب حقیقی تھے۔

۵ یہاں درایت کی نفی ہے علم کی نفی نہیں درایت کے معنی ہیں اٹکل، قیاس، دلیل سے جاننا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی وفات شریف وحی سے معلوم تھی حضور انور نے حج فرض ہوتے ہی حج نہیں کیا ایک سال بعد کیا کیونکہ آپ کو اپنی زندگی معلوم تھی یہ فرمان ہمارے لیے ہے کہ تم لوگ اپنے پر اتنا بھروسہ بھی نہ کرو کہ استنجاء کرکے قریبی پانی تک پہنچ جاؤ گے کیونکہ تمہارا علم صرف درایت ہے وحی سے نہیں اور زندگی و موت کے علم میں عقل بھی کا

لَعَلِّی لَا اَبْلُغُهٗ رَوَاهُ فِی شَرْحِ السُّنَّةِ وَابْنُ الْجَوْزِیِّ فِی کِتَابِ الْوَفَاءِ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هٰذَا ابْنُ اٰدَمَ وَهٰذَا اَجَلُهٗ وَوَضَعَ یَدَهٗ عِنْدَ قَفَاهُ ثُمَّ بَسَطَ فَقَالَ وَثَمَّ اَمَلُهٗ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ غَرَزَ عُوْدًا بَیْنَ یَدَیْهِ وَاٰخَرَ اِلٰی جَنْبِهٖ وَاٰخَرَ بَعْدَهٗ

تک نہ پہنچ سکوں ۱ (شرح سنہ۔ ابن جوزی۔ کتاب الوفاء) ۲ روایت ہے حضرت انس سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ انسان ہے اور یہ اس کی موت ہے اور اپنا ہاتھ اپنی گدی پر رکھا ۳ پھر ہاتھ دراز کیا فرمایا یہاں اس کی امید ہے ۴ (ترمذی) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے ۵ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لکڑی اپنے سامنے گاڑی اور دوسری اس کے برابر اور تیسری اس سے بہت دور ۶

۱ صوفیاء فرماتے ہیں کہ حضور انور پر کبھی عشق کا غلبہ ہوتا تھا کبھی شریعت کا حکم شرعی ظاہر فرمانے کے لیے استنجا کرکے بغیر وضو قرآن پاک کی تلاوت کر لیتے تھے اور فنا فی اللہ کے غلبہ کے وقت بغیر تیمم کیے سلام کا جواب بھی نہ دیتے تھے یہاں حضور کے دوسرے حال یعنی فنا کا ذکر ہے دیکھو حضرت عمر نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چار یا پانچ آدمیوں کی دعوت کی مگر لے گئے سارے خندق والوں کو یہ ہے حال اور اپنی ملکیت کا اظہار اور ابی الہیثم کے ہاں دعوت میں ایک آدمی زیادہ چلا گیا۔ تو اس سے اجازت لی یہ تھا قال یعنی شریعت۔

۲ یعنی یہ حدیث امام بغوی نے شرح سنہ میں اور ابن جوزی نے اپنی کتاب۔ کتاب الوفا فی شرف المصطفٰے میں روایت کی (مرقات) وفا اور وفاء الوفا تاریخ مدینہ یہ اور کتب ہیں۔

۳ قفا سر کا پچھلا حصہ جسے اردو میں گدی کہا جاتا ہے پنجابی میں گچی۔

۴ یعنی موت تو سر پر کھڑی ہے اور امیدیں بہت لمبی لمبی بندھی ہوئی ہیں یہ ہم جیسے غافلوں کا ذکر ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر یہ شعر پڑھتے تھے۔

کل امری مصبح فی اھله والموت اقرب من شراک نعله

۵ آپ کا نام شریف سعد ابن مالک ابن سنان ہے (ترمذی ابواب الزہد) آپ کے حالات شریفہ بیان ہو چکے ہیں۔

۶ یعنی تین لکڑیاں اس طرح گاڑھیں کہ دو ملی ہوئی اور تیسری بہت فاصلہ سے آج کل اسکولوں میں عملی مشق کرائی جاتی ہے یہ عملی مشق تھی۔

فَقَالَ أَتَدْرُوْنَ مَا هٰذَا قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَعْلَمُ قَالَ هٰذَا الْإِنْسَانُ وَهٰذَا الْأَجَلُ أُرَاهُ قَالَ وَهٰذَا الْأَمَلُ فَيَتَعَاطَى الْأَمَلَ فَلَحِقَهُ الْأَجَلُ دُوْنَ الْأَمَلِ رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عُمُرُ أُمَّتِيْ مِنْ سِتِّيْنَ سَنَةً إِلٰى سَبْعِيْنَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

پھر فرمایا کیا تم جانتے ہو یہ کیا ہے صحابہ نے عرض کیا اللہ رسول خوب جانیں فرمایا یہ انسان ہے اور یہ موت ہے[1] مجھے خیال ہے کہ فرمایا اور یہ امید ہے انسان امیدوں میں مشغول رہتا ہے مگر اسے امید سے پہلے موت پہنچ جاتی ہے[2] (شرح سنہ) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا میری امت کی عمر ساٹھ ستر سال کے درمیان ہوگی[3] (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔ روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

[1] مقصد یہ ہے کہ موت انسان سے بہت قریب ہے مگر اس کی امیدیں بہت دراز خیال رہے کہ انسان شخصی ضروریات میں کمی کرے مگر قومی دینی مکمل ضروریات وخدمات بہت زیادہ انجام دے کہ اشخاص مرتے ہیں قوم و دین نہیں مرجاتے بزرگوں نے دینی کتب لکھیں جو صدیوں سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچارہی ہیں حضور انور نے سارا حجاز فتح فرمالیا اپنی ذات کے لیے نہیں بلکہ امت کے فیض دین کے لیے اب تک ان سے فائدے پہنچ رہے ہیں خیال رہے کہ سکندر اعظم اور فاروق اعظم کے مفتوحہ علاقے، دوسری قوموں کے پاس پہنچ گئے فاروق اعظم کے مفتوحہ علاقے مسلمانوں ہی کے قبضہ میں ہیں قریبًا چودہ سو سال گزر چکے ہیں، روم، ایران وغیرہ۔

[2] یعنی انسان کی ایک امید پوری ہوئی تو دو سامنے آجاتی ہیں وہ پوری ہوں تو چار سامنے آتی ہیں یہ سلسلہ یوں ہی دراز ہوتا چلا جاتا ہے کہ موت آجاتی ہے۔ ؎

امید بستہ برآمد ولے چہ فائدہ زانکہ امید نیست کہ عمر گذشتہ باز آید

[3] یعنی میری امت کی عمریں عمومًا ساٹھ ستر سال کے درمیان ہوں گی اگرچہ بعض لوگ ساٹھ سال سے پہلے مرجائیں گے بعض ستر سے بڑھ جائیں گے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق، عمر فاروق، علی مرتضٰی کی عمریں ترسٹھ ۶۳ سال ہوئیں اور حضرت حکیم امت کی عمر شریف بھی ترسٹھ ۶۳ سال ہوئی کہ آپ کا وصال ۳ رمضان ۱۳۹۱ھ ہوا حضرت عثمان غنی کی عمر بیاسی یا اٹھاسی سال ہوئی اس حدیث کی صحت پر تجربہ شاہد ہے۔

أَعْمَارُ أُمَّتِيْ مَا بَيْنَ سِتِّيْنَ إِلَى السَّبْعِيْنَ وَأَقَلُّهُمْ مَنْ يَّجُوْزُ ذٰلِكَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَذُكِرَ حَدِيْثُ عَبْدِ اللهِ ابْنِ الشِّخِّيْرِ فِيْ بَابِ عِيَادَةِ الْمَرِيْضِ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنْ عَمْرِو ابْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَوَّلُ صَلَاحِ هٰذِهِ الْأُمَّةِ الْيَقِيْنُ وَالزُّهْدُ وَأَوَّلُ فَسَادِهَا الْبُخْلُ وَالْأَمَلُ رَوَاهُ

نے کہ میری امت کی عمریں ساٹھ ستر سال کے درمیان ہوں گی کم لوگ اس سے آگے بڑھیں گے ۱ (ترمذی۔ ابن ماجہ) اور حضرت عبداللہ ابن شخیر کی حدیث باب عیادۃ المریض میں بیان کر دی گئی ۲ تیسری فصل روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس امت کی پہلی درستی یقین اور زہد ہے ۳ اور اس کا پہلا فساد بخل اور دراز امید ہے ۴

۱ یعنی بہت کم لوگ ستر سے آگے بڑھیں گے سو سال سے آگے بڑھنے والے تو بہت ہی کم ہوں گے چنانچہ حضرت انس ابن مالک کی عمر ایک سو تین سال ہوئی جناب اسماء بنت ابوبکر صدیق کی عمر ایک سو سال ہوئی کسی قوت میں کمی نہ آئی حسان ابن ثابت کی عمر ایک سو بیس سال ہوئی حضرت سلمان فارسی کی عمر ساڑھے تین سو سال ہوئی مگر اسلام میں تھوڑا عرصہ رہے ۳۳ھ میں وفات پائی (مرقات) میں نے حضرت سلمان فارسی کے مزار کی زیارت کی ہے بغداد شریف سے تیس میل دور سلمان پاک بستی میں ہے پہلے اسے مدائن کہتے تھے۔

۲ یعنی وہ حدیث مصابیح میں یہاں تھی ہم نے مناسبت کے لحاظ سے وہاں بیان کر دی۔

۳ یعنی مسلمان کی پہلی نیکی جو باقی نیکیوں کی جڑ ہے وہ یقین ہے اور یقین چار قسم کا ہے ۱ جو خیر و شر ہے وہ رب تعالیٰ کی طرف سے ہے ۲ جو روزی مقدر میں ہے وہ ضرور ملے گی ۳ نیک و بد اعمال کی سزا و جزا ضرور ملے گی ۴ اللہ تعالیٰ ہمارے ہر حال سے خبردار ہے ان چاروں باتوں پر یقین رکھے تو ان شاء اللہ بخل، حسد، کینہ، بدعملی ان سب سے محفوظ رہے گا واللہ اعلم

۴ یعنی مسلمان کا پہلا گناہ جو دوسرے گناہوں کی جڑ ہے وہ یہ دو چیزیں ہیں۔ بخل جڑ ہے خونریزی و فساد کی لمبی امیدیں جڑ ہیں غفلت و گناہوں کی انسان بڑھاپے میں بھی یہ سوچتا ہے کہ ابھی عمر بہت ہے نیکیاں آئندہ کر لیں گے اسی خیال میں رہتے ہیں کہ موت آجاتی ہے۔

الْبَیْہَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ وَعَنْ سُفْیَانَ الثَّوْرِیِّ قَالَ لَیْسَ الزُّھْدُ فِی الدُّنْیَا بِلُبْسِ الْغَلِیْظِ وَالْخَشِنِ وَاَکْلِ الْجَشِبِ اِنَّمَا الزُّھْدُ فِی الدُّنْیَا قِصَرُ الْاَمَلِ رَوَاہُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّۃِ وَعَنْ زَیْدِ بْنِ الْحُسَیْنِ قَالَ سَمِعْتُ مَالِکًا وَسُئِلَ اَیُّ شَیْءٍ الزُّھْدُ فِی الدُّنْیَا قَالَ طِیْبُ الْکَسْبِ وَقِصَرُ الْاَمَلِ رَوَاہُ الْبَیْہَقِیُّ فِیْ

(بیہقی۔ شعب الایمان) روایت ہے حضرت سفیان ثوری سے[1] فرماتے ہیں کہ دنیا میں بے رغبتی موٹا پہننے موٹا کھانے سے معمولی غذا سے نہیں دنیا میں بے رغبتی چھوٹی امیدوں سے ہے[2] (شرح سنہ)۔ روایت ہے حضرت زید ابن حسین سے[3] فرماتے ہیں کہ میں نے مالک سے سنا ان سے پوچھا گیا کہ دنیا میں رغبتی کیا چیز ہے فرمایا حلال کمائی[4] اور چھوٹی امیدیں[5] (بیہقی)

[1] آپ کوفی ہیں، مجتہد، فقیہ، محدث اپنے وقت کے قطب ہیں آپ کی دینداری، زہد، تقوی اور ثقہ ہونے پر سارے اہل اسلام متفق ہیں سلیمان ابن عبدالملک کے زمانہ میں ولادت ہوئی یعنی سنہ ۹۷ھ ستانوے میں سنہ ۱۶۱ھ ایک سو اکسٹھ میں وفات پائی آپ سے امام مالک اور دیگر ائمہ دین نے روایات لیں جیسے فضیل ابن عیاض، ابن عیینہ شعبی وغیرہ (مرقات، اکمال)

[2] سبحان اللہ کیسا نفیس قاعدہ بیان فرمایا آج بہت لوگ اس وہم میں مبتلا ہیں کہتے ہیں وہ فقیر کیسا جو رکھے پیسہ، عوام اس شخص کے معتقد ہو جاتے ہیں جو تارک الدنیا ہو کر بیٹھ جائے بیوی بچے نہ رکھے موٹا جھوٹا کھایا کرے پھٹے کپڑے پہنے اگرچہ بے نماز بے روزہ کار ہو یہ سب غلط ہے اللہ تعالٰی نے حلال چیزیں ہمارے استعمال کے لیے پیدا فرمائی ہیں خوب کھاؤ پیو اور خوب عبادت و شکر کرو رب تعالٰی فرماتا ہے کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا۔ لذیذ نعمتیں کھاؤ اچھے اعمال کماؤ دنیا میں زیادہ رہنے کی امید نہ رکھے جو کرنا ہے آج کر لو کل کی کیا خبر نصیب ہو کہ نہ ہو جشب کے معنی ہیں خشک غذا یعنی روکھی روٹی۔

[3] آپ تبع تابعی ہیں صحابی یا تابعی نہیں حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے خاص خدام سے ہیں آپ کے حالات زندگی معلوم نہ ہو سکے۔

[4] کہ حلال کمائی سے عبادات میں لذت، دل میں بیداری، آنکھوں میں تری، دعا میں قبولیت پیدا ہوتی ہے جو بندہ مقبول الدعا بننا چاہے وہ اکل حلال اور صدق مقال یعنی غذا حلال اور سچی زبان رکھے حلال کمائی وہ جو حلال ذریعوں سے آئے۔

[5] دنیاوی امیدیں کم رکھنے سے غفلت نہیں آتی انسان گناہ پر دلیر نہیں ہوتا توبہ میں جلدی کرتا ہے یہ بہت سی بیماریوں کا علاج ہے۔

فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ بَابُ اسْتِحْبَابِ الْمَالِ وَالْعُمُرِ لِلطَّاعَةِ الْفَصْلُ الْأَوَّلُ عَنْ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْعَبْدَ التَّقِيَّ الْغَنِيَّ الْخَفِيَّ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَذُكِرَ حَدِيثُ ابْنِ

شعب الایمان) اطاعت کے لئے مال اور عمر کا بہتر ہونا ۱ پہلی فصل روایت ہے حضرت سعد سے ۲ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ پرہیزگار بے نیاز پوشیدہ بندے کو پسند فرماتا ہے ۳ (مسلم) اور حضرت ابن

۱ مال کے معنی ہیں میلان یعنی دولت کو مال اس لیے کہتے ہیں کہ عموماً انسان کا دل اس کی طرف مائل ہوتا ہے۔ عمر کے معنی ہیں آبادی اسی لیے بستی کو عمران کہا جاتا ہے اور ویران کو خراب زندگی کے زمانہ کو عمر اس لیے کہتے ہیں کہ اس زمانہ میں روح جسم کو آباد رکھتی ہے اس میں رہتی بستی ہے لہذا وہ زمانہ عمر ہے مقصد یہ ہے کہ عمر اور مال اگر اللہ کی راہ میں صرف ہوں تو اچھی چیزیں ہیں گذشتہ باب میں اس مال و زندگانی کی برائی بیان ہوئی جو غفلت یا سرکشی میں صرف ہو۔

۲ سعد سے مراد حضرت سعد ابن ابی وقاص ہیں۔ محدثین جب عبداللہ بولتے ہیں تو حضرت عبداللہ ابن مسعود مراد ہوتے ہیں اور جب سعد مطلق بولتے ہیں تو سعد ابن ابی وقاص مراد ہوتے ہیں۔

۳ یعنی جس مسلمان میں تین صفتیں ہوں وہ خدا تعالیٰ کو بڑا پیارا ہے متقی ہو یعنی گناہوں سے بچتا ہو اور اللہ رسول کے احکام پر عمل کرتا ہو۔ غنی یعنی لوگوں سے بے پرواہ ہو خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ متقی بندے کو لوگوں سے بے پرواہی نصیب فرماتا ہے جو اس کے دروازے پر جھکا رہے اسے دوسرے دروازوں پہ جانے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ شعر

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

خفی نقطہ والا خ سے یعنی لوگوں میں چھپا ہوا یعنی وہ لوگوں میں اپنی شہرت نہیں چاہتا ہر نیکی چھپ کر کرتا ہے خود بھی گمنام رہنے کی کوشش کرتا ہے کہ اسی میں عافیت و آرام ہے خیال رہے کہ بعض بندوں کے لیے خلوت اچھی ہے بعض کے لیے جلوت بہتر عابدوں کے لیے خلوت بہتر ہے عالموں کے لیے جلوت اچھی تاکہ لوگ ان سے فیض لیں لہذا اس حدیث کی بنا پر یہ نہیں کہہ سکتے کہ حضرات خلفاء راشدین اور دوسرے مشہور علماء و اولیاء حتی کہ حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے محبوب بندے ہیں مگر وہ چھپے ہوئے نہیں کیونکہ ان حضرات نے خود اپنے کو اپنی کوشش سے مشہور نہیں کیا ان کی یہ شہرت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے نیز ان حضرات کے لیے شہرت ہی ضروری تھی سورج چھپنے کے لیے نہیں پیدا ہوا۔ مصرعہ کہ دنیا میں خدا کا نور چھپنے کو نہیں آیا۔ بعض نسخوں میں حفی ہے بے نقطہ والی ح سے یعنی مہربان یعنی لوگوں پر مہربان بعض احادیث میں نقی نون سے بھی ہے یعنی طیب و طاہر پاک و صاف مرقات میں اس حدیث کی اچھی شرح کی گئی ہے۔

عُمَرَ لَا حَسَدَ اِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ فِي بَابِ فَضَائِلِ الْقُرْاٰنِ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ عَنْ اَبِيْ بَكْرَةَ اَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَيُّ النَّاسِ خَيْرٌ قَالَ مَنْ طَالَ عُمُرُهٗ وَحَسُنَ عَمَلُهٗ فَاَيُّ النَّاسِ شَرٌّ قَالَ مَنْ طَالَ عُمُرُهٗ وَسَاءَ عَمَلُهٗ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَعَنْ عُبَيْدِ بْنِ خَالِدٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اٰخٰى بَيْنَ رَجُلَيْنِ فَقُتِلَ اَحَدُهُمَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ مَاتَ الْاٰخَرُ بَعْدَهٗ بِجُمُعَةٍ اَوْ نَحْوِهَا

عمر کی حدیث کہ نہیں ہے رشک مگر دو چیزوں میں فضائل قرآن کے باب میں بیان کردی گئی[1] دوسری فصل روایت ہے حضرت ابوبکرہ سے[2] کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ کون آدمی ہے اچھا فرمایا جس کی عمر لمبی ہو اور اسکے عمل اچھے ہوں[3] عرض کیا تو کون آدمی برا ہے فرمایا جس کی عمر دراز ہو اور اسکے عمل برے ہوں[4] (احمد، ترمذی، دارمی) اور روایت ہے[5] حضرت عبید ابن خالد سے[6] کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو شخصوں کے درمیان بھائی چارہ فرمایا[7] ان میں سے ایک اللہ کی راہ میں مارا گیا پھر ایک ہفتہ یا اس کے قریب میں دوسرا آدمی فوت ہوا[8]

۱ یعنی وہ حدیث مصابیح میں یہاں تھی ہم نے مناسبت کے لحاظ سے وہاں بیان کردی۔

۲ آپ مشہور صحابی ہیں اہل طائف سے ہیں آپ کے حالات بیان ہو چکے ہیں۔

۳ یعنی جس کی عمر دراز ہو اور اس کی نیکیاں زیادہ ہوں ہر دن اس کی نیکیاں بڑھائے ایسا شخص بہت ہی خوش نصیب ہے اور جس کی نیکیاں گناہوں سے زیادہ ہوں وہ بھی بڑا خوش نصیب ہے ایسا شخص مشکل سے ملے گا جو زندگی میں کبھی کوئی گناہ نہ کرے یہ شان حضرت انبیاء کرام کی ہے یا خاص اولیاء اللہ کی یہاں دوسرے معنی مراد ہیں جو ہم نے عرض کیے۔

۴ یعنی وہ بڑا بدنصیب ہے جس کی زندگی دراز اور اس کے گناہ نیکیوں سے زیادہ ہوں اس کی زندگی ہر دن اس کے گناہوں میں اضافہ کرے۔

۵ یہ حدیث طبرانی۔ حاکم۔ بیہقی۔ ابونعیم نے مختلف راویوں اور مختلف الفاظ سے روایت فرمائی ان الفاظ سے اور حضرت ابوبکرہ سے صرف ان دو کتب میں ہی ہے۔ (مرقات)

۶ آپ صحابی ہیں آپ کی کنیت ابوعبداللہ ہے کوفہ کے رہنے والے ہیں مہاجر ہو کر مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے لہذا مہاجر ہیں (اشعہ، مرقات)

۷ یا تو یہ دونوں شخص مہاجر تھے یا ایک ان میں سے مہاجر تھے دوسرے انصاری دوسرا احتمال قوی ہے کیونکہ عقد مواخات بھائی چارے کا رشتہ مہاجر اور انصار ہی میں کیا جاتا تھا۔

۸ یہ پتہ نہیں چلا کہ شہید کون صاحب ہوئے مہاجر یا انصاری بہرحال ایک صاحب پہلے شہید ہوئے ہیں اللہ کی راہ میں دوسرے صاحب کچھ بعد اپنے بستر پر وفات پا گئے۔

فَصَلَّوْا عَلَيْهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا قُلْتُمْ قَالُوْا دَعَوْنَا اللّٰهَ اَنْ يَّغْفِرَ لَهٗ وَيَرْحَمَهٗ
وَيُلْحِقَهٗ بِصَاحِبِهٖ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَيْنَ صَلٰوتُهٗ بَعْدَ صَلٰوتِهٖ وَعَمَلُهٗ اَوْ
قَالَ صِيَامُهٗ لَمَا بَيْنَهُمَا اَبْعَدُ مِمَّا بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَالنَّسَائِيُّ وَ
عَنْ اَبِيْ كَبْشَةَ الْاَنْمَارِيِّ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ ثَلٰثٌ

لوگوں نے اس پر نماز پڑھی تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے کیا کہا[۱] عرض کیا ہم نے اللہ سے دعا کی کہ اسے بخش دے اس پر رحم کرے اسے اس کی ساتھی سے ملا دے[۲] تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر اس شہید کے بعد اس کی نمازیں اور اس کے عمل یا فرمایا شہید کے روزوں کے بعد اسکے روزے کہاں گئے ان کے درمیان کا فاصلہ آسمان و زمین کے فاصلہ سے زیادہ[۳] دراز ہے (ابوداؤد۔ نسائی) روایت ہے حضرت ابوکبشہ انماری سے[۴] کہ انہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ

۱؎ یعنی اس میت کی نماز جنازہ میں تم نے اس کے لیے کیا دعا کی خیال رہے کہ نماز جنازہ میں دعا ماثورہ تو پڑھی ہی جاتی ہے اس کے علاوہ اور دوسری دعاؤں کی بھی اجازت ہے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ میں اور بہت دعائیں کی ہیں۔

۲؎ یعنی یہ صاحب شہید نہیں ہوئے اور ان کا بھائی ایک ہفتہ پہلے شہید ہوگیا۔ مولٰی تو اپنے کرم سے اس کو اسی شہید کا درجہ عطا فرما ان دونوں کو وہاں بھی برابر اور یکجا کردے جیسے وہ یہاں یکجا تھے سبحان اللہ بڑی پیاری دعا کی۔

۳؎ یعنی اس شخص کو جو یہ سات دن زیادہ مل گئے ان دنوں میں اس نے نماز روزے اور دوسری نیکیاں کیں اس لیے ان کا درجہ اس شہید سے زیادہ ہوگیا۔ خیال رہے کہ یہ صاحب مرابط تھے یعنے جہاد کے لیے ہردم تیار اور مرابط کو درجہ شہادت کا ملتا ہے لہذا شہادت میں ان شہید کے برابر ہو گئے ان سات دن کے اعمال میں ان سے بڑھ گئے نیز بعض غیر شہید شہید سے بڑھ جاتے ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تلوار سے شہید نہیں ہوئے مگر شہیدوں سے افضل ہیں رب تعالٰے فرماتا ہے من النبیین والصدیقین والشہداء اور صدیق کو شہید پر مقدم فرمایا۔

۴؎ ان کا نام عمرو بن سعد ہے یا سعد ابن عمرو یا عامر ابن سعد صحابی ہیں آخر زمانہ میں شام میں رہے۔

ثَلٰثٌ اُقْسِمُ عَلَیْهِنَّ وَاُحَدِّثُکُمْ حَدِیْثًا فَاحْفَظُوْهُ فَاَمَّا الَّذِیْ اُقْسِمُ عَلَیْهِنَّ فَاِنَّهٗ مَا نَقَصَ مَالُ عَبْدٍ مِّنْ صَدَقَةٍ وَّلَا ظُلِمَ عَبْدٌ مَظْلَمَةً صَبَرَ عَلَیْهَا اِلَّا زَادَهُ اللّٰهُ بِهَا عِزًّا وَّلَا فَتَحَ عَبْدٌ بَابَ مَسْئَلَةٍ اِلَّا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَیْهِ بَابَ فَقْرٍ وَّاَمَّا الَّذِیْ اُحَدِّثُکُمْ فَاحْفَظُوْهُ فَقَالَ

تین باتیں وہ ہیں جن پر میں قسم کھاتا ہوں اور ایک بات کی تمہیں خبر دیتا ہوں[1] اسے یاد رکھو وہ تین باتیں جن پر میں قسم فرماتا ہوں وہ یہ ہیں کہ کسی بندے کا مال صدقے سے نہیں گھٹتا[2] اور کوئی ظلم نہیں کیا جاتا جس پر وہ صبر کرے[3] مگر اللہ تعالٰی اس سے اس کی عزت بڑھا دیتا ہے[4] اور کوئی بندہ مانگنے کا دروازہ نہیں کھولتا مگر اللہ اس پر فقیری کا دروازہ کھول دیتا ہے[5] اور جس چیز کی میں تمہیں خبر دیتا ہوں جسے تم یاد رکھو، فرمایا

۱؎ یعنی تین خبریں قسم سے بیان کرتا ہوں اور ایک خبر بغیر قسم کے۔ خیال رہے کہ حضور انور کی خبر خواہ قسم سے ہو یا بغیر قسم بالکل حق اور درست ہے حضور کی خبر کا درست ہونا ایسا ہی لازم و ضروری ہے جیسے اللہ تعالٰی کی خبر کا حق ہونا لازم ہے کہ رب تعالٰی کا جھوٹ بھی ناممکن ہے اور نبی کا جھوٹ بھی ناممکن اگرچہ وہ بالذات ہے یہ محال بالغیر جیسے رب تعالٰی کی قسمیں تاکید کے لیے ہوتی ہیں ایسے ہی حضور انور کی قسمیں تاکید کلام کے لیے ہیں۔

۲؎ یہاں صرف اقسم فرما کر قسم کھائی گئی واللہ یا باللہ نہیں فرمایا یہ بھی قسم کا ایک طریقہ ہے۔ صدقہ سے مراد ہر خیرات ہے فرضی ہو یا نفلی تجربہ شاہد ہے کہ خیرات سے مال بڑھتا ہے گھٹتا نہیں آزما کر دیکھو میرا رب سچا اس کے رسول سچے صلی اللہ علیہ وسلم صدقہ سے دنیا میں برکت آخرت میں ثواب ہے فقیر کا تجربہ تو یہ ہے کہ صدقہ والے مال کو عمومًا حاکم، حکیم، وکیل، چور نہیں کھاتے دنیاوی نقصانات بھی بہت کم ہوتے ہیں۔

۳؎ یہاں صبر سے مراد اخلاقی صبر ہے نہ کہ مجبوری کا صبر، صبر معافی۔ قتل کی جنایات مشروع ہیں ان میں مجبوری کا صبر ہی مراد ہے رب فرماتا ہے فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ۔

۴؎ چنانچہ یوسف علیہ السلام نے اپنے دربار میں آئے ہوئے بھائیوں کو معافی دی، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقعہ پر تمام اہل مکہ کو معافی دے دی جن سے عمر بھر ظلم و ستم دیکھے تھے دیکھ لو آج تک ان حضرات کی واہ واہ ہو رہی ہے۔ یہ ہے عزت بڑھنا ؎

صدقہ اس انعام کے قربان اس احسان کے — ہو رہی دونوں عالم میں تمہاری واہ واہ

۵؎ تجربہ شاہد ہے کہ پیشہ ور بھکاریوں کے پاس اولًا تو مال جمع ہوتا ہی نہیں اگر ہو جاوے تو وہ اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے جمع کرکے چھوڑ جاتے ہیں ان کے مال میں برکت نہیں ہوتی۔ مرقات میں ان کی مثال اس کتے سے دی ہے جو منہ میں ٹکڑا لیے شفاف دریا پر گزرے پس میں اپنے عکس کو دیکھ کر سمجھے کہ یہ دوسرا کتا ہے اس سے ٹکڑا چھین لینے کے لیے اس پر منہ پھاڑ کر حملہ کرے اپنا ٹکڑا بھی کھو بیٹھے۔

إِنَّمَا الدُّنْيَا لِأَرْبَعَةِ نَفَرٍ عَبْدٍ رَزَقَهُ اللّٰهُ مَالًا وَعِلْمًا فَهُوَ يَتَّقِي فِيهِ رَبَّهُ وَيَصِلُ رَحِمَهُ وَيَعْمَلُ لِلّٰهِ فِيهِ بِحَقِّهِ فَهٰذَا بِأَفْضَلِ الْمَنَازِلِ وَعَبْدٍ رَزَقَهُ اللّٰهُ عِلْمًا وَلَمْ يَرْزُقْهُ مَالًا فَهُوَ صَادِقُ النِّيَّةِ يَقُولُ لَوْ أَنَّ لِي مَالًا لَعَمِلْتُ بِعَمَلِ فُلَانٍ فَأَجْرُهُمَا سَوَاءٌ وَعَبْدٍ رَزَقَهُ اللّٰهُ مَالًا وَلَمْ يَرْزُقْهُ عِلْمًا يَخْبِطُ فِي مَالِهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ لَا يَتَّقِي فِيهِ

دنیا چار شخصوں کے لئے ہے ایک وہ بندہ جسے اللہ مال اور علم دونوں دے[1] تو وہ اس میں اللہ سے ڈرتا ہے رشتہ داروں سے سلوک کرتا ہے اور اس میں اللہ کے لئے اس کے حق کے مطابق عمل کرتا ہے[2] تو یہ بہترین درجوں میں ہے[3] اور ایک وہ بندہ جسے اللہ نے علم دیا مال نہ دیا لیکن وہ سچی نیت والا ہے کہتا ہے کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں فلاں کے سے کام کرتا ان دونوں کا ثواب برابر ہے[4] اور ایک وہ بندہ جسے اللہ مال دے اور علم نہ دے تو وہ اپنے مال میں بغیر علم خلط ملط ہی کرتا ہے[5] اس میں اپنے رب سے نہیں ڈرتا

[1] علم سے مراد علم دین ہے معلوم ہوا علم دین بھی اللہ تعالٰی کی دنیاوی نعمتوں سے ایک اعلیٰ نعمت ہے علماء فرماتے ہیں کہ مال سانپ ہے علم دین تریاق۔ ہمیشہ تریاق کے ساتھ زہر مفید ہوتا ہے بغیر تریاق ہلاک کردیتا ہے۔

[2] اگرچہ بحقہ میں سارے سلوک، صدقات داخل ہیں مگر چونکہ عزیزوں قرابت داروں کے حقوق ادا کرنا بہترین عبادت ہے اور تمام صدقات میں اعلیٰ و افضل اس لیے اس کا ذکر علیحدہ فرمایا گیا۔

[3] اس لیے کہ یہ شخص دین و دنیا دونوں جگہ سرخرو شاد آباد رہے گا کیونکہ وہ مال کمائے گا حکم الٰہی کے مطابق خرچ کرے گا اسی کے مطابق جمع کرے گا۔ اسی فرمان کے ماتحت مال کی آمد، جمع خرچ سب شریعت کے مطابق چاہیے۔

[4] معلوم ہوا کہ نیکی کی تمنا بھی نیکی ہے غریب عالم خواہ زبان سے تمنا کرے یا فقط دل سے بہرحال ثواب برابر ہی ہے۔

[5] یتخبط بنا ہے خبط سے بمعنی بے فائدہ ہاتھ پاؤں مارنا۔ خلط ملط کرنا اس لیے دیوانگی کو تخبط کہتے ہیں دیوانہ کو خبطی کہ وہ ہر طرح بے فائدہ ہاتھ پاؤں مارتا ہے رب تعالٰی فرماتا ہے "یتخبطہ الشیطان من المس" یعنی وہ ہر حرام و حلال طریقے سے مال کماتا ہے اور ہر حلال حرام جگہ خرچ کرتا رہتا ہے نہ خود عالم ہے نہ علماء کی بات مانتا ہے جیسا کہ آج کل عام امیروں کا حال ہے۔

رَبَّهٗ وَلَا يَصِلُ فِيْهِ رَحِمَهٗ وَلَا يَعْمَلُ فِيْهِ بِحَقٍّ فَهٰذَا بِاَخْبَثِ الْمَنَازِلِ وَعَبْدٌ لَمْ يَرْزُقْهُ اللّٰهُ مَالًا وَّلَا عِلْمًا فَهُوَ يَقُوْلُ لَوْ اَنَّ لِيْ مَالًا لَعَمِلْتُ فِيْهِ بِعَمَلِ فُلَانٍ فَهُوَ بِنِيَّتِهٖ وَوِزْرُهُمَا سَوَآءٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اِذَا اَرَادَ بِعَبْدٍ خَيْرًا اِسْتَعْمَلَهٗ فَقِيْلَ وَكَيْفَ يَسْتَعْمِلُهٗ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ يُوَفِّقُهٗ لِعَمَلٍ صَالِحٍ قَبْلَ الْمَوْتِ

اپنے رشتہ داروں سے سلوک نہیں کرتا اور نہ اس میں حق کے عمل کرتا ہے ۱؎ تو یہ خبیث ترین درجہ والا ہے ۲؎ اور ایک وہ بندہ جسے اللہ نہ مال دے نہ علم تو وہ کہے کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں اس میں فلاں کے سے کام کرتا تو وہ اپنی نیت پر ہے ۳؎ اور ان دونوں کا گناہ برابر ہے ۴؎ (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث صحیح ہے روایت ہے حضرت انس سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالٰے جب کسی بندے کی بھلائی چاہتا ہے تو اس سے کام لیتا ہے ۵؎ عرض کیا گیا یارسول اللہ کیسے کام لیتا ہے ۶؎ فرمایا اسے موت سے پہلے نیک اعمال کی توفیق دیتا ہے۔ ۷؎

۱؎ ایسے لوگ اگر کہیں اچھی جگہ خرچ بھی کرتے ہیں تو اپنی ناموری کے لیے خرچ کرتے ہیں مگر بے فائدہ بلکہ مضر۔

۲؎ کیونکہ اس کا مال اس کے لیے وبال ہے مال کی وجہ سے اس پر گناہوں کے دروازے بہت کھل جاتے ہیں وہ مال کے نشہ میں بد کرنے والے کام کرتا رہتا ہے اللہ تعالٰی عثمانی مال دے ابوجہلی مال سے بچائے۔

۳؎ یعنی فلاں بدمعاش مالدار کی طرح میں بھی شراب پیتا جوا کھیلتا زنا کرتا کروں کیا کہ یہ کام پیسہ سے ہوتے ہیں اور میرے پاس پیسہ نہیں۔

۴؎ یعنی یہ بدنصیب بغیر کچھ کیے سب کچھ کررہا ہے کرنے والوں کے ساتھ دوزخ میں جارہا ہے۔

۵؎ خاص بندہ سے مراد بندہ مومن ہے یعنی اللہ تعالٰی اپنے بندہ مومن کی جب بھلائی چاہتا ہے تو نہ تو اسے رہنے دے کہ وہ اپنی زندگی بیکار و ضائع کردے نہ اسے گناہوں میں مبتلا ہونے دے ممکن ہے کہ عبد سے مراد ہر بندہ مومن و کافر ہے اللہ تعالٰی اپنے بندہ کو کافر نہیں رہنے دیتا آخر کار وہ مومن ہو جاتا ہے۔

۶؎ یعنی انسان کام تو ہمیشہ ہی کرتا ہے کوئی شخص بیکار نہیں رہتا جاگتا چلتا پھرتا بھی تو کام ہی ہیں سرکار نے کام سے کونسا کام مراد لیا ہے۔

۷؎ یعنی کام سے مراد نیک کام ہیں اور کام لینے سے مراد اس کی موت کے قریب کام لینا ہے مطلب یہ ہے کہ ایسے بندے کا انجام اچھا ہوتا ہے۔

رواه الترمذي وعن شداد بن اوس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الكيس من دان نفسه وعمل لما بعد الموت والعاجز من اتبع نفسه هواها وتمنى على الله

(ترمذی) روایت ہے حضرت شداد ابن اوس سے۱ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عقلمند وہ ہے جو اپنے نفس کو قریب کر دے۲ اور بعد موت کے لئے عمل کرے۳ اور عاجز وہ ہے جو اپنے نفس کو خواہشات کے پیچھے لگا دے اور اللہ پر

اگرچہ زندگی کن اہلیں گزرے مگر توبہ کر کے گناہوں کا کفارہ ادا کر کے مرتا ہے خاتمہ کا اعتبار ہے اس حدیث سے دو فائدے حاصل ہوئے ایک یہ کہ مومن کی زندگی موت سے افضل ہے (اشعہ) کہ زندگی عمل کا وقت ہے دوسرے یہ کہ کسی گنہگار کے متعلق ہم فیصلہ نہیں کر سکتے کہ وہ دوزخی ہی ہے یہ تو اللہ کو خبر ہے ممکن ہے کہ وہ مرتے وقت نیک ہو جائے۔ خیال رہے کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ موت زندگی سے افضل ہے کہ وہ راحت و آرام اور اپنے کام کے پھل پانے کا زمانہ ہے۔ عشاق کہتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات شریف کے زمانہ میں مومن کی زندگی فراق کا زمانہ ہے موت یار کے دیدار کا ذریعہ ہے۔

کفن کو پھاڑ کر اٹھیں گے مردے اپنی مدفن سے
سنا ہے قبر میں دیدار ہوگا بے حجابانہ

۱ یہ حدیث حاکم نے بسند صحیح، احمد، ابن حبان، طبرانی نے مختلف صحابہ سے مختلف عبارتوں سے روایت کی (مرقات)

۲ آپ کے حالات پہلے بیان ہو چکے ہیں کہ آپ حضرت حسان ابن ثابت کے بھتیجے ہیں خود بھی صحابی ہیں والد بھی صحابی آخر عمر میں بیت المقدس میں رہے آپ علم و حلم دونوں کے جامع تھے آپ کی کنیت ابو یعلی انصاری ہے صحابہ کرام آپ کا بہت احترام کرتے تھے۔ (اشعہ مرقات)

۳ دان کے بہت معانی اگر دنو سے بنا ہے تو معنی قریب کرنا قریب جاننا ہے اور دین سے بنا ہے جو مغلوب ہے دین کا تو معنی عاجز کرنا ہے عاجز سمجھنا ہے بعض نے فرمایا کہ معنی حساب لینا ہے یعنی اپنے کو اللہ تعالیٰ سے اس کے رسول سے نیک بندوں سے قریب رکھے یا اپنے کو موت سے قریب جانے یا اپنے اعمال کا خود حساب لیتا رہے نیک اعمال پر شکر کرے برے اعمال سے توبہ۔

۴ یعنی کوئی کام نفس یا دنیا کے لیے نہ کرے ہر کام آخرت کے لیے کرے حتی کہ اس کا کھانا پینا چلنا پھرنا۔ سونا جاگنا بلکہ جینا مرنا اللہ کے لیے ہو ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین ایسا آدمی دنیا میں رہتا تو ہے مگر دنیا کا نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ اس پر عمل کی توفیق دے۔

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَهْ

الْفَصْلُ الثَّالِثُ

عَنْ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُنَّا فِي مَجْلِسٍ فَطَلَعَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَى رَأْسِهِ أَثَرُ مَاءٍ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللهِ نَرَاكَ طَيِّبَ النَّفْسِ قَالَ أَجَلْ قَالَ ثُمَّ خَاضَ الْقَوْمُ فِي ذِكْرِ الْغِنَى فَقَالَ رَسُولُ اللهِ

آرزو میں رکھے ۱ (ترمذی۔ ابن ماجہ) تیسری فصل روایت ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ایک صاحب سے ۲ فرماتے ہیں کہ ایک مجلس میں تھے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے تجلی فرمائی (تشریف لائے) ۳ آپ کے سر پہ پانی کا اثر تھا ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہم حضور کو بہت خوش دل دیکھ رہے ہیں۔ ۴ فرمایا ہاں راوی کہتے ہیں کہ پھر قوم امیری کے ذکر میں مشغول ہو گئی ۵ تو رسول اللہ

۱ اس فرمان عالی میں عاجز سے مراد بے وقوف ہے کیس کا مقابل۔ نفس امارہ سے دبا ہوا یعنی وہ بے وقوف ہے جو کام کرے دوزخ کے اور امید کرے جنت کی کما کرے کہ اللہ غفور رحیم ہے یا جو بوئے اور امید کرے گیہوں کاشتکی کا کرے کہ اللہ غفور رحیم ہے کاٹتے وقت اسے گندم بنا دے گا اس کا نام امید نہیں رب تعالٰے فرماتا ہے مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ اور فرماتا ہے ان الذین امنوا والذین ہاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ اولئک یرجون اللہ جو بو کر گندم کاٹنے کی آس لگانا شیطانی دھوکہ اور نفسانی وسوسہ ہے خواجہ حسن بصری فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں کو جھوٹی امید نے سیدھے راہ نیک اعمال سے ہٹا دیا ہے جیسے جھوٹی بات گناہ ہے ایسے ہی جھوٹی آس بھی گناہ ہے کہ او رکھو واللہ (مرقات)

۲ یہ صاحب یسار ابن عبد ہیں جیسا کہ حاکم اور ابن ماجہ میں ہے۔ چونکہ تمام صحابہ بحکم قرآن عادل ہیں کوئی صحابی فاسق نہیں اس لیے کہ صحابی کا نام معلوم نہ ہونا حدیث کی صحت کے لیے مضر نہیں (مرقات)،

۳ ایسے تشریف لائے جیسے سورج طلوع کرتا ہے کہ رات کو دن اندھیرے کو اجالا بنا دیتا ہے۔ سوتوں کو جگا دیتا طلوع فرمانا بہت ہی موزوں ہے۔

۴ یعنی حضور نے غسل کیا ہے جمال بالکل اور بھی نکھر گیا ہے چہرہ انور پر خوشی کے آثار ہیں اللہ حضور کو ہمیشہ خوش وخرم رکھے رنج وغم کی ہوا بھی نہ لگائے کہ انہی کی خوشی سے دنیا کی خوشی وابستہ ہے ان کا جمال سب کی خوشی کا ذریعہ ہے۔

۵ کسی نے دریافت بھی کیا کہ اس خوشی کا سبب کیا ہے بلکہ وہ گفتگو شروع ہو گئی اس میں مالداری کا ذکر بھی تھا کہ یہ اچھی ہے یا بری۔

صلے اللہ علیہ وسلم لا بأس بالغنى لمن اتقى الله عز وجل والصحة لمن اتقى خير من الغنى وطيب النفس من النعيم رواه احمد وعن سفيان الثوري قال كان المال فيما مضى يكره فاما اليوم فهو ترس المؤمن وقال لولا هذه الدنانير لتمندل بنا هؤلاء الملوك وقال من كان في يده من هذه شيء فليصلحه فانه زمان ان احتاج كان اول من يبذل

صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مالداری میں حرج نہیں اس کے لئے جو اللہ سے ڈرے[۱] اور متقی کے لئے تندرستی امیری سے بہتر ہے[۲] اور دل کی خوشی نعمتوں میں سے ہے[۳] (احمد) روایت ہے حضرت سفیان ثوری سے فرماتے ہیں کہ گذشتہ زمانہ میں مال ناپسند تھا[۴] لیکن آج مال مومن کی ڈھال ہے[۵] اور فرمایا اگر یہ اشرفیاں نہ ہوتیں تو یہ بادشاہ ہم کو رومال بنالیتے[۶] اور فرمایا کہ جس کے پاس کچھ دولت ہو تو وہ اسے سنبھالے[۷] بڑھائے کیونکہ یہ زمانہ وہ ہے کہ اگر کوئی محتاج ہوجاوے تو پہلی جو چیز خرچ کرتا وہ اس

۱ اس فرمانے سے معلوم ہوتا ہے کہ فقیر صابر افضل ہے غنی شاکر سے یہ بہت بڑی بحث ہے یعنی غنی جب خوف خدا کے ساتھ ہو تو اس میں حرج نہیں۔

۲ یعنی دنیا میں دل کا چین روح کا آرام اللہ کی بڑی نعمت ہے رب فرماتا ہے ولمن خاف مقام ربہ جنتان وہاں دو جنتوں سے مراد ہے دنیا کی جنت یعنی دل کا چین اور آخرت کی جنت اللہ رسول کا دیدار دل کی خوشی اللہ کے ذکر اللہ والوں کے قرب سے نصیب ہوتی ہے۔

۳ کیونکہ مالداری کا انجام حساب بلکہ کبھی عقاب ہے جس سے فقراء دور ہیں۔

۴ یعنی زمانہ رسالت میں زیادہ مال جمع کرنے کی کوشش کرنا ناپسند تھا اس وقت لوگوں پر مال کا غلبہ تھا مال کے پیچھے بہت دوڑ دھوپ اس میں نقصان ہوتی تھی اس کا یہ مطلب نہیں کہ زیادہ مال حرام یا مکروہ یا ناپسند تھا مال سے زکوٰۃ حج قربانی جہاد ہوتے ہیں اچھی چیزوں کا ذریعہ اچھا ہوتا ہے گویا اس زمانہ میں لوگوں کو زہد و قناعت مرغوب تھی۔

۵ یعنی اب اس زمانہ میں مال حلال بہت گناہوں سے بچنے کا ذریعہ ہے کہ غریبی کی وجہ سے چوری یا ظلم ہوتے ہیں تمام نمود و دکھاوا محتاجی سے بچنے کا ذریعہ ہے

۶ یعنی اگر میرے پاس دولت نہ ہوتی تو مجھے حکام رومال کی طرح استعمال کرتے کہ اپنی گندگی مجھ سے صاف کرتے مجھے پیسوں کا لالچ دے کر غلط فتوے لیتے اور میرے فتووں سے اپنے ظلم جائز کرالیا کرتے غریب مولوی کا علم امیروں کے پیسے کا نوکر ہوتا ہے الا ماشاء اللہ تمندل بنا ہے مندیل سے بمعنی میل دور کرنے کا آلہ یعنی رومال مالدار کا مولیٰ صرف اللہ تعالیٰ ہے غریب کا مولا ہر امیر ہے۔

۷ یعنی اپنے مال کو ضائع ہونے سے بچائے اسے بڑھانے کی کوشش کرے مال کی قدر کرے خصوصاً عالم دین کے لیے مال بہت ہی ضروری ہے کہ مالدار عالم کے وعظ میں تاثیر زیادہ ہوتی ہے۔

دِيْنَهُ وَقَالَ الْحَلَالُ لَا يَحْتَمِلُ السَّرَفَ رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ • وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنَادِيْ مُنَادٍ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَيْنَ اَبْنَاءُ السِّتِّيْنَ وَهُوَ الْعُمُرُ الَّذِيْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ

دین ہے ۱ اور فرمایا کہ حلال مال میں فضول خرچی کی گنجائش نہیں ۲ (شرح سنہ) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ قیامت کے دن پکارنے والا پکارے گا کہ ساٹھ سالہ لوگ کہاں ہیں ۳ یہ عمر وہ ہے جس کے متعلق اللہ تعالٰی فرماتا ہے کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہ دی جس میں نصیحت پکڑنے والا نصیحت پکڑ لیتا ۴ اور آئے تمہارے پاس ڈرانے والا۔ ۵

۱ دیکھو غریب مسلمانوں سے مال کے ذریعہ جھوٹی گواہیاں حرام بلکہ قتل و خون کرائے جاتے ہیں اور غریب علماء سے پیسہ کے ذریعہ غلط فتوے لکھوائے جاتے ہیں غریب ماحول سے پیسہ دے کر ناجائز نکاح پڑھوائے جاتے ہیں متھرا آگرہ کے علاقہ میں ہزارہا غریب مسلمانوں کو پیسہ دے کر ہندو بنا لیا گیا۔ یہ فرمان بالکل درست ہے۔

۲ یعنی حلال مال اس لائق نہیں کہ اسے فضول خرچی کرکے برباد کر دیا جائے اس کی قدر و منزلت کرنی چاہیے یا حلال مال میں فضول خرچی کی گنجائش نہیں وہ اتنا زیادہ نہیں ہوتا کہ اس میں فضول خرچی کی جاسکے۔ اردو میں کہتے ہیں مال حرام بجائے حرام یا مال مفت دل بے رحم یا یہ مطلب ہے کہ حلال روزی کو فضول خرچی سے اڑا کر دوسروں کا محتاج بن جانا حماقت ہے اسے سنبھالو تاکہ اوروں کے محتاج نہ ہو قرآن کریم فرماتا ہے لَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِيْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا۔ اپنا مال ناسمجھ بچوں کو نہ دو اللہ نے مال کو تمہاری بقا کا ذریعہ بنایا ہے۔ یا یہ مطلب ہے کہ حلال مال میں فضول خرچی بربادی نہیں واقع ہوتی۔

۳ یعنی چلے ساٹھ سالہ بوڑھے حاضر ہوں اپنی عمروں کا حساب دیں کہ انہوں نے اتنی دراز عمر کس کام میں خرچ کی۔

۴ کیونکہ انسانی عمر کے تین حصے ہوتے ہیں بچپن جوانی بڑھاپا ساٹھ سالہ آدمی یہ تینوں حصے پا لیتا ہے بچپن نہ سنبھلے تو جوانی میں سنبھل جائے اگر جوانی میں نہ سنبھلے تو بڑھاپے میں ٹھیک ہو سکی اگر بڑھاپے میں بھی نہ درست ہو تو پھر کب ہوگا۔ اب تو صرف موت ہی باقی ہے۔ لہذا بڈھا گنہگار کوئی عذر و معذرت نہیں کر سکتا۔

۵ ڈرانے والے سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا قرآن مجید یا بڑھاپا یا موت ہے بوڑھے کے پاس یہ سارے ڈرانے والے پہنچ جاتے ہیں۔

رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَدَّادٍ قَالَ إِنَّ نَفَرًا مِّنْ بَنِي عُذْرَةَ ثَلَاثَةً أَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَسْلَمُوا قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَكْفِينِيهِمْ قَالَ طَلْحَةُ أَنَا فَكَانُوا عِنْدَهُ فَبَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْثًا فَخَرَجَ فِيهِ أَحَدُهُمْ فَاسْتُشْهِدَ ثُمَّ بَعَثَ بَعْثًا فَخَرَجَ فِيهِ الْآخَرُ فَاسْتُشْهِدَ ثُمَّ مَاتَ الثَّالِثُ عَلَى فِرَاشِهِ قَالَ قَالَ طَلْحَةُ فَرَأَيْتُ هٰؤُلَاءِ الثَّلَاثَةَ فِي الْجَنَّةِ وَرَأَيْتُ الْمَيِّتَ عَلَى فِرَاشِهِ أَمَامَهُمْ وَالَّذِي اسْتُشْهِدَ أَخِرًا يَلِيهِ وَأَوَّلَهُمْ يَلِيهِ

(بیہقی۔شعب الایمان۔) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن شداد سے[1] فرماتے ہیں کہ بنی عذرہ کے تین شخص نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو وہ مسلمان ہوگئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انہیں ہماری طرف سے کون سنبھالے گا[2] جناب طلحہ بولے میں تو وہ ان کے پاس رہے پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر بھیجا تو ان میں سے ایک اس لشکر میں گیا وہ شہید ہوگیا[3] پھر اور لشکر بھیجا تو ان میں دوسرا گیا تو وہ شہید کردیا گیا پھر مر گیا تیسرا اپنے بستر پر[4] راوی کہتے ہیں کہ جناب طلحہ نے فرمایا کہ میں نے ان تینوں کو جنت میں دیکھا[5] اور اپنے بستر پر مرنے والے کو ان سب کے آگے دیکھا اور جو پیچھے شہید ہوا تھا اسے اس کے قریب دیکھا اور پہلے کو اس کے قریب دیکھا[6]

[1] آپ تابعی ہیں آپ کے والد شداد ابن اوس صحابی ہیں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا آپ کی خالہ ہیں بڑے عالم متقی تھے حضرت عمر، علی، معاذ ابن جبل، ابن عباس سے روایات لی ہیں رضی اللہ عنہ بلکہ اپنی والدہ اپنی خالہ سے بھی روایات لی ہیں۔ [2] یعنی ان نو مسلم فقراء کا کھانا کپڑا وغیرہ ہمارے ذمہ ہے جو ہماری طرف سے ان کا خرچ برداشت کرے تا قیامت ہم جیسے فقیروں کا گزارہ حضور کے دروازے سے ہوتا رہے گا دنیاوی وسیلے انہیں کے کرم کا مظہر ہیں۔ [3] یعنی یہ تینوں حضرات جناب ابو طلحہ کے مہمان دائمی رہے حتی کہ ایک جہاد میں ان تینوں میں سے ایک شخص شہید ہوگیا۔ [4] یہ تیسرے صاحب یا تو ان دو جہادوں میں گئے ہی نہ تھے یا گئے تھے مگر شہید نہیں ہوئے تھے بعد میں بیماری سے اپنے بستر پر فوت ہوئے مگر تھے جہاد کے لیے بالکل تیار رہیں مرابطی سبیل اللہ یہ قید بہت خیال میں رہے مرقات

[5] خواب میں دیکھا یا کشف سے مرقات یہ حدیث الہام اولیاء کشف اولیاء کی دلیل ہے بعض حضرات کشف قبور کرلیتے ہیں اس کا ماخذ بھی یہی ہوسکتا ہے

[6] یعنی انہیں جنت میں اس طرح دیکھا کہ تیسرے صاحب جو شہید نہ ہوئے تھے ان میں نمبر اول تھے دوسرے شہید نمبر دوم میں اور پہلے شہید نمبر سوم میں یہ اولیت آخریت درجہ اور مرتبہ کی تھی کہ جیسا درجہ انہیں ملا تھا ویسا ہی انہوں نے دیکھا۔

فَدَخَلَنِي مِنْ ذٰلِكَ فَذَكَرْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذٰلِكَ فَقَالَ وَمَا أَنْكَرْتَ مِنْ
لَيْسَ أَحَدٌ أَفْضَلَ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ مُؤْمِنٍ يُعَمَّرُ فِي الْإِسْلَامِ لِتَسْبِيحِهِ وَتَكْبِيرِهِ
وَتَهْلِيلِهِ وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي عُمَيْرَةَ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ عَبْدًا لَوْ خَرَّ عَلَى وَجْهِهِ مِنْ يَوْمِ وُلِدَ إِلَى أَنْ يَمُوتَ هَرَمًا فِي طَاعَةِ
اللّٰهِ لَحَقَّرَهُ فِي ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَوَدَّ أَنَّهُ رُدَّ إِلَى الدُّنْيَا كَيْمَا

میرے دل میں اس سے کچھ آگیا[1] تب میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ عرض کیا تو فرمایا کہ تم نے اس میں سے کسی چیز پر تعجب کیا اللہ کے نزدیک اس مومن سے کوئی افضل نہیں جسے اسلام میں زیادہ عمر دی جائے[2] اس کی تسبیح اس کی تکبیر اس کے کلمہ کی وجہ سے[3] روایت ہے حضرت محمد ابن عمیرہ سے[4] یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام میں سے تھے حضور نے فرمایا کہ اگر کوئی بندہ اپنی پیدائش کے دن سے اپنے چہرے کے بل گر جاوے حتی کہ اللہ کی اطاعت میں بوڑھا ہو کر مر جائے[5] تو اس دن اس عبادت کو حقیر سمجھے گا[6] اور تمنا کرے گا کہ دنیا میں لوٹایا جائے

[1] یعنی یہ ترتیب دیکھ کر مجھے ایسا سوال یا اشکال پیدا ہوا جس کو میں خود حل نہ کر سکا کہ غیر شہید تو نمبر اول اور شہدا اس کے ماتحت۔

[2] مقصد یہ ہے کہ دوسرے شہید کو پہلے شہید سے کچھ زیادہ عمر مل گئی اور تیسرے صاحب کو ان دونوں سے زیادہ عمر ملی چونکہ انھیں ذکر اللہ عبادت اطاعت کا موقعہ زیادہ ملا اس لیے یہ دونوں اس پہلے شہید سے افضل ہوگئے اور ان دونوں میں یہ تیسرے صاحب دوسرے شہید سے اعلیٰ ہوگئے ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ یہ تیسرے صاحب بھی شہادت جہاد کے لیے تیار تھے اس لیے انھیں بھی شہادت تو مل گئی۔ ذکر اللہ میں بڑھ گئے لہذا ان کا درجہ زیادہ ہوگیا۔

[3] معلوم ہوا کہ مسلمان کی زندگی کا ہر دن بلکہ ہر ساعت اس کی نیکیاں بڑھ جانے کا ذریعہ ہے اللہ تعالیٰ ایسی زندگی نصیب فرمائے۔

[4] چونکہ محمد ابن عمیرہ کی صحابیت مشہور نہ تھی اس لیے راوی نے یہ کہہ دیا کہ آپ حضور کے صحابی تھے آپ کے حالات معلوم نہ ہو سکے۔

[5] یہ فرضی صورت ہے جس سے بہت بڑا مسئلہ حل فرمایا گیا ہے یعنی اگر فرض کرو کہ کوئی شخص پیدا ہوتے ہی عبادت میں ایسا مشغول ہو جائے کہ کبھی کوئی کام نفس کے لیے نہ کرے اور اسی حال میں بوڑھا ہو کر مر جائے چہرے کے بل گر جانے کا مطلب ہے عبادات میں مشغول ہو جانا ممکن ہے کہ اس سے سجدہ میں گر جانا مراد ہو بہرحال مطلب ظاہر ہے

[6] یعنی یہ ہی کہے گا کہ میں نے کچھ نہ کیا کچھ اور موقعہ ملتا تو اور کچھ کر لیتا۔ ؎

کچھ نہ کیا مگر چلا عمر کو مفت کھو چلا
عرض ہے تم سے بادشاہا میری طرف کو دیکھنا

يَزِيْدُهُ مِنَ الْأَجْرِ وَالثَّوَابِ رَوَاهُمَا أَحْمَدُ

بَابُ التَّوَكُّلِ وَالصَّبْرِ

اَلْفَصْلُ الْأَوَّلُ

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِيْ سَبْعُوْنَ أَلْفًا بِغَيْرِ حِسَابٍ هُمُ الَّذِيْنَ يَسْتَرْقُوْنَ وَلَا يَتَطَيَّرُوْنَ وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

تا کہ اجر و ثواب اور زیادہ کرے [1] دونوں حدیثیں احمد نے روایت کیں توکل اور صبر کا بیان [2] پہلی فصل روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ میری امت میں سے ستر ہزار بغیر حساب جنت میں جائیں گے یہ وہ لوگ ہونگے جو منتر جنتر نہیں کرتے [3] فال کیلئے چڑیاں نہیں اڑاتے [4] اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں [5] (مسلم بخاری)

[1] یعنی عبادات و ریاضات کے لیے دنیا میں پھر بھیج دیا جائے لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں فرمایا گیا کہ جسے رب تعالٰے بخش دے گا وہ دنیا میں لوٹنے کی تمنا نہ کرے گا کہ وہاں مطلب یہ ہے کہ یہاں رہنے سہنے یہاں کے عیش کرنے کے لیے یہاں آنے کی تمنا نہ کرے گا یہ آرزو دوسرے مقصد کے لیے ہے۔

[2] توکل بنا ہے وکل یا وکول سے جس کے معنی اپنا کام دوسرے کے سپرد کر دینا اسی سے ہے وکیل اصطلاح میں توکل یہ ہے کہ اپنی عاجزی کا اظہار دوسرے پر بھروسہ کرنا اسی سے ہے تکلان شریعت میں توکل کے معنی ہیں اپنے کام حوالہ بخدا کر دینا توکل دو قسم کا ہے توکل عوام اسباب پر عمل کر کے نتیجہ خدا کے حوالہ کر دینا۔ توکل خواص اسباب چھوڑ کر مسبب الاسباب پر نظر کرنا صبر کے معنی ہیں روکنا شریعت میں صبر ہے مصیبت میں بے صبری گھبراہٹ سے روکنا راضی برضا رہنا صبر کی بہت قسمیں ہیں۔ عبادت پر صبر، گناہوں سے صبر، مصیبت میں صبر یہ تینوں صبر بہت اچھے ہیں یہاں تیسرے معنی کا صبر مراد ہے جیسا کہ آئندہ احادیث سے معلوم ہوگا یہ تیسری قسم کا صبر کئی طرح ہے عوام کا صبر اور ہے خواص کا اور خواص کا کچھ اور۔

[3] یعنی کفار کے جھوچھا سے بچتے ہیں ورنہ قرآنی آیات دعاء ماثورہ سے دم کرنا سنت ہے بلکہ نامعلوم منتر پڑھنا ہی گناہ ہے جس کے معنی کی خبر نہ ہو کیونکہ ممکن ہے کہ ان الفاظ کے شرکیہ معانی ہوں لہذا حدیث بالکل ظاہر ہے۔

[4] اہل عرب جب کسی کام کو جاتے تو چڑیوں سے فال لیتے تھے کہ کوئی چڑیا دیکھتے تو اسے اڑاتے اگر داہنی طرف اڑ جاتی تو کہتے کہ ہمارا کام ہو جاوے گا اگر بائیں طرف اڑتی تو کہتے کہ ہمارا کام نہ ہوگا واپس لوٹ آتے یہ حرام ہے۔

[5] توکل کے معانی ابھی عرض ہوئے یہاں شاید خواص کا توکل مراد ہے یعنی ترک اسباب اور نظر بر مسبب الاسباب۔

وَعَنْهُ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا فَقَالَ عُرِضَتْ عَلَيَّ الْأُمَمُ فَجَعَلَ يَمُرُّ النَّبِيُّ وَمَعَهُ الرَّجُلُ وَالنَّبِيُّ وَمَعَهُ الرَّجُلَانِ وَالنَّبِيُّ وَمَعَهُ الرَّهْطُ وَالنَّبِيُّ وَلَيْسَ مَعَهُ أَحَدٌ فَرَأَيْتُ سَوَادًا كَثِيْرًا سَدَّ الْأُفُقَ فَرَجَوْتُ أَنْ يَكُوْنَ أُمَّتِيْ فَقِيْلَ هٰذَا مُوْسٰى فِيْ قَوْمِهٖ ثُمَّ قِيْلَ لِيْ اُنْظُرْ فَرَأَيْتُ سَوَادًا كَثِيْرًا سَدَّ الْأُفُقَ فَقِيْلَ لِيْ اُنْظُرْ هٰكَذَا وَهٰكَذَا فَرَأَيْتُ سَوَادًا كَثِيْرًا

روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں ایک دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو فرمایا کہ مجھ پر امتیں پیش کی گئیں ۱ تو نبی بنی گزرنے لگے جن کے ساتھ صرف ایک شخص تھا کوئی نبی کہ ان کے ساتھ دو شخص تھے اور کوئی نبی کہ ان کے ساتھ جماعت تھی اور کوئی نبی کہ ان کے ساتھ ایک بھی نہ تھا ۲ پھر میں نے بڑی جماعت دیکھی جس نے کنارہ آسمان گھیر رکھے تھے میں نے امید کی کہ یہ میری امت ہو ۳ تو مجھ سے فرمایا گیا یہ موسیٰ ہیں کی اپنی قوم ہے ۴ پھر مجھ سے فرمایا کہ دیکھئے میں نے بہت بڑی خلقت دیکھی جس نے کنارہ آسمان گھیرے ہوئے پھر مجھ سے کہا گیا ادھر اور ادھر دیکھئے میں نے بہت بڑی خلقت دیکھی

۱ یہ پیشی یا تو میثاق کے دن ہوئی یا کسی خوابی معراج میں یا جسمانی معراج میں تیسرا احتمال زیادہ قوی ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج میں جہاں اور چیزیں ملاحظہ فرمائیں وہاں ہی سارے نبی مع ان کی اپنی امتوں کے حال آنکھوں سے دیکھے معلوم ہوا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی نگاہ سے کوئی نبی اور ہر نبی کا کوئی امتی غائب نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو اپنی آنکھوں سے ملاحظہ فرمایا ہے۔

۲ یعنی بعض نبی دنیا میں وہ بھی گزرے جن کی بات ایک شخص نے بھی نہ مانی وہ ہمارے سامنے اکیلے ہی پیش ہوئے بعض نبی وہ جن کی دعوت صرف ایک نے یا دو نے یا جماعت نے قبول کی وہ نبی ہمارے سامنے اسی ایک دو یا زیادہ کے ساتھ پیش ہوئے معلوم ہوا کہ امت سے مراد امت اجابت ہے۔

۳ یعنی اس جماعت کی یہ زیادتی دیکھ کر مجھے اندازہ ہوا کہ یہ میری امت ہوگی کیونکہ میرا دین قیامت تک ہے اور ہر زمانہ میں لاکھوں آدمی مسلمان ہیں۔

۴ یعنی یہ امت آپ کی نہیں بلکہ موسیٰ علیہ السلام کی ہے جو ان پر ایمان لائے اور ایمان پر ہی مرے مرتد نہ ہوئے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی کے اندازہ میں غلطی ہوسکتی ہے تبلیغی احکام میں غلطی نہیں ہوسکتی ورنہ شریعت محفوظ نہ رہے گی یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور کو علم آہستگی سے دیا گیا خیال رہے کہ یہ لوگ صرف سامنے ہی نہ تھے مگر تھے بہت کہ تا حد نظر آدمی ہی آدمی تھے۔

سواد الافق فقيل هؤلاء امتك ومع هؤلاء سبعون الفا قدامهم يدخلون الجنة بغير حساب هم الذين لا يتطيرون ولا يسترقون ولا يكتوون وعلى ربهم يتوكلون فقام عكاشة بن محصن فقال

جس نے کنارے گھیرے تھے ۱ کہا گیا یہ ہے آپ کی اُمت اور ان کے ساتھ ان کے آگے ستر ہزار وہ ہیں جو بلا حساب جنت میں جائیں گے ۲ وہ وہ ہیں جو نہ تو پرندے اڑاتے ہیں نہ منتر جنتر کرتے ہیں اور نہ داغ لگاتے ہیں اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں ۳ حضرت عکاشہ ابن محصن کھڑے ہو گئے ۴ بولے

۱ یعنی اس جماعت کی کثرت کا یہ حال تھا کہ داہنے بائیں ہر طرف اس کثرت سے آدمی تھے کہ تا حد نظر آدمی ہی آدمی تھے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ساری امت کو ملاحظہ فرمایا حضور سے کوئی شخص پوشیدہ نہیں۔

۲ مع هؤلاء میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ اسی جماعت میں یہ لوگ بھی ہیں جو بغیر حساب جنت میں جائیں گے دوسرے یہ کہ ان کے علاوہ ستر ہزار وہ بھی ہیں جو بغیر حساب جنتی ہیں پہلا احتمال زیادہ قوی ہے ستر ہزار سے مراد بے شمار لوگ ہیں اور ہوسکتا ہے کہ یہ خاص تعداد ہی مراد ہو یعنی ساری امت میں ستر ہزار بے حساب جنتی ہیں اس دوسرے احتمال کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے کہ فرمایا کہ ان ستر ہزار میں سے ہر شخص کے ساتھ ستر ستر ہزار ہوں گے۔ قرآن مجید سے یدخلون الجنة بغیر حساب اس آیت اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قیامت میں سب کا حساب نہ ہوگا بعض لوگ حساب سے مستثنیٰ بھی ہوں گے۔

۳ اس فرمان عالی سے معلوم ہوا کہ یہ بے حساب جنتی وہ ہیں جو ان اعمال کی وجہ سے بے حساب بہشت میں جائیں گے ان کے علاوہ اور بہت سی قسم کے لوگ بے حساب جنتی ہیں جیسے نابالغ فوت شدہ بچے، دیوانے صدیقین وغیرہم۔ خیال رہے کہ یہاں حساب سے محشر کا حساب مراد ہے نہ کہ قبر کا حساب قبر کے حساب سے تو بہت لوگ مستثنیٰ ہیں قبر کے حساب سے آٹھ قسم کے لوگ محفوظ رہیں گے حتی کہ جو جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات میں فوت بلکہ جو روزانہ موت کو یاد کر لیا کرے وہ بھی حساب سے محفوظ ہے قبر میں ایمان کا حساب ہے محشر میں اعمال کا حساب۔

۴ حضرت عکاشہ مشہور صحابی ہیں بدر اور بعد بدر تمام غزوات میں شریک ہوئے بدر میں آپ کی تلوار ٹوٹ گئی تو حضور انور نے آپ کو کھجور کی چھڑی عنایت فرمائی جو آپ کے ہاتھ میں پہنچتے ہی تلوار بن گئی۔ حضور نے آپ کو جنت کی بشارت دی ۴۵ پینتالیس سال عمر پائی خلافت صدیقی میں وفات ہوئی آپ سے حضرت ابوہریرہ۔ عبداللہ ابن عباس اور خود آپ کی بہن ام قیس بنت محصن نے روایات لی ہیں آپ کا کھڑا ہونا عرض معروض کے لیے تھا۔ معلوم ہوا کہ بزرگوں کے سامنے کھڑے ہو کر عرض کرنا سنت صحابی ہے۔

أُدْعُ اللهَ أَنْ يَّجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ قَالَ اللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ مِنْهُمْ ثُمَّ قَامَ رَجُلٌ اٰخَرُ فَقَالَ
أُدْعُ اللهَ أَنْ يَّجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ فَقَالَ سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ
صُهَيْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَجَبًا لِأَمْرِ الْمُؤْمِنِ إِنَّ أَمْرَهُ
كُلَّهُ لَهُ خَيْرٌ وَلَيْسَ ذٰلِكَ لِأَحَدٍ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِ إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ فَكَانَ
خَيْرًا لَهُ وَإِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

حضور اللہ سے دعا کریں کہ مجھے ان میں سے کرے فرمایا الٰہی انہیں ان میں سے کر دے [۱] پھر دوسرا آدمی کھڑا ہوا بولا دعا کیجئے کہ اللہ مجھے ان میں سے کرے فرمایا اس دعا میں تم پر عکاشہ سبقت لے گئے [۲] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت صہیب سے [۳] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تعجب ہے مرد مسلمان پر کہ اس کے سارے کام خیر ہیں [۴] یہ بات کسی کو حاصل نہیں ہوتی سوا مرد مومن کے کہ اگر اسے راحت پہنچے تو شکر کرے تو اس کے لیے راحت خیر ہو اور اگر اسے تکلیف پہونچے تو صبر کرے تو صبر اس کے لئے بہتر ہو [۵] (مسلم)

[۱] بعض روایات میں ہے کہ فرمایا انت منھم ہو سکتا ہے کہ دعا بھی دی ہو اور بشارت بھی اس دعا سے معلوم ہوا کہ حضرت عکاشہ اس جماعت میں حضور کی دعا کی برکت سے داخل ہوئے (مرقات)

[۲] یہ دوسرے صاحب حضرت سعد ابن عبادہ تھے (اشعہ و مرقات) اس جواب عالی سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سب کے انجام سب کے مقام و درجات کی خبر ہے کہ ایک صاحب کے لیے دعا فرمائی خبر دی کہ تم ان میں سے ہیں دوسرے کے لیے خبر نہ دی بیان میں سے نہیں اب جواب کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جنت میں اب کوئی سیٹ خالی نہیں رہی یا وہ جماعت پوری ہو چکی تم کیسے داخل ہو گے مطلب یہ ہی ہے کہ تم اس جماعت سے نہیں تمہارے لیے دعا کیسے کی جائے۔

[۳] آپ صہیب ابن سنان رومی ہیں حضرت عبداللہ ابن جدعان کے آزاد کردہ آپ کی کنیت ابویحییٰ ہے اصلی باشندے موصل کے ہیں مگر رومیوں نے آپ کو قید کر کے روم پہنچا دیا پھر مکہ معظمہ میں آپ فروخت ہو کر آئے مکہ میں ہی ایمان لائے اللہ کی راہ میں بہت ستائے گئے آپ کے متعلق یہ آیات اتریں ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ نوے سال کی عمر ہوئی ۳۸ھ میں وفات پائی جنت البقیع میں دفن ہوئے (مرقات)

[۴] یعنی مومن کے لیے دنیا میں خیر بھی خیر ہے شر بھی خیر راحت و آرام بھی خیر ہے مصیبت و آلام بھی خیر وہ ہر طرح نفع میں ہے۔

[۵] یعنی مومن نعمتیں پا کر شاکر بن جاتا ہے اور مصیبتیں پا کر صابر بن جاتا ہے خیال رہے کہ شکر و صبر دونوں تین قسم کے ہوتے ہیں دلی تو قلبی زبانی جانی۔ لسانی۔ ارکانی۔ مالدار کا زکوۃ نکالنا عملی شکر ہے یہ ہی حال صبر کا ہے حضرت عمر فرماتے ہیں کہ امیری فقیری دو سواریاں ہیں مجھے پرواہ

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُؤْمِنُ الْقَوِيُّ خَيْرٌ وَأَحَبُّ إِلَى اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِيفِ وَفِي كُلٍّ خَيْرٌ اِحْرِصْ عَلَى مَا يَنْفَعُكَ وَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَلَا تَعْجِزْ وَإِنْ

روایت ہے حضرت ابوھریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ قوی مسلمان کمزور مسلمان سے اچھا ہے اور اللہ کو پیارا ہے لہ بھلائی سب میں ہے لہ اس پر حرص کرو اس پر جو تمہیں نفع دے سکہ اور اللہ سے مدد مانگو عاجز نہ ہو سکہ اور اگر

تمہیں کوئی مصیبت پہنچے تو یہ نہ کہو کہ اگر میں ایسا کرتا تو ایسا اور ایسا ہوتا لیکن یہ کہو کہ اللہ کی تقدیر ہے جو اس نے چاہا کیا کیونکہ اگر شیطان کے کام کا دروازہ کھولتا ہے۔ (مسلم)

شیں کہ کس سواری پر سوار ہو جاؤں۔ (مرقات)

فقر و شاہی واردات مصطفے است

کا فقیر ہو تو سب کی نمائشیں کرکے کافر رہتا ہے امیر ہو تو فخر و تکبر کرکے اپنا کفر اور زیادہ کر لیتا ہے مومن کا ہر حال اچھا۔

لہ یہاں قوی اور ضعیف سے بدن کا قوی ضعیف مراد ہے یعنی تندرستی و صحت اور مضبوط بدن والا مسلمان کمزور بیمار مسلمان سے زیادہ اچھا ہے کہ تندرست مسلمان نماز روزہ حج بلکہ جہاد وغیرہ عبادات بے تکلف کر سکتا ہے لہذا مسلمان بیمار رہنے کی تمنا کرے بیمار کا فوراً علاج کرکے تندرست ہو جانے ممکن ہے کہ قوی و ضعیف سے مراد دل کا قوی و ضعیف ہو یعنی وہ مسلمان جو لوگوں میں رہ کر ان کی سختی برداشت کرکے ان کو راہ راست پر لگا دے وہ اس مسلمان سے اچھا ہے کہ کسی کی برداشت نہ کر سکے گوشہ نشین ہو کر زندگی گزار دے اور ہو سکتا ہے کہ قوی و ضعیف اعتقاد کا قوی و ضعیف مراد ہو کہ وہ مومن جو ہر راحت و تکلیف کو جھیل جاوے رب کے دروازے سے نہ ہٹے وہ اس مومن سے اچھا ہے جو اعتقاد کا کمزور ہو۔ ذرا سی خوشی یا رنج میں رب کے دروازے سے بھاگ جائے بہر حال اس فرمان عالی کی بہت تفسیریں ہیں۔

ٹہ یعنے مومن خواہ قوی ہو یا ضعیف دونوں میں خیر ہے ان میں سے کوئی شر نہیں کافر شر ہی شر ہے مگر فرق مراتب ضروری ہے۔

سٹہ یعنی جو چیز تم کو دینی نفع دے اس میں قناعت نہ کرو خوب حرص کرو اس کے حاصل کرنے کی کوشش کرو مگر اپنی کوشش پہ بھروسہ نہ کرو اللہ پر توکل کرو خیال رہے کہ دنیاوی چیزوں میں قناعت اور صبر اچھا ہے مگر آخرت کی چیزوں میں حرص اور بے صبری اعلیٰ ہے دین کے کسی درجہ پہ پہنچ کر قناعت نہ کرو آگے بڑھنے کی کوشش کرو۔ رب فرماتا ہے فاستبقوا الخیرات۔ سہ

حاجتے نیست مرا سیرازیں آبحیات
ضاعف اللہ علی کل زمان عطشی

حرص مال برا مگر حریص اعمال اچھا رب تعالےٰ نے اپنے محبوب کی تعریف میں فرمایا حریص علیکم۔

أصابك شيء فلا تقل لو أني فعلت كان كذا أو كذا ولكن قل قدر الله وما شاء فعل فإن لو تفتح عمل الشيطان رواه مسلم

الفصل الثاني عن عمر بن الخطاب قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لو أنكم تتوكلون على الله حق توكله لرزقكم كما يرزق الطير تغدو خماصا وتروح بطانا رواه

تمہیں کچھ تکلیف پہونچے تو یہ نہ کہو کہ اگر میں وہ کام کرلیتا تو ایسا ہوجاتا[1] لیکن کہو کہ اللہ نے یہ ہی مقدر کیا تھا جو اس نے چاہا کیا کیونکہ اگر مگر شیطان کا کام کھولتا ہے[2] (مسلم) دوسری فصل روایت ہے حضرت عمر ابن خطاب سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اگر اللہ پر جیسا چاہیے ویسا توکل کرو[3] تو تم کو ایسے رزق دے جیسے پرندوں کو دیتا ہے کہ وہ صبح کو بھوکے جاتے ہیں اور شام کو شکم سیر لوٹتے ہیں[4]

[1] کیونکہ یہ کہنے میں دل کو رنج بھی بہت ہوتا ہے رب تعالٰی ناراض بھی ہوتا ہے اگر میں اپنا مال فلاں وقت فروخت کردیتا تو بڑا نفع ہوتا مگر میں نے غلطی کی کہ اب فروخت کیا ہائے بڑی غلطی کی یہ بڑا ہے لیکن دینی معاملات میں ایسی گفتگو اچھی یہاں دنیاوی نقصانات مراد ہیں۔

[2] یعنی اس اگر مگر سے انسان کا بھروسہ رب تعالٰے پر نہیں رہتا اپنے پر یا اسباب پر ہوجاتا ہے خیال رہے کہ یہاں دنیا کے اگر مگر کا ذکر ہے دینی کاموں میں اگر مگر اور افسوس وندامت اچھی چیز ہے اگر میں اتنی زندگی اللہ کی اطاعت میں گزارتا تو متقی ہوجاتا مگر میں نے گناہوں میں گزاری ہائے افسوس یہ اگر مگر عبادت ہے اگر میں حضور کے زمانہ پاک میں ہوتا تو حضور کے قدموں پر دل وجان قربان کردیتا مگر میں اتنے عرصہ بعد پیدا ہوا ہائے افسوس یہ عبادت ہے اعلٰی حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا۔ ؎

جو ہم بھی واں ہوتے خاک گلشن لپٹ کے قدموں سے لیتے اترن
مگر کریں کیا نصیب میں تو یہ نامرادی کے دن لکھے تھے۔

لہذا یہ حدیث ان احادیث وآیات کے خلاف نہیں جن میں لو فرمایا گیا ہے اگلی حدیث میں لو آرہا ہے۔

[3] حق توکل یہ ہے کہ فاعل حقیقی اللہ تعالٰے کو ہی جانے بعض نے فرمایا کہ کسب کرنا نتیجہ اللہ پر چھوڑنا حق توکل ہے جسم کو کام میں لگائے دل کو اللہ سے وابستہ رکھے

[4] تجربہ بھی ہے کہ اللہ پر توکل کرنے والے بھوکے نہیں مرتے کسی نے کیا خوب کہا۔ ؎

رزق نہ رکھیں ساتھ میں پنچھی اور درویش — جن کا رب پہ آسرا ان کو رزق ہمیشہ۔

خیال رہے کہ پرندے تلاش رزق کے لیے آشیانہ سے باہر ضرور جاتے ہیں ہاں درختوں میں چلنے کی طاقت نہیں تو انہیں وہاں

الترمذی وابن ماجة وعن ابن مسعود قال قال رسول الله صلی الله علیه
وسلم ایها الناس لیس من شیء یقربکم الی الجنة ویباعدکم من النار
الا قد امرتکم به ولیس شیء یقربکم من النار ویباعدکم من الجنة الا قد نهیتکم
عنه وان الروح الامین وفی روایة وان روح القدس نفث فی روعی ان نفسا لن
تموت حتی تستکمل رزقها الا فاتقوا الله واجملوا فی

(ترمذی۔ ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول الله صلے الله علیہ وسلم نے اے لوگو نہیں ہے کوئی وہ چیز جو تم کو جنت سے نزدیک اور دوزخ سے دور کرے مگر میں نے تم کو اس کا حکم دے دیا اور نہیں ہے کوئی وہ چیز جو تمہیں آگ سے نزدیک اور جنت سے دور کرے مگر میں نے تمہیں اس سے منع کر دیا [1] اور روح الامین نے ایک روایت میں ہے کہ روح القدس نے میرے دل میں ڈالا کہ کوئی جان نہ مرے گی حتی کہ اپنا رزق پورا کرے [2] خیال رکھو کہ اللہ سے ڈرو تلاش رزق درمیانی

گھڑے سے کھا دانی پہنچتا ہے کوّے کا بچہ انڈے سے نکلتا ہے تو سفید ہوتا ہے اس کے ماں باپ اس سے ڈر کر بھاگ جاتے ہیں اللہ تعالٰے اس بچے کے منہ پر بھنگے جمع کر دیتا ہے یہ بچہ انہیں کھا کر بڑا ہوتا ہے جب کالا پڑ جاتا ہے تب ماں باپ آتے ہیں (دیکھو مرقات)

[1] یعنی تبلیغ مکمل کر دی کوئی حکم چھپایا نہیں۔

[2] روح القدس سے مراد حضرت جبریل علیہ السلام ہیں یہ حدیث وحی خفی ہے۔

[3] رزق سے مراد صرف کھانا نہیں بلکہ کھانا پانی۔ ہوا۔ دھوپ زمین پر چلنا وغیرہ سب ہی ہے کہ یہ سب چیزیں اللہ کی دی ہوئی روزی ہیں بندہ کی پیدائش سے پہلے ہی اس کی سانسیں، پانی۔ غذا سب مقرر ہو جاتی ہیں۔ جب بندہ اپنا طے شدہ حصہ استعمال کر لیتا ہے تب اسے موت آتی ہے دیکھا گیا ہے کہ بعض لوگ مرتے وقت تین چار دن تک بیہوش پڑے رہتے ہیں صرف سانس لیتے رہتے ہیں کچھ کھاتے پیتے نہیں کیوں کہ ابھی ان کے حصے کی ہوا میں کچھ سانسیں باقی ہوتی ہیں اپنا پانی کھانا پورا استعمال کر چکتے ہیں وہ سانسیں پوری کرنے کے لیے اس طرح پڑے رہتے ہیں یہ ہے اس حدیث کا ظہور رب تعالٰے فرماتا ہے هو الذی خلقکم ثم رزقکم ثم یمیتکم۔
یہ ہے اس حدیث کی تائید۔

الطَّلَبِ وَلَا يَحْمِلَنَّكُمْ اِسْتِبْطَاءُ الرِّزْقِ اَنْ تَطْلُبُوْهُ بِمَعَاصِي اللّٰهِ فَاِنَّهٗ لَا يُدْرَكُ
مَا عِنْدَ اللّٰهِ بِطَاعَتِهٖ رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ اِلَّا اَنَّهٗ
لَمْ يَذْكُرْ وَاِنَّ رُوْحَ الْقُدُسِ وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الزَّهَادَةُ
فِي الدُّنْيَا لَيْسَتْ بِتَحْرِيْمِ الْحَلَالِ وَلَا اِضَاعَةِ الْمَالِ وَلٰكِنَّ الزَّهَادَةَ

راہ اختیار کرو ۱؎ اور رزق میں دیر لگنا تم کو اس پر نہ اکسائے کہ تم اللہ کی نافرمانی سے رزق ڈھونڈو ۲؎ کیونکہ اللہ کے پاس کی چیزیں اس کی فرماں برداری سے ہی حاصل کی جا سکتی ہے ۳؎ (شرح سنہ۔ بیہقی۔ شعب الایمان مگر بیہقی نے یہ عبارت روایت نہ کی ان روح القدس)

روایت ہے حضرت ابوذر سے وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا کہ دنیا میں زہد و تقوی نہ تو حلال کو حرام کر لینے سے ہے ۱؎ اور نہ مال برباد کرنے سے ۲؎ لیکن دنیا میں بے زہد

۱؎ یعنی حلال ذریعہ سے روزی کماؤ حرام ذریعوں سے بچو حرام ذریعوں سے کمانا افراط ہے اور بالکل کمائی نہ کرنا بیکار بیٹھ رہنا تفریط درمیانی راہ یہ ہے۔

۲؎ یعنی اگر کبھی روزی کم ملے یا کچھ روز کے لیے نہ ملے تو چوری۔ جوا۔ رشوت۔ خیانت۔ غصب وغیرہ سے روزی حاصل کرنے کی کوشش نہ کرو۔ حلال کام کیے جاؤ اس کی مہربانی سے امید رکھو۔ ؎

گر نمیں رابہ آسماں دوزی نہ دہدت زیادہ اندوزی

۳؎ یعنی سب کی روزی اللہ کے ہی پاس ہے اگر تم نے اسے حرام ذریعہ سے حاصل کیا تو وہ حرام ہو کر تم تک پہنچی رب بھی ناراض ہوا مگر ملا وہ ہی جو تمہارا حصہ تھا اور اگر حلال ذریعہ سے حاصل کیا تو وہ حلال ہو کر تمہارے پاس پہنچا اللہ تعالی بھی راضی ہو گیا ملا تمہارا حصہ ہی۔ اس سے معلوم ہوا کہ حرام روزی بھی اللہ کا رزق ہے نیز اس میں قاعدہ بتایا گیا کہ کسی سے کچھ لینا ہو تو اسے راضی کر کے لو اللہ سے سب کچھ لینا ہے تو اسے ہمیشہ خوش کرنے کی کوشش کرو یہاں ما عند اللہ سے مراد وہ روزی ہے جو تم حلال راستے سے پہنچے بعض نے فرمایا کہ اس سے مراد جنت ہے واللہ اعلم (اشعہ)

۱؎ بعض جھوٹے پیروں فقیروں کو دیکھا گیا کہ وہ گوشت دوسرے اعلی کھانے نہیں کھاتے ہمیشہ موٹا کھاتے موٹا پہنتے ہیں مگر اس کے ساتھ ہی جھوٹ غیبت۔ بھنگ چرس ترک نماز میں مبتلا رہتے ہیں اور اسے فقیری بلکہ ولایت سمجھتے ہیں وہ لوگ اس فرمان عالی کے

فِي الدُّنْيَا أَنْ لَا تَكُونَ بِمَا فِي يَدَيْكَ أَوْثَقَ بِمَا فِي يَدَيِ اللّٰهِ وَأَنْ تَكُونَ
فِي ثَوَابِ الْمُصِيبَةِ إِذَا أَنْتَ أُصِبْتَ بِهَا أَرْغَبَ فِيهَا لَوْ أَنَّهَا أُبْقِيَتْ لَكَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ
وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَعَمْرُو بْنُ وَاقِدٍ الرَّاوِي مُنْكَرُ
الْحَدِيثِ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كُنْتُ خَلْفَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى

یہ ہے کہ بغیر اپنے قبضہ کی چیز پر اس پر زیادہ بھروسہ نہ کر جو اللہ کے قبضہ میں
ہے [1] اور جب تو مصیبت میں گرفتار ہو تو مصیبت کے ثواب میں زیادہ راغب ہو
اگر وہ تجھ پر باقی رکھی جاوے [2] (ترمذی، ابن ماجہ) ترمذی نے کہا یہ حدیث
غریب اور عمرو ابن واقد راوی منکر الحدیث ہے روایت ہے حضرت ابن عباس
سے فرماتے ہیں کہ میں ایک دن رسول اللہ صلے اللہ

نظر ہیں یہ لوگ پیر نہیں شیاطین ہیں کہ حرام چیز چھوڑتے نہیں حلال سے محروم ہو جاتے ہیں فقیری کے لیے بھی علم شریعت کی ضرورت ہے
[1] مال برباد کرنے کی چند صورتیں ہیں اور وہ سب حرام ہیں: [1] ناجائز جگہ خرچ کرنا [2] بلا وجہ مال لٹا دینا [3] بال بچے ہوتے ہوئے
لوگوں میں مال بانٹ دینا [4] سارا مال خیرات کر کے اپنے اور اپنی اولاد کو بھکاری فقیر بنا لینا ہاں حضرت ابوبکر صدیق اور ان کے
بال بچوں کی طرح جو صابر شاکر متوکل ہو وہ سب خیرات کرے ورنہ آج خیرات کر کے کل بھیک مانگے گا یہ حرام ہے۔

[1] یعنی تو متقی جب بنے گا جب تیرے دو اعتقاد ہو جاویں ایک یہ کہ جو چیز تیرے ملک تیرے قبضہ میں ہے اگر اللہ
نہ چاہے تو تو اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا دوسرے یہ کہ جو چیز نہ تیری ملک ہو نہ تیرے قبضہ میں مگر رب تعالٰی چاہے کہ
تو اس سے نفع اٹھائے تو عنقریب وہ چیز تیرے پاس پہنچے گی اور تو اس سے نفع اٹھائے گا غرضکہ تیرا توکل اللہ پر ہو اپنے پر
یا اپنی ملک پر یا اپنے قبضہ پر نہ ہو یہ توکل انسان کو سچا بندہ بنا دیتا ہے بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ خود اپنے گھر میں پکا ہوا کھانا نصیب
نہیں ہوتا اور جہاں کا خیال بھی نہ ہو وہاں کھا نا مل جاتا ہے خود فقیر نے آزمایا ہے یہ واقعات اس فرمان عالی کی شرح ہیں۔

[2] یعنی نیز متقی ہونے کی دوسری شرط یہ ہے کہ اگر تجھ پر کوئی آفت آ جائے اور تیرا دل چاہے کہ یہ آفت جلد ٹل جاوے پھر
تجھے خیال آ جائے کہ یہ مصیبت ثواب کا ذریعہ ہے تو تمہارے دل میں اس کے رہنے کی رغبت واقع ہو جانے کی
رغبت سے زیادہ ہو یہاں رغبت کا ذکر ہے دعا کا ذکر نہیں مصیبت کی دعا کرنا ممنوع ہے مگر
اس کے ثواب کی رغبت کرنا اچھا ہے جب مصیبت آ پڑے تو اس کی
تکلیف پر نہ ہو اس کے ثواب پر نظر ہو۔

اللہ علیہ وسلم یوما فقال یا غلام احفظ اللہ یحفظک احفظ اللہ تجدہ تجاھک واذا سألت فاسئل اللہ واذا استعنت فاستعن باللہ واعلم ان الامۃ لو اجتمعت علی ان ینفعوک بشیء لم ینفعوک الا بشیء قد کتبہ اللہ لک ولو اجتمعوا علی ان یضروک

علیہ وسلم کے پیچھے تھے۱؎ تو فرمایا اے لڑکے حقوق الٰہی کی حفاظت کرو اللہ تمہاری حفاظت کرے گا۲؎ تم اسے اپنے سامنے پاؤ گے۳؎ اور جب مانگو تو اللہ سے مانگو جب مدد مانگو تو اللہ سے مانگو۴؎ اور یقین رکھو کہ اگر پوری امت اس پر متفق ہوجاوے کہ تم کو نفع پہنچائے تو وہ تم کو کچھ نفع نہیں پہنچا سکتی مگر اس چیز کا جو اللہ نے تمہارے لیے لکھ دی۵؎ اور اگر اس پر متفق ہوجاویں کہ تمہیں کچھ نقصان

۱؎ یعنی میں حضور کے ساتھ ایک سواری پر سوار تھا بہت ہی قریب سے میں نے یہ فرمان عالی سنا یہ خیال رہے کہ حضرت ابن عباس کی اکثر روایتیں ارسالاً ہوتی ہیں کہ کسی صحابی کا واسطہ ہوتا ہے جسے آپ اکثر بیان نہیں کرتے یہ روایت اتصالاً ہے (مرقات) آپ کی پیدائش ہجرت سے تین سال پہلے ہے حضور کی وفات کے وقت آپ کی عمر تیرہ سال تھی مگر اس امت کے بڑے عالم تھے آپ نے دو بار جبریل کو دیکھا آخری عمر شریف میں نابینا ہوگئے تھے طائف میں قیام رہا ۶۸ھ میں وفات پائی اکہتر سال عمر پائی (مرقات)

۲؎ یعنی تم دنیا میں اپنے ہر کام ہر چیز میں احکام الٰہیہ کا لحاظ رکھو جائز کام کرو ناجائز سے بچو اللہ کی رضا کے کام کرو ناراضی کے کاموں سے بچو تو اللہ تعالٰی تم کو دینی و دنیاوی آفتوں سے بچائے گا۔

۳؎ یعنی ہر مصیبت میں رب تعالٰی کی رحمت تمہارے دل پر وارد ہوگی جس کے اثر سے تمہارے دل پر غم طاری نہ ہوگا۔

۴؎ یعنی ہر چھوٹی بڑی چیز اعلٰی ادنیٰ مدد اللہ تعالٰی سے مانگو یہ خیال کرو کہ اتنے بڑے دربار میں ایسی ادنیٰ چیز کیوں مانگو دوسرے کریم مانگنے سے ناراض ہوتے ہیں اللہ تعالٰی نہ مانگنے سے ناراض ہوتا ہے خیال رہے کہ مجازی طور پر بادشاہ حاکم اولیاء اللہ حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ مانگنا خدا تعالٰی سے ہی مانگنا ہے کہ یہ حضرات اللہ تعالٰی کے خدام اللہ کے حکم سے اللہ کی نعمت دیتے ہیں ان سے مانگنا بالواسطہ رب سے ہی مانگنا ہے لہذا یہ حدیث ان قرآنی آیات اور احادیث کے خلاف نہیں جن میں بندوں سے مانگنے کا ذکر یا حکم ہے۔

۵؎ یعنی ساری دنیا مل کر تم کو نفع نہیں پہنچا سکتی اگر کچھ پہنچائے گی تو وہ ہی جو تمہارے مقدر میں لکھا ہے اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کا لکھا ہوا نفع دنیا پہنچا سکتی ہے۔ طبیب کی دوا شفا دے سکتی ہے سانپ کا زہر جان لے سکتا ہے مگر یہ اللہ تعالٰی کا لکھا ہوا اس کی طرف سے حضرت یوسف کی قمیص نے دیدۂ یعقوبی کو شفا بخشی حضرت عیسٰی مردے زندہ بیمار اچھے کرتے تھے مگر اللہ کے اذن سے۔

بِشَيْءٍ لَمْ يَضُرُّوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَيْكَ رُفِعَتِ الْأَقْلَامُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَعَنْ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ سَعَادَةِ ابْنِ اٰدَمَ رِضَاهُ بِمَا قَضَى اللّٰهُ لَهٗ وَمِنْ شَقَاوَةِ ابْنِ اٰدَمَ تَرْكُهٗ اِسْتِخَارَةَ اللّٰهِ وَمِنْ

پہونچا دیں تو ہرگز نقصان نہیں پہونچا سکتے، مگر اس چیز سے جو اللہ نے لکھی[۱] قلم اٹھ چکے دفتر خشک ہو چکے[۲] (احمد۔ ترمذی) روایت ہے حضرت سعد سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ انسان کی نیک بختی سے ہے اس کا اللہ کے فیصلہ سے راضی ہونا ہے[۳] اور انسان کی بدبختی اس کا اللہ سے خیر مانگنا چھوڑ دینا ہے[۴] انسان کی بدبختی

[۱] لکھنے سے مراد لوح محفوظ میں لکھنا ہے اگرچہ وہ تحریر قلم نے کی مگر چونکہ اللہ کے حکم سے کی تھی اس لیے کہا گیا کہ اللہ نے لکھا مطلب ظاہر ہے کہ اگر سارا جہاں مل کر تمہیں کوئی نقصان دے تو وہ بھی طے شدہ پروگرام کے ماتحت ہوگا کہ لوح محفوظ میں یوں ہی لکھا جا چکا تھا خلاصہ یہ ہے کہ حقیقی نافع حقیقی ضار اللہ تعالٰے ہی ہے دنیا اس کی مظہر ہے۔ ؎

گرچہ تیر از کماں ہمی گزرد از کماندار بیند اہل خرد

[۲] یعنی تا قیامت جو کچھ ہونے والا وہ سب سے پہلے ہی لکھا جا چکا ہے بار بار ہر واقعہ کی تحریر نہیں ہوتی۔ ہم مسئلہ تقدیر میں عرض کر چکے ہیں تقدیر تین قسم کی ہے۔ مبرم۔ معلق اور معلق مشابہ بمبرم تقدیر مبرم میں ترمیم تبدیلی ناممکن ہے مگر تقدیر معلق میں یہ سب کچھ ہوتا رہتا ہے تقدیر مبرم علم الٰہی ہے اور معلق لوح محفوظ کی تحریر اس کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے یمحوا اللہ ما یشاء ویثبت وعندہ ام الکتاب خیال رہے کہ تدبیر بھی تقدیر میں آ چکی ہے لہذا تدبیر سے غافل نہ ہو مگر اس پر اعتماد نہ کرو نظر اللہ کی قدرت و رحمت پر رکھو۔

[۳] یعنی سعادت۔ شقاوت ایک غیبی چیز ہے مگر ان دونوں کی علامات ہیں جو بندہ اللہ کی رضا پر راضی اس کی قضا پر صابر رہے سمجھ لو کہ ان شاء اللہ یہ سعید ہے اس کا خاتمہ اچھا ہونے والا ہے اس کے برعکس ہو تو علامت بدبختی کی ہے۔

[۴] حضرت انس نے مرفوعًا روایت فرمایا کہ جو استخارہ کرے گا نقصان نہ اٹھائے گا جو مشورہ کرے گا وہ شرمندہ نہ ہوگا جو درمیانی خرچ رکھے گا وہ فقیر نہ ہوگا (طبرانی۔ مرقات) بعض علماء فرماتے ہیں کہ چار شخص چار نعمتوں سے محروم نہ ہوں گے شکر گزار بندہ زیادتی نعمت سے محروم نہیں ہوتا۔ توبہ کرنے والا بندہ قبولیت سے استخارہ کرنے والا خیر سے مشورہ کرنے والا درستی سے محروم نہیں۔

شَقَاوَةِ ابْنِ اٰدَمَ سَخَطُهٗ بِمَا قَضَى اللّٰهُ لَهٗ۔ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ
هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنْ جَابِرٍ اَنَّهٗ غَزَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قِبَلَ نَجْدٍ فَلَمَّا قَفَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَفَلَ مَعَهٗ فَاَدْرَكَتْهُمُ
الْقَائِلَةُ فِيْ وَادٍ كَثِيْرِ الْعِضَاهِ فَنَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَفَرَّقَ
النَّاسُ يَسْتَظِلُّوْنَ بِالشَّجَرِ فَنَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحْتَ سَمُرَةٍ فَعَلَّقَ
بِهَا سَيْفَهٗ وَنِمْنَا نَوْمَةً فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُوْنَا وَاِذَا عِنْدَهٗ
اَعْرَابِيٌّ فَقَالَ اِنَّ هٰذَا اخْتَرَطَ عَلَيَّ سَيْفِيْ وَاَنَا نَائِمٌ

سے ہے کہ اس کا اپنے متعلق اللہ کے فیصلہ سے ناراض ہونا ہے [1] (احمد، ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔ تیسری فصل روایت ہے حضرت جابر سے کہ انہوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نجد کی طرف جہاد کیا [2] تو جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم واپس ہوئے تو وہ بھی حضور کے ساتھ واپس ہوئے ایک بہت خاردار درختوں والے جنگل میں انہیں دوپہری آ گئی [3] تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اترے اور لوگ درختوں سے سایہ لینے کیلئے الگ الگ ہو گئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بھی ایک خاردار درخت کے نیچے اترے اس سے اپنی تلوار لٹکا دی ہم کچھ سوئے تھے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہم کو پکارنے لگے [4] آپ کے پاس ایک دیہاتی تھا تو فرمایا کہ اس شخص نے مجھ پر میری تلوار سونت لی میں سو رہا تھا

[1] یعنی جو اللہ کے حکم سے ناراض رہے اس کی شکائتیں کرتا رہے وہ بدنصیب ہے خیال رہے کہ مصیبتوں کو دفع کرانے کے لیے دعائیں کرنا برا نہیں بلکہ اس کا حکم ہے رب کے فیصلے سے ناراض ہوکر اس کی شان میں گلے شکوے کرنا برا ہے جیسا کہ بعض جاہلوں کا طریقہ ہے۔

[2] نجد کے لفظی معنی ٹیلا اونچی زمین اصطلاح میں عرب کے ایک مشہور صوبہ کا نام نجد ہے عرب کے پانچ صوبے ہیں۔ حجاز، عراق، بحرین، نجد، یمن چونکہ نجد کی زمین حجاز سے اونچی ہے اس لیے اسے نجد کہتے ہیں وسیع راستہ کو نجد کہا جاتا ہے رب فرماتا ہے وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ۔ نجد کا علاقہ تہامہ اور عراق کے درمیان ہے۔ (اشعہ، مرقات)

[3] یعنی واپسی میں ایک دن ایسے جنگل میں ان صحابہ کو دوپہری کا آرام کرنا پڑا جہاں خاردار درخت بہت تھے حسب معمول صحابہ کرام اس جنگل میں الگ ٹھہر گئے اور ایک گھنا درخت جس کا سایہ زیادہ تھا حضور انور کے آرام کے لیے چھوڑ دیا جہاں حضور نے تنہا آرام کیا ان حضرات کا پہلے سے ہی یہ ہی دستور تھا۔ [4] یعنی آج خلاف معمول وقت سے پہلے ہی حضور انور بیدار ہو گئے اور ہم کو بھی آواز دے کر جگایا اپنے پاس بلایا۔

اِسْتَيْقَظْتُ وَهُوَ فِيْ يَدِهٖ صَلْتًا قَالَ مَنْ يَّمْنَعُكَ مِنِّيْ فَقُلْتُ اَللّٰهُ ثَلٰثًا وَلَمْ يُعَاقِبْهُ وَجَلَسَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ بَكْرٍ الْاِسْمٰعِيْلِيِّ فِيْ صَحِيْحِهٖ فَقَالَ مَنْ يَّمْنَعُكَ مِنِّيْ قَالَ اَللّٰهُ فَسَقَطَ السَّيْفُ مِنْ يَّدِهٖ فَاَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّيْفَ فَقَالَ مَنْ يَّمْنَعُكَ مِنِّيْ فَقَالَ كُنْ خَيْرَ اٰخِذٍ فَقَالَ تَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ لَا وَلٰكِنِّيْ اُعَاهِدُكَ عَلٰى اَنْ لَّا اُقَاتِلَكَ وَلَا اَكُوْنَ

میں جاگا تو تلوار اس کے ہاتھ میں پڑی تھی[1] بولا مجھ سے آپ کو کون بچائے گا تو میں نے تین بار کہا اللہ[2] حضور نے اس سے بدلہ نہ لیا وہ بیٹھ گیا[3] (مسلم بخاری) ابوبکر اسماعیلی کی صحیح روایت میں یوں ہے کہ وہ بولا آپ کو مجھ سے کون بچائے گا میں نے کہا اللہ تو اس کے ہاتھ سے تلوار گر گئی[4] تو تلوار رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لے لی پھر فرمایا تجھے مجھ سے کون بچائے گا وہ بولا آپ بہترین پکڑ فرمانے والے ہیں[5] فرمایا کیا تو گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں وہ بولا نہیں لیکن میں آپ سے معاہدہ کرتا ہوں کہ نہ آپ سے جنگ کرونگا اور نہ آپ کے

[1] اس بدوی کا نام معلوم نہ ہو سکا غالباً یہ عرصہ سے اسی موقعہ کی تاک میں تھا۔ جو اس نے آج پایا تھا اور اس نے اس موقعہ سے اپنے خیال میں پورا فائدہ اٹھایا۔

[2] یہ ہے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا توکل خاص اور مخلوق سے بے خوفی کہ ایسے نازک موقعہ پر بھی دل میں گھبراہٹ نہ آئی نہایت سکون سے یہ جواب دیا۔ اس توکل کا نتیجہ وہ ہوا جو یہاں مذکور ہے اللہ تعالٰی اپنے بندوں کا حافظ و ناصر ہوتا ہے۔

[3] وہ شخص یہ اخلاص کریمانہ دیکھ کر گرویدہ ہو گیا اور بیٹھ گیا ورنہ حضور نے اسے بیٹھنے کو نہ فرمایا تھا۔

[4] حضور کے اس فرمان سے اس پر ہیبت طاری ہو گئی جس کے نتیجہ میں تلوار چھوٹ پڑی۔ ؎

اس کی باتوں کی لذت پہ دائم درود — اس کے خطبہ کی ہیبت پہ لاکھوں سلام

[5] اخذ کے معنی ہیں پکڑ کرنے والا بدلہ لینے والا۔ یا تلوار پکڑنے والا۔ یعنی آپ مجھے اس حرکت کا بہترین بدلہ دیجئے کہ خطا میں نے کر لی ہے عطا آپ کریں گناہ میں نے کر لیا معافی آپ دے دیجئے۔ جس لائق میں تھا وہ میں نے کر لیا جو آپ کی شان عالی کے لائق ہے وہ آپ کریں۔ پھل والے درخت کو پتھر مارتے ہیں تو وہ ان پر پھل گراتا ہے۔

مَعَ قَوْمٍ يُقَاتِلُوْنَكَ فَخَلّٰى سَبِيْلَهٗ فَاَتٰى اَصْحَابَهٗ فَقَالَ جِئْتُكُمْ مِنْ عِنْدِ خَيْرِ النَّاسِ هٰكَذَا فِيْ كِتَابِ الْحُمَيْدِيْ وَفِي الرِّيَاضِ وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنِّيْ لَاَعْلَمُ اٰيَةً لَوْ اَخَذَ النَّاسُ بِهَا لَكَفَتْهُمْ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَ

لڑنے والی قوم کے ساتھ رہوں گا [1] تو حضور نے اس کا راستہ چھوڑ دیا [2] وہ اپنے ساتھیوں کے پاس گیا بولا میں تمہارے پاس لوگوں میں سب سے بہترین کے پاس سے آرہا ہوں [3] کتاب حمیدی اور ریاض میں یوں ہی ہے روایت ہے حضرت ابوذر سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ایک ایسی آیت جانتا ہوں کہ اگر لوگ اسے اختیار کرلیں تو وہ انہیں کافی ہوسکے [4] کہ جو اللہ سے ڈرے [5] گا تو اللہ اس کے لیے چھٹکارا

[1] یعنی میں منافق نہیں ہوں کہ دل میں کفر رکھوں اور زبان سے کلمہ پڑھ رہوں ہاں اتنا وعدہ ہے کہ کبھی آپ سے مقابل نہ آؤں گا آپ کے سامنے میری آنکھ نہ آئے گی۔

[2] یعنی اس سے فرمایا جا تجھے اجازت ہے ہم تجھے معافی دیتے ہیں حضور نے اسے اپنے دامن کرم میں پالیا تھا مگر وہ آیا نہیں۔ ؎

کرکے تمہارے گناہ مانگیں تمہاری پناہ — تم کہو دامن میں آ تم پہ کروڑوں درود

اے میرے رب جب تیرے بندہ محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم کے رحم خسروانہ عنایت شاہانہ کا یہ حال ہے تو مولٰے تو ان کا رب ہے، ارحم الرحمین ہے تیرے کرم و عفو و سخا کا کیا پوچھنا میرے مولٰے انہیں رؤف رحیم محبوب کا صدقہ ہم مجرموں سے درگذر فرما معافی دیدے۔ ؎

مہ فشاند نور سگ عو عو کند — ہر کسے بر طینت خود می کند

جب چاند چمکتا ہے تو کتا اس پر بھونکتا ہوا حملہ کرتا ہوا اچھلتا ہے تو چاند اس کے کھلے ہوئے منہ میں نور ڈال دیتا ہے۔ حضور چاند ہیں اس دشمن کو بھی ایمان دے رہے ہیں۔

[3] معلوم ہوتا ہے کہ اس کا بدن تو آزاد ہوگیا مگر دل مقید ہوگیا کیا تعجب ہے کہ بعد میں اسے ایمان بھی نصیب ہوگیا ہو۔ واللہ ورسولہ اعلم۔

[4] یعنی اگر اس آیت کریمہ پر تمام دنیا عمل کرے دین و دنیا کے رنج و غم سے اور فکروں سے آزاد ہو جائے یہ ایک آیت سب کے لیے کافی ہے۔

[5] یہاں تقوے سے مراد تقوی عامہ ہے یعنی اللہ رسول کے احکام پر عمل کرنا اور جن چیزوں سے انہوں نے منع فرمایا ہے ان سے بچے رہنا تقوے ہے اللہ کی بڑی نعمت ہے جس پر اس کا کرم ہوتا ہے اسے تقوی نصیب ہوتا ہے۔

يَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ أَقْرَأَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي أَنَا الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا الْحَدِيثُ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ أَخَوَانِ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ أَحَدُهُمَا يَأْتِي النَّبِيَّ صَلَّى

بنا دے گا۔ اور بے گمان جگہ سے اسے روزی دے گا[۱] (احمد۔ ابن ماجہ۔ دارمی) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھائی میں ہوں روزی رساں بڑی قوت والا[۲] (ابو داؤد۔ ترمذی) اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم کے زمانے میں دو بھائی تھے[۳] ایک آپ کی خدمت میں آتا تھا[۴] جن میں سے ایک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آتا تھا[۵]

[۱] اللہ تعالٰی نے اس آیت میں تقوے پر دو وعدے فرمائے ایک تو ہر مشکل و مصیبت سے نجات ملنا اور غیب سے روزی عطا ہونا خیال رہے کہ مصیبت و بلا اور چیز ہے رب تعالٰی کا امتحان کچھ اور مصیبت سے نجات ملنا چاہیے مگر امتحان میں کامیابی ہونی چاہیے حضرت حسین امام المتقین ہے کربلا میں اللہ نے آپ کو ایسی کامیابی عطا فرمائی جس کی مثال نہیں۔ ؎

قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

لہذا اس آیت کریمہ پر یہ اعتراض نہیں کہ جناب حسین یا امام احمد ابن حنبل متقی تھے مگر ان سے مصیبت نہ ٹلی وہ مصیبت نہ تھی آزمائش تھی۔ جو شخص اس آیت کریمہ کو ورد میں رکھے اسے دست غیب نصیب ہو جاتا ہے۔ ایک شاعر کہتا ہے۔

اذا المرء امسی حلیف التقی
فلم یخش من طارق حله
الم تسمع الله سبحانه
ومن یتق الله یجعل له

[۲] یہ قراۃ شاذہ ہے قراۃ متواترہ یہ ہے ان اللہ هو الرزاق ذو القوة المتين۔ متین کے معنی ہیں شدید یہ شاذہ قرات ہے۔

[۳] غالبًا سگے بھائی تھے جن کا کھانا پینا مشترک تھا جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے (مرقات)

[۴] یہ شخص اپنے کو خدمت دین کے لیے وقف کر چکا تھا حضور کے پاس علم دین سیکھنے آتا تھا یہ رسم آج تک چلی آ رہی ہے کہ بعض لوگ اپنے کو علم دین کے لیے وقف کر دیتے ہیں اور مسلمان ان کا خرچہ اٹھاتے ہیں۔ اصحاب صفہ بھی ایسے ہی لوگ تھے رضی اللہ عنہم۔

[۵] مرقات نے فرمایا کہ وہ طالب علم غیر شادی شدہ تھا اور یہ کمانے والا بال بچوں والا تھا اس طالب علم کا خرچہ یہ کماؤ بھائی ہی

اللہِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْآخَرُ يَحْتَرِفُ فَشَكَا الْمُحْتَرِفُ أَخَاهُ النَّبِيَّ صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَعَلَّكَ تُرْزَقُ بِهٖ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا الْحَدِيْثُ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ قَلْبَ ابْنِ آدَمَ بِكُلِّ وَادٍ شُعْبَةٌ فَمَنْ أَتْبَعَ قَلْبَهُ الشُّعَبَ كُلَّهَا لَمْ يُبَالِ اللہُ بِأَيِّ وَادٍ أَهْلَكَهُ وَ

اور دوسرا کوئی پیشہ کرتا تھا ؎1 تو کماؤ پیشہ والے نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اپنے بھائی کی شکایت کی ؎2 تو فرمایا شاید تجھے اس کی برکت سے روزی مل رہی ہے ؎3 (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث صحیح غریب ہے روایت ہے حضرت عمرو ابن عاص سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ انسانی دل کی ہر جنگل میں ایک شاخ ہے ؎4 تو جو اپنے دل کو ان تمام شاخوں کے پیچھے ڈال دے ؎5 اللہ پرواہ نہیں کرے گا کہ کسی جنگل میں

اٹھاتا تھا۔ معلوم ہوا کہ طالب علم کی خدمت کرنا خرچہ دینا بہت بڑی عبادت ہے۔

؎2 اور عرض کی حضور اس کو طلب علم سے منع فرمادیں اور اسے کمائی کرنے کا حکم دے دیں تاکہ یہ اپنی دنیا سنبھالے اس کی شادی وغیرہ کا انتظام ہو سکے مجھ سے اس کا بوجھ اتر جائے۔

؎3 یعنی تو اسے علم دین سیکھنے دے اس کا خرچہ تو برداشت کیے جا اللہ تعالٰے نے اس کا رزق تیرے دسترخوان پہ بھیجا ہے تجھ کو برکتیں ہوں گی اس فرمان عالی سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ بعض لوگوں کا اپنے کو علم دین کے لیے وقف کر دینا سنت صحابہ ہے عالم دین بننا فرض کفایہ ہے بقدر ضرورت علم دین سیکھنا ہر مسلمان پہ فرض عین ہے دوسرے یہ کہ طالب علموں کا خرچہ مسلمانوں کو اٹھانا چاہیے ان شاء اللہ اس میں بڑی برکت اور بڑا ثواب ہے۔ تیسرے یہ کہ اپنے غریب قرابت داروں کی مدد کرنا بڑی برکت کا باعث ہے رب تعالٰے فرماتا ہے وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ اور جب ایک شخص غریب بھی ہو قرابت دار بھی اور طالب علم بھی اس پر خرچہ کرنا نور علیٰ نور ہے۔ خیال رہے کہ حضور انور کا عمل فرمانا شک کے لیے نہیں کریموں کی شاید بھی یقینی بلکہ حق الیقینی ہوتی۔ حدیث شریف میں ہے ھل ترزقون الا بضعفائکم وہ حدیث اس فرمان عالی کی شرح ہے۔

؎4 یعنی انسان کا دل ایک ہے مگر اس کے لیے فکریں غم بہت ہیں روٹی کپڑا۔ مکان۔ بیماروں میں علاج آپس کی مخالفتیں وغیرہ وغیرہ فکروں غموں کے جنگل ہیں جن میں سے ہر ایک کا تعلق انسان کے دل سے ہے۔

؎5 اس طرح کہ اپنے دل میں ہر فکر و غم کو جگہ دے دے آخرت کی فکروں سے نکل جاوے ہر فکر کے پیچھے بھاگا پھرے۔

مَنْ تَوَكَّلَ عَلَى اللهِ كَفَاهُ الشُّعَبَ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ رَبُّكُمْ عَزَّوَجَلَّ لَوْ اَنَّ عَبِيْدِيْ اَطَاعُوْنِيْ لَاَسْقَيْتُهُمُ الْمَطَرَ بِاللَّيْلِ وَاَطْلَعْتُ عَلَيْهِمُ الشَّمْسَ بِالنَّهَارِ وَلَمَا اَسْمَعْتُهُمْ صَوْتَ الرَّعْدِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَعَنْهُ قَالَ

ہلاک کرتے ۱ اور جو اللہ پر بھروسہ کرے اللہ اسے گھاٹیوں سے بچائیگا ۲ (ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہیں عظمت و جلالت والا رب فرماتا ہے کہ اگر میرے بندے میری اطاعت کریں تو میں رات میں ان پر بارش برسایا کروں ۳ اور دن میں دھوپ نکالا کروں ۴ اور انہیں گرج کی آواز بھی نہ سناؤں ۵ (احمد) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں

۱ مطلب یہ ہے کہ ایسے دنیادار کی طرف اللہ تعالٰے توجہ کرم نہ کرے گا اسے ان غموں سے آزاد نہ کرے گا مرتے دقت تک وہ انہیں میں گرفتار رہے گا آخر اسی حال میں مر جائے گا عام دنیا داروں مالداروں کا یہی حال دیکھا جاتا ہے اللہ تعالٰے ایسی زندگی سے محفوظ رکھے۔ رب تعالٰے فرماتا ہے کہ دنیا دار مالداروں کی طرف نگاہ اٹھا کر نہ دیکھو کیوں کہ یرید اللہ ان یعذبھم بھا وتزھق انفسھم وھم کافرون۔

۲ ایسے متوکل مومن پر رنج و غم اولًا آئیں گے نہیں اگر آئیں گے تو پانی کی طرح بہہ جائیں گے اگر کچھ ٹھہر بھی گئے تو دل ان کا اثر نہیں لیتا دل اللہ کی یاد میں مخمور رہتا ہے۔ ؎

ترا درد میرا درماں ترا غم مری خوشی ہے مجھے درد دینے والے تیری بندہ پروری ہے
اے تنہائے محشر نہ جگا سکیں گے ہرگز ترا نام لیتے لیتے جسے نیند آگئی ہے

۳ اس طرح کہ انہیں بادل کی گرج بجلی کی کڑک و چمک کی خبر بھی نہ ہو کہ ان آوازوں میں کچھ نہ کچھ خوف ضرور ہوتا ہے یہ فرمان حالی مثال کے طور پر ہے مطلب یہ ہے کہ انہیں کسی قسم کا خوف نہ دکھاؤں۔

۴ یعنی ہمیشہ دن میں دھوپ ہی نکالا کروں کبھی دن میں بارش نہ بھیجوں تاکہ انہیں آمدورفت کام کاج میں دشواری اور حرج نہ ہو۔

۵ نہ دن میں گرج کی آواز سناؤں نہ رات میں دوسرے ڈر و خوف کا تو ذکر ہی کیا ہے غرضکہ ہر طرح انہیں آرام چین بے خوفی کی زندگی عطا کروں۔ مگر بندوں کا حال یہ ہے کہ تھوڑا سا آرام پاکر سرکش ہو جاتے ہیں اگر اتنا آرام ملے تو ان کا کیا حال ہو اس لیے دنیا میں مصیبتیں تکلیفیں آتی رہتی ہیں یہ تکلیف مصیبتیں ہم کو بندہ بنا کر رکھتی ہیں فرعون نے آرام پاکر دعوی خدائی کیا ذرا بھوکا ہوتا تو بندہ بنتا۔

دَخَلَ رَجُلٌ عَلَى أَهْلِهِ فَلَمَّا رَأَى مَا بِهِمْ مِنَ الْحَاجَةِ خَرَجَ إِلَى الْبَرِّيَّةِ فَلَمَّا رَأَتِ امْرَأَتُهُ قَامَتْ إِلَى الرَّحَى فَوَضَعَتْهَا وَإِلَى التَّنُّورِ فَسَجَرَتْهُ ثُمَّ قَالَتِ اللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا فَنَظَرَتْ فَإِذَا الْجَفْنَةُ قَدِ امْتَلَأَتْ قَالَ وَذَهَبَتْ إِلَى التَّنُّورِ فَوَجَدَتْهُ مُمْتَلِئًا قَالَ فَرَجَعَ الزَّوْجُ قَالَ

کہ ایک شخص اپنے گھر والوں کے پاس گیا[1] جب ان کی محتاجی دیکھی تو جنگل کی طرف نکل گیا[2] جب اس کی بیوی نے یہ دیکھا تو وہ چکی کی طرف اٹھی اسے رکھا[3] اور تنور کی طرف گئی اسے جھونک دیا[4] پھر بولی الٰہی ہمیں روزی دے[5] تو پیالہ بھر گیا[6] راوی کہتے ہیں کہ وہ عورت تنور کی طرف گئی تو اسے بھرا ہوا پایا[7] فرماتے ہیں کہ پھر خاوند لوٹا بولا

[1] یہ واقعہ ایک صحابی کا ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہوا یہ حضور کا معجزہ تھا ان صحابی کی بلکہ ان کے سارے گھر والوں کی کرامت سارے صحابی ولی ہیں اور ولی کی کرامت نبی کا معجزہ ہوتی ہے ان صحابی کا نام معلوم نہ ہوسکا۔

[2] اپنی تنگ دستی کی وجہ سے بال بچوں سے شرما گیا اور جنگل میں چلا گیا کیونکہ شہر میں مزدوری نہ ملی یا وہ مزدوری کر نہ سکتا تھا یا تلاش روزی کے لیے جنگل گیا۔ (اشعہ)

[3] یعنی جب اس کی بیوی نے اپنے خاوند کی تنگ دستی اور شرمندگی دیکھی تو اس نے چکی کے اوپر کا پاٹ نیچے والے پاٹ پر رکھ دیا عادتاً کی عورتیں جب کچھ پیسنا چاہتی ہیں تب چکی کا اوپر پاٹ رکھتی ہیں ورنہ یہ پاٹ الگ کھڑا کر دیا جاتا ہے گھر میں تو ایک دانہ نہ تھا مگر اپنی غریبی چھپانے اللہ پر توکل کرنے کی بنا پر یہ کام کیا تاکہ دیکھنے والا سمجھے کہ گھر میں دانہ ہے جو پیسا جائے گا۔

[4] تنور اس لیے جھونکا تاکہ پڑوسی دھواں دیکھ کر سمجھیں کہ ان کے ہاں روٹی پک رہی ہے ان کا فقر کسی پر ظاہر نہ ہو بندے کی یہ ادا رب کو بہت پیاری ہے۔

[5] اس دعا کا مطلب یا تو یہ ہے کہ الٰہی روزی دیدے تاکہ ہمارے عیب چھپے رہیں کسی کو ہماری غریبی کا پتہ نہ چل سکے ہماری یہ تدبیر کارگر ہو جائے یا یہ ہے کہ خدایا اگر آج تو ہم جھوٹ موٹ کے لیے تنور جھونک رہے ہیں ہمیں روزی دے کہ سچا تنور جھونکا کریں پہلے معنی زیادہ ظاہر ہیں۔

[6] عربی میں جفنہ بڑے پیالہ کو کہتے ہیں یہاں اس سے چکی کا گھیرا مراد ہے۔ جو چکی کے نچلے پاٹ کے آس پاس ہوتا ہے جس میں آٹا جمع ہوتا ہے اردو میں اسے گھیرا کہتے ہیں۔ پنجابی میں گنڈ۔

[7] سبحان اللہ ادھر چکی کا گھیرا غیبی آٹے سے بھرا اور تنور غیبی روٹیوں سے یہ ہے توکل حقیقی اور اللہ کی یاد کی برکت حضرت مریم کو غیبی روزی ملی تھی حضور کے صحابہ کو غیبی آٹا غیبی روٹیاں بعض موقعوں پر غیبی پانی عطا ہوئے۔

أَصَبْتُمْ بَعْدِي شَيْئًا قَالَتِ امْرَأَتُهُ نَعَمْ مِنْ رَبِّنَا وَقَامَ إِلَى الرَّحَى فَذُكِرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَمَا إِنَّهُ لَوْ لَمْ يَرْفَعْهَا لَمْ تَزَلْ تَدُوْرُ إِلَى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الرِّزْقَ لَيَطْلُبُ الْعَبْدَ كَمَا يَطْلُبُهُ أَجَلُهُ رَوَاهُ أَبُوْ نُعَيْمٍ فِي الْحِلْيَةِ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ كَأَنِّيْ أَنْظُرُ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْكِيْ

کیا تم نے میرے پیچھے کچھ پایا ۱؎ اس کی بیوی نے کہا کہ ہاں اپنے رب کی طرف سے اور وہ شخص چکی کی طرف اٹھا ۲؎ یہ واقعہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا ۳؎ تو فرمایا کہ یقینًا اگر وہ شخص اسے نہ اٹھاتا تو چکی قیامت تک گھومتی رہتی ۴؎ (احمد) روایت ہے حضرت ابوالدرداء سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ روزی بندے کو ایسی ہی ڈھونڈھتی ہے جیسے اسے اس کی موت ڈھونڈھتی ہے ۵؎ (ابونعیم حلیہ) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں گویا میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا ہوں ۶؎ کہ آپ

۱؎ یعنی تم نے یہ آٹا روٹیاں قرض منگالی ہیں یا قدرت نے دی ہیں ممکن ہے کہ اسے جنگل میں اس کی اطلاع دے دی گئی ہو دوسرا احتمال زیادہ قوی ہے کہ اس نے یہ نہ پوچھا کہ رزق کہاں سے آیا بلکہ یہ پوچھا کہ تم کو کچھ ملا یا نہیں مرقات نے پہلے معنی بیان فرمائے۔

۲؎ یعنی اس نے تنور کا نظارہ دیکھ کر چکی کا نظارہ کیا وہاں آٹا دیکھ کر چکی کا اوپر پاٹ اٹھا کر ہٹا کر اور جگہ کھڑا کر دیا (مرقات ملخصًا)

۳؎ یا تو خود اس شخص نے ہی حاضر ہو کر عرض کیا۔ یا کسی اور شخص نے کہا جو اس واقعہ سے مطلع تھا اس سے معلوم ہوا کہ واقعہ کسی صحابی کا ہے۔

۴؎ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ چکی چل رہی تھی اور آٹا پس کر اس سے نکلتا تھا اور گھیرے میں جمع ہوتا تھا اور جب اس شخص نے دیکھا تب بھی چکی چل رہی تھی اگر وہ چلتی رہتی تو قیامت تک لوگ اس کا آٹا کھاتے رہتے عجیب نظارہ ہوتا۔

۵؎ بلکہ رزق کی تلاش موت کی تلاش سے زیادہ قوی ہے کیونکہ موت عمر ختم ہو جانے پوری روزی کھا لینے کے بعد آتی ہے مگر رزق ہر وقت آتا رہتا ہے رب فرماتا ہے خلقکم ثم رزقکم ثم یمیتکم (مرقات) مقصد یہ ہے کہ موت کو تم تلاش کرو یا نہ کرو بہرحال تمہیں پہنچے گی یوں ہی تم رزق کو تلاش کرو یا نہ کرو ضرور پہنچے گا ہاں رزق کی تلاش سنت ہے موت کی تلاش ممنوع مگر ہیں دونوں یقینی۔ برادران یوسف علیہ السلام رزق کی تلاش میں مصر گئے گمے ہوئے یوسف کو پایا۔

۶؎ یہ ہے تصور رسول حضرات صحابہ کرام حضور کی اداؤں کے تصور میں رہتے تھے۔

ریاضت نام ہے تیری گلی میں آنے جانے کا
تصور میں ترے رہنا عبادت اس کو کہتے ہیں

نَبِيًّا مِّنَ الْاَنْبِيَاءِ ضَرَبَهٗ قَوْمُهٗ فَاَدْمَوْهُ وَهُوَ يَمْسَحُ الدَّمَ عَنْ وَجْهِهٖ وَيَقُوْلُ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِيْ
فَاِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ بَابُ الرِّيَاءِ وَالسُّمْعَةِ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ

نبیوں میں سے ایک نبی کی حکایت فرما رہے ہیں جنہیں ان کی قوم نے مارا تو انہیں خون خون کر
دیا وہ اپنے چہرے سے خون پونچھتے تھے ۱؎ اور کہتے تھے الٰہی میری قوم کو بخش دے کہ
یہ جانتے نہیں ۲؎ (مسلم بخاری) دکھلاوے اور شہرت کا بیان ۳؎ پہلی فصل روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے

۱؎ نبی سے مراد یا نوح علیہ السلام ہیں جو اپنی قوم سے بڑی مصیبت اٹھاتے تھے حتی کہ کئی کئی دن بیہوش رہتے تھے ہوش آنے پر پھر جاتے تبلیغ فرماتے یا خود حضور کی ذات ہے یہ واقعہ طائف کی تبلیغ اور احد شریف کے جہاد کا ہے کہ حضور انور ان ظالم کفار کو دعائیں دیتے جاتے تھے چہرہ پاک سے خون صاف کرتے جاتے تھے (مرقات)

۲؎ تاکہ خون آنکھوں یا منہ میں نہ پہنچے یا زمین پر نہ گرے زمین پر گرنے سے عذاب الٰہی آ جانے کا اندیشہ تھا۔

۳؎ بخش دے کے معنی یہ ہیں کہ تو انہیں ایمان کی توفیق دے عذاب نہ دے ورنہ کفار کے لیے بخشش کی دعا بحکم قرآن ممنوع ہے نہ جاننے کے معنی یہ ہیں کہ یہ لوگ مجھے پہچانتے نہیں اگر پہچانتے ہوتے تو یہ حرکت نہ کرتے معلوم ہوا کہ جاہل کا گناہ ہلکا ہوتا ہے عالم کے گناہ سے

۴؎ ریا بنا ہے رؤیۃ سے بمعنی دیکھنا دکھانا ریا بمعنی دکھانا سمعۃ بنا ہے سمع سے بمعنی سننا سنانا یہاں بمعنی سنانا ہے اصطلاح شریعت میں ریا کی حقیقت یہ ہے کہ انسان لوگوں کو دکھانے کے لیے عبادت کرے اور دکھانا اپنی بڑائی و شیخی کے لیے ہو ریا صرف عبادات میں ہے اپنی مالداری۔ زور و نسب کا دکھاوا ریا نہیں بلکہ تکبر و غرور ہے یوں ہی عبادت نہ کرنا مگر اس کا اظہار کرنا ریا نہیں بلکہ جھوٹ یا منافقت ہے جیسے کوئی روزہ رکھے نہیں مگر لوگوں کے سامنے روزہ دار بن کر آئے وہ ریا کار نہیں بلکہ جھوٹا ہے یوں ہی اپنی عبادات لوگوں کو دکھانا تعلیم کے لیے یہ ریا نہیں بلکہ عمل تبلیغ و تعلیم ہے اس پر ثواب ہے مشائخ فرماتے ہیں صدیقین کی ریا مریدین کے اخلاص سے بہتر ہے اس کا یہ ہی مطلب ہے ریا کے بہت درجے ہیں ہر درجے کا حکم علیحدہ ہے بعض ریا شرک اصغر ہیں بعض ریا حرام بعض ریا مکروہ بعض ثواب۔ مگر جب ریا مطلقًا بولی جاتی ہے تو اس سے ممنوع ریا مراد ہوتی ہے۔ خیال رہے کہ ریا سے عبادت ناجائز نہیں ہو جاتی بلکہ نامقبول ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے اگر ریا کار آخر میں ریا سے توبہ کرے تو اس پر ریا کی عبادت کی قضا واجب نہیں بلکہ اس توبہ کی برکت سے گزشتہ نامقبول ریا کی عبادات بھی قبول ہو جائیں گی مطلقًا ریا سے خالی ہونا بہت مشکل ہے کوئی شخص ریا کے اندیشہ سے عبادات نہ چھوڑے بلکہ ریا سے بچنے کی دعا کرے ریا کی بحث علم کلام اور کتب تصوف میں خصوصًا احیاء العلوم میں۔ احقر کی کتاب سعی شہرت میں بھی یہ ہی گفتگو ہے۔

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَاَمْوَالِکُمْ وَلٰکِنْ یَّنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَاَعْمَالِکُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَنَا اَغْنَی الشُّرَکَآءِ عَنِ الشِّرْکِ مَنْ عَمِلَ عَمَلًا اَشْرَکَ فِیْهِ مَعِیْ غَیْرِیْ تَرَکْتُهٗ وَشِرْکَهٗ وَفِیْ رِوَایَةٍ فَاَنَا مِنْهُ بَرِیْءٌ هُوَ لِلَّذِیْ عَمِلَهٗ رَوَاهُ

فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالٰی تمہاری صرف صورتیں اور تمہارے مال نہیں دیکھتا [1] لیکن وہ تمہارے دلوں تمہارے عملوں کو بھی دیکھتا ہے [2] (مسلم) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے کہ میں تمام شریکوں سے شرک سے بے نیاز ہوں [3] جو کوئی کوئی عمل کرے جس میں میرے ساتھ میرے غیر کو شریک کرے تو میں اسے اس کے شرک کے ساتھ چھوڑ دوں گا [4] اور ایک روایت میں یوں ہے کہ میں اس سے بری ہوں وہ اسکے لیئے ہے جسکے لئے عمل کرے [5]

[1] یعنی تمہاری اچھی صورتیں جب سیرت سے خالی ہوں ظاہر باطن سے خالی ہوں مال خیرات و صدقات سے خالی ہوں تو رب تعالٰی اسے نظر رحمت سے نہیں دیکھتا اے مسلمانوں صورت بھی اچھی بناؤ سیرت بھی اچھی لہذا حدیث کا مطلب یہ نہیں اعمال اچھے کرو اور صورت جگوان والی کی سی بناؤ بلکہ مطلب یہ ہے کہ رب تعالٰی فقط صورت نہیں دیکھتا سیرت بھی دیکھتا ہے۔ [2] اس حدیث میں دیکھنے سے مراد کرم و محبت سے دیکھنا ہے مطلب وہ ہی ہے کہ تمہارے دلوں عملوں کو بھی دیکھتا ہے۔ خیال رہے کہ کوئی شریف آدمی گندے برتن میں اچھا کھانا نہیں کھاتا رب تعالٰی صورت بگاڑنے والوں کے اچھے اعمال سے بھی خوش نہیں ہوتا من تشبہ بقوم فھو منھم

[3] یعنی دنیا والے اپنے حصہ داروں شریکوں سے راضی و خوش ہوتے ہیں کیونکہ وہ اکیلے اپنا کام نہیں کر سکتے مگر میں شریکوں سے پاک بے نیاز ہوں مجھے کسی شریک کی ضرورت نہیں شرکاء سے مراد دنیا کے شریک ہیں جو آپس میں ایک دوسرے کے حصہ دار کے ہوتے ہیں لہذا حدیث بالکل واضح ہے بعض شارحین نے فرمایا کہ یہاں روئے سخن مشرکین سے ہے اور معنی یہ ہیں کہ تم لوگوں نے جن چیزوں کو میرا شریک ٹھہرایا ہے میں ان سے بے نیاز بھی ہوں بے زار بھی بے نیاز کو شریک کی کیا ضرورت ہے۔

[4] یعنی جو شخص میری عبادت میں میرے ساتھ میرے بندوں کو بھی راضی کرنا چاہے خالص میرے لیے عبادت نہ کرے تو میں اس پر نظر کرم نہ کروں گا اس سے ناراض ہو کر جاؤ انہیں سے ثواب لو جنہیں راضی کرنے کی تم نے نیت کی تھی۔ حضرات صوفیاء فرماتے ہیں کہ عبادت میں جنت حاصل کرنے دوزخ سے بچنے کی نیت کرنا بھی ایک قسم کا شرک ہے اللہ کے بندے بنو جنت یا دوزخ کے بندے نہ بنو اگر اللہ تعالٰے جنت دوزخ پیدا نہ کرتا تو کیا وہ عبادت کا مستحق نہ ہوتا۔ [5] یعنی جو شخص دوسروں کی رضا کے لیے ہی عبادت

مُسْلِمٌ وَعَنْ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ مَنْ سَمَّعَ سَمَّعَ اللّٰہُ بِہٖ وَمَنْ يُّرَائِىْ يُرَائِى اللّٰہُ بِہٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْہِ وَعَنْ اَبِىْ ذَرٍّ قَالَ قِيْلَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ اَرَاَيْتَ الرَّجُلَ يَعْمَلُ الْعَمَلَ مِنَ الْخَيْرِ وَيَحْمَدُہُ النَّاسُ عَلَيْہِ وَفِىْ رِوَايَةٍ وَيُحِبُّہُ النَّاسُ عَلَيْہِ قَالَ تِلْكَ عَاجِلُ بُشْرَى الْمُؤْمِنِ رَوَاہُ مُسْلِمٌ

(مسلم) روایت ہے حضرت جندب سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو سنانا چاہے گا اللہ اسے سنا دیگا اور جو دکھانا چاہے گا اللہ اسے دکھا دے گا [1] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ فرمائیے تو ایک شخص اچھا کام کرتا ہے اور لوگ اس پر اس کی تعریف کرتے ہیں [2] اور ایک روایت میں ہے کہ اس عمل پر لوگ اس سے محبت کرتے ہیں فرمایا یہ مومن کی فوری بشارت ہے [3] (مسلم)

یا میری رضا کے لئے بھی کرے دوسروں کی رضا کے لئے بھی وہ عمل میرے لئے نہیں انہیں دوسروں کے لئے ہے ان سے ہی ثواب لے خیال رہے کہ عبادات میں اللہ تعالٰی کے ساتھ اس کے رسول کی رضا کی نیت ریا نہیں بلکہ عبادت کا کمال ہے کہ حضور کی رضا اللہ کی رضا ہے رب تعالٰی فرماتا ہے واللہ ورسولہ احق ان یرضوہ۔ یہاں اہل دنیا مراد ہیں چودھری امیر یا عوام۔ [1] یعنی جو کوئی عبادات لوگوں کے دکھلاوے سنانے کے لئے کریگا تو اللہ تعالٰی دنیا میں یا آخرت میں اس کے عمل لوگوں میں مشہور کردیگا مگر عزت کے ساتھ نہیں بلکہ ذلت کے ساتھ کہ لوگ اس کے عمل سنکر اس پر پھٹکاری کرینگے اس کی شرح ابھی کچھ آ گئے آ رہی ہے ہم نے دیکھا کہ بعض لوگ اپنے صدقات خیرات شہرت کے لئے اخباروں میں دیواروں پر لکھواتے ہیں لوگ پڑھ پڑھ کر ان پر لعن طعن کی بوچھاڑ کرتے ہیں کہ اسی شہرت کی کیا ضرورت تھی بعض لوگ شہرت کے لئے اولاد کی شادیوں میں بہت خرچ کرتے ہیں مگر ہر طرف سے ان پر وہ پھٹکار پڑتی ہے کہ خدا کی پناہ اس حدیث کا ظہور آج بھی ہو رہا ہے [2] آزمائش کرلو کہ جو کام اللہ کیلئے چھپ کر کرو خود بخود اس کا چرچہ ہوجاتا ہے اور لوگ اس کی تعریفیں کرنے لگتے ہیں لوگ چھپ کر تہجد پڑھتے ہیں مگر ان کے چہرے کا نور ان کا یہ عمل شائع کردیتا ہے اشارۃً اس سوال میں یہ صورت بھی داخل ہے سوال یہ ہے کہ یارسول اللہ کیا یہ بھی ریا ہے [3] یعنی یہ ریا نہیں ہے بلکہ قبولیت کی علامت ہے کہ لوگوں کے منہ سے خود بخود اس کی تعریف نکلتی ہے صحابہ کرام کے چھپے ہوئے عمل اللہ تعالٰی نے قرآن مجید میں حضور نے احادیث میں ایسے شائع کئے کہ آج تک دنیا میں مشہور ہیں یہ بشارت ربانی ہے رب تعالٰی فرماتا ہے لھم البشری فی الحیوۃ الدنیا فی الاخرۃ۔ غرضکہ ریا کا تعلق عامل کی نیت سے ہے کہ وہ دکھلاوے شہرت

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ بْنِ اَبِیْ فُضَالَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا جَمَعَ اللّٰهُ النَّاسَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ نَادٰى مُنَادٍ مَنْ كَانَ اَشْرَكَ فِیْ عَمَلٍ عَمِلَهٗ لِلّٰهِ اَحَدًا فَلْيَطْلُبْ ثَوَابَهٗ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ اَغْنَى الشُّرَكَآءِ عَنِ الشِّرْكِ رَوَاهُ اَحْمَدُ۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ سَمَّعَ النَّاسَ بِعَمَلِهٖ سَمَّعَ اللّٰهُ اَسَامِعَ خَلْقِهٖ

دوسری فصل روایت ہے حضرت ابوسعید ابن فضالہ سے ؎۱ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی حضور نے فرمایا کہ جب قیامت کے دن اللہ لوگوں کو جمع فرمائے گا اس دن جس میں کوئی شک نہیں تو پکارنے والا پکارے گا ؎۲ کہ جس نے ایسے کام میں جو اللہ کے لئے کرے کسی کو شریک ٹھہرایا ؎۳ تو وہ اس کا ثواب بھی غیر خدا سے مانگے ؎۴ کیونکہ اللہ شریکوں میں شرک سے بے نیاز ہے ؎۵ (احمد) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے انہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو اپنے عمل لوگوں کو سنائے تو اللہ اپنی مخلوق کے کانوں کو سنا دے گا

کی نیت سے نیکی کرے یہ ہے ریا۔ ؎۱ آپ کی کنیت ہی آپ کا نام ہے آپ انصاری حارثی ہیں اہل مدینہ سے ہیں مشکوۃ شریف کے بعض نسخوں میں صرف ابوسعید ہے لوگ ابوسعید خدری سمجھ بیٹھے یہ غلط ہے۔ ؎۲ یعنی قیامت کے دن ایک فرشتہ اللہ تعالٰی کی طرف سے اعلان فرمائیگا یہ اعلان تمام لوگوں کو سنانے کے لئے ہوگا ؎۳ یعنی جو کام رضاء الٰہی کے لئے کئے جاتے ہیں ان میں کسی بندے کی رضا کی نیت کرے بندے سے مراد دنیا دار بندہ ہے اور ظاہر کرنا بھی اپنی ناموری کے لئے ہونا مراد ہے لہذا جو شخص اپنی عبادات میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی رضا کی بھی نیت کرے یا جو کوئی مسلمانوں کو سکھانے کی نیت سے لوگوں کو اپنے اعمال دکھائے وہ اس وعید میں داخل نہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ریا صرف عبادات میں ہوتی ہے معاملات اور دوسرے دنیاوی کام تو دکھانے کے لئے ہی کئے جاتے ہیں ان میں ریا کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اسی لئے عمل کے ساتھ للہ فرمایا گیا ؎۴ یعنی آج اعمال کے بدلہ کا دن ہے دنیا میں جس کی رضا کے لئے عبادت کی تھی آج اسی سے جنت بھی مانگو یہ انتہائی سختی و ناراضی کا اظہار ہے اسکا مطلب یہ نہیں کہ ریاکار کبھی بخشا ہی نہ جائیگا ہر مومن آخر کار بخشا جائیگا ؎۵ اس فرمان عالی کی دو شرحیں ابھی گزشتہ حدیث میں عرض کی جاچکی ہیں شرکاء سے مراد دنیا کے شریک حصہ دار ہیں یا مشرکین کے بت وغیرہ جنہیں وہ اللہ کے شریک جانتے تھے۔

وَحَقَّرَهُ وَصَغَّرَهُ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ. وَعَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَتْ نِيَّتُهُ طَلَبَ الْآخِرَةِ جَعَلَ اللّٰهُ غِنَاهُ فِي قَلْبِهِ وَجَمَعَ لَهُ شَمْلَهُ وَأَتَتْهُ الدُّنْيَا وَهِيَ رَاغِمَةٌ وَمَنْ كَانَتْ نِيَّتُهُ طَلَبَ الدُّنْيَا جَعَلَ اللّٰهُ الْفَقْرَ

اور اسے حقیر ذلیل اور چھوٹا کر دے گا ۱؎ (بیہقی شعب الایمان) روایت ہے حضرت انس سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کی نیت آخرت کمانا ہو تو اللہ اس کی غنا اس کے دل میں ڈال دے گا اور اس کی متفرقات کو جمع کر دے گا ۲؎ اور اس کے پاس دنیا ذلیل ہو کر آوے گی ۳؎ اور جس کی نیت دنیا طلبی ہو تو اللہ فقیری اس کی آنکھوں کے

۱؎ یہ حدیث گذشتہ حدیث کی شرح ہے اس فرمان عالی کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ ریاکار کی عبادات قیامت میں مشہور تو کی جائیں گی مگر اس طرح کہ اس شہرت سے اس کی عزت نہ ہو گی بلکہ ذلت و رسوائی ہو گی مثلاً پکارا جاوے گا کہ فلاں ریاکار نے دکھلاوے کے لیے اتنی نمازیں پڑھیں اتنے صدقات دیے اتنے حج کیے یہ شخص بڑا خبیث ہے وغیرہ وغیرہ۔ دوسرے یہ کہ دنیا میں ریاکار شہرت پسند آدمی کے عیوب شائع ہو جاتے ہیں جس سے وہ بجائے نیکنام ہونے کے بدنام ہو جاتا ہے یعنی اس کی عبادات تو مشہور نہیں ہوتیں اس کے خفیہ گناہ مشہور ہو جاتے ہیں خدا کی پناہ یہ بھی مجرب ہے اللہ تعالٰی اخلاص نصیب کرے۔ ریاد کے نیک اعمال بھی مشہور ہوتے ہیں۔ نہ بدنامی کے ساتھ جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا۔ اسامیع جمع ہے اسمع کی (میم کے پیش سے) جیسے اکالب جمع ہے اکلب کی اسمع کے معنی ہیں سننے کی جگہ یعنی کان (اشعہ) ۲؎ شمل جمع ہے شملہ کی یعنی حاجت یا عادت یعنی اخلاص والے کو رب تعالٰی دلی استغنا بھی بخشتا ہے اور اس کی متفرق حاجتیں یکجا جمع بھی فرما دیتا ہے کہ گھر بیٹھے اس کی ساری ضرورتیں پوری ہوتی رہتی ہیں ضرورتوں کے پاس وہ نہیں جاتا۔ ضروریات اس کے پاس آتی ہیں۔ جو اللہ کا ہو جاتا ہے اللہ اس کا ہو جاتا ہے اللہ اس کا ہو جاتا ہے جس جانور کو کیلے سے باندھ دیتے ہیں اس کی ہر ضرورت وہاں ہی پہونچائی جاتی ہے ؎

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

۳؎ دنیا سے مراد دنیاوی نعمتیں بھی ہیں اور دنیا کے لوگ بھی یعنی دنیا اور دنیادار اس کے پاس خادم بن کر حاضری دیتی ہیں جیسا کہ اولیاء اللہ کے آستانوں پر دیکھا جا رہا ہے ؎

ان کے در کا جو ہوا خلق خدا اس کی ہوئی!
ان کے در سے جو پھرا اللہ اس سے پھر گیا

بَيْنَ عَيْنَيْهِ وَشَتَّتَ عَلَيْهِ أَمْرَهُ وَلَا يَأْتِيهِ مِنْهَا إِلَّا مَا كُتِبَ لَهُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَرَوَاهُ أَحْمَدُ وَالدَّارِمِيُّ عَنْ أَبَانٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ بَيْنَا أَنَا فِي بَيْتِي فِي مُصَلَّايَ إِذْ دَخَلَ عَلَيَّ رَجُلٌ فَأَعْجَبَنِي الْحَالُ الَّتِي رَآنِي عَلَيْهَا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحِمَكَ اللّٰهُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ

سامنے کردے گا[1] اور اس پر اس کے کام پراگندہ کردے گا[2] اور اس کے پاس آئے گی اتنی جتنی اس کے لئے لکھی گئی[3] (ترمذی - احمد) اور دارمی نے حضرت ابان سے انہوں نے زید ابن ثابت سے روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ جب کہ میں اپنے گھر میں اپنے مصلے پر تھا[4] کہ میرے پاس ایک شخص آگیا[5] تو مجھے اچھی حالت پسند آئی جس پر مجھے اس نے دیکھا[6] تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوہریرہ تم پر اللہ رحمت کرے

[1] فقیری سے مراد ہے لوگوں کی محتاجی ان کا حاجتمند رہنا ہے ان کے دروازوں پر دھکے کھانا ان کی خوشامدیں کرنا [2] یعنی اس کا دل پریشان رہے کبھی روزی کے پیچھے دوڑے گا کبھی کپڑے کی فکر میں مارا مارا پھرے گا کبھی دیگر ضروریات کے لئے پریشان پھریگا اللہ اللہ کرنے کا وقت ہی نہ پائیگا یہ بھی تجربہ سے ثابت ہے۔

[3] یعنی اس کی ایسی دوڑ دھوپ سے اس کی دنیا میں اضافہ نہ ہوگا بلکہ اس کی پریشانیوں میں ہی اضافہ ہوگا دنیا اتنی ہی ملے گی جتنی مقدر میں ہے۔

[4] یعنی اپنے گھر میں مصلے پر نوافل نماز یا درود وظیفہ پڑھ رہا تھا۔ کیونکہ حضرات صحابہ فرض نمازیں مسجد میں جماعت سے پڑھا کرتے تھے گھر کا ذکر اس لئے فرمایا تاکہ معلوم ہو کہ میں ریاکاری کے لئے یہ عمل نہ کر رہا تھا ورنہ لوگوں کے مجمع میں کرتا گھر کے گوشہ میں نہ کرتا۔

[5] اور اس آنے والے نے مجھے مصلے پر یہ عمل کرتے دیکھا آگیا فرما کر یہ بتایا کہ میں نے اسے نہ بلایا تھا نہ اس کا آنا جانا تھا اتفاقًا ہی آگیا آنے والا ان کا کوئی ایسا عزیز و قریبی ہوگا جو بغیر اذن مانگے آسکے یا آپ کے گھر والوں نے اسے اجازت دے دی ہوگی۔

[6] آپ کو یہ خوشی یا تو اس لئے تھی کہ وہ آنے والا بھی میری طرح یہ اعمال کرے مجھے دیکھ کر تو اس کے اعمال میں مجھے بھی ثواب ملے یا اس لئے کہ وہ مسلمان میرے اس عمل پر بلکہ میرے ایمان و اسلام پر گواہ ہو جاوے کل قیامت میں بارگاہ الٰہی میں مسلمانوں بلکہ لوگوں بلکہ اللہ کی مخلوق کی گواہیاں بہت ہی کام آویں گی۔ بہرحال یہ غرور کی خوشی نہ تھی نیکی اس کرم کی خوشی تھی۔

لَكَ اَجْرَانِ اَجْرُ السِّرِّ وَاَجْرُ الْعَلَانِيَةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ ۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ رِجَالٌ يَخْتِلُوْنَ الدُّنْيَا بِالدِّيْنِ يَلْبَسُوْنَ لِلنَّاسِ جُلُوْدَ الضَّاْنِ اَلْسِنَتُهُمْ اَحْلٰى مِنَ السُّكَّرِ وَ

تم کو دو ثواب ہیں علانیہ کا ثواب اور خفیہ کا ثواب [1] (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے ۔ روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ آخر زمانہ میں کچھ لوگ ظاہر ہوں گے جو دین کے بہانہ سے دنیا کمائیں گے [2] لوگوں کے سامنے بھیڑوں کی کھال پہنیں گے [3] ان کی زبانیں شکر سے زیادہ میٹھی ہوں گی اور

[1] یعنی تمہارے اس کام کی ابتداء محض اخلاص پر تھی اسی سے تم گھر کے گوشہ میں یہ کام کر رہے تھے اللہ تعالٰی نے تمہارے اس کام کو ظاہر فرما دیا یہ بھی اس کا کرم ہے۔ تمہارا اس پر خوش ہونا کہ مجھے مسلمان نے بڑے کام پر نہ دیکھا اچھے کام پر دیکھا یہ خوشی بھی اللہ کا کرم ہے اس پر بھی ثواب ہے کہ یہ خوشی شکر کی ہے نہ کہ فخر کی غافل زیادتی مال سے خوش ہوتا ہے مومن عاقل توفیق اعمال سے رب تعالٰی فرماتا ہے قل بفضل الله وبرحمته فبذلك فليفرحوا فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جسے گناہ پر رنج ہو نیکی پر خوشی وہ کامل مومن ہے لہذا تمہیں اس خوشی پر ثواب ہے (مرقات واشعہ) بہرحال ریا اور اخلاص کا مدار نیت پر ہے۔

[2] یختلون بنا ہے ختل سے باب ضرب کا مضارع ہے ختل کے معنی ہیں دھوکا دینا یا دھوکے سے کچھ حاصل کرنا یہاں دونوں معنی بن سکتے ہیں یعنی دنیا کو دین کے ذریعہ دھوکا دیں گے یا دین کے بہانہ دنیا کمائیں گے بہت لوگ اسلام کا نام لے کر قرآن کی آڑ میں جبہ دستار سے فریب دے کر دنیا کماتے ہیں یہ لوگ بدترین خلق ہیں۔ حافظ شیرازی کہتے ہیں۔

حافظا می خور و رندی کن و خوش باش ولے دام تزویر مکن چوں دگراں قرآں را

یہ بیماری جھوٹے عالموں فریبی فقیروں اور بعض سیاسی رہنماؤں میں بہت زیادہ ہے نام اسلامی جماعت مگر اس بہانہ سے سیاسی غرض کرنا۔

[3] یعنی صرف ان کے کپڑے پہن کر صوفی بنیں گے یا بھیڑ کی کھال پہننے سے مراد ہے اپنے کو بہت نرم ظاہر کرنا گفتار شیریں باتیں نہایت نرم عاجزی تواضع کا اظہار کرنا تاکہ لوگ انہیں تارک الدنیا خدا رسیدہ بزرگ سمجھیں۔

قُلُوبُهُمْ قُلُوبُ الذِّئَابِ يَقُولُ اللّٰهُ أَبِي يَغْتَرُّونَ أَمْ عَلَيَّ يَجْتَرِءُونَ فَبِي حَلَفْتُ لَأَبْعَثَنَّ عَلَى أُولٰئِكَ مِنْهُمْ فِتْنَةً تَدَعُ الْحَلِيمَ فِيهِمْ حَيْرَانَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى قَالَ لَقَدْ خَلَقْتُ خَلْقًا أَلْسِنَتُهُمْ أَحْلٰى مِنَ السُّكَّرِ وَقُلُوبُهُمْ أَمَرُّ مِنَ الصَّبِرِ فَبِي حَلَفْتُ لَأُتِيحَنَّهُمْ فِتْنَةً تَدَعُ الْحَلِيمَ

ان کے دل بھیڑیوں کے سے ہوں گے[1] اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا مجھ سے دھوکا کھاتے ہیں یا مجھ پر جرأت کرتے ہیں[2] میں اپنی قسم فرماتا ہوں کہ ان لوگوں پر انہیں ہی سے ایسا فتنہ بھیجوں گا جو بردبار کو حیران کر چھوڑے گا[3] (ترمذی) روایت ہے حضرت ابن عمر سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایسی مخلوق بھی پیدا کی ہے جن کی زبانیں شکر سے زیادہ میٹھی ہوں گی اور ان کے دل ایلوے سے زیادہ کڑوے[4] تو اپنی ہی قسم فرماتا ہوں کہ ایسا فتنہ مسلط کروں گا جو برد بار

1 بھیڑیا دھوکے سے جھپٹ کر شکار کرتا ہے اس کے پاؤں کی آہٹ سنی نہیں جاتی وہ شکاری بھی ہے دھوکا باز بھی حیلہ ساز بھی اس لئے حضور انور نے انہیں بھیڑیا فرمایا۔ شیر نہ فرمایا۔ شیر بہادر ہے حیلہ ساز نہیں غیرت مند ہے اپنے گھر پر کسی کا شکار نہیں کرتا باہر جا کر مارتا ہے کسی جانور کا جھوٹا نہیں کھاتا دوسرے اس کا جھوٹا کھاتے ہیں۔ بھیڑیئے میں یہ اوصاف نہیں حضور کا ایک کلمہ بے موتیوں کی لڑی ہوتا ہے۔

2 یعنی یہ لوگ میرے تحمل میری ڈھیل سے دھوکا کھاتے ہیں اور اسی ڈھیل کی وجہ سے اس حرکت پر دلیر ہو جاتے ہیں۔ ع

تو مشو مغرور بر حلم خدا — دیر گیرد سخت گیرد مر ترا

3 یعنی اس جرم کی سزا آخرت میں جو ملے گی وہ ملے گی دنیا میں یہ سزا ملے گی کہ ایسے لوگوں پر ظالم بادشاہ مسلط ہوں گے یا قوم میں خوں خرابے فساد برپا ہوں گے یا عام قحط سالی عام وبائی بیماریاں پھیلیں گی۔ جس سے بڑے حوصلے والے لوگ بھی حیران ہو جائیں گے۔

4 آج کل یہ دونوں باتیں بدمذہبوں خصوصًا مرزائیوں۔ وہابیوں میں بہت دیکھی جاتی ہیں یہ لوگ زبان کے بہت ہی میٹھے ہوتے ہیں دلوں میں کفر و بے دینی کا زہر ہوتا ہے۔ بعض سانپ بہت ہی خوبصورت ہوتے ہیں مگر بڑے زہریلے ان کو دور سے ہی دیکھو قریب نہ جاؤ خیال رکھو کہ کھوٹے سونے کا بیوپاری بڑا میٹھا ہوتا ہے مگر کرتا ہے شکار۔

فِيْهِمْ حَيْرَانَ فَبِيْ يَغْتَرُّوْنَ اَمْ يَجْتَرِءُوْنَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ۔ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِكُلِّ شَيْءٍ شِرَّةً وَلِكُلِّ شِرَّةٍ فَتْرَةً فَاِنْ صَاحِبُهَا سَدَّدَ وَقَارَبَ فَارْجُوْهُ وَاِنْ اُشِيْرَ اِلَيْهِ بِالْاَصَابِعِ فَلَا تَعُدُّوْهُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ

حیران کردے گا[۱] میری وجہ سے دھوکا کھاتے ہیں یا جرأت کرتے ہیں (ترمذی) اور فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر چیز کی ایک تیزی ہے اور ہر تیزی کی ایک کمزوری ہے[۲] تو اگر تیزی والا درست رہے اور قریب رہے تو اس کی کامیابی کی امید کرو[۳] اور اگر اس کی طرف انگلیوں سے اشارے کئے جاویں تو اسے کچھ گنتی میں نہ لاؤ[۴] (ترمذی)

[۱] تیحنھم بنا ہے احناحۃ سے جس کا مادہ ہے حینہ بمعنی تقدیر و تسلیط اس کی تحقیق ابھی ہو چکی کہ ایسے لوگوں پر کیسے فتنے آئیں گے [۲] اس فرمان عالی کے دو مطلب ہیں ایک یہ کہ ہر عمل کے دو طرف ہیں زیادہ رغبت اور بے رغبتی یہ دونوں چیزیں ناقص ہیں درمیانی چال اچھی ہے نماز روزہ سے ایسی رغبت کہ انسانیت تارک الدنیا ہو کر انہیں میں مشغول رہے یہ بھی ناقص ہے اور بالکل بے رغبت ہو جاوے کہ اس کے قریب نہ جاوے یہ بھی برا ہے درمیانی حال کہ نماز روزہ بھی کرے دوسرے کام بھی کرے یہ اچھا ہے اشعۃ اللمعات نے اس کو اختیار کیا ہے دوسرے یہ کہ ہر عمل میں پہلے تو خوب رغبت ہوتی ہے بعد میں بے رغبتی ہو جاتی ہے یہ برا ہے بعض لوگ نماز شروع کرتے ہیں تو پہلے تہجد، اشراق، چاشت سب کچھ پڑھتے ہیں چند روز بعد پنجگانہ بھی چھوڑ دیتے ہیں یہ برا ہے بقدر طاقت کام کرو ہمیشہ کرو صرف پنجگانہ پڑھو نوافل بہت سے نہ پڑھو صرف پنجگانہ پڑھو مگر پڑھو ہمیشہ یہ محبوب ہے مرقات نے یہ ہی معنی کئے شرۃ شین کے کسرہ سے رے کے فتحہ سے بمعنی تیزی، حرص، افراط انہماک ہے (مرقات، اشعہ) [۳] یعنی جو شخص بقدر طاقت اعمال کرے مگر کرے ہمیشہ وہ کامیاب ہے سدد سے مراد ہے ہمیشہ کرنا اور قارب سے مراد ہے درمیانی راہ چلنا جو افراط و تفریط سے خالی ہو اور جو یا تو امر جمع مذکر ہے یعنی امید کرو یا واحد متکلم مضارع ہے یعنی میں امید کرتا ہوں پہلے معنی زیادہ قوی ہیں یعنی تم جس کو درمیانی چال والا ہمیشہ عمل کرنے والا دیکھو تو اس کی کامیابی کی امید کرو کہ وہ مرتے دم تک قائم رہے گا [۴] یعنی اگر کوئی شخص زیادہ عبادات کی وجہ سے لوگوں میں مشہور ہو جائے کہ ہر طرف سے لوگ اس کی طرف اشارے کریں کہ یہ صاحب بڑے عبادت گزار شب بیدار ہیں اسے دھیان میں نہ لاؤ کہ ایسے لوگ کچھ ہوتے نہیں اگر ہوتے ہیں تو کچھ رہتے نہیں ان میں ریا تکبر پیدا ہو جانے کا خطرہ ہے خاتمہ کا اعتبار ہے [۵] حکم مستوری و مستی ہمہ بر خاتم است ٭ کس ندانست کہ آخر بچہ حالت گزرد ۴۴

وَعَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بِحَسْبِ امْرِئٍ مِّنَ الشَّرِّ اَنْ يُّشَارَ اِلَيْهِ بِالْاَصَابِعِ فِيْ دِيْنٍ اَوْ دُنْيَا اِلَّا مَنْ عَصَمَهُ اللّٰهُ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنْ اَبِيْ تَمِيْمَةَ قَالَ شَهِدْتُ صَفْوَانَ وَاَصْحَابَهٗ وَجُنْدَبٌ يُّوْصِيْهِمْ

روایت ہے حضرت انس سے وہ نبی صلے علیہ وسلم سے راوی فرمایا کہ انسان کی شر کے لئے یہ کافی ہے کہ اس کی طرف دین یا دنیا میں انگلیوں سے اشارہ کیا جاوے [۱] سوا اس کے جسے اللہ محفوظ رکھے [۲] (بیہقی شعب الایمان) تیسری فصل روایت ہے حضرت ابو تمیمہ سے فرماتے ہیں کہ میں حضرت صفوان اور ان کے ساتھیوں کے پاس گیا [۳] جبکہ حضرت جندب انہیں وصیت کر رہے تھے [۴]

۲۲ شیخ نے فرمایا کہ عادۃ الہیہ ہے کہ وہ کریم زیادہ تر بروں کا خاتمہ اچھا کر دیتا ہے اور اچھوں کا خاتمہ بہت کم خراب کرتا ہے دیکھو اشعۃ اللمعات اللہ تعالٰی خاتمہ بالخیر کرے۔

[۱] یعنی دینی کمالات دولت۔ صحت۔ طاقت یں یوں ہی دینی کمالات علم۔ عبادت۔ ریاضت میں مشہور ہونا عوام کے لئے خطرناک ہی ہے کہ اس سے عموماً دل میں غرور تکبر پیدا ہو جاتے ہیں اس سے گمنامی اچھی چیز ہے۔

[۲] یعنی ہاں بعض بندے ایسے بھی ہیں کہ وہ شہرت متکبر نہیں ہوتے وہ سمجھتے ہیں کہ نیک نامی و بدنامی اللہ کے قبضہ میں ہے اور لوگوں کا کوئی اعتبار نہیں انہیں زندہ باد اور مردہ باد کے نعرے لگاتے دیر نہیں لگتی۔ حضور کی تحمل کا یہ حال ہے کہ

شعر

پیش او گیتی جبیں فرسودہ است　　خویشتن را عبدہ فرمودہ است

حضور کی چوکھٹ پر دنیا سر رگڑ رہی ہے۔ مگر خود کو یہ فرماتے ہیں کہ میں اللہ کا بندہ ہوں یہ ہے تحمل اور برداشت حضور کے بعض نائبین کو یہ تحمل نصیب ہوتی ہے الا من عصمہ اللہ سے یہ ہی مراد ہے یہاں مرقات نے فرمایا کہ شہرت پسندی کی بیماری میں علماء اور عابدین زیادہ مبتلا ہیں۔

[۳] ابو تمیمہ کا نام طریف ابن مجالد ہجیمی ہے آپ تابعی ہیں بصری ہیں ۹۵ھ پچانوے میں آپ کی وفات ہے صفوان ابن سلیم زہری بھی تابعی ہیں حمید ابن عبدالرحمٰن ابن عوف کے آزاد کردہ غلام ہیں آپ نے چالیس سال کروٹ زمین پر نہ لگائی اصحاب سے مراد ان کے شاگرد ہیں (مرقات)

[۴] جندب حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا نام شریف ہے آپ مشہور صحابی ہیں آپ ان حضرات کو ریا۔ شہرت سے بچنے کی نصیحت فرما رہے تھے جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔

فَقَالُوْا اَهَلْ سَمِعْتَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا
قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ سَمَّعَ
سَمَّعَ اللّٰهُ بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَمَنْ شَاقَّ شَقَّ اللّٰهُ عَلَيْهِ يَوْمَ
الْقِيٰمَةِ قَالُوْا اَوْصِنَا فَقَالَ اِنَّ اَوَّلَ مَا يُنْتِنُ مِنَ الْاِنْسَانِ بَطْنُهٗ
فَمَنِ اسْتَطَاعَ اَنْ لَّا يَاْكُلَ اِلَّا طَيِّبًا فَلْيَفْعَلْ وَمَنِ اسْتَطَاعَ
اَنْ لَّا يُحَالَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجَنَّةِ مِلْءُ كَفٍّ مِّنْ دَمٍ اَهْرَاقَهٗ فَلْيَفْعَلْ

لوگوں نے کہا کہ کیا تم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کچھ سنا ہے [1] فرمایا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو اپنی شہرت چاہے گا اللہ قیامت کے دن اس کی شہرت کر دے گا [2] جو مشقت میں ڈالے گا اللہ قیامت کے دن اس پر مشقت ڈالے گا [3] لوگوں نے کہا ہم کو وصیت کیجئے فرمایا انسان کی پہلی چیز جو بگڑتی ہے وہ اس کا پیٹ ہے تو جو طاقت رکھے کہ طیب کے سوا کچھ نہ کھائے وہ ضرور ایسا کرے [4] اور جو طاقت رکھے کہ اس کے اور جنت کے درمیان مٹھی بھر خون آڑ نہ بنے جسے وہ بہائے تو وہ ایسا ضرور کرے [5]

[1] یعنی اے صحابی رسول اگر آپ نے ریاکاری شہرت کے متعلق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کچھ سنا ہو تو ہم کو سنائیے۔

[2] اس فرمان عالی کی شرح ابھی کچھ پہلے گزر چکی کہ جو دنیا میں ریاکار شہرت پسند ہوگا رب تعالٰی اسے قیامت میں رسوائے عام فرمادیگا یعنی اسے شہرت تو دے گا مگر بدنامی کی [3] یعنی جو اپنے نفس پر غیر ضروری مشقت ڈال لیگا جیسے رات کو نہ سونا نکاح نہ کرنا اچھا نہ کھانا تارک الدنیا ہو کر رہنا وغیرہ یا جو دوسروں پر مشقت ڈالیگا کہ اپنے نوکروں ماتحتوں سے سخت بھاری کام لیگا تو قیامت میں اس پر عتاب الٰہی کا بوجھ و مشقت ڈالا جادیگا [4] یہ فرمان رسول ہے صلے اللہ علیہ وسلم سبحان اللہ کیسا پیارا فرمان ہے طب یونانی کہتی ہے کہ نوے فی صدی بیماریاں پیٹ سے پیدا ہوتی ہیں طب ایمانی بھی کہتی ہے کہ نوے فی صدی گناہ پیٹ سے پیدا ہوتے ہیں حرام غذا صدہا بیماریوں کی جڑ ہے گندا پٹرول موٹر کی مشین کو خراب کرتا ہے گندی حرام غذا انسان کی مشینری بگاڑ دیتی ہے لہذا کوشش کرنی چاہیئے کہ اکل حلال صدق مقال ہو [5] یعنی اگر کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کا لپ بھر خون بھی ظلماً بہائے گا کہ اسے ظلماً قتل کرے یا ظلماً زخمی کرے تو یہ ظلماً خون اس کے اور جنت کے درمیان حائل ہو جاوے گا کہ اسے جنت میں داخل نہ ہونے دے گا لہذا اس سے بچے رہو ایسا نہ ہو کہ حقیر سا گناہ تم کو ایسی عظیم نعمت سے محروم کردے۔ خیال رکھو کہ کبھی چھوٹی چنگاری گھر جلا ڈالتی ہے۔

رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ أَنَّهُ خَرَجَ يَوْمًا إِلَى مَسْجِدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ قَاعِدًا عِنْدَ قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبْكِي فَقَالَ مَا يُبْكِيكَ قَالَ يُبْكِينِي شَيْءٌ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ يَسِيرَ الرِّيَاءِ شِرْكٌ وَمَنْ عَادَى لِلّٰهِ وَلِيًّا فَقَدْ بَارَزَ اللهَ بِالْمُحَارَبَةِ إِنَّ اللهَ يُحِبُّ

(بخاری) روایت ہے حضرت عمر ابن خطاب سے کہ وہ ایک دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مسجد کی طرف گئے تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کے پاس معاذ ابن جبل کو بیٹھا ہوا پایا جو رو رہے تھے ۱ تو فرمایا کہ آپ کو کونسی چیز رلاتی ہے ۲ بولے مجھے وہ چیز رلاتی ہے جو میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی ۳ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ تھوڑی سی ریاکاری بھی شرک ہے ۴ اور جو اللہ کے ولی سے دشمنی کرے وہ اللہ کے سامنے جنگ کے لئے آگیا ۵ اللہ تعالٰے پسند کرتا ہے

۱ اس زمانہ میں حجرہ شریف میں دروازہ تھا جس سے لوگ قبر انور تک پہونچ جاتے بہت عرصہ کے بعد دروازہ بند کر دیا گیا اب قبر انور تک کوئی نہیں پہونچ سکتا آپ خاص قبر انور سے متصل بیٹھے ہوئے رو رہے تھے ۲ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ اے معاذ کیوں رو رہے ہو فراق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رلا رہا ہے یا کوئی اور تکلیف معلوم ہوا کہ مسلمان بھائی کو تکلیف میں دیکھے تو ضرور وجہ پوچھے اگر ہو سکے تو اس کی تکلیف دور کرنے کی کوشش کرے ۳ یعنی میں نے ایک نصیحت حضور سے سنی مگر اس پر میں عمل نہ کر سکا اپنی اس محرومی یا معذوری پر رو رہا ہوں ۴ علماء فرماتے ہیں کہ ریا کے بہت درجے ہیں کچھ درجے چیونٹی سے زیادہ باریک ہیں انسان ان کو ریا نہیں سمجھتا مگر وہ ہے ریا ان سے بچنا بہت مشکل ہے اس سے تو خاص لوگوں کو بچنا مشکل ہے عوام کا تو ذکر ہی کیا ہے مجھے خطرہ ہے کہ میں بھی ریا کے کسی درجہ میں مبتلا ہوں

۵ یعنی میرے رونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ حضور انور نے فرمایا کہ اللہ کے دوستوں کی ایذا رب سے جنگ ہے اور اللہ کے اولیاء ایسے چھپے ہوئے ہیں کہ ان کی پہچان بہت مشکل ہے بہت دفعہ پڑوسیوں دوستوں سے شکر رنجی ہو جاتی ہے۔ ممکن ہے کہ ان میں سے کوئی ولی اللہ ہو ان کی تکلیف میرے لئے مصیبت بن جاوے حدیث قدسی میں ہے۔ اولیا تحت قبائی لا یعرفہم غیری۔ میرے ولی میری قبا میں رہتے ہیں انہیں میرے سوا کوئی نہیں پہچانتا۔

اَلْاَبْرَارَ الْاَتْقِيَاءَ الْاَخْفِيَاءَ الَّذِيْنَ اِذَا غَابُوْا لَمْ يُتَفَقَّدُوْا وَاِنْ حَضَرُوْا لَمْ يُدْعَوْا وَلَمْ يُقَرَّبُوْا قُلُوْبُهُمْ مَصَابِيْحُ الْهُدٰى

ان نیکوں پرہیزگاروں چھپے ہوؤں کو کہ جب وہ غائب ہو جاویں تو ڈھونڈے نہ جائیں اور اگر حاضر ہوں تو نہ بلائے جاویں نہ قریب کئے جاویں لہ ان کے دل ہدایت کے چراغ ہوں گے

مرقات رخیال رہے کہ اولیاء اللہ دو قسم کے ہیں تکوینی ولی اور تشریعی ولی۔ تکوینی ولی جو دنیا کے سیاہ سفید کے مالک و مختار بنا دیئے جاتے ہیں۔ ان کی تعداد مقرر ہے مگر تشریعی اولیاء اللہ تعداد میں جہاں چالیس متقی مسلمان جمع ہوں وہاں ان شاء اللہ ایک ولی ضرور ہوتا ہے اس ولی کو خود بھی خبر نہیں ہوتی کہ میں ولی ہوں مگر ہوتا ہے ولی اس کی بحث انشاء اللہ مشکوٰۃ شریف آخری باب میں ہوگی۔

لہ غالبًا اس سے وہ ہی اولیاء تشریعی مراد ہیں اور ہو سکتا ہے کہ اولیاء تکوینی بھی اسی میں داخل ہوں کہ اکثر ان میں سے چھپے ہوئے رہتے ہیں کم وہ حضرات ہیں جنہیں مخلوق پہچانتی ہے جیسے حضور غوث پاک یا خواجہ اجمیری یا داتا گنج بخش ہجویری وغیرہم خیال رہے کہ نبوت کا اعلان ضروری ہے مگر ولایت کا اعلان ضروری نہیں۔ اکثر اعلان ولایت کرنے والے خالی ہوتے ہیں۔ شیخ سعدی نے فرمایا ؎

ایں مدعیاں در طلبش بے خبر انند آنرا کہ خبر شد خبرش باز نہ آمد

علماء کے لئے اعلان ضروری ہے کہ یہ نائبین رسول ہیں نبوت کا اعلان ضروری اولیاء اللہ اکثر چھپے رہتے ہیں علماء دین اسلام کی ظاہری پولیس ہیں اکثر اولیاء اللہ خفیہ پولیس یہ حضرات کبھی اپنے کو ولی نہیں کہتے بعض اولیاء کے متعلق لوگوں کی زبان سے خواہ مخواہ ولی نکلتا ہے۔

ٹلہ جیسے چراغ سے ہدایت و نور ملتا ہے ایسے ہی ان کے دلوں ان کی نگاہوں سے لوگوں کو نور ملتا ہے یہ حضرات حقانیت اسلام کی دلیلیں ہیں حق دین وہ ہے جس میں اولیاء اللہ ہوں انہیں کا راستہ صراط مستقیم ہے رب فرماتا ہے صراط الذین انعمت علیھم اور فرماتا ہے۔ وکونوا مع الصادقین اسی شاخ کا تعلق جڑ سے قائم ہے جس میں سبز پھول ہیں سوکھی شاخ کا تعلق جڑ سے ٹوٹ چکا وہ آگ کے لائق ہے اسلام کی اسی شاخ کا تعلق حضور سے قائم ہے۔ جس میں ولایت کے پھول ہوں۔

يَخْرُجُوْنَ مِنْ كُلِّ غَبْرَاءَ مُظْلِمَةٍ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْإِيْمَانِ؛ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا صَلّٰى فِي الْعَلَانِيَةِ فَاَحْسَنَ قَالَ اللهُ تَعَالٰى هٰذَا عَبْدِيْ حَقًّا رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ؛ وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَكُوْنُ فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ اَقْوَامٌ اِخْوَانُ الْعَلَانِيَةِ اَعْدَاءُ السَّرِيْرَةِ فَقِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللهِ وَكَيْفَ يَكُوْنُ ذٰلِكَ بِرَغْبَةِ بَعْضِهِمْ اِلٰى بَعْضٍ وَرَهْبَةِ بَعْضِهِمْ مِنْ بَعْضٍ وَعَنْ

ہر تاریک گرد آلود سے نکلیں گے[1] (ابن ماجہ۔ بیہقی۔ شعب الایمان) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جب بندہ علانیہ نماز پڑھے تو بھی اچھی اور خفیہ نماز پڑھے تو بھی اچھی تو اللہ تعالٰی فرماتا ہے کہ یہ میرا سچا بندہ ہے[2] (ابن ماجہ) روایت ہے حضرت معاذ ابن جبل سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آخری زمانہ میں ایسی قومیں ہوں گی جو ظاہر کی دوست ہوں گی اور پوشیدہ کی دشمن[3] تو عرض کیا گیا یا رسول اللہ یہ کیوں کر ہوگا فرمایا یہ ان کے بعض کے بعض سے رغبت اور بعض کے بعض سے ڈرنے کی وجہ سے ہوگا[4] روایت ہے

[1] یعنی یہ اولیاء اللہ تاریک گھروں غیر مشہور محلوں نامعلوم بستیوں سے پیدا ہوتے رہیں گے۔ ؎

خاکساران جہاں را بحقارت منگر — تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

یا یہ مطلب ہے کہ وہ حضرات تاریک گرد و غبار والے عقائد و اعمال و شبہات سے نکل جائیں گے کبھی اس میں پھنسیں گے نہیں (مرقات) امام غزالی فرماتے ہیں کہ ہر عالم دین متقی ولی اللہ ہے اگر متقی عالم ولی نہ ہو تو کوئی ولی ہی نہیں (مرقات) مشہور یہ ہے کہ جس سے روحانی فیوض جاری ہوں انہیں صوفیاء اولیاء کہا جاتا ہے جن سے شرعی فیوض جاری ہوں انہیں علماء کہتے ہیں۔ [2] یعنی اس بندے میں ریاکاری نہیں ہے یہ بندہ مخلص ہے اگر ریاکار ہوتا تو علانیہ نماز اچھی طرح پڑھتا خفیہ میں معمولی طرح جب یہ خفیہ بھی اچھی طرح پڑھتا ہے تو مخلص ہی ہے [3] یعنی قریب قیامت ایسے لوگ ہونگے جو اپنی نیکیاں علانیہ پسند کرینگے تاکہ لوگ ان کی واہ واہ کریں تنہائی میں یا تو اعمال کرینگے ہی نہیں یا کرینگے تو معمولی طریقہ سے [4] یعنی ان لوگوں کے دل میں اللہ کا خوف اللہ سے امید نہ ہوگی یا کم ہوگی لوگوں کا خوف لوگوں سے امید ان پر غالب ہوگی اس فرمان عالی میں علماء۔ عابدین۔ زاہدین۔ سخی۔ مجاہد وغیرہ سب ہی داخل ہیں۔ ہر عمل اخلاص

شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَقُوْلُ مَنْ صَلّٰى يُرَائِيْ فَقَدْ اَشْرَكَ وَمَنْ صَامَ يُرَائِيْ فَقَدْ اَشْرَكَ
وَمَنْ تَصَدَّقَ يُرَائِيْ فَقَدْ اَشْرَكَ رَوَاهُمَا اَحْمَدُ وَعَنْهُ اَنَّهٗ
بَكٰى فَقِيْلَ لَهٗ مَا يُبْكِيْكَ قَالَ شَيْءٌ سَمِعْتُ مِنْ رَسُوْلِ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فَذَكَرْتُهٗ فَاَبْكَانِيْ سَمِعْتُ
رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَتَخَوَّفُ عَلٰى اُمَّتِيْ

حضرت شداد ابن اوس سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو دکھلاوے کے لئے نماز پڑھے اس نے شرک کیا اور جو دکھلاوے کے لئے روزہ رکھے اس نے شرک کیا اور جو دکھلاوے کے لئے صدقہ دے اس نے شرک کیا[1] یہ دونوں حدیثیں احمد نے روایت کیں روایت ہے انہیں سے کہ وہ روئے ان سے کہا گیا کہ آپ کو کیا چیز رلاتی ہے فرمایا وہ بات جو میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنی وہ مجھے یاد آ گئی اس نے مجھے رلا دیا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ میں اپنی امت پر

سے قبول ہوتا ہے یہاں اشعۃ اللمعات میں ہے کہ اس میں وہ بھی داخل ہیں جو لوگوں سے ظاہری محبت کریں وہ بھی غرض کے لئے جب غرض نکل جائے دوستی بھی ختم ہو جائے۔ [1] شرک دو قسم کا ہے شرک جلی۔ شرک خفی۔ شرک جلی تو کھلم کھلا شرک بت پرستی کرنا ہے۔ شرک خفی ریاکاری ہے یا یوں کہو کہ شرک اعتقادی تو کھلا ہوا شرک ہے اور شرک عملی ریاکاری ہے صوفیاء فرماتے ہیں کل ما صدک عن اللّٰہ فھو صنمک جو تمہیں اللہ سے روکے وہ ہی تمہارا بت ہے نفس امارہ بھی بت ہے اسی حدیث سے معلوم ہوا کہ روزے میں بھی ریاکاری ہو سکتی ہے ہاں روزے میں ریا خالص نہیں ہو سکتی۔ اسی لئے ارشاد ہے الصوم لی وانا اجزی بہ بعض لوگ روزہ رکھ کر لوگوں کے سامنے بہت کلیاں کرتے سر پہ پانی ڈالتے رہتے ہیں کہتے پھرتے ہیں ہائے روزہ بہت لگا ہے بڑی پیاس لگی ہے وغیرہ وغیرہ یہ بھی روزے کی ریا ہے اور اس حدیث میں داخل ہے خیال رہے کہ ریا کی دو قسمیں ہیں ایک ریا اصل عمل میں دوسری ریا وصف عمل میں اصل عمل میں ریا یہ ہے کہ کوئی دیکھے تو یہ نماز پڑھے نہ دیکھے تو نماز پڑھے ہی نہیں وصف عمل میں ریا یہ ہے کہ لوگوں کے سامنے نماز خوب اچھی طرح پڑھے تنہائی میں معمولی طرح پڑھے پہلی ریا بہت بری ہے دوسری ریا پہلی سے کم شیخ سعدی فرماتے ہیں ؎

کلید در دوزخ است آں نماز
کہ در روئے مردم گزاری دراز ؂

الشِّرْكَ وَالشَّهْوَةَ الْخَفِيَّةَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَتُشْرِكُ أُمَّتُكَ مِنْ بَعْدِكَ قَالَ نَعَمْ أَمَا إِنَّهُمْ لَا يَعْبُدُونَ شَمْسًا وَلَا قَمَرًا وَلَا حَجَرًا وَلَا وَثَنًا وَلٰكِنْ يُرَاؤُنَ بِأَعْمَالِهِمْ وَالشَّهْوَةُ الْخَفِيَّةُ أَنْ يُصْبِحَ أَحَدُهُمْ صَائِمًا فَتَعْرِضُ لَهُ شَهْوَةٌ مِنْ شَهَوَاتِهِ فَيَتْرُكُ صَوْمَهُ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ. وَعَنْ

شرک اور خفیہ شہوت کا خوف کرتا ہوں[1] فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ کے بعد آپ کی امت شرک کرے گی فرمایا ہاں[2] خیال رہے کہ وہ لوگ نہ سورج کو پوجیں گی نہ چاند کو نہ پتھر کو نہ بت کو[3] لیکن ریاکاری کریں گے[4] خفیہ شہوت یہ ہے کہ ان میں سے ایک روزہ رکھے گا[5] پھر اس کے سامنے اس کی خواہشات میں سے کوئی خواہش آجاوے تو وہ اپنا روزہ چھوڑ دے[6] (احمد، بیہقی، شعب الایمان) روایت ہے

[1] اتخوف بنا ہے تخوف سے بمعنی بہت ہی ڈرنا خوف عام ہے معمولی ڈر ہو یا سخت ڈر تخوف خاص ہے بہت ڈریا تخوف وہ خوف ہے جس کی علامات ظاہر ہو چکی ہوں خوف میں یہ قید نہیں یعنی میں اپنی امت پر بہت ہی ڈرتا ہوں یا علامات ریا دیکھ کر ڈرتا ہوں اس فرمان عالی میں خفیہ شرک اور شہوت دونوں کی صفت ہے معنی یہ ہے کہ میں اپنی امت پر خفیہ شرک اور خفیہ شہوت سے ڈرتا ہوں خفیہ وہ شرک و شہوت ہے جو بجا لانے والوں پر بھی ظاہر نہ ہو وہ حضرات بھی اس سے دھوکا کھا جاویں صرف قوت قدسیہ والے ہی اس کی خبر رکھ سکتے ہیں (مرقات)
[2] سائل کو شبہ یہ ہوا کہ امت محمدیہ تو امت مرحومہ ہے یہ کبھی نہ بگڑے گی اس لئے یہ سوال کیا بعدك سے مراد حضرات صحابہ کرام نہیں بلکہ بعد کی نسلیں ہیں حضرات صحابہ کے ایمان و اخلاص کی گواہی قرآن مجید و احادیث نبویہ نے دی ہے رب تعالٰی فرماتا ہے والزمھم کلمۃ التقوی وکانوا احق بھا واھلھا [3] وثن بت کو کہتے ہیں جس کی پوجا کی جاوے خواہ چاند سورج ہو یا پتھر درخت وغیرہ یہاں خاص کے بعد عام کا ذکر ہے [4] اس کی تائید اس آیت کریمہ سے ہے فمن کان یرجوا لقاء ربه فلیعمل عملا صالحا ولا یشرك بعبادۃ ربه احدا۔ اس آیت میں شرک سے مراد یہ ہی ریاکاری ہے اسی کو حضور انور نے شرک فرمایا بالکل حق ہے [5] یا تو روزہ رکھے گا یا رکھنے کی نیت کرے گا پہلے معنی زیادہ ظاہر ہیں جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔
[6] اس طرح کہ اس نے روزہ رکھ لیا ہوگا کوئی اچھے کھانے کی دعوت آگئی یا کسی نے شربت سوڈا پیش کیا۔ تو اس کھانے شربت کی وجہ سے روزہ توڑ دیا یا روزہ کی نیت تھی کہ آج روزہ رکھوں گا۔ مگر یہ چیزیں دیکھیں ارادہ بدل دیا۔ محض نفسانی لذت و خواہش کے لئے کہ ایسا مزہ دار کھانا کون چھوڑے لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ

أَبِيْ سَعِيْدٍ خُدْرِيٍّ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَتَذَاكَرُ الْمَسِيْحَ الدَّجَّالَ فَقَالَ أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِمَا هُوَ أَخْوَفُ عَلَيْكُمْ عِنْدِيْ مِنَ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ فَقُلْنَا بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ الشِّرْكُ الْخَفِيُّ أَنْ يَّقُوْمَ الرَّجُلُ فَيُصَلِّيْ فَيُزَيِّنُ صَلٰوتَهٗ لِمَا يَرٰى مِنْ نَظَرِ رَجُلٍ

حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے[۱] جبکہ ہم مسیح دجال کا تذکرہ کر رہے تھے تو فرمایا کہ کیا میں تم کو اس چیز کی خبر نہ دوں جو میرے نزدیک تمہارے لیئے مسیح دجال سے زیادہ خطرناک ہے[۲] ہم نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ فرمایا وہ خفیہ شرک ہے یعنی یہ کہ کوئی شخص نماز پڑھنے کھڑا ہو تو اپنی نماز اس لئے زیادہ کرے کہ کسی شخص کو دیکھے کہ وہ آگے دیکھ رہا ہے[۳]

اور نے ازواج مطہرات سے پوچھا کہ کھانا ہے عرض کیا گیا ہاں فرمایا لاؤ ہم نے تو آج روزہ رکھ لیا تھا پھر کھانا ملاحظہ فرما لیا کہ یہ افطار فرما لینا خواہش نفس کے لیئے نہ تھا بلکہ حکم شرعی بیان کرنے کے لئے تھا کہ نفل روزہ رکھ کر توڑ دینا جائز ہے اگرچہ قضا واجب ہوگی حضرت ام ہانی کو حضور انور نے لیا پس خواہ پانی دیا آپ نے پی کر پوچھا کہ حضور میرا روزہ تھا فرمایا کوئی حرج نہیں وہ روزہ توڑنا حضور کے تبرک سے برکت حاصل کرنے کے لئے تھا نہ کہ نفسانی خواہش سے لہٰذا احادیث سمجھ کر پڑھنا ضروری ہے۔

[۱] دولت خانہ سے یا باہر سے مسجد نبوی شریف میں تشریف لائے نماز کا وقت تھا یا ویسے ہی حضرات صحابہ کا مجمع تھا اور آنا فانی دجال کے خطرات کا ہم لوگ تذکرہ کر رہے تھے۔

[۲] کیونکہ دجال کو تو کوئی شخص ہی پائے گا وہ بھی قیامت کے قریب پھر انسان اس سے بچ بھی سکے گا کہ نہ اس کے پاس جائے نہ اس کے پھندے میں پھنسے مگر ریاکاری کی مصیبت ہر شخص کو ہر وقت درپیش ہے اس لئے یہ آفت دجال سے زیادہ خطرناک ہے۔

[۳] یعنی اگر اکیلے میں نماز پڑھے تو تھوڑی اور ہلکی پڑھے مگر جب اسے کوئی دیکھ رہا ہو تو نوافل بہت تعداد میں پڑھے اور خوب لمبے دراز پڑھے یہ ہے وصف میں ریا جب یہ بھی شرک خفی ہوا تو اصل نماز میں ریا بہت ہی خطرناک ہے ہم ریا کی یہ دو قسمیں پہلے بیان کر چکے ہیں اور یہ بھی بتا چکے ہیں کہ اصل عبادت میں ریا زیادہ خطرناک ہے نماز کا ذکر مثالاً فرمایا ہر نیکی کا یہ ہی حال ہے اس بیماری میں واعظین زیادہ مبتلا ہیں اکثر ہر واعظ کا خیال یہ ہوتا ہے کہ میرا وعظ سب سے اچھا ہے لوگ خوب واہ واہ کہیں بعض واعظین بغیر داد لیئے وعظ نہیں کہہ سکتے اللہ تعالیٰ اخلاص عطا فرمائے ریا والی عبادت گھنے ہوئے تخم کی طرح ہے جس سے پیداوار نہیں ہوتی۔

رَوَاہُ اِبْنُ مَاجَۃَ ۔ وَعَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ لَبِیْدٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَخْوَفَ مَا اَخَافُ عَلَیْکُمُ الشِّرْکُ الْاَصْغَرُ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَمَا الشِّرْکُ الْاَصْغَرُ قَالَ الرِّیَاءُ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَزَادَ الْبَیْہَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ یَقُوْلُ اللّٰہُ لَھُمْ یَوْمَ یُجَازِی الْعِبَادَ بِاَعْمَالِھِمْ اِذْھَبُوْا اِلَی الَّذِیْنَ کُنْتُمْ تُرَاءُوْنَ فِی الدُّنْیَا فَانْظُرُوْا ھَلْ تَجِدُوْنَ عِنْدَھُمْ جَزَاءً اَوْ خَیْرًا ۔ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ

(ابن ماجہ) روایت ہے حضرت محمود ابن لبید سے [1] کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جن چیزوں سے میں تم پر [2] خوف کرتا ہوں ان سب میں زیادہ خوفناک چیز چھوٹا شرک ہے لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ چھوٹا شرک کیا ہے فرمایا ریاکاری [3] (احمد) بیہقی نے شعب الایمان میں یہ زیادتی کی کہ اللہ تعالٰے ان سے فرمائے گا اس دن جس دن بندوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دے گا [4] کہ ان کے پاس جاؤ جنہیں تم دنیا میں اعمال دکھاتے رہے کہ کیا ان کے پاس تم جزا یا بھلائی پاتے ہو [5] روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ

[1] آپ انصاری ہیں اشہلی ہیں آپ کی صحابیت میں اختلاف ہے امام مسلم نے آپ کو تابعی مانا ہے امام بخاری آپ کو صحابی کہتے ہیں امام بخاری کا قول قوی ہے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت آپ کی عمر صرف پانچ سال تھی (مرقات ۔ اشعہ ۔ امیر علی) [2] علیکم میں خطاب یا تو حضرات صحابہ کرام سے ہے یا سارے مسلمانوں سے مطلب یہ ہے کہ ہر مومن کے لئے خطرات بہت ہیں مگر ریا کا خطرہ سب سے زیادہ خطرناک ہے کہ اس سے بچنا بہت مشکل بڑے بڑے اس میں گرفتار ہو جاتے ہیں [3] یہ پہلی وہ حدیث ہے جس میں ریا کو شرک اصغر فرمایا گیا ہے مشرک اپنی عبادات سے اپنے جھوٹے معبودوں کو راضی کرنے کی نیت کرتا ہے ریاکار اپنی عبادات سے اپنے جھوٹے مقصودوں یعنی لوگوں کو راضی کرنے کی نیت کرتا ہے اس لئے ریاکار چھوٹے درجہ کا مشرک ہے اور اس کا یہ عمل چھوٹے درجہ کا شرک ہے چونکہ ریاکار کا عقیدہ خراب نہیں ہوتا عمل وارادہ خراب ہوتا ہے اور کھلے شرک کا عقیدہ بھی خراب ہوتا ہے اسلئے ریا کو چھوٹا شرک فرمایا [4] یعنی قیامت کے دن جب اعمال کے بدلے دیئے جانیکا وقت آویگا تو ریاکار بھی مخلصین کیساتھ جزا اعمال کا انتظار کرینگے تب ان سے کہا جاویگا [5] یعنی ان مخلصین کے گروہ سے الگ ہو جاؤ جنہیں خوش کرنیکے لئے تم اعمال کرتے تھے ان سے اپنے اعمال کا بدلہ لو وہ ہی تم کو بدلہ دیں یہ فرمان عالی انتہائی غضب کے اظہار کے لئے ہوگا۔

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَوْاَنَّ رَجُلًا عَمِلَ عَمَلًا فِیْ صَخْرَۃٍ لَا بَابَ لَھَا وَلَا کُوَّۃَ خَرَجَ عَمَلُہٗ اِلَی النَّاسِ کَائِنًا مَاکَانَ؛ وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ کَانَتْ لَہٗ سَرِیْرَۃٌ صَالِحَۃٌ اَوْسَیِّئَۃٌ اَظْھَرَ اللّٰہُ مِنْھَا رِدَاءً یُعْرَفُ بِہٖ؛ وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا اَخَافُ عَلٰی ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ کُلَّ مُنَافِقٍ یَتَکَلَّمُ بِالْحِکْمَۃِ وَیَعْمَلُ

صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اگر کوئی شخص پتھر کی چٹان میں بیٹھ کر عمل کرے جس کا کوئی نہ دروازہ ہو نہ روزن [1] تو بھی اس کا عمل لوگوں تک نکل آوے گا جو عمل بھی ہو [2] روایت ہے حضرت عثمان ابن عفان سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جس کی جو سیرت ہوگی اچھی یا بری اللہ تعالیٰ اس کی علامت ظاہر فرمائے گا جس سے وہ پہچانا جاوے گا۔ [3] روایت ہے حضرت عمر ابن خطاب سے وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا میں اس امت پر ہر اس منافق سے ڈرتا ہوں جو باتیں حکمت کی کرے گا اور عمل

[1] یعنی فرض کرو کہ کوئی شخص ایسے بند غار میں نیکی کرے جس میں نہ تو دروازہ ہو کہ کوئی وہاں پہونچ سکے نہ کوئی روزن و سوراخ ہو جس سے کوئی وہاں جھانک سکے مطلب یہ ہے کہ کیسے ہی خلوت خانہ میں کیسے ہی چھپ کر عبادت کرے۔

[2] اس فرمان عالی کا مقصد یہ ہے کہ تم ریا کرکے اپنے ثواب کیوں برباد کرتے ہو تم اخلاص سے نیکیاں کرو خفیہ کرو اللہ تعالیٰ تمہاری نیکیاں خود بخود لوگوں کو بتادے گا لوگوں کے دل تمہیں نیک ماننے لگیں گے یہ نہایت ہی مجرب ہے بعض لوگ خفیہ تہجد پڑھتے ہیں لوگ خواہ مخواہ انہیں تہجد خواں کہنے لگتے ہیں۔ تہجد بلکہ ہر نیکی کا نور چہرے پر نمودار ہوجاتا ہے۔ جس کا دن رات مشاہدہ ہورہا ہے لوگ خواہ مخواہ حضور غوث پاک خواجہ اجمیری کو ولی کہتے ہیں کیوں رب تعالیٰ کہلوا رہا ہے یہ ہے اس فرمان عالی کا ظہور [3] یہ حدیث ابھی گزری ہوئی حدیث کی شرح ہے اس کا مطلب وہی ہے جو ابھی عرض کیا گیا کہ نیک اعمال کا نور چہرہ پر ظاہر ہوتا ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے سِیْمَاھُمْ فِیْ وُجُوْھِھِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ تجربہ تو یہ ہے کہ خوف خدا عشق جناب مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم دل میں ہو تو چہرہ اور ہی طرح کا ہوجاتا ہے۔ بعض بزرگوں کے چہرے دیکھ کر کافر مسلمان ہوگئے اور گنہگاروں نے صرف چہرہ دیکھ کر گناہوں سے توبہ کرلی متقی بن گئے آخرت میں تو نیک و بد اعمال چہروں سے ظاہر ہو ہی جائیں گے کچھ دنیا میں بھی ظہور ہوجاتا ہے بعض

بِالْفُجُوْرِ رَوَى الْبَيْهَقِيُّ الْاَحَادِيْثَ الثَّلٰثَةَ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ ؛ وَ
عَنِ الْمُهَاجِرِ بْنِ حَبِيْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اِنِّيْ لَسْتُ كُلَّ كَلَامِ الْحَكِيْمِ اَتَقَبَّلُ وَ
لٰكِنِّيْ اَتَقَبَّلُ هَمَّهٗ وَهَوَاهُ فَاِنْ كَانَ هَمُّهٗ وَهَوَاهُ فِيْ طَاعَتِيْ
جَعَلْتُ صَمْتَهٗ حَمْدًا لِّيْ وَوَقَارًا وَاِنْ لَّمْ يَتَكَلَّمْ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ

ظلم کے [۱] ان تینوں حدیثوں کو بیہقی نے شعب الایمان میں روایت فرمایا۔ روایت ہے۔
حضرت مہاجر ابن حبیب سے [۱] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ
اللہ تعالٰے فرماتے ہیں کہ میں حکمت والے کا ہر کلام قبول نہیں کرتا لیکن میں اس
کا ارادہ اس کی خواہش قبول کرتا ہوں [۲] تو اگر اس کا ارادہ اور اس کی خواہش میری فرمانبرداری
میں ہو تو اس کی خاموشی کو بھی اپنی حمد اور وقار بنا دیتا ہوں اگرچہ کچھ نہ بولے [۳] (دارمی)

بدکاریوں سے منہ کالا ہو جاتا ہے۔ [۱] یعنی قیامت تک میری امت میں ایسے لوگ پیدا ہوتے رہیں گے۔ جن کے قول اور قسم کے ہوں گے عمل اور طرح کے قول نہایت ہی اچھے ہوں گے عمل نہایت برے لوگ ان کی خوش گفتاری سے دھوکا کھا کر ان کے جال میں پھنس جایا کریں گے چونکہ ان کے قول و فعل میں مطابقت نہ ہوگی اس لئے انہیں منافق فرمایا یعنی منافق عمل رب تعالٰی ہمارے علماء و واعظین کو ہم سب کو نیک اعمال کی توفیق دے۔ [۱] مہاجر بن حبیب غالبًا صحابی ہیں اور یہ حدیث مرسل نہیں مگر آپ کے حالات قطعًا معلوم نہ ہو سکے حتی کہ صاحب مشکوٰۃ نے آپ کا ذکر نہ کیا اپنی کتاب الاکمال میں۔
[۲] یعنی ہماری بارگاہ میں الفاظ مقبول نہیں نیت و ارادہ قبول ہے الفاظ بغیر اخلاص ایسے ہیں جیسے بادام بغیر مغز یا درخت بے پھل یعنی محض بے کار۔ مولانا فرماتے ہیں ؎

ما بروں را ننگریم و قال را　　ما دروں را بنگریم و حال را
قال را بگزار مرد حال شو　　زیر پائے کاملے پامال شو

[۳] یعنی اخلاص والے کی خاموشی بھی عبادت ہے حمد الٰہی ہے اس خاموشی سے لوگوں کو فیض پہنچ جاتا ہے بغیر اخلاص کی گفتگو بھی بے کار ہے ہمارے ہاں پنجاب میں ایک بار مولانا محمد یار صاحب بہاولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے منبر پر بیٹھ کر فرمایا کہ آج ہم نے چپ کا وعظ کرنا ہے یہ کہہ کر خاموش ہو گئے دس منٹ کے بعد لوگوں میں جوش پھیل گیا بعض لوگوں کو غشی بیہوشی طاری ہو گئی اگر زیادہ دیر یہ سلسلہ جاری رہتا تو خطرہ تھا کہ بعض لوگوں کی موت واقع ہو جائے یہ ہے خاموشی والی عبادت بعض بزرگ مراقبہ میں فیض دے دیتے ہیں غرضکہ مصرع

خاموشی مبلغ

بَابُ الْبُكَاءِ وَالْخَوْفِ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ اَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا وَلَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ

رونے اور ڈرنے کا بیان ۱؎ پہلی فصل روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم وہ جانتے جو میں جانتا ہوں ۲؎ تو تم روتے زیادہ اور ہنستے کم ۳؎ (بخاری)

"خموشی معنی دارد کہ در گفتن نمی آید"، بعض لوگ چیخ چیخ کر گلا پھاڑ لیتے ہیں کوئی اثر نہیں ہوتا۔ ۱؎ بکا بغیر ہمزہ کے معنی آنسو بہنا ہے اور بکاء ہمزہ کے ساتھ بمعنی رونا۔ ابکاء باب افعال سے بمعنی کسی دوسرے کو رلانا۔ رونا بہت قسم کا ہے غم سے رونا بہت خوشی سے رونا، عشق رسول یا عشق الٰہی میں رونا، ڈر سے رونا یہاں آخری رونا مراد ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے عذاب کے خوف سے رونا اسی لئے رونے کے ساتھ ڈر کا ذکر فرمایا اپنے حال زار پر رونا بھی اسی آخری رونے میں داخل ہے یہ رونا اللہ کی بڑی رحمت ہے مولانا فرماتے ہیں۔

از پس ہر گریہ آخر خندہ ایست — مرد آخر بیں مبارک بندہ ایست
باش چوں دولاب دائم چشم تر — تا درون صحن تو روید خضر
تا نہ گرید طفل کے جوشد لبن — تا نہ گرید ابر کے خندد چمن

اللہ تعالیٰ تڑپنے پھڑکنے اپنے خوف سے رونے کی توفیق دے۔ بادل روتا ہے تو زمین ہنستا ہے بچہ روتا ہے تو ماں کے پستان میں دودھ جوش مارتا ہے ہمیشہ آنکھوں کے پانی سے ایمان کے کھیت کو سینچو تاکہ یہ باغ ہرا بھرا رہے ۲؎ یعنی قیامت کے خوف وحشت دوزخ کے عذاب اللہ تعالیٰ کی پکڑ عالم غیب کے اسرار جتنے مجھے معلوم ہیں تم کو ان کا لاکھواں حصہ بھی حاصل نہیں۔ نیز تم کو جس قدر علم ہے وہ ہم سے سنکر ہے ہم کو علم ہے دیکھ کر اور دیکھنے سے علم یقینی ہوتا ہے ۳؎ یعنی اگر تم کو وہ چیزیں معلوم ہو جائیں تو تم ہنسنا بھول ہی جاؤ یا ہنسو بہت کم اور ڈرو بہت زیادہ تم پر خوف کا غلبہ ہو جائے اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ ساری مخلوق کا علم حضور کے علم کے سامنے ایسا ہے جیسے سمندر کے آگے قطرہ کیونکہ لو تعلمون میں سارے صحابہ سے خطاب ہے دوسرے یہ کہ حضور کے قلب پاک کو اللہ تعالیٰ نے بڑی برداشت کی طاقت دی ہے کہ اس قدر عذاب وغیرہ کو جانتے بلکہ دیکھتے ہوئے بھی اپنے کو سنبھالے ہوئے ہیں لوگوں سے تعلقات بھی رکھتے ہیں سب سے ملتے جلتے بھی ہیں ہم لوگ تو تارک الدنیا ہو جاتے ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر ہم قرآن مجید پہاڑ پر اتارتے تو وہ بھی اللہ کی ہیبت سے پھٹ جاتا جس سے معلوم ہوا کہ حضور انور کا دل پہاڑ سے زیادہ قوی ہے۔

وَعَنْ اُمِّ الْعَلَاءِ الْاَنْصَارِيَّةِ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا اَدْرِيْ وَاللّٰهِ لَا اَدْرِيْ وَاَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ؛ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُرِضَتْ عَلَيَّ النَّارُ فَرَاَيْتُ فِيْهَا امْرَاَةً مِّنْ

روایت ہے جناب ام العلاء انصاریہ سے ۱ فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی قسم میں نہیں جانتا حالانکہ میں رسول اللہ ہوں کہ میرے ساتھ اور تمہارے ساتھ کیا کیا جاوے گا ۲ (بخاری) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ مجھ پر آگ پیش کی گئی ۳ تو میں نے اس میں

۱ آپ صحابیہ ہیں حضرت خارجہ ابن زید ابن ثابت کی والدہ ہیں یعنی زید ابن ثابت کی بیوی حضور انور کو آپ سے بہت محبت تھی۔

۲ یعنی مجھے خبر نہیں کہ دنیا و آخرت میں رب تعالٰی میرے ساتھ کیا معاملہ کرے گا اور تمہارے ساتھ کیا کرے گا اس حدیث کے متعلق محدثین کے بہت قول ہیں حضرت عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اور وہ آیت قل لا ادری ما یفعل بی ولا بکم منسوخ ہیں اس آیت سے لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک بعض چیزیں قابل نسخ ہوتی ہیں (مرقات) فقیر کے نزدیک یہ آیت یہ حدیث منسوخ نہیں یہاں علم کی نفی نہیں درایت کی نفی ہے درایت کہتے ہیں کوئی چیز اپنے قیاس اٹکل اندازے سے معلوم کرنا علم عام ہے مطلب یہ ہے کہ میں باوجودیکہ نبی ہوں اور نبی کی عقل تمام جہان سے زیادہ ہوتی ہے مگر اپنے یا دوسروں کا انجام میں بھی عقل و قیاس سے معلوم نہیں کرسکتا بلکہ مجھے یہ علم وحی الٰہی سے ہے اس لئے اس آیت کے آخر میں ہے ان اتبع ما یوحیٰ الیّ لہٰذا یہ حدیث دوسری آیات و احادیث کے خلاف نہیں حضور فرماتے ہیں میں اولاد آدم کا سردار ہوں حمد کا جھنڈا قیامت میں میرے ہاتھ ہوگا میں گنہگاروں کی شفاعت کروں گا یا کہ حسن و حسین جنتی جوانوں کے سردار ہیں ابوبکر و عمر جنتی ہیں وغیرہ حضور تا قیامت ہر جنتی و دوزخی کو جانتے پہچانتے ہیں ویکون الرسول علیکم شہیدا ۔ خیال رہے کہ حضرت ام العلاء نے حضرت عثمان ابن مظعون کی وفات پر فرمایا تھا کہ میں گواہی دیتی ہوں کہ تم جنتی ہو اس پر یہ ارشاد عالی ہوا تھا کہ تم محض اپنی عقل سے کیسے یہ کیوں کہہ رہی ہو یہ بات تو میں بھی عقل سے نہیں جان سکتا لہٰذا حدیث واضح ہے۔

۳ ظاہر یہ ہے کہ یہ واقعہ شب معراج کا ہے جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے جنت دوزخ کی سیر فرمائی اور ہر جگہ کے لوگ ملاحظہ کئے ممکن ہے کہ کسی خواب کا واقعہ ہو مگر پہلا احتمال قوی ہے ؎

بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ تُعَذَّبُ فِيْ هِرَّةٍ لَهَا رَبَطَتْهَا فَلَمْ تُطْعِمْهَا وَلَمْ تَدَعْهَا تَأْكُلُ مِنْ خَشَاشِ الْأَرْضِ حَتّٰى مَاتَتْ جُوْعًا وَرَأَيْتُ عَمْرَو بْنَ عَامِرٍ الْخُزَاعِيَّ يَجُرُّ قُصْبَهٗ فِي النَّارِ وَكَانَ أَوَّلَ مَنْ سَيَّبَ السَّوَائِبَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ وَعَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا يَوْمًا فَزِعًا يَقُوْلُ لَا إِلٰهَ

بنی اسرائیل کی ایک عورت کو دیکھا جو اپنی ایک بلی کی وجہ سے عذاب دی جا رہی ہے[۱] جسے اس نے باندھ دیا تھا کہ نہ اسے کھلایا نہ چھوڑا کہ وہ زمین کے کیڑے مکوڑے کھا لیتی حتی کہ بھوک سے مر گئی[۲] اور میں نے عمرو ابن عامر خزاعی کو دیکھا کہ وہ آگ میں انتڑیاں گھسیٹ رہا تھا یہ پہلا وہ شخص ہے جس نے سائبہ جانور ایجاد کئے[۳] (مسلم) روایت ہے حضرت زینب بنت جحش سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک دن ان کے پاس گھبراہٹ میں تشریف لائے فرماتے تھے لا الہ

[۱] یہ عورت بنی اسرائیل کی مومنہ تھی۔ کافرہ نہ تھی اسے اس گناہ کی وجہ سے یہ عذاب ہو رہا تھا (مرقات) معلوم ہوا کہ مومن کو بھی بعض گناہوں کی وجہ سے عذاب ہو جاوے گا حدیث شریف میں ہے کہ چغل خور اور پیشاب کی چھینٹوں سے نہ بچنے والے کو عذاب قبر ہوگا۔
[۲] اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ جانوروں پر ظلم بھی عذاب کا باعث ہے ان کا حق بھی ضرور ادا کرنا چاہئے تو جو انسان خصوصًا مسلمان پر ظلم کریں وہ کیسی سزا کے مستحق ہوں گے۔ دوسرے یہ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی نگاہ آئندہ واقعات کو بھی واقعات کو بھی دیکھتی ہیں مجرموں کا دوزخ میں جانا قیامت کے بعد ہوگا مگر حضور انور نے آج ہی ملاحظہ فرما لیا۔ حضور نے ایک رات جنت میں جاتے ہوئے اپنے آگے حضرت بلال کی جوتوں کی آہٹ سنی یہ آہٹ آج کی نہ تھی بلکہ بعد قیامت جب جنت میں حضور داخل ہوں گے تب حضرت بلال جھڑ بچڑ کرتے آگے ہوں گے وہ آہٹ حضور آج سن رہے ہیں تفسیر یہ کہ حضور لوگوں کے اعمال پر مطلع ہیں کہ کون کیا کرتا ہے۔
[۳] عمرو ابن عامر قبیلہ بنی خزاعہ کا ایک شخص تھا جس نے عرب میں بت پرستی اور بتوں کے نام پر جانور چھوڑنا ایجاد کیا اسے بھی حضور انور نے اسی عذاب میں گرفتار دیکھا۔ سائبہ وہ اونٹنی جو بتوں کے نام پر چھوڑ دی جاوے اس پر کوئی سواری نہ کرے وہ جہاں چاہے چرتی پھرے۔ کوئی اسے روک ٹوک نہ کرے جیسے ہندوؤں کے سانڈ بجار بعض روایات میں عمرو ابن لحی آیا ہے ہو سکتا ہے کہ عامر اس کے باپ کا نام ہو اور لحی اس کے دادا کا نام لہٰذا حدیثوں میں تعارض نہیں والسلام حضور انور نے اسی کو آگ میں جلتے نماز کسوف میں بھی دیکھا ہے۔

اِلَّا اللّٰہُ وَیْلٌ لِّلْعَرَبِ مِنْ شَرٍّ قَدِ اقْتَرَبَ فُتِحَ الْیَوْمَ مِنْ رَدْمِ یَاجُوْجَ وَمَاجُوْجَ مِثْلُ هٰذِہٖ وَحَلَّقَ بِاِصْبَعَیْهِ الْاِبْهَامِ وَالَّتِیْ تَلِیْهَا قَالَتْ زَیْنَبُ فَقُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَفَنَهْلِكُ وَفِیْنَا الصّٰلِحُوْنَ قَالَ نَعَمْ اِذَا كَثُرَ الْخَبَثُ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ وَعَنْ اَبِیْ عَامِرٍ اَوْ اَبِیْ مَالِكٍ الْاَشْعَرِیِّ

الا اللہ عرب کی خرابی ہے اس شر سے جو قریب آگئی ۱؎ آج یاجوج ماجوج کی دیوار سے اس کی برابر کھل گئی ۲؎ اور اپنے انگوٹھے اور اس سے ملی ہوئی انگلی کا حلقہ بنا لیا۔ جناب زینب فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہم ہلاک کردیئے جاویں گے۔ حالانکہ ہم میں نیک لوگ ہوں ۳؎ فرمایا ہاں جب کہ خباثت بڑھ جاوے ۴؎ (مسلم بخاری) روایت ہے ابوعامر یا ابومالک اشعری سے ۵؎

۱؎ اس شر سے مراد وہ جنگیں اور فتنے ہیں جو حضور انور بلکہ عہد فاروقی کے بعد عرب میں ظاہر ہوئے حضور نے وہ اپنی آنکھوں سے دیکھے حضور کی یہ گھبراہٹ ان لوگوں پر شفقت کی وجہ سے تھی (اشعہ)

۲؎ یہ دوسری آفت کی خبر ہے دیوار سے مراد وہ آہنی دیوار ہے جو سکندر ذوالقرنین نے قوم یاجوج ماجوج کو بند کرنے کے لئے دو پہاڑوں کے درمیان بنائی تاکہ وہ لوگ اس دنیا میں نہ آسکیں یاجوج ماجوج کافر انسان ہیں جو بہت قوی بڑے جسامت والے قدآور ہیں قریب قیامت یہ دیوار گرے گی اور یاجوج ماجوج نکل کر اس دنیا میں آکر آفت ڈھادیں گے آج اس دیوار میں سوراخ ہوجانا اس کے گرنے کا قرب بتاتا ہے یہ بھی علامت قیامت ہے اس سے پتہ لگا کہ حضور کی نظر سامنے جہان پر ہے کہ مدینہ منورہ میں رہتے ہوئے یاجوج ماجوج کی دیوار اس کا سوراخ ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ اس سے مراد چنگیزی ترکوں کا نکلنا ہے دنیا خصوصًا اہل عراق کا ان کے ہاتھوں ہلاک ہونے کی طرف اشارہ ہے (اشعہ) مگر پہلے معنی قوی تر ہیں

۳؎ یہ سوال پہلے فرمان کے متعلق ہے کہ حضور نے فرمایا شر قریب آگئی سوال کا مقصد یہ ہے کہ ہم اہل عرب میں مؤمنین صالحین ہیں اور رہیں گے تو کیا ان کے ہوتے ہوئے عرب میں یہ شر پھیل جاوے گی۔

۴؎ یعنی جب مسلمانوں میں فسق و فجور عام ہوجاوے تو نیک بندوں کی موجودگی انہیں ان آفات سے بچا نہ سکے گی کبھی نیک لوگوں کی نیکی بروں کو عذاب سے بچا لیتی ہے اور کبھی بروں کی کثرت نیکوں کو عذاب میں گرفتار کردیتی ہے

۵؎ ابوعامر اشعری حضرت ابوموسیٰ اشعری کے چچا ہیں صحابی ہیں غزوۂ حنین میں شہید ہوئے اور ابومالک اشجعی بھی کہتے ہیں یہ بھی صحابی ہیں چونکہ سارے صحابہ عادل ہیں اس لئے ان کے نام میں تردد سے حدیث کی صحت پر اثر نہیں پڑتا۔

قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَيَكُوْنَنَّ مِنْ اُمَّتِيْ اَقْوَامٌ يَسْتَحِلُّوْنَ الْخَزَّ وَالْحَرِيْرَ وَالْخَمْرَ وَالْمَعَازِفَ وَلَيَنْزِلَنَّ اَقْوَامٌ اِلٰى جَنْبِ عَلَمٍ يَرُوْحُ عَلَيْهِمْ بِسَارِحَةٍ لَهُمْ يَاْتِيْهِمْ رَجُلٌ لِحَاجَةٍ فَيَقُوْلُوْنَ ارْجِعْ اِلَيْنَا غَدًا فَيُبَيِّتُهُمُ اللّٰهُ وَيَضَعُ الْعَلَمَ وَيَمْسَخُ اٰخَرِيْنَ قِرَدَةً وَّخَنَازِيْرَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَفِيْ بَعْضِ

فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ میری امت میں وہ قومیں ہوں گی جو موٹے پتلے ریشم ۱؎ اور شراب باجوں کو حلال سمجھ لیں گی ۲؎ اور کچھ قومیں ایک پہاڑی کے برابر اتریں گی جب ان پر ان کے جانور آئیں گے ۳؎ ان کے پاس ایک شخص کسی کام کے لئے آئیگا وہ کہیں گے ہمارے پاس کل لوٹ کر آنا ۴؎ پھر اللہ انہیں رات میں ہلاک کر دیگا اور پہاڑ گرا دیگا ۵؎ اور دوسروں کو بندر سؤروں میں مسخ کر دے گا ۶؎ قیامت کے دن تک ۷؎ (بخاری) اور مصابیح

۱؎ خز موٹا ریشم۔ حریر باریک ریشم مرد کے لئے دونوں حرام ہیں۔ ۲؎ معازف بنا ہے عزف سے بمعنی جنات کی یا ہوا کی آواز اصطلاح میں باجہ کی آواز کہ یا اس آواز کو جس کے ذریعہ سے انسانی آواز کو اچھا بنایا جاوے معازف یا ملاہی کہتے ہیں یعنی میری امت میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو ان محرمات کو حلال ہی جان لیں گے یا حلال کی طرح بے دھڑک استعمال کریں گے یا ان چیزوں کی حلت کے لئے تاویلیں کریں گے مثلاً کہیں گے کہ ریشم اگر جسم سے متصل ہو تو حرام ہے ورنہ نہیں ہم نے کرتا سوتی پہنا ہے اوپر سے اچکن ریشمی ہے۔ یا کہیں گے کہ باجے وغیرہ قوالی میں حلال ہیں مجازی عشق کے لئے باجے حرام ہیں ہم تو اللہ رسول کے عشق کے لئے سنتے ہیں وغیرہ (مرقات) ۳؎ یعنی یہ لوگ بڑے امیر ہونگے پہاڑوں پر اپنی کوٹھیاں بنائیں گے ان کے پاس بہت نوکر جانور ہوں گے ان کے نوکر دن پھر ان کے جانور چرا کر شام کو واپس لایا کریں گے۔ ۴؎ یعنی یہ لوگ متکبر اور کنجوس و بخیل ہونگے کہ ان کے پاس کوئی حاجتمند اپنی حاجت کے لئے آویگا تو اسے ٹالنے کیلئے کہہ دینگے کہ کل آنا ۵؎ یعنی رات میں ان پر غیبی آواز آجاویگا جس سے ان کے بعض لوگ ہلاک ہو جائیں گے اور بعض پر یہ ہی پہاڑ گر پڑے گا جس سے دب کر یہ لوگ ہلاک ہو جائیں گے اور بعض کا وہ حال ہوگا جو آگے مذکور ہے غرضکہ یہ لوگ تین حصہ ہو کر عذاب الٰہی میں گرفتار ہوں گے۔

۶؎ اس سے معلوم ہوا کہ حضور کی امت کے کچھ لوگوں پر قریب قیامت غیبی عذاب بھی آئینگے اور کچھ لوگ بندر سور بھی بنیں گے جہاں ارشاد ہے کہ اس امت پر عذاب نہ آوے گا وہاں عام عذاب مراد ہے ۷؎ اس لفظ کے تین مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ وہ لوگ روز قیامت تک اس عذاب میں مبتلا رہیں گے یہ عذاب عارضی نہ ہوگا دائمی ہوگا یعنی اس کا تعلق مسخ سے نہیں عذاب سے ہے۔

نُسَخِ الْمَصَابِيْحِ الْحِرَ بِالْحَاءِ وَالرَّاءِ الْمُهْمَلَتَيْنِ وَهُوَ تَصْحِيْفٌ وَ إِنَّمَا هُوَ بِالْخَاءِ وَالزَّايِ الْمُعْجَمَتَيْنِ نَصَّ عَلَيْهِ الْحُمَيْدِيُّ وَابْنُ الْأَثِيْرِ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ وَفِيْ كِتَابِ الْحُمَيْدِيِّ عَنِ الْبُخَارِيِّ وَكَذَا فِيْ شَرْحِهِ لِلْخَطَّابِيِّ تَرُوْحُ عَلَيْهِمْ سَارِحَةٌ لَهُمْ يَأْتِيْهِمْ لِحَاجَةٍ. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَنْزَلَ اللهُ بِقَوْمٍ عَذَابًا أَصَابَ الْعَذَابُ مَنْ كَانَ فِيْهِمْ ثُمَّ بُعِثُوْا عَلٰى

کے بعض نسخوں میں ہے حرح بے نقطہ ح اور رے سے لہ یہ غلط ہے وہ خ اور ز نقطہ والے سے ہے اس کی اسی حدیث میں حمیدی اور ابن اثیر نے تصریح کی اور کتاب حمیدی میں ہے بخاری سے اور یوں ہی خطابی نے شرح بخاری میں کہا تروح علیھم سارحۃ لھم ۳ روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جب اللہ کسی قوم پر عذاب اوتارتا ہے ان سب پر عذاب بھیج دیتا ہے جو ان میں ہوں لہ پھر اپنے اعمال کے

دوسرے یہ کہ وہ لوگ قیامت کے دن اسی مسخ شدہ صورت میں اٹھیں گے بندروں سوروں کی شکل میں یا قیامت سے مراد ان کی موت کا دن ہے کہ موت بھی ایک طرح کی قیامت ہی ہے یعنی وہ لوگ مرتے دم تک بندر سور رہیں گے۔ لہٰذا حدیث ظاہر ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ لوگ قیامت تک زندہ رہیں اور بندر سور بنے رہیں گے۔

لہ حرح کے کسرہ اور رے کے سکون سے بمعنی فرج یعنی زنا کو حلال سمجھ لیں گے کہ بے دھڑک زنا کریں گے ان کے نزدیک زنا عیب ہی نہ ہوگا۔ ۲ مگر شیخ ابن حجر نے فرمایا کہ بخاری کے بعض نسخوں میں حرح کے کسرہ اور رے کے سکون سے ہے معلوم ہوا کہ دونوں لفظ حدیث میں وارد ہیں (اشعہ) آج کل یہ عیوب مسلمانوں کے امیر گھرانوں میں پہنچ رہے ہیں۔ ۳ یعنی اس روایت میں بسارحۃ ب کے ساتھ نہیں ہے صرف سارحۃ ہے مطلب وہ ہی ہے جو ابھی عرض کیا گیا۔ سارحۃ وہ جانور جو جنگل چرنے جائیں۔ یہاں بھی یاتیھم کا فاعل ہے رجل یعنی محتاج ہے مطلب وہ ہی ہے کہ ان کے پاس کوئی محتاج آدمی اپنی حاجت لے کر آوے اس حدیث میں اس قوم کی تین صفات بیان ہوئیں وہ بنگلوں کوٹھیوں کے مالک ہوں گے ان کے پاس دودھ وغیرہ کے جانور بہت ہوں گے جنہیں جنگل میں چرانے کے لئے ان کے نوکر چاکر لے جایا کریں گے وہ بڑے بخیل و کنجوس ہوں گے ۴ یعنی جب کسی قوم پر عذاب آتا ہے تو صرف گنہگاروں پر ہی نہیں آتا بلکہ گنہگار نیک کار جو بھی وہاں ہوں سب پر آتا ہے جب چکی چلتی ہے تو گندم اور اس میں رہنے والے گھن سب کو ہی پیس ڈالتی ہے۔ خیال رہے کہ یہ قانون

أَعْمَالِهِمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۞ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُبْعَثُ كُلُّ عَبْدٍ عَلٰى مَامَاتَ عَلَيْهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۞ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا رَأَيْتُ مِثْلَ النَّارِ نَامَ هَارِبُهَا وَلَا مِثْلَ الْجَنَّةِ نَامَ طَالِبُهَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَعَنْ أَبِيْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اٹھائے جائیں گے لہ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر بندہ اس پر اٹھایا جاوے گا جس پر مرے گا ۲ (مسلم) دوسری فصل روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ میں نے دوزخ کی طرح نہ دیکھا جس سے بھاگنے والا سو رہا ہے اور نہ جنت کی مثل جس کا طلبگار ہو رہا ہے (ترمذی) روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے

کلی نہیں ہے کبھی نیکوں کو بچا بھی لیا جاتا ہے۔ کبھی وہاں سے نیکوں کو نکال دیا جاتا ہے۔ رب فرماتا ہے واخرجنا منہما من کان فیہا من المومنین ؛

لہ یعنی ان بے قصور نیک لوگوں کو کل قیامت میں اس تکلیف کی جزا دے دی جاوے گی جو انہیں بے قصور پہنچ گئی۔ جیسے باغیوں کی بستیوں پر حکومت بم باری کرے جس سے حکومت کے وفاداروں کے مکانات جائدادیں تباہ ہو جاویں تو انہیں کا معاوضہ دے دیا جاتا ہے۔

۲ یعنی اعتبار خاتمہ کا ہے اگر کوئی کفر پر مرے تو کفر پر ہی اٹھے گا۔ اگرچہ زندگی میں مومن رہا ہو۔ اور اگر ایمان پر مرے تو ایمان پر اٹھے گا۔ اگرچہ زندگی بھر کافر رہا ہو۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ انسان جو مشغلہ زندگی میں کرے گا۔ اسی پر ان شاء اللہ مرے گا۔ اور جس پر مرے گا۔ اسی پر اٹھے گا۔ ان شاء اللہ ذاکرین ذکر الٰہی کرتے ہوئے اٹھیں گے شاغلین یار کے شغل میں واصلین وصال میں۔ کاملین کمال میں۔ حتی کہ بلال اذان دیتے ہوئے اٹھیں گے اللہ تعالیٰ زندگی میں اچھا شغل عطا کرے ای پر موت دے۔

۳ یہ فرمان عالی اظہار تعجب کے لئے ہے کہ دوزخ بڑی ہی خطرناک چیز ہے مگر لوگ اس سے بچنے کی فکر نہیں کرتے صرف منہ سے خوف کا اظہار کرتے ہیں جنت بڑی ہی اعلیٰ نعمت ہے مگر لوگ اس کے حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتے صرف زبانی رغبت ہی کرتے ہیں اس بیماری میں ہم سب ہی گرفتار ہیں۔

إِنِّي أَرَىٰ مَا لَا تَرَوْنَ وَأَسْمَعُ مَا لَا تَسْمَعُونَ أَطَّتِ السَّمَاءُ وَحُقَّ لَهَا
أَنْ تَئِطَّ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا فِيهَا مَوْضِعُ أَرْبَعِ أَصَابِعَ إِلَّا
وَمَلَكٌ وَاضِعٌ جَبْهَتَهُ سَاجِدًا لِلّٰهِ وَاللّٰهِ لَوْ تَعْلَمُونَ مَا أَعْلَمُ
لَضَحِكْتُمْ قَلِيلًا وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيرًا وَمَا تَلَذَّذْتُمْ بِالنِّسَاءِ عَلَى
الْفُرُشَاتِ وَلَخَرَجْتُمْ إِلَى الصُّعُدَاتِ تَجْأَرُونَ إِلَى اللّٰهِ قَالَ

کہ میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے ۱؎ آسمان چرچرا رہا ہے اور اس کا حق ہے کہ چرچرائے ۲؎ اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ آسمانوں میں چار انگل جگہ مگر فرشتہ وہاں اپنی پیشانی رکھے ہوئے اللہ کو سجدہ کرتے ہوئے ۳؎ اللہ کی قسم اگر تم وہ چیزیں جانتے جو میں جانتا ہوں تو تم ہنستے تھوڑا روتے بہت اور بیویوں سے بستروں پر لذت حاصل نہ کرتے ۴؎ اور اللہ کی پناہ لیتے ہوئے جنگلوں کی طرف نکل جاتے ۵؎ ابوذر کہتے

۱؎ معلوم ہوا کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی نگاہ غیبی چیزیں دیکھتی ہے اور حضور کے کان غیبی آوازیں سنتے ہیں جس نگاہ سے اللہ تعالٰی ہی نہ چھپا اس سے اور کیا چیز چھپے گی۔ ؎

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا   جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

مالا تدون میں ما عام ہے ہر غیبی چیز حضور پر ظاہر ہے ۲؎ اطت بنا ہے اطیط سے اطیط کے معنی چرچرانا بھی ہے اور رونا بھی اور مطلقًا آواز بھی یہاں تینوں معنی بن سکتے ہیں فرشتوں کے بوجھ سے چرچراتا جیسے اونٹ کا بھرا ہوا پالان بوجھ سے چرچر کرتا ہے یا خوف الٰہی میں روتا ہے فرشتوں کی تسبیح و تہلیل سن کر یا خود اللہ کا ذکر اس کی تسبیح و تہلیل کرتا ہے فرشتوں کے ساتھ (مرقات۔ اشعہ) غرض کہ آسمان آواز ضرور کر رہا ہے اس لئے اس کے لئے سننا فرمایا گیا کہ میں وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے آسمان کی یہ آوازیں سن رہا ہوں۔ ۳؎ ظاہر یہ ہے کہ یہاں سجدہ کرنے والے فرشتوں کی کثرت کا ذکر ہے کہ آسمان کا ایک چپہ فرشتے کی پیشانی سے خالی نہیں۔ رکوع۔ قیام قعود والے فرشتے ان کے سوا ہیں رب تعالٰے نے فرشتوں کا قول نقل فرمایا ما منا الا لہ مقام معلوم سجدہ والوں کی جگہ اور ہے رکوع۔ قیام والوں کی جگہ اور ۴؎ اس سے حضور کے تحمل و برداشت کا پتہ لگتا ہے کہ حضور یہ سب کچھ دیکھتے ہوئے پھر بھی دنیا و دین دونوں سنبھالتے ہوئے ہیں ۵؎ صعدات جمع ہے صعید کی یعنی زمین کی ظاہری مٹی اس سے مراد ہے جنگل جہاں سفیدہ زمین اور مٹی ہی ہوتی ہے مکان پہاڑ وغیرہ یہاں نہیں ہوتے یعنی تم خوف و ڈر کی وجہ سے آبادیوں میں رہنا آرام کرنا بھول جاتے جنگلوں میں چیختے روتے پھرتے منزلیں بہت بھاری ہیں؛

أَبُو ذَرٍّ يَا لَيْتَنِي كُنْتُ شَجَرَةً تُعْضَدُ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ ۞ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ خَافَ أَدْلَجَ وَمَنْ أَدْلَجَ بَلَغَ الْمَنْزِلَ أَلَا إِنَّ سِلْعَةَ اللّٰهِ غَالِيَةٌ أَلَا إِنَّ سِلْعَةَ اللّٰهِ الْجَنَّةُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ۞ وَعَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَقُولُ اللّٰهُ جَلَّ ذِكْرُهُ أَخْرِجُوا مِنَ

لگے ہائے کاش کہ میں درخت ہوتا جو کاٹ دیا جاتا [۱] (احمد۔ ترمذی۔ ابن ماجہ)

روایت ہے حضرت ابوھریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو ڈرتا ہے وہ اندھیرے اٹھتا ہے جو اندھیرے اٹھتا ہے وہ منزل پر پہونچ جاتا ہے [۲] خبردار اللہ کا سودا مہنگا ہے خبردار اللہ کا سودا جنت ہے [۳] (ترمذی) روایت ہے حضرت انس سے وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ آگ سے اسے نکال لو

[۱] یہ دردناک تمنا راوی حدیث حضرت ابوذر کی ہے بعض صحابہ فرماتے تھے کہ کاش میں جانور ہوتا جسے ذبح کرکے کھا لیا جاتا بعض فرماتے تھے کاش میں چڑیا ہوتا کہ جہاں چاہتا بیٹھتا مطلب یہ ہے کہ میں تو انسان ہوتا جو احکام کے مکلف ہیں اور گناہ کرتے ہیں یہ ان لوگوں کا خوف ہے جن کے جنتی ہونے کی خبر قرآن کریم اور صاحب قرآن نے دیدی ہے اب سوچو کہ ہم کس شمار میں ہیں بات یہ ہے کہ جتنا قرب زیادہ اتنا ہی خوف زیادہ اللہ اپنا خوف عطا کرے [۲] یعنی جو دشمن کے شب خون مارنے کا اندیشہ کرتا ہے وہ جنگل میں رات غفلت سے نہیں گزارتا ورنہ مارا جاتا ہے لٹ جاتا ہے شیطان شب خون مارنے والا دشمن ہے ہم دنیا میں راہ آخرت طے کرنے والے مسافر ہیں ایمان کی دولت ہمارے پاس ہے یہاں غفلت نہ کرو ورنہ لٹ جاؤ گے [۳] اس فرمان عالی میں اس آیت کریمہ کی طرف اشارہ ہے ان اللہ اشتری من المومنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ یعنی سودا ہے رب تعالیٰ فروخت فرمانے والا ہے ہم خریدار ہیں ہمارے مال جان اس سودے کی قیمت ہے اس کا عکس یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ خریدار ہے ہمارے جان و مال سودے ہیں جنت اس کی قیمت ہے اگر جان دے کر بھی یہ سودا مل جاوے تو سستا ہے مگر ہمارا حال یہ ہے ؎

وہ تو نہایت سستا سودا بیچ رہے ہیں جنت کا
ہم مفلس کیا مول چکائیں ہاتھ ہی اپنا خالی ہے

اللہ تعالیٰ ہم محتاجوں کو اپنے محبوب کے نام کی خیرات دے دے فقیروں بھکاریوں سے قیمت نہیں مانگی جاتی اس پر ہر کرم کریلانہ ہوتا ہے ؎

چہ باشد کہ مشتے گدایان خیل
بیایند دارالسلام از طفیل

النَّارِ مَنْ ذَكَرَنِي يَوْمًا أَوْخَافَنِي فِي مَقَامٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي كِتَابِ الْبَعْثِ وَالنُّشُوْرِ ۔ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَا اٰتَوْا وَقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَهُمُ الَّذِيْنَ يَشْرَبُوْنَ الْخَمْرَ وَيَسْرِقُوْنَ قَالَ لَا يَا ابْنَتَ الصِّدِّيْقِ وَلٰكِنَّهُمُ الَّذِيْنَ يَصُوْمُوْنَ وَيُصَلُّوْنَ وَيَتَصَدَّقُوْنَ وَهُمْ يَخَافُوْنَ اَنْ لَّا يُقْبَلَ مِنْهُمْ اُولٰٓئِكَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرَاتِ ۔

جس نے مجھے ایک دن یاد کیا ہو یا ایک جگہ میں مجھ سے خوف کیا ہو [۱] (ترمذی ۔ بیہقی ۔ کتاب البعث والنشور) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کریمہ کے متعلق پوچھا کہ وہ لوگ کہ جو کچھ کریں ان کے دل ڈرتے کیا وہ وہ لوگ ہیں جو شراب پیتے ہیں اور چوری کرتے ہیں [۲] فرمایا نہیں اے صدیق کی بیٹی [۳] لیکن یہ وہ لوگ ہیں جو روزے رکھتے نمازیں پڑھتے اور صدقات دیتے ہیں اور وہ ڈرتے ہیں کہ ان کا عمل قبول نہ ہو [۴] یہ لوگ بھلائیوں سے جلدی کرتے ہیں [۵]

یعنی یا رسول اگر ہم جیسے مٹھی بھر فقیر آپ کے طفیل جنت میں پہنچ جاویں تو تمہارا کیا بگڑتا ہے ہمارا بھلا ہو جاویگا ۔ [۱] من سے مراد مسلمان مخلص ہے اور خوف سے مراد دل کا ڈر ہے اس کے عمل کے ہے یعنی جو مسلمان عمر بھر میں ایک بار بھی مجھ سے ڈرا ہو اور ڈر کر گناہ سے توبہ کرلی ہو یا جسے میں ایک بار بھی گناہ کرتے وقت یاد آگیا ہوں اور اس یاد کی وجہ سے وہ گناہ سے باز رہا ہو اسے دوزخ سے نکال دیا بچالو یہ فرمان عالی اس آیت شریفہ کی تفسیر بھی ہو سکتی ہے واما من خاف مقام ربہ ونہی النفس عن الھوی فان الجنۃ ھی الماوی [۲] یوتون ایتان سے بھی بن سکتا ہے بمعنی آنا ۔ فنا ۔ کرنا اور ایتاء سے بھی بمعنی دینا خیرات کرنا حضرت ام المومنین کا یہ سوال شریف اسی بنا پر ہے کہ وہ یوتون کو ایتان سے بنا رہی ہے اور مطلب یہ قرار دیتی ہیں کہ وہ لوگ جو کرتے ہیں کام رب سے ڈرتے ہوئے کام سے برے کام مراد لیتی ہیں (لمعات) یعنی جو برے کام کرتے ہیں رب سے ڈرتے ہوئے ۔ لہذا خوف خدا گناہ کے وقت چاہیے [۳] جواب شریف کا مطلب یہ کہ یوتون میں دونوں احتمال ہیں اور اسکا مطلب یہ ہے کہ اس کیلئے جنت کا دروازہ کھل جاتا ہے [۴] یعنی یہاں یوتون بنا ہے ایتان بمعنی لانے کرنے سے مگر اس سے مراد ہے نیک عمل بدنی ہو یا مالی یعنی جو نیک کام کرتے ہیں پھر بھی ڈرتے ہیں کہ شاید قبول نہ ہو [۵] مطلب یہ ہے کہ عبارت اولئك یسارعون الخ بتا رہی ہے کہ یہاں نیک اعمال مطلوب ہیں ۔ وہ لوگ اس خوف کی وجہ سے نیکیاں زیادہ کرتے ہیں خلاصہ یہ ہے کہ ستی لوگ گناہ بھی نہیں کرتے نیکیاں کرتے ہیں اور ساتھ ہی ڈرتے

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ ❊ وَعَنْ أُبَيِّ ابْنِ كَعْبٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا ذَهَبَ ثُلُثَا اللَّيْلِ قَامَ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوا اللّٰهَ اذْكُرُوا اللّٰهَ جَاءَتِ الرَّاجِفَةُ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ جَاءَ الْمَوْتُ بِمَا فِيهِ جَاءَ الْمَوْتُ بِمَا فِيهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ❊ وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِصَلٰوةٍ فَرَأَى النَّاسَ كَأَنَّهُمْ يَكْتَشِرُونَ قَالَ أَمَا إِنَّكُمْ لَوْ أَكْثَرْتُمْ ذِكْرَ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ

(ترمذی۔ ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابی ابن کعب سے فرماتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم جب رات کے دو تہائی حصے گزر جاتے ہیں تو اٹھتے فرماتے اے لوگو اللہ کا ذکر کرو اللہ کا ذکر کرو لے دینے والی چیز آن پہونچی جس سے متصل پیچھے آنے والی آپہونچی لہ موت آپہونچی موت مع ان تکالیف کے جو اس میں ہے ۲ (ترمذی) روایت ہے حضرت ابوسعید سے فرماتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے تشریف لائے ۳ تو لوگوں کو دیکھا گویا وہ ہنس رہے ہیں ۴ فرمایا اگر تم لذتیں ختم کرنے والی موت کا ذکر زیادہ کیا کرو تو وہ تم کو

ہیں کرنا اور ڈرنا ان کی صفت ذکر کرنا اور اکڑنا فساق کا کام ہے ؎

زاہداں از گناہ توبہ کنند عارفاں از عبادت استغفار

لہ اس واقعہ سے تین مسئلہ معلوم ہوئے ایک یہ کہ تہجد کے لئے دو تہائی رات کے بعد اٹھنا چاہیئے اس سے پہلے نہیں دوسرے یہ کہ اپنے خاص خدام خاص گھر والوں کو بھی جگانا چاہیئے تیسرے یہ کہ اس وقت عبادت کی ترغیب کے لئے انہیں ڈرانا یا اللہ کی رحمت سے امید دلانا بہت اچھا ہے ۲ راجفہ سے مراد ہے قیامت کا پہلا نفخہ چونکہ اس نفخہ سے زمین میں سخت زلزلہ پڑ جاوے گا اور رادفہ سے مراد ہے دوسرا نفخہ جس سے مردے جی اٹھیں گے یعنی قیامت قریب ہے جو کرنا ہے کر لو ۳ موت ہر شخص کی چھوٹی قیامت ہے اور بڑی قیامت کی دلیل اس کی تکالیف بیان سے باہر ہیں مطلب یہ ہے کہ موت سر پر کھڑی ہے اعمال میں جلدی کرو اعلیحضرت قدس سرہ نے فرمایا ؎

اوڑتے چاند جو صلتی چاندنی جو ہو سکے کر لے اندھیرا پاکھ آتا ہے یہ دو دن کی اجالی ہے۔

۴ غالباً نماز سے مراد نماز جنازہ ہے اگلا مضمون یہی بتا رہا ہے (مرقات) جنازہ کے ساتھ جاتے ہوئے اور وہاں سے لوٹتے ہوئے

لَشَغَلَكُمْ عَمَّا أَرَى الْمَوْتُ فَأَكْثِرُوا ذِكْرَ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ الْمَوْتِ فَإِنَّهُ لَمْ يَأْتِ عَلَى الْقَبْرِ يَوْمٌ إِلَّا تَكَلَّمَ فَيَقُولُ أَنَا بَيْتُ الْغُرْبَةِ وَأَنَا بَيْتُ الْوَحْدَةِ وَأَنَا بَيْتُ التُّرَابِ وَأَنَا بَيْتُ الدُّوْدِ وَإِذَا دُفِنَ الْعَبْدُ الْمُؤْمِنُ قَالَ لَهُ الْقَبْرُ لَا مَرْحَبًا وَأَهْلًا أَمَا أَنْ كُنْتَ لَأَحَبَّ مَنْ يَمْشِي عَلَى ظَهْرِي إِلَيَّ فَإِذْ وُلِّيتُكَ الْيَوْمَ وَصِرْتَ إِلَيَّ فَسَتَرَى

اس سے روک دے جو میں دیکھ رہا ہوں[1] تو لذتیں ختم کر دینے والی موت کا ذکر زیادہ کیا کرو کیونکہ قبر پر کوئی دن نہیں آتا مگر وہ کلام کرتی ہے تو کہتی ہے[2] کہ میں مسافری کا گھر ہوں میں تنہائی کا گھر ہوں میں مٹی کا گھر ہوں اور میں کیڑوں کا گھر ہوں[3] اور جب بندہ مومن دفن کیا جاتا ہے تو اس سے قبر کہتی ہے تو خوب ہی آیا تو اپنے گھر میں آیا[4] جو لوگ میری پیٹھ پر چلتے ہیں ان سب میں تو بہت پیارا تھا[5] اب جبکہ آج میں تیری والی بنائی ہوں اور میرے پاس لوٹا تو تو دیکھ

ہنسنا ممنوع ہے[۵] یکتشرون کا مادہ کشر ہے بمعنی دانت ظاہر ہونا ہنسنے کو اکثر اسی لئے کہتے ہیں کہ اس میں دانت ظاہر ہو جاتے ہیں تبسم کو کشر نہیں کہا جاتا۔[1] یعنی تم ویسے ہی موت کا ذکر چاہیئے خصوصًا میت کے ساتھ جاتے وہاں سے لوٹتے ہوئے زیادہ چاہیئے۔ ہ

کلیاں من میں سوچتی ہیں جب کلی کوئی کملاوت ہے | جو دن ان پہ بیت گیا وہ کل ہم پر بھی آوت ہے
مالی آیا باغ میں اور کلیاں کریں پکار | کھل کھل سب توڑ لو کل ہم ری ہے بار

[2] ان جیسی احادیث میں قبر سے مراد برزخ کا عالم ہے خواہ اس قبر کی شکل میں ہو یا کسی اور شکل میں (مرقات) ہم اس کی تحقیق مرآت جلد اول میں باب عذاب قبر کی شرح میں کر چکے ہیں [3] لہذا قبر میں واحد قہار کا کرم ہی کام آوے گا تم لوگ دنیا میں اپنے کو مسافر سمجھو تمہاری حقیقت مٹی بھر مٹی ہے کسی بات پہ فخر و شیخی نہ کرو چونکہ تم کو دنیا سے کھانا ہے لہذا کھانے پینے میں حرام حلال کا خیال رکھو کہ انجام فنا ہے۔ قبر عمل کا صندوق ہے اس قبر میں جا کے گوشت گل سڑ کر کیڑے بنے گا جو اولًا ہمارے اعضاء کھائیں گے پھر کیڑے ایک دوسرے کو کھائیں گے ان حالات سے حضرات انبیاء و شہداء اور اولیاء علماء عاملین علیحدہ ہیں کیونکہ علماء کی روشنائی شہداء کے خون سے افضل ہے (مرقات)

جب شہید کا خون پاک ہے تو علماء کی روشنائی کا کیا پوچھنا اس روشنائی سے دین قائم ہے اسلئے یہ حضرات ان احکام سے علیحدہ ہیں ہ

اندھیرا گھر اکیلی جان دم گھٹتا دل اکتاتا ! | خدا کو یاد کر پیارے وہ ساعت آنے والی ہے !

[4] یعنی اے مردہ مومن بظاہر تیری قبر ہوں مگر درحقیقت تیرا گھر ہوں جیسے انسان اپنے گھر میں اجنبی نہیں ہوتا خوش و خرم رہتا ہے تو بھی یہاں اجنبی نہیں۔ [5] کیونکہ تو زندگی میں مجھ پر اللہ کی عبادت کرتا تھا جس سے میں

صَنِيعِي بِكَ قَالَ فَيَتَّسِعُ لَهُ مَدَّ بَصَرِهِ وَيُفْتَحُ لَهُ بَابٌ إِلَى الْجَنَّةِ وَ
وَإِذَا دُفِنَ الْعَبْدُ الْفَاجِرُ أَوِ الْكَافِرُ قَالَ لَهُ الْقَبْرُ لَا مَرْحَبًا وَلَا
أَهْلًا أَمَا إِنْ كُنْتَ لَأَبْغَضَ مَنْ يَمْشِي عَلَى ظَهْرِي إِلَيَّ فَإِذْ وُلِّيتُكَ
الْيَوْمَ وَصِرْتَ إِلَيَّ فَسَتَرَى صَنِيعِي بِكَ قَالَ فَيَلْتَئِمُ عَلَيْهِ حَتَّى
تَخْتَلِفَ أَضْلَاعُهُ قَالَ وَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
بِأَصَابِعِهِ فَأَدْخَلَ بَعْضَهَا فِي جَوْفِ بَعْضٍ قَالَ وَيُقَيَّضُ لَهُ سَبْعُونَ

لے گا میرا برتاؤ اپنے ساتھ [1] فرمایا پھر قبر تا حد نظر فراخ ہو جاتی ہے اور جب بدکار یا کافر بندہ دفن کیا جاتا ہے تو اس سے قبر کہتی ہے کہ نہ تو خوش آمدید ہے نہ تو گھر میں آیا [2] تو مجھے ان سب میں سے زیادہ ناپسند تھا جو میری پشت پر چلتے تھے [3] تو آج جب کہ میں تیری والی بنائی گئی اور تو میری طرف رہا تو میرا معاملہ اپنے ساتھ دیکھ لینا [4] فرماتے ہیں کہ پھر قبر اس سے سکڑ جاتی ہے حتی کہ مردہ کی پسلیاں ادھر کی ادھر ہو جاتی ہیں [5] فرماتے ہیں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلیوں سے اشارہ کیا تو بعض کو بعض کے اندر داخل کر دیا فرماتے ہیں اور اس پر ستر [6] چھلے

خوشی ہوتی تھی معلوم ہوا کہ مومن بندہ زمین کو بھی پیارا ہوتا ہے۔ [2] یعنی میری پشت پر رہکر تو نے مجھے خوش کیا اب جب تو میرے پیٹ میں آیا ہے تو میں تجھے خوش کروں گی معلوم ہوا کہ نیک بندے سے ساری روئے زمین خوش رہتی ہے [3] یعنی اے کافر تو اپنے گھر سے سفر میں آیا ہے کیونکہ کافر کا گھر دنیا ہے اور مومن کا گھر آخرت لہذا مومن مرکر اپنے گھر میں جاتا ہے کافر مرکر گھر سے جاتا ہے کافر کی موت بچھڑنے کا ذریعہ ہے مومن کی موت ملنے کا ذریعہ مومن ہنستا ہوا مرتا ہے کافر روتا ہوا۔ ع یار غمزاں رود و بجانب یار۔ خیال رہے کہ قرآن و حدیث میں مومن و کافر کی جزا و سزا کا ذکر ہوتا ہے گنہگاروں کا ذکر نہیں ہوتا ان کی پردہ پوشی کیلئے اور تاکہ گنہگار امید و ڈر کے درمیان رہیں درجات [4] یعنی تو میری پشت پر تو شرک کفر و گناہ کرتا تھا جس سے مجھے سخت تکلیف ہوتی تھی معلوم ہوا کہ انسان کے کفر و گناہ سے زمین بلکہ ہر چیز کو تکلیف ہوتی ہے [5] اس فرمان عالی سے معلوم ہوا کہ زمین اور فرشتوں کو رب تعالیٰ کی طرف سے سزا دینے کا اختیار ملتا ہے وہ باختیار سزا دیتے ہیں ورنہ ذلت اور صنیعی کے کچھ معنی نہ ہونگے [6] خیال رہے کہ بعض گناہوں کی وجہ سے گنہگار مومن پر بھی عذاب قبر ہو جاتا ہے مگر وہ عذاب عارضی ہوتا ہے کسی نیک بندہ کے وہاں گزر جانے زندوں کی دعا کر دینے جمعہ یا جمعے دن کے آجانے سے ختم ہو جاتا ہے مگر کافر کا یہ عذاب دائمی ہوتا ہے یہاں دائمی عذاب مراد ہے اللہ تعالے محفوظ رکھے۔

تِنِّيْنًا لَوْ اَنَّ وَاحِدًا مِنْهَا نَفَخَ فِي الْاَرْضِ مَا اَنْبَتَتْ شَيْئًا مَا بَقِيَتِ
الدُّنْيَا فَتَنْهَسْنَهُ وَيَخْدِشْنَهُ حَتّٰى يُقْضٰى بِهِ اِلَى الْحِسَابِ قَالَ
وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا الْقَبْرُ رَوْضَةٌ
مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ اَوْ حُفْرَةٌ مِنْ حُفَرِ النَّارِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ
وَعَنْ اَبِيْ جُحَيْفَةَ قَالَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ شِبْتَ قَالَ

سانپ مسلط کردیئے جاتے ہیں کہ اگر ان میں سے ایک زمین میں پھونک مار دے تو رہتی دنیا تک زمین کچھ نہ اگائے [1] وہ اسے کاٹتے اور نوچتے ہیں حتی کہ اسے حساب تک پہنچایا جاوے [2] فرماتے ہیں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قبر یا تو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے [3] (ترمذی) روایت ہے حضرت ابو جحیفہ سے فرماتے ہیں کہ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ آپ بوڑھے ہوگئے [4] فرمایا

[1] پتلے سانپ میں زہر زیادہ ہوتا ہے موٹے سانپ یعنی اژدھے میں زہر یا تو ہوتا نہیں یا بہت ہی کم ہوتا ہے [2] یعنی وہ سانپ اس قدر زہریلے ہوتے ہیں ان کی سانس ایسی گرم ہوتی ہے کہ زمین کو لگ جاوے تو زمین قابل کاشت نہ رہے آج جہاں ایٹم بم پڑ جاوے وہاں کی زمین پختہ اینٹ کی طرح ہو کر ناقابل کاشت بن جاتی ہے وہ تو قدرتی زہر ہے اس پر تعجب یا اس کا انکار نہیں کرنا چاہیئے اللہ کا عذاب اس کی پکڑ بہت سخت ہے ان بطش ربک لشدید۔

[2] یعنی یہ عذاب قبر کا ذکر کو قیامت تک ہوگا حشر اور دوزخ کا عذاب جو بعد قیامت ہوگا۔ وہ اس کے علاوہ ہے۔

[3] اس طرح کہ مومن کی قبر میں جنت کی خوشبوئیں وہاں کی تروتازگی آتی رہتی ہیں کافر کی قبر میں دوزخ کی گرمی وہاں کی بدبو پہنچتی رہتی ہے۔ بزرگوں کی قبروں کو اردو میں روضہ کہتے ہیں فلاں بزرگ کا روضہ یہ لفظ اسی حدیث سے ماخوذ ہے یعنی جنت کا باغ۔

[4] اس طرح کہ حضور پر ضعف کے آثار نمودار ہیں حتی کہ اکثر نماز بھی بیٹھ کر پڑھتے ہیں یہ مطلب نہیں کہ آپ کے بال سفید یا نگاہ کمزور ہوگئی کیونکہ حضور انور کے سر مبارک ڈاڑھی شریف اور ریش بچی میں بیس سے کم بال سفید تھے (از مرقات) حتی کہ حضرت انس فرماتے ہیں کہ میں نے شمار کی ہے آپ کے کل چودہ بال سفید تھے (مرقات) بعض روایات میں ہے کہ چودہ بال سر شریف میں پانچ بال ڈاڑھی میں ایک بال ریش بچی میں۔

شَيَّبَتْنِي سُورَةُ هُودٍ وَأَخَوَاتُهَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ۞ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَدْ شِبْتَ قَالَ شَيَّبَتْنِي هُودٌ وَالْوَاقِعَةُ الْمُرْسَلَاتُ وَعَمَّ يَتَسَاءَلُونَ وَإِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَذُكِرَ حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ لَا يَلِجُ النَّارَ فِي كِتَابِ الْجِهَادِ ۞ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنْ أَنَسٍ قَالَ إِنَّكُمْ لَتَعْمَلُونَ أَعْمَالًا هِيَ أَدَقُّ فِي أَعْيُنِكُمْ مِنَ الشَّعْرِ كُنَّا لَنَعُدُّهَا عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمُوبِقَاتِ يَعْنِي الْمُهْلِكَاتِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

مجھے سورۂ ہود اور اس جیسی سورتوں نے بوڑھا کر دیا[1] (ترمذی) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ بوڑھے ہو گئے فرمایا مجھے سورہ ہود، سورہ واقعہ سورہ المرسلات اور عم یتساءلون اور اذا الشمس کورت نے بوڑھا کر دیا[2] ترمذی اور جناب ابوہریرہ کی حدیث کہ آگ میں داخل نہ ہوگا الخ کتاب الجہاد میں ذکر کر دی گئی۔ تیسری فصل روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ تم لوگ ایسے عمل کرتے ہو جو تمہاری نگاہوں میں بال سے زیادہ باریک ہیں[3] ہم انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں موبقات یعنی ہلاک کرنے والے سمجھتے تھے[4] (بخاری)

[1] یعنی جن سورتوں میں عذاب الٰہی کا ذکر ہے ان کے عذاب سے مجھے اپنی امت پر خوف ان کی فکر اسی قدر ہے کہ اس فکر نے مجھے بوڑھا کر دیا۔ اس ایک بزرگ نے خواب میں حضور کی زیارت کی یہ ہی حدیث پیش کی فرمایا حدیث صحیح ہے ہم نے یہ فرمایا ہے اس نے پوچھا کس آیت نے حضور کو بوڑھا کیا۔ فرمایا فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ (مرقات) امت کی استقامت بڑی مشکل چیز ہے جس کی فکر حضور کو ہے[2] یعنی ان سورتوں میں عذاب الٰہی کا ذکر ہے جن سے مجھے اپنی امت کی فکر ہے[3] یعنی معمولی روزمرہ کے گناہ جو عادۃً ہوتے رہتے ہیں جیسے بدنظری۔ یا زبان سے جھوٹ، غیبت کا نکل جانا جنہیں تم نہایت معمولی سمجھتے ہو۔ مرقات نے اس عبارت کے یہ معنی کئے کہ وہ اعمال جنہیں تم باریک نظری سے نیکیاں سمجھتے ہو انہیں کھینچ تان کر اچھا جانتے ہو[4] یعنی ہم انہیں ہلاک کر دینے والے گناہ سمجھتے تھے معلوم ہوا کہ چھوٹے گناہوں کو بڑا سمجھنا ان سے بہت ڈرنا پختہ قوت ایمانی کی دلیل ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ تابعین کے زمانہ میں بہت سی بری بدعتیں ایجاد ہو چکی تھیں جنہیں لوگ نیکی سمجھتے تھے اور واقعہ میں وہ گناہ تھے۔ آج بعض لوگ نماز کی پرواہ نہیں کرتے تلاوت قرآن کے قریب نہیں جاتے دن رات گانا بجانا ڈھول ڈھما کا حتی کہ بھنگ چرس

وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا عَائِشَةُ اِيَّاكِ وَمُحَقَّرَاتِ الذُّنُوْبِ فَاِنَّ لَهَا مِنَ اللّٰهِ طَالِبًا رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ ؕ وَعَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ بْنِ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ قَالَ لِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ هَلْ تَدْرِيْ مَا قَالَ اَبِيْ لِاَبِيْكَ قَالَ قُلْتُ لَا قَالَ فَاِنَّ اَبِيْ

روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ تم حقیر و معمولی گناہوں سے بھی رہو کہ ان کے متعلق بھی اللہ کی طرف سے مطالبہ کرنے والا ہے[۱] (ابن ماجہ، دارمی، بیہقی۔ شعب الایمان) روایت ہے حضرت ابوبردہ ابن ابوموسیٰ سے[۲] فرماتے ہیں کہ مجھ سے عبداللہ ابن عمر نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ میرے والد نے تمہارے والد سے کیا کہا تھا[۳] میں نے عرض کیا نہیں فرمایا کہ میرے والد نے

میں مشغول رہتے ہیں اور اسے خدارسی کا ذریعہ سمجھتے ہیں اور ایسے لوگوں کو ولی سمجھتے ہیں ؎

کار شیطاں می کند نامش ولی　　　　گر ولی ایں است لعنت بر ولی

[۱] یعنی صرف گناہ کبیرہ سے بچنے پر کفایت نہ کرو بلکہ گناہ صغیرہ سے بھی بچتے رہو اگر ہو جاویں تو ان کے کفارہ کے لئے نیک اعمال کرو اور جلد توبہ کرو۔ خیال رہے کہ گناہ صغیرہ ہمیشہ کرنا گناہ کبیرہ ہے شیطان اولًا چھوٹے گناہ کراتا ہے پھر بڑے گناہوں میں لگا دیتا ہے پھر عقیدے خراب کرتا ہے سنتیں بلکہ مستحبات ایمان کے خزانہ کی پہلی دیوار ہے یہاں ہی شریعت کا پہرا رکھو

[۲] طالب سے مراد یا اعمال لکھنے والا فرشتہ ہے یعنی چھوٹے گناہوں کی بھی تحریر ہو رہی ہے یا قیامت میں بازپرس کرنے والا فرشتہ جو رب تعالٰی کی طرف سے اس پر مقرر ہے یا اس سے مراد ہے عذاب الٰہی جو گنہگاروں کے پیچھے لگا ہوا ہے خلاصہ یہ ہے کہ کوئی گناہ چھوٹا سمجھ کر کر نہ لو کبھی چھوٹی چنگاری گھر جلا دیتی ہے اور کوئی نیکی چھوٹی سمجھ کر چھوڑ نہ دو کہ کبھی ایک قطرہ پانی جان بچا لیتا ہے نہایت ہی اعلیٰ تعلیم ہے۔

[۳] آپ عامر ابن عبداللہ ابن قیس اشعری ہیں مشہور تابعین سے ہیں اپنے والد اور حضرت علی سے ملاقات کی قاضی شریح کے بعد آپ ہی کوفہ کے قاضی ہوئے حجاج نے آپ کو معزول کیا۔

[۴] یعنی ایک دفعہ حضرت عمر فاروق اور حضرت ابوموسیٰ اشعری آپس میں باتیں کر رہے تھے کہ دوران گفتگو میں کیا بات چیت ہوئی تھی کیا تمہیں خبر ہے۔ خیال رہے کہ اس وقت حضرت عمر فاروق پر خوف الٰہی کا دریا موجیں مار رہا تھا اس حال میں آپ نے یہ فرمایا ؕ

قَالَ لِاَبِيكَ يَا اَبَا مُوسٰى هَلْ يَسُرُّكَ اَنَّ اِسْلَامَنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِجْرَتَنَا مَعَهٗ وَجِهَادَنَا مَعَهٗ وَعَمَلَنَا كُلَّهٗ مَعَهٗ بَرَدَ لَنَا وَاَنَّ كُلَّ عَمَلٍ عَمِلْنَا بَعْدَهٗ نَجَوْنَا مِنْهُ كَفَافًا رَاْسًا بِرَاْسٍ فَقَالَ اَبُوكَ لِاَبِي لَا وَاللّٰهِ قَدْ جَاهَدْنَا بَعْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَلَّيْنَا وَصُمْنَا وَعَمِلْنَا خَيْرًا كَثِيرًا وَاَسْلَمَ عَلٰى اَيْدِينَا بَشَرٌ كَثِيرٌ وَاِنَّا لَنَرْجُو ذٰلِكَ فَقَالَ اَبِي وَلٰكِنِّي اَنَا وَالَّذِي

تمہارے والد سے فرمایا کہ اے ابو موسیٰ کیا تم کو یہ پسند ہے کہ ہمارا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کرنا آپ کے ساتھ جہاد کرنا اور حضور کے ساتھ ہمارے سارے اعمال جو ثابت ہوئے اور یہ کہ ہر کام جو ہم نے حضور کے بعد کئے ہم اس سے نجات پا جائیں پورا پورا [1] تو تمہارے والد نے میرے والد سے کہا نہیں واللہ [2] ہم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد جہاد کئے اور نمازیں پڑھیں روزے رکھے اور بہت سے اچھے عمل کئے اور ہمارے ہاتھوں پر بہت لوگ ایمان لائے اور ہم کو ان امید رکھتے ہیں [3] میرے والد نے کہا کہ لیکن میں تو اس کی قسم

[1] یعنی ہم نے کچھ نیک اعمال تو حضور انور کی موجودگی میں کئے اور کچھ نیک اعمال حضور کے بعد اگر یہ تمام نیکیاں مل کر ہمارے گناہوں کا کفارہ بن جاویں کہ ہم کو ثواب ملے نہ ہم کو عذاب تو کیا تم اس پر راضی ہو خیال رہے کہ بَرَدَ ماضی ہے بَرودۃ کا یعنی ٹھنڈک حدیث شریف میں سردی کے روزوں کو غنیمت باردہ فرمایا گیا برد کے معنی ہوئے نیک اعمال ہمارے لئے ٹھنڈک ہو گئے یعنی منبط نہ ہوئے باقی رہے حضرت عمر جیسی ہستی کے اعمال حضور کے زمانہ میں اور بعد میں کتنے ہیں جیسے آسمان کے تارے کہ نہ تاروں کی شمار ہے نہ حضرت عمر کی نیکیوں کی شمار ان کا یہ فرمان ہے برابر اب ہم کس شمار میں ہیں۔ [2] یعنی ہم اس کفاف ہو جانے پر راضی نہیں حضرت ابو موسیٰ پر امید کا غلبہ ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم رب تعالیٰ کے اس فیصلہ پر راضی نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ اگر رب تعالیٰ ہم سے یہ پوچھے تو ہم راضی نہ ہوں ہم عرض کریں کہ مولیٰ ہم کو بڑا اجر دے ہم پر بڑا فضل کرے

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

بندے پر بعض وقت ایسے آتے ہیں کہ رب تعالیٰ بندہ کی رضا چاہتا ہے وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى اور حضرت ابوبکر صدیق کے لئے فرماتا ہے وَلَسَوْفَ يَرْضٰى ؕ

نَفْسُ عُمَرَ بِيَدِهٖ لَوَدِدْتُ اَنَّ ذٰلِكَ بَرَدَ لَنَا وَاَنَّ كُلَّ شَيْءٍ عَمِلْنَا بَعْدَهٗ نَجَوْنَا مِنْهُ كَفَافًا رَاْسًا بِرَاْسٍ فَقُلْتُ اِنَّ اَبَاكَ وَاللّٰهِ كَانَ خَيْرًا مِّنْ اَبِيْ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۔ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَنِيْ رَبِّيْ بِتِسْعٍ خَشْيَةِ اللّٰهِ فِي السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ وَكَلِمَةِ الْعَدْلِ فِي الْغَضَبِ وَالرِّضَا وَالْقَصْدِ فِي الْفَقْرِ

جس کے قبضہ میں عمر کی جان ہے کہ میں تو تمنا کرتا ہوں ۱ کہ یہ سب کچھ ہمارے لئے ثابت اور یہ کہ ہم نے اس کے بعد جو کام کئے ہیں ۲ ان سے نجات پا جائیں برابر سر برابر ۳ تو میں نے کہا یقینًا تمہارے باپ اللہ کی قسم میرے باپ سے بہتر تھے ۴ (بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مجھے میرے رب نے نو ۔ چیزوں کا حکم دیا اللہ سے ڈرنا خفیہ اور ظاہر ۵ اور انصاف کی بات کرنا غصہ اور رضا میں ۶ درمیانی چال فقیری

۱ یعنی اے ابوموسیٰ تمہاری امید کا یہ حال ہے اور میرے خوف کا یہ عالم ہے کہ میں تو یہ ہی غنیمت سمجھتا ہوں ۲ یعنی جو عبادات اور جہاد وغیرہ ہم نے حضور انور کے زمانہ میں کئے اور جو کچھ بعد میں کئے یہ سب ملائے جاویں ۳ یہ سارے اعمال ہمارے گناہوں کا کفارہ بن جاویں کہ ہم کو اللہ کے عذاب سے نجات مل جائے نہ جنت ملے نہ دوزخ ۴ اس عبارت کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ اس معاملہ میں آپ کے والد حضرت عمر میرے والد حضرت ابوموسیٰ سے بہتر تھے کہ ان پر خوف الٰہی کا غلبہ تھا اور میرے والد پر امید کا غلبہ خوف امید سے افضل ہے کہ خوف ہی سے انسان کی اصلاح ہوتی ہے دوسرے یہ کہ اللہ اکبر آپ کے والد تو میرے والد سے کہیں بہتر تھے کہ وہ عشرہ مبشرہ میں سے تھے خلیفۃ المسلمین، غازی اسلام فاتح بلدان تھے پھر ان کے خوف و خشیۃ کا یہ حال تھا تو ہم لوگ کس شمار میں ہیں۔ خیال رہے کہ بندہ کو رب سے جتنا قرب زیادہ ہوتا ہے اتنا ہی خوف زیادہ رب تعالٰی فرماتا ہے انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء حضور فرماتے ہیں انا اعلمکم باللہ واخشاکم۔ اللہ تعالٰی حضرت فاروق کے صدقہ میں ہم کو اپنا خوف دے۔

۵ خوف ہر ڈر کو کہتے ہیں مگر خشیت وہ ڈر جس کے ساتھ تعظیم و توقیر ہو تقویٰ وہ ڈر جس کے ساتھ اطاعت ہو خفیہ و ظاہر خوف یہ ہے کہ چہرہ پر آثار خوف نمودار ہوں اور دل میں بھی اللہ کا خوف ہو یا علانیہ بھی اچھے اعمال کرنے اور تنہائی میں بھی ایسی کی وہاں قدر ہے۔

۶ انسان کسی سے خوش ہوتا ہے تو اس کی جھوٹی تعریفیں کرتا ہے اور جب اس پر غصہ آتا ہے تو اسے جھوٹے عیب لگاتا ہے یہ دونوں چیزیں بری ہیں ہر حال میں اپنے اور دوسرے کے متعلق انصاف کی بات کرے۔

وَالْغِنٰی وَاَنْ اَصِلَ مَنْ قَطَعَنِیْ وَاُعْطِیَ مَنْ حَرَمَنِیْ وَاَعْفُوَ عَمَّنْ ظَلَمَنِیْ وَاَنْ یَّکُوْنَ صَمْتِیْ فِکْرًا وَّنُطْقِیْ ذِکْرًا وَّنَظَرِیْ عِبْرَةً وَّاٰمُرَ بِالْعُرْفِ وَقِیْلَ بِالْمَعْرُوْفِ رَوَاهُ رَزِیْنٌ۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ عَبْدٍ مُّؤْمِنٍ یَّخْرُجُ مِنْ عَیْنَیْهِ دُمُوْعٌ وَّاِنْ کَانَ مِثْلَ رَاْسِ الذُّبَابِ مِنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ ثُمَّ یُصِیْبُ شَیْئًا مِّنْ حُرِّ وَجْهِهٖ اِلَّا حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَی النَّارِ رَوَاهُ

اور امیری ۱ اور یہ کہ میں اس سے جوڑوں جو مجھ سے توڑے اور اسے دوں جو مجھے محروم کرے اور اسکو معافی دوں جو مجھ پر ظلم کرے ۲ اور یہ کہ میری خاموشی فکر ہو میرا بولنا ذکر میرا دیکھنا عبرت ہو اور حکم دوں اچھائی کا اور کہا گیا کہ اچھی باتوں کا (رزین) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایسا کوئی بندہ مومن نہیں جس کی آنکھوں سے آنسو نکلیں اگرچہ مکھی کے سر برابر ہوں اللہ کے خوف سے ۴ پھر وہ آنسو اس کے چہرے کے ظاہری حصہ کو پہنچیں ۵ مگر اسے اللہ آگ پر حرام فرمادے گا

۱ اس طرح کہ نہ تو امیری میں اترائے نہ فقیری میں گھبرائے دل کا حال اپنی چال ہر وقت یکساں رکھے اس سے انسان بہت آرام میں رہتا ہے ۲ یہاں معافی سے مراد اخلاقی معافی ہے نہ کہ مجبوری کی معافی یعنی بدلہ لینے پر قدرت ہو پھر معافی دیدی جاوے جیسے یوسف علیہ السلام نے اپنے دربار میں آئے ہوئے بھائیوں کو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ فتح فرماکر سب اہل مکہ کو معافی دیدی یہ معافی کمال ہے قرآن مجید کی جو معافی کی آیتیں منسوخ ہیں وہاں مجبوری وکمزوری کی معافی مراد ہے جیسے فاصفح واعرض عن المشرکین۔ یا وفاعفو واصفحوا حتی یاتی اللہ بامرہ ۳ یعنی جب خاموش رہوں تو رب کی نعمتیں اس کی قدرتیں سوچوں اور جب بولوں تو اللہ کی حمد تلاوت قرآن تبلیغ لوگوں کو رہبری کروں کوئی ناجائز بات منہ سے نہ نکالوں ہر دنیاوی گفتگو میں اللہ کا ذکر شامل رکھوں۔ غرضکہ میری حرکت وسکون اطاعت الٰہی میں ہو عرف ومعروف دونوں کے ایک ہی معنی ہیں یعنی اچھی بات بعض نے کہا کہ عرف عام ہے معروف خاص یعنی عرف اچھے کام اور عرف اچھا کلام اور اچھے کام اچھی بات کا حکم دنیاوی چیز نہیں ہے بلکہ نطقی ذکر کا بیان ہے ۴ خوف سے عام ڈر مراد ہے خواہ گنہگار کو اللہ کے عذاب کا خوف ہو خواہ نیک کار کو اللہ تعالٰی کی ہیبت ہو۔ خیال رہے کہ یہاں خوف کے رونے کی جزاء کا ذکر ہے یعنی دوزخ سے نجات۔ ذوق۔ شوق کا رونا اس سے افضل اس کی جزاء ان شاء اللہ جنت کی عطا ہوگی۔
۵ حر۔ ح کے پیش ر کے شد سے بمعنی چہرے کا سامنے والا حصہ یعنی آنسو اس قدر نکلیں کہ اس کے

اِبْنُ مَاجَۃ۔ بَابُ تَغَيُّرِ النَّاسِ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنْ اِبْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا النَّاسُ كَالْاِبِلِ الْمِائَةِ لَا تَكَادُ تَجِدُ فِيْهَا رَاحِلَةً مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مَنْ

(ابن ماجہ) لوگوں میں تبدیلی کا بیان [1] پہلی فصل روایت ہے۔ حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ لوگ ان سو اونٹوں کی طرح ہیں [2] جن میں تم ایک بھی سواری کے قابل نہ پاؤ گے [3] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابو سعید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ تم اپنے سے اگلوں کی راہ چلو گے

چہرے پر بہہ کر آجاویں بہتا خون وضو توڑ دیتا ہے بہتا آنسو گناہ توڑ دیتا ہے۔

[1] یعنی مختلف زمانوں میں لوگوں کے مختلف حالات ہو جانے کا بیان چنانچہ زمانہ نبوی میں لوگوں میں دین پر استقامت شریعت کی اتباع۔ دنیا سے بے رغبتی۔ دنیاوی دولت و عزت پر غرور نہ ہونا۔ نیک اعمال پر پابندی۔ دل کی نورانیت۔ باطنی صفائی کمال درجہ کی تھی بعد میں وہ کمال نہ رہا آخر زمانہ میں اس کے برعکس ہو جاوے گا۔

[2] یہاں الناس سے مراد آخر زمانہ کے لوگ ہیں قریب قیامت لوگوں کا یہ حال ہوگا زمانۂ رسالت میں اگرچہ حضرات صحابہ کے درجات مختلف تھے مگر سب عادل۔ ثقہ۔ مومن۔ صالح تھے۔ لہذا اس حدیث سے شیعہ دلیل نہیں پکڑ سکتے کہ سارے صحابہ گمراہ فاسق تھے۔ سوا حضرت علی۔ بلال۔ سلمان چار پانچ صحابہ کے کہ یہ معنی قرآن کریم کی صریح آیات کے خلاف ہیں اس لئے یہ حدیث تغیر الناس میں مذکور ہوئی اگلی حدیث بھی اسی معنی کی تائید کر رہی ہے۔ حضور نے فرمایا اصحابی کالنجوم۔ قرآن کریم فرماتا ہے فلا اقسم بمواقع النجوم اس آیت و حدیث نے صحابہ کو تارے فرمایا۔

[3] راحلہ بنا رحل سے بمعنی کجاوہ جس پر بوجھ رکھا جاوے یا آدمی سوار ہو۔ یعنی جیسے سو اونٹ ہوں۔ جو رنگ روپ۔ جسامت میں یکساں معلوم ہوتے ہوں مگر سواری یا بوجھ لادنے کے قابل ایک بھی نہ ہو، سب کھانے پینے کے لئے ہی ہوں ایسے ہی لوگ ہو جائیں گے شکل و صورت۔ بات چیت میں بڑے اچھے ہوں گے مگر معاملہ کے قابل ایک نہ ہوگا جیسا کہ آج دیکھا جا رہا ہے انسان کی آزمائش معاملہ پڑنے پر ہوتی ہے نماز، روزہ، حج و زکوٰۃ آسان ہے۔ معاملہ کی صفائی بڑی مشکل ہے۔

قَبْلَكُمْ شِبْرًا بِشِبْرٍ وَذِرَاعًا بِذِرَاعٍ حَتّٰى لَوْ دَخَلُوْا جُحْرَ ضَبٍّ تَبِعْتُمُوْهُمْ
قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى قَالَ فَمَنْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ؛ وَعَنْ
مِرْدَاسٍ الْاَسْلَمِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَذْهَبُ الصَّالِحُوْنَ الْاَوَّلُ وَتَبْقٰى حُفَالَةٌ كَحُفَالَةِ الشَّعِيْرِ

بالشت بالشت کے مطابق اور گز گز کے مطابق [1] حتی کہ اگر وہ گوہ کے سوراخ میں گھسے ہوں گے تو تم بھی ان کے پیچھے چلو گے [2] عرض کیا گیا یا رسول اللہ کیا یہود و نصاریٰ کے فرمایا تو اور کون [3] (مسلم بخاری) روایت ہے۔ مرداس اسلمی [4] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نیک لوگ آگے پیچھے چلے جائیں گے اور بھوسی رہ جاوے گی جیسے جو کی

[1] سنن جمع ہے سنت کی یعنی طریقہ۔ روش خواہ اچھا ہو یا بُرا یہاں برا طریقہ مراد ہے اگلوں سے مراد یہودی اور نصاریٰ ہیں یعنی تم ان یہود و نصاریٰ کی نقال ہو گے اور رسم و رواج ان کی چال ڈھال پسند کرو گے اسے ہی اختیار کرو گے بالکل ان کے مطابق ہو جاؤ گے جیسے ایک ہاتھ کا بالشت دوسرے ہاتھ کے بالشت کے بالکل برابر ہوتا ہے یا جیسے ایک گز دوسرے گز کے بالکل برابر دیکھو تو آج ہمارا کیا حال ہے یہ فرمان سنو اور اپنا حال دیکھو۔ ہندو سکھ پارسی۔ مجوسی سب اپنی شکل اپنی لباس کو اپنی وضع قطع کو پسند کرتے ہیں مگر مسلمان ہیں کہ عیسائیوں کی نقل میں فنا ہوئے جا رہے ہیں سر دیسی ہے بال انگریزی منہ دیسی ہے زبان انگریزی غذا دیسی ہے کھاتے ہیں انگریزی طریقے سے۔

[2] یعنی اگر عیسائی ایسا کام کریں جس میں نفع کوئی نہ ہو نری تکلیف ہی ہو تو تم ان کی نقالی میں وہ کام ضرور کرو گے ہم نے دیکھا کہ سخت سردی ہے مگر صاحب بہادر سر نہیں ڈھکتے ننگے سر پھرتے ہیں بیمار ہو جاتے ہیں منہ سے بھی روتے ہیں۔ اور آنکھوں ناک سے بھی روٹی کھاتے ہیں کھڑے ہو کر بلکہ گھوم گھوم کر جنٹلمین اور ان کی عورتیں نیم عریاں لباس پہنتے ہیں پوچھو ان حرکتوں میں فائدہ کیا ہے صرف نقصان اور تکلیف ہی ہے یہ ہے اس فرمان عالی کا ظہور اس غیب داں نبی کے علم کے قربان۔

[3] یعنی اگلوں سے یہ ہی قومیں مراد ہیں یہاں مرقات نے فرمایا کہ انسان معجون مرکب ہے اس میں حیوانیت بھی ہے اور ملکیت بھی (فرشتے کے صفات) اگر انسان پر ملکیت غالب آجاوے تو فرشتوں سے بڑھ جاتا ہے اور اگر اس پر حیوانیت کا غلبہ ہو جاوے تو اسفل السافلین میں پہونچ جاتا ہے حاکم نے بروایت حضرت ابن عباس حدیث نقل کی کہ اگر عیسائی سڑکوں پر اپنی بیویوں سے صحبت کریں گے تو تم بھی ایسا ہی کرو گے (مرقات)

[4] آپ صحابی ہیں بیعت الرضوان میں شریک تھے آپ سے صرف یہ ہی ایک حدیث مروی ہے قیس ابن حازم کی روایت سے ؛

أَوِ التَّمْرِ لَا يُبَالِيهِمُ اللّٰهُ بَالَةً رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ اَلْفَصْلُ الثَّانِي
عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا مَشَتْ
اُمَّتِي الْمُطَيْطِيَاءَ وَخَدَمَتْهُمْ اَبْنَاءُ الْمُلُوْكِ اَبْنَاءُ فَارِسَ وَالرُّوْمِ
سَلَّطَ اللّٰهُ شِرَارَهَا عَلٰى خِيَارِهَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ
غَرِيْبٌ وَعَنْ حُذَيْفَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

یا کھجوروں کی بھوسی اللہ تعالٰی ان کی مطلقًا کوئی پرواہ نہ کرے گا ۱ (بخاری) دوسری فصل
روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جب
میری امت اکڑ کر چلے ۲ اور شاہزادے یعنی فارس و روم کے بچے ان کی خدمت کریں ۳
تو اللہ ان کے بہتروں پر بدتروں کو مسلط کردے گا ۴ (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث
غریب ہے روایت ہے حضرت حذیفہ سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

---

۱ یعنی جیسے جَو کی بھوسی یا خرما کا کوڑا جو کسی کام نہ آسکے اس سے مراد وہ نفس پرست مسلمان ہیں جن کے صرف نام مسلمانوں کے سے ہوں باقی وہ دین یا قوم یا وطن کے لیے مطلقًا مفید نہ ہوں اگر چھلکا مغز کے ساتھ رہے تو اس کی بھی قدر ہو جاتی ہے۔ مغز سے علیحدہ ہو کر پھینکا ہی جاتا ہے اگر بد دل کیے اچھے بھی ہوں تو یہ بھی تر جاتے ہیں اگر اچھے نکل جاویں تو ڈوب جاتے ہیں یہاں یہ ہی فرمایا گیا کہ جب تک ان میں اچھے رہیں گے تب تک رب تعالٰی ان کی پرواہ کرے گا اچھوں کے اٹھ جانے پر ان بروں کی کوئی قدر نہ ہوگی ہر طرح غضب میں گرفتار رہیں گے ۲ مطیطیا میم کے پیش اور پہلی طاء کے فتحہ سے اس کا مادہ مطی ہے بمعنی اکڑ غرور رب تعالٰی فرماتا ہے ثم ذھب الی اھلہ یتمطی۔ معلوم ہوا کہ متکبرین کی طرح چلنا بھی اللہ کے عذاب کا سبب ہے مسلمان کی نشست و برخاست چلنے پھرنے میں تواضع اور انکسار چاہیے رب تعالٰی فرماتا ہے واقصد فی مشیک اور فرماتا ہے ولا تمش فی الارض مرحًا۔

۳ یعنی مسلمان فارس و روم کے ملک فتح کریں وہاں کے شہزادے غلام اور شہزادیاں لونڈیاں بن جاویں تو ان مسلمانوں کا وہ حال ہوگا جو آگے مذکور ہے۔ ۴ چنانچہ دیکھ لو عہد فاروقی میں روم و فارس فتح ہوئے تو مسلمانوں نے عثمان غنی کو شہید کیا اور کچھ عرصہ بعد یزید۔ حجاج جیسے ظالم بنی امیہ ان پر مسلط ہو گئے۔ یہ خبر حضور کا معجزہ ہے نفس انسانی تکالیف میں ٹھیک رہتا ہے اس حدیث پاک میں تین غیبی خبریں ہیں، آئندہ فارس و روم فتح ہونا شہزادوں، شہزادیوں کا مسلمانوں کا غلام و لونڈی بننا، مسلمانوں پر بدترین لوگوں کا حاکم بن جانا۔

لا تقوم الساعة حتى تقتلوا امامكم وتجتلدوا باسيافكم و
يرث دنياكم شراركم رواه الترمذي ۔ وعنه قال قال رسول
الله صلى الله عليه وسلم لا تقوم الساعة حتى يكون
اسعد الناس بالدنيا لكع ابن لكع رواه الترمذي و
البيهقي في دلائل النبوة ۔ وعن محمد بن كعب القرظي
قال حدثني من سمع علي بن ابي طالب قال انا لجلوس مع

قیامت قائم نہ ہوگی حتی کہ تم لوگ اپنے امام کو قتل کروگے اور اپنی تلواروں سے اور تمہارے بدترین لوگ تمہاری دنیا کے وارث ہو جائیں گے [1] روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نہیں قائم ہوگی قیامت حتی کہ دنیا کا کامیاب ترین شخص خبیث کے بچے خبیث ہونگے [2] (ترمذی۔ بیہقی۔ دلائل النبوۃ) روایت ہے حضرت محمد ابن کعب قرظی سے [3] فرماتے ہیں کہ مجھے اس شخص نے خبر دی جس نے حضرت علی ابن طالب کو فرماتے سنا [4] کہ ہم رسول اللہ

[1] یہ تینوں باتیں عہد عثمانی اور اس کے بعد ہو چکیں اور قریب قیامت بھی ہونگی غالباً وہ ہی واقعے مراد ہیں جو قریب قیامت ہوں گے مسلمانوں نے اپنے خلیفہ عثمان غنی کو قتل بھی کیا پھر زمانہ حیدری میں آپس میں کشت و خون بھی بہت کیے پھر بدترین لوگ بادشاہ بھی بنے جیسے یزید۔ حجاج وغیرہ [2] لکع لام کے پیش کاف کے فتحہ سے بمعنی خبیث۔ احمق۔ نادان۔ بے سمجھ بچہ یہاں بمعنے خبیث یا بمعنی احمق ہے یعنی قوم کے شرار سلطان۔ حاکم وہ لوگ بنیں گے جو خاندانی خبیث ہونگے جنہیں دین سے کوئی تعلق نہ ہوگا دوسری حدیث میں جو حضرت حسین کو لکع فرمایا گیا وہاں بمعنی نا سمجھ بچہ پیارا لخت جگر ہے یہاں لمعات میں ہے کہ لکع زمین سے چمٹا ہوا میل ہے ذلیل خبیث نادان کو لکع اسی لئے کہا جاتا ہے کہ خباثت اور نادانی اس کے لئے لازم ہوتی ہے۔

[3] آپ تابعی ہیں بنی قریظہ سے ہیں جو یہود مدینہ تھے آپ کے والد کعب قرظی اس وقت بچے تھے جب بنی قریظہ کو قتل کیا گیا اس لئے وہ قتل سے بچ گئے تھے (مرقات)

[4] حضرت علی سے یہ سننے والے اگر صحابی ہیں تو حدیث صحیح ہے کہ صحابہ سارے کے سارے عادل ثقہ ہیں اگر ان کا نام معلوم نہ ہو تو جرح نہیں اور اگر یہ سننے والے صحابی نہیں بلکہ تابعی ہیں تو تابعی کی جہالت قابل مغفرت ہے (مرقات) مگر اس صورت میں حدیث مجہول ہوگی۔

رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ فَاطَّلَعَ عَلَيْنَا مُصْعَبُ
بْنُ عُمَيْرٍ مَا عَلَيْهِ إِلَّا بُرْدَةٌ لَهُ مَرْقُوعَةٌ بِفَرْوٍ فَلَمَّا رَآهُ رَسُولُ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَكَى لِلَّذِي كَانَ فِيهِ مِنَ النِّعْمَةِ
وَالَّذِي هُوَ فِيهِ الْيَوْمَ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ كَيْفَ بِكُمْ إِذَا غَدَا أَحَدُكُمْ فِي حُلَّةٍ وَرَاحَ فِي حُلَّةٍ

صلے اللہ علیہ وسلم مسجد میں بیٹھے تھے ۱؎ کہ اچانک ہم پر مصعب ابن عمیر نمودار ہوئے ۲؎ جن پر صرف ایک چادر تھی چمڑے سے پیوند کی ہوئی تو جب انہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو حضور رو پڑے اسی نعمت کے خیال سے جس میں وہ پہلے تھے اور اسی حالت سے جس میں وہ آج ہیں ۳؎ پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت تم کیسے ہوؤ گے جب تم میں سے کوئی ایک جوڑے میں صبح ملے گا اور دوسرے جوڑے

۱؎ مسجد نبوی میں یا مسجد قبا میں پہلا احتمال قوی ہے ۲؎ آپ قریشی ہیں اور عبدری ہیں آپ اسلام کے پہلے بڑے دولتمند نہایت خوش خوراک اور خوش لباس تھے بیعت عقبہ کے بعد حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے آپ کو ہی مدینہ منورہ کا مبلغ قرار دیا آپ نے وہاں اسلام کی بہت اشاعت فرمائی اور ہفتہ میں ایک اجتماع کا رکھا اتفاقًا وہ دن جمعہ مقرر ہوا گویا جمعہ کی بنیاد آپ کے ہاتھوں قدرتی طور پر ہوئی۔ بعد ہجرت آپ صفہ والوں میں مقرر ہوئے اور آپ کی غربت و افلاس یا ترک دنیا کا وہ حال ہوا جو یہاں مذکور ہے خیال رہے کہ مدینہ منورہ میں پہلے حضرت مصعب ابن عمیر اور عبداللہ ابن ام مکتوم پہنچے پھر حضرت بلال سعد ابن ابی وقاص اور عمار ابن یاسر پہنچے پھر حضرت عمر بیس صحابہ کرام کے ساتھ پہنچے (بخاری شریف جلد اول ص۵۵۵ باب مقدم النبی واصحابہ المدینہ) حضرت مصعب جنگ احد میں شہید ہوئے آپ کو کفن تو کیا پوری ایک چادر بھی نہ ملی پاؤں شریف کو گھاس سے چھپایا گیا۔ آپ کے بارے میں یہ آیت آئی رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ چالیس سال کی عمر میں شہید ہوئے (اشعہ) ۳؎ جب حضور انور نے آپ کی کپڑے کی چادر میں چمڑے کا پیوند دیکھا یعنی اتنا کپڑا میسر نہ تھا کہ اس سے پھٹی چادر میں پیوند لگا لیں اور حضور نے ان کا گذشتہ عیش کا زمانہ یاد فرمایا تو رو پڑے یا ان پر رحم فرماتے ہوئے یا ان کے ترک دنیا اور آخرت کے درجات پر خوشی سے رونے پہلا احتمال زیادہ قوی ہے خیال رہے کہ حضور انور کی ترک دنیا پر حضرت عمر رو دئے تو حضور انور نے انہیں رونے سے منع فرما دیا وہ حضور انور کا صبر ہے اور یہاں حضرت مصعب پر خود روئے یہ حضور کی رحمت ہے حضور کی اپنی امت کی تکالیف پر صابر ہیں امت کی تکلیفوں کو برداشت نہیں فرماتے تھے روتے تھے۔

وَوُضِعَتْ بَيْنَ يَدَيْهِ صَحْفَةٌ وَرُفِعَتْ أُخْرٰى وَ سَتَرْتُمْ بُيُوتَكُمْ كَمَا تُسْتَرُ الْكَعْبَةُ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ نَحْنُ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مِّنَّا الْيَوْمَ نَتَفَرَّغُ لِلْعِبَادَةِ وَنُكْفَى الْمُؤْنَةَ قَالَ لَا اَنْتُمُ الْيَوْمَ خَيْرٌ مِّنْكُمْ يَوْمَئِذٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ؛ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْتِيْ

میں شام ؎۱ اور اس کے سامنے ایک پیالہ رکھا جاوے گا اور دوسرا اٹھایا جاوے گا ؎۲ اور تم اپنے گھروں کو ایسے کپڑے پہناؤ گے جیسے کعبہ پہنایا جاتا ہے ؎۳ تو صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ ہم اس دن آج کے دن سے اچھے ہوں گے کہ عبادت سے فارغ ہوں گے اور کام کاج سے بچائے جاویں گے فرمایا نہیں تم آج اچھے اس دن کے مقابلہ میں ؎۴ (ترمذی) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ لوگوں پر

؎۱ یہ فرمان حالی عام صحابہ سے ہے حضرت مصعب اس میں داخل نہیں کیونکہ آپ نے وہ وسعت و فراخی کا زمانہ نہیں پایا یہ فراخی فتوحات فاروقی اور سخاوت عثمانی سے ہوئی آپ تو احد میں ہی شہید ہو گئے تھے ؎۲ یعنی تمہارے گھروں میں ہر یک وقت چند کھانے پکا کریں گے جو تمہارے خدام تمہارے پاس آگے پیچھے لاکر پیش کریں گے عرب میں چند کھانے یکدم سامنے نہیں رکھے جاتے بلکہ آگے پیچھے لائے جاتے ہیں بعض امیر گھرانوں میں یہاں بھی یہ عقیدہ ہے معلوم ہوا کہ ہر یک وقت چند چند کھانے صحابہ کرام کے زمانہ میں جاری ہو گیا تھا یہ بدعت حسنہ ہے (دیکھو شامی)

؎۳ یعنی آج تو صرف کعبہ معظمہ کی دیواروں پر غلاف چڑھایا جاتا ہے مگر اس زمانہ میں تمہاری مالداری کا یہ حال ہوگا کہ تم اپنی چھتوں اپنی دیواروں کو اعلےٰ درجہ کے غلافوں سے چھپاؤ گے معلوم ہوا کہ یہ عمل بھی ناجائز نہیں ہے نہ اسراف ہے بلکہ جائز ہے اگرچہ بہتر نہ ہو کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی خبر دی مگر اسے ناجائز نہ کہا لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں اس عمل پر ناپسندیدگی فرمائی گئی ہے کہ وہاں بہتر نہ ہونے کی بنا پر ناپسندیدگی ہے ؛

؎۴ یا اس لئے آج بہتر ہو کہ آج تم آپس کے بہت سے فتنوں سے بچے ہوئے ہو اس زمانہ میں فتنے زیادہ ہوں گے یا اس لئے کہ آج تم فقیر صابر ہو اس دن غنی شاکر ہو گے اور فقیر صابر افضل ہے غنی شاکر سے دیکھا گیا ہے کہ بمقابلہ امیروں کے فقیر مسلمان عبادات زیادہ کرتے ہیں۔ مرقات نے یہاں فرمایا کہ کافر فقیر کا عذاب بمقابلہ کافر غنی کے ہلکا ہوگا اسی طرح مومن فقیر کا ثواب حسب مومن غنی سے زیادہ ہوگا (مرقات) ؛

عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ الصَّابِرُ فِيهِمْ عَلَى دِيْنِهٖ كَالْقَابِضِ عَلَى الْجَمْرِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ إِسْنَادًا وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ أُمَرَاؤُكُمْ خِيَارَكُمْ وَأَغْنِيَاؤُكُمْ سُمَحَاءَكُمْ وَأُمُوْرُكُمْ شُوْرٰى بَيْنَكُمْ فَظَهْرُ الْأَرْضِ خَيْرٌ لَّكُمْ مِنْ بَطْنِهَا وَإِذَا كَانَ أُمَرَاؤُكُمْ شِرَارَكُمْ وَأَغْنِيَاؤُكُمْ بُخَلَاءَكُمْ وَأُمُوْرُكُمْ

ایک زمانہ ایسا آئے گا[1] کہ ان میں اپنے دین پر صبر کرنے والا چنگاری پکڑنے والے کی طرح ہوگا[2] (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث اسنادسے غریب ہے روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تمہارے حکام تم میں بہترین ہوں اور تمہارے مالدار تم میں سے سخی ہوں اور تمہارے کام تمہارے آپس کے مشورہ سے ہوں[3] تو تمہارے لئے کہ زمین کی پشت اس کے پیٹ سے بہتر ہے[4] اور جب تمہارے حکام تم میں سے بدترین ہوں اور تمہارے مالدار تم میں سے کنجوس ہوں اور تمہارے کام

[1] یہ زمانہ قریب قیامت ہوگا جس کی ابتداء آج ہو چکی ہے فی زمانہ دیندار بن کر رہنا مشکل ہے آج ڈاڑھی رکھنا نماز کی پابندی کرنا دو بھر ہو گیا ہے سود سے بچنا تو قریبًا ناممکن ہی ہے۔

[2] یعنی جیسے ہاتھ میں انگارا رکھنا بہت ہی بڑے صابر کا کام ہے یوں ہی اس وقت مخلص کامل مسلمان بننا سخت مشکل ہو جاویگا اس لئے فرمایا گیا کہ اس زمانہ میں ایمان پر قائم رہنے والے کو پچاس صحابہ کے اعمال کی برابر ثواب ملے گا۔

[3] یعنی جب تک کہ بادشاہ اور حاکموں میں تقوٰی۔ دینداری رہے امیروں میں سخاوت خدا ترسی رہے اور تمہارے گھروں کے کام گھر والوں کے مشورے سے قومی کام قوم کے مشورے سے ملکی کام ملک والوں کے مشورے سے ہوا کریں تم میں جمہوریت شخصیت نہ ہو رب تعالٰی فرماتا ہے وشاورهم فى الامر اور فرماتا ہے وامرهم شورٰى بينهم۔ خیال رہے کہ اللہ رسول کے احکام میں کسی مشورہ کی گنجائش نہیں مشورہ والے کاموں میں ضرور مشورہ کرے نماز روزے کے لئے مشورہ کی ضرورت نہیں ملکی انتظامات بچوں کی شادی بیاہ کے لئے ضرور مشورہ کرو۔

[4] یعنی ان حالات میں تمہاری زندگی موت سے بہتر ہے کہ اس زندگی میں تم نیکیاں بڑھا کر آخرت کا توشہ زیادہ جمع کر لوگے۔

إِلَى نِسَائِكُمْ فَبَطْنُ الْأَرْضِ خَيْرٌ لَّكُمْ مِنْ ظَهْرِهَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ ۞ وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوشِكُ الْأُمَمُ أَنْ تَدَاعَى عَلَيْكُمْ كَمَا تَدَاعَى الْأَكَلَةُ إِلَى قَصْعَتِهَا فَقَالَ قَائِلٌ وَمِنْ قِلَّةٍ نَحْنُ يَوْمَئِذٍ قَالَ بَلْ أَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ كَثِيرٌ وَلٰكِنَّكُمْ غُثَاءٌ كَغُثَاءِ

تمہاری عورتوں کے سپرد ہوں لہ تو زمین کا پیٹ تمہارے لئے اس کی پیٹھ سے بہتر ہے (ترمذی) اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث غریب ہے روایت ہے حضرت ثوبان سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قریب ہے کہ امتیں تم پر ایک دوسرے کو ایسی دعوت دیں جیسے کھانے والے اپنے پیالہ کی طرف ۲ تو کوئی کہنے والا بولا کیا اس دن ہماری کمی کی وجہ سے ایسا ہوگا ۳ فرمایا بلکہ تم اس دن بہت ہوگے لیکن تم سیلاب کے میل کی طرح ایک

لہ یعنی بادشاہ حکام ظالم۔ فاسق ہوں جن کے دلوں میں نہ خدا کا خوف ہو نہ نبی کی شرم امیروں میں غرباء پروری قوم و ملک کی خدمت کا جذبہ نہ رہے انہیں اپنے خزانہ بھرنے کی ہی فکر ہے گھر کی کار مختار عورتیں ہی ہو جاویں کہ وہ جو چاہیں سو کریں مرد ان کے ماتحت ہو جاویں یہ تینوں لعنتیں آج دیکھی جا رہی ہیں۔ پہلے قحط سالی میں امیر لوگ غرباء پروری کرتے تھے اب غریبوں کا خون چوس کر اور زیادہ امیر بننے کی کوشش کرتے ہیں گھروں میں عورتیں خود مختار ہیں مردوں کی کچھ نہیں چلتی حکام اور عدالتوں کے حال بالکل ظاہر ہیں ملک میں انتشار جرموں کی زیادتی عام چوری ڈکیتی قتل خون عدالتوں کے خرچ انہیں کے سہارے ہو رہے ہیں آج انصاف ملتا نہیں بکتا ہے اس کے لئے رہے کے پاؤں چاندی کے ہاتھ نوح علیہ السلام کی عمر چاہیئے اللہ سے فریاد ہے ۲ کیونکہ اس زمانہ میں زندگی فتنوں سے گھری ہوگی انسان زندگی میں گناہ زیادہ کریگا موت راحت کا ذریعہ ہوگی قبر گھر سے بہتر ہوگی ایسی حالت میں اگر مسلمان اپنی موت کی تمنا یا دعا کرے تو گنہگار نہ ہوگا جیسا کہ روایات میں ہے۔

۲ یعنی کفار کی قومیں یہود و نصاری۔ مشرکین۔ مجوسی وغیرہ تم کو مٹانے کے لئے متفق ہو جاویں بلکہ ایک دوسرے کو دعوت دیں کہ آؤ مسلمانوں کو مٹاتے انہیں مٹاتے ہیں تم بھی ہمارے ساتھ شریک ہو جاؤ یہ حالات اب شروع ہو چکے ہیں دیکھو یہودی اور عیسائی ایک دوسرے کے دشمن ہیں مگر آج مسلمانوں کو مٹانے کے لئے دونوں بلکہ ان کے ساتھ مشرکین بھی ایک ہو گئے ہیں یہ ہے اس فرمان عالی کا ظہور حضور کا ایک ایک لفظ حق ہے۔ ۳ یعنی ہمارے مقابلہ میں جو کفار کے حوصلے اتنے بلند ہو جاویں گے کیا اس کی وجہ یہ ہوگی اس زمانہ میں ہماری تعداد تھوڑی ہوگئی ہوگی آج ہماری تعداد زیادہ ہی ہے اس سے کفار پر ہماری دھاک بیٹھی ہے ۞

السَّبِيْلِ وَلَيَنْزِعَنَّ اللّٰهُ مِنْ صُدُوْرِ عَدُوِّكُمُ الْمَهَابَةَ مِنْكُمْ وَلَيَقْذِفَنَّ فِيْ قُلُوْبِكُمُ الْوَهْنَ قَالَ قَائِلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا الْوَهْنُ قَالَ حُبُّ الدُّنْيَا وَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ دَلَائِلِ النُّبُوَّةِ؛ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَا ظَهَرَ الْغُلُوْلُ فِيْ قَوْمٍ اِلَّا اَلْقَى اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ وَلَا فَشَا الزِّنَا فِيْ قَوْمٍ اِلَّا كَثُرَ فِيْهِمُ الْمَوْتُ وَلَا نَقَصَ قَوْمٌ الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ

سیل بن جاؤ گے۱ اور اللہ تمہارے دشمن کے دلوں سے تمہاری ہیبت نکال دے گا اور تمہارے دل میں سستی ضعف ڈال دے گا۲ کسی کہنے والے نے عرض کیا یا رسول اللہ وہن کیا چیز ہے فرمایا دنیا کی محبت اور موت سے ڈر۳ (ابوداؤد۔بیہقی۔دلائل النبوت) تیسری فصل روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں نہیں ظاہر ہوتی خیانت کسی قوم میں مگر اللہ ان کے دلوں میں رعب ڈال دیتا ہے۴ اور نہیں پھیلتا زنا کسی قوم میں مگر ان میں موت زیادہ ہو جاتی ہے۵ اور نہیں کم کرتی کوئی قوم ناپ تول

۱ یعنی بمقابلہ آج تمہاری تعداد اس دن سے زیادہ ہوگی مگر تم ایسے ہوگے جیسے سمندر میں پانی کا سیل دیکھا وا زیادہ حقیقت کچھ نہیں بزدلی،نااتفاقی،پریشانی دل،آرام طلبی،عقل کی کمی،موت سے ڈر،دنیا سے محبت تم میں بہت ہو جاوے گی(مرقات)ان وجوہ سے کفار کے دل سے تمہاری ہیبت نکال دی جاوے گی۔۲ وھن بمعنی سستی ضعف،کمزوری،مشقت یہاں یا بمعنی سستی ہے یا بمعنی ضعف رب تعالٰی فرماتا ہے "حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ" اور فرماتا ہے "رَبِّ اِنِّیْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّیْ"۔یعنی تم دل کے کمزور ہو جاؤ گے جہاد سے دل چراؤ گے۔

۳ یعنی اس سستی و ضعف کا سبب دو چیزیں ہیں ایک دنیا میں رغبت دوسرے موت کا خوف جس قوم میں یہ دو چیزیں جمع ہو جاویں وہ عزت کی زندگی نہیں گزار سکتی خیال رہے کہ حب دنیا اور موت سے نفرت لازم ملزوم چیزیں ہیں۔۴ یعنی جو قوم خیانت کرنے کی عادی ہوگی اس کا اثر یہ ہوگا کہ اس قوم کے دل میں ہمت و جرأت نہ رہے گی دشمن کا خوف اس پر غالب ہوگا امین کا دل قوی ہوتا ہے۔

۵ یہاں موت سے مراد یا تو جسمانی موت ہے یا روحانی موت یعنی جس قوم میں زنا پھیلے گا اس میں وبا۔طاعون وغیرہ پھیلے گی یا ایسی خوفناک جنگ آپڑے گی جس سے ان میں موت بہت واقع ہوگی یا اس میں صالحین علماء اٹھ جائیں گے آئندہ پیدا نہ ہوں گے۔ جس سے ان کی روحانی موت واقع ہو جاوے گی(مرقات)جیسے نیک اعمال میں تاثیر ویسے ہی گناہوں میں مختلف اثرات ہیں۔

اِلَّا قُطِعَ عَنْهُمُ الرِّزْقُ وَلَا حَكَمَ قَوْمٌ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّا فَشَا فِيْهِمُ الدَّمُ وَلَا خَتَرَ قَوْمٌ بِالْعَهْدِ اِلَّا سُلِّطَ عَلَيْهِمُ الْعَدُوُّ رَوَاهُ مَالِكٌ

بَابٌ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنْ عِيَاضِ بْنِ حِمَارٍ الْمُجَاشِعِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ

مگران سے روزی کاٹ دی جاتی ہے [1] اور نہیں حکم کرتی کوئی قوم ناحق مگران میں خونریزی پھیل جاتی ہے [2] اور نہیں عہد توڑتی کوئی قوم مگران پر دشمن مسلط ہوجاتا ہے [3] (مالک)

باب [4] پہلی فصل روایت ہے حضرت عیاض ابن حمار مجاشعی سے [5] کہ رسول

[1] یعنی کم تولنے کی نحوست سے روزی کی برکت اڑ جاتی ہے یا اس ذریعہ سے کمایا ہوا مال کسی نہ کسی وجہ سے آخر کار ہلاک ہوجاتا ہے پانی کی کمائی پانی میں ہی گمائی جاتا ہے اس کا مشاہدہ ہوتا رہتا ہے مگر لوگ عبرت نہیں پکڑتے حرام کمائی۔ حاکم۔ حکیم۔ وکیل ہی کھاتے ہیں۔ حلال میں برکت ہے حرام میں بے برکتی رب تعالٰی فرماتا ہے یمحق اللہ الربا ویربی الصدقات اللہ سود کو مٹاتا ہے صدقات وخیرات بڑھاتا ہے۔ کتیا سال میں چھ سات بچے دیتی ہے اور کوئی ذبح نہیں ہوتا۔ گائے بکری سال میں ایک دو بچے دیتی ہیں اور روزانہ ہزاروں ذبح ہوجاتے ہیں مگر ریوڑ بکریوں گائیوں کے ہی نکلتے ہیں کتوں کے نہیں [2] یعنی جب عدالتوں میں ظلم ہونے لگے وہاں ظالم سے مظلوم کا حق نہ دلوایا جائے تو ملک میں خونریزی ہوتی ہے کہ پھر لوگ ظالموں سے بدلہ خود لیتے ہیں کچہریوں میں نہیں جاتے دیکھا گیا ہے کہ قاتل رشوت وغیرہ کے ذریعہ بری ہوکر گھر پہنچا کہ مقتول کے وارثوں نے اسے اور اس کے بچوں گھر بار کو قتل کردیا اگر قاتل کو پھانسی ہوجاتی تو اتنی جانیں برباد نہ ہوتیں ولکم فی القصاص حیوۃ [3] یختر بنا ہے ختر سے بمعنی غداری بدعہدی قرآن مجید میں ہے ان اللہ لا یحب کل ختار کفور یعنی بدعہد قوم پر دشمن مسلط کردئے جاتے ہیں کہ ان کے دشمن ان کے حاکم بنتے ہیں۔

[4] مشکوٰۃ شریف کے بعض نسخوں میں صرف باب ہے ترجمہ باب یعنی عنوان کے بغیر ہے جس کا مطلب ہے کہ متفرقات وملحقات کا باب۔ بعض نسخوں میں ہے باب الانذار والتحذیر۔ انذار بمعنی ڈرانا۔ تحذیر بمعنی احتیاط دلانا یا نصیحت کرنا لہذا انذار عام ہے اور تحذیر خاص کبھی بمعنی ڈرانا بھی آتا ہے رب تعالٰی فرماتا ہے ویحذرکم اللہ نفسہ۔

[5] مجاشع ایک قبیلہ ہے جو مجاشع ابن دارم کی طرف منسوب ہے حضرت عیاض اسی قبیلہ سے ہیں حضور انور کو ان سے بہت ہی محبت تھی انہوں نے ایک بار بحالت کفر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدیہ بھیجا حضور نے قبول نہ فرمایا پھر بعد اسلام ہدیہ بھیجا تو قبول فرمالیا آپ سے صرف یہ ہی ایک حدیث مروی ہے آخر عمر بصرہ میں قیام رہا (اشعہ)

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ذَاتَ يَوْمٍ فِيْ خُطْبَتِهٖ اَلَا اِنَّ رَبِّيْ
اَمَرَنِيْ اَنْ اُعَلِّمَكُمْ مَا جَهِلْتُمْ مِمَّا عَلَّمَنِيْ يَوْمِيْ هٰذَا كُلُّ مَالٍ نَحَلْتُهٗ
عَبْدًا حَلَالٌ وَاِنِّيْ خَلَقْتُ عِبَادِيْ حُنَفَاءَ كُلَّهُمْ وَاِنَّهُمْ اَتَتْهُمُ
الشَّيَاطِيْنُ فَاجْتَالَتْهُمْ عَنْ دِيْنِهِمْ وَحَرَّمَتْ عَلَيْهِمْ مَا اَحْلَلْتُ
لَهُمْ وَاَمَرَتْهُمْ اَنْ يُّشْرِكُوْا بِيْ مَا لَمْ اُنْزِلْ بِهٖ سُلْطَانًا وَاِنَّ اللّٰهَ
نَظَرَ اِلٰى اَهْلِ الْاَرْضِ فَمَقَتَهُمْ عَرَبَهُمْ وَعَجَمَهُمْ اِلَّا بَقَايَا مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ

اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک دن اپنے خطبہ میں فرمایا کہ آگاہ رہو کہ میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں وہ سب سکھاؤں جو مجھے میرے رب نے سکھایا اس دن[1] جو مال میں کسی بندہ کو دوں وہ حلال ہے[2] اور میں نے اپنے بندوں کو پیدا کیا کہ وہ سارے برائیوں سے دور تھے[3] اور ان کے پاس شیاطین آئے تو انہیں دین سے پھیر دیا اور ان پر وہ چیزیں حرام کردیں جو میں نے انکے لیے حلال کی تھیں[4] اور انہیں مشورہ دیا کہ میرا شریک انہیں ٹھہرائیں جس پر میں نے کوئی دلیل نہ اتاری اور اللہ نے زمین والوں کی طرف نظر فرمائی تو ان سب عربیوں عجمیوں پر ناراض ہوا سوا بچے کھچے اہل کتاب کے[5]

[1] یعنی رب تعالیٰ نے مجھے جو کچھ آج سکھایا ہے میں وہ تم کو سکھاؤں آج کے سکھانے سے مراد ہے آج کے بھیجے ہوئے احکام شرعیہ ورنہ حضور کو وہ باتیں بھی سکھائی گئی ہیں جو صرف حضور کے لئے ہیں ہم کو ان کی تعلیم ممنوع ہے [2] یعنی میرا دیا ہوا ہر مال میرے بندوں کو حلال ہے کوئی بندہ اسے بغیر دلیل حرام نہ کہے اس میں مشرکین عرب کی تردید ہے جو بلا دلیل بحیرہ، سائبہ، وصیلہ وغیرہ جانوروں کو حرام کہتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ اصل اشیاء میں حلال ہونا ہے جو ممنوع نہ ہو وہ حلال ہے اس سے وہابیوں کو عبرت پکڑنی چاہیے جو بلا دلیل حرام کا فتویٰ دیتے ہیں ختم کا کھانا حرام ہے گیارھویں کی شرینی حرام نعوذ باللہ [3] یعنی میں نے انسانوں کو دین پر پیدا فرمایا وہ قالوا بلیٰ والے عہد پر پیدا ہوئے پیدائش کے وقت کوئی کافر مشرک نہ تھا رب تعالیٰ فرماتا ہے فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا [4] یعنی شیطانوں نے انکے دلوں میں ڈال دیا کہ فلاں فلاں چیز حرام ہے جیسے مشرکین عرب کے دل میں ڈال دیا کہ بحیرہ سائبہ جانور حرام ہیں یا بعض جاہلوں کے دل میں ڈال دیا کہ فلاں فلاں چیز حرام ہے جیسے مشرکین عرب کے دل میں ڈال دیا کہ بحیرہ اور سائبہ جانور حرام ہیں یا بعض جاہلوں کے دل میں ڈال دیا کہ گیارھویں شریف کا کھانا حرام ہے حرام کہنے کیلئے خاص ممانعت کی دلیل چاہیے جس چیز کا شریعت میں ذکر ہی نہ ہو وہ حلال ہے [5] مقت بروزن نصر ماضی ہے بنا ہے مقتٌ سے بمعنی ناراض یعنی اللہ تعالیٰ سارے عربیوں عجمیوں پر ناراض ہوا کہ وہ سب کفر و شرک میں مبتلا ہو گئے تھے ہاں کچھ اہل کتاب جو اپنے اصل دین پر قائم

وَقَالَ إِنَّمَا بَعَثْتُكَ لِأَبْتَلِيَكَ وَأَبْتَلِيَ بِكَ وَأَنْزَلْتُ عَلَيْكَ كِتَابًا لَا يَغْسِلُهُ الْمَاءُ تَقْرَؤُهُ نَائِمًا وَيَقْظَانَ وَإِنَّ اللّٰهَ أَمَرَنِي أَنْ أُحَرِّقَ قُرَيْشًا فَقُلْتُ رَبِّ إِذًا يَثْلَغُوا رَأْسِي فَيَدَعُوهُ خُبْزَةً قَالَ اسْتَخْرِجْهُمْ كَمَا أَخْرَجُوكَ وَاغْزُهُمْ نُغْزِكَ وَأَنْفِقْ فَسَنُنْفِقُ

اور فرمایا کہ میں نے تم کو بھیجا ہے تاکہ تمہارا امتحان کروں اور تمہارے ذریعہ سے امتحان لوں ۱ اور میں نے تم پر وہ کتاب اتاری جسے پانی نہ دھو سکے ۲ تم سوتے جاگتے پڑھو گے ۳ اور اللہ نے مجھے حکم دیا کہ قریش کو جلا ڈالوں ۴ تو میں نے عرض کیا یا رب تب تو وہ میرا سر کچل دیں گے تو اسے روٹی کر چھوڑیں گے ۵ فرمایا تم انہیں نکالو جیسے انہوں نے تمہیں نکالا ۶ تم ان پر جہاد کرو ہم تمہیں سامان دیں گے ۷ تم خرچ کرو

رہے تھے مومن موحد تھے۔ ان سے راضی ہوا اور انہیں حضور پر ایمان لانے کی توفیق دے دی۔ ۱ یعنی اے میرے محبوب ہم نے آپ کو نبوت عطا فرمائی اس میں آپ کی بھی آزمائش ہے تبلیغ سے اور لوگوں کی آزمائش ہے قبول کرنے سے آپ پر تبلیغ فرض ہے لوگوں پر آپ کی بات قبول کرنا ضروری ہے ۲ یعنی وہ کتاب نہ تو منسوخ ہوگی نہ کسی کے بدلنے سے بدل جاوے گی یہ مطلب نہیں کہ قلمی قرآن شریف پانی سے دھلتا نہیں یا آگ سے جلتا نہیں یہاں یہ دھلنا جلنا مراد نہیں ۳ یعنی ہم تمہارے سینہ میں قرآن اس طرح محفوظ کردیں گے کہ آپ اسے بے تکلف سوتے جاگتے پڑھیں گے نہ بھولیں گے نہ اٹکیں گے ۴ جلانے سے مراد ہے ہلاک کرنا مطلب یہ ہے کہ مشرکین عرب کے لئے جزیہ نہیں ان کے لئے یا اسلام ہے یا قتل لہذا حدیث واضح ہے ۵ یعنی اے مولیٰ میں تو اکیلا ہوں کفار بہت ہیں میں اکیلا انہیں کیسے قتل کرسکتا ہوں وہ ہی مجھے ہلاک کر دیں گے۔

۶ یعنی کفار قریش کو ان کا وطن چھوڑنے پر مجبور کرو انہیں دیس نکالا دو کیونکہ انہوں نے آپ کو مکہ معظمہ چھوڑنے ہجرت کرنے پر مجبور کیا خیال رہے کہ اس فرمان پر عمل کا موقعہ ہی نہ آیا کیونکہ حضور کو مکہ معظمہ سے نکالنے والے قریشی کچھ تھوڑے جہادوں میں قتل ہوگئے باقی تمام کے تمام مسلمان ہوگئے کسی کو دیس نکالا دینے کی ضرورت ہی پیش نہ آئی لہذا حدیث واضح ہے بلکہ عکرمہ ابن ابوجہل فتح مکہ کے دن مکہ چھوڑ کر یمن بھاگ گئے تھے۔ حضور نے انہیں امن دے کر واپس بلالیا وہ مسلمان ہوگئے۔

۷ اس عبارت میں اغز نصر ینصر سے ہے بمعنی جہاد کرنا نغزک باب افعال سے ہے بمعنی سامان جہاد دینا اس کا مصدر اغزاء ہے یعنی ہم تم کو قوت جہاد۔ جان نثار غازی عطا فرمائیں گے اللہ تعالیٰ نے اپنا یہ وعدہ پورا فرمادیا۔

عَلَيْكَ وَابْعَثْ جَيْشًا نَبْعَثْ خَمْسَةً مِّثْلَهُ وَقَاتِلْ بِمَنْ أَطَاعَكَ مَنْ عَصَاكَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ وَأَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْأَقْرَبِيْنَ صَعِدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّفَا فَجَعَلَ يُنَادِيْ يَا بَنِيْ فِهْرٍ يَا بَنِيْ عَدِيٍّ لِبُطُوْنِ قُرَيْشٍ

ہم تم پر خرچ کریں گے[1] تم لشکر بھیجو ہم پانچ گنا لشکر بھیجیں گے[2] اور اپنے فرمانبرداروں کے ساتھ اپنے نافرمانوں سے جنگ کرو[3] (مسلم) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ اپنے قریبی کنبہ والوں کو ڈراؤ[4] تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم صفا پر چڑھے پھر پکارنے لگے[5] کہ اے بنی فہر اے بنی عدی قریش کے خاندانوں کو[6]

[1] حق یہ ہے کہ یہاں خرچ سے مراد ہر قسم کا خرچ ہے یعنی اے محبوب آپ جہاد میں، اپنے غلاموں پر تاقیامت اپنے در کے نوکروں چاکروں پر خوب خرچ کئے جاؤ ہم تم کو دیئے جائیں گے۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا۔

ہر تو ادباشد تو پیدا   تا ابد یہ سلسلہ ہو۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے ووجدک عائلا فاغنی اللہ نے آپ کو بڑا عیالدار پایا تو تم کو ایسا غنی کر دیا کہ تم اس جیسے ہزاروں عالم پال لو گے (بخاری شریف کتاب التفسیر) آج بھی سارے علماء صوفیاء اولیاء حضور کے دروازے سے ہی پل رہے ہیں سارا عالم حضور کے خوان کرم سے کھا پی رہا ہے ؎

آسمان خوان زمین خوان زمانہ مہمان   صاحب خانہ لقب کس کا تیرا تیرا

[2] یعنی اگر تم کو ضرورت ہوگی تو ہم جہادوں میں انسانوں سے پانچ گنا فرشتے بھیجیں گے بدر میں پانچ ہزار فرشتے اترے مسلمانوں کے شانہ بشانہ کفار سے لڑے ورنہ ہلاک کرنے کے لئے تو ایک فرشتہ ہی کافی تھا [3] یعنی صحابہ کو لیکر کفار عرب سے جنگ کرو یا تاقیامت اپنی امت کو لیکر کفار سے جنگ کرتے رہو اب بھی بہت جہادوں میں حضور مع صحابہ کرام شرکت فرماتے ہیں چھ ستمبر ۱۹۶۵ء میں جو ہندوستان پاکستان کی سترہ روزہ جنگ ہوئی اس میں اولیاء اللہ صحابہ کرام بلکہ خود حضور صلے اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس تشریف فرما تھے دمشق میں حضرت بلال قبر میں اذان دے رہے تھے کہ حی علی الجہاد۔ لوگوں نے یہ واقعات دیکھے اور وہ آذان سنی اسی کی برکت تھی اللہ نے پاکستان کو دس گنا طاقت پر فتح بخشی [4] یہ حضور انور کی پہلی تبلیغ تھی جو صفا پہاڑ پر کہ والوں کو بلا کر کی گئی یہ بھی حضور انور کا معجزہ ہے کہ پہاڑ پر چڑھ کر سارے کہ میں اپنی آواز پہنچا دی ورنہ پہاڑ کی چوٹی سے جو آواز دی جائے وہ نیچے نہیں پہنچ سکتی [5] بڑے خاندان کو قبیلہ کہتے ہیں اس میں چھوٹے چھوٹے خاندانوں کو بطن اور فخذ کہتے ہیں مرقات نے فرمایا کہ قبیلہ جنس ہے بطن نوع فخذ و فصل قریشی تو

حَتّٰى اجْتَمَعُوْا فَقَالَ اَرَاَيْتَكُمْ لَوْ اَخْبَرْتُكُمْ اَنَّ خَيْلًا بِالْوَادِيْ تُرِيْدُ
اَنْ تُغِيْرَ عَلَيْكُمْ اَكُنْتُمْ مُصَدِّقِيَّ قَالُوْا نَعَمْ مَا جَرَّبْنَا عَلَيْكَ
اِلَّا صِدْقًا قَالَ فَاِنِّيْ نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ
فَقَالَ اَبُوْ لَهَبٍ تَبًّا لَّكَ سَائِرَ الْيَوْمِ لِهٰذَا جَمَعْتَنَا فَنَزَلَتْ تَبَّتْ
يَدَا اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ نَادٰى يَا بَنِيْ عَبْدِ

حتی کہ وہ جمع ہوگئے تو فرمایا بتاؤ تو اگر میں تمہیں خبر دوں کہ سواروں کا لشکر اس جنگل میں ہے تم پر حملہ کرنا چاہتا ہے کیا تم مجھے سچا سمجھو گے [1] وہ بولے ہاں ہم نے آپ پر ہمیشہ سچ ہی آزمایا ہے [2] فرمایا تو میں تم کو سخت عذاب کے آگے ڈرانا ہوں۔ اس پر ابولہب بولا تم کو ہمیشہ کے لئے ہلاکت ہو کیا آپ نے ہم کو اسی لئے جمع کیا تھا تب یہ آیت اتری کہ ابولہب کے دونوں ہاتھ ہلاک ہوں اور وہ خود ہلاک ہو گیا [3] (مسلم بخاری) اور ایک روایت میں ہے کہ حضور نے

بہت بڑا خاندان نضر ابن کنانہ کی اولاد جن عدی وغیرہ چھوٹے خاندان جیسے پٹھان بڑا قبیلہ ہے اور یوسف زئی۔ کمال زئی وغیرہ چھوٹے خاندان۔ [1] یعنی تمہاری آنکھ کہتی ہے کہ ارد گرد میدانوں میں ایک آدمی بھی نہیں مگر میں کہوں کہ دشمن کے لشکروں سے میدان بھرا پڑا ہے تو تم اپنی آنکھ کی مانو گے یا میری زبان کی مانو گے [2] یعنی اس صورت میں ہم اپنی آنکھ کی نہ مانیں گے آپ کی زبان کی مانیں گے کیونکہ ہماری آنکھ بارہا غلطی کر جاتی ہے مگر تمہاری زبان کبھی غلطی نہیں کرتی ماجربنا علیک کذبا فقط یہ تھی کفار کی عقیدت حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق آج بعض کلمہ گو مسلمان حضور کے علم میں تردد کرتے ہیں کفار مکہ سے بدتر ہیں [3] ابولہب کا نام عبدالعزی ابن عبدالمطلب ہے چونکہ اس کا چہرہ شعلہ کی طرح سرخ اور چمکیلا تھا اسلئے اسے ابولہب کہا جاتا تھا۔ حضور کا چچا تھا اس نے اپنے دونوں ہاتھوں سے پتھر اٹھایا حضور کو مارنے کے لیے اس لیے ارشاد باری ہوا کہ یہ دونوں ہاتھ ٹوٹ جاویں ہلاک ہو جاویں یا دونوں ہاتھوں سے مراد ہے اس کی دنیا و آخرت (اشعۃ اللمعات و مرقات) اس واقعہ سے چند مسئلے معلوم ہوئے [1] تبلیغ کی ترتیب یہ ہونی چاہیئے کہ پہلے اپنے گھر والوں کو تبلیغ ہو پھر عزیزوں قرابت داروں محلہ والوں کو پھر دوسرے لوگوں کو [2] حضور صلے اللہ علیہ وسلم دنیا و آخرت دونوں کو دیکھ رہے ہیں جیسے پہاڑ کی چوٹی پر آدمی چوطرفہ دور دور دیکھتا ہے اسی لئے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ تبلیغ پہاڑ پہ کی تاکہ حضور کا مقام معلوم ہو۔

[3] جہاد کے لیے قوت و طاقت ضروری ہے اسی لئے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد جہاد کئے کہ ہجرت سے پہلے قوت نہ تھی۔

[4] غیر خدا کی امداد شرک نہیں جہاد میں اللہ کے بندوں کی مدد لی جاتی ہے [5] اللہ تعالٰی اپنے محبوب کا بدلہ ان کے دشمنوں سے

مَنَافٍ اِنَّمَا مَثَلِیْ وَمَثَلُکُمْ کَمَثَلِ رَجُلٍ رَاَی الْعَدُوَّ فَانْطَلَقَ یَرْبَأُ اَھْلَہٗ فَخَشِیَ اَنْ یَّسْبِقُوْہُ فَجَعَلَ یَھْتِفُ یَا صَبَاحَاہ ۔ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ دَعَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قُرَیْشًا فَاجْتَمَعُوْا فَعَمَّ وَخَصَّ فَقَالَ یَا بَنِیْ کَعْبِ بْنِ لُؤَیٍّ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَکُمْ مِّنَ النَّارِ یَا بَنِیْ مُرَّۃَ بْنِ کَعْبٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَکُمْ مِّنَ النَّارِ یَا بَنِیْ عَبْدِ شَمْسٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَکُمْ مِّنَ النَّارِ یَا بَنِیْ عَبْدِ مَنَافٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَکُمْ مِّنَ النَّارِ یَا بَنِیْ ھَاشِمٍ

آواز دی کہ اے عبد مناف کی اولاد اور تمہاری مثال اس شخص کی سی ہے جس نے دشمن کو دیکھا تو اپنے گھر والوں کی حفاظت کرتا ہوا چلا پھر ڈرا کہ دشمن اس سے پہلے ہی پہنچ جائے تو چیخنے لگا یا صباحاہ [1] روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ اپنے قریبی کنبہ والوں کو ڈراؤ [2] تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کو ندا دی چنانچہ وہ جمع ہو گئے تو حضور نے عام و خاص سے خطاب فرمایا [3] ارشاد فرمایا اے بنی کعب بن لوی اپنی جانوں کو آگ سے بچا لو اے مرہ ابن کعب کی اولاد اپنی جانوں کو آگ سے بچاؤ اے عبد شمس کی اولاد اپنی جانوں کو آگ سے بچالو اے عبد مناف کی اولاد اپنی جانوں کو آگ سے بچالو اے ہاشم کی اولاد

سے خود لیتا ہے دیکھو حضور نے ابولہب کو جواب نہ دیا رب نے دیا یہی حال حضور کے ثنا خوانوں کا ہے۔ حضور کی تعریف کرو رب تمہاری تعریف کریگا دنیا تمہارے قدم چومے گی ؎

حق دباتی جس کی کرتا ہے ثنا — مرتے دم تک اسکی مدحت کیجیئے
جس کا حسن اللہ کو بھی بھا گیا — اس پیارے سے محبت کیجیئے۔

[1] حضور کی معرفت ساری عبادات پر مقدم ہے رب کی معرفت بھی حضور کی معرفت چاہیئے دیکھو حضور انور نے پہلی تبلیغ میں اولًا اپنی پہچان کرائی۔ [2] عرب میں دستور تھا کہ کوئی شخص کسی خطرہ خبر سے اپنی قوم کو مطلع کرتا تو اپنا کرتہ بانس پر ٹانگ کر بانس لیا پھرتا اور کہتا یا صبا ــ سے نذیر عریانی کہتے تھے حضور وہ مثال دے رہے ہیں معلوم ہوا کہ حضور انور کی نگاہ ابھی غیبی عذاب کا مشاہدہ کر رہی ہیں [2] عشیرہ اور اقربین کا فرق ہماری تفسیر میں ملاحظہ فرمانا [3] یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اجتماع میں عمومی تبلیغ بھی کی اور خصوصی بھی کہ اے فلاں اے فلاں قبیلہ والے وگرلوحمراد ایمان قبول کرو معلوم ہوا کہ خصوصی تبلیغ بھی سنت ہے اس کی تفصیل اگلا کلام ہے جبکہ کسی خاص شخص یا خاص قوم کے ایمان لانے سے دوسروں کے ایمان

أَنْقِذُوا أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ يَا بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ أَنْقِذُوا أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ يَا فَاطِمَةُ أَنْقِذِي نَفْسَكِ مِنَ النَّارِ فَإِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا غَيْرَ أَنَّ لَكُمْ رَحِمًا سَأَبُلُّهَا بِبِلَالِهَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِي الْمُتَّفَقِ عَلَيْهِ

اپنی جانوں کو آگ سے بچالو۔ اے عبدالمطلب کی اولاد اپنی جانوں کو آگ سے بچالو ۱ اے فاطمہ اپنی جان آگ سے بچالو ۲ کہ میں اللہ کے مقابل تمہارے لئے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں ۳ سوا اس کے کہ تم سے رشتہ داری ہے جس کی تری کرمیں تر رکھوں گا اور مسلم، بخاری کی روایت میں ہے

کی امید ہو تو اسے خصوصی تبلیغ ضرور کی جائے حضور انور نے کفار بادشاہوں کو تبلیغی خطوط بھیجے ۲ یہ ہیں حضور کی عمومی تبلیغیں چونکہ عرب میں قریش بہت عزت والے مانے جاتے تھے اور قریش میں ان مذکورہ خاندانوں کا بڑا وقار تھا اس لئے حضور انور نے ان خاندانوں کو مخاطب فرماکر تبلیغ فرمائی اپنی جانوں کو آگ سے بچانے کے معنی یہ ہیں کہ تم لوگ ایمان قبول کر لو تاکہ تم نار جہنم سے بچ جاؤ اس آگ سے بچنے کا ذریعہ ایمان و اطاعت ہے ۲ اس سے معلوم ہوا کہ چھوٹے بچوں کو بھی اسلام کی تبلیغ کی جائے کیونکہ اس وقت جناب فاطمہ چھوٹی بچی تھیں سب لوگوں کے سامنے علانیہ حضرت فاطمہ کو تبلیغ فرمانا لوگوں کو سنانے کے لئے ہے کہ بغیر ایمان قبول کئے نبی کی قرابتداری بلکہ نبی کی اولاد ہونا کافی نہیں کنعان نبی زادہ تھا مگر کفر کی وجہ سے جہنمی ہوگیا۔ ایمان کی ضرورت سب کو ہے جیسے کوئی شخص سید ہو یا غیر سید دھوپ، ہوا، پانی، غذا سے مستغنی نہیں یوں ہی کوئی شخص ایمان، قرآن، اعمال سے بے نیاز نہیں آج اپنے کو اعمال سے بے نیاز ماننے والے غذا پانی، ہوا سے بے نیاز ہو کے دکھائیں بلکہ مرکر انسان ان چیزوں سے بے نیاز ہو جاتا ہے مگر حضور کی ضرورت پھر بھی رہتی ہے کہ قبر و حشر میں حضور کی غلامی کا سوال ہوتا ہے ۳ یعنی اے فاطمہ اگر تم نے ایمان قبول نہ کیا اور تم آخرت میں سزا کی مستحق ہوگئیں تو وہ سزا میں تم سے دفع نہیں کرسکتا اور تم عذاب الٰہی سے نہیں بچ سکتیں لہذا یہ حدیث نہ تو اس آیت کے خلاف ہے وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم کیونکہ اس آیت میں دنیاوی عذاب مراد ہے حضور کی برکت سے کفار پر دنیاوی عذاب نہیں آتا اور یہاں اخروی عذاب مراد ہے اور نہ اس حدیث شفاعت کے خلاف ہے کہ شفاعتی لاھل الکبائر من امتی کہ میری شفاعت میری امت کے گناہ کبیرہ والوں کو بھی پہونچے گی کہ وہاں امت کا ذکر ہے یہاں کفار کا ذکر ہے خیال رہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے خدمت گار کافر کا عذاب ہلکا ہو سکتا ہے مگر دفع نہیں ہوسکتا ابو طالب کا عذاب بہت ہلکا ہے ابولہب کو سوموار کے دن عذاب ہلکا دیا جاتا ہے اور انگلی سے پانی ملتا ہے (بخاری شریف کتاب الرضاع) ابو طالب نے خود حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی اور ابولہب کی لونڈی ثویبہ نے حضور کو دودھ پلایا۔ بہر حال یہ حدیث بالکل برحق ہے۔ ان

قَالَ يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ اِشْتَرُوْا اَنْفُسَكُمْ لَا اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا وَ يَا صَفِيَّةُ عَمَّةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ لَا اُغْنِيْ عَنْكِ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا وَيَا فَاطِمَةُ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَلِيْنِيْ مَا شِئْتِ مِنْ مَالِيْ لَا اُغْنِيْ عَنْكِ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُمَّتِيْ هٰذِهٖ اُمَّةٌ مَرْحُوْمَةٌ لَيْسَ عَلَيْهَا عَذَابٌ

کہ کہا اے قریش کے گروہ اپنی جانیں بچاؤ میں اللہ کے مقابل تم سے کچھ دفع نہیں کر سکتا اے صفیہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی [1] میں تم سے اللہ کے مقابل کچھ بھی دفع نہیں کر سکتا اے فاطمہ محمد کی بیٹی تم جو چاہو مجھ سے میرا مال مانگ لو [2] میں تم سے اللہ کے مقابل کچھ دفع نہیں کر سکتا

دوسری فصل روایت ہے حضرت ابوموسےٰ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ میری یہ امت رحمت والی ہے [3] اس پر آخرت میں

آیات و احادیث کے خلاف نہیں [1] آپ صفیہ بنت عبدالمطلب ہیں حضور کی پھوپھی زمانہ جاہلیت میں حارث ابن حرب کی بیوی تھیں حارث کی موت کے بعد عوام ابن خویلد کے نکاح میں آئیں ان سے زبیر ابن عوام پیدا ہوئے ۷۳، تہتر سال عمر پائی عہد فاروقی میں وفات ہوئی۔ جنت البقیع میں دفن ہوئیں آپ کی قبر انور زیارت گاہ خلق ہے فقیر نے زیارت کی ہے اللہ پھر نصیب کرے۔

[2] اللہ تعالٰی نے حضور انور کو بی بی خدیجہ کے مال سے غنی فرمادیا تھا فرمایا ہے ووجدك عائلا فاغنی، لہذا اس فرمان عالی پر یہ اعتراض نہیں کہ ہجرت سے پہلے حضور انور کے پاس نہیں تھا پھر یہ کیسے فرمایا۔خیال رہے کہ حضرت خدیجہ نے حضور انور کو اپنی ذات اپنے مال کا مالک کردیا تھا رضی اللہ عنہا اعلٰی حضرت نے فرمایا ؎

میٹھا پھلی ماکھمت امن و اماں حق گزار رفاقت پہ لاکھوں سلام

نیز حضور ہجرت سے پہلے تجارت کرتے تھے اور بھی کام کرتے تھے [3] اس فرمان عالی کا مطلب ابھی عرض ہوچکا اللہ تعالٰی حضور کے نام کی برکت سے حضور کے خدام کے صدقہ سے آفتیں مصیبتیں دفع فرما دیتا ہے حضور کا نام دافع بلا ہے یہاں اللہ کے مقابل اخروی عذاب کفار سے دفع فرمانے کی نفی ہے [3] یعنی دوسرے نبیوں کی امت کے مقابل میری امت پر حق تعالٰی کی رحمت زیادہ ہے اس کی نیکیاں کم ثواب زیادہ ہیں گناہوں کی معافی کے ذریعے بہت جیتے بچانے کے بہانے بہت زیادہ ہیں یہ صدقہ ہے رحمت والے آقا کا ؎

عرب کے واسطے رحمت عجم کے واسطے رحمت وہ آئے لیکن آئے رحمۃ للعالمین ہو کر

فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابُهَا فِي الدُّنْيَا الْفِتَنُ وَالزَّلَازِلُ وَالْقَتْلُ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ ❊ وَعَنْ اَبِيْ عُبَيْدَةَ وَمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ هٰذَا الْاَمْرَ بَدَأَ نُبُوَّةً وَّرَحْمَةً ثُمَّ يَكُوْنُ خِلَافَةً وَّرَحْمَةً ثُمَّ مُلْكًا عَضُوْضًا ثُمَّ كَائِنٌ جَبْرِيَّةً

عذاب نہیں ۱؎ اس کا عذاب دنیا میں ہے فتنے . زلزلے اور قتل ۲؎ ابوداؤد ❊ روایت ہے حضرت ابوعبیدہ اور معاذ ابن جبل سے ۳؎ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا کہ یہ کام شروع ہوا نبوۃ اور رحمت سے ۴؎ پھر ہو جاوے گا خلافت اور رحمت ۵؎ پھر ہو جاوے گا کٹ کھنی سلطنت ۶؎ پھر ہو جاوے گا ظلم

۱؎ یعنی اس امت پر آخرت میں عذاب سخت نہیں یا عذاب رسوائی والا نہیں یا عذاب دائمی نہیں لہذا یہ فرمان عالی عذاب والی احادیث کے خلاف نہیں بعض شارحین نے کہا کہ اس امت کے گنہگاروں کے لیے عذاب قبر عذاب آخرت کا کفارہ ہے مگر پہلی بات قوی ہے یا چھوٹے گناہ اکثر کفارات سے بخشے جائیں گے ان پر عموماً عذاب نہ ہوگا ۲؎ یعنی دنیاوی یہ مصیبتیں گناہ صغیرہ کا کفارہ بن جاتے ہیں حتی کہ کانٹا جو پاؤں میں چبھ جاتے وہ بھی کفارہ ہے ۳؎ حضرت ابوعبیدہ ابن جراح امین امت اور عشرہ مبشرہ سے ہیں اور معاذ ابن جبل عظیم الشان صحابی ہیں ان کے حالات پہلے بیان ہو چکے یہ دونوں صاحب اس حدیث کے راوی ہیں ۴؎ امر سے مراد دین اسلام ہے بدایا تو بدو سے ہے بمعنی ظاہر ہونا یا بدایۃ سے بمعنی شروع ہونا یعنی دین اسلام کی ابتداء یا اس کا ظہور ہماری نبوت سے ہے اور یہ نبوت سراسر رحمت الہی ہے کیونکہ ہم رحمۃ للعالمین ہیں اور یہ امت مرحومہ ہے ۵؎ یعنی ہمارے بعد کوئی نبی نہ آئے گا کہ ہم خاتم النبیین ہیں۔ ہمارے نائب ہوں گے ان کا زمانہ خلافت کا دور ہوگا کہ خلفاء نائب نبی ہونگے ان کی بیعت بیعت سلطنت بھی ہوگی اور بیعت ارادۃ بھی اس لئے اس زمانہ کے لوگ کسی کے مرید نہ بنیں گے اپنے خلیفہ کی رعایا بھی ہوں گے ان کے مرید بھی یہ زمانہ حضرات خلفاء راشدین تک رہا یعنی وفات شریف سے تیس سال تک خلفاء راشدین دین و دنیا دونوں کے پیشوا تھے ان کی بیعت حضور اقدس کی بیعت تھی۔

۶؎ عضوض بنا ہے عض سے بمعنی دانت سے کاٹ کھانا یعنی اس دور کے بعد خلافت راشدہ ختم ہو جاوے گی بادشاہوں میں صرف سلطنت رہ جاوے اور بادشاہ اکثر ظالم ہونگے اگر دو چار عادل ہوئے تو وہ شمار میں نہیں کہ اکثر کو کل کا حکم ہوتا ہے چنانچہ حضرت عمر ابن عبدالعزیز بنی امیہ کے بادشاہوں میں سے ہیں مگر آپکا زمانہ نہایت ہی عدل و انصاف کا زمانہ ہوا آپ کے مناقب احادیث شریفہ میں مذکور ہیں (مرقات) لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ یہاں اکثریت کا ذکر ہے حضرت امیر معاویہ بھی اسلام کے

وَعُتُوًّا وَفَسَادًا فِي الْأَرْضِ يَسْتَحِلُّوْنَ الْحَرِيْرَ وَالْفُرُوْجَ وَالْخُمُوْرَ
يُرْزَقُوْنَ عَلٰى ذٰلِكَ وَيُنْصَرُوْنَ حَتّٰى يَلْقَوُا اللّٰهَ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي
شُعَبِ الْإِيْمَانِ؛ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اَوَّلَ مَا يُكْفَأُ قَالَ زَيْدُ بْنُ يَحْيَى الرَّاوِيُّ

سرکشی اور زمین میں فساد [1] کہ لوگ ریشم اور زنا اور شرابوں کو حلال سمجھیں گے
[2] اس کے باوجود روزی دیئے جائیں گے فتح دیئے جاویں گے حتی کہ اللہ سے ملیں گے [3]۔
(بیہقی۔ شعب الایمان) روایت ہے، حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم کو فرماتے سنا کہ شراب پہلی وہ چیز ہے جو اونڈیل جائے گی [4] زید ابن یحیی راوی فرماتے ہیں

سلطان ہی ظالم نہیں کردہ صحابی ہیں صحابہ ظالم نہیں ہوتے ؛

[1] یعنی کچھ عرصہ کے بعد ایسے بادشاہ مسلط ہوں گے جن سے زمین میں بڑا فساد پھیلے گا کہ نااہل سلطان ہوں گے نااہل ہی حکام رعایا پر ظلم کریں گے نااہلوں کو عہدے دیں گے علماء صالحین کو ذلیل کریں گے مشرکین وکفار پر جہاد کرنے کی بجائے خود مسلمانوں سے لڑیں گے اسی لیے علماء فرماتے ہیں کہ جو اب حکام یا بادشاہ کو عادل کہے وہ کافر ہے کچہریوں کو عدالت کہنا حرام ہے (مرقات) کہ اب کچہریاں عدالت نہیں بلکہ انسانوں کے مذبح ہیں نوے فی صدی ظلم ان کچہریوں کے سر پر ہو رہے ہیں۔ حضور کی پیش گوئی حرف بحرف ظاہر ہو رہی ہے اللہ تعالٰی زمانہ کی شر سے بچائے [2] یعنی زنا، ریشم، شراب بے پرواہی سے استعمال کریں گے گویا بالکل حلال ہے یا یہ مطلب ہے کہ حیلے بہانے بنا کر انہیں حلال ثابت کرنے کی کوشش کریں گے یہ حدیث پڑھو اور آج کل کے حالات دیکھو یہ ہے اس غیب داں رسول کا علم غیب۔

[3] یعنی اللہ تعالٰی ان پہ عذاب نہ بھیجے گا ان کے ظلموں کے باوجود وہ روزی پائیں گے اگر کبھی کفار پہ جہاد کریں گے تو اللہ تعالٰی انہیں فتح دے گا کیونکہ اسی امت پر دنیا میں عذاب نہیں آئے گا اس فرمان عالی کا ظہور ۱۷ ستمبر ۱۹۶۵ء اس جنگ میں ہوا جو بھارت اور پاکستان میں ہوئی اللہ تعالٰی نے پاکستان کو بھارت کی پانچ گنا طاقت پر فتح دی یہ اس کی مہربانی ہے اللہ سے ملنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کے سزا و جزا قیامت پر رکھی گئی ہے دنیا میں رحمت کا ظہور ہے۔

[4] اس وقت مجلس پاک میں شراب کی حرمت کا ذکر ہو رہا تھا تو حضور انور نے یہ فرمایا ان کی یا تو خبر پوشیدہ ہے یا اسم پوشیدہ ہے یعنی یا تو ان اول الاسلام ما یکفأ الخمر ہے یعنی میری امت اسلام کے احکام توڑے گی ان میں سے سب سے پہلے شراب کا حکم توڑے گی کہ اسے پینے لگے گی بعد میں دوسرے احکام توڑے گی (لمعات)۔

يَعْنِي الْإِسْلَامَ كَمَا يُكْفَأُ الْإِنَاءُ يَعْنِي الْخَمْرَ قِيلَ فَكَيْفَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَقَدْ بَيَّنَ اللّٰهُ فِيهَا مَا بَيَّنَ قَالَ يُسَمُّونَهَا بِغَيْرِ اسْمِهَا فَيَسْتَحِلُّونَهَا رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ.

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنِ النُّعْمَانِ ابْنِ بَشِيرٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَكُونُ النُّبُوَّةُ فِيكُمْ مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ تَكُونَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا اللّٰهُ

کو مراد اسلام ہے ۱؎ جیسے برتن سے انڈیلی جاتی ہے یعنی شراب ۲؎ عرض کیا گیا یا رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) یہ کیسے ہوگا حالانکہ اللہ تعالے نے اس کے بارے میں واضح بیان فرما دیا ہے ۳؎ فرمایا کہ اس کا نام کچھ اور رکھ لیں گے پھر اسے حلال سمجھ لیں گے ۴؎ (دارمی) تیسری فصل روایت ہے حضرت نعمان ابن بشیر سے ۵؎ وہ حضرت حذیفہ سے راوی فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تم میں نبوت رہے گی جب تک اس کا رہنا اللہ چاہے پھر اسے اللہ اٹھا لے گا ۶؎

۱؎ راوی اس فرمان کی شرح یوں کر رہے ہیں کہ گویا اسلام ایک گھڑا ہے جس میں احکام بھرے ہوئے ہیں گھڑے کو نیچا کرو تو اوپر کی چیز پہلے گرتی ہے نیچے کی چیزیں بعد میں۔ اسی طرح میری امت پہلے شراب کا حکم نکال پھینکے گی بعد میں دوسرے احکام۔ اشعہ میں ہے الاسلام سے پہلے فی پوشیدہ ہے یعنی اسلام میں پہلے شراب پی جائے گی ۲؎ یہ جملہ اس تشبیہ کا تتمہ ہے یہ بھی راوی کا قول ہے یعنی اسلام میں پہلی کونسی چیز پی جائے گی شراب (اشعہ) ۳؎ یعنی تعجب ہے کہ لوگ مسلمان پہلے شراب کا قانون توڑیں گے حالانکہ شراب کے متعلق قرآن واحادیث میں صاف صریح احکام وارد ہیں پھر یہ کیسے جرأت کریں گے ۴؎ یعنی شراب کو بیئر یا انگریزی میں وسکی کہہ کر پئیں گے کہیں گے یہ شراب نہیں یہ تو وسکی ہے یا بیئر ہے آج بھی بعض لوگ اس نام سے شراب پیتے ہیں ہر نشہ دینے والی چیز حرام ہے نام بدلنے سے حکم نہیں بدل جاتا۔ ۵؎ حضرت نعمان بھی صحابی ہیں ان کے والد بشیر بھی صحابی نعمان پہلے وہ بچے ہیں جو بعد اسلام انصار کے گھر پیدا ہوئے ان کی پیدائش پر انصار کو بڑی خوشی ہوئی کیونکہ مدینہ منورہ میں مشہور ہوگیا تھا کہ یہود نے انصار پر جادو کر دیا ہے اب ان کے ہاں اولاد نہ ہوگی۔ حذیفہ ابن یمان حضور کے صاحب اسرار صحابی ہیں۔ ۶؎ یہاں نبوت سے مراد حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ظہور کا زمانہ ہے جب لوگ صحابی بنتے تھے یہ زمانہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات سے ختم ہوگیا اور پھر خلافت کا زمانہ آگیا۔ اور حضور کی سلطنت کا زمانہ تا ابد ہے وہ کبھی ختم نہ ہوگا نبی کی نبوت کا زمانہ اس کے نسخ سے ختم ہوتا ہے۔ حضور کی نبوت وسلطنت نہ کبھی منسوخ ہو نہ کبھی آپ کی نبوت جائے اب بھی حضور کا دور ہے حضور کا زمانہ ہے یہاں اٹھالے گا سے یہ ہی مراد ہے کہ ہماری وفات ہو جائے گی لوگ ہمارے دیدار کو ترس جائیں گے؛

ثُمَّ تَكُوْنُ خِلَافَةٌ عَلٰى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ تَكُوْنَ ثُمَّ
يَرْفَعُهَا اللّٰهُ ثُمَّ تَكُوْنُ مُلْكًا عَاضًّا فَتَكُوْنُ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ تَكُوْنَ
ثُمَّ يَرْفَعُهَا اللّٰهُ ثُمَّ تَكُوْنُ مُلْكًا جَبْرِيَّةً فَتَكُوْنُ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ
تَكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا اللّٰهُ تَعَالٰى ثُمَّ تَكُوْنُ خِلَافَةٌ عَلٰى مِنْهَاجِ نُبُوَّةٍ
ثُمَّ سَكَتَ قَالَ حَبِيْبٌ فَلَمَّا قَامَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ كَتَبْتُ اِلَيْهِ

پھر ہوگی خلافت نبوت کے راستہ پر جب تک اللہ اس کا ہونا چاہے[۱] پھر اسے بھی اللہ اٹھالے گا[۲] پھر کٹکھنا ملک ہوگا[۳] پھر وہ رہے گا جب تک اللہ اس کا رہنا چاہے پھر اسے اللہ اٹھالے گا پھر جبریہ سلطنت ہوگی[۴] وہ بھی رہے گی جب تک اللہ اس کا رہنا چاہے پھر اسے اللہ اٹھالے گا پھر خلافت نبوۃ کی راہ پر ہوگی[۵] پھر حضور خاموش ہوگئے حبیب کہتے ہیں[۶] پھر جب عمر ابن عبدالعزیز قائم ہوئے تو میں نے

[۱] منہاج کے معنی ہیں وسیع راستہ (جرنیلی سڑک) رب تعالٰی فرماتا ہے شرعۃً ومنہاجًا۔ یہاں منہاج سے مراد ظاہر و باطن فیوض ہیں یعنی اس خلافت میں نبوت کے ظاہری و باطنی فیوض ہوں گے یہ خلافت کل تیس سال رہے گی جیسا کہ دوسری حدیث شریف ہے۔

[۲] چنانچہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے چھ ماہ خلافت کرکے اس لیے امیر معاویہ کے حق میں دست برداری فرمائی ان چھ ماہ پر تیس سال پورے ہوگئے اس کے بعد اسلام میں سلطنت کی بنیاد پڑی امیر معاویہ پہلے سلطان اسلام ہوئے۔

[۳] کٹکھنے ملک کے معنی ابھی پہلے عرض کردیئے گئے کہ اس زمانہ خلافت راشدہ جیسی نورانیت نہ ہوگی نہ اس زمانہ کا سا امن وامان ہوگا اس زمانہ میں بعض لوگ بعض کو کاٹ کھائیں گے یہ مطلب نہیں کہ وہ سلطنت لوگوں کو کاٹ کھائے گی یا سلطان ظالم ہوں گے ظلم والی بادشاہت کا ذکر تو آگے آرہا ہے[۴] کہ اس دور میں لوگوں کی مرضی کے خلاف جبرًا لوگ سلطان بن جاویں گے خود بھی ظالم ہوں گے اور ان کے حکام بھی ظالم ہوں گے۔

[۵] اس خلافت سے مراد حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کی خلافت ہے جو قریب قیامت قائم ہوگی اس دور میں زمانہ رسالت کے تمام فیوض و برکات جاری ہوں گے اس درمیان میں اگرچہ بعضے بادشاہ بڑے عادل ہوں گے جیسے حضرت عمر ابن عبدالعزیز یا سلطان محی الدین اورنگ زیب عالمگیر وغیرہ مگر ان کی سلطنت خلافت علی منہاج النبوۃ نہ ہوگی (از مرقات واشعہ)

[۶] یہ حبیب ابن سالم ہیں حضرت نعمان ابن بشیر کے آزاد کردہ غلام وہ اس حدیث کے ایک راوی اور حضرت نعمان کے کاتب ہیں۔

بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اُذَكِّرُهٗ اِيَّاهُ وَقُلْتُ اَرْجُوْا اَنْ تَكُوْنَ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ
بَعْدَ الْمُلْكِ الْعَاضِّ وَالْجَبْرِيَّةِ فَسُرَّبِهٖ وَاَعْجَبَهٗ يَعْنِيْ عُمَرَ
بْنَ عَبْدِ الْعَزِيْزِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ دَلَائِلِ النُّبُوَّةِ كِتَابُ
الْفِتَنِ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَامَ فِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا مَا تَرَكَ شَيْئًا يَّكُوْنُ فِيْ مَقَامِهٖ
ذٰلِكَ اِلٰى قِيَامِ السَّاعَةِ اِلَّا حَدَّثَ بِهٖ حَفِظَهٗ مَنْ حَفِظَهٗ مَنْ

انہیں یہ حدیث لکھ بھیجی یہ ان کو یہ حدیث یاد دلاتا تھا میں نے کہا کہ مجھے امید ہے کہ آپ کٹکھنے اور جبریہ ملک کے بعد مسلمانوں کے امیر ہوئے ہم کو ۱ تو آپ اس سے بہت خوش ہوئے اور عمر ابن عبدالعزیز کو یہ بہت پسند آئی ۲ (احمد، بیہقی۔ دلائل النبوۃ) فتنوں کا بیان ۳ پہلی فصل روایت ہے حضرت حذیفہ سے فرماتے ہیں کہ ہم میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک جگہ قیام فرمایا ۴ آپ نے اسی جگہ میں قیامت تک ہونے والی کوئی چیز نہ چھوڑی مگر اس کی خبر دیدی ۵ جس نے اسے یاد رکھا اس نے یاد رکھا

۱ سبحان اللہ کیسی احتیاط سے کام لیا کہ انہیں خلیفۃ المسلمین نہ کہا نہ ان کی حکومت کو خلافت فرمایا بلکہ فرمایا کہ آپ ہیں تو سلطان اسلام مگر آپ کے زمانہ میں عدل و انصاف کا دور دورہ ہے آپ نے ظلم کی جڑیں کاٹ دیں عدل قائم کیا مسلمان آپ کو عمر ثانی کہتے تھے اور آپ کی حکومت کو خلافت فاروقی کا نمونہ کہا کرتے تھے ۲ یہ خوشی شکریہ کی تھی کہ اللہ کا شکر ہے کہ لوگوں کا میرے متعلق یہ نیک گمان ہے لوگوں کی زبان ان کا گمان اللہ کی طرف سے ہوتا ہے ۳ فتن جمع ہے فتنۃ کی فتنہ کے کل چودہ معنی ہیں۔ محنت۔ آزمائش۔ پسند آنا کسی پر فریفتہ ہونا۔ گمراہ ہونا گمراہ کرنا گناہ، کفر، رسوائی، عذاب، سونا آگ میں گلانا جنون۔ محنت۔ لوگوں کے آپس کے جھگڑے و فساد۔ (اشعۃ اللمعات) مؤلف اس بارے میں بہت سے باب باندھیں گے حتی کہ فضائل و مناقب کے باب بھی اسی بیان میں آئیں گے ان بابوں میں ان معانی کا لحاظ ہے ۴ حضور انور کا یہ قیام آئندہ واقعات کی خبریں دینے کے لئے تھا، جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے ۵ یعنی حضور نے ہر چھوٹے بڑے واقعہ حتی کہ قطرہ قطرہ ذرہ ذرہ کا بیان فرما دیا یہ حدیث اس آیت کریمہ کی تفسیر ہے وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ جس سے معلوم ہو رہا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے حضور کو ذرہ ذرہ قطرہ کا علم بخشا اتنے تھوڑے وقت میں یہ سب بیان فرما دینا حضور انور کا معجزہ ہے جیسے حضرت داؤد علیہ السلام آن کی آن میں زبور شریف پڑھ لیتے تھے خیال رہے کہ اللہ تعالےٰ نے حضور انور کو سب کچھ سکھا دیا جس سے حضور ان سب کے

حَفِظَهٗ وَنَسِيَهٗ مَنْ نَسِيَهٗ قَدْ عَلِمَهٗ اَصْحَابِيْ هٰٓؤُلَآءِ وَاِنَّهٗ لَيَكُوْنُ مِنْهُ الشَّيْئُ قَدْ نَسِيْتُهٗ فَاَرَاهُ فَاَذْكُرُهٗ كَمَا يَذْكُرُ الرَّجُلُ وَجْهَ الرَّجُلِ اِذَا غَابَ عَنْهُ ثُمَّ اِذَا رَاٰهُ عَرَفَهٗ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ تُعْرَضُ الْفِتَنُ عَلَى الْقُلُوْبِ كَالْحَصِيْرِ عُوْدًا عُوْدًا فَاَيُّ قَلْبٍ اُشْرِبَهَا نُكِتَتْ فِيْهِ نُكْتَةٌ سَوْدَاءُ وَاَيُّ قَلْبٍ اَنْكَرَهَا نُكِتَتْ فِيْهِ نُكْتَةٌ بَيْضَاءُ حَتّٰى

جو بھول گیا وہ بھول گیا[1] یہ بات میرے یہ دوست جانتے ہیں[2] ان واقعات میں سے کوئی چیز ہوتی ہے جسے میں بھول چکا ہوتا ہوں پھر اسے دیکھتا ہوں تو اسے یاد کر لیتا ہوں جیسے کوئی شخص کسی کا چہرہ پہچان لیتا ہے جب وہ اس سے غائب رہا ہو پھر جب اسے دیکھے تو پہچان لے[3] (مسلم بخاری) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ دلوں پر فتنے پیش آئیں گے[4] جیسے چٹائی کا ایک ایک تنکا جو دل فتنے پلا دیا گیا اس میں سیاہ دھبہ پیدا کر دیں گے اور جو دل انہیں برا سمجھے اس میں سفید داغ پیدا ہو جاوے گا[5] حتی کہ دو

عالم بن گئے مگر حضور انور نے حضرات صحابہ کو یہ سب کچھ بتا دیا سکھایا نہیں جس سے وہ صحابہ ان سب کے عالم نہیں بن گئے لہذا صحابہ کا علم حضور کے برابر نہیں ہوگیا جیسے اللہ تعالٰی نے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام چیزوں کے نام سکھا دیئے وعلم آدم الاسماء کلہا جس سے وہ ان نام کے عالم بن گئے مگر آدم علیہ السلام نے فرشتوں کو یہ نام بتا دیئے سکھائے نہیں جس سے فرشتے عالم نہ بنے فلما انبأهم باسمائهم۔[2] یہ ساری باتیں تو کسی ایک کو بھی یاد نہ رہیں بعض صحابہ کو زیادہ باتیں یاد رہیں بعض کو تھوڑی بعض کو بہت چیزیں بھول گئیں[3] یعنی جو صحابہ آج موجود ہیں انہیں یہ واقعہ یاد ہے جو میں نے بیان کیا کہ حضور انور نے یہ سب باتیں ایک مجلس شریف میں بتائی تھیں[4] یعنی بہت دفعہ واقعات ہمارے سامنے آکر ہم کو ہماری بھولی باتیں یاد دلا دیتے ہیں کہ حضور انور نے یہ فرمایا تھا دیکھو وہ واقعہ یہ ہے۔ جیسے بھولا بچھڑا آدمی سامنے آجاوے تو پہچان لیا جاتا ہے سبحان اللہ کیسی شاندار مثال ہے[5] یہاں فتنوں سے مراد یا دنیاوی آفتیں اور مصیبتیں ہیں یا برے عقیدے برے اعمال ہیں وہ فتنے دور ہو جائیں گے مگر ان کے اثرات دلوں پر رہ جائیں گے جیسے مٹی یا سیتے پر چٹائی بچھا کر تو چٹائی تو اٹھا لی جاتی ہے مگر اس کے نشان مٹی پر رہ جاتے ہیں۔[6] یعنی جو شخص ان فتنوں کو اچھا سمجھے گا اس کا دل سیاہ ہو جاوے گا وہ بے ایمان جیئے گا بے ایمان مرے گا اور جو ان فتنوں سے نفرت کرے گا

يَصِيْرَ عَلٰى قَلْبَيْنِ اَبْيَضَ مِثْلَ الصَّفَا فَلَا تَضُرُّهٗ فِتْنَةٌ مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَالْاٰخَرُ اَسْوَدُ مُرْبَادًّا كَالْكُوْزِ مُجَخِّيًا لَا يَعْرِفُ مَعْرُوْفًا وَّلَا يُنْكِرُ مُنْكَرًا اِلَّا مَا اُشْرِبَ مِنْ هَوَاهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ وَعَنْهُ قَالَ حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيْثَيْنِ رَاَيْتُ اَحَدَهُمَا وَاَنَا اَنْتَظِرُ الْاٰخَرَ حَدَّثَنَا اَنَّ الْاَمَانَةَ

دو قسم کے دلوں پر ہو جائیں گے [۱] ایک سفید جیسے سنگ مرمر اسے کوئی فتنہ نقصان نہ دے گا جب تک کہ آسمان و زمین قائم ہیں اور دوسرا کالا راکھ رنگ جیسے اوندھا کوزہ [۲] وہ نہ بھلائی کو پہچانے نہ برائی کو برا جانے سوا اس خواہش کے جو اسے پلا دی گئی۔ [۳] (مسلم) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں کہ ہم کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دو خبریں بتائیں [۴] جن میں سے ایک تو میں نے دیکھ لی اور دوسری کا منتظر ہوں [۵] ہم کو خبر دی کہ امانت لوگوں

اس کا دل نورانی ہوگا یہاں پلائے جانے سے مراد پسند کرنا چاہتا ہے جیسے رب تعالیٰ فرماتا ہے واشربوا فی قلوبھم العجل۔

[۱] یا تو لوگ دو قسم کے ہو جائیں گے کالے دل والے اور سفید دل والے یا لوگوں کے دل دو قسم کے ہو جائیں گے سفید اور کالے معلوم ہوا کہ گناہ سے الفت اور نفرت کا اثر دل پر پڑتا ہے۔ پھر کبھی دل کا اثر چہرے پر نمودار ہو جاتا ہے چہرہ دل کی کتاب ہے۔

[۲] یعنی اس کا دل سیاہ بھی ہوگا اور ناقابل تاثیر جیسے الٹا کوزہ کہ اس میں کوئی چیز نہیں ٹھہرتی ایسے ہی اس دل میں کسی نصیحت کرنے والے کی نصیحت ٹھہرے گی نہیں وہ دل کسی نصیحت کا اثر قبول نہ کرے گا یہ اللہ تعالیٰ کا سخت عذاب ہے مجخی اِجْخَاءٌ کا اسم فاعل ہے بمعنی اوندھا اور الٹا ہو جانا۔

[۳] یعنی وہ شخص بجز اپنی دل پسند چیز کے کسی کو اختیار میں نہ کرے گا اگرچہ کتنی ہی اچھی ہو اور سوائے اپنی ناپسندیدہ چیز کے کسی چیز کو چھوڑے گا ہی نہیں اگرچہ کتنی ہی بری ہو یہ ہے دل کی موت یا دل کا رین۔ رب فرماتا ہے کلا بل ران علی قلوبھم ما کانوا یکسبون۔

[۴] یعنی فتنوں کے زمانوں میں امانت کے متعلق دو چیزیں دی لہٰذا یہ حدیث کتاب الفتن کے مناسب ہے۔

[۵] حضور انور نے نزول امانت کی بھی خبر دی اور اس امانت کے اٹھ جانے کی بھی دی۔ میں نے امانت کا نزول تو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اس کے اٹھ جانے کا منتظر ہوں نہ معلوم یہ واقعہ میری زندگی میں ہو یا میرے بعد۔

نَزَلَتْ فِي جَذْرِ قُلُوبِ الرِّجَالِ ثُمَّ عَلِمُوا مِنَ الْقُرْاٰنِ ثُمَّ عَلِمُوا مِنَ السُّنَّةِ وَحَدَّثَنَا عَنْ رَفْعِهَا قَالَ يَنَامُ الرَّجُلُ النَّوْمَةَ فَتُقْبَضُ الْاَمَانَةُ مِنْ قَلْبِهٖ فَيَظَلُّ اَثَرُهَا مِثْلَ اَثَرِ الْوَكْتِ ثُمَّ يَنَامُ النَّوْمَةَ فَتُقْبَضُ فَيَبْقٰى اَثَرُهَا مِثْلُ اَثَرِ الْمَجْلِ كَجَمْرٍ دَحْرَجْتَهٗ عَلٰى رِجْلِكَ فَنَفِطَ فَتَرَاهُ مُنْتَبِرًا وَلَيْسَ

کے دلوں کے اصل میں اتری ہے ۱ پھر لوگوں نے قرآن سیکھا پھر حدیث سیکھا ۲ اور حضور نے ہم کو اس کے اٹھ جانے کی خبر دی ۳ فرمایا آدمی ایک نیند سوئے گا تو اس کے دل سے امانت قبض کرلی جاوے گی ۴ تو اس کا اثر چھالے کی طرح رہ جاتا ہے ۵ پھر ایک نیند سوئے گا تو امانت قبض کرلی جاوے گی حتی کہ اس کا اثر آبلے کی طرح ہو جاوے گا ۶ جیسے تم اپنے پاؤں پر چنگاری لگاؤ تو ابھار ہو جاوے تم اسے پھولا ہوا

۱ امانت سے مراد یا تو ایمان ہے یا شرعی احکام رب تعالٰی فرماتا ہے انا عرضنا الامانۃ علی السموات ممکن ہے کہ اس سے مراد دیانتداری ہو خیانت کی مقابل۔ ۲ اس سے معلوم ہوا کہ دلوں میں توفیق خیر پہلے ہوتی ہے قرآن و حدیث کا سیکھنا عمل کرنا بعد میں میسر ہوتا ہے یہ وہ چیزیں ہیں جو ہم نے دیکھ لیں۔

۳ یعنی آخر زمانہ میں رفتہ رفتہ ایمان دلوں سے نکل جائے گی جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ لوگ قرآن و سنت پڑھنا ان پر عمل کرنا چھوڑ دینگے۔ ۴ ظاہر یہ ہے کہ یہاں سونے سے مراد علم دین سے غفلت کرنا ہے اور نومۃ سے مراد معمولی غفلت ہے اس لئے کہ اس سے پہلے قرآن و سنت کے علم کا ذکر ہوا یعنی لوگ علم دین سے معمولی غفلت کریں گے تو اس کا نتیجہ وہ ہوگا جو یہاں مذکور ہے (اشعہ) اور ہو سکتا ہے کہ نوم سے مراد سونا ہی ہو تو مطلب یہ ہے کہ لوگوں کے انقلاب کا حال یہ ہوگا کہ ابھی سونے سے پہلے دل کا اور حال تھا اور سوتے ہی کچھ اور ہو گیا۔ (مرقات)

۵ وکت واؤ کے فتحہ کاف کے سکون سے جمع ہے وکتہ کی بمعنی نقطہ سفید جو آنکھ کی سیاہ پتلی میں ہو چھوٹے چھالے یا چھوٹے تل کو بھی وکت کہتے ہیں خواہ کالا تل ہو یا سرخ یعنی ایمن آدمی کے دل سے امانت ختم ہو جاوے گی مگر کچھ اثر باقی رہے گا۔

۶ مجل میم کے فتحہ جیم کے سکون سے آبلہ چھالا جو زیادہ کام کرنے سے ہاتھوں میں پڑ جاتا ہے کھال سخت ہو جاتی ہے یعنی لوگوں کے دلوں سے امانت آہستہ آہستہ اٹھے گی ایک بار غفلت میں امانت جائے گی دل میں خیانت آوے گی مگر معمولی جیسے چھالا دوبارہ غفلت میں یہ خیانت دل میں سخت ہو جاوے جیسے کام کرنیوالوں کے ہاتھ کے سخت دھبے آبلے۔

فِيهِ شَيْءٌ وَيُصْبِحُ النَّاسُ يَتَبَايَعُونَ وَلَا يَكَادُ أَحَدٌ يُؤَدِّي الْأَمَانَةَ فَيُقَالُ إِنَّ فِي بَنِي فُلَانٍ رَجُلًا أَمِينًا وَيُقَالُ لِلرَّجُلِ مَا أَعْقَلَهُ وَمَا أَظْرَفَهُ وَمَا أَجْلَدَهُ وَمَا فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ إِيمَانٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْهُ قَالَ كَانَ النَّاسُ يَسْأَلُونَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْخَيْرِ وَكُنْتُ أَسْأَلُهُ عَنِ الشَّرِّ مَخَافَةَ أَنْ يُدْرِكَنِي قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ

دیکھو جس میں کچھ بھی نہ ہو[1] لوگ خرید و فروخت کریں گے اور کوئی بھی امانت ادا نہ کرے گا[2] حتی کہ کہا جاوے گا کہ فلاں قبیلہ میں ایک امانت دار شخص ہے[3] اور کسی شخص کے متعلق کہا جاوے کہ وہ کیسا عقلمند ہے کیسا خوش طبع ہے کیسا بہادر ہے حالانکہ اس کے دل میں رائی کے دانے کی برابر ایمان نہ ہوگا[4] (مسلم بخاری) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں کہ لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے خیر کے متعلق پوچھتے تھے اور میں شر کے متعلق پوچھتا تھا اس خوف سے کہ مجھے وہ پہونچ جاوے[5] فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ

[1] یہ مضمون علیحدہ ہے یعنی اگر کسی کا عضو چنگاری سے جل جاوے وہاں چھالا پڑ جاوے تو چھالا ابھرا ہوا معلوم ہوتا ہے کہ اس میں سوا گندے پانی کے ہوتا کچھ نہیں یوں ہی اس زمانہ کے لوگ لباس و شکل میں بہت اچھے دکھائی دینگے مگر ان کے دلوں میں خیر نہ ہوگی برائی ہی ہوگی [2] یعنی وہ لوگ آپس میں خرید و فروخت اور دوسرے مالی معاملات کرینگے مگر امین نہ ہوں گے تجارتوں میں خیانت ملاوٹ سب ہی کچھ کریں گے اپنی زبان پر قائم نہ رہیں گے [3] یعنی امین آدمیوں کی اتنی کمی ہو جاوے گی کہ اگر کسی شہر کسی قبیلہ میں کوئی ایک امین ہوگا تو لوگ دور دور اس کا چرچہ کریں گے کہ اس علاقہ میں صرف وہ شخص امین ہے [4] یعنی آخر زمانہ میں لوگوں کی چالاکی، دنیا کمانا، چستی و چالاکی ہونے کی تو تعریف ہوگی مگر اس کے دین تقویٰ امانت کا ذکر بھی نہ کیا جاوے گا وہ ہوگا بے ایمان خائن جیسا کہ آجکل عام چودھریوں نمبرداروں دنیاداروں میں دیکھا جاتا ہے ہاں بعض اللہ کے مقبول بھی ہوتے ہیں۔ مگر تھوڑے۔
[5] یعنی صحابہ کرام حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے خیر کی باتیں بہت پوچھتے تھے جیسے نیک اعمال۔ دنیاوی فراخی آئندہ فتوحات تاکہ اس پر خوشی و شکر کریں مگر میں شر کی باتیں بہت پوچھتا تھا جیسے گناہ فتنے بد اطواری کے برے نتیجہ تاکہ ان سے بچنے کی کوشش کروں تحلیہ سے پہلے تخلیہ ہے لباس و زیور سے پہلے غسل ہے پہلے برائیوں سے بچو پھر نیکیاں کرو۔

إِنَّا كُنَّا فِي جَاهِلِيَّةٍ وَشَرٍّ فَجَاءَنَا اللّٰهُ بِهٰذَا الْخَيْرِ فَهَلْ بَعْدَ
هٰذَا الْخَيْرِ مِنْ شَرٍّ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ وَهَلْ بَعْدَ ذٰلِكَ الشَّرِّ مِنْ
خَيْرٍ قَالَ نَعَمْ وَفِيهِ دَخَنٌ قُلْتُ وَمَا دَخَنُهُ قَالَ قَوْمٌ يَسْتَنُّونَ
بِغَيْرِ سُنَّتِي وَيَهْدُونَ بِغَيْرِ هَدْيِي تَعْرِفُ مِنْهُمْ وَتُنْكِرُ قُلْتُ
فَهَلْ بَعْدَ ذٰلِكَ الْخَيْرِ مِنْ شَرٍّ قَالَ نَعَمْ دُعَاةٌ عَلَى أَبْوَابِ جَهَنَّمَ
مَنْ أَجَابَهُمْ إِلَيْهَا قَذَفُوهُ فِيهَا قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ صِفْهُمْ لَنَا
قَالَ هُمْ مِنْ جِلْدَتِنَا وَيَتَكَلَّمُونَ بِأَلْسِنَتِنَا قُلْتُ فَمَا تَأْمُرُنِي إِنْ

ہم پہلے جہالت[۱] و شر میں تھے پھر اللہ ہمارے پاس یہ خیر لایا[۲] تو کیا اس خیر کے بعد کوئی شر ہوگی[۳] میں نے عرض کیا کہ کیا اس شر کے بعد خیر ہوگی فرمایا ہاں مگر اس خیر میں کدورت ہوگی[۴] میں نے عرض کیا اس کی کدورت کیا ہے فرمایا وہ قوم جو میرے طریقے کے خلاف طریقہ اختیار کریگی اور میری عادت کے خلاف عادت قبول کریگی[۵] ان کی بعض باتیں اچھی پاؤ گے بعض بری میں نے عرض کیا کہ کیا اس خیر کے بعد شر ہوگی فرمایا ہاں[۶] دوزخ کے دروازہ پہ بلانے والے جو دوزخ کی طرف ان کی بات مانے گا اسے دوزخ میں ڈالدینگے[۷] میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ان کی علامات بھی بتائیے فرمایا وہ ہمارے گروہ سے ہونگے ہماری زبان میں کلام کرینگے[۸] میں نے عرض کیا کہ اگر میں یہ پاؤں

[۱] یعنی ہم اہل عرب پہلے انتہائی برائیوں میں گرفتار تھے پھر اللہ نے ہم کو انتہائی خیر حضور کی نبوت و دین تقویٰ طہارت ہم کو عطا فرمائی [۲] یعنی کیا حضور کے پردہ فرمانے کے بعد پھر ہم برائیوں میں آفتوں میں مبتلا ہونگے [۳] یعنی اس شر کے بعد خیر آنے کی تو مگر خالص خیر نہ ہوگی اس میں شر کی ملاوٹ ہوگی دخن بنا ہے دخان سے بمعنی دھواں [۴] اس فرمان عالی میں اشارہ یا تو قتل عثمان و خلافت علی کی طرف ہے کہ قتل عثمان شر ہے اور خلافت علی خیر مگر اسی خلافت میں روافض و خوارج کا زور تھا یہ کدورت ہے یا اس میں اشارہ ہے خلافت عمر ابن عبد العزیز کی طرف کہ وہ خیر تھی مگر اس زمانہ میں بدمذہبوں کا زور تھا (از اشعہ و مرقات) اس کی شرحیں اور بہت کی گئی ہیں [۵] یعنی کیا اس مخلوط خیر کے بعد کوئی شر ہوگی جو خالص شر ہو اس خیر سے کہیں بدتر ہو [۶] یعنی ایسے پیشوا جو لوگوں کو ہدایت کے لباس میں گمراہی دیں گے خیر دکھا کر شر پلائیں گے سنت ظاہر کرکے بدعت پیش کریں گے زہد ظاہر کرکے عیاشی کریں گے جو ان کی مانیگا وہ دوزخ میں جائے گا گو یہ لوگ دوزخ میں بھیجنے کا سبب ہوں گے یہ نسبت سبب کی طرف ہے۔

[۸] یعنی کلمہ گو اور مدعی اسلام ہونگے عرب ہوں گے عربی بولیں گے اس لئے لوگ ان سے بہت دھوکا کھایا کریں گے کیونکہ چھپے دشمن سے بچنا بہت مشکل ہے۔ روافض۔ خوارج۔ وہابیت۔ نجدیت وغیرہ سب عرب سے ہی پیدا ہوئیں؛

أَدْرَكَنِي ذٰلِكَ قَالَ تَلْزَمُ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِيْنَ وَإِمَامَهُمْ قُلْتُ فَإِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُمْ جَمَاعَةٌ وَّلَا إِمَامٌ قَالَ فَاعْتَزِلْ تِلْكَ الْفِرَقَ كُلَّهَا وَلَوْ أَنْ تَعَضَّ بِأَصْلِ شَجَرَةٍ حَتّٰى يُدْرِكَكَ الْمَوْتُ وَأَنْتَ عَلٰى ذٰلِكَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةِ الْمُسْلِمِ قَالَ يَكُوْنُ بَعْدِيْ أَئِمَّةٌ

تو مجھے آپ کیا حکم فرماتے ہیں فرمایا مسلمانوں کی جماعت ان کے امام کو پکڑے رہنا[1] میں نے عرض کیا کہ اگر مسلمانوں کی نہ جماعت ہو[2] نہ امام فرمایا تو ان تمام فرقوں سے الگ رہنا[3] اگرچہ اس طرح ہو کہ تم کسی درخت کی جڑ دانتوں سے پکڑ لو حتیٰ کہ تم کو اسی حالت میں موت آجائے[4] (مسلم بخاری) اور مسلم کی روایت میں ہے کہ فرمایا میرے بعد ایسے پیشوا ہوں گے

[1] یعنی وہ عقیدے رکھنا جو مسلمانوں کی جماعت کے ہوں سلطان اسلام کی حمایت کرنا جو تم کو اللہ رسول کے راستہ پر چلائے، ان تمام فرقوں سے الگ رہنا جماعت مسلمین کے ساتھ رہنا فتنوں سے بچنے کا قوی ذریعہ ہے اہل سنت والجماعت کے ساتھ رہو تیرہ سو برس سے مسلمانوں کے جو عقائد چلے آرہے ہیں، انہیں پر قائم رہو۔ مثلاً آج ایک فرقہ کہتا ہے کہ خاتم النبیین کے معنی آخری نبی نہیں یا صلوٰۃ کے معنی یہ مروجہ نماز نہیں حضور کے بعد اور نبی آسکتے ہیں۔ نمازیں دن رات میں صرف دو ہیں وہ بھی اسلامی نماز سے جداگانہ ہم یہ دیکھیں کہ آج تک ان کے متعلق مسلمانوں کے کیا عقیدے رہے ہیں وہ ہی اختیار کرو یہ ایمان کی ڈھال ہے۔

[2] یعنی اگر ایسا زمانہ آجاوے کہ مسلمانوں کا نہ کوئی بادشاہ ہو نہ وہ کسی کی امامت پر متفق ہوں۔ تو میں کیا کروں۔

[3] یعنی اس صورت میں ان فرقوں میں سے کسی کے ساتھ نہ رہنا عقائد اہل سنت کے اختیار کرنا اگر مسلمانوں کی جماعت نہ ہو تو اس جماعت کے عقائد تو محفوظ ہوں گے وہ اختیار کرنا یہ بھی قاعدہ کلیہ ہے۔

[4] اس فرمان عالی سے معلوم ہوا کہ عام حالات میں مسلمانوں کی بستی میں رہنا بہتر ہے تاکہ وہاں نماز باجماعت ادا کر سکے۔ وقت پر جہاد کر سکے۔ جمعہ و عیدین میں شرکت کر سکے، بہت سی عبادات جماعت پر موقوف ہیں مگر جب بستیوں میں فتنے زیادہ ہو جاویں۔ تب عزلت و گوشہ نشینی بلکہ آبادیوں کا چھوڑ دینا بہتر ہے۔ تاکہ ایمان سلامت رہے۔ لوگوں سے امان میں رہے۔ یہ حدیث ایسے ہی نازک حالات کے متعلق ہے درخت کی جڑ پکڑ لینے سے مراد بالکل خلوت میں تنہا مقام پر چلا جانا ہے جہاں بستی کا فتنہ نہ پہنچے۔

لَا يَهْتَدُونَ بِهُدَايَ وَلَا يَسْتَنُّونَ بِسُنَّتِي وَسَيَقُومُ فِيهِمْ رِجَالٌ قُلُوبُهُمْ قُلُوبُ الشَّيَاطِينِ فِي جُثْمَانِ إِنْسٍ قَالَ حُذَيْفَةُ قُلْتُ كَيْفَ أَصْنَعُ يَا رَسُولَ اللهِ إِنْ أَدْرَكْتُ ذٰلِكَ قَالَ تَسْمَعُ وَتُطِيعُ الْأَمِيرَ وَإِنْ ضُرِبَ ظَهْرُكَ وَأُخِذَ مَالُكَ فَاسْمَعْ وَأَطِعْ ٭ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَادِرُوا بِالْأَعْمَالِ فِتَنًا كَقِطَعِ اللَّيْلِ يُصْبِحُ الرَّجُلُ مُؤْمِنًا وَيُمْسِي كَافِرًا

جو نہ تو میری سنت اختیار کریں گے نہ طریقہ پر چلیں گے [1] ان میں کچھ لوگ اٹھیں گے جن کے دل شیطانوں کے دل ہوں گے انسان جسموں میں [2] حضرت حذیفہ نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر میں یہ وقت پاؤں تو کیا کروں فرمایا اپنے امیر کی سنو اور اطاعت کرو اگرچہ تمہاری پیٹھ پر مارے اور تمہارا مال لے لے جب بھی سنو اور اطاعت کرو [3] روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان فتنوں سے پہلے اعمال کرلو جو اندھیری رات کے حصوں کی طرح ہوں گے کہ انسان سویرا پائیگا مومن ہو کر شام کریگا

[1] ظاہر یہ ہے کہ ائمہ سے مراد سلاطین ہیں۔ اور مطلب یہ ہے کہ بدعقیدے بدعمل بادشاہ مسلط ہوجاویں گے۔ اور ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد بدعمل بدمذہب پیر وعلماء ہوں۔ جیسے آج کل دیکھنے میں آرہے ہیں۔ بھنگی۔ چرسی۔ گانے باجے کے دلدادہ بے نماز بے روزہ مگر کہلاتے ہیں۔ ولی یہ ولی اللہ نہیں بلکہ ولی شیطان ہیں۔ اس مخبر صادق صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سب کی خبر دی ہے۔

[2] یعنی یہ لوگ انسانی جسم میں شیطان ہوں گے۔ باتیں اچھی کریں گے علم سے بے بہرہ عمل کے خراب ہوں گے۔ ان سے علیحدگی ضروری ہے۔

[3] یعنی ظالم بادشاہ اسلام کے ظلم کی وجہ سے بغاوت نہ کرو کہ بغاوت سے ملک میں فساد ہوتا ہے جب تک کہ وہ ظالم بادشاہ دین بگاڑنے کی کوشش نہ کرے۔ اسی فرمان عالی کے مدنظر حضرات صحابہ کرام نے بدترین ظالم حکام وسلاطین پر بغاوت نہ کی جیسے حجاج ابن یوسف وغیرہ ہر جائز بات میں ان کی اطاعت کی۔ خیال رہے کہ امام حسین نے یزید کو سلطان اسلام مانا نہیں کہ وہ اس کا اہل نہ تھا۔ نااہل کو بادشاہ بنانا ممنوع ہے۔ مگر جب بادشاہ بن چکا ہو تو اس کی بغاوت ممنوع ہے۔ لہذا حضرت حسین کا عمل اس حدیث کے خلاف نہیں ٭

وَيُمْسِي مُؤْمِنًا وَيُصْبِحُ كَافِرًا يَبِيعُ بِعَرَضٍ مِنَ الدُّنْيَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَتَكُونُ فِتَنٌ الْقَاعِدُ فِيهَا خَيْرٌ مِنَ الْقَائِمِ وَالْقَائِمُ فِيهَا خَيْرٌ مِنَ الْمَاشِي وَالْمَاشِي فِيهَا خَيْرٌ مِنَ السَّاعِي مَنْ تَشَرَّفَ لَهَا تَسْتَشْرِفْهُ فَمَنْ وَجَدَ مَلْجَأً أَوْ مَعَاذًا فَلْيَعُذْ بِهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

کافر ہو کر اور شام کریگا[1] مومن ہو کر سویرا پائیگا کافر ہو کر دنیاوی سامان کے عوض اپنا دین فروخت کریگا[2] (مسلم) اور روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عنقریب ایسے فتنے ہوں گے ان میں بیٹھ رہنے والا بہتر ہوگا کھڑے ہونے والے سے اور ان میں کھڑا ہونے والا بہتر ہوگا چلنے والے سے اور ان میں چلنے والا بہتر ہوگا دوڑنے والے سے[3] جو ان کی طرف جھانکے گا وہ اسے اچک لیں گے تو جو کوئی پناہ یا ٹھکانہ پائے تو اس کی پناہ لے لے[4] (مسلم بخاری)

۱ یعنی یہ موقع اس دن کی غنیمت جانو جو نیکی کرنا ہے کر لو ورنہ ایسے فتنے اور بگڑنے والے ہیں اور ایسی بلائیں آنے والی ہیں کہ انسان کو کچھ سوچنے کا کہ میں کیا کروں دلوں کے حالات بہت جلد بدل جائیں گے۔ یہاں کافر سے مراد یا تو واقعی کافر ہے یا بمعنی ناشکرا ہے پہلے معنی زیادہ قوی ہیں کہ یہاں کافر مومن کے مقابل ارشاد ہوا ہے۔

۲ یعنی معمولی دنیاوی لالچ میں اپنا دین چھوڑ دے گا۔ اس زمانہ کے علماء رشوت لے کر غلط فتوے دیں گے۔ حکام رشوتیں لے کر غلط فیصلے کریں گے۔ عوام پیسہ لے کر جھوٹی گواہی بلکہ شراب خوری قتل تک کر دیں گے۔ یہ تو اب دیکھا جا رہا ہے (مرقات)

۳ اس فرمان عالی میں بیٹھنا، کھڑا ہونا، چلنا اور دوڑنا بطور تشبیہ و استعارہ ارشاد ہوا ہے۔ بیٹھنے سے مراد ہے ان فتنوں سے الگ تھلگ رہنا، ان سے بالکل واسطہ نہ رکھنا یہ ذریعہ ہوگا فتنوں سے حفاظت کا کہ وہ نہ فتنوں کو دیکھے گا نہ ان کا اثر لے گا۔ اور کھڑے ہونے سے مراد ہے دور سے انہیں دیکھنا۔ ان پر خبردار و مطلع ہونا، چلنے سے مراد ہے ان میں مشغول ہونا مگر معمولی طور پر اور دوڑنے سے مراد ہے ان میں خوب مشغول ہونا۔ غرضیکہ عجیب استعارات ہیں۔

۴ بعض صحابہ کرام نے جنگ جمل و صفین کو اسی حدیث میں داخل مانا اور وہ حضرات ان جنگوں میں غیر جانب دار رہے۔ جیسے حضرت ابوہریرہ۔ مگر قوی یہ ہے کہ ان جنگوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے۔ دوسرے حضرات سے اجتہادی غلطی ہوئی تھی۔

وَفِیْ رِوَایَةٍ لِّمُسْلِمٍ قَالَ تَکُوْنُ فِتْنَةٌ اَلنَّائِمُ فِیْهَا خَیْرٌ مِّنَ الْیَقْظَانِ فِیْهَا خَیْرٌ مِّنَ الْقَائِمِ فِیْهَا خَیْرٌ مِّنَ السَّاعِیْ فَمَنْ وَجَدَ مَلْجَاً اَوْ مَعَاذًا فَلْیَسْتَعِذْ بِهٖ وَعَنْ اَبِیْ بَکْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهَا سَتَکُوْنُ فِتَنٌ اَلَا ثُمَّ تَکُوْنُ فِتَنٌ اَلَا ثُمَّ تَکُوْنُ فِتَنٌ اَلْقَاعِدُ خَیْرٌ مِّنَ الْمَاشِیْ فِیْهَا خَیْرٌ مِّنَ السَّاعِیْ اِلَیْهَا اَلَا فَاِذَا وَقَعَتْ فَمَنْ کَانَ لَهٗ

اور مسلم کی روایت میں ہے کہ فرمایا ایسے فتنے ہوں گے کہ ان میں سونے والا جاگنے والے سے بہتر ہوگا[1] اور ان میں جاگنے والا کھڑے سے بہتر ہوگا اور کھڑا ہوا دوڑنے والے سے بہتر ہوگا[2] جو کوئی ٹھکانہ یا پناہ پائے تو اس کی پناہ لے لے[3] روایت ہے حضرت ابوبکرہ سے[4] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ عنقریب فتنے ہوں گے پھر فتنے خبردار پھر فتنے ہوں گے[5] پھر وہ فتنے ہوں گے کہ ان میں بیٹھا ہوا چلتے ہوئے سے بہتر ہوگا اور چلتا ہوا دوڑتے ہوئے سے بہتر ہوگا[6] آگاہ رہو کہ جب وہ فتنے واقع ہوں

[1] یہاں بھی نائم سے مراد ہے بے خبر بے شعور ہے یعنی جو فتنوں سے ایسا بے خبر ہو کہ اسے ان کی خبر بھی نہ ہو، یقظان سے مراد ہے خبردار کہ اسے ان فتنوں کی خبر تو ہو مگر اس میں شریک نہ ہو۔ خبر سے مراد ہے خود بخود خبر ہونا، نہ کہ ان کی خبر رکھنا۔

[2] قائم سے مراد ہے باقاعدہ اس فتنہ کی خبر رکھنے والا مگر اس میں شریک نہیں، لہذا بیدار اور قائم میں فرق ظاہر ہے۔

[3] ٹھکانہ سے مراد ہے امن کی جگہ اور پناہ سے مراد ہے وہ آدمی جو اسے فتنوں سے بچا لے یعنی یا تو پناہ کی جگہ چلا جاوے یا ایسے شخص کے پاس رہے جو اس کو ان فتنوں سے بچا سکے (مرقات) لہذا عبارت میں تکرار نہیں۔

[4] آپ کا نام نفیع ابن عبدالحارث ابن کلاہ ہے ثقفی ہیں۔ آپ حضور انور کے آزاد کردہ غلاموں میں سے ہیں، بصرہ میں رہے، سنہ ۴۹ھ انچاس میں وفات پائی (اکمال) بڑے متقی و پرہیزگار تھے، صحابہ کی آپس کی جنگوں میں آپ علیحدہ رہے۔

[5] یہ فرمان عالی یا تو ان فتنوں کا تسلسل بیان فرمانے کے لئے ہے۔ یعنی آگے پیچھے مسلسل فتنے ہوں گے۔ یا ان کی بُرائی بیان کرنے کے لیے یعنی سخت سے سخت اس سے بھی سخت فتنے ہوں گے۔ جو سارے عرب کو گھیر لیں گے۔

[6] یعنی مسلمان ان فتنوں سے جس قدر دور رہے اسی قدر اچھا، اس فرمان عالی کی شرح ابھی عرض کر دی گئی۔

إِبِلٌ فَلْيَلْحَقْ بِإِبِلِهِ وَمَنْ كَانَ لَهُ غَنَمٌ فَلْيَلْحَقْ بِغَنَمِهِ وَمَنْ كَانَتْ لَهُ أَرْضٌ فَلْيَلْحَقْ بِأَرْضِهِ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللهِ أَرَأَيْتَ مَنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ إِبِلٌ وَلَا غَنَمٌ وَلَا أَرْضٌ قَالَ يَعْمِدُ إِلَى سَيْفِهِ فَيَدُقُّ عَلَى حَدِّهِ بِحَجَرٍ ثُمَّ لِيَنْجُ إِنِ اسْتَطَاعَ النَّجَاءَ اَللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ ثَلٰثًا فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللهِ أَرَأَيْتَ إِنْ أُكْرِهْتُ حَتّٰى

ترجس کے اونٹ ہوں وہ اونٹوں سے مل جاوے اور جس کی بکریاں ہوں وہ اپنی بکریوں میں چلا جاوے اور جس کی زمین ہو وہ اپنی زمین میں پہونچ جاوے [۱] کہ ایک صاحب بولے یارسول اللہ فرمائیے تو جس کے پاس نہ اونٹ ہوں نہ بکریاں نہ زمین [۲] وہ اپنی تلوار کی طرف رخ کرے اس کی دھار کو پتھر سے کوٹ دے پھر الگ ہوجائے اگر الگ ہونے کی طاقت رکھے [۳] الٰہی کیا میں نے پہونچا دیا (تین بار فرمایا) [۴] پھر ایک شخص نے عرض کی یارسول اللہ فرمائے تو اگر مجھے مجبور کیا جاوے حتی کہ

[۱] اس کے زمانہ میں شہر بہتر ہے گاؤں اور جنگل سے کہ شہر میں علم ہے۔ جمعہ عیدین بلکہ پنجگانہ کی جماعت ہیں۔ کبھی جہاد کا موقعہ بھی مل جاتا ہے مگر فتنوں کے زمانہ میں شہر سے گاؤں بلکہ جنگل بہتر ہے۔ کہ وہاں امن ہے عافیت ہے۔ شہر میں فتنے ہیں۔ ایک شاعر کہتا ہے۔

ان السلامة من الليلى وجارتها ان لا تمر على حال بواديها

[۲] یعنی جس کے پاس گھوڑی یا جنگل میں رہنے کا کوئی ذریعہ دیعنی خواپنی زمین ہو نہ اپنے جانور ہوں نہ اور کوئی ذریعہ وہ کیا کرے اُسے تو لامحالہ شہر میں ہی رہنا پڑے گا۔ [۳] نجات اگر ت سے ہو تو اس کے معنی ہوتے ہیں چھٹکارا یا عذاب سے بچ جانا۔ اور اگر ہمزہ سے ہو تو اس کے معنی ہیں بھاگ جانا علحدہ ہوجانا یہاں ہمزہ سے ہے یعنی اس وقت تلوار نہ چلائے بلکہ اپنی تلوار بیکار کردے کیونکہ یہ لڑائیاں مسلمانوں کی آپس میں ہوں گی۔ وہاں سے بھاگ جانے فتنوں سے الگ ہوجانے کی کوشش کرے۔ مسلمانوں کی آپس کی لڑائیاں فساد کہلاتی ہیں کفار سے جنگ جہاد ہے۔ حضرت ابوبکرہ کا اور عبداللہ ابن عمر وغیرہم صحابہ کا مسلک یہ تھا کہ بغاوت کے موقعہ پر کسی طرف شرکت نہ کرے۔ الگ رہے۔ ان کی دلیل یہ حدیث تھی۔ عام صحابہ کرام کا مسلک یہ تھا کہ حق والے کی مدد کرکے باغیوں کو کچل دے تاکہ بغاوت پھیلنے نہ پائے۔ ان کی دلیل یہ آیت تھی۔ فقاتلوا التی تبغی حتّٰی تفیئ الی امر اللہ ان کے نزدیک حدیث بغاوت کے لیے نہیں۔ بلکہ عام فسادات اور بلووں کے متعلق ہے۔ یہ ہی قول زیادہ قوی ہے۔

[۴] یعنی میرے مولا گواہ ہوجا کہ میں نے تیرا یہ حکم تیرے بندوں تک پہنچا دیا۔ معلوم ہوا کہ فتنوں سے خبردار کرنا بھی ایک تبلیغی حکم ہے۔ جس کا پہنچانا فرض ہے۔

يَنْطَلِقُ بِي اِلٰى اَحَدِ الصَّفَّيْنِ فَضَرَبَنِي رَجُلٌ بِسَيْفِهٖ اَوْ يَجِيءُ سَهْمٌ فَيَقْتُلُنِي قَالَ يَبُوْءُ بِاِثْمِهٖ وَاِثْمِكَ وَيَكُوْنُ مِنْ اَصْحَابِ النَّارِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْشِكُ اَنْ يَكُوْنَ خَيْرَ مَالِ الْمُسْلِمِ غَنَمٌ يَتْبَعُ بِهَا شَعَفَ الْجِبَالِ وَمَوَاقِعَ الْقَطْرِ يَفِرُّ بِدِيْنِهٖ مِنَ الْفِتَنِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ اَشْرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اُطُمٍ مِنْ

اٰطَامِ الْمَدِيْنَةِ فَقَالَ

مجھے دونوں صفوں میں سے ایک صف تک لے جایا جاوے پھر مجھے کوئی اپنی تلوار سے مار دے یا آوے کر مجھے قتل کردے ۱؎ فرمایا وہ اپنا اور تمہارا گناہ لے کر لوٹے گا اور وہ دوزخی ہوگا ۲؎ (مسلم) روایت ہے حضرت ابو سعید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قریب ہے کہ مسلمان کا بہترین مال وہ بکریاں ہوں جنہیں وہ پہاڑ کی چوٹیوں یا پانی کی جگہ لے جائے ۳؎ اپنا دین فتنوں سے بچا کر بھاگ جائے ۴؎ (بخاری) روایت ہے حضرت اسامہ ابن زید سے فرماتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ کے

ٹیلوں میں سے کسی ٹیلہ پر تشریف لے گئے ۵؎ پھر فرمایا

۱؎ یعنی اگر مجھ پر ایسا حال طاری ہو جاوے کہ میں الگ نہ رہ سکوں، مجبوراً کسی فریق کے ساتھ جنگ میں کھڑا ہو جاؤں مگر میری نیت جنگ کی نہ ہو مرنے جانا پڑ جاوے تو میری یہ موت کیسی ہوگی۔

۲؎ یعنی اس مجبوری کی صورت میں تم گنہگار نہ ہو گے۔ بلکہ تمہارا لے جانے والا یا تمہیں قتل کرنے والا گنہگار ہوگا ایسا کہ تمہارے گزشتہ گناہ بھی اس پر پڑیں گے۔ باثمی و اثمک کی شرح ہم نے اپنی تفسیر میں اس آیت کی تفسیر میں واضح کردی ہے۔

۳؎ شعف جمع ہے شعفہ کی بمعنی بلند چوٹی۔ اہل عرب پہاڑ کی چوٹیوں میں بھی اپنے مال مویشی رکھتے ہیں۔ اور وہاں خود بھی رہتے ہیں یہ جگہ زمین سے بہت بلند ہونے کی وجہ سے بڑے امن عافیت کی ہوتی ہے۔ مواقع قطر سے مراد ہے وہ جنگل جہاں پانی کے چشمے سبزہ زار، چراگاہ وغیرہ ہو۔ یہ تعمیم بعد تخصیص ہے۔ یا اس کے برعکس۔ ۴؎ یعنی اس علیحدگی کی وجہ اپنے دین کی حفاظت ہو نہ کہ مسلمانوں سے نفرت کہ ایسے موقعہ پر لوگوں سے خلط ملط اپنے لئے دینی خرابی کا ذریعہ ہوتا ہے۔ ۵؎ اشراف کے لفظی معنی ہیں چڑھنا جھانکنا، اچک لینا۔ یہاں بمعنی چڑھنا ہے۔ اطم ہمزہ کے پیش اور طاء کے پیش سے بمعنی اونچا قلعہ اونچا ٹیلہ جمع ہے آطام۔ چونکہ ٹیلے پر چڑھنے سے ساری بستی سامنے آگئی اس لیے یہاں پہنچ کر حضور انور نے یہ فرمایا۔

هَلْ تَرَوْنَ مَا أَرَى قَالُوا لَا قَالَ فَإِنِّي لَأَرَى الْفِتَنَ تَقَعُ خِلَالَ بُيُوتِكُمْ كَوَقْعِ الْمَطَرِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلَكَةُ أُمَّتِي عَلٰى يَدَيْ غِلْمَةٍ مِّنْ قُرَيْشٍ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

کیا تم وہ دیکھ رہے جو میں دیکھ رہا ہوں ۱؎ لوگوں نے عرض کیا نہیں فرمایا کہ میں فتنے دیکھ رہا ہوں جو تمہارے گھروں کے درمیان بارش گرنے کی طرح گھر رہے ہیں ۲؎ (مسلم بخاری)، روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے میری امت کی ہلاکت قریش کے کچھ لڑکوں کے ہاتھ پہ ہوگی ۳؎ (بخاری)

۱؎ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ سوال اگلے فرمان عالی کی تمہید ہے ورنہ ظاہر ہے کہ صحابہ کرام نہیں دیکھ رہے تھے خیال رہے کہ بعض اوقات حضور کی تجلی ساتھ والوں پر بھی پڑتی تھی جس سے ان پر بھی غیوب کی چیزیں ظاہر ہو جاتی تھیں۔ ایک بار حضور خچر پر سوار دو قبروں پر گزرے تو خچر نے عذاب قبر دیکھا اور کودنے لگا۔ ایک بار عقاب حضور اقدس کے سر مبارک کے مقابلہ سے گزرا تو موزے کے اندر کا سانپ دیکھ لیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ نے ایک بار حضور کا تہبند اوڑھ لیا تو غیبی نور کی بارش آنکھوں سے دیکھ لی۔ ایک بار حضرت زید نے عرض کیا۔ آٹھوں جنتیں، ساتوں دوزخ میرے سامنے ہیں، ہر جنتی دوزخی کو دیکھ رہا ہوں۔ آج بھی خوش نصیبوں کا سر حضور کے قدم تک پہنچ جاتا ہے۔ ان پر عالم غیب منکشف ہو جاتا ہے مگر کبھی کبھی لہذا حدیث واضح ہے۔

۲؎ اس فرمان عالی میں ان فتنوں کی طرف اشارہ ہے جو یزید ابن معاویہ، مروان ابن حکم، حجاج ابن یوسف وغیرہم کے زمانوں میں واقع ہوئے جنہوں نے سارے عرب خصوصًا مدینہ والوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا یہاں دیکھنے سے مراد آنکھوں سے دیکھنا ہے۔ بعض خیالی مراد لیتے ہیں درست نہیں، حضرات انبیاء کرام کی آنکھیں ہمارے خواب و خیال سے بھی زیادہ تیز ہوتی ہیں وہ آئندہ پیش آنے والے واقعات کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے ہیں ہم خواب و خیال میں اگلے پچھلے واقعات دیکھ لیتے ہیں۔ بارش سے تشبیہ دے کر دو باتیں فرمائیں۔ ایک یہ کہ وہ فتنے بارش کی طرح ہر گھر میں پہنچیں گے۔ دوسرے یہ کہ اس زمانہ میں کوئی شخص خانہ نشین ہو کر بھی ان سے محفوظ نہ رہ سکے گا، خلوت و جلوت ہر جگہ فتنے پہنچ جاویں گے۔

۳؎ یعنی ہمارے بعد کچھ نو عمر ناتجربہ کار نااہل لونڈے بادشاہ و حاکم بن جائیں گے۔ اور اپنی نااہلی ناتجربہ کاری کی وجہ سے میری امت کو ہلاک کر دیں گے۔ اس فرمان عالی میں یزید ابن معاویہ، مروان ابن حاکم وغیرہ نااہلوں کی طرف اشارہ ہے۔ ان لوگوں کی وجہ سے اہل بیت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو جو مصیبتیں پیش آئیں۔ وہ سب کو معلوم ہیں۔ معلوم ہوا مجاہد غازی جوان چاہئیں مگر حکام مسلمان

وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَتَقَارَبُ الزَّمَانُ وَیُقْبَضُ الْعِلْمُ وَتَظْھَرُ الْفِتَنُ وَیُلْقَی الشُّحُّ وَیَکْثُرُ الْھَرْجُ قَالُوْا وَمَا الْھَرْجُ قَالَ الْقَتْلُ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ

روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے زمانہ چھوٹا ہو جاوے گا [۱] اور علم اٹھا لیا جاوے گا [۲] اور فتنے ظاہر ہو جائیں گے اور بخل ڈال دیا جاوے گا [۳] ہرج بڑھ جاوے گا لوگوں نے عرض کیا ہرج کیا ہے فرمایا قتل [۴] (مسلم بخاری) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے

قاضی بوڑھے اور تجربہ کار رہ جائیں جہاد میں جوانوں کی شمشیر بڈھوں کی تدبیر کام آتی ہے۔

[۱] یتقارب بنا ہے قرب سے بمعنی نزدیکی۔ اس عبارت کے بہت معنی کیے گئے۔ مشہور معنی یہ ہیں کہ زمانہ کے اجزاء دن رات گھنٹہ، منٹ، ہفتہ، مہینہ، سال ایک دوسرے کے گزرنے میں قریب ہو جائیں گے۔ کہ بہت جلد جلد گزرنے لگیں گے اسی کی شرح وہ حدیث ہے کہ قرب قیامت سال ایک مہینہ کی طرح مہینہ ہفتہ کی طرح، ہفتہ دن کی طرح، دن آگ سلگانے کی طرح گزریں گے۔ یا یہ معنی ہیں کہ زمانہ قیامت کے نزدیک ہو جاوے گا۔ یا یہ کہ زمانہ والے لوگ ایک دوسرے سے جنگ و جدال کے سبب گھٹ جائیں گے۔ قریب قریب ہو جائیں گے۔ یا سارے اوقات شر و فساد میں ایک دوسرے سے قریب و یکساں ہو جائیں گے۔

[۲] علم سے مراد علم دین ہے۔ علم دین کے اٹھ جانے سے مراد یہ ہے کہ علماء دین وفات پاتے رہیں گے اور بعد کے لوگ عالم بننا چھوڑ دیں گے کیونکہ علم دین کی قدر نہ قوم میں رہے گی نہ حکومت میں۔ جیسا کہ آج کل دیکھا جارہا ہے کہ اب علماء بھی واعظ یا پیر بن کر گزارہ کر رہے ہیں۔ صرف علم دین کے لیے کوئی ذریعہ نہیں۔ انگریزی بی اے کر لو تو تمام دروازے کھل جاتے ہیں۔ عالم دین بنو تو حکومت کا کوئی محکمہ تمہیں نہیں لیتا۔ تم پر حکومت کے سارے دروازے بند ہیں۔ دین کا اللہ تعالٰی ہی حافظ ہے دین رسول باغ ہے۔ علم دین اس کا پانی۔ جب پانی نہ دیا جائے تو باغ کا کیا ہوگا۔

[۳] یعنی لوگ کنجوس ہو جائیں گے۔ علماء علم سکھانے میں بخل کریں گے۔ کاریگر اپنا ہنر سکھانے میں۔ مالدار لوگ اپنا مال خرچ کرنے میں بخیل ہو جائیں گے۔ یلقی فرما کر بتایا گیا کہ یہ بخل شیطان دلوں میں ڈالے گا۔ لوگوں کو بخل کے فائدے، سخاوت کے نقصانات ذہن نشین کردے گا۔

[۴] ہرج کے لغوی معنی فتنہ ہے یہاں خاص فتنہ یعنی قتل و خون مراد ہے۔ ہرج رشی سے بمعنی تنگی ہے۔ لیس علی الاعمی حرج۔

لَاتَذْهَبُ الدُّنْيَا حَتّٰى يَاْتِیَ عَلَى النَّاسِ يَوْمٌ لَايَدْرِی الْقَاتِلُ فِيْمَ قَتَلَ فَقِيْلَ كَيْفَ يَكُوْنُ ذٰلِكَ قَالَ الْهَرْجُ اَلْقَاتِلُ وَالْمَقْتُوْلُ فِی النَّارِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْعِبَادَةُ فِی الْهَرْجِ كَهِجْرَةٍ اِلَیَّ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ عَدِيٍّ قَالَ اَتَيْنَا اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ فَشَكَوْنَا اِلَيْهِ مَا نَلْقٰى مِنَ الْحَجَّاجِ فَقَالَ

دنیا نہ جائے گی حتی کہ لوگوں پر وہ دن آجاوے گا جب قاتل نہ جانے گا کہ کس جرم میں قتل کیا گیا اور نہ مقتول جانے گا کہ وہ کس جرم میں قتل کیا گیا ۱؎ عرض کیا گیا یہ کیسے ہوگا فرمایا فتنہ عامہ کی وجہ سے ۲؎ قاتل مقتول دونوں دوزخ میں جائیں گے ۳؎ (مسلم) روایت ہے حضرت معقل ابن یسار سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ فتنوں کے زمانہ میں عبادت ایسی ہے جیسے میری طرف ہجرت ۴؎ (مسلم) روایت ہے حضرت زبیر ابن عدی سے ۵؎ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت انس ابن مالک کے پاس گئے تو ہم نے ان تکالیف کی شکایت کی جو ہم حجاج سے

۱؎ اس فرمان عالی کا ظہور آج پورے طور سے ہو رہا ہے۔ بات بات پر مکھی مچھر بلکہ تنکے کی طرح انسان قتل کرائے جارہے ہیں۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ قاتلوں کو سزا نہیں ملتی تو مقتول کے وارثین ایک کے عوض دو تین کو مار دیتے ہیں۔ پھر وہ لوگ ان کے عوض تین چار کو، اگر عدالتوں سے سزا پوری پوری ملے تو جرموں کی جڑ کٹ جاوے۔ رب تعالٰی فرماتا ہے۔ وَلَكُمْ فِی الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ۔

۲؎ یعنی لوگوں میں لاقانونیت طبیعتوں میں بربریت پیدا ہوجاوے گی۔ شرافت انسانی لوگ کھو چکیں گے۔ اس حدیث کی زندہ شرح یہ زمانہ ہے۔

۳؎ قاتل تو قتل کی وجہ سے دوزخ میں جاوے گا اور مقتول ارادۂ قتل کی وجہ سے کہ وہ بھی اسی ارادہ سے آیا تھا۔ اس کا داؤ نہ چلا یا وار خالی گیا۔ معلوم ہوا کہ گناہ کا پختہ ارادہ بھی گناہ، اللہ تعالٰی گناہ اور ارادۂ گناہ دونوں سے بچائے۔

۴؎ یعنی جو ثواب فتح مکہ سے پہلے میرے پاس ہجرت کرکے آنے کا تھا وہ ہی ثواب اس پر فتن زمانہ میں عبادت کرنے کا ہوگا جیسے مہاجر اپنے عزیز و اقارب سے منہ موڑ کر رب کی طرف آجاتا ہے۔ ایسے ہی یہ شخص ان تمام سے منہ موڑ کر اللہ کی طرف آتا ہے۔

۵؎ آپ تابعی ہیں۔ ہمدانی ہیں۔ مقام رے کے قاضی رہے ہیں۔ سفیان ثوری وغیرہم نے آپ سے روایات لی ہیں۔

اِصْبِرُوْا فَاِنَّهٗ لَا يَاْتِيْ عَلَيْكُمْ زَمَانٌ اِلَّا الَّذِيْ بَعْدَهٗ اَشَرُّ مِنْهُ حَتّٰى تَلْقَوْا رَبَّكُمْ سَمِعْتُهٗ مِنْ نَّبِيِّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

الْفَصْلُ الثَّانِيْ

عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ وَاللّٰهِ مَا اَدْرِيْ اَنَسِيَ اَصْحَابِيْ اَمْ تَنَاسَوْا وَاللّٰهِ مَا تَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ قَائِدِ فِتْنَةٍ اِلٰى اَنْ تَنْقَضِيَ

اٹھاتے ہیں ۱؎ فرمایا صبر کرو نہیں آئے گا کوئی زمانہ مگر اس کے بعد والا زمانہ اس سے بدتر ہوگا حتی کہ تم اپنے رب سے ملو یہ میں نے تمہارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ ۲؎ (بخاری)

دوسری فصل

روایت ہے حضرت حذیفہ سے فرماتے ہیں اللہ کی قسم میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھی بھول گئے یا بھلا بیٹھے ۳؎ اللہ کی قسم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دنیا ختم ہونے تک تمام فتنہ گروں کو ۴؎ جو تین سو

۱؎ حجاج ابن یوسف عبدالملک ابن مروان کی طرف سے مدینہ منورہ کا حاکم تھا۔ ایسا ظالم تھا کہ اس نے ایک لاکھ بیس ہزار مسلمانوں کو باندھ کر قتل کیا ہے۔ جو مسلمان جنگوں میں اس کے ذریعہ قتل ہوئے وہ علاوہ ہیں (مرقات)

۲؎ یعنی آئندہ عموماً سلاطین ظالم ہی ہوں گے۔ زمانہ جس قدر حضور سے دور ہوتا جاوے گا ظلم و فساد میں بڑھتا رہے گا۔ لہذا حضرت عمر ابن عبدالعزیز کا دور یا آخر زمانہ میں حضرت امام مہدی و عیسیٰ علیہ السلام کا دور اس حکم سے علیحدہ ہے۔ ہر زمانہ پچھلے زمانہ سے دین کے لحاظ سے بدتر ہے۔ کہیں کوئی گناہ زیادہ کہیں کوئی گناہ غفلت وغیرہ زیادہ مرقات نے فرمایا کہ شر سے مراد بدعات کی اشاعت سنتوں کا چھوڑ دینا ہے۔ یا یہ مطلب ہے کہ آئندہ حکام ظالم ہی ہوتے رہیں گے۔ بدمذہب بدعقیدہ بھی، حجاج ظالم ہے مگر دین برباد کرنا نہیں چاہتا۔ اس نے قرآن مجید میں اعراب لگوائے۔

۳؎ یعنی واقعی ہی بھول گئے۔ یا بھلا بیٹھے یا بھولے ہوئے بن گئے کہ ان کا کبھی ذکر نہیں کرتے۔ خیال رہے کہ بھول جانے اور بھلا دینے میں فرق ہے۔ ضروری بات بھول جانا گناہ نہیں مگر بھلا دینا گناہ ہے۔ بھلا دینے میں اپنی بے پرواہی کو دخل ہوتا ہے۔

۴؎ قائد، بنا ہے قود سے بمعنی چلانا، ہانکنا، آگے سے کسی کو کھینچنا۔ سوق پیچھے سے ہانکنا۔ اس سے ہے سائق۔ یہاں اس سے فتنہ پیدا کرنے والے، فتنہ پھیلانے والے۔ سردار مراد ہیں۔ جیسے بے دین عالم۔ جھوٹے مذہب بڑی بدعتیں ایجاد کرنے والے ہیں فتنہ برپا کرتے ہیں۔ اس میں بہت وسعت ہے جس میں گمراہ کن علماء، جھوٹے مدعی نبوت، گمراہ بادشاہ سب ہی داخل ہیں۔ جن سے لوگوں میں دینی فتنے پھیلیں۔ یہ حدیث حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کی کھلی دلیل

ہے۔

الدُّنْيَا يَبْلُغُ مَنْ مَعَهُ ثَلٰثَمِائَةٍ فَصَاعِدًا اِلَّا قَدْ سَمَّاهُ لَنَا بِاِسْمِهٖ وَاِسْمِ اَبِيْهِ وَ
وَاِسْمِ قَبِيْلَتِهٖ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ اِنَّمَا اَخَافُ عَلٰى اُمَّتِي الْاَئِمَّةَ الْمُضِلِّيْنَ وَاِذَا وُضِعَ السَّيْفُ فِي اُمَّتِي لَمْ
يُرْفَعْ عَنْهُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَعَنْ سَفِيْنَةَ قَالَ
سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْخِلَافَةُ

یا کچھ زیادہ ہیں لہ نہیں چھوڑا مگر ہم کو ان کے نام بتا دیئے اس کا نام اس کے باپ کا نام اسکے قبیلہ
کا نام ۲ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ثوبان سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم نے کہ میں اپنی امت پر گمراہ گر پیشواؤں کا خوف کرتا ہوں ۳ اور
جب میری امت میں تلوار رکھ دی جاوے گی تو ان سے روز قیامت تک نہ اٹھے گی
۴ ابوداؤد ترمذی) روایت ہے حضرت سفینہ سے فرماتے ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ خلافت

لہ یہاں بڑے بڑے فتنہ گر مراد ہیں جن میں سے ہر ایک کے ماتحت ہزارہا فتنہ گر ہوں گے۔ جیسے حضور انور نے فرمایا کہ میری
امت میں تہتر فرقے ہوں گے بہتر دوزخی ایک جنتی۔ وہاں بھی اصولی فرقے مراد ہیں۔ جن میں سے ہر ایک کی صدہا شاخیں ہیں جیسوں
کے بہت فرقے مرزائیوں کی کئی شاخیں۔ لہذا یہ حدیث صاف ہے۔ اس پر یہ اعتراض نہیں کہ فتنہ گر تو تین سو سے کہیں
زیادہ ہیں۔
۲ تمام عرب و عجم مشرق و مغرب کے فتنہ گر سب ہی بتا دیئے۔ پھر صرف ان کا نام ہی نہ بتایا بلکہ پتہ بھی بتا دیا یہ ہے حضور کا
علم غیب جو اللہ نے انہیں بخشا۔
۳ علماء فرماتے ہیں کہ تلوار کے فتنے سے علمی فتنہ بڑا ہے۔ خونخوار ظالم ایک آدمی کی زندگی ختم کر دیتا ہے۔ مگر فتنہ گر
گمراہ عالم ہزارہا خاندانوں کی روحانی زندگی تباہ کر ڈالتا ہے۔ اس لیے حضور نے خصوصیت سے ان پر خوف
ظاہر فرمایا۔
۴ چنانچہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے قتل کے وقت سے مسلمانوں میں کشت و خون شروع ہوا ہے۔ آج
تک تلوار میان میں نہیں پہنچی یہ ہے اس مخبر صادق صلے اللہ علیہ وسلم کا علم۔ اور یہ ہے ان کی خبر کی
تصدیق۔

ثَلٰثُوْنَ سَنَةً ثُمَّ تَكُوْنُ مُلْكًا ثُمَّ يَقُوْلُ سَفِيْنَةُ اَمْسِكْ خِلَافَةَ اَبِيْ بَكْرٍ سَنَتَيْنِ وَخِلَافَةَ عُمَرَ عَشْرَةً وَعُثْمَانَ اِثْنَتَيْ عَشْرَةَ وَعَلِيٍّ سِتَّةً رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَعَنْ حُذَيْفَةَ

تیس سال تک ہے[1] پھر سلطنت ہو جاوے گی[2] پھر سفینہ کہتے تھے کہ حساب لگا لو ابوبکر صدیق کی خلافت دو سال اور حضرت عمر کی خلافت دس سال حضرت عثمان کی بارہ سال جناب علی کی چھ سال[3] (احمد۔ ترمذی) ابو داؤد) روایت ہے حضرت حذیفہ سے

[1] یہاں خلافت سے مراد خلافت راشدہ خلافت کاملہ۔ اللہ رسول کی پسندیدہ خلافت ہے۔ خلیفہ راشدہ وہ ہے جن کی بیعت حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی بیعت ہو وہ اسلام کا سلطان بھی ہو۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا جانشین بھی جیسے حضرات خلفاء راشدین یا آخر زمانہ میں حضرت امام مہدی بعض لوگوں نے حضرت عمر ابن عبدالعزیز کو بھی خلیفہ راشد مانا ہے۔ مگر حق یہ ہے کہ وہ صرف خلفاء راشدین تھے۔ جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہورہا ہے۔ حضرت عمر ابن عبدالعزیز اور آخر زمانہ میں امام مہدی خلیفہ برحق ہیں۔ امام عادل ہیں۔ مگر ان کی خلافت خلافت راشدہ نہیں کہلاتی۔

[2] جس میں سلطان صرف حاکم تو ہوگا مگر حضور کا جانشین نہ ہوگا۔ اس کی بیعت بیعت سلطنت ہوگی۔ بیعت ارادت نہ ہوگی غرضکہ بیعت امارت تو سلطان کی ہوگی۔ اور بیعت ارادت حضرات مشائخ عظام کی۔

[3] یہ حساب تقریبی ہے۔ جس میں سال کی کسریں یعنی مہینے چھوڑ دیئے گئے ہیں۔ حساب تحقیقی یہ ہے۔ کہ خلافت صدیقی دو سال چار ماہ۔ خلافت فاروقی دس سال چھ مہینے خلافت عثمانی چند دن کم بارہ سال۔ خلافت حیدری چار سال نو ماہ۔ چاروں خلفاء کی کل۔ انتیس سال سات مہینے نو دن ہے۔ پانچ ماہ باقی رہے۔ وہ ہی حضرت امام حسن کی خلافت نے پورے کر دیئے۔ واقعہ اور مدتوں کے بیان میں کچھ اختلاف بھی ہے۔ بہرحال حضرت امام حسن کی چند ماہ خلافت پر تیس سال پورے ہو گئے چونکہ امام حسن کی خلافت دراصل خلافت حیدری کا تتمہ تھی۔ اس لیے اس کا ذکر علیحدہ نہ فرمایا۔ خیال رہے کہ مروانی حکومت کا دور یوں ہے۔ یزید ابن معاویہ۔ اس کا بیٹا معاویہ ابن یزید۔ عبدالملک۔ ہشام ابن عبدالملک۔ ولید۔ سلیمان۔ عمر ابن عبدالعزیز ولید ابن یزید۔ یزید ابن ولید۔ مروان۔ ابن محمد۔ پھر حکومت بنی عباس میں منتقل ہو گئی۔ (مرقات)

حضور خاتم انبیاء ہیں۔ حضرت علی خاتم الخلفاء اور امام مہدی خاتم الاولیاء ہیں۔

(مرقات) ؛

قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَیَکُوْنُ بَعْدَ ھٰذَا الْخَیْرِ شَرٌّ کَمَا کَانَ قَبْلَہٗ شَرٌّ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ فَمَا الْعِصْمَۃُ قَالَ السَّیْفُ قُلْتُ وَھَلْ بَعْدَ السَّیْفِ بَقِیَّۃٌ قَالَ نَعَمْ تَکُوْنُ اِمَارَۃٌ عَلٰی اَقْذَاءٍ وَّھُدْنَۃٌ عَلٰی دَخَنٍ قُلْتُ ثُمَّ مَاذَا قَالَ ثُمَّ یَنْشَأُ دُعَاۃُ الضَّلَالِ فَاِنْ کَانَ لِلّٰہِ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃٌ جَلَدَ ظَھْرَکَ

فرماتے ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا اس خیر کے بعد شر ہوگی جیسے اس سے پہلے تھی[1] فرمایا ہاں میں نے عرض کیا تو حفاظت کیا ہے فرمایا تلوار[3] میں نے عرض کیا کیا تلوار کے بعد کچھ بقایا ہے[4] فرمایا ہاں ہوگی سلطنت ناپسندیدگی[5] اور صلح دھوئیں پر[6] میں نے عرض کیا پھر کیا ہوگا فرمایا پھر گمراہی کی طرف بلانے والے پیدا ہوں گے[7] تو اگر زمین میں کوئی اللہ کا خلیفہ ہو وہ تمہاری پشت پر کوڑے مارے

[1] یہاں خیر سے مراد اسلام ہے اور شر سے مراد کفر یا ارتداد یعنی جیسے حضور انور کی تشریف آوری سے پہلے دنیا میں کفر تھا۔ کیا اب پھر کبھی کفر کا اندھیرا چھا جاوے گا۔

[3] چونکہ یہاں فتنہ سے مراد ارتداد کا فتنہ ہے جو خلافت صدیقی میں ظاہر ہوا۔ کہ بعض لوگ زکوٰۃ کے انکاری ہوگئے بعض مسیلمہ کذاب پر ایمان لے آئے۔ ان پر تلوار چلانی ضروری ہوئی۔ لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں فتنے سے الگ رہنے کا حکم دیا گیا کہ وہاں مسلمانوں کی آپس کی جنگیں مراد ہیں۔

[4] یعنی اس فتنہ کے بعد اسلام کی بقا رہے گی یا پھر بھی کچھ فتنے باقی رہیں گے۔

[5] اقذاء جمع ہے قذی کی یعنی آنکھ کا تنکا وغیرہ جس میں بظاہر آنکھ اچھی ہوتی ہے مگر باطن تکلیف یہاں مراد ہے ناپسندیدگی، اور بددلی یعنی لوگ کسی کو اپنا امیر مانیں گے تو مگر صرف ظاہر سے ان کے دل اس سے راضی نہ ہوں گے۔ نیز اس سلطنت میں بدعات وغیرہ ہوں گی۔

[6] ھدنہ بنا ہے ہدون سے بمعنی سکون و چین۔ دخن بمعنی دھواں ہے یعنی لوگ صلح تو کریں گے مگر اس صلح میں صفائی نہ ہوگی کدورت ہوگی اس میں اشارہ ہے حضرت امام حسن اور امیر معاویہ کی صلح کی طرف اگرچہ صلح تو ہوگی مگر لوگوں کے دلوں میں صفائی نہ رہی۔ اس لیے جانا ضروری ہے کہ حضرت امیر معاویہ اس صلح کے بعد خلیفہ نہ ہوئے بلکہ سلطان اسلام ہوئے۔ اسلام میں پہلے خلیفہ حضرت ابوبکر صدیق اور پہلے سلطان امیر معاویہ ہیں (مرقات)

[7] یہ فتنے مروانی دور سے شروع ہوئے جبکہ مسلمانوں میں برے عقیدے بدعات شائع ہوگئیں، اور ان میں حکام اور امراء اکثر بد مذہب ہونے لگے۔

وَ اَخَذَ مَالَكَ فَاَطِعْهُ وَاِلَّا فَمُتْ وَاَنْتَ عَاضٌّ عَلٰى جِذْلِ شَجَرَةٍ قُلْتُ ثُمَّ مَاذَا قَالَ ثُمَّ يَخْرُجُ الدَّجَّالُ بَعْدَ ذٰلِكَ مَعَهٗ نَهْرٌ وَّنَارٌ فَمَنْ وَقَعَ فِيْ نَارِهٖ وَجَبَ اَجْرُهٗ وَحُطَّ وِزْرُهٗ وَمَنْ وَقَعَ فِيْ نَهْرِهٖ وَجَبَ وِزْرُهٗ وَحُطَّ اَجْرُهٗ قَالَ قُلْتُ ثُمَّ مَاذَا قَالَ ثُمَّ يُنْتَجُ الْمُهْرُ فَلَا يُرْكَبُ حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ هُدْنَةٌ

اور تمہارا مال لے مگر تم اس کی فرمانبرداری کرنا [1] اور نہ اس طرح مرجانا کہ کسی درخت کی جڑ دانتوں سے پکڑے ہو [2] میں نے کہا پھر کیا ہوگا فرمایا پھر اس کے بعد دجال نکلے گا جس کے ساتھ نہر اور آگ ہوگی [3] تو جو اس کی آگ میں گریگا اس کا ثواب ثابت ہو جاوے گا اور اس کے گناہ معاف ہو جائیں گے اور جو اس کی نہر میں گرے گا اس کا گناہ ثابت ہو جاوے گا اور اس کا ثواب ضبط میں نے عرض کیا پھر کیا ہوگا فرمایا پھر گھوڑی بچہ دیگی تو اس پر سواری نہ کی جاسکے گی حتی کہ قیامت قائم ہو جاوے گی [4] اور ایک روایت میں یوں ہے

[1] یہاں خلیفہ سے مراد سلطان اسلام ہے۔ یعنی اگر ظالم بادشاہ بھی ہو تو تم اس کے خلاف بغاوت نہ کرنا کہ بغاوت میں فتنے پھیلتے ہیں۔ تم اس کی اطاعت ہی کرنا۔

[2] جذل بمعنی جڑ یعنی اگر زمانہ ایسا افتراق کا ہو کہ مسلمانوں کا بادشاہ کوئی نہ ہو تو تم لوگوں سے الگ ہو جانا۔ گوشہ نشینی اختیار کر لینا۔ کہ اس زمانہ میں جلوت میں فتنہ ہوگا خلوت میں امن۔ دانت سے پکڑنا عربی کی ایک خاص اصطلاح ہے۔ یعنی مضبوطی سے پکڑنا اور مشکل وقت میں بھی اسے نہ چھوڑنا۔ یہاں اشارۃً فرمایا گیا کہ اس وقت گوشہ نشینی بھی مشکل ہوگی۔ مگر مشکل جیسا گوشہ نہ چھوڑنا۔

[3] ظاہر یہ ہے کہ آگ اور نہر سے ظاہری معنی مراد ہیں۔ واقعی دجال کے ساتھ آگ بھی ہوگی، پانی بھی۔ مگر اس کی آگ درحقیقت ٹھنڈے پانی کا چشمہ ہوگی۔ اور نہر حقیقی جلتی آگ وہ مردود اپنے ماننے والوں کو اس نہر میں داخل کرے گا۔ اپنے منکروں کو آگ میں۔

[4] اس میں اشارہ ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کی طرف اس فرمان عالی کے بہت معنی ہیں۔ ۱؎ اس زمانہ پاک میں جہاد نہ ہوں گے اور مسلمان کفار کے مقابل گھوڑوں پر جہاد نہ کریں گے کیونکہ کفار ختم ہو چکے ہوں گے۔ ۲؎ اس زمانہ میں گھوڑوں پر سواری نہ ہوگی دوسری سواریاں ایسی ہوں گی جن پر سواری کی جاویگی۔ ۳؎ دجال کے بعد ایک وقت وہ آئے گا جب قیامت بہت ہی قریب ہوگی حتی کہ گھوڑی کا بچہ جوان اور قابل سواری ہونے سے پہلے قیامت آجاویگی اس کا مطلب یہ نہیں کہ دجال ہلاک ہونے کے بعد قیامت اتنی قریب ہوگی کہ گھوڑی کی جوانی سے پہلے قیامت آجاویگی کیونکہ دجال کی ہلاکت کے بہت برس بعد قیامت آویگی چالیس سال تو حضرت عیسیٰ ہی دنیا میں رہیں گے بعد کو چار سو یا اسی سال بعد قیامت ۔

عَلٰى دَخَنٍ وَجَمَاعَةٌ عَلٰى اَقْذَاءٍ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ الْهُدْنَةُ عَلَى الدَّخَنِ مَا هِيَ قَالَ لَا تَرْجِعُ قُلُوْبُ اَقْوَامٍ عَلَى الَّذِيْ كَانَتْ عَلَيْهِ قُلْتُ بَعْدَ هٰذَا الْخَيْرِ شَرٌّ قَالَ فِتْنَةٌ عَمْيَاءُ صَمَّاءُ عَلَيْهَا دُعَاةٌ عَلٰى اَبْوَابِ النَّارِ فَاِنْ مُتَّ يَا حُذَيْفَةُ وَاَنْتَ عَاضٌّ عَلٰى جِذْلٍ خَيْرٌ لَكَ مِنْ اَنْ تَتَّبِعَ اَحَدًا مِنْهُمْ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ كُنْتُ رَدِيْفًا خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا عَلٰى حِمَارٍ فَلَمَّا

کر فرمایا صلح دھوئیں پر اور لوگوں کا اجتماع ناپسندیدگی پر[1] میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کہ دھوئیں پر صلح کیا چیز ہے فرمایا کہ قوموں کے دل اس طرف نہ لوٹیں گے جس پر پہلے تھے میں نے عرض کیا کہ کیا اس خیر کے بعد شر ہوگی فرمایا اندھے بہرے فتنے ہوں گے[2] جن پر کچھ لوگ دوزخ کے دروازوں کی طرف بلانے والے ہوں گے[3] تو اے حذیفہ اگر تم اس حالت میں وفات پاؤ کہ تم کسی درخت کی جڑ دانت سے پکڑے ہو تو تمہارے لئے اس سے اچھا ہے کہ تم ان میں سے کسی کی پیروی کرو[4] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ایک دن ردیف تھا[5] ایک گدھے پر تو جب ہم

۱ مطلب وہی ہے صرف عبارت کا فرق ہے۔ جماعت سے مراد ہے لوگوں کا کسی کی بیعت پر ظاہری طور پر متفق ہو جانا ہے۔

۲ یعنی ایسے فتنے جو لوگوں کو اندھا بہرہ کردیں گے کہ لوگ اس وقت نہ حق دیکھیں گے نہ حق سنیں گے۔ لوگوں کی مت ماری جاوے گی اس وقت حق ایسا مشتبہ ہو جاوے گا کہ نظر نہ آوے گا۔

۳ یعنی یہ لوگ خود دوزخ کے دروازوں پر کھڑے ہوں گے۔ اور مخلوق کو اپنی طرف بلاتے ہوں گے۔ بدعقیدگی۔ بدعملی۔ دوزخ کے دروازے ہیں۔

۴ یعنی ان فتنہ والوں میں سے کسی کے ساتھ نہ رہو۔ خلوت نشین ہو جاؤ۔

۵ جب ایک گھوڑے یا خچر پر دو آدمی سوار ہوں تو آگے والا مردف ہے۔ پیچھے والا ردیف آپ کا یہ فرمانا یا تو اللہ کی نعمت ظاہر کرنے کے لئے ہے۔ کہ مجھے حضور انور سے بہت ہی قرب نصیب ہوا۔ یا حدیث کی قوت بتانا مقصود ہے۔ یعنی یہ فرمان عالی میں نے بہت ہی قریب سے سنا۔ لہٰذا بالکل صحیح سنا۔ جس میں کوئی بھی شبہ نہیں۔

جَاوَزْنَا بُيُوتَ الْمَدِيْنَةِ قَالَ كَيْفَ بِكَ يَا اَبَاذَرٍّ اِذَا كَانَ بِالْمَدِيْنَةِ جُوْعٌ تَقُوْمُ عَنْ فِرَاشِكَ وَلَا تَبْلُغُ مَسْجِدَكَ حَتّٰى يُجْهِدَكَ الْجُوْعُ قَالَ قُلْتُ اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ تَعَفَّفْ يَا اَبَا ذَرٍّ قَالَ كَيْفَ بِكَ يَا اَبَا ذَرٍّ اِذَا كَانَ بِالْمَدِيْنَةِ مَوْتٌ يَبْلُغُ الْبَيْتُ الْعَبْدَ

مدینہ کے گھروں سے نکل گئے تو فرمایا اے ابوذر اس دن تمہارا کیا حال ہوگا جب مدینہ میں عام بھوک ہوگی[1] تم اپنے بستر سے اٹھو گے تو اپنی مسجد نہ پہونچو گے کہ تم کو بھوک مشقت میں ڈال دے گی[2] فرماتے ہیں میں نے عرض کیا اللہ رسول ہی جانیں فرمایا پرہیزگار رہنا[3] اے ابوذر فرمایا اے ابوذر اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب مدینہ میں عام موت پھیل جاوے گی[4] کہ گھر غلام کی قیمت کو پہونچ جاویگا[5]

[1] یعنی تمہاری زندگی میں مدینہ منورہ میں عام قحط سالی ہوگی معلوم نہ ہوسکا کہ یہ کسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ اگر واقعہ حرہ کی طرف اشارہ ہے۔ تو بھوک سے مراد ہے خود ابوذر کا بھوکا ہونا کہ اس وقت جو صحابہ گوشہ نشین ہوگئے تھے۔ وہ بھوکے رہے۔

[2] اس سے معلوم ہوا ہے کہ بھوک سے مراد عام قحط سالی نہیں بلکہ خاص ان کا بھوکا ہونا ہے۔ یعنی تم بھوک شدت کی وجہ سے بمشکل مسجد تک پہنچ سکو گے۔

[3] یعنی تم اس وقت بھوک کی وجہ سے رزق کے لئے شریعت کی حدیں مت توڑنا حلال روزی پر قناعت کرنا اور بھوک کی وجہ سے بددینوں سے تعلق نہ رکھنا۔

[4] یہ عام موت کسی وباء بیماری کی وجہ سے نہ ہوگی کہ مدینہ منورہ وبا سے محفوظ ہے وہاں دجال طاعون نہیں پہنچ سکتے۔

[5] اس فرمان عالی کی بہت تفسیریں ہیں۔ ایک یہ کہ مردوں کی زیادتی کی وجہ سے وقف قبرستان تو بھر جائیں گے لوگ مملوکہ زمین میں دفن کرنے پر مجبور ہوجائیں گے۔ اور زمینوں کے مالک ایک قبر کی زمین کی اتنی بھاری قیمت وصول کریں گے۔ جتنی قیمت ایک غلام کی ہوتی ہے۔ دوسرے یہ کہ ایک قبر کھودنے کی اجرت اتنی زیادہ ہوگی جتنی ایک غلام کی ہوتی ہے تیسرے یہ کہ غلاموں کے عوض قبر کی زمین خریدی جاوے گی۔ ان صورتوں میں بیت سے مراد قبر ہے۔ تیسرے یہ کہ لوگ اس قدر مرجاویں گے کہ گھر خالی ہوجاویں گے اور اتنے سستے ہوجاویں گے کہ ایک غلام کی قیمت میں ایک گھر مل جاوے گا۔ چوتھے یہ کہ گھر میں ایک غلام سارے گھر کا نگراں ہوگا باقی لوگ مریا بیمار ہوں گے یا مر چکے ہوں گے ان صورتوں میں گھر سے مراد رہائشی گھر ہے (اشعہ) اگرچہ پہلے دو معنی زیادہ قوی ہیں جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے جو امام کفن چور کا ہاتھ کٹواتے ہیں۔ ان کی دلیل یہ حدیث ہے کہ حضور انور نے قبر کو گھر فرمایا تو جیسے گھر میں سے چوری کرنے والے کے ہاتھ کٹتے ہیں۔ ایسے ہی قبر میں سے چوری کرنے والے کے ہاتھ کٹیں گے مگر یہ دلیل نہایت ہی کمزور ہے کیونکہ کفن کسی کی ملکیت نہیں اور غیر محفوظ

حَتّٰى اَنَّهُ يَبۡلُغُ الۡقَبۡرُ بِالۡعَبۡدِ قَالَ قُلۡتُ اَللّٰهُ وَرَسُوۡلُهٗ اَعۡلَمُ قَالَ تَصۡبِرُ يَا اَبَا ذَرٍّ
قَالَ كَيۡفَ بِكَ يَا اَبَا ذَرٍّ اِذَا كَانَ بِالۡمَدِيۡنَةِ تَغۡمُرُ الدِّمَاءُ اَحۡجَارَ الزَّيۡتِ قَالَ
قُلۡتُ اَللّٰهُ وَرَسُوۡلُهٗ اَعۡلَمُ قَالَ تَاۡتِيۡ مَنۡ اَنۡتَ مِنۡهُ قَالَ قُلۡتُ اَلۡبَسُ السِّلَاحَ قَالَ
شَارَكۡتَ الۡقَوۡمَ اِذًا قُلۡتُ فَكَيۡفَ اَصۡنَعُ يَا رَسُوۡلَ اللّٰهِ قَالَ

حتیٰ کہ ایک قبر ایک غلام کی عوض بکے گی ۱؎ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا اللہ رسول خوب جانیں فرمایا صبر کرنا اے ابوذر ۲؎ فرمایا اے ابوذر اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب کہ مدینہ میں قتل عام ہوگا حتیٰ کہ خون ریت کے پتھروں کو ڈبو دے گا ۳؎ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا اللہ رسول خوب جانیں فرمایا ان میں چلے جانا جن میں سے تم ہو ۴؎ میں نے عرض کیا کہ ہتھیار باندھ لوں فرمایا تب تو تم قوم میں شریک ہو گئے ۵؎ میں نے عرض کیا کہ میں کیا کروں یا رسول اللہ فرمایا

۱؎ یہ فرمان عالی یا تو الگ جملہ ہے یا پہلے جملہ کی شرح ہے، دوسرا احتمال زیادہ قوی ہے۔

۲؎ یعنی اس شدت میں بھی مدینہ منورہ مت چھوڑنا یہاں ہی صبر سے رہنا کہ مدینہ کی موت دوسری جگہ کی زندگی سے افضل ہے۔ شعر

ان کے در پہ دم نکل جائے تو بچ جائیں حسن ‖ ان کے در سے دور رہ کر زندگی اچھی نہیں

۳؎ اس فرمان عالی میں اشارہ ہے۔ واقعہ حرہ کی طرف جو یزید مردود کے زمانہ میں بعد واقعہ کربلا ہوا کہ یزید نے مسلم ابن عقبہ کی سرکردگی میں ایک لشکر جرار سے مدینہ منورہ پر چڑھا دیا جس نے تین یا پانچ دن مدینہ پاک میں قتل عام کرایا، مسجد نبوی شریف میں کئی دن اذان نہ ہوسکی، مدینہ منورہ کی گلی کوچوں میں حضرات صحابہ و تابعین کا خون پانی کی طرح بہا یہاں سے پھر اس لشکر نے مکہ معظمہ کا رخ کیا بیچ راستہ میں ستمگار مسلم ابن عقبہ ہلاک ہوا۔ اس کے بعد یزید بھی جہنم رسید ہوا۔ احجار الزیت یا تو مدینہ منورہ کے ایک محلہ کا نام ہے یا ایک میدان کا کیونکہ وہاں کالے پتھر بکھرے ہیں۔ گویا تیل چپڑے ہوئے ہیں اس واقعہ کی تفصیل تاریخ مدینہ میں دیکھو (از مرقات و اشعہ)

۴؎ یہ جملہ خبر بمعنی امر ہے یعنی تم ان کے پاس چلے جانا جن میں سے تم ہو یعنی اپنے گھر اپنے بال بچوں میں رہنا بلا ضرورت باہر نہ نکلنا یہی معنی درست ہیں کیونکہ جنگ کرنے والا سوا یزید کے کوئی سلطان تھا ہی نہیں۔

۵؎ یعنی اس موقعہ پر اگر تم بھی جنگ کرنے لگے تو اس فتنہ میں شریک ہوگئے اور اس شرکت سے فتنہ بڑھے گا گھٹے گا نہیں اسی لیے اس فتنہ میں حضرت امام زین العابدین اور ان کے ساتھی رضی اللہ عنہم گوشہ نشین رہے یہ تھا اس حکم پر عمل۔

إِنْ خَشِيتَ أَنْ يَبْهَرَكَ شُعَاعُ السَّيْفِ فَأَلْقِ نَاحِيَةَ ثَوْبِكَ عَلَى وَجْهِكَ لِيَبُوءَ بِإِثْمِهِ وَإِثْمِكَ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ بِكَ إِذَا أُبْقِيتَ فِي حُثَالَةٍ مِنَ النَّاسِ مَرِجَتْ عُهُودُهُمْ وَأَمَانَاتُهُمْ وَاخْتَلَفُوا فَكَانُوا هٰكَذَا وَشَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ قَالَ تَأْمُرُنِي قَالَ عَلَيْكَ بِمَا تَعْرِفُ وَدَعْ مَا تُنْكِرُ وَعَلَيْكَ

اگر تمہیں خطرہ ہو کر تمہیں تلوار کی شعاعیں چوندھیا دیں گی تو اپنے کپڑے کا کنارہ اپنے چہرے پر ڈال لینا تاکہ وہ تمہارا اور اپنا گناہ لے کر لوٹے ۱؎ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن عاص سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا کیا حال ہوگا جبکہ تم لوگوں کی بھوسی میں رہ جاؤ گے ۲؎ کہ ان کے عہد و پیمان اور امانتیں گڑبڑ ہوں گی اور آپس میں اختلاف کریں گے تو ایسے ہو جائیں گے اور اپنی انگلیوں شریف کو گتھا دیا ۳؎ عرض کیا مجھے کیا حکم ہے فرمایا جسے بھلا جانو اسے لازم مضبوط پکڑ لو اور جسے برا جانو وہ چھوڑ دو اور

۱؎ یعنی اگر تمہارے گوشہ نشینی خانہ نشین ہونے کے باوجود کوئی ظالم سفاک تمہارے گھر میں قتل کرنے آجاوے تو اس کا مقابلہ نہ کرنا بلکہ اپنا آپ چھپا کر خاموش بیٹھے رہنا کہ وہ تمہیں اس صبر و شکر کی حالت میں قتل کر دے۔ خیال رہے کہ یہ فرمانا ہے حضرت ابوذر سے مگر سنانا ہے دوسروں کو کیونکہ حضرت ابوذر غفاری نے حرّہ کا واقعہ نہیں پایا۔ آپ کی وفات ۳۲ھ بتیس ہجری خلافت عثمانیہ میں ہوئی، اور حرّہ کا یہ واقعہ ۶۳ھ میں ہوا۔ یہ حکم خصوصی طور پر ان کی مدینہ میں کشت و خون سے بچنے کے لئے ہے۔ اسی لیے حضرت عثمان غنی شہید ہوئے کہ آپ نے قاتل کا وار روکا بھی نہیں۔ ظالم کفار سے اپنا بچاؤ اس پر وار کرنا ضروری ہے:

۲؎ حثالہ گیہوں یا جو کی وہ بھوسی جو کسی کام نہ آوے اسبغول کی بھوسی بہت کارآمد اور قیمتی چیز ہے۔ اسے حثالہ نہیں کہا جاتا، یعنی تم بے کار لوگوں میں رہ جاؤ گے، جن سے کسی کو کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ محض بے کار رہیں گے۔ ان کا حال آگے ارشاد ہو رہا ہے۔

۳؎ یعنی ان لوگوں میں تین عیب ہوں گے۔ وعدہ خلافی۔ امانتوں میں خیانت۔ آپس میں لڑائی جھگڑے۔ اس سے حضرات صحابہ مراد نہیں بلکہ بعد والے لوگ تمام صحابہ عادل متقی ہیں۔ ان کی عدالت پر قرآن کریم گواہ ہے فرماتا ہے۔ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى

بِخَاصَّةِ نَفْسِكَ وَإِيَّاكَ وَعَوَامَّهُمْ وَفِي رِوَايَةٍ اَلْزَمْ بَيْتَكَ وَامْلِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ وَخُذْ مَا
تَعْرِفُ وَدَعْ مَا تُنْكِرُ وَعَلَيْكَ بِاَمْرِ خَاصَّةِ نَفْسِكَ وَدَعْ اَمْرَ الْعَامَّةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهُ وَعَنْ اَبِي

تم اپنے خاص ذات کی فکر رکھو عوام سے بچو[1] اور ایک روایت میں ہے کہ اپنا گھر لازم پکڑ لو اپنی زبان قابو میں رکھو[2] جو اچھا جانو وہ اختیار کرو اور جو برا جانو چھوڑ دو اور اپنا خاص معاملہ اختیار کرو اور عام لوگوں کا معاملہ چھوڑ دو[3] (ترمذی) اور اسے صحیح فرمایا، روایت ہے حضرت

[1] یعنی اس زمانہ میں اپنا فکر کرو لوگوں کی فکر نہ کرو بلکہ انہیں تبلیغ بھی نہ کرو کہ اس زمانہ میں لوگ تمہاری تبلیغ کا اثر تو لیں گے نہیں الٹے تمہارے پیچھے پڑ جائیں گے۔ پہلے گزر چکا کہ ایسی مجبوری کی حالت میں تبلیغ فرض نہیں رہتی۔

[2] یعنی اس وقت لوگوں کے حالات ان کے معاملات میں گفتگو نہ کرو اور بغیر پوچھے بات نہ کرو کہ اکثر آفات زبان کی وجہ سے آجاتی ہیں۔ یہ فرمان عالی تا قیامت امان کی تعلیم ہے۔ زبان پر قابو رکھنے سے بہت آفات دور رہتی ہیں۔ بلا ضرورت اپنے گھر میں رہنا لوگوں سے خلط ملط نہ رکھنا گناہوں سے بچے رہنے کا ذریعہ ہے۔

[3] یہ وجوبی حکم نہیں بلکہ اباحت اور اجازت کا حکم ہے کہ ایسی مجبوری میں تبلیغ چھوڑ دینے کی اجازت ہے اگر کوئی ہمت و صبر والا بندہ ایسی حالت میں بھی تبلیغ کرے اور مصیبت جھیلے تو ثواب کا مستحق ہوگا، حضرت نوح علیہ السلام نے سخت مجبوری میں تبلیغ کی اور قوم سے بڑی مصیبتیں جھیلیں۔ حضرت امام حسین نے فتنہ یزیدی میں سفر کیا، تبلیغ فرمائی اور جام شہادت نوش کیا۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ کو حکم دیا کہ فتنہ کے زمانہ میں گوشہ نشین بلکہ جنگل نشین ہو جائیں، لوگوں سے الگ رہیں مگر حضرت عبداللہ ابن عمرو کو حکم دیا گیا کہ لوگوں میں رہیں، بسیں مگر زبان کی نگرانی کریں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حکیم مطلق ہیں۔ حکیم ہر مریض کو اس کے مزاج کے مطابق دوا دیتا ہے۔ جناب حذیفہ کے لیے وہ مناسب تھا اور جناب ابن عمرو کے لیے یہ مناسب۔ حضرت عبداللہ ہمیشہ کے روزہ دار، شب بیدار تھے۔ آپ کے والد عمرو ابن عاص نے حضور سے اس کی شکایت کی، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو تین نصیحتیں فرمائیں۔ تہائی رات جاگو دو تہائی سوؤ، ہر مہینہ تین روزے رکھو، اپنے باپ کا حکم مانو۔ اختلاف صحابہ کے زمانہ میں حضرت عمرو ابن عاص امیر معاویہ کے ساتھ رہے۔ حضرت عبداللہ ابن عمرو بظاہر امیر معاویہ کے ساتھ رہے۔ باپ کی وجہ سے اور در پردہ حضرت علی کے ساتھ اور کہا کرتے تھے کہ میں اپنے والد کے ساتھ خیر میں شریک ہوں نہ کہ شر میں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر کہتے تھے کہ میں ان سے ہوں مگر افسوس کہ ان کے ساتھ نہیں رہ سکتا ہوں۔

(اشعہ)

مُوْسٰی عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ اِنَّ بَیْنَ یَدَیِ السَّاعَةِ فِتَنًا کَقِطَعِ اللَّیْلِ الْمُظْلِمِ یُصْبِحُ الرَّجُلُ فِیْھَا مُؤْمِنًا وَیُمْسِیْ کَافِرًا وَیُمْسِیْ مُؤْمِنًا وَیُصْبِحُ کَافِرًا اَلْقَاعِدُ فِیْھَا خَیْرٌ مِّنَ الْقَائِمِ وَالْمَاشِیْ فِیْھَا خَیْرٌ مِّنَ السَّاعِیْ فَکَسِّرُوْا قِسِیَّکُمْ وَقَطِّعُوْا فِیْھَا اَوْتَارَکُمْ وَاضْرِبُوْا سُیُوْفَکُمْ بِالْحِجَارَةِ فَاِنْ دُخِلَ عَلٰی اَحَدِکُمْ فَلْیَکُنْ کَخَیْرِ ابْنَیْ اٰدَمَ رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ

ابوموسیٰ سے وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ آپ نے فرمایا قیامت کے آگے بہت فتنے ہیں اندھیری رات کے ٹکڑوں کی طرح[1] ان میں آدمی صبح کو مومن ہوگا اور شام کو کافر اور شام کو مومن ہوگا اور صبح سویرے کو کافر[2] ان میں بیٹھ رہنے والا کھڑے سے بہتر ہوگا اور ان میں چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہوگا[3] تو ان فتنوں میں اپنی کمانیں توڑ دو اپنی تانت کاٹ دو اور اپنی تلواریں پتھر سے مار دو[4] پھر اگر تم میں سے کسی پر گھسا جاوے تو وہ حضرت آدم کے بہترین بیٹے (ہابیل) کی طرح ہو جاوے[5] (ابوداؤد)

[1] یعنی جیسے اندھیری رات میں کچھ سوجھتا نہیں یوں ہی ان فتنوں میں کچھ سوجھے گا نہیں۔ حق کیا ہے اور باطل کیا عجیب افراتفری کا زمانہ ہوگا۔

[2] ظاہر یہ ہے کہ صبح شام سے مراد قریبی اوقات ہیں۔ بعض لوگ ایسے مذبذب ہو جائیں گے کہ ابھی مومن ابھی کافر مرتد، لوگوں کو ایمان کی پرواہ نہ رہے گی۔

[3] یہاں بیٹھنے والے سے مراد ہے ان فتنوں سے بے تعلق رہنے والا۔ چلنے والے سے مراد ہے معمولی تعلق رکھنے والا اور دوڑنے والے سے مراد ہے بہت مشغول اور فتنوں میں بہت، ظاہری بیٹھنا چلنا دوڑنا مراد نہیں۔ اس کی مفصل شرح پہلے گزر چکی۔

[4] یعنی اس زمانہ میں اپنے جنگی ہتھیار بیکار کر دو۔ تاکہ تم جنگ کے قابل نہ رہو کیونکہ اس وقت دونوں طرف مسلمان ہوں گے جس کو مارو گے مسلمان کو مارو گے۔ لہذا ہتھیار کو مارنے کے قابل ہی نہ رکھو۔ اسی میں بھلائی ہے۔

[5] یعنی اگر اس علیحدگی اور خلوت نشینی کے باوجود کوئی ظالم خونخوار خواہ مخواہ تمہارے گھر میں گھس کر تم پر حملہ کرے تو تم ہابیل کی طرح قتل ہو جاؤ مگر مقابلہ نہ کرو۔ اس حدیث کی شرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت ہے۔ اگر آپ اس وقت باغیوں کا مقابلہ کرتے تو آپ کے مملوک و خدام بہت تھے اور ہزارہا ساتھی بھی سخت جنگ ہوتی اور زمین مدینہ خون سے رنگین ہو جاتی۔

وَفِیْ رِوَایَةٍ لَّهٗ ذَکَرَ اِلٰی قَوْلِهٖ خَیْرٌ مِّنَ السَّاعِیْ ثُمَّ قَالُوْا فَمَا تَاْمُرُنَا قَالَ کُوْنُوْا اَحْلَاسَ بُیُوْتِکُمْ وَفِیْ رِوَایَةِ التِّرْمِذِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِی الْفِتْنَةِ کَسِّرُوْا فِیْهَا قِسِیَّکُمْ وَقَطِّعُوْا فِیْهَا اَوْتَارَکُمْ وَالْزَمُوْا فِیْهَا اَجْوَافَ بُیُوْتِکُمْ وَکُوْنُوْا کَابْنِ اٰدَمَ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ غَرِیْبٌ وَعَنْ اُمِّ مَالِكٍ الْبَهْزِیَّةِ قَالَتْ ذَکَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِتْنَةً فَقَرَّبَهَا قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ خَیْرُ النَّاسِ فِیْهَا قَالَ

اور ان ہی کی ایک روایت میں خیر من الساعی تک کا ذکر فرمایا پھر لوگوں نے عرض کیا کہ تب ہم کو حضور کیا حکم دیتے ہیں فرمایا اپنے گھروں کے ٹاٹ بن جانا[1] اور ترمذی کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فتنہ کے متعلق فرمایا کہ اس میں اپنی کمانیں توڑ دینا اور اس میں اپنی تانت کاٹ دینا[2] اور اس میں اپنے گھروں کا اندرونی حصہ پکڑ لینا[3] اور حضرت آدم کے بیٹے کی طرح ہو جانا[4] اور کہا یہ حدیث صحیح ہے غریب ہے روایت ہے حضرت ام مالک بہزیہ سے[5] فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فتنہ کا ذکر فرمایا اسے بہت قریب کیا[6] میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس میں بہترین آدمی کون ہوگا فرمایا

[1] کہ جیسے گھر کا بچھا ہوا ٹاٹ گھر میں ہی رہتا ہے باہر نہیں جاتا تم بھی گھر میں رہنا باہر نہ جانا لوگوں سے ملنا جلنا بند کر دینا۔ یہ مطلب نہیں کہ باجماعت نماز اور جمعہ وعیدین چھوڑ دینا۔ مقصد یہ ہے کہ لوگوں سے خلط ملط چھوڑ دینا۔

[2] یعنی جنگ کے ہتھیار ختم کر دینا تاکہ تمہارے دلوں میں کبھی جنگ کا خطرہ بھی نہ پیدا ہو جنگ کرنا تو کیا جنگ کا خیال بھی نہ کرنا کہ وہ فریق مسلمان ہوں گے۔ جسے مارو گے مسلمان کو مارو گے۔

[3] یعنی گھر کے اندرونی حصہ میں خلوت و گوشہ نشینی اختیار کرنا جہاں باہر کے لوگ تمہارے پاس نہ آسکیں گھر کی بیٹھک میں نہ بیٹھنا کہ وہاں خلوت مکمل نہیں ہوتی راہگیروں سے ملاقات ہو ہی جاتی ہے۔ سوا نماز اور ضروریات کے باہر مت نکلنا۔

[4] ابن آدم سے مراد ہابیل ہے جو مظلوم مقتول ہوئے قابیل ظالم قاتل تھا ہوا۔ یعنی ان فتنوں میں تم ظالم نہ بننا مظلوم بن کر مر جانا قبول کر لینا۔

[5] آپ صحابیہ ہیں۔ بہز ابن امرء القیس کی نسل سے ہیں۔ حجازیہ ہیں۔ آپ سے طاؤس اور مکحول نے تابعین حدیث کی روایت کی آپ کے حالات معلوم نہ ہو سکے۔

[6] یعنی آنا واقع بیان فرمایا کہ اس فتنہ کو ہمارے زمانوں سے قریب کر دیا ہم کو خوب واضح کر کے بتا دیا یہ مطلب نہیں کہ اسے قریب زمانہ

رَجُلٌ فِي مَاشِيَتِهِ يُؤَدِّي حَقَّهَا وَيَعْبُدُ رَبَّهُ وَرَجُلٌ اٰخِذٌ بِرَأْسِ فَرَسِهِ يُخِيفُ الْعَدُوَّ وَيُخَوِّفُونَهُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَتَكُوْنُ فِتْنَةٌ تَسْتَنْظِفُ الْعَرَبَ قَتْلَاهَا فِي النَّارِ اللِّسَانُ فِيْهَا اَشَدُّ مِنْ وَقْعِ السَّيْفِ

وہ شخص جو اپنے جانوروں میں رہے ان کا حق ادا کرتا رہے اور اپنے رب کی عبادت کرے ۱؎ اور وہ شخص جو اپنے گھوڑے کا سر پکڑے ہو وہ دشمن کو ڈرائے اور دشمن اسے ڈرائیں ۲؎ (ترمذی) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عنقریب ایسا فتنہ ہوگا جو سارے عرب کو گھیرے گا ۳؎ اس میں مقتولین آگ میں ہوں گے ۴؎ اس میں زبان تلوار کے حملے سے

میں بتایا کیونکہ یہ فتنہ زمانہ صحابہ میں نہیں ہوا۔

۱؎ یعنی اگر اس کے پاس جانور ہوں بکریاں، اونٹ وغیرہ تو جنگل میں انہیں کے پاس رہے شہر میں صرف جمعہ وعیدین کو آیا کرے وہاں جنگل میں ہی اپنے نوکروں غلاموں کے ساتھ نماز با جماعت ادا کیا کرے۔ لہذا حدیث واضح ہے۔ اس پر یہ اعتراض نہیں کہ جنگل میں نماز با جماعت اور جمعہ وعیدین کیسے ادا کرے گا۔ خیال رہے کہ جو جنگل شہر سے ملحق ہو وہاں کے باشندوں پر جمعہ وعیدین ہے اور جنگل شہر سے دور ہو اس سے ملحق نہ وہاں کے باشندوں پر نہ جمعہ فرض ہے نہ عیدین۔

۲؎ یعنی اسلامی سرحدوں یا باڈر پر رہے اور تیاری جہاد میں مشغول رہے۔ باڈر کے باشندے ہمیشہ کفار کے مقابل رہتے ہیں۔ کبھی کفار انہیں مار جاتے ہیں کبھی یہ کفار کو ان کی سرحد میں گھس کر مار آتے ہیں۔ لوٹ لاتے ہیں۔ باڈر پر رہنا بھی عبادت ہے۔ اس فرمان عالی میں اشارۃً بتایا گیا کہ ایسے فتنوں میں بھی تیاری جہاد میں مشغول رہنا چاہیئے۔

۳؎ یعنی فتنہ عام ہوگا جو سارے عرب کو اپنی لپیٹ میں لے لیگا یا اہل عرب کو فتنہ گروں سے صاف و پاک کردے کہ اس وقت فتنہ گر مارے جاویں گے۔ استنظاف کے معنی ہیں گھیرنا اور پاک و صاف کرنا، یہاں دونوں معنی بن سکتے ہیں۔

(مرقات و اشعہ)

۴؎ یعنی ان فتنوں میں قتل ہونے والے شہید نہ ہوں گے۔ بلکہ دوزخی ہوں گے کیونکہ ان کی موت اسلام کے لئے نہیں بلکہ فتنہ گری کے لئے ہوگی۔ ملک و مال و عزت کی ہوس میں ایک دوسرے سے جنگ کریں گے جب مقتولین دوزخی ہوئے تو قاتلین یقیناً دوزخی ہوں گے۔

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَتَكُونُ فِتْنَةٌ صَمَّاءُ بَكْمَاءُ عَمْيَاءُ مَنْ أَشْرَفَ لَهَا اسْتَشْرَفَتْ لَهُ وَإِشْرَافُ اللِّسَانِ فِيهَا كَوُقُوعِ السَّيْفِ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كُنَّا قُعُودًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ الْفِتَنَ

سخت تر ہوگی ۱؎ (ترمذی، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب بہرے گونگے، اندھے فتنے ہوں گے ۲؎ جو انہیں اچک کر دیکھے گا اسے اچک لیں گے ۳؎ اور ان میں زبان چلانا تلوار چلانے کی طرح ہوگا ۴؎ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ ہم نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے۔ حضور نے فتنوں کا ذکر فرمایا

۱؎ یعنی اس فتنہ میں کسی ایک گروہ کی حمایت دوسروں کی مخالفت میں زبان کھولنا تلوار چلانے سے بدتر ہوگا کہ اس وقت ایسی باتیں بڑے کشت و خون کا باعث ہوں گی۔ اس سے بڑے بڑے فتنے واقع ہوں گے۔ اللہ کی پناہ بعض لوگوں نے کہا کہ اس سے مراد حضرت امیر معاویہ و علی مرتضیٰ کی جنگ ہے۔ مگر یہ غلط ہے کہ وہ دونوں جماعتیں جنتی ہیں۔ اگرچہ حق حضرت علی کے ساتھ تھا اور امیر معاویہ غلطی پر تھے مگر اجتہادی غلطی معاف ہے کسی نے ایک عالم سے پوچھا کہ عمر ابن عبدالعزیز افضل ہیں یا امیر معاویہ عالم نے فرمایا کہ جس گھوڑے پر امیر معاویہ نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کفار سے جہاد کیا۔ اس گھوڑے کا غبار عمر بن عبدالعزیز سے افضل ہے۔ تمام دنیا کے اولیاء اللہ ایک صحابی کے گرد قدم کو نہیں پہنچ سکتے (مرقات) یہ بحث بہت تفصیل سے ہماری کتاب امیر معاویہ پر ایک نظر مطالعہ فرماؤ۔

۲؎ یعنی ایسے فتنے ہوں گے جن میں حق نظر نہ آوے گا لوگ حیران ہوں گے۔ کہ ہم کیا کریں اور کہاں جائیں انہیں کچھ سوجھے گا نہیں لوگ حق بولیں گے نہیں حق دیکھیں گے نہیں لہذا لوگ اندھے بہرے گونگے ہو جاویں گے چونکہ اس کا سبب وہ فتنے ہوں گے لہذا فتنوں کو بہرا گونگا اندھا فرمادیا گیا۔

۳؎ یعنی جو فتنوں کے قریب جائیگا تماشائی بن کر دیکھنے کی کوشش کرے گا وہ فتنہ میں پھنس جائے گا لہذا اس وقت فتنوں سے دور رہو۔

۴؎ اس کا مطلب ابھی بیان ہو چکا کہ اس فتنہ میں کسی کی حمایت میں بولنا سخت فتنہ کا سبب ہوگا۔

فَاَكْثَرَ فِیْ ذِكْرِهَا حَتّٰی ذَكَرَ فِتْنَةَ الْاَحْلَاسِ قَالَ قَائِلٌ وَمَا فِتْنَةُ الْاَحْلَاسِ قَالَ هِیَ هَرَبٌ وَحَرْبٌ ثُمَّ فِتْنَةُ السَّرَّاءِ دَخَنُهَا مِنْ تَحْتِ قَدَمَیْ رَجُلٍ مِنْ اَهْلِ بَیْتِیْ یَزْعَمُ اَنَّهٗ مِنِّیْ وَلَیْسَ مِنِّیْ اِنَّمَا اَوْلِیَائِیَ الْمُتَّقُوْنَ ثُمَّ

تو بہت زیادہ ذکر کیا ۱؎ حتی کہ ٹاٹ کے فتنہ کا ذکر فرمایا ۲؎ کسی کہنے والے نے عرض کیا کہ فتنہ احلاس کیا چیز ہے فرمایا وہ بھاگڑا اور لڑائی ہے ۳؎ پھر سراء کے فتنہ کا ذکر کیا ۴؎ جس کا فساد ۵؎ میرے اہل بیت میں سے ایک شخص کے قدموں کے نیچے سے ہوگا ۶؎ وہ سمجھے گا کہ وہ مجھ سے ہے وہ مجھ سے نہیں میرے دوست صرف متقی ہیں ۷؎ پھر

۱؎ یعنی بہت سے فتنوں کا ذکر فرمایا۔ یا فتنوں کا بہت ذکر فرمایا کہ ہر فتنہ کی تفصیل بیان فرمائی ہر ایک کا واضح بیان کردیا۔

۲؎ احلاس جمع ہے حلس کی، حلس وہ ٹاٹ ہے جو زین پر نفیس دریاں غالیچوں کے نیچے بچھایا جاتا ہے۔ اوپر کے بستر اٹھتے بچھتے رہتے ہیں مگر وہ ٹاٹ وہاں ایک ہی جگہ پڑا رہتا ہے۔ اس فتنہ کو یا تو احلاس اس لیے فرمایا کہ وہ فتنہ بہت عرصہ تک رہے گا ٹاٹ کی طرح ہوگا کہ ہٹے گا نہیں اس لیے فرمایا کہ اس زمانہ میں لوگوں کو ٹاٹ کی طرح اپنے گھروں میں رہنا مفید ہوگا جو باہر پھرے گا مبتلا ہو جاوے گا۔

۳؎ اس فتنہ میں لوگ ایک دوسرے سے بھاگیں گے کوئی کسی کی بات نہ سنے گا ہر ایک دوسرے سے لڑے گا۔ اسے لوٹے گا۔ لوگ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہوں گے۔

۴؎ سرا کے لفظی معنی ہیں عیش و عشرت مال کی زیادتی، چونکہ مسلمانوں میں یہ فتنہ ان کی زیادہ مالداری زیادہ عیش و عشرت کی وجہ سے ہوگا زیادتی مال ہزارہا فتنوں کا سبب ہے۔ اس لیے اسے فتنہ سراء فرمایا گیا یعنی عیش و مال کا فتنہ۔

۵؎ دخن کے لفظی معنی ہیں دھواں، یہاں مراد فتنہ کی ابتداء ہے۔ اس کا فساد ہے کہ دھواں آگ کی ابتداء ہوتا ہے ایسے ہی یہاں فتنہ کی ابتداء ہوگی۔

۶؎ یعنی اس فتنہ کی ابتداء ایک شخص سے ہوگی جو اولاد فاطمہ سے ہوگا یعنی سید ہوگا یا عالم ہوگا یا حکومت کا طلبگار اپنے خاص نفع کیلئے لوگوں کو مصیبت میں ڈال دیگا چونکہ لوگ سید ہونے کی وجہ سے اس کا ادب و احترام کرتے ہوں گے اس لیے وہ اپنے اس دینی احترام سے غلط فائدہ اٹھا کر یہ فتنہ پھیلائے گا۔

۷؎ یعنی وہ شخص اپنی ان حرکتوں کے باوجود اپنے کو سید ہی کہے گا اور سمجھے گا کہ میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا پیارا ہوں کیونکہ آپ کی اولاد سے ہوں یہ واقعہ قریب قیامت ہوگا ابھی واقع نہیں ہوا، خوارج اس حدیث کو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر چسپاں کرتے ہیں۔ کہ حضرت علی کی خلافت میں یہ فتنہ واقع ہوچکا۔ مگر یہ ان کی اہل بیت دشمنی ہے۔ ان سرکار کو اس سے کوئی تعلق نہیں، اگلے واقعات بھی جو یہاں مذکور ہیں۔ اس کے خلاف ہیں۔

يَصْطَلِحُ النَّاسُ عَلٰى رَجُلٍ كَوَرِكٍ عَلٰى ضِلَعٍ ثُمَّ فِتْنَةُ الدُّهَيْمَاءِ لَا تَدَعُ اَحَدًا مِنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اِلَّا لَطَمَتْهُ لَطْمَةً فَاِذَا قِيْلَ انْقَضَتْ تَمَادَتْ يُصْبِحُ الرَّجُلُ فِيْهَا مُؤْمِنًا وَيُمْسِيْ كَافِرًا حَتّٰى يَصِيْرَ النَّاسُ اِلٰى فُسْطَاطَيْنِ فُسْطَاطِ اِيْمَانٍ لَا نِفَاقَ فِيْهِ وَفُسْطَاطِ نِفَاقٍ لَا اِيْمَانَ فِيْهِ فَاِذَا كَانَ ذَاكُمْ فَانْتَظِرُوا الدَّجَّالَ مِنْ يَوْمِهٖ اَوْ مِنْ غَدِهٖ

لوگ ایسے ایک آدمی پر صلح کریں گے جو پسلی پر گوشت کی طرح ہوگا[1] پھر کالا فتنہ ہوگا[2] جو اس امت میں کسی کو نہ چھوڑے گا مگر اسے طمانچہ لگا دے گا[3] پھر جب کہا جائے گا کہ فتنہ ختم ہوگیا تو وہ اور پھیلے گا[4] اس میں آدمی صبح کریگا مومن ہوکر اور شام کریگا کافر ہوکر حتی کہ لوگ دو خیموں کی طرف لوٹ جائیں گے ایک خیمہ ایمان کا جس میں نفاق نہیں اور دوسرا خیمہ نفاق کا جس میں ایمان نہیں[5] تو جب یہ ہو جاوے تو اسی دن یا اس کے اگلے دن دجال کے خروج کا[6]

[1] ورک ورک کے فتحہ سے کسرہ سے یعنی چوتڑ ضلع ض کے کسرہ لام کے فتحہ سے۔ پسلی کی ہڈی یعنی جیسے چوتڑ کی گدی اگر پسلی کی ہڈی پر ہو تو ٹھہرتا نہیں کمزور ہوتا ہے۔ ایسے ہی اس بادشاہ کی حکومت قائم نہ ہوگی بہت کمزور ہوگی۔ خلاصہ یہ ہے کہ لوگ اس فتنے سے بچنے کے لیے ایسے شخص کو اپنا بادشاہ مقرر کردیں گے۔ جس کی بادشاہت میں قوت نہ ہوگی۔ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں یہ کب ہوا۔

[2] دہیما مؤنث ہے دہیم کا جس کا مادہ دہم ہے۔ یعنی سخت سیاہ اندھیرا۔ یعنی ایسا اندھیرے والا فتنہ ہوگا کہ لوگوں کو اس میں راستہ نظر نہ آوے گا۔ کہ کدھر جاویں۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ دہیماء ایک اونٹنی تھی۔ جس پر آگے پیچھے سات آدمیوں نے جنگ کی جو سب مارے گئے۔ اونٹنی خالی رہ گئی۔ جب سے عرب میں یہ کہاوت بن گئی کہ ایسے خطرناک فتنہ کو دہیماء کہنے لگے (مرقات)

[3] یعنی یہ فتنہ بہت روز تک رہے گا کبھی ہلکا پڑ جاوے گا تو لوگ سمجھیں گے ختم ہوگیا۔ پھر تیز ہو جاوے گا حتی کہ ختم ہوگا۔

[4] یعنی اس فتنہ سے کوئی نہ بچے گا سب پر اس کا اثر پہنچے گا کسی پر زیادہ کسی پر کم۔

[5] یعنی لوگوں کے دو گروہ ہو جاویں گے خالص مومن خالص منافق۔ یا فسطاط سے مراد شہر ہیں یعنی لوگ دو شہروں میں بٹ جاویں گے۔

[6] یعنی اس فتنہ سے متصل خروج دجال ہوگا۔ اس لیے معلوم ہوا کہ یہ فتنہ ابھی واقع نہیں ہوا۔ قیامت کے قریب ہوگا وہ کون سید ہوگا جو اس فتنہ کا موجب ہوگا یہ رب جانے اور یہ واقعہ کب ہوگا اس کی تاریخ کا بھی پتہ نہیں واللہ اعلم۔

رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَيْلٌ لِّلْعَرَبِ مِنْ شَرٍّ قَدِ اقْتَرَبَ اَفْلَحَ مَنْ كَفَّ يَدَهٗ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَعَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ الْاَسْوَدِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ السَّعِيْدَ لَمَنْ جُنِّبَ الْفِتَنَ اِنَّ السَّعِيْدَ لَمَنْ جُنِّبَ الْفِتَنَ اِنَّ السَّعِيْدَ لَمَنْ جُنِّبَ الْفِتَنَ وَلَمَنِ ابْتُلِیَ فَصَبَرَ فَوَاهًا رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ

(ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابوهریرہ سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خرابی ہے عرب کے لئے ۱؎ اس شر قریب آگئی وہ شخص کامیاب رہے گا جو اپنا ہاتھ روکے گا ۲؎ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت مقداد ابن اسود سے ۳؎ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ نیک بخت وہ ہے جو فتنوں سے محفوظ رہے نیک بخت وہ جو فتنوں سے محفوظ رہے نیک بخت وہ ہے جو فتنوں سے محفوظ رہے ۴؎ اور جو مبتلا ہو جاوے تو صبر کرے تو اچھا ہے ۵؎ (ابوداؤد)

۱؎ ویل کے معنی ہیں خرابی، شر، قریب، دوزخ کے ایک طبقہ کا نام، ہلاکت، یہاں بمعنی خرابی ہے (مرقات)

۲؎ یعنی اس زمانہ میں جو جنگ و قتال میں حصہ نہ لے وہ کامیاب ہے، اس شر سے مراد یا تو یاجوج ماجوج کا نکلنا ہے۔ اس وقت ان سے مقابلہ کی طاقت نہ ہوگی۔ اس لئے قتال سے بچنے والا کامیاب رہے گا یا اس شر سے مراد مسلمانوں کی آپس کی جنگیں ہیں جو حضرت عثمان کی شہادت سے شروع ہوئیں اور جنگ جمل و صفین و معرکہ کربلا کی شکل میں ظاہر ہوئیں۔ تب یہ خطاب ان لوگوں سے ہے جنہیں حق و باطل کا پتہ نہ لگے وہ اس میں قتال سے بچیں۔ (از مرقات) اسی لیے جنگ جمل و صفین میں حضرات صحابہ کرام کے تین گروہ ہو گئے۔ بعض حضرت علی کے ساتھ رہے، بعض ان کے مقابل بعض حضرات غیر جانبدار یہ وہ ہی حضرات تھے جنہیں پتہ نہ لگا کہ حق پر کون ہے، لہذا تینوں جماعتیں اللہ کی مقبول ہیں۔

۳؎ آپ کا نام مقداد ابن عمرو کندی ہے، کیونکہ آپ کے والد نے قبیلہ بنی کندہ سے معاہدہ کیا تھا۔ ایک شخص تھا اسود اس نے آپ کی پرورش کی، اس لیے آپ ابن اسود کہلائے قدیم الاسلام صحابی ہیں، حتی کہ آپ چھٹے مومن ہیں۔

۴؎ حضور انور نے یہ کلام تین بار فرمایا، مبالغہ کے لیے یعنی جسے اللہ تعالٰی فتنوں سے بچائے رکھے وہ بڑا ہی خوش نصیب ہے اسطرح کہ اس کی زندگی میں کوئی فتنہ پھیلے ہی نہیں۔ ۵؎ واہاً اظہار حسرت کے لیے بھی آتا ہے، بمعنی افسوس اور اظہار خوشی کے لیے بھی بمعنی خوب یہاں دونوں معنی ہو سکتے ہیں، یعنی جو فتنہ میں پھنس گیا مگر صابر رہا اس پر افسوس ہے کہ وہ مصیبت میں گھر گیا یا فتنہ میں پھنس کر صابر رہا تو بہت خوب ہے واہاً پر فتحہ ہے

وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا وُضِعَ السَّيْفُ فِيْ اُمَّتِيْ لَمْ تُرْفَعْ عَنْهَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَلَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَلْحَقَ قَبَائِلُ مِنْ اُمَّتِيْ بِالْمُشْرِكِيْنَ وَحَتّٰى تَعْبُدَ قَبَائِلُ مِنْ اُمَّتِي الْاَوْثَانَ وَاِنَّهٗ سَيَكُوْنُ فِيْ اُمَّتِيْ كَذَّابُوْنَ ثَلٰثُوْنَ كُلُّهُمْ يَزْعَمُ اَنَّهٗ نَبِيُّ اللّٰهِ

روایت ہے حضرت ثوبان سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جب میری امت میں تلوار رکھ دی جاوے تو قیامت کے دن تک اس سے نہ اٹھے گی ۱؎ اور قیامت قائم نہ ہوگی حتی کہ میری امت کے کچھ قبیلے مشرکین سے مل جائیں گے ۲؎ اور حتی کہ میری امت کے کچھ قبیلے بت پرستی کریں گے ۳؎ اور میری امت میں تیس جھوٹے ہوں گے وہ سب گمان کریں گے کہ وہ اللہ کے نبی ہیں ۴؎ حالانکہ

فعل کو بہ سے منصوب ہوا۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ لفعی ابنتی میں لام مکسور ہے۔ پھر اس کا مطلب ہی کچھ اور ہوگا۔ مرقات نے فرمایا کہ واھًا اسماء اصوات میں سے ہے۔ تعجب کے لیے بولا جاتا ہے۔:

۱؎ اس حدیث کا ظہور ہو رہا ہے۔ شہادت عثمان غنی سے مسلمانوں میں آپس میں قتل و خون شروع ہوا ہے۔ آج تک ہو رہا ہے۔ ہمیشہ کہیں نہ کہیں مسلمان آپس میں لڑتے ہی رہتے ہیں۔ ان کا قتل و خون بند نہیں ہوتا

۲؎ یہ واقعہ بھی ہو چکا بلکہ ہوتا رہتا ہے۔ ہم نے اپنی زندگی میں آگرہ کے ضلع میں سینکڑوں بلکہ ہزاروں کی تعداد میں مرتد ہوتے دیکھ لیے۔ جسے شدھی کا فتنہ کہا جاتا ہے۔

۳؎ اس کی صورت یہ ہے کہ بعض لوگ اپنے کو مسلمان سمجھتے ہوئے بت پرستی کریں گے۔ لہذا یہ جملہ مکرر نہیں ہم نے دیکھا کہ بعض لوگ اپنے پیروں کے فوٹوؤں کو سجدہ کرتے ہیں۔ انہیں چومتے انہیں سجا کر رکھتے ہیں۔ یہ ہے اس حدیث کا ظہور پیروں کے ان فوٹوؤں کو وہ لوگ کہتے ہیں مرقع شریف۔ یہ ان کا خاص لفظ ہے۔ بعض کلمہ گو تعزیے کو سجدہ کرتے دیکھے گئے۔ قبروں کو تو بہت لوگ سجدے کرتے ہیں۔ بعض زندہ پیروں کو سجدے کرتے ہیں۔ یہ ہے بت پرستی نعوذ باللہ۔

۴؎ یہ تیس جھوٹے نبی وہ ہیں جنہیں لوگوں نے نبی مان لیا۔ اور ان کا فساد پھیل گیا۔ دوسرے قسم کے مدعی نبوت جنہیں کسی نے نہ مانا وہ بکواس کر کے مر گئے وہ تو بہت ہیں دیکھو ہمارے ملک میں مرزا غلام احمد قادیانی مدعی نبوت کا فتنہ بہت پھیلا۔ اس کے علاوہ ہم نے بہت سے مدعی نبوت دیکھے۔ جن کی طرف کسی نے توجہ ہی نہ دی۔ اپنے کو نبی کہتے کہتے مر گئے۔ لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ اب تک جھوٹے مدعی نبوت تیس سے زیادہ ہو چکے۔

اَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ وَلَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ اُمَّتِيْ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِيْنَ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ حَتّٰى يَاْتِيَ اَمْرُ اللّٰهِ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَدُوْرُ رَحَى الْاِسْلَامِ لِخَمْسٍ وَّثَلٰثِيْنَ اَوْ سِتٍّ وَّثَلٰثِيْنَ اَوْ سَبْعٍ وَّثَلٰثِيْنَ فَاِنْ يَّهْلِكُوْا فَسَبِيْلُ مَنْ

خاتم النبیین علیہ السلام

میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں[1] اور میری امت کا ایک گروہ حق پر رہے گا سب پر غالب ان کا مخالف انہیں نقصان نہ پہنچا سکے گا[2] حتی کہ اللہ کا حکم آجاوے[3] (ابوداؤد ۔ ترمذی) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا کہ اسلام کی چکی پینتیس یا چھتیس یا سینتیس تک گھومتی رہے گی تو اگر وہ ہلاک ہو گئے تو ہلاک ہونیوالوں کا راستہ

[1] معلوم ہوا کہ خاتم النبیین کے معنی ہیں آخری نبی کہ اس کے زمانہ میں اور اس کے بعد کوئی نبی نہ بنے اس معنی پر امت کا اجماع ہے جو کہے اس کے معنی آخری نبی نہیں بلکہ اصلی نبی ہیں وہ کافر ہیں کہ وہ قرآنی آیت کے متواتر اجماعی معنی کا انکار کرتا ہے۔

[2] اس فرمان عالی میں دو غیبی خبریں ہیں۔ ایک یہ کہ دوسری امتوں کی طرح حضور کی ساری امت گمراہ نہ ہوگی تا قیامت اس میں ایک جماعت سب پر غالب رہے کہ دینی غلبہ ہمیشہ اسی کو حاصل ہے۔ الحمدللہ اہلسنت والجماعت سب فرقوں پر غالب ہیں۔ خیال رہے کہ حنفی شافعی مالکی حنبلی۔ یونہی قادری چشتی۔ نقشبندی۔ سہروردی ایک ہی جماعت ہے۔ یعنی اہلسنت والجماعت آج ایک نہیں۔ عالم موجود ہے دینی عالموں پر غالب رہتا ہے یہ ہے اس حدیث کا ظہور۔

[3] اللہ کے حکم سے مراد حضرت عیسیٰ و امام مہدی کا ظہور ہے۔ جب اسلام کا پورا غلبہ ہوگا۔

[4] اس فرمان عالی کے بہت مطلب ہو سکتے ہیں ظاہر یہ ہے کہ اس میں تین فتنوں کی طرف اشارہ ہے۔ پہلا فتنہ شہادت عثمان غنی جو ۳۵ھ میں ہوا، دوسرا فتنہ جنگ جمل جو ۳۶ھ میں ہوا تیسرا فتنہ جنگ صفین جو ۳۷ھ میں ہوا معنی یہ ہیں کہ اسلام میں فتنے گردش کریں گے۔ ان سالوں میں اور ہو سکتا ہے کہ یہ فرمان عالی اپنی وفات شریف کے قریب فرمایا ہو کہ اب سے اتنے عرصہ تک اسلام قوی رہے گا۔ تیس سال خلفاء راشدین کی خلافت کا زمانہ باقی دو تین سال حضور کی اپنی حیات شریف کی باقی سال اور یہ کلام تقریبًا ہوا ہے۔

هَلَكَ وَاِنْ يَّقُمْ لَهُمْ يَقُمْ لَهُمْ دِيْنُهُمْ سَبْعِيْنَ عَامًا قُلْتُ اَمِمَّا بَقِيَ اَوْ مِمَّا مَضٰى قَالَ مِمَّا مَضٰى رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنْ اَبِيْ وَاقِدِ اللَّيْثِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا خَرَجَ اِلٰى غَزْوَةِ حُنَيْنٍ مَرَّ بِشَجَرَةٍ لِلْمُشْرِكِيْنَ كَانُوْا

ہلاک شدگان ہے¹ اور اگر قائم رہا تو ان کا دین قائم رہے گا² ستر سال میں نے کہا کہ کیا یہ حساب اگلے باقی زمانہ سے یا گذشتہ فرمایا گذشتہ سے³ (ابوداؤد) تیسری فصل۔ روایت ہے حضرت ابوواقد لیثی سے⁴ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوہ حنین کی طرف تشریف لے گئے⁵ تو مشرکوں کے ایک درخت پر گزرے

¹ یعنی اگر مسلمان اس مذکورہ زمانہ میں ہلاک ہو جائیں کہ اپنے کو درست نہ رکھیں تو ان کا راستہ وہ ہی ہوگا۔ جو گذشتہ ہلاک شدہ قوموں کا ہوا کہ عذاب الٰہی کے مستحق ہوں گے۔

² یعنی اگر اس مذکورہ مدت میں یہ لوگ سیدھے رہے یا سیدھے ہو گئے تو ان کی سلطنت اور حکومت اسلامیہ ستر سال تک قائم رہے اس کا ظہور ہو چکا، اس طرح کہ خلافت راشدہ کا دور یعنی تیس سال ختم ہونے کے بعد حکومت بنی امیہ میں پہنچی۔ پھر ستر سال کے بعد بنی امیہ سے منتقل ہو کر بنی عباس میں پہنچی اور مسلمانوں میں بہت ضعف پیدا ہو گیا۔

³ ابن مسعود فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ ستر سال جو حضور نے ارشاد فرمائے ان کی ابتداء اس مذکورہ مدت تیس، چھتیس، سینتیس سال کے بعد شروع ہوگی یا مع ان کے فرمایا۔ مع ان کے زمان عالی کے اور بہت مطلب بیان کئے گئے ہیں۔ خیال رہے کہ بنی امیہ کی سلطنت امیر معاویہ سے شروع ہوئی اور مروان ابن محمد پر ختم ہوئی۔ یہ کل مدت نوانی سال ہے۔ لہذا مطلب یہ ہے کہ اس مدت میں ستر سال سلطنت اسلامیہ کا غلبہ رہے۔ ستر برس کے بعد بنی امیہ کی سلطنت میں ضعف شروع ہو جاوے گا حتی کہ انیس برس بعد ان سے سلطنت منتقل ہو جاوے گی۔

⁴ آپ کا نام حارث ابن عوف ہے۔ قدیم الاسلام ہیں، غزوۂ بدر میں شریک ہوئے، وفات سے ایک سال پہلے مکہ معظمہ میں مقیم ہو گئے۔ وہاں ہی وفات پائی مقام فخ میں دفن ہوئے (مرقات)

⁵ حنین ایک وسیع میدان ہے جو مکہ معظمہ اور طائف کے درمیان ہے۔ یہ غزوہ فتح مکہ کے بعد ہوا۔ اس غزوہ میں بہت سے نو مسلم شریک تھے جو فتح مکہ میں ایمان لائے تھے۔ ابھی ان کے دلوں میں ایمان پختہ نہ ہوا اور اسلام سے پورے واقف نہ تھے اس لیے انکو واقعہ پیش آیا۔

يُعَلِّقُوْنَ عَلَيْهَا اَسْلِحَتَهُمْ يُقَالُ لَهَا ذَاتُ اَنْوَاطٍ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اجْعَلْ لَنَا ذَاتَ اَنْوَاطٍ كَمَا لَهُمْ ذَاتُ اَنْوَاطٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُبْحَانَ اللّٰهِ هٰذَا كَمَا قَالَ قَوْمُ مُوْسٰى اِجْعَلْ لَنَا اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَتَرْكَبُنَّ سُنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ

جس پر وہ اپنے ہتھیار لٹکاتے تھے اسے ذات انواط کہا جاتا تھا[۱] تو لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ ہمارے لئے بھی کوئی ذات انواط مقرر فرمادیجئے[۲] جیسے ان کا ذات انواط ہے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا[۳] سبحان اللہ یہ تو ایسا ہی ہے جیسے موسٰے علیہ السلام کی قوم نے کہا تھا کہ ہمارے لئے کوئی معبود مقرر کردو جیسے ان کے معبود ہیں[۴] اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم لوگ اپنے سے پہلے والوں کی راہ چلوگے[۵] (ترمذی)

[۱] انواط جمع ہے نوط کی بمعنی لٹکانا اور یہ بمعنی منوط ہے۔ ذو کا معنی والا چونکہ اس درخت پر مشرکین اپنے ہتھیار لٹکا کر اس کی پرستش کرتے تھے۔ اس لیے اسے ذات انواط کہتے تھے۔ یعنی تعلیق والا درخت مشرکین مختلف طرح بتوں کی پرستش کرتے ہیں۔

[۲] یہ عرض کرنے والے وہ ہی فتح مکہ کے بعض نومسلم تھے جو ابھی تک مسائل اسلامیہ سے پورے پورے واقف نہ تھے وہ سمجھے ہی نہیں کہ یہ ہتھیار لٹکانا بھی پرستش ہے۔ اور ہر پرستش شرک ہے خواہ کسی طرح کی ہو لہذا حدیث پر روافض کا کوئی اعتراض نہیں۔

[۳] یہ سبحان اللہ فرمانا اظہار تعجب کے لیے ہے کہ تم مسلمان ہوکر ایسی بات کرتے ایسے مطالبے تمہارے لیے موزوں نہیں۔ خیال رہے کہ ان لوگوں کا یہ عرض کرنا شرک نہ تھا کہ یہ بے خبری سے تھا۔ اس لئے حضور انور نے ان کو دوبارہ ایمان لانے کا حکم نہ دیا۔ اگر ان کی نیت شرک کرنے کی ہوتی تو حضور سے کیوں عرض کرتے خود ہی یہ کام شروع کردیتے۔

[۴] یعنی ضعیف مومنوں کے ایسے غلط مطالبے آج نئے نہیں ہیں۔ بعض مومنین بنی اسرائیل نے بھی موسٰی علیہ السلام سے اس سے بدتر مطالبے کئے تھے انہوں نے صاف صاف کہا تھا کہ ہمارے لئے اللہ کے سوا دوسرے معبود مقرر کردیجئے۔

[۵] بعض روایات میں ہے کہ میری امت پر ایک زمانہ ایسا آوے گا کہ وہ اسرائیلیوں کے نقش قدم پر چلیں گے حتی کہ اگر کسی اسرائیلی نے اپنی ماں سے زنا کیا ہوگا تو میری امت کے بعض لوگ ایسا کریں گے اگر کوئی اسرائیلی گوہ کے سوراخ میں گھسا ہوگا تو یہ بھی ایسا ہی کریں گے۔ آج اس کا مشاہدہ ہورہا ہے انگریزوں کے کھڑے کھڑے کھانا ہوتا شروع کیا تو مسلمان بھی ایسا ہی کرنے لگے۔ خدا کرے انگریز ناک کٹانے لگیں تو دیکھنا ہزاروں مسلمانوں کی ناکیں کٹ جائیں گی۔

وَعَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ وَقَعَتِ الْفِتْنَةُ الْأُولٰى يَعْنِيْ مَقْتَلَ عُثْمَانَ فَلَمْ يَبْقَ مِنْ أَصْحَابِ بَدْرٍ أَحَدٌ ثُمَّ وَقَعَتِ الْفِتْنَةُ الثَّانِيَةُ يَعْنِي الْحَرَّةَ فَلَمْ يَبْقَ مِنْ أَصْحَابِ الْحُدَيْبِيَةِ أَحَدٌ ثُمَّ وَقَعَتِ الْفِتْنَةُ الثَّالِثَةُ فَلَمْ تَرْتَفِعْ وَبِالنَّاسِ طَبَاخٌ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ بَابُ الْمَلَاحِمِ اَلْفَصْلُ الْأَوَّلُ عَنْ

روایت ہے حضرت ابن مسیب سے[1] فرماتے ہیں کہ پہلا فتنہ یعنی قتل عثمان واقع ہوا تو بدر والے صحابہ میں سے کوئی نہ بچا[2] پھر دوسرا فتنہ یعنی حرہ واقع ہوا تو حدیبیہ والوں میں سے کوئی نہ بچا[3] پھر تیسرا فتنہ واقع ہوا[4] تو وہ نہ اٹھا حالانکہ لوگوں میں قوت رہی ہو[5] (بخاری) لڑائیوں کا بیان[6] پہلی فصل روایت ہے۔

[1] آپ کا نام سعید ابن مسیب ہے جلیل القدر تابعی ہیں آپ نے خلفاء راشدین کو دیکھا ہے۔

[2] یعنی اصحاب بدر نے دو فتنے نہ دیکھے بلکہ پہلا فتنہ یعنی شہادت عثمان غنی دیکھی جو ۳۵ھ میں ہوئی۔ اس کے بعد دوسرے فتنہ سے پہلے پہلے تمام بدری صحابہ وفات پاگئے، یہ مطلب نہیں کہ شہادت عثمان کے موقعہ تمام بدری صحابہ شہید ہوگئے۔ آخری بدری صحابی حضرت سعد ابن ابی وقاص ہیں جو جنگ حرہ سے چند سال پہلے وفات پاگئے۔ (لمعات، مرقات)

[3] فتنہ حرہ ۶۳ھ میں واقعہ ہوا جبکہ یزید ابن معاویہ نے مدینہ منورہ پر چڑھائی کی، اس کے بعد سے تیسرے فتنہ تک حدیبیہ والے صحابہ میں سے کوئی نہ رہا تیسرے فتنہ سے پہلے وہ حضرات وفات پاگئے یہ مطلب نہیں کہ حرہ میں سارے حدیبیہ والے شہید ہوگئے۔

[4] بعض شارحین نے کہا کہ تیسرے فتنہ سے مراد عبداللہ ابن زبیر اور حجاج ابن یوسف کی جنگ ہے مگر یہ درست نہیں کیونکہ یہ جنگ ۷۳ھ میں ہوئی۔ اس وقت مسلمانوں میں صحابہ کرام بہت موجود تھے بعض نے کہا کہ اس سے مراد ازارقہ کا فتنہ ہے مگر یہ بھی درست نہیں کہ یہ فتنہ مدینہ منورہ میں نہ تھا بلکہ عالمگیر تھا درست یہ ہے کہ اس سے مراد ابن حمزہ خارجی کا فتنہ ہے جو مروان ابن محمد ابن مروان ابن حکم کے زمانہ میں ہوا۔ [5] طباخ ط کے کسرہ سے بمعنی قوت و عقل یہاں مراد ہے کہ اس زمانہ میں کوئی صحابی باقی نہ رہا زمین حضرات صحابہ کرام سے خالی ہوگئی۔ [6] ملاحم جمع ملحمۃ کی جس کا مادہ لحم بمعنی گوشت ہے اس سے مراد بڑی جنگ ہے کیونکہ بڑی جنگوں میں انسانوں کے گوشت کثرت سے بکھرتے ہیں یا لحمۃ سے بنا ہے بمعنی کپڑے کے تار یعنی تانا بانا، چونکہ جنگوں میں لوگ اپنے دشمن سے گتھ جاتے ہیں جیسے کپڑے کے تار ایک دوسرے سے اس لیے اسے لحم کہتے ہیں۔ گذشتہ باب میں جنگوں کا اجمالی ذکر تھا خبر نہ تھی کہ کون جنگ کہاں ہوگی مگر اس باب میں اکثر ایسے جنگوں کا ذکر ہوگا جن کی جگہ مقرر ہے۔ اس لیے ان جنگوں کو علیحدہ باب میں بیان فرمایا۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی تَقْتَتِلَ فِئَتَانِ عَظِیْمَتَانِ تَکُوْنُ بَیْنَهُمَا مَقْتَلَةٌ عَظِیْمَةٌ دَعْوٰهُمَا وَاحِدَةٌ وَ حَتّٰی یُبْعَثَ دَجَّالُوْنَ کَذَّابُوْنَ قَرِیْبٌ مِّنْ ثَلٰثِیْنَ کُلُّهُمْ یَزْعَمُ اَنَّهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَحَتّٰی یُقْبَضَ الْعِلْمُ وَیَکْثُرَ الزَّلَازِلُ وَیَتَقَارَبَ،

حضرت ابوہریرہ سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ دو بڑی جماعتیں آپس میں جنگ کریں ان کے درمیان بڑی ہی خونریزی ہو ان دونوں کا دعویٰ ایک ہوگا[۱] اور یہاں تک کہ قریباً تیس جھوٹے دجال اٹھیں وہ سب دعویٰ کریں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں[۲] اور یہاں تک کہ علم سمیٹ لیا جاوے اور زلزلے بہت ہو جاویں[۳] اور زمانہ

[۱] ان دونوں جماعتوں سے مراد حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ اور حضرت امیر معاویہ کے لشکر ہیں۔ جن کے درمیان صفین میں بہت سخت جنگ ہوئی یہ دونوں جماعتیں مدعی اسلام تھیں۔ دونو مسلمان تھیں حتیٰ کہ حضرت علی نے امیر معاویہ کی جماعت کے متعلق فرمایا اخواننا بغوا علینا۔ یہ ہمارے بھائی ہیں۔ انہوں نے ہم پر بغاوت کر دی۔ اس فرمان عالی میں خوارج کا بھی رد ہے جو دونوں کو کافر کہتے ہیں اور روافض کا بھی رد ہے۔ جو حضرت امیر معاویہ کے ساتھیوں کو کافر کہتے ہیں۔ دونوں مومنین صالحین ہیں۔ حضرت علی حق پر ہیں۔ امیر معاویہ سے غلطی ہوئی۔

[۲] دجال بنا ہے دجل سے بمعنی فریب و دھوکا۔ دجال فریبی دھوکہ باز یعنی قریباً تیس فریبی دھوکہ باز جھوٹے نبی ظاہر ہوں گے جیسے پنجاب میں دجال جھوٹا غلام احمد قادیانی اس حدیث کی شرح ابھی کچھ پہلے عرض کر دی گئی کہ ان تیس سے مراد وہ جھوٹے نبی ہیں۔ جن کو لوگوں نے مان لیا۔ ان سے فتنہ پیدا ہو گیا ورنہ جھوٹے نبی سو سے زیادہ ہو چکے ہیں۔

[۳] علم سے مراد علم دین ہے اس کا اٹھنا اس طرح ہوگا کہ علماء دونا نے اٹھتے رہیں گے۔ اور آئندہ پیدا نہ ہوں گے۔ حتیٰ کہ قرب قیامت حال یہ ہوگا کہ ایک شخص میراث کا ایک مسئلہ مشرق و مغرب میں لئے پھرے گا۔ کوئی بتا نہ سکے گا۔ زلزلے تو اب ششہ روع ہو گئے ہیں۔ علم دین کم ہو رہا ہے۔ اب بچے دھڑا دھڑ اسکول کالج کی طرف دوڑتا ہے۔ علم دین پڑھنے والے بہت کم نظر آتے ہیں۔ حافظ زیادہ ہے

الزَّمَانُ وَيَظْهَرُ الْفِتَنُ وَيَكْثُرُ الْهَرْجُ وَهُوَ الْقَتْلُ وَحَتّٰى يَكْثُرَ فِيكُمُ الْمَالُ فَيَفِيضَ حَتّٰى يُهِمَّ رَبَّ الْمَالِ مَنْ يَّقْبَلُ صَدَقَتَهُ وَحَتّٰى يَعْرِضَهُ فَيَقُولَ الَّذِي يَعْرِضُهُ عَلَيْهِ لَا أَرَبَ لِي بِهِ وَحَتّٰى يَتَطَاوَلَ النَّاسُ فِي الْبُنْيَانِ وَحَتّٰى يَمُرَّ الرَّجُلُ بِقَبْرِ الرَّجُلِ

سکڑ جاوے [1] اور فتنے ظاہر ہو جاویں اور ہرج یعنی قتل زیادہ ہو جاوے [2] اور یہاں تک کہ تم میں مال زیادہ ہو جاوے تو بہاں [3] حتی کہ مال والا فکر کرے کہ اس کا صدقہ کون قبول کرے [4] اور یہاں تک کہ وہ مال پیش کرے تو جس پر پیش کرے وہ کہے کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں [5] اور یہاں تک کہ لوگ عالیشان عمارتوں میں فخر کریں گے [6] اور یہاں تک کہ کوئی شخص کسی شخص کی قبر پر

[1] اس طرح کہ سال مہینہ کی طرح اور مہینہ ہفتہ کی طرح اور ہفتہ دن کی طرح گزر جاوے گا۔ زمانہ سے برکت ختم ہو جاوے گی۔ یہ تو اب بھی دیکھا جا رہا ہے۔ مرقات نے اس کے یہ معنی کئے کہ عیش و عشرت زیادہ ہو جاوے گی۔ جس سے زمانہ گزرتا ہوا محسوس نہ ہوگا کہ عیش کا زمانہ جلد گزر جاتا ہے۔ یہ حال حضرت عیسیٰ و مہدی کے زمانہ میں ہوگا مگر پہلے معنی زیادہ مناسب ہیں۔

[2] یعنی مسلمانوں میں فتنے پھیلیں گے اور مسلمانوں میں قتل و خون زیادہ ہوں گے حتی کہ قاتل نہ کہہ سکے گا کہ میں نے قتل کیوں کیا بات بات پر قتل ہوا کریں گے۔

[3] یعنی مال کی زیادتی و فراوانی بہتے ہوئے پانی کی طرح ہوگی۔ مگر برکت نہ ہوگی۔ مال میں برکت اللہ کی رحمت ہے اور مال کی کثرت کبھی عذاب ہو جاتی ہے۔

[4] زکوٰۃ میں فقیر کا مالک ہو کر قبضہ کرنا ضروری ہے اور اس زمانہ میں فقیر ملیں گے نہیں۔ اس لئے زکوٰۃ نکالنے میں دشواری محسوس ہوگی۔ یہ ابھی زمانہ نہیں آیا۔ غالبًا امام مہدی کی حکومت میں ایسا ہوگا۔ خلافت عثمانی میں اگرچہ مال کی بہتات ہوئی مگر اتنی نہیں یہم اگر ی کے پیش و ہ کے کسرہ سے ہو تو رب کو فتحہ ہوگا۔ یعنی مال والے کو غم و فکر ہی رہے گی۔ فقیر کی تلاش میں کہ وہ بہت تلاش کرے گا مگر فقیر نہ ملے گا۔ اور اگر ی کے فتحہ و ہ کے پیش سے ہو تو رب کو پیش ہوگا۔ یعنی ارادہ کرے گا کوشش کرے گا۔ مالدار کہ کوئی فقیر ملے بہرحال یہ لفظ ہم سے ہے بمعنی فکر یا غم

[5] معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں لوگوں میں قناعت بھی ہوگی کہ ہر آدمی صاف کہہ دے گا کہ مجھے مال کی حاجت نہیں ورنہ دنیا داروں کا حال یہ ہوتا ہے کہ جتنا مال ملے جہاں سے ملے لے لیتا ہے حرام و حلال نہیں دیکھتا جیسا کہ دوسری حدیث میں ہے۔

[6] یعنی ذلیل و خوار لوگ جو پہلے محتاج تھے۔ غنی ہو جائیں گے۔ شاندار مکان بنائیں گے وہاں اکڑا کریں گے۔

فیقول یا لیتنی مکانه وحتی تطلع الشمس من مغربها فاذا طلعت وراٰها الناس اٰمنوا اجمعون فذلك حین لا ینفع نفسا ایمانها لم تكن اٰمنت من قبل او كسبت فی ایمانها خیرا ولتقومن الساعة وقد نشر الرجلان ثوبهما بینهما فلا یتبایعانه ولا یطویانه ولتقومن الساعة وقد انصرف الرجل بلبن لقحته فلا یطعمه ولتقومن الساعة و

گزرے تو کہے ہائے کاش اس کی جگہ میں ہوتا ۱ اور یہاں تک کہ سورج پچھم سے نکلے جب ادھر سے نکلے گا اور لوگ دیکھیں گے تو سارے ہی ایمان لے آویں گے ۲ مگر یہ وقت ہوگا جب کسی کو اس کا ایمان نفع نہ دے جو پہلے ایمان نہ لایا ہو یا جس نے اپنے ایمان میں بھلائی نہ کمائی ۳ اور قیامت قائم ہو جاوے گی اسی حالت میں کہ دو شخصوں نے اپنا کپڑا اپنے درمیان میں پھیلا ہوا ہوگا تو نہ بیچ سکیں گے اور نہ لپیٹ سکیں گے اور قیامت قائم ہو جاوے گی حالانکہ ایک شخص اپنی اونٹنی کا دودھ لے کر چلے گا تو اسے کھا نہ سکے گا ۴ اور قیامت قائم ہو جاوے گی۔

۱ یعنی فتنے بہت ہوں گے حتی کہ زندے تمنا کریں گے کہ ہم بھی مرچکے ہوتے مردے قبروں میں چین سے ہیں ہم زندے گھروں میں بے چین ہیں۔ خیال رہے کہ دینی فتنوں میں موت کی تمنا کرنا بالکل جائز ہے۔ دنیاوی فتنوں میں موت کی تمنا کرنا ممنوع ہے جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے۔ ۲ اس کی شرح ان شاء اللہ علامات قیامت میں آوے گی قریب قیامت آفتاب کا مغرب کی طرف سے نکلنا برحق ہے اس وقت سارے کافر ایمان قبول کریں گے مگر وہ ایمان قبول نہ ہوگا کہ ایمان بالغیب نہ رہے گا اور معتبر ہے ایمان بالغیب۔ ۳ یعنی جو کافر یہ واقعہ دیکھ کر ایمان لائے گا اس کا ایمان قبول نہ ہوگا اور جو فاسق یہ واقعہ دیکھ کر فسق سے توبہ کریگا تو اس کی توبہ قبول نہ ہوگی (مرقات) اس فرمان عالی کی اور بہت تفسیریں ہیں یہ تفسیر بہت آسان اور صاف ہے خیال رہے کہ اس واقعہ کے بعد ولادت بند ہو جاوے گی کسی کے بچہ پیدا نہ ہوگا، چالیس سال بعد قیامت قائم ہو جاوے گی لہذا اس فرمان پر یہ اعتراض نہیں کہ پھر جو بچے پیدا ہوں گے ان کے ایمان کی کیا سبیل ہوگی اگر ان کا ایمان قبول نہ ہو تو وہ دوزخ میں جاویں تو بے قصور کیوں پکڑے گئے اگر قبول ہو تو اس فرمان کے خلاف ہے۔ ۴ خیال رہے کہ علامات قیامت تو بہت عرصہ پہلے سے ظاہر ہو جاویں گی مگر خود قیامت اچانک آوے گی اسی لیے اسے ساعت کہتے ہیں یعنی گھڑی بھر میں قائم ہو جانے والی اچانک صور کا نفخ ہوگا جس سے ہر جاندار ہلاک ہو جاوے گا پھر دوسری ہر چیز فنا پھر آسمان و زمین کے ٹکڑے

هُوَ يَلِيطُ حَوْضَهُ فَلَا يَسْقِي فِيهِ وَلَتَقُومَنَّ السَّاعَةُ وَقَدْ رَفَعَ أُكْلَتَهُ إِلَى فِيهِ فَلَا يَطْعَمُهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰى تُقَاتِلُوا قَوْمًا نِعَالُهُمُ الشَّعْرُ وَحَتّٰى تُقَاتِلُوا التُّرْكَ صِغَارَ الْأَعْيُنِ حُمْرَ الْوُجُوهِ ذُلْفَ الْأُنُوفِ كَأَنَّ وُجُوهَهُمُ الْمَجَانُّ

حالانکہ کوئی اپنا حوض ہوگا تو اس میں پانی پلا نہ سکے گا اور قیامت قائم ہوگی حالانکہ اس نے اپنا لقمہ اپنے منہ تک
اٹھایا ہوگا تو کھا نہ سکے گا[1] (مسلم، بخاری) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے کہ قیامت قائم نہ ہوگی حتی کہ تم ایسی قوم سے جہاد کرو گے جن کی جوتیاں بال کی ہوں گی[2] اور حتے
کہ تم ترکوں سے جنگ کرو گے[3] چھوٹی آنکھوں والے سرخ چہرے والے
چپٹی ناک والے ان کے چہرے گویا کٹی ہوئی ڈھالیں

(دیکھا جائیں گے. سب تم فرماتا ہے ما ینظرون الا صیحۃ واحدۃ تاخذھم وھم یخصمون اور فرماتا ہے. لا تاتیکم الا بغتۃ
اس حدیث پاک کی تائید ان آیتوں سے بھی ہے۔

[1] یہ ان دونوں سے زیادہ بلیغ ہے۔ یعنی کپڑا لپیٹنا، حوض لیپنا تو بہت کام ہے کوئی شخص اٹھایا ہوا لقمہ منہ میں نہ لے سکے گا کہ قیامت آجاوے گی۔ تو وہ قیامت ہے۔ آج بعض مصیبتیں آجاتی ہیں کہ انسان حیران ہو جاتا ہے۔

[2] اس فرمان عالی کے چند معنی کیے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ اس قوم کے سر کے بال پاؤں تک دراز ہوں گے۔ بال گویا جوتے بن گئے ہوں گے۔ دوسرے یہ کہ ان کی پنڈلیوں پر بہت بڑے بڑے بال ہوں گے جو ان کے قدموں تک جوتے کی طرح پہنچے ہوں گے۔ تیسرے یہ کہ ان کے جوتے بے چھلی کھال کے ہوں گے۔ جن سے بال دور نہ کیے گئے ہوں۔ یعنی بچر کول والے چمڑے کے جوتے پہنتے ہوں گے۔ یہ تیسرے معنی زیادہ قوی ہیں۔

[3] یہاں ترک سے مراد موجودہ ترک نہیں۔ یہ تو قدیم الاسلام خدام الحرمین ہیں۔ انہوں نے دین رسول اللہ کی بڑی خدمت کی۔ ان کی خدمتیں مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ وغیرہ میں جا کر دیکھو وہ ترک یا جوج ماجوج کا ایک قبیلہ ہیں۔ یاجوج ماجوج کے بائیس قبیلے ہیں۔ اکیس قبیلوں پر ذوالقرنین نے دیوار بنائی۔ اسی قبیلہ کو چھوڑ دیا۔ اس لئے اسے ترک کہتے ہیں یعنی باہر چھوڑا ہوا قبیلہ لہذا حدیث واضح ہے (مرقات)

الْمُطْرَقَةُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تُقَاتِلُوْا خُوْزًا وَكِرْمَانَ مِنَ الْاَعَاجِمِ حُمْرَ الْوُجُوْهِ فُطْسَ الْاُنُوْفِ صِغَارَ الْاَعْيُنِ وُجُوْهُهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَةُ نِعَالُهُمُ الشَّعْرُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَفِي رِوَايَةٍ لَهُ عَنْ عَمْرِو بْنِ تَغْلِبَ عِرَاضَ الْوُجُوْهِ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ

ہیں (مسلم بخاری) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قیامت قائم نہ ہو گی حتی کہ تم عجمیوں یعنی خوز اور کرمان سے جہاد کرو گے[1] سرخ چہروں والے چپٹی ناک والے چھوٹی آنکھ والے ان کے چہرے گویا کٹی ہوئی ڈھالیں ہیں۔ اور ان کے بال ہیں[3] (بخاری) اور اس کی ایک روایت بروایت عمرو ابن تغلب ہے کہ چوڑے چہرے والے[4] روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہیں قائم ہو گی

قیامت

۱ھ یعنی وہ بہت ہی بدصورت ہوں گے، چہرے سرخ آنکھیں چھوٹی۔ ناک چپٹی۔ چہرے بالکل گول جیسے کٹی ہوئی ڈھال کیونکہ اگر ڈھال کوٹ دی جاوے تو بالکل گول ہوتی ہے۔ ان علامات سے معلوم ہوتا ہے کہ ترک سے مراد یہ موجودہ ترک نہیں کہ ان کے چہرے ایسے نہیں ہوتے۔ یہ لوگ تو بڑے خوبصورت ہیں۔ یہاں مرقات میں فرمایا کہ یہ لوگ نسل میں ناس ہیں مگر سیرت میں نسناس یعنی بن مانس نہایت ہی فسادی۔ خونخوار۔ یہ جنگ ابھی نہیں ہوئی، قریب قیامت ہو گی۔ اگلی حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ یہ لوگ خوز اور کرمان سے نکلیں گے۔

۲ھ خوز ایک پہاڑ کا نام ہے اس کی وجہ سے اس علاقہ بلکہ وہاں کے باشندوں کو خوز کہا جاتا ہے۔ اس علاقہ کو خوزستان کہتے ہیں۔ کرمان کاف کے کسرہ سے ایک علاقہ ہے۔ فارس اور سجستان کے درمیان ایران میں ایک شہر ہے کرمان دوسرا ہے کرمان شاہ یہ دونوں شہر ہم نے دیکھے ہیں یہاں وہ مراد نہیں۔

۳ھ بعض شارحین نے کہا کہ یہ لوگ وہ ہی ترک ہیں جن کا ذکر ابھی پچھلی حدیث میں ہوا۔ مرقات نے یہ بھی فرمایا مگر قوی یہ ہے کہ یہ دوسری قوم ہے۔ علاوہ اس ترک قوم کے۔ اشعۃ اللمعات اور لمعات نے یہ ہی کہا فطس جمع ہے افطس کی بمعنی چپٹی چوڑی۔

۴ھ یعنی اس روایت میں بجائے حمر الوجوہ کے عراض الوجوہ ہے۔ یعنی چوڑے چکلے چہرے والے ہوں گے۔

حَتّٰى يُقَاتِلَ الْمُسْلِمُوْنَ الْيَهُوْدَ فَيَقْتُلُهُمُ الْمُسْلِمُوْنَ حَتّٰى يَخْتَبِئَ الْيَهُوْدِيُّ مِنْ وَّرَآءِ الْحَجَرِ وَالشَّجَرِ فَيَقُوْلُ الْحَجَرُ وَالشَّجَرُ يَا مُسْلِمُ يَا عَبْدَ اللّٰهِ هٰذَا يَهُوْدِيٌّ خَلْفِيْ فَتَعَالَ فَاقْتُلْهُ اِلَّا الْغَرْقَدَ فَاِنَّهٗ مِنْ شَجَرِ الْيَهُوْدِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ

حتی کہ جنگ کریں گے مسلمان اور یہودی تو یہود کو مسلمان قتل کریں گے ۱ حتی کہ یہودی پتھر اور درخت کے پیچھے چھپے گا۔ تو پتھر اور درخت کہے گا کہ اے مسلم اے اللہ کے بندے یہ یہودی میرے پیچھے ہے۔ آ اسے قتل کر ۲ سوا غرقد کے کہ وہ یہود کے درختوں میں سے ہے ۳ (مسلم) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا

۱ اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ یہود کی سلطنت قائم ہوگی، اور ان سے مسلمانوں کی بہت بڑی جنگ ہوگی۔ آخری جنگ میں مسلمانوں کی فتح اور یہود کی شکست ہوگی۔ بلکہ یہود دنیا سے فنا ہو جائیں گے۔ اور مسلمانوں کے ہاتھوں فنا ہوں گے۔ ان شاء اللہ تعالٰی چنانچہ یہود کی سلطنت فلسطین میں قائم ہو چکی ہے۔ امریکہ و برطانیہ کی بڑی مدد سے ان کا علاقہ پھیل رہا ہے۔ ۱۹۶۷ء میں جو عرب اور یہود کی جنگ ہوئی، مسلمانوں کو اس جنگ میں بڑی تکلیفیں پہنچیں۔ حتی کہ اس وقت بیت المقدس پر بھی یہود کا قبضہ ہے۔ اس عارضی فتح سے یہود کے حوصلے بہت بلند ہو گئے۔ ان شاء اللہ یہ اس جنگ کی تمہید ہے جس کی خبر اس حدیث پاک میں دی گئی۔

۲ یہ فرمان عالی بالکل حق ہے اور ظاہری معنی پر ہے کسی تاویل کی ضرورت نہیں۔ واقعی اس وقت پتھر اور درخت مسلمانوں سے کلام کریں گے اور اپنے پیچھے چھپے ہوئے یہودی کی خبر دیں گے۔ یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں کہ یہود پر تا قیامت ذلت ڈال دی گئی کیونکہ یہود کی یہ سلطنت کا قیام ان کی بڑی ذلت کا پیش خیمہ ہے۔

۳ غرقد ایک خاردار درخت کا نام ہے۔ اسی لئے مدینہ منورہ کے قبرستان کا نام بقیع غرقد ہے یعنی غرقد کا علاقہ چونکہ اس زمانہ میں اس میدان میں غرقد کے درخت بہت تھے۔ اس لئے اس کا بقیع غرقد نام رکھا گیا۔ یہود اس درخت کی تعظیم کرتے۔ ان کے بعض جہلاء اسے پوجتے ہیں۔ ان کا خیال ہے وادی طوی میں حضرت موسٰی علیہ السلام کو اسی درخت سے رب نے پکارا تھا۔ یہی درخت کلام الٰہی کا مظہر یا مصدر بنا تھا۔ رب فرماتا ہے۔ من الشجرۃ ان یا موسی انی انا اللہ مگر یہ غلط ہے۔ وہ درخت بیری یا عناب کا تھا۔ نہ کہ غرقد کا۔ بہرحال یہود اس درخت کی تعظیم بہت کرتے ہیں۔ اس لیے اسے شجر یہود کہتے ہیں۔ یہ درخت اس دن ان کی پردہ پوشی کرے گا۔ حدیث بالکل اپنے ظاہر پر ہے۔ کسی تاویل کی ضرورت نہیں۔

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَخْرُجَ رَجُلٌ مِّنْ قَحْطَانَ يَسُوْقُ النَّاسَ بِعَصَاهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَذْهَبُ الْاَيَّامُ وَاللَّيَالِيْ حَتّٰى يَمْلِكَ رَجُلٌ يُّقَالُ لَهُ الْجَهْجَاهُ وَفِيْ رِوَايَةٍ حَتّٰى يَمْلِكَ رَجُلٌ مِّنَ الْمَوَالِيْ يُقَالُ لَهُ الْجَهْجَاهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَتَفْتَحَنَّ عِصَابَةٌ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ قیامت قائم نہ ہوگی حتے کہ قحطان سے ایک آدمی نکلے گا جو لوگوں کو اپنی لاٹھی سے ہانکے گا[1] (مسلم بخاری) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ رات و دن ختم نہ ہوں گے حتی کہ ایک شخص بادشاہ بنے گا جسے جہجاہ کہا جائے گا۔[2] اور ایک روایت میں ہے کہ حتی کہ غلاموں میں سے ایک شخص بادشاہ بنے گا جسے جہجاہ کہا جاوے گا[3] (مسلم) روایت ہے حضرت جابر ابن سمرہ سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ مسلمانوں کی ایک جماعت کسریٰ کا[4]

[1] قحطان ایک قبیلہ کا نام ہے جو یمن میں آباد ہے یہ لوگ قحطان کی اولاد ہیں، اس لئے قحطان کہے جاتے ہیں قحطان ان کے مورث اعلیٰ کا نام تھا۔ یہ شخص بادشاہ ہوگا اور سخت گیر بادشاہ ہوگا۔ لوگ اس کی اطاعت کریں گے۔ لاٹھی سے ہانکنے کے یہی معنی ہیں شاید اس شخص کا نام جہجاہ ہوگا جس کا ذکر آگے آرہا ہے۔

[2] یعنی قیامت سے پہلے یہ واقعہ ہونا ضروری ہے اس کے بغیر قیامت نہ آوے گی۔ شاید جہجاہ ساری دنیا کا بادشاہ ہوگا اشعۃ اللمعات نے یہی فرمایا۔ خیال رہے کہ چار بادشاہ ساری دنیا کے بادشاہ ہوئے سکندر اور حضرت سلیمان، بخت نصر نمرود، غالبًا پانچواں بادشاہ یہ ہوگا۔ جو تمام دنیا پر راج کرے گا۔ واللہ اعلم

[3] اس روایت میں من الموالی زائد ہے جو پہلی روایت میں نہ تھا۔ یعنی جہجاہ اصل میں غلام ہوگا بعد میں ساری دنیا کا بادشاہ یہ آخری الفاظ مسلم بخاری کے نہیں مگر چونکہ یہ صرف تائید کے لیے لائے گئے ہیں۔ لہذا اسے مؤلف نے پہلی فصل میں نقل فرمایا (مرقات)

[4] اس فرمان عالی میں لفظ آل زیادہ ہے۔ کسریٰ شاہ فارس کا لقب تھا۔ جو خسرو سے بنا تھا۔ جیسے قیصر شاہ روم کا اور خاقان شاہ چین کا اور فرعون یا عزیز شاہ مصر کا اور نجاشی شاہ حبشہ کا لقب ہوتا تھا۔

مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ كَنْزَ اٰلِ كِسْرٰى الَّذِىْ فِى الْاَبْيَضِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنْ اَبِىْ
هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلَكَ كِسْرٰى فَلَا يَكُوْنُ
كِسْرٰى بَعْدَهٗ وَقَيْصَرُ لَيَهْلِكَنَّ ثُمَّ لَا يَكُوْنُ قَيْصَرُ بَعْدَهٗ وَلَتُقْسَمَنَّ كُنُوْزُهُمَا
فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَسَمَّى الْحَرْبَ خُدْعَةً مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَ

خزانہ کھولے گی جو کہ مقام ابیض میں ہے ۱؎ (مسلم) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے
ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کسریٰ ہلاک ہوگیا تو اس کے بعد کسریٰ نہ ہوگا ۲؎
اور قیصر ہلاک ہوگا تو پھر اس کے بعد قیصر نہ ہوگا ۳؎ اور ان کے خزانے اللہ کی راہ میں خرچ کیے
جائیں گے ۴؎ حضور نے جنگ کا نام دھوکا رکھا ۵؎ (مسلم، بخاری)

روایت ہے

۱؎ یہ واقعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ہو چکا۔ ابیض اس قلعہ کا نام ہے جس میں کسریٰ کا خزانہ محفوظ تھا، یہ قلعہ اس زمانہ کے عجائبات میں سے تھا اب اس جگہ مسجد بنی ہوئی ہے جسے مسجد مدائن کہتے ہیں (اشعہ) نیز ابیض یمامہ کے ایک شہر کا نام بھی ہے۔ یہاں پہلے معنی مراد ہیں (اشعہ) ابیض کسریٰ کو خلیفہ مکتفی باللہ نے ویران کر دیا۔

۲؎ یعنی ملک ایران جب مسلمان فتح کرلیں گے تو وہ ملک پھر کبھی کافر کے پاس نہ پہنچے گا مسلمانوں ہی کے پاس رہے گا۔ یہ غیبی خبر ہے چنانچہ ملک ایران عہد فاروقی میں فتح ہوا، اور خدا کا فضل ہے کہ اب تک مسلمانوں ہی کے پاس ہے رب تعالٰی مسلمانوں ہی کے پاس رکھے

۳؎ چونکہ فتح فارس پہلے ہوئی اور فتح روم بعد میں، اس لیے فارس کے متعلق ہلک ماضی ارشاد ہوا اور فتح روم بعد میں اس لیے اس کے متعلق لیہلکن مضارع مع تاکید ارشاد ہوا، یہ دونوں علاقے عہد فاروقی میں فتح ہوگئے اور اس کے متعلق خبر دی گئی کہ فتح روم کے بعد یا تو وہ کفار کے پاس پہنچے گا ہی نہیں یا پہنچے گا تو موجودہ قیصر کی اولاد سے کوئی وہاں کا بادشاہ نہ بنے گا یا اس بادشاہ کا لقب قیصر نہ ہوگا، بہرحال حضور کی ساری خبریں سچی ہیں۔

۴؎ یعنی ان ملکوں کے خزانے مسلمان فتح کر کے جہادوں اور اسلام کی اشاعت میں خرچ کریں گے یہ زمانہ فاروقی میں ہو چکا۔

۵؎ یہاں خدعہ بمعنی فریب و جھوٹ نہیں بلکہ بمعنی جنگی چال جنگی تدبیر ہے، جس سے دشمن جلد ہتھیار ڈال دے جنگ میں شمشیر سے زیادہ تدبیر کام آتی ہے۔ تدبیر سے خونریزی کم ہوتی ہے فتح جلد، مسلمانوں کو تدبیر و شمشیر دونوں سے کام لینا چاہیے جنگی تدبیروں کی مثالیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے جہادوں میں ملتی ہیں۔ حضور جب مغرب میں حملہ کرنا چاہتے تو مشرق کے حالات پوچھتے تاکہ کفار کے جاسوس مغرب والوں کو مطمئن کردیں، مشرق والوں کو تیار کردیں، اچانک مغرب کی طرف حملہ فرما دیتے حضرات صحابہ

عَنْ نَافِعِ بْنِ عُتْبَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَغْزُوْنَ جَزِيْرَةَ الْعَرَبِ فَيَفْتَحُهَا اللّٰهُ ثُمَّ فَارِسَ فَيَفْتَحُهَا اللّٰهُ ثُمَّ تَغْزُوْنَ الرُّوْمَ فَيَفْتَحُهَا اللّٰهُ ثُمَّ تَغْزُوْنَ الدَّجَّالَ فَيَفْتَحُهُ اللّٰهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ وَهُوَ فِيْ قُبَّةٍ مِنْ اَدَمٍ

حضرت نافع ابن عتبہ سے فرماتے ہیں[1] فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم لوگ جزیرہ عرب پر جہاد کرو گے تو اللہ اسے فتح فرمادے گا[2] تو پھر فارس پر تو اللہ وہ بھی فتح کردے گا۔ پھر تم روم پر غزوہ کرو گے تو اللہ وہ بھی فتح کردے گا[3] پھر تم دجال پر جہاد کرو گے تو اللہ وہ بھی فتح کردے گا[4] (مسلم) روایت ہے حضرت عوف ابن مالک سے[5] فرماتے ہیں کہ میں غزوہ تبوک میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا

بعض جنگوں میں اپنی فوجیں پیچھے ہٹائیں کفار سمجھیں مسلمان بھاگ گئے اور رات کو اچانک حملہ کردیا۔ تھوڑی فوج سے چوطرفہ سے اس طرح حملہ کردیا کہ کفار سمجھے کہ مسلمان لاکھوں کی تعداد میں آن پڑے اور انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ مسلمانوں نے فتح پائی۔ اللہ تعالٰی پاکستان کو قائم دائم رکھے۔

[1] نافع ابن عتبہ ابن ابی وقاص زہری ہیں۔ حضرت سعد ابن ابی وقاص کے بھتیجے فتح مکہ کے دن ایمان لائے۔ آپ کا لقب مرقال تھا۔

[2] یعنی عرب کا کچھ حصہ ہم فتح فرمائیں گے بقیہ حضرت صحابہ فتح کریں گے حتی کہ جزیرۂ عرب میں سوا اسلام کے کوئی دین نہ رہے گا یہ واقعہ ہوچکا۔

[3] یہ دونوں ملک عہد فاروقی میں فتح ہوئے اور آج تک مسلمانوں کے قبضہ میں ہیں فارس تو سارا اور روم کا اکثر حصہ۔

[4] اس فرمان عالی میں خطاب صحابہ کرام سے نہیں بلکہ مسلمانوں سے ہے کیونکہ دجال کا مقابلہ حضرات صحابہ نہیں کریں گے۔ ہوسکتا ہے کہ خطاب صحابہ کرام سے ہی ہو کیونکہ خضر علیہ السلام اس مقابلہ میں موجود ہوں گے۔ صلح حدیبیہ میں حضرت خضر نے حضور سے بیعت کی ہے جیسا کہ ہم بیعت الرضوان کے بیان میں عرض کرچکے ہیں۔ بلکہ بعض محدثین فرماتے ہیں کہ وہ مدنی صاحب جنہیں ایک دجال ذبح کرکے زندہ کرے گا پھر نہ مار سکے گا وہ خضر علیہ السلام ہی ہوں گے یعنی تم دجال پر جہاد کرو گے جن علاقوں پر اس نے قبضہ کرلیا ہوگا تم دجال کو قتل کرکے ان پر قبضہ کرو گے لہذا حدیث واضح ہے۔ [5] آپ اشجعی ہیں مشہور صحابی ہیں۔ غزوہ خیبر اور اس کے بعد کے غزوات میں شریک ہوئے۔ فتح مکہ کے دن قبیلہ بنی اشجع کا جھنڈا آپ کے ہاتھ میں تھا آخر میں شام میں رہے ۷۳ھ میں وفات پائی۔

فَقَالَ اُعْدُدْ سِتًّا بَيْنَ يَدَىِ السَّاعَةِ مَوْتِي ثُمَّ فَتْحُ بَيْتِ الْمَقْدِسِ ثُمَّ مُوْتَانٌ يَاْخُذُ فِيْكُمْ كَقُعَاصِ الْغَنَمِ ثُمَّ اِسْتِفَاضَةُ الْمَالِ حَتّٰى يُعْطَى الرَّجُلُ مِائَةَ دِيْنَارٍ فَيَظَلُّ سَاخِطًا ثُمَّ فِتْنَةٌ لَا يَبْقٰى بَيْتٌ مِنَ الْعَرَبِ اِلَّا دَخَلَتْهُ ثُمَّ هُدْنَةٌ تَكُوْنُ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ بَنِي الْاَصْفَرِ فَيَغْدِرُوْنَ فَيَاْتُوْنَكُمْ تَحْتَ

جب حضور چمڑے کے خیمہ میں تھے ۱؎ تو فرمایا کہ قیامت سے پہلے چھ چیزیں گن لو۔ میری موت پھر بیت المقدس کی فتح۔ پھر عام موت جو تم میں بکریوں کی وبا کی طرح پھیلے گی ۲؎ پھر مال کا بہہ جانا حتی کہ ایک شخص کو سو دینار دیئے جائیں گے پھر بھی وہ ناراض رہے ۳؎ پھر وہ فتنہ کہ عرب کا کوئی گھر نہ رہے مگر وہ اس میں داخل ہو جائے گا پھر وہ صلح جو تمہارے اور رومیوں کے درمیان ہوگی پھر وہ عہد شکنی کریں گے

۵؎ تو تمہارے

۱؎ تبوک خیبر سے پانچ سو کیلو میٹر ہے۔ حق یہ ہے کہ یہ شام کے علاقہ میں ہے تبوک کے بعد معان ہے اور معان کے بعد عمان پھر عمان سے قریبًا ایک سو کیلو میٹر بیت المقدس ہے۔ کیلو میٹر پانچ فرلانگ کا ہوتا ہے۔ یعنی ہمارے میل سے تین فرلانگ چھوٹا۔

۲؎ قعاص قاف کے پیش سے بکریوں کی وبائی بیماری جس سے بکری بہت جلد مر جاتی ہے۔ یہ واقعہ بھی عہد فاروقی میں ہو چکا کہ لشکر اسلام بیت المقدس کے قریب عمواس بستی میں تھا۔ وہاں طاعون پھیلا جس سے تین دن میں ستر ہزار آدمی فوت ہوگئے۔ اس وبا کا نام طاعون عمواس ہے۔ یہ اسلام میں پہلا طاعون ہے (اشعہ، مرقات) بعض محدثین نے فرمایا کہ یہ طاعون عمواس میں پھیلا مگر لشکر اسلام جابیہ میں تھا۔ عمواس کے قریب عمواس میں اتنے لوگ مرے نہ کہ لشکر میں۔

۳؎ یہ زیادتی مال خلافت عثمانی میں ہو چکی اس سے متصل زمانہ میں شہادت عثمان اور بعد کے فتنے جو سارے عرب میں پھیل گئے۔ چنانچہ ارشاد ہوا

۴؎ ثُمَّ فِتْنَةٌ الخ

۵؎ بنی اصفر رومیوں کو کہتے ہیں جو روم ابن عیصو ابن اسحاق علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ چونکہ روم زرد رنگ مائل بہ سفیدی تھے اس لیئے انہیں اصفر کہتے تھے اور انکی اولاد کو بنی اصفر۔

ثَمَانِينَ غَايَةً تَحْتَ كُلِّ غَايَةٍ اثْنَا عَشَرَ أَلْفًا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَنْزِلَ الرُّومُ بِالْأَعْمَاقِ أَوْ بِدَابِقٍ فَيَخْرُجُ إِلَيْهِمْ جَيْشٌ مِّنَ الْمَدِينَةِ مِنْ خِيَارِ أَهْلِ الْأَرْضِ يَوْمَئِذٍ فَإِذَا تَصَافُّوا قَالَتِ الرُّومُ خَلُّوا بَيْنَنَا وَبَيْنَ الَّذِينَ سَبَوْا مِنَّا نُقَاتِلْهُمْ فَيَقُولُ الْمُسْلِمُونَ لَا وَاللهِ لَا نُخَلِّي بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ إِخْوَانِنَا

مقابل اسی جھنڈوں تلے آئیں گے۔ ہر جھنڈے تلے بارہ ہزار ہوں گے [۱] (بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہ قائم ہوگی قیامت حتی کہ روم اعماق یا دابق میں اتریں گے [۲] تو مدینہ سے ایک لشکر ان کی طرف نکلے گا جو اس دن تمام زمین والوں سے بہتر ہوگا [۳] تو جب یہ لوگ صف آرا ہوں گے تو روم کہیں گے کہ ہمارے درمیان اور ان کے درمیان جو ہم میں سے قید کرلیے گئے ہٹ جاؤ۔ ہم ان سے جنگ کریں گے [۴] تو مسلمان کہیں گے اللہ کی قسم ہم تمہارے اور اپنے بھائیوں کے درمیان علیحدگی نہ کریں گے چنانچہ مسلمان ان سے

[۱] لشکر کی کل تعداد نو لاکھ ساٹھ ہزار ہوئی، عہد فاروقی میں جنگ یرموک میں عیسائی سات لاکھ تھے، مسلمان چالیس ہزار مگر یہاں وہ جنگ مراد نہیں۔ یہ جنگ تو شہادت عثمان کے بعد ہے۔ جیسا کہ ثم سے معلوم ہو رہا ہے۔

[۲] اعماق مدینہ منورہ کے متصل ایک میدان کا نام ہے اور دابق ب کے فتحہ سے مدینہ پاک کا ایک بازار ہے حلب کے قریب ایک بستی کا نام بھی دابق ہے، بعض نے کہا وہ یہاں مراد نہیں مگر مرقات نے فرمایا کہ یہاں اعماق سے مراد دمشق کے علاقہ کی ایک بستی اور دابق حلب کے پاس کی بستی اور مدینہ سے مراد شہر دمشق ہے نہ کہ مدینہ منورہ کیونکہ اس زمانہ میں مدینہ منورہ ویران ہوگا۔ وہاں کوئی آبادی نہ ہوگی یہ ہی صحیح ہے۔

[۳] مدینہ سے مراد شہر دمشق ہے کیونکہ یہ لشکر حضرت امام مہدی کا ہوگا، یہ لشکر شام ہی سے نکلے گا۔ اس جنگ کے بعد دجال کا فتنہ نمودار ہوگا۔

[۴] اس واقعہ سے پہلے ایک لشکر اسلام رومیوں پر جہاد کرکے ان کے بہت سے قیدی گرفتار کر چکا ہوگا رومی اس وقت مسلمانوں سے کہیں گے کہ ہم تم سے جنگ کرنا نہیں چاہتے ان مسلمانوں کو ہمارے سامنے کردو جو ابھی کچھ عرصہ پہلے ہم سے لڑ کر ہمارے آدمی قید کرکے لے گئے ہیں، رومیوں کا یہ کہنا محض دھوکے اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کے لیے ہوگا ورنہ ان کا مقصد سب مسلمانوں سے لڑنا ہوگا خصوصًا

فَيُقَاتِلُوْنَهُمْ فَيَنْهَزِمُ ثُلُثٌ لَا يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ اَبَدًا وَيُقْتَلُ ثُلُثُهُمْ اَفْضَلُ الشُّهَدَآءِ عِنْدَ اللّٰهِ وَيَفْتَتِحُ الثُّلُثُ لَا يُفْتَنُوْنَ اَبَدًا فَيَفْتَتِحُوْنَ قُسْطُنْطِيْنِيَّةَ فَبَيْنَا هُمْ يَقْتَسِمُوْنَ الْغَنَائِمَ قَدْ عَلَّقُوْا سُيُوْفَهُمْ بِالزَّيْتُوْنِ اِذْ صَاحَ فِيْهِمُ الشَّيْطٰنُ اَنَّ الْمَسِيْحَ قَدْ خَلَفَكُمْ فِيْ اَهْلِيْكُمْ فَيَخْرُجُوْنَ وَذٰلِكَ بَاطِلٌ فَاِذَا جَآءُوا الشَّامَ خَرَجَ فَبَيْنَا هُمْ

جنگ کریں گے تہائی بھاگ جائیں گے اللہ ان کی توبہ کبھی قبول نہ کرے گا اور تہائی قتل ہو جائیں گے وہ اللہ کے نزدیک افضل ترین شہید ہیں اور تہائی فتح کریں گے یہ کبھی فتنہ میں مبتلا نہ ہوں گے[1] پھر یہ قسطنطنیہ فتح کریں گے[2] جب کہ یہ غنیمتیں آپس میں تقسیم کرتے ہوں گے اپنی تلواریں زیتون کے درختوں سے لٹکا چکے ہوں گے[3] ان میں شیطان چیخے گا کہ مسیح دجال تمہارے گھروں میں تمہارے پیچھے پہنچ گیا یہ لوگ نکل کھڑے ہوں گے۔ یہ خبر غلط ہوگی[4] پھر جب یہ لوگ شام میں آئیں گے تو دجال ظاہر ہوگا جبکہ یہ جنگ کی تیاری کر رہے ہوں گے[5]

[1] یعنی اس جنگ میں مسلمانوں کے تین حصے ہو جائیں گے۔ ایک حصہ تو بزدل ہو کر بھاگ جائے گا، دوسرا حصہ جنگ میں شہید ہو جائیگا۔ تیسرا حصہ غازی اور فاتح ہوگا بھاگنے والے اول درجہ کے بدنصیب ہوں گے، شہید ہونے والے اول درجہ کے شہید، فاتحین اول درجہ کے غازی۔ غرضکہ ہر جماعت اول درجہ کی ہوگی، کوئی بدنصیبی میں اول درجہ کوئی خوش نصیبی میں۔

[2] قسطنطنیہ روم کا مشہور شہر ہے۔ جسے آج استنبول کہتے ہیں۔ یہ ایک بار زمانہ صحابہ کرام میں فتح ہو چکا ہے اور اب تک مسلمانوں کے قبضہ میں ہے یہ پھر مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل جاوے گا اور قریب قیامت پھر مسلمان اسے فتح کریں گے یہاں اس آخری فتح کا ذکر ہے جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔

[3] یعنی فتح پاکر نہایت امن و سکون سے ہو چکے ہوں گے۔ اس لیے اپنی تلواریں درختوں سے لٹکادی ہوں گی۔ امن کی حالت میں غازی ہتھیار جسم سے کھول لیتے ہیں۔

[4] یعنی تم تو یہاں روم میں امن و امان سے ہو تمہارے وطن شام میں دجال ظاہر ہوگیا اور تمہارے گھر والوں تمہارے بیوی بچوں کو پکڑ رہا ہے یہ حضرات یہ خبر سنتے ہی یہ غازی دجال سے مقابلہ کرنے کی نیت سے چل پڑیں گے غنیمت وغیرہ کی طرف دھیان نہ دیں گے شام پہنچ کر معلوم ہوگا۔ دجال ابھی نہیں نکلا۔ [5] غالبًا شام سے مراد بیت المقدس ہے کہ بیت المقدس اگرچہ فلسطین میں ہے مگر فلسطین شام سے بالکل قریب ہے اس لیے شام فرمایا درمیان ان کو دجال کے نکلنے کی اب درست اطلاع ہوگی انہیں بیت المقدس میں یہ خبر ملے گی۔

يُعِدُّونَ لِلْقِتَالِ يُسَوُّونَ الصُّفُوفَ إِذْ أُقِيمَتِ الصَّلٰوةُ فَيَنْزِلُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ فَأَمَّهُمْ فَإِذَا رَآهُ عَدُوُّ اللّٰهِ ذَابَ كَمَا يَذُوبُ الْمِلْحُ فِي الْمَاءِ فَلَوْ تَرَكَهُ لَانْذَابَ حَتّٰى يَهْلِكَ وَلٰكِنْ يَقْتُلُهُ اللّٰهُ بِيَدِهٖ فَيُرِيهِمْ دَمَهٗ فِي حَرْبَتِهٖ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ إِنَّ السَّاعَةَ لَا تَقُومُ حَتّٰى لَا يُقْسَمَ مِيرَاثٌ وَلَا يُفْرَحَ

صفیں سیدھی کرتے ہوں گے کہ نماز قائم ہوگی، تو عیسیٰ ابن مریم نازل ہوں گے ۱؎ تو وہ ان کی امامت کریں گے ۲؎ پھر جب اللہ کا دشمن انہیں دیکھے گا تو گلنے لگے گا جیسے نمک پانی میں گلتا ہے تو اگر آپ اسے چھوڑ دیتے تو وہ گل جاتا حتی کہ ہلاک ہوجاتا لیکن اللہ اسے آپ کے ہاتھ سے ہلاک کرے گا تو آپ لوگوں کو اس کا خون اپنے نیزے میں دکھائیں گے ۳؎ (مسلم) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ قیامت قائم نہ ہوگی۔ حتی کہ میراث بانٹی نہ جائے گی اور غنیمت سے خوشی نہ منائی

۱؎ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول دمشق کے باب لد میں شرقی منارہ پر ہوگا۔

۲؎ اس نماز میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام امامت فرمائیں گے۔ آئندہ بقیہ نمازوں میں امام مہدی امامت کیا کریں گے لہذا یہ حدیث حضرت مہدی کی امامت والی حدیثوں کے خلاف نہیں کہ یہاں اس نماز کی امامت مراد ہے وہاں دوسری نمازوں کی امامت۔

۳؎ پہلے عیسیٰ علیہ السلام کی سانس میں مردے زندہ کرنے کی تاثیر تھی۔ اب جو آئیں گے تو ان کی سانس میں زندہ کافروں کو مردہ کرنے کی تاثیر ہوگی، جہاں تک آپ کی نگاہ پہنچے گی وہاں تک آپ کی سانس پہنچے گی اور وہاں تک کے کفار مریں گے۔ دجال آپ کی سانس کی یا نگاہ کی تاثیر سے گھلنے لگے گا مگر آپ جلدی سے اس تک پہنچ کر قتل کریں گے اور جو لوگ اس کو خدا مان چکے تھے انہیں اس مردود کا خون دکھائیں گے کہ دیکھو تمہارا خدا مارا گیا یہ ہے اس کا خون۔ دجال فلسطین یا شام میں مارا جائے گا۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ اولًا دجال بیت المقدس کا محاصرہ کئے ہوگا۔ آپ کو دیکھ کر شام کی طرف بھاگے گا۔ شام کے شروع اور فلسطین کے کسی کنارہ پر مارا جائے گا لہذا تمام احادیث متفق ہیں۔ (مرقات)

۴؎ یعنی قرب قیامت مقتول اس قدر زیادہ ہوں گے کہ ان کے پیچھے وارث میراث آپس میں نہ بانٹیں گے یا مال اس قدر زیادہ ہوگا کہ لوگ اپنے مورثوں کی میراث نہ بانٹیں گے کہ ہمارے پاس خود اپنا مال اتنا ہے کہ دوسرے مال کا ہم کیا کریں یا اسلیے کہ اس زمانہ میں کوئی عالم نہ ہوگا جو شریعت کے مطابق میراث تقسیم کرے یا بادشاہوں کا ظلم اتنا بڑھا ہوا ہوگا کہ مردوں کے مال کی میراث تقسیم نہ ہونے دیں گے۔ سب اپنے بیت المال میں جمع کردیں گے مگر پہلے معنی زیادہ قوی ہیں جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔

بِغَنِيمَةٍ ثُمَّ قَالَ عَدُوٌّ يَجْمَعُونَ لِأَهْلِ الشَّامِ وَيَجْمَعُ لَهُمْ أَهْلُ الْإِسْلَامِ يَعْنِي الرُّومَ فَيَتَشَرَّطُ الْمُسْلِمُونَ شُرْطَةً لِلْمَوْتِ لَا تَرْجِعُ إِلَّا غَالِبَةً فَيَقْتَتِلُونَ حَتّٰى يَحْجِزَ بَيْنَهُمُ اللَّيْلُ فَيَفِيءُ هٰؤُلَاءِ وَهٰؤُلَاءِ كُلٌّ غَيْرُ غَالِبٍ وَتَفْنَى الشُّرْطَةُ ثُمَّ يَتَشَرَّطُ الْمُسْلِمُونَ شُرْطَةً لِلْمَوْتِ لَا تَرْجِعُ إِلَّا غَالِبَةً فَيَقْتَتِلُونَ حَتّٰى يَحْجِزَ بَيْنَهُمُ اللَّيْلُ فَيَفِيءُ هٰؤُلَاءِ وَهٰؤُلَاءِ كُلٌّ غَيْرُ غَالِبٍ وَتَفْنَى الشُّرْطَةُ ثُمَّ

جائے ۱؎ پھر فرمایا کہ قوی دشمن جمع ہوں گے شام والوں کے مقابل اور ان کے مقابلہ میں مسلمان جمع ہوں گے یعنی رومیوں کے مقابل ۲؎ تو مسلمان ایک دستہ منتخب کریں گے موت کے لیے نہ غالب ہوئے نہ لوٹیں گے ۳؎ پس سخت جنگ کریں گے حتی کہ ان کے درمیان رات آڑ ہوجاوے گی تو یہ بھی لوٹ جائیں گے اور وہ بھی کوئی غالب نہ ہوگا ۴؎ اور یہ دستہ فنا ہوجاوے گا ۵؎ پھر مسلمان موت کی شرط لگائیں گے کہ بغیر غالب ہوئے نہ لوٹیں گے تو عظیم جنگ کریں گے حتی کہ ان کے درمیان رات آڑے آجاوے گی تو یہ اور وہ لوٹ جائیں گے کوئی غالب نہ ہوگا۔ اور

۱؎ اس فرمان عالی کے بھی دو ہی مطلب ہیں جو ابھی عرض کئے گئے کہ لوگ بہت زیادہ شہید ہوچکے ہوں گے۔ باقی غازی غنیمت تقسیم نہ کریں گے۔ جب سو میں سے ایک یا ہزار میں سے ایک بچے تو وہ کیا غنیمت تقسیم کرے یا ظالم بادشاہ غنیمت کا مال خود کھا جائیں گے وغیرہ

۲؎ یہ تفسیر سیدنا ابن مسعود کی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ شامی مسلمان اور رومی کفار کی جنگ ہوگی یہ اجتماع اسی جنگ کے لیے ہوگا۔ عدو سے مراد رومی کفار ہیں۔

۳؎ یعنی اس جنگ میں شرط لگا کر نکلیں گے کہ یا فتح کریں گے یا شہید ہوجائیں گے ہم پیٹھ نہ دکھائیں گے۔ عجیب جذبہ سے جائیں گے یہ شام کے مسلمان ہوں گے یا شرطہ خمیس کے پیش سے فوج کا اگلا دستہ جو دشمن کے مقابل جاوے۔

۴؎ یعنی جنگ ختم نہ ہوگی بلکہ بند ہوگی وہ بھی رات آجانے کی وجہ سے آجکل کی موجودہ جنگیں جو راکٹ، بم، ہوائی جہازوں سے ہوتی ہیں وہ بھی رات میں ہلکی پڑجاتی ہیں۔ فوجی جنگ تو بہت ہی ہلکی ہوجاتی ہے۔ شہروں پر بمباری بھی ہلکی ہوجاتی ہے۔

۵؎ یعنی مسلمانوں کا اور کفار کا اگلا دستہ ختم ہوچکا ہوگا۔ مسلمان جام شہادت پی چکے ہوں گے یہ مطلب نہیں کہ صرف مسلمانوں کا یہ دستہ شہید ہوجاوے ورنہ کفار کو فتح ہوجاتی ہے۔ لہذا حدیث واضح ہے۔ خیال رہے کہ اس لڑنے والے دستہ کے ساتھ مدد کے لیے اور مسلمان بھی ہوں گے۔ دستہ شہید ہوجاویگا بقیہ مسلمان لوٹ جاویں گے۔ لہذا فرمان عالی پر یہ اعتراض نہیں کہ جب یہ دستہ شہید ہوگیا تو واپس کون لوٹا (مرقات) اور

يَتَشَرَّطُ الْمُسْلِمُوْنَ شُرْطَةً لِلْمَوْتِ لَا تَرْجِعُ إِلَّا غَالِبَةً فَيَقْتَتِلُوْنَ حَتّٰى يُمْسُوْا فَيَفِيْءُ هٰؤُلَاءِ وَهٰؤُلَاءِ كُلٌّ غَيْرُ غَالِبٍ وَتَفْنَى الشُّرْطَةُ فَإِذَا كَانَ يَوْمُ الرَّابِعِ نَهَدَ بَقِيَّةُ أَهْلِ الْإِسْلَامِ فَيَجْعَلُ اللّٰهُ الدَّبْرَةَ عَلَيْهِمْ فَيَقْتَتِلُوْنَ مَقْتَلَةً لَمْ يُرَ مِثْلُهَا حَتّٰى إِنَّ الطَّائِرَ لَيَمُرُّ بِجَنَبَاتِهِمْ فَلَا يُخَلِّفُهُمْ حَتّٰى يَخِرَّ

دستہ فنا ہو جاوے گا مگر پھر مسلمان موت کی شرط لگائیں گے کہ بغیر غالب ہوئے نہ لوٹیں گے تو عظیم جنگ کریں گے حتی کہ شام ہو جاوے گی تو یہ اور وہ لوٹ جائیں گے کوئی غالب نہ ہوگا ۱؎ اور شرط فنا ہو چکے گی پھر جب چوتھا دن ہوگا تو کفار کی طرف بچے کھچے مسلمان اٹھ کھڑے ہوں گے ۲؎ تو اللہ ان کفار پر شکست ڈال دے گا ۳؎ تو مسلمان اس طرح قتل کریں گے کہ اس جیسا نہ دیکھا گیا ہوگا ۴؎ حتی کہ پرندہ ان کے ارد گرد گزرے گا تو انہیں پیچھے نہ چھوڑ سکے گا ۵؎

شرط بمعنی شرطہ ہو تو مطلب ظاہر ہے کہ یہ شرط ختم ہو جاوے گی بغیر غلبہ واپس ہوگی۔

۱؎ یہاں بھی شرطۃ میں دو احتمال ہیں۔ شین کے فتح سے بمعنی شرط لگانا اور شین کے پیش سے بمعنی دستہ فوج [illegible]

۲؎ ان آخری دونوں جملوں کے دو ہی دو معنی ہیں جو ابھی عرض کئے گئے۔ یا تو وہ غازیوں کا دستہ شہید ہو جاوے گا باقی مسلمان لوٹ جائیں گے یا ان کی یہ شرط ختم ہو جاوے گی بغیر غلبہ کے واپسی ہوگی۔

۳؎ نہد اور نہض دونوں کے معنی ہیں اٹھ کھڑا ہونا یعنی غازیان اسلام ان تین دن کی تکالیف کے بعد ہمت نہ ہاریں گے بلکہ ان میں جوش و خروش بڑھتا ہی جاوے گا۔ اب چوتھی بار بچے کھچے مسلمان کفار پر یلغار کر دیں گے۔

۴؎ دبرہ بنا ہے دبر سے بمعنی پیچھا یہاں مراد ہے پیچھے کو بھاگنا یعنی بھاگڑ پڑ جانا علیہم کا مرجع کفار روم ہیں یعنی اس چوتھے حملہ میں رب تعالٰی کفار روم میں بھاگڑ ڈال دے گا کہ وہ پیٹھ پھیر کر مسلمانوں کے مقابلہ سے بھاگ کھڑے ہوں گے۔

۵؎ یعنی کفار میں بھاگڑ پڑ جانے پر ان کا قتل عام ہو جاوے گا۔ مسلمانوں کے ہاتھوں بہت ہی کفار مارے جائیں گے۔ ایسا قتل عام اس سے پہلے نہ دیکھا گیا ہوگا۔

۶؎ پرندہ سے مراد عام چڑیا ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ اس سے گدھ مراد ہو یہ فرمان عالی ان لاشوں کی زیادتی بتانے کے لیے ہے۔ خواہ پرندہ اڑتے یا نہ اڑتے۔

مَيِّتًا فَيَتَعَادُّ بَنُو الْأَبِ كَانُوا مِائَةً فَلَا يَجِدُونَهُ بَقِيَ مِنْهُمْ إِلَّا الرَّجُلُ الْوَاحِدُ فَبِأَيِّ غَنِيمَةٍ يُفْرَحُ أَوْ أَيِّ مِيرَاثٍ يُقَسَّمُ فَبَيْنَا هُمْ كَذَلِكَ إِذْ سَمِعُوا بِبَأْسٍ هُوَ أَكْبَرُ مِنْ ذَلِكَ فَجَاءَهُمُ الصَّرِيخُ أَنَّ الدَّجَّالَ قَدْ خَلَفَهُمْ فِي ذَرَارِيِّهِمْ فَيَرْفُضُونَ مَا فِي أَيْدِيهِمْ وَيُقْبِلُونَ فَيَبْعَثُونَ عَشَرَ فَوَارِسَ طَلِيعَةً

حتیٰ کہ مر کر گر جاوے گا ؎ اور ایک دادا کی اولاد جو سو تھی گنی جاوے گی تو ان میں سے ایک کے سوا کسی کو باقی نہ پائیں گے ؎ تو کون سی غنیمت سے خوشی منائی جاوے اور کون سی میراث بانٹی جاوے گی ؎ جب وہ اسی حالت میں ہوں گے کہ یکایک اس سے بڑی جنگ سنیں گے کہ ان تک ایک چیخ آوے گی کہ دجال ان کے پیچھے ان کے بچوں میں پہنچ گیا ؎ تو وہ لوگ چھوڑ دیں گے جو کچھ ان کے ہاتھوں میں ہے۔ اور ادھر متوجہ ہو جائیں گے ؎ تو وہ دس سوار جاسوس بھیجیں گے ؎ رسول اللہ

۱؎ یا تو لاشوں کی بدبو سے مریں گے یا ان کی زیادتی کی وجہ سے کہ اتنی دور تک لاشیں پڑی ہوں گی کہ اس کا فاصلہ پرندہ طے نہ کر سکے گا۔ اڑتے اڑتے مر جاوے گا مگر فاصلہ طے نہ ہوگا۔ یہ آخری احتمال قوی ہے۔ شاعر کہتا ہے شعر

لا يبلغ السمک المحسور غايتها ! بعد ما بين قاصيها ودانيها

۲؎ وہ تو کفار مقتولین کا حال تھا۔ اب مسلمان شہداء کی تعداد سنو کہ یہ قبیلہ والے اپنے بچے کھچوں کو شمار کریں گے تو حالت یہ ہوگی کہ جس قبیلہ کے سو آدمی جہاد میں آئے تھے ان میں سے ایک بچا ہوگا۔ ننانوے شہید ہو چکے ہوں گے۔ یعنی ایک فی صد بچے گا۔ اللہ کی پناہ۔

۳؎ وہ جو پہلے ارشاد ہوا تھا کہ غنیمت تقسیم نہ کی جاوے میراث نہ بٹے گی۔ اس کی وجہ یہاں ارشاد ہوئی یعنی جب سو میں ایک بچا تو وہ کس کس کی میراث لے اور کیا غنیمت تقسیم کرے لہٰذا یہی احتمال قوی ہے کہ زیادہ رنج کی وجہ سے یہ کام ہوگا۔

۴؎ یہ خبر درست ہوگی واقعی دجال نمودار ہو چکا ہوگا۔ پہلی بار جو خبر اڑی تھی وہ غلط تھی۔ جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا۔

۵؎ اپنے بال بچوں کو دجال سے بچانے کے لیے نہ کہ دجال سے جنگ کرنے کے لیے۔ کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری سے پہلے تو اس سے جنگ ہوگی ہی نہیں۔ اور جناب مسیح کی تشریف پر وہ قتل ہوگا، جنگ جب بھی نہ ہوگی۔

۶؎ طلیعہ بنا ہے طلع سے بمعنی خبر اسی سے ہے اطلاع یعنی خبر دینا یا خبر پانا۔ طلیعہ واحد کے لیے بھی آتا ہے جمع کے لیے بھی یعنی مسلمان دس سواروں کو دجال کی خبر کی تحقیقات کے لیے بھیجیں گے کہ واقعی وہ نکلا ہے یا پہلے کی طرح یہ خبر بھی غلط ہے اگر نکلا ہو

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّيْ لَأَعْرِفُ أَسْمَآءَهُمْ وَأَسْمَآءَ اٰبَآئِهِمْ
وَأَلْوَانَ خُيُوْلِهِمْ هُمْ خَيْرُ فَوَارِسَ أَوْ مِنْ خَيْرِ فَوَارِسَ عَلٰى ظَهْرِ الْأَرْضِ يَوْمَئِذٍ
رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هَلْ سَمِعْتُمْ
بِمَدِيْنَةٍ جَانِبٌ مِنْهَا فِي الْبَرِّ وَجَانِبٌ مِنْهَا فِي الْبَحْرِ قَالُوْا نَعَمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ لَا

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ان کے نام ان کے باپ دادوں کے نام اور ان کے گھوڑوں کے رنگ
پہچانتا ہوں ۱ وہ لوگ اس دن روئے زمین پر بہترین سوار ہوں گے ۲ (مسلم) روایت ہے حضرت
ابوہریرہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم نے وہ شہر سنا ہے جس کا ایک کنارہ خشکی
میں ہے اور اس کا دوسرا کنارہ دریا میں ۳ لوگوں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ
فرمایا قیامت

ہے تو کہاں سے کیا کہہ رہا ہے۔

۱ یہ فرمان عالی ان (غازیوں) کی عزت افزائی کے لیے ہے ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ساری مخلوق کے نام کام ان کی حرکات سکنات جانتے ہیں۔ کیوں نہ جانیں کہ حضور سب کے گواہ اور نگران ہیں۔ رب فرماتا ہے ویکون الرسول علیکم شہیدا حضور نے فرمایا لا یخفی علی رکوعکم ولا سجودکم ولا خشوعکم (تا آیت سکے) مجھ پر تمہارے رکوع سجدے دل کا خشوع خضوع پوشیدہ نہیں (یعنی) میں تم سب کے ظاہری اعمال دل کے احوال جانتا ہوں۔ یہ ہے حضور انور کا غیب کلی صلی اللہ علیہ وسلم، حضور ان سب کو ملاحظہ فرما رہے ہیں۔

۲ روئے زمین فرما کر فرشتوں کو علیحدہ فرما دیا اور اس دن فرما کر حضرات صحابہ عشرہ مبشرہ وغیرہم علیحدہ فرما دیا یعنی اس زمانہ کے موجودہ مسلمانوں میں سب سے بہتر و افضل یہ لوگ ہوں گے۔

۳ یہ تو تمام شارحین کہتے ہیں کہ یہ شہر ملک روم میں ہے۔ اس میں گفتگو ہے کہ کون سا شہر ہے۔ بعض نے فرمایا کہ وہ قسطنطنیہ ہے مگر یہ قوی نہیں کیونکہ قسطنطنیہ تو بڑی جنگ سے فتح ہوگا نہ کہ اس طرح۔ بعض نے فرمایا کہ وہ شہر مدینہ ہے یعنی سلطان روم کا پایۂ تخت۔ بعض نے فرمایا کہ وہ اندلیا بستی ہے۔ جس کی دیوار اکیس ہاتھ اونچی ہے۔ اس کا گرجا بہت لمبا ہے۔ اس کے بیچ میں تانبے کا گھوڑے کا مجسمہ ہے۔ جس پر سوار کا مجسمہ ہے۔ اس سوار کے ہاتھ سونے کا گولا ہے۔ یہ قسطنطین کا مجسمہ ہے۔ قسطنطین وہ شخص ہے جس نے شہر قسطنطنیہ آباد کیا۔ بعض نے فرمایا کہ وہ کوئی اور شہر ہے جس کا نام معلوم نہ ہو سکا یہی درست ہے۔ واللہ اعلم (مرقات)

تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَغْزُوَهَا سَبْعُوْنَ اَلْفًا مِّنْ بَنِيْ اِسْحٰقَ فَاِذَا جَآءُوْهَا نَزَلُوْا فَلَمْ
يُقَاتِلُوْا بِسِلَاحٍ وَّلَمْ يَرْمُوْا بِسَهْمٍ قَالُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ فَيَسْقُطُ اَحَدُ
جَانِبَيْهَا قَالَ ثَوْرُ بْنُ يَزِيْدَ الرَّاوِيْ لَا اَعْلَمُهٗ اِلَّا قَالَ الَّذِيْ فِي الْبَحْرِ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ
الثَّانِيَةَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ فَيُفْرَجُ لَهُمْ فَيَدْخُلُوْنَهَا فَيَغْنَمُوْنَ فَبَيْنَا هُمْ
يَقْتَسِمُوْنَ الْمَغَانِمَ اِذْ جَآءَهُمُ الصَّرِيْخُ فَقَالَ اِنَّ الدَّجَّالَ قَدْ خَرَجَ فَيَتْرُكُوْنَ
كُلَّ شَيْءٍ وَّيَرْجِعُوْنَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ عَنْ مُّعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رض

قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ اس پر اولاد اسحاق کے ستر ہزار غازی غزوہ کریں گے [1] تو جب وہاں پہنچیں گے تو اتریں گے تو نہ تو ہتھیاروں سے جنگ کریں گے نہ کوئی تیر پھینکیں گے کہیں گے لا الہ الا اللہ واللہ اکبر تو اس کا ایک کنارہ گر جاوے گا [2] ثور ابن یزید راوی کہتے ہیں [3] کہ میں نہیں جانتا اس کے سوا کہ فرمایا وہ کنارہ جو دریا میں ہے [4] پھر وہ دوبارہ کہیں گے لا الہ الا اللہ واللہ اکبر تو ان کے لیے کھول دیا جاوے گا [5] چنانچہ یہ لوگ غنیمت لیں گے جب وہ غنیمتیں تقسیم کر رہے ہوں گے [6] تو اچانک ان تک ایک چیخ آئے گی کوئی کہے گا کہ دجال نکل آیا تو وہ ہر چیز چھوڑ دیں گے اور لوٹ جائیں گے [7] (مسلم) دوسری فصل روایت حضرت معاذ

[1] یہ لوگ ملک شام کے کسی قوم کے ہوں گے جو بنی اسرائیل ہیں مگر مسلمان ہیں۔ جیسے حضرت عبداللہ ابن سلام کہ اسرائیلی ہیں۔ اور مومن بلکہ حضور کے صحابی ہیں۔

[2] یعنی ان غازیوں کے نعرۂ تکبیر سے اس شہر میں زلزلہ آجاوے گا۔ جس سے اس کا ایک کنارہ گر جاوے گا۔ معلوم ہوا کہ جہاد کے وقت نعرۂ تکبیر لگانا درست بھی ہے مفید بھی۔

[3] ثور ابن یزید تابعی ہیں۔ ان کی کنیت ابو خالد ہے حمص کے رہنے والے ہیں حافظ ہیں ثقہ ہیں مگر قدریہ ہو گئے تھے ۱۵۳ھ میں وفات ہوئی

[4] یعنی پہلے نعرہ پر دریا کی جانب والا کنارہ گرے گا بعد والی تکبیروں سے دوسرے کنارے گریں گے۔

[5] یہ حدیث بالکل ظاہر ہے کسی تاویل کی ضرورت نہیں واقعی یہ شہر صرف نعرۂ تکبیر سے فتح ہوگا۔ اللہ کا ذکر جب مشکل کشا ہے تو اس وقت شہر کشا بھی ہوگا مگر انہیں کی زبان پر جو ہوگا۔

[6] چونکہ یہ شہر صلح سے فتح نہ ہوگا بلکہ طاقت سے فتح ہوگا اس لیے وہاں کے مال غنیمت ہوں گے لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔

[7] یعنی وہ لوٹ جائیں گے دجال کے مقابلہ اپنے ملک کی حفاظت کیلئے جلدی غنیمتیں یہاں ہی چھوڑ دیں گے یا غنیمتیں اپنے ساتھ لے جائیں گے۔ تاہم

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُمْرَانُ بَيْتِ الْمَقْدِسِ خَرَابُ يَثْرِبَ وَخَرَابُ يَثْرِبَ خُرُوْجُ الْمَلْحَمَةِ وَخُرُوْجُ الْمَلْحَمَةِ فَتْحُ قُسْطُنْطِيْنِيَّةَ وَفَتْحُ قُسْطُنْطِيْنِيَّةَ خُرُوْجُ الدَّجَّالِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمَلْحَمَةُ الْعُظْمٰى وَفَتْحُ الْقُسْطُنْطِيْنِيَّةِ وَخُرُوْجُ الدَّجَّالِ فِيْ سَبْعَةِ اَشْهُرٍ رَوَاهُ

ابن جبل سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بیت المقدس کی آبادی ۱؎ مدینہ طیبہ کی ویرانی ہے ۲؎ اور مدینہ کی ویرانی بڑی جنگ کا ظہور ہے ۳؎ اور بڑی جنگ کا ظہور قسطنطنیہ کی فتح ہے اور قسطنطنیہ کی فتح دجال کا نکلنا ہے ۴؎ (ابوداؤد) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ بڑی جنگ ۵؎ اور قسطنطنیہ کی فتح اور دجال کا نکلنا سات مہینوں میں ہوگا ۶؎

بلکہ جلد وطن پہنچیں۔

۱؎ بعض شارحین نے کہا کہ قریب قیامت بیت المقدس ویران ہو جاویگا۔ کچھ عرصہ کے بعد آباد ہوگا۔ مگر یہ درست نہیں بیت المقدس کبھی ویران نہ ہوگا بلکہ اس سے مراد بیت المقدس کی بہت آبادی ہے۔ یعنی وہاں پانی کی فراوانی شہروں کی سی اعلیٰ عمارتوں کی تعمیر یہ قریب قیامت ہوگی۔ (مرقات)

۲؎ اب مدینہ منورہ کو یثرب کہنا منع ہے۔ یہ فرمان عالی ممانعت سے پہلے کا ہے یثرب بنا ہے ثرب سے بمعنی آفت و تکلیف یثرب کے معنی ہیں آفتوں، تکلیفوں کی جگہ چونکہ مدینہ کی زمین وبا و امراض کا مرکز بلکہ سرچشمہ تھی اس لیے اسے یثرب کہتے تھے۔ حضور کی برکت سے وہ جگہ دار الشفاء بن گئی وہاں کی خاک شفا ہوگئی لہذا اس کا نام اب طیبہ ہے۔ بعض نے کہا کہ یثرب اس شخص کا نام ہے جس نے مدینہ بسایا تھا۔ (اشعہ) مگر اس کی ابتداءً بنانے والا تبع ہے جس کا واقعہ ہم نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے۔

۳؎ یہ بڑی جنگ وہ ہے جس کا ذکر ابھی ہو چکا کہ اس میں سو میں ایک آدمی بچے گا (مرقات واشعہ)

۴؎ یعنی قسطنطنیہ کی فتح دجال نکلنے کی علامت ہوگی اس سے قریب ہی دجال نکلے گا۔ یہ مطلب نہیں کہ اس کے متصل لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ فتح بیت پر شیطان پکارے گا کہ دجال نکل آیا مگر یہ خبر جھوٹی ہوگی۔

۵؎ بعض روایات میں الملحمۃ الکبریٰ ہے۔ اس جنگ عظیم سے مراد غالباً وہی جنگ ہے جس میں سو آدمیوں میں سے ایک بچے گا ننانوے ہلاک ہو جائیں گے۔

۶؎ یہ مدت مسلمانوں کے اس شہر کی طرف متوجہ ہونے کے لحاظ سے ہے اور سات ماہ کی یہ روایت بہت ضعیف ہے اسکے بعض راوی مجروح ہیں (اشعہ)

التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَ الْمَلْحَمَةِ وَفَتْحِ الْمَدِيْنَةِ سِتُّ سِنِيْنَ وَيَخْرُجُ الدَّجَّالُ فِي السَّابِعَةِ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَقَالَ هٰذَا أَصَحُّ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ يُوْشِكُ الْمُسْلِمُوْنَ أَنْ يُحَاصَرُوْا إِلَى الْمَدِيْنَةِ حَتّٰى يَكُوْنَ أَبْعَدَ مَسَالِحِهِمْ سَلَاحٌ وَسَلَاحٌ قَرِيْبٌ مِنْ خَيْبَرَ

(ترمذی، ابوداؤد) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن بسر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بڑی جنگ اور شہر کی فتح کے درمیان چھ سال کا فاصلہ ہے اور ساتویں سال دجال نکلے گا[1] (ابوداؤد) اور فرمایا یہ صحیح تر ہے۔ روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ قریب ہے مسلمان مدینہ منورہ کی طرف محصور کر دیئے جاویں[2] حتی کہ ان کی آخری سرحد مقام سلاح ہو اور سلاح خیبر سے قریب ہے[3]

[1] یہ حدیث پچھلی حدیث کے خلاف ہے جس میں سات ماہ کا ذکر ہے۔ لہذا یا تو یہاں شہر سے مراد قسطنطنیہ کے علاوہ کوئی اور شہر ہے اور وہاں قسطنطنیہ شہر کی فتح کا ذکر تھا یا وہ حدیث مجروح ہے۔ یہ حدیث صحیح اس لیے یہاں فرمایا کہ هذا اصح یعنی یہ صحیح ہے۔ لہذا سات ماہ کی روایت صحیح نہیں (لمعات، مرقات) نے فرمایا کہ اس جنگ سے کوئی اور جنگ مراد ہے۔ اور یہاں دوسری جنگ مراد اس گذشتہ جنگ سے سات ماہ بعد دجال نکلے گا۔ اور اسی جنگ سے سات سال بعد۔ لہذا دونوں حدیثیں درست ہیں۔

[2] یعنی مسلمانوں کو دنیا میں کہیں پناہ نہ ملے گی۔ تمام دنیا کے مسلمان سمٹ کر مدینہ منورہ میں پناہ لیں۔ مدینہ منورہ کے اندر رہے اور کوئی مدینہ منورہ سے باہر چوطرفہ اسی شہر پاک کی حفاظت کے لیے۔ غرضکہ مسلمان صرف یہاں ہی ہوں گے۔

[3] یعنی مسلمانوں کی آخری سرحد مقام سلاح ہوگا۔ خیبر سے قریب ایک جگہ ہے۔ اور خیبر مدینہ منورہ سے قریبًا ایک سو نوے کیلو میٹر ہے۔ ایک کیلو پانچ فرلانگ کا ہوتا ہے۔ مسلمان اپنے اس ملک کی حفاظت کے لیے مقام سلاح میں چھاؤنیاں بنا کر یہاں ہی رہیں گے آس پاس سارے کفار ہونگے غرضکہ مسلمان اسوقت بہت سخت تنگی میں ہونگے دنیا بھر کے مسلمان صرف ڈیڑھ سو میل کے رقبہ میں آباد ہونگے۔

رواہ ابوداؤد وعن ذی مخبر قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ستصالحون الروم صلحا آمنا فتغزون انتم وھم عدوا من ورائکم فتنصرون وتغنمون وتسلمون ثم ترجعون حتی تنزلوا بمرج ذی تلول فیرفع رجل من اھل النصرانیۃ الصلیب فیقول غلب الصلیب فیغضب رجل من المسلمین فیدقہ فعند ذلک تغدر الروم وتجمع للملحمۃ وزاد بعضھم فیثور المسلمون الی اسلحتھم فیقتتلون فیکرمہ

(ابوداؤد) روایت ہے ذی مخبر سے [1] فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ تم روم سے امن و امان والی صلح کرو گے تو تم اور وہ اپنے سامنے والے دشمن سے جنگ کرو گے [2] تو تم کو فتح دی جاوے گی اور تم غنیمت حاصل کرو گے اور سلامت رہو گے [3] پھر تم لوٹو گے حتی کہ ٹیلوں والی چراگاہ میں اترو گے [4] تو عیسائیوں میں ایک شخص صلیب اٹھا کر کہے گا کہ صلیب غالب آگئی [5] تو مسلمانوں میں سے ایک شخص غضبناک ہو کر اسے توڑ دے گا [6] اس وقت روم عہد شکنی کریں گے اور جنگ کے لیے جمع ہو جائیں گے بعض راویوں نے یہ زیادہ فرمایا کہ پھر مسلمان اپنے ہتھیاروں کی طرف جوش سے بڑھیں گے [7] پھر جنگ

۱؎ ذی مخبر نجاشی یعنی شاہ حبشہ کے بھتیجے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص خادم، آپ سے کئی صحابہ و تابعین نے روایات لیں، میم کے کسرہ اور خ کے سکون سے ہے ب کے فتح سے، آپ کے حالات معلوم نہ ہو سکے۔

۲؎ یعنی تم مسلمان اور رومی عیسائی دونوں مل کر مشترکہ دشمن سے جنگ کرو گے وہ دشمن غالباً مشرکین ہوں گے یا احتمال ضعیف ہے کہ وہ دشمن یہود ہوں گے۔

۳؎ یعنی اس جنگ میں تم کو مالی و جانی نقصان بہت کم ہوگا، مگر فتح بہت شاندار ہوگی اور غنیمت بے شمار حاصل ہوگی۔

۴؎ یعنی غنیمت تقسیم کرنے کیلئے تم اور عیسائی ایک سبزہ زار میدان میں اطمینان سے جمع ہو گے معلوم ہوا کہ کفار کے ساتھ مل کر جہاد کرنا جائز ہے۔

۵؎ ہمارے ملک میں صلیب کو ایکس کی شکل پر دکھاتے ہیں × اسی طرح مگر صلیب کی شکل ایسی ہے جیسے انگریزی ٹی کی نوک اوپر نکلی ہوئی + اسی طرح عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سولی اسی شکل کی لکڑی پر دی گئی۔ اس موقع پر ایک رومی عیسائی کہے گا کہ یہ فتح ہماری صلیب کی برکت سے ہوئی۔

۶؎ اور صلیب توڑ کر کہے گا کہ فتح ہمارے کلمہ طیبہ کی برکت سے ہوئی تیری صلیب کی کوئی حقیقت نہیں اس پر ان کی آپس میں جنگ چھڑ جائے گی، آگے ارشاد ہے۔ ۷؎ یعنی غنیمت وغیرہ کو چھوڑ کر ہتھیار اٹھائیں گے۔ سخت جنگ ہوگی۔

اللّٰهُ تِلْكَ الْعِصَابَةَ بِالشَّهَادَةِ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اُتْرُكُوا الْحَبَشَةَ مَا تَرَكُوْكُمْ فَاِنَّهٗ لَا يَسْتَخْرِجُ كَنْزَ الْكَعْبَةِ
اِلَّا ذُو السُّوَيْقَتَيْنِ مِنَ الْحَبَشَةِ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَعَنْ رَجُلٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ دَعُوا الْحَبَشَةَ مَا وَدَعُوْكُمْ وَاتْرُكُوا التُّرْكَ

کریں گے تو اللہ اس جماعت کو شہادت سے عزت دے گا ۱؎ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن
عمرو سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا حبشہ کو چھوڑے رہو جب تک وہ تمہیں چھوڑے رہیں
۲؎ کیونکہ کعبہ کا خزانہ نہ نکالے گا مگر حبشہ کا ایک چھوٹی پنڈلیوں والا ۳؎ (ابوداؤد) روایت ہے نبی صلی
اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ایک صاحب نے فرمایا ۴؎ فرمایا حبشیوں کو چھوڑے رہو جب تک وہ
تمہیں چھوڑے رہیں اور ترک چھوڑے رہو

۱؎ یعنی اس جنگ میں مسلمان زیادہ شہید ہوں گے۔

۲؎ اس میں اشارۃً فرمایا گیا کہ ملک حبشہ آخر زمانہ میں مسلمانوں سے نکل جاوے گا اور وہاں کے باشندے عیسائی یا یہودی ہو جاویں گے فرمایا گیا کہ تم اس زمانہ میں حبشہ سے جنگ کی ابتداء نہ کرنا لہٰذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ عہد صحابہ میں حبشہ فتح ہوا بلکہ حضور انور کے زمانہ میں حبشہ میں اسلام پھیلا تھا کہ مسلمان مہاجرین کو پہلے حبشہ میں ہی پناہ ملی اب بھی حبشہ مسلمانوں کا ملک ہے اور وہاں کے باشندے بخوبی مسلمان ہیں، حضرت بلال حبشی ہی تھے نہ یہ اعتراض ہے کہ رب تعالٰی فرماتا ہے۔ اقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ پھر حضور انور حبشہ کے جہاد سے کیوں منع فرمارہے ہیں کیونکہ یہ حکم قریب قیامت کے وقت کے لیے ہے۔

۳؎ مشہور یہ ہے کہ خانہ کعبہ کے نیچے بہت بادشاہوں کا خزانہ مدفون ہے وہ شخص اس خزانہ کے لیے خانہ کعبہ ڈھائے گا۔ یہ واقعہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کی وفات کے بعد ہوگا، جب قرآن مجید کے ورق سادہ رہ جائیں گے اور دنیا میں کوئی اللہ اللہ کہنے والا نہ رہے گا۔ یعنی قیامت سے بالکل متصل۔ خیال رہے کہ رب کا فرمان وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا حکم ہے خبر نہیں یعنی جو حرم کعبہ میں آجاوے اسے امن دو یہ مطلب نہیں کہ اسے امن رہے گی۔ لہٰذا یہ حدیث اس آیت شریفہ کے خلاف نہیں۔ یہ حبشی کافر ہوگا عیسائی یا یہودی واللہ اعلم۔

۴؎ ان صاحب کا نام شریف معلوم نہ ہو سکا مگر چونکہ ہمارے صحابہ عادل ہیں۔ ان میں فاسق کوئی نہیں اس لیے یہ حدیث مجہول نہ ہوگی۔ صحیح رہے گی۔

۵؎ ہم ابھی گزشتہ حدیث میں بتاچکے کہ حبشہ سے کون سے حبشی لوگ مراد ہیں اور یہ حکم کس وقت کے لیے ہے لہٰذا حدیث واضح ہے۔

مَا تَرَكُوكُمْ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَعَنْ بُرَيْدَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَدِيثٍ يُقَاتِلُكُمْ قَوْمٌ صِغَارُ الْأَعْيُنِ يَعْنِي التُّرْكَ قَالَ تَسُوقُونَهُمْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ حَتّٰى تُلْحِقُوا بِجَزِيرَةِ الْعَرَبِ فَأَمَّا فِي السِّيَاقَةِ الْأُولٰى فَيَنْجُو مَنْ هَرَبَ مِنْهُمْ وَأَمَّا فِي الثَّانِيَةِ فَيَنْجُو بَعْضٌ وَيَهْلِكُ بَعْضٌ وَأَمَّا فِي الثَّالِثَةِ فَيُصْطَلَمُونَ أَوْ كَمَا قَالَ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَعَنْ أَبِي بَكْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَنْزِلُ أُنَاسٌ

تم ترک کو جب تک چھوڑے رہیں تم کو[1] (ابوداؤد، نسائی) اور روایت ہے حضرت بریدہ سے وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی ایک حدیث میں کہ تم سے ایک چھوٹی آنکھوں والی قوم یعنی ترک جنگ کرے گی فرمایا تم انہیں تین بار ہانکو گے حتی کہ تم انہیں جزیرہ عرب میں پہنچا دو گے[2] لیکن پہلی ہانک میں تو ان میں بھاگ جانے والے نجات پاجائیں گے لیکن دوسری میں بعض نجات پاجائیں گے بعض ہلاک ہو جائیں گے لیکن تیسری ہانک میں وہ فنا ہو جائیں گے[3] یا جیسے فرمایا (ابوداؤد)

روایت ہے حضرت ابوبکرہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے لوگ

[1] ترک سے مراد قوم یاجوج ماجوج کا ایک قبیلہ ہے جن سے مسلمانوں کی جنگ عظیم قریب قیامت ہوگی۔ یہ حدیث قرآن کریم کی اس آیت کی مخصص ہے وَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً کہ مشرکین میں سے ان دونوں قبیلوں کو الگ کر دیا گیا۔ جیسے جزیہ کا حکم مطلق ہے حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ مگر مشرکین عرب کا حکم حدیث بتلاتی ہے کہ ان کے لیے قتل ہے یا اسلام لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ یہ اس حکم قرآن کے خلاف ہے۔ (لمعات، مرقات، اشعہ)

[2] یہ واقعہ بھی قریب قیامت ہوگا۔ کہ تمہارا ان ترکوں سے مقابلہ ہوگا۔ تم انہیں ہانکتے ہوئے لے جاؤ گے۔ اور وہ آگے آگے ہوں گے اور تم پیچھے پیچھے۔

[3] یعنی تمہاری اور ان ترکوں کی جنگ تین بار ہوگی پہلی دو جنگوں میں ان کے کچھ لوگ ہلاک ہوں گے تیسری جھڑپ میں وہ سارے ختم ہو جائیں گے یہ بھی قریب قیامت ہوگا۔

مِنْ أُمَّتِيْ بِغَائِطٍ يُسَمُّوْنَهُ الْبَصْرَةَ عِنْدَ نَهْرٍ يُقَالُ لَهُ دِجْلَةُ يَكُوْنُ عَلَيْهِ جِسْرٌ يَكْثُرُ أَهْلُهَا وَيَكُوْنُ
مِنْ أَمْصَارِ الْمُسْلِمِيْنَ وَإِذَا كَانَ فِيْ آخِرِ الزَّمَانِ جَاءَ بَنُوْ قَنْطُوْرَاءَ عِرَاضُ الْوُجُوْهِ صِغَارُ

ایک پست زمین میں اتریں گے [۱] جسے بصرہ کہیں گے [۲] ایک نہر کے کنارے کے پاس جسے دجلہ کہا جاتا ہے [۳] اس پر ایک پل ہوگا۔ اس کے باشندے بہت ہوں گے [۴] اور وہ مسلمانوں کے شہروں میں سے ہوگا اور جب آخری زمانہ ہوگا تو قبیلہ بنی قنطورا چوڑے منہ والے چھوٹی آنکھوں والے آئیں گے [۵]

[۱] غائط پست زمین کو کہتے ہیں۔ اسی لیے پیشاب یا پاخانہ بیٹھنے کی جگہ کو غائط کہتے ہیں۔ کہ اکثر وہ پست زمین ہوتی ہے۔ رب تعالٰی فرماتا ہے۔ اَوْ جَاءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَائِطِ

[۲] بصرہ دراصل بسرہ تھا۔ سین سے جس کے معنی ہیں۔ بہت راستوں والا بصرہ عراق کا بڑا مشہور شہر ہے جس کی بندرگاہ عراق کی ہی بصرہ ہی میں ہے۔ یہاں بڑے اولیاء اللہ آرام فرما ہیں ہم نے زیارت کی ہے۔

[۳] بعض شارحین نے فرمایا کہ یہاں بصرہ سے مراد بغداد ہے کیونکہ دجلہ کے کنارے پر بغداد واقع ہے نہ کہ بصرہ۔ بصرہ دریائے شط العرب کے کنارہ پر ہے۔ لہٰذا یہاں بصرہ کے معنی لغوی مراد ہیں۔ یعنی بہت سے راستوں والا شہر۔

[۴] یعنی بغداد مسلمانوں کا بہت بڑا شہر ہوگا۔ مصر بڑے شہر کو کہتے ہیں۔ اس سے چھوٹا مدینہ، اس سے چھوٹا بلدہ، اس سے چھوٹا قریہ (اشعہ) مگر جب یہ قریہ کے ساتھ کوئی علامت لگا دی جائے۔ عظیم وغیرہ تو بڑے شہر کو بھی قریہ کہہ دیتے ہیں۔

[۵] قنطوراء ترکوں کے مورث اعلیٰ کا نام ہے بعض لوگوں نے کہا کہ قنطورا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک لونڈی کا نام ہے۔ جس کی اولاد سے وہ ترک ہوں گے مگر یہ درست نہیں، کیونکہ وہ ترک یافث ابن نوح علیہ السلام کی نسل ہیں۔ اور یافث حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بہت پہلے ہوئے۔ بعض شارحین نے کہا کہ ممکن ہے قنطورا لونڈی یافث کی اولاد سے ہو۔ یا اس کا نکاح کسی اولاد یافث سے ہو۔ اس طرح یہ دونوں قول جمع ہو جائیں گے۔ ان میں اختلاف نہ رہے گا۔ (مرقات)

[۶] یعنی بصرہ یا بغداد کے مسلمانوں سے جنگ کرنے یہ ترک آئیں گے۔ جن کی شکلیں ایسی ہوں گی۔ ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ یہ ترک یاجوج ماجوج کا ایک قبیلہ ہے۔

الاعين حتى ينزلوا على شط النهر فيتفرق اهلها ثلث فرق يأخذون في اذناب البقر والبرية وهلكوا وفرقة يأخذون لانفسهم وهلكوا وفرقة يجعلون ذراريهم خلف ظهورهم ويقاتلونهم وهم الشهداء رواه ابوداؤد وعن انس ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال يا انس ان الناس يمصرون امصارا وان مصرا منها يقال له البصرة فان انت مررت بها او

حتی کہ نہر کے کنارہ اتریں گے تو وہاں کے باشندے تین حصے ہو جاویں گے ایک فرقہ تو گایوں کی دم اور جنگل اختیار کرلیں گے ۱ وہ ہلاک ہو جاویں گے اور ایک فرقہ اپنے لیے امان لے لیگا اور ہلاک ہو جاویں گے ۲ اور ایک فرقہ اپنے بال بچوں کو اپنی پیٹھ کے پیچھے چھوڑے گا اور ان سے جنگ کرے گا یہ لوگ شہداء ہیں ۳ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت انس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے انس لوگ مختلف شہر آباد کریں گے اور ان میں ایک شہر ہے جسے بصرہ کہا جاوے گا ۴ تو اگر تم وہاں سے گزرو یا اس میں

۱ یعنی بصرہ یا بغداد کے مسلمان اس وقت تین حصوں میں بٹ جاویں گے ایک حصہ تو ان کفار ترک کے مقابلہ کی تاب نہ لاکر اپنے مال مویشی لے کر جنگل کی طرف بھاگے گا اور وہاں کا باشندہ ہو جاویگا تاکہ آرام سے بقیہ زندگی گزاریں، جہاد نہ کرنا پڑے یہ لوگ بزدل ہو کر ذلیل و خوار ہو جاویں گے اور جنگل میں مریں گے۔ ھلکوا سے یہی مراد ہے ذلت کی موت مرنا۔

۲ یعنی مسلمانوں کا دوسرا فرقہ ان سے ڈر کر ان سے امان لے لیگا۔ ان کی رعایا بن جاوے گا۔ بعض شارحین نے کہا کہ یہ واقعہ ہو چکا کہ مستعصم باللہ بادشاہ نے اپنے اور اپنے ماتحتوں کے لئے امان لے لی مگر یہ درست نہیں کہ مستعصم باللہ بغداد کا باشندہ تھا یہاں ذکر ہے بصرہ کا لہذا یہ واقعہ قریب قیامت ہوگا اور وہ ترک کفار سے ہوں گے۔ یہ واقعہ صفر ۶۵۶ھ ہجری میں گزر چکا (مرقات) یہ واقعہ قریب قیامت ہوگا۔

۳ یعنی مسلمانوں کا یہ تیسرا حصہ کامل غازی اور اعلیٰ درجہ کے شہید ہوں گے۔ اس میں اشارۃً فرمایا گیا کہ اس حصہ کا بڑا حصہ شہید ہو جاوے گا تھوڑا حصہ بچے گا۔

۴ حضور انور کے زمانہ میں بصرہ شہر نہ تھا، اس کے شہر بن جانے کی اس حدیث میں خبر دی گئی۔ چنانچہ حضور کے فرمان کے مطابق آج بصرہ بڑا شہر ہے۔

دَخَلْتَهَا فَإِيَّاكَ وَسِبَاخَهَا وَكِلَاءَهَا وَنَخِيْلَهَا وَسُوْقَهَا وَبَابَ اُمَرَائِهَا وَعَلَيْكَ بِضَوَاحِيْهَا فَإِنَّهٗ يَكُوْنُ بِهَا خَسْفٌ وَقَذْفٌ وَرَجْفٌ وَقَوْمٌ يَبِيْتُوْنَ وَيُصْبِحُوْنَ قِرَدَةً وَخَنَازِيْرَ رَوَاهُ ❊ وَعَنْ

جاؤ وہاں کے کھاری زمین سے اور وہاں کے مقام کلاء سے[1] اور وہاں کے باغات بازار اور وہاں کے امیروں کے دروازوں سے بچنا[2] اور مقام ضواحی کو اختیار کرنا[3] کیونکہ وہاں زمین دھنسنا پتھر برسنا، زلزلے ہوں گے[4] اور ایسی قوم ہوگی جو رات گزاریں گے اور صبح پائیں گے بندر سور ہوکر[5]

۱؎ کلاء بصرہ کے آس پاس کی زمینوں میں سے ایک زمین کا نام ہے غالبًا وہاں سبزہ چارہ بہت ہوگا۔ اس لئے اس علاقہ کو کلاء کہتے ہیں۔ چونکہ بصرہ اور اس کے آس پاس کے آباد علاقوں کی آب و ہوا بھی خراب ہے اور وہاں آفات بہت آنے والی ہیں۔ اس لیے ان مقامات سے بچنے کا حکم دیا۔

۲؎ بصرہ کے بازاروں میں جھوٹ فریب دھوکہ دہی زیادہ ہے، امراء میں ظلم و تشدد بہت اس لیے ان جگہوں سے بچنے کا حکم دیا گیا۔

۳؎ ضواحی بصرہ، شہر بصرہ کے ایک علاقہ کا نام ہے۔ وہ علاقہ پہاڑی ہے مطلب یہ ہے کہ وہاں جلوت سے بچنا۔ خلوت اختیار کرنا یعنی پاس ہو جانا کہ اس میں امن ہوگی

۴؎ یعنی بصرہ میں تین عذاب قائم آئیں گے۔ ایک انسانوں، مکانات، عمارتوں میں زمین دھنس جانا۔ انہیں زمین نگل لے گی۔ دوسرے تیز ہوائیں چلنا جس سے لوگ ہلاک ہو جاویں یا انہیں پتھر برسنا، یا زمین کا مدفون لاشوں کو نکال پھینکنا تیسرے سخت زلزلے۔ قذف کے کئی معنی کئے گئے ہیں (مرقات) یہ واقعات قرب قیامت ہوں گے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ یہ مذکورہ عذاب قدریہ فرقے پر آئیں گے غالبًا اس زمانہ میں بصرے میں قدریہ فرقہ بہت ہوگا۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے یہ مذکورہ عذاب عام لوگوں پر نہ آئیں گے۔ خاص لوگوں پر خاص حالات میں آئیں گے۔ لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں کہ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ

(از اشعہ)

۵؎ یہاں کے خاص عذاب کا ذکر ہے کہ وہاں کی ایک قوم رات کو اچھی بھلی سوئے گی۔ صبح کو اس طرح اٹھے گی کہ ان کے جوان تو بندر بن چکے ہوں گے اور بوڑھے سور یہ ہے مسخ یعنی صورتوں کی تبدیلی یہ بھی قرب قیامت قدریہ فرقہ کی ہوگی۔ یہاں بعض نسخوں میں سفید جگہ چھوٹی ہوئی ہے۔ یعنی

صَالِحِ بْنِ دِرْهَمٍ يَقُوْلُ انْطَلَقْنَا حَاجِّيْنَ فَإِذَا رَجُلٌ فَقَالَ لَنَا إِلٰى جَنْبِكُمْ قَرْيَةٌ يُقَالُ لَهَا الْأُبُلَّةُ قُلْنَا نَعَمْ قَالَ مَنْ يَضْمَنُ لِيْ مِنْكُمْ أَنْ يُصَلِّيَ لِيْ فِيْ مَسْجِدِ الْعَشَّارِ رَكْعَتَيْنِ أَوْ أَرْبَعًا وَيَقُوْلُ هٰذِهِ لِأَبِيْ هُرَيْرَةَ سَمِعْتُ خَلِيْلِيْ أَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يَبْعَثُ مِنْ مَسْجِدِ الْعَشَّارِ

روایت ہے صالح ابن درہم سے [1] فرماتے ہیں کہ ہم حج کرنے جارہے تھے کہ ایک شخص ملا پس اس نے کہا کیا تم سے قریب کوئی بستی ہے جسے ابلہ کہا جاتا ہے [2] ہم بولے ہاں اس نے کہا تم سے کون اس کا ضامن بنتا ہے کہ مسجد عشار میں میرے لیئے دو یا چار رکعتیں پڑھ دے اور کہہ دے کہ یہ نماز ابوہریرہ کی ہے [3] میں نے اپنے محبوب ابوالقاسم صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اللہ تعالٰے قیامت کے دن مسجد عشار سے ایسے

صاحب مشکوٰۃ کو اس کا حوالہ نہ ملا اور بعض نسخوں میں یہ عبارت ہے رواہ ابوداؤد وھی طریق لم یجزم بھا الراوی بل قال لا اعلمہ الا ذکرہ عن موسیٰ ابن انس عن انس بہ ماثلہ اشعۃ اللمعات میں یہ عبارت اسی جگہ مذکور ہے

[1] صالح ابن درہم تابعی ہیں قبیلہ باہلہ سے ہیں۔ آپ نے حضرت ابوہریرہ اور سمرہ ابن جندب سے روایات لیں۔ آپ سے شعبہ اور قطان نے روایات لیں (اکمال، مرقات)۔

[2] اُبُلَّہ الف اور ب کے پیش لام کے شد سے بصرہ کے پاس مشہور بستی ہے علماء لکھتے ہیں کہ دنیا کے چار شہر زمین کی جنت ہیں بصرہ کا ابلہ، دمشق کا غوطہ، سمرقند کا صغد اور بوان شہر کا شعب یہ چاروں بستیاں بہت ہی سرسبز ہیں۔ ہم نے دمشق کا غوطہ اور بصرہ کا ابلہ دیکھا ہے۔

[3] یعنی تم میں سے کوئی شخص مسجد عشار میں جو کہ ابلہ کی مشہور متبرک مسجد ہے۔ دو چار رکعت نفل پڑھ کر مجھے اس لفظ سے ایصال ثواب کردے کہ الٰہی یہ نماز جو ہم نے پڑھی یہ ابوہریرہ کی طرف سے ہے۔ اس کا ثواب انہیں ملے۔ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ متبرک و مقدس مسجد میں نماز ادا کرنا دوسری نمازوں سے افضل ہے۔ مسجد نبوی کی ایک نیکی دوسری جگہ کی پچاس ہزار نیکیوں کی برابر ہے۔ دوسرے یہ کہ نماز کا ثواب دوسرے کو بخشنا درست ہے ہاں کسی کی طرف سے نماز فرض نہیں پڑھی جاسکتی وہ تو خود ہی پڑھنا پڑے گی۔ تیسرے یہ کہ کوئی نیکی کرکے کسی دوسرے کو اس طرح ثواب بخشنا کہ خدایا اس کا ثواب فلاں کو ملے بالکل جائز سنت صحابہ ہے لہذا مروجہ ختم شریف وغیرہ بالکل درست ہے۔ دیکھو حضرت ابوہریرہ ثواب بخشنے کے الفاظ بتا رہے ہیں چوتھے یہ کہ اپنے سے بڑے کو ثواب بخشنا جائز ہے اگرچہ وہ کیسی ہی شان کا مالک ہو دیکھو جناب ابوہریرہ صحابی ہیں تابعین کو اپنے لئے ایصال ثواب کا حکم دے رہے ہیں یہ حدیث

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ شُهَدَاءُ لَا يَقُوْمُ مَعَ شُهَدَاءِ بَدْرٍ غَيْرُهُمْ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَقَالَ هٰذَا ١ الْمَسْجِدُ مِمَّا يَلِي النَّهْرَ وَسَنَذْكُرُ حَدِيْثَ اَبِي الدَّرْدَاءِ اِنَّ فُسْطَاطَ الْمُسْلِمِيْنَ فِيْ بَابِ ذِكْرِ الْيَمَنِ وَالشَّامِ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ الْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنْ شَقِيْقٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ كُنَّا عِنْدَ عُمَرَ فَقَالَ اَيُّكُمْ يَحْفَظُ حَدِيْثَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْفِتْنَةِ فَقُلْتُ اَنَا اَحْفَظُهُ كَمَا قَالَ قَالَ

شہید اٹھائے گا کہ ان کے سوا شہداء بدر کے ساتھ کوئی نہ کھڑا ہوگا۔ (ابوداؤد) اور فرمایا کہ یہ مسجد نہر کے قریب ہے اور ہم ابوالدرداء کی حدیث ان فسطاط المسلمین یمن و شام کے ذکر والے باب میں بیان کریں گے۔ ان شاء اللہ تیسری فصل۔ روایت ہے حضرت شقیق سے وہ جناب حذیفہ سے راوی فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عمر کے پاس تھے کہ آپ نے فرمایا تم میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فتنہ کے متعلق حدیث کا حافظ کون ہے میں نے عرض کیا میں حافظ ہوں جیسے حضور نے فرمایا ہے فرمایا لاؤ

نسبت سے احکام کا ماخذ ہے نیز زندہ کو زندوں کا ثواب بخشنا جائز ہے۔

۱؎ یعنی آخر زمانہ میں ایک عظیم الشان جہاد ہوگا۔ اس جہاد کے غازی اسی مسجد میں جمع ہوکر میدان میں جاکر شہید ہوں گے وہ کل قیامت میں شہداء بدر کے ساتھ کھڑے ہوں گے۔ لہذا اس مسجد میں نماز پڑھنا بہت ہی افضل ہے معلوم ہوا کہ اگرچہ ساری مسجدیں اللہ کا گھر ہیں، مگر جس مسجد میں یا جس شہر میں اللہ کے مقبول بندے رہ چکے ہوں یا اب رہتے ہوں یا آئندہ رہنے والے ہوں وہ دوسری مسجدوں سے افضل ہے۔ اسی کی نسبت کی وجہ سے دیکھو وہ غازی شہداء قریب قیامت اس مسجد میں جمع ہوں گے مگر وہاں نماز آج ہی سے افضل ہے۔ جن مقامات پر حضور نے قدم رکھا ہے وہ مقام اللہ کو محبوب ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس سفیدہ زمین کا ادب کیا جہاں آئندہ مدینہ منورہ شہر آباد ہونے والا تھا۔

۲؎ آپ کا نام شقیق ابن ابی سلمہ ہے۔ آپ نے حضور کا زمانہ پایا مگر زیارت نہ کی۔ بہت صحابہ سے ملاقات ہوئی۔ حجاج ابن یوسف کے زمانہ میں وفات پائی۔ اور حذیفہ ابن یمان مشہور صحابی ہیں۔ آپ نے حضرت عثمان غنی کی شہادت کے چالیس دن بعد مدائن میں وفات پائی۔ وہاں مدائن میں ہی آپ کی قبر شریف ہے۔ (مرقات)

۳؎ یعنی احکام۔ اعمال۔ عقائد کی احادیث تو ہم سب کو یاد ہیں۔ ہمارے عمل میں ہیں جو فتنوں بلاؤں۔ آفتوں کی پیشگوئی حضور نے کی ہے وہ کسے یاد ہیں۔

إِنَّكَ لَجَرِيءٌ وَكَيْفَ قَالَ قُلْتُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فِتْنَةُ الرَّجُلِ فِي أَهْلِهِ وَمَالِهِ وَنَفْسِهِ وَوَلَدِهِ وَجَارِهِ يُكَفِّرُهَا الصِّيَامُ وَالصَّلٰوةُ وَالصَّدَقَةُ وَالْأَمْرُ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ فَقَالَ عُمَرُ لَيْسَ هٰذَا أُرِيدُ إِنَّمَا أُرِيدُ الَّتِي تَمُوجُ كَمَوْجِ الْبَحْرِ قَالَ قُلْتُ مَا لَكَ وَلَهَا يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ إِنَّ بَيْنَكَ وَبَيْنَهَا بَابًا مُغْلَقًا قَالَ فَيُكْسَرُ الْبَابُ أَوْ يُفْتَحُ قَالَ

تم تو بڑے بہادر ہو[1] حضور نے کیسے فرمایا میں نے کہا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ مرد کا فتنہ اس کے گھر میں اس کے مال میں اور اس کی ذات میں اور اس کی اولاد میں اور اس کے پڑوسی میں ہے۔ جسے روزے، نماز، خیرات، اچھائیوں کا حکم برائیوں سے روکنا مٹاتے رہتے ہیں[2] تو حضرت عمر نے فرمایا میں یہ ارادہ نہیں کر رہا ہوں میری مراد وہ فتنہ ہے جو سمندر کی موج کی طرح اٹھے گا[3] فرماتے ہیں میں نے کہا آپ کو اس سے کیا تعلق اے امیر المومنین آپ کے اس کے درمیان ایک بند دروازہ ہے[4] فرمایا تو دروازہ توڑا جاوے گا یا کھولا جاوے گا۔ فرماتے ہیں

[1] ظاہر یہ ہے کہ حضرت حذیفہ کو بہادر فرمانا ان کی تعریف و توصیف کے لیے ہے۔ یعنی بڑے دلیر ہو کہ تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منافقین فتنہ گروں اور فتنوں کے متعلق پوچھ پوچھ کر بہت معلومات جمع کر لی تھیں۔ نیز تم حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے صاحب اسرار ہو تم نے وہ باتیں معلوم کر لیں ہیں۔ جو ہم لوگوں کو معلوم نہیں بیان کرو۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ انہیں بہادر فرمانا ناراضی کے اظہار کے لیے ہے مگر یہ غلط ہے۔ حضرت حذیفہ حضور کی حدیث سنائیں اور جناب عمر ناراض ہوں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔

[2] یعنی انسان دن رات اپنے مال اولاد پڑوسیوں کی الجھنوں کی وجہ سے گناہ کرتا ہے یہ چیزیں انسان کے لیے فتنہ ہیں۔ انما اموالکم واولادکم فتنۃ اور یہ مذکورہ نیکیاں ان گناہوں کو مٹاتی رہتی ہیں۔ ان الحسنات یذھبن السیئات

[3] یعنی یہ فتنے تو شخصی وقتی فتنے ہیں۔ بلکہ ایک طرح اللہ کی رحمت میں ہیں۔ تو اس عالمگیر فتنہ کے متعلق پوچھتا ہوں جو سمندر کی لہروں کی طرح دنیا بھر کو لے لیگا۔ کسی کے روکے نہ رکے گا۔ جس سے مسلمانوں میں قتل عام ہوگا۔

[4] یعنی آپ اس فتنہ سے خوف نہ کریں وہ آپ کو نہ پہنچے گا۔ بلکہ آپ کے ہوتے ہوئے مسلمانوں کو بھی نہ پہنچے گا۔ آپ مسلمانوں کے لیے امان ہیں۔ آپ وہ بند دروازہ ہیں جس نے مسلمانوں سے فتنوں کو روک رکھا ہے۔

قُلْتُ لَا بَلْ يُكْسَرُ قَالَ ذَاكَ أَحْرٰى أَنْ لَا يُغْلَقَ قَالَ فَقُلْنَا لِحُذَيْفَةَ هَلْ كَانَ عُمَرُ
يَعْلَمُ مَنِ الْبَابُ قَالَ نَعَمْ كَمَا يَعْلَمُ أَنَّ دُوْنَ غَدٍ لَيْلَةً إِنِّيْ حَدَّثْتُهُ حَدِيْثًا لَيْسَ
بِالْأَغَالِيْطِ قَالَ فَهِبْنَا أَنْ نَسْأَلَ حُذَيْفَةَ مَنِ الْبَابُ فَقُلْنَا لِمَسْرُوْقٍ سَلْهُ
فَسَأَلَهُ فَقَالَ عُمَرُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ فَتْحُ الْقُسْطَنْطِيْنِيَّةِ مَعَ قِيَامِ

میں نے کہا نہیں بلکہ توڑ دیا جاوے گا[1] فرمایا اس لائق ہے کہ پھر بند کیا جاسکے[2] راوی کہتے ہیں کہ ہم نے جناب حذیفہ سے کہا کیا حضرت عمر جانتے تھے کہ دروازہ کون ہے فرمایا ہاں جیسے یہ جانتے تھے کہ کل سے پہلے رات ہے[3] میں نے انہیں وہ حدیث سنائی جو معمہ نہیں ہے[4] فرماتے ہیں کہ ہم کو اس سے ڈر لگا کہ حذیفہ سے پوچھیں کہ دروازہ کون ہے تو ہم نے مسروق سے کہا ان سے پوچھو انہوں نے پوچھا تو فرمایا عمر ہیں[5] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ قسطنطنیہ کی فتح قیامت قائم ہونے

1. حضرت عمر سمجھ گئے وہ دروازہ جس کے ہٹتے ہی فتنوں کا سمندر موجیں مارنے لگے گا وہ میں ہی ہوں تو پوچھا کہ بتاؤ میری موت بستر پر ہوگی یا شہادت کی، دروازہ کھلنے سے مراد ہے طبعی موت اور توڑے جانے سے مراد ہے قتل کیا جانا ایسے فہم و ذکا کے قربان۔

2. یہ فرمان عالی انتہائی فراست و دانائی پر مبنی ہے یعنی اگر دروازہ کھلے تو بند کیا جاسکتا ہے لیکن اگر توڑ دیا جاوے تو بند کیسے ہو، میرا قتل اس کی علامت ہے کہ فتنے پھر بند نہ ہوں گے۔ آپ کی یہ فراست بالکل درست ثابت ہوئی۔

3. یعنی اے حذیفہ آپ سے حضرت عمر نے یہ نہ پوچھا کہ دروازہ کون ہے اور نہ آپ نے انہیں بتایا تو کیا حضرت عمر آپ کا مقصد سمجھ گئے کیا انہیں پتہ لگ گیا کہ دروازہ کون ہے۔ ہم تو کچھ نہ سمجھے ہم پر واضح فرمادیجئے۔

4. یعنی یہ اشارۃً بات چیت تمہارے لیے معمہ ہے مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے معمہ نہ تھی وہ مجتہد مطلق تھے مزاج شناس رسول۔ اس سے معلوم ہوا کہ بعض خبریں اشارۃً دی جاتی ہیں صراحۃً نہیں۔ نیز مجتہدین حدیث و قرآن کا منشا سمجھتے ہیں لوگ قرآن دانی حدیث فہمی میں مجتہدین علماء کے محتاج ہیں۔

5. یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حیات شریف فتنوں کے آگے مضبوط بند دروازہ ہے۔ آپ کے زمانہ میں کسی بیدین فتنہ گر کو سر اٹھانے کی جرأت نہیں۔ آپ کی شہادت کے بعد فتنہ گر اٹھیں گے فتنے سر نکالیں گے۔

السَّاعَۃِ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ

بَابُ اَشْرَاطِ السَّاعَۃِ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

عَنْ اَنَسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَۃِ اَنْ یُّرْفَعَ الْعِلْمُ وَیَکْثُرَ الْجَہْلُ وَیَکْثُرَ الزِّنَا وَیَکْثُرَ شُرْبُ الْخَمْرِ وَیَقِلَّ الرِّجَالُ

ساتھ ہے۱ (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔ قیامت کی علامتوں کا بیان۲ پہلی فصل روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ قیامت کی نشانیوں سے یہ ہے کہ علم اٹھا لیا جاوے گا۔ اور جہالت بڑھ جاوے گی۳ اور زنا شراب خواری بڑھ جاوے گی۴ اور مرد کم ہو جاویں گے۔

۱ اس فتح سے مراد وہ فتح ہے جو قریب قیامت ہوگی، معلوم ہوا کہ قسطنطنیہ جسے آج استنبول کہتے ہیں۔ یہ مسلمانوں سے نکل جاوے گا۔ پھر مسلمان فتح کریں گے روم کا یہ شہر عہد صحابہ میں فتح ہوا اور اب تک مسلمانوں کے قبضہ میں ہے آج بیت المقدس یہود کے پاس پہنچ گیا یہ بھی علامات قیامت سے ہے۔

۲ اشراط جمع ہے شرط کی، شرط شین فتح اور ر کے سکون سے یعنی موقوف علیہ جیسے نماز کے لیے وضو اس کی جمع شروط یا شرائط ہے مگر شین کے فتح سے اس کے بہت معنی ہیں۔ علامات، ابتداء، حقیر مال، چھوٹی چیز اس سے ہے شرطہ یعنی سپاہی شاہی باڈی گارڈ جو بادشاہ کے آگے چلے اور بادشاہ کی آمد کی علامت ہو۔ اس کی جمع اشراط ہے وہی یہاں مراد ہے۔ خیال رہے کہ اس باب میں سوا خروج امام مہدی کے باقی تمام چھوٹی علامتیں ہیں۔ بڑی علامات قیامت اگلے باب میں آئیں گی۔ ساعت قیامت کا ایک نام ہے چونکہ اس کی آمد آناً فاناً ہوگی، یا بعض مقبول بندوں کو یہ گھڑی کی طرح محسوس ہوگی۔ اس لیے اسے ساعت یعنی گھڑی کی چیز کہا جاتا ہے۔ اس کا نام حشر، قیامت، یوم آزفہ، قارعہ، واہبہ، یوم الحساب، واقعہ، خافضہ، رافعہ وغیرہ ہیں۔ ہر نام کی الگ وجہ ہے۔ دیکھو ہماری تفسیر۔

۳ علم سے مراد علم دین ہے۔ جہل سے مراد دینی علم سے غفلت آج یہ علامت شروع ہو چکی ہے۔ دنیاوی علوم بہت ترقی پر ہیں۔ مگر علوم تفسیر، حدیث، فقہ بہت کم رہ گئے۔ علماء اٹھتے جا رہے ہیں۔ ان کے جانشین پیدا نہیں ہوتے۔ مسلمانوں نے علم دین سیکھنا قریباً چھوڑ دیا بہت سے علماء واعظ بن کر اپنا علم کھو بیٹھے۔ یہ سب کچھ اس پیش گوئی کا ظہور ہے۔

۴ زنا کی زیادتی کے اسباب۔ عورتوں کی بے پردگی، اسکولوں کالجوں، لڑکوں، لڑکیوں کی مخلوط تعلیم، سینما وغیرہ کی بے حیائیاں گانے۔ ناچنے کی زیادتیاں یہ سب آج موجود ہیں۔ اس وجہ سے زنا بڑھ رہا ہے۔ اور ابھی اور زیادہ بڑھے گا ہم نے مغربی ممالک کے بعض علاقوں میں دیکھا کہ بغیر شراب کوئی کھانا نہیں ہوتا۔ ہوٹل میں کھانا مانگو تو شراب ساتھ آتی ہے۔

وَيَكْثُرُ النِّسَاءُ حَتّٰى يَكُونَ لِخَمْسِينَ امْرَأَةً الْقَيِّمُ الْوَاحِدُ وَفِي رِوَايَةٍ يَقِلُّ الْعِلْمُ وَيَظْهَرُ الْجَهْلُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ - وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ كَذَّابِينَ فَاحْذَرُوهُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَدِّثُ إِذْ جَاءَ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ مَتَى السَّاعَةُ قَالَ إِذَا ضُيِّعَتِ

اور عورتیں زیادہ ہو جاویں گی[1] حتے کہ پچاس عورتیں ایک مرد منتظم ہوگا[2] ایک روایت میں ہے کہ علم گھٹ جاوے گا اور جہالت ظاہر ہو جاوے گی (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت جابر ابن سمرہ سے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ قیامت کے سامنے جھوٹے ہوں گے تم ان سے پرہیز کرنا[3] (مسلم) روایت ہے حضرت جابر ابن سمرہ سے فرماتے ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ حضور گفتگو فرما رہے تھے کہ ایک دیہاتی آیا عرض کیا قیامت کب ہے[4] فرمایا جب امانت ضائع کر

[1] اس طرح کہ لڑکیاں زیادہ پیدا ہوں گی لڑکے کم پھر مرد جنگوں وغیرہ میں زیادہ مارے جائیں گے اپنے بیوی بچے چھوڑ جائیں گے ان وجوہ سے عورتوں کی بہتات ہوگی۔

[2] اس کا یہ مطلب نہیں کہ ایک خاوند کی پچاس بیویاں ہوں گی کہ یہ تو حرام ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ ایک خاندان میں عورتیں بیٹیاں پچاس ہوں گی۔ ماں۔ دادی۔ خالہ پھوپھی وغیرہ۔ اور ان کا منتظم ایک مرد ہوگا۔ دوسری احادیث میں ہے کہ قریب قیامت سنگ اسود اور مقام ابراہیم اٹھا لیا جاوے گا۔ قیامت کے قریب دنیا میں اللہ اللہ کہنے والا نہ ہوگا۔

[3] جھوٹوں سے مراد جھوٹی حدیثیں گھڑنے والے یا جھوٹے مسئلے بیان کرنے والے یا جھوٹے عقیدے ایجاد کرنے والے انہیں سلف صالحین کی طرف نسبت کرنے والے یا جھوٹے مدعی نبوت کرنے والے ہیں۔ یہ لفظ بہت عام ہے جھوٹے علماء جھوٹے محدثین جھوٹے عقیدوں والوں سے بچنا ایسا ہی ضروری ہے جیسے جھوٹے نبیوں سے بچنا لازم ہے جیسا کہ فاحذروھم سے معلوم ہوا۔

[4] قیامت کی تاریخ مہینہ دن بتا دیجئے، معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام کا عقیدہ یہ بھی تھا کہ اللہ تعالٰی نے حضور کو علم غیب کلی بخشا اور یہ بھی عقیدہ تھا کہ حضور کو قیامت کا علم دیا گیا۔ اسی لئے تو آپ سے یہ سوال کرتے تھے حضور انور نے بھی انہیں اس سوال پر کافر یا مشرک نہ کہا بلکہ قیامت کی علامات بیان فرما دیں اور علامتیں وہ بیان کرتا ہے جسے ہر شئے کا پتہ ہو۔

الْاَمَانَةُ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ قَالَ كَيْفَ اِضَاعَتُهَا قَالَ اِذَا وُسِّدَ الْاَمْرُ اِلٰى غَيْرِ اَهْلِهٖ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَكْثُرَ الْمَالُ وَيَفِيْضَ حَتّٰى يُخْرِجَ الرَّجُلُ زَكٰوةَ مَالِهٖ فَلَا يَجِدُ اَحَدًا يَّقْبَلُهَا مِنْهُ وَحَتّٰى تَعُوْدَ اَرْضُ الْعَرَبِ مُرُوْجًا وَّاَنْهَارًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهٗ قَالَ تَبْلُغُ الْمَسَاكِنُ اِهَابَ اَوْ يَهَابَ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُوْنُ فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ خَلِيْفَةٌ يَّقْسِمُ الْمَالَ وَلَا يَعُدُّهٗ وَ

دی جاوے تو قیامت کا انتظار کرو ۱ اس نے عرض کیا کہ ضائع ہونا کیسے ہوگا فرمایا جب کام نااہلوں کے سپرد کر دیا جاوے تو قیامت کا انتظار کرو ۲ (بخاری) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قیامت نہ آوے گی حتی کہ مال زیادہ ہو جاوے گا اور بہہ جاوے یہاں تک کہ ایک شخص اپنے مال کی زکوٰۃ نکالنا چاہے تو کوئی ایسا نہ پائے گا ۳ جو اس سے وہ قبول کرے اور حتی کہ عرب کی زمین چراگاہ اور نہری ہو جاوے گی ۴ (مسلم) انہیں کی ایک روایت میں فرمایا مکانات اہاب یا یہاب تک پہنچ جاویں ۵ روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ آخر زمانہ میں ایک خلیفہ ہوگا جو مال بانٹے گا اور اسے گنے گا نہیں ۶ اور

۱ یہاں امانت سے مراد امامت حکومت سلطنت وغیرہ ہے جو رب تعالیٰ کی امانتیں ہیں جو اس نے چند بندوں کے لیے بندوں کو سپرد فرمائی ہیں جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔

۲ اس طرح کہ حکومت فاسقوں یا عورتوں کو ملے قاضی و مفتی جاہل لوگ بنیں اور بے وقوف لوگ بادشاہ بنیں توسید بنا ہے وسادۃ سے اس کے معنی ہیں تکیہ کسی کے نیچے رکھنا، یعنی نااہلوں کے سر تلے ان امانتوں کا تکیہ رکھ دیا جائے۔

۳ اس کی شرح گزر چکی یہ واقعہ قریب قیامت ہوگا۔

۴ یہ پیشگوئی تو اب دیکھنے میں آرہی ہے۔ جدہ سے مکہ معظمہ تک سبزہ باغات ہو گئے عراق کے ریتلے میدان باغوں میں تبدیل ہو چکے

۵ اہاب یا یہاب مدینہ منورہ سے بہت دور ایک جگہ کا نام ہے۔ یعنی مدینہ پاک کی آبادی بڑھتے بڑھتے وہاں تک ہو جاوے گی۔ اب مدینہ منورہ کی آبادی بہت تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ مسجد قبا تک پہنچ گئی ہے۔ پہاڑوں پر مکان بن گئے ہیں ہم نے خود دیکھے۔

۶ یہ بادشاہ غالبًا امام مہدی ہوں گے جو اللہ غریبوں کے ساتھ نہایت ہی سخی ہوں گے۔

وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ يَكُونُ فِي آخِرِ أُمَّتِي خَلِيفَةٌ يَحْثِي الْمَالَ حَثْيًا وَلَا يَعُدُّهُ عَدًّا رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوشِكُ الْفُرَاتُ أَنْ يَحْسِرَ عَنْ كَنْزٍ مِنْ ذَهَبٍ فَمَنْ حَضَرَ فَلَا يَأْخُذْ مِنْهُ شَيْئًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَحْسِرَ الْفُرَاتُ عَنْ جَبَلٍ مِنْ ذَهَبٍ يَقْتَتِلُ النَّاسُ عَلَيْهِ فَيُقْتَلُ مِنْ كُلِّ مِائَةٍ تِسْعَةٌ وَتِسْعُونَ وَيَقُولُ كُلُّ رَجُلٍ مِنْهُمْ لَعَلِّي

ایک روایت میں ہے فرمایا میری امت کے آخر میں ایک خلیفہ ہوگا جو لپ بھر بھر کر مال دے گا اور اسے گنے گا نہیں ۱ (مسلم) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریب ہے کہ فرات سونے کے خزانہ سے کھل جاوے ۲ تو جو وہاں حاضر ہو وہ اس میں سے کچھ نہ لے ۳ (مسلم بخاری) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہ قائم ہوگی قیامت حتی کہ فرات سونے کے پہاڑ سے کھل جاوے گا اس پر لوگ آپس میں جنگ کریں گے تو ہر سو میں سے ننانوے مارے جاویں گے ۴ ان میں سے ہر شخص یہی کہے گا کہ

شاید

۱ اس روایت اور پہلی روایات میں فرق صرف چند لفظوں کا ہے مطلب ایک ہی ہے یعنی اس خلیفہ کے زمانہ میں فتوحات غنیمتیں دوسرے مال بہت کثرت سے ہوں گے۔ بادشاہ نہایت سخی ہوگا۔ اس سے تقسیم کی بخشش کا یہ حال ہوگا کہ لوگوں کو بادشاہ مال دے گا اور گنے گا نہیں، بے گنتی دے گا۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ لایعدہ کے معنی یہ ہیں کہ وہ بادشاہ گن کے لیے مال اکٹھا کر نہ رکھے۔

۲ یعنی فرات کا پانی خشک ہو جاوے گا اور اس کی تہ میں سونا چاندی کا خزانہ ظاہر ہوگا۔ حدیث بالکل ظاہر ہے کسی تاویل کی ضرورت نہیں۔

۳ یعنی اس سونے چاندی سے دور بھاگے وہاں ٹھہرے بھی نہیں، کیونکہ اس پر بڑی لڑائی اور عام قتل ہوگا نیز اس خزانہ کے لینے سے عذاب الٰہی نازل ہوگا بلائیں آئیں گی۔ نیز یہ مال خزانہ قارون کی طرح منحوس ہوگا۔ اس سے نفع لینا حرام ہوگا (اشعۃ اللمعات)

۴ غالبًا یہاں بھی وہی واقعہ ارشاد ہوا جس کا ذکر ابھی پہلے ہوا۔ عبارت مختلف ہے مقصد ایک ہے بعض شارحین نے فرمایا کہ یہ دوسرا واقعہ ہے

أَكُونُ أَنَا الَّذِي أَنْجُو رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَقِيءُ الْأَرْضُ أَفْلَاذَ كَبِدِهَا أَمْثَالَ الْأُسْطُوَانَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ فَيَجِيءُ الْقَاتِلُ فَيَقُولُ فِي هٰذَا قَتَلْتُ وَيَجِيءُ الْقَاطِعُ فَيَقُولُ فِي هٰذَا قَطَعْتُ رَحِمِي وَيَجِيءُ السَّارِقُ فَيَقُولُ فِي هٰذَا قُطِعَتْ يَدِي ثُمَّ يَدَعُونَهُ فَلَا يَأْخُذُونَ مِنْهُ شَيْئًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ

میں ہی وہ ہوں جو نجات پاجائے ۱ (مسلم) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ زمین اپنے جگر کے ٹکڑے سونے چاندی کے ستونوں کی شکل میں قے کردے گی ۲ تو قاتل آئے گا کہے گا کہ میں نے اس میں قتل کیا، اور رشتے توڑنے والا آئے گا تو کہے گا کہ میں نے اس کے لیے اپنے رشتے توڑے اور چور آئے گا تو کہے گا کہ کیا اس کی وجہ سے میرے ہاتھ کاٹے گئے ۳ پھر وہ لوگ یہ سب کچھ چھوڑ دیں گے۔ تو اس میں سے کچھ نہ لیں گے۔ ۴ (مسلم)

یہاں پہاڑ سے مراد بےشمار سونا ہے یعنی پہاڑ بھر سونا ظاہری پہاڑ مراد نہیں۔ (اشعہ و مرقات)

۱ اس سونے پر سلطنتیں جنگ کریں گی عوام لڑیں گے مفت کا سونا کیا ہوگا جنگ و جدال کی جڑ۔ اور اللہ کا عذاب ہوگا ہر شخص یہ ہی آس لگائے گا کہ شاید یہ سارا مجھے مل جائے چلو قسمت آزمائی کریں، اور لوگوں سے لڑوں بھڑوں۔

۲ افلاذ جمع ہے فلذ کی بمعنی ٹکڑہ جگر کے ٹکڑوں سے مراد ہے۔ زمین کا خلاصہ اس سے مراد ہے سونے چاندی کے دفینے یا کانیں یا دیگر معدنیات یا زمین کی پیداوار گندم وغیرہ، جس سے سونا چاندی حاصل ہو اس کی شرح وہ آیت ہے واخرجت الارض اثقالها۔ ممکن ہے کہ حدیث بالکل ظاہری معنی پر ہو اور زمین سے سونے چاندی کی سلاخیں نمودار ہوں مگر پہلے معانی زیادہ قوی معلوم ہوتے ہیں۔ ان معانی سے یہ پیشگوئی پوری ہو چکی۔ اب زمین سے پیداوار بے شمار ہو رہی ہے ولایتی کھاد اور ٹیوب ویل کے پانی نے ویرانوں کو آباد زمین میں تبدیل کر دیا۔ ہر چیز کی پیداوار بہت بڑھ چکی ہے مگر آخری معنی کی تائید حدیث پاک کے آخری الفاظ سے ہو رہی ہے۔

۳ یعنی اس وقت سونا چاندی بہت حقیر ہو جائیں گے ان کی بہتات انہیں معمولی چیز بنا دے گی۔ تب یہ مجرمین افسوس کرتے ہوئے کہیں گے کہ افسوس اس حقیر چیز پر ہمارے اعضاء کاٹے گئے یہ وقت ابھی نہیں آیا ہے۔ لیکن اگر دولت کی زیادتی ایسی ہی بڑھتی رہے تو وہ وقت بھی قریب ہی ہے۔

۴ یعنی یہ ہی چور وغیرہ اس سونے چاندی کو ہاتھ نہ لگائیں گے۔ یہ وقت بھی ابھی نہیں آیا ابھی تو بے دھڑکے چوری رشوت خوری ظلم و زیادتی ہو رہی ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَا تَذْهَبُ الدُّنْيَا
حَتّٰى يَمُرَّ الرَّجُلُ عَلَى الْقَبْرِ فَيَتَمَرَّغُ عَلَيْهِ وَيَقُوْلُ يَا لَيْتَنِيْ كُنْتُ مَكَانَ صَاحِبِ
الْقَبْرِ وَلَيْسَ بِهِ الدِّيْنُ اِلَّا الْبَلَاءُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَخْرُجَ نَارٌ مِّنْ اَرْضِ الْحِجَازِ تُضِيْءُ اَعْنَاقَ
الْاِبِلِ بِبُصْرٰى مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ

روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ دنیا نہ جائے گی حتی کہ ایک آدمی قبر پر گزرے گا تو وہاں لوٹے گا اور کہے گا ہائے کاش اس قبر والے کی جگہ میں ہوتا[1] اور نہ ہوگا اس میں دین سوا بلا کے[2] (مسلم) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہیں قائم ہوگی قیامت حتی کہ زمین حجاز سے ایک آگ اٹھے گی[3] جو بصرے کے اونٹوں کی گردن چمکا دے گی[4] (مسلم بخاری) روایت ہے
حضرت انس سے کہ رسول اللہ

۱ یعنی دنیا میں فتنے اور آفتیں بلائیں اس قدر ہوں گی کہ لوگ زندگی پر موت کو ترجیح دیں گے اور قبر کو دیکھ کر تمنا کریں گے کہ اس قبر میں ہم دفن ہو چکے ہوتے۔

۲ یعنی اس لوٹنے والے تمنا کرنے والے میں دین کا شائبہ بھی نہ ہوگا۔ اور وہ دین کی وجہ سے یہ آرزو نہ کرے گا۔ بلکہ فتنوں میں مبتلا ہوگا انہیں دنیاوی مصیبتوں کی وجہ سے یہ آرزو کرے گا۔ یا یہ مطلب ہے کہ زمین پر اس وقت دین نہ رہے گا صرف فتنے ہی فتنے بلائیں ہی بلائیں ہوں گی۔ وہ زمانہ وہ ہوگا جب زمین دین سے خالی ہو جاوے گی۔

۳ اس آگ کے متعلق شارحین کے تین قول ہیں۔ ایک یہ کہ اس آگ سے مراد فتنہ و جنگ تاتاری آگ مراد ہے جس کا زیادہ زور بغداد میں رہا۔ دوسرے یہ کہ اس آگ سے مراد واقعی آگ ہی ہے مگر وہ قریب قیامت نمودار ہوگی۔ تیسرے یہ کہ آگ سے مراد آگ ہی ہے مگر یہ واقعہ ہو چکا کہ ماہ رجب تیسری تاریخ ۶۵۴ھ چھ سو چوّن کو بیرون مدینہ منورہ ایک نہایت خطرناک آگ ایک بڑے شہر کی شکل میں نمودار ہوئی باون دن رہی یہ آگ پتھروں کو جلا کر راکھ کر دیتی تھی مگر درخت اس سے نہ جلتے تھے۔ ایک بڑا پتھر اس جنگل میں تھا جس کا نصف حصہ حرم شریف سے باہر تھا۔ نصف حرم شریف کے اندر اس آگ نے اس کا بیرونی حصہ جلا دیا۔ مگر اندرونی حصہ تک نہ جلا سکی اس آگ کی گرمی مدینہ منورہ میں نہ پہنچی تھی وہاں ٹھنڈی ہوا ہی چلتی تھی با برکت گرمی تھی رات کو اس کی روشنی سورج کی طرح ہوتی تھی جس سے اہل مدینہ اپنے کام کاج کرتے تھے۔ مکہ معظمہ میں اس کی روشنی دیکھی گئی۔ یمامہ اور بصرہ میں اس آگ کی روشنی دیکھی گئی اہل مدینہ نے

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَوَّلُ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ نَارٌ تَحْشُرُ النَّاسَ مِنَ الْمَشْرِقِ اِلَى الْمَغْرِبِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَتَقَارَبَ الزَّمَانُ فَتَكُوْنُ السَّنَةُ كَالشَّهْرِ وَالشَّهْرُ كَالْجُمُعَةِ وَتَكُوْنُ الْجُمُعَةُ كَالْيَوْمِ وَالْيَوْمُ كَالسَّاعَةِ وَتَكُوْنُ السَّاعَةُ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کی پہلی نشانی وہ آگ ہے جو لوگوں کو مشرق سے مغرب کی طرف جمع کردے گی[1] (بخاری) دوسری فصل روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت قائم نہ ہوگی حتی کہ زمانہ جلد گزرنے لگے گا[2] تو ایک سال ایک مہینہ کی طرح ہوگا۔ اور مہینہ ہفتہ کی طرح اور ہفتہ ایک دن کی طرح اور دن ایک گھڑی کی طرح ہوگا۔ اور گھڑی

جگہ آکر روضہ مطہرہ پر پہنچی تو وہ آگ بجانب شمال چلی گئی۔ اہل مدینہ منورہ محفوظ رہے (از مرقات و اشعہ) بہرحال قوی تر یہی ہے کہ یہ واقعہ ہوچکا ہے۔ جیسے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات قیامت کی علامت ہے مگر ہوچکی یوں ہی یہ آگ علامت قیامت ہے مگر واقع ہوچکی۔ یہ علامت صغریٰ ہے۔

[1] یہاں آگ سے مراد دوسری آگ ہے جو قریب قیامت نکلے گی۔ پچھلی حدیث میں جس آگ کا ذکر تھا وہ گزر چکی اس نے لوگوں کو اپنے گھروں سے نکالا نہیں یہ آگ نکالے گی۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ اس آگ سے مراد کوئی جنگ عظیم مراد ہے۔ جس کی وجہ سے لوگ اپنے گھروں سے بھاگ جائیں گے۔ مگر یہ درست نہیں۔ پہلی توجیہ قوی ہے بلاوجہ کسی لفظ کے حقیقی معنی نہیں چھوڑنے چاہئیں۔ اول کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کی بڑی علامات میں پہلی علامت یہ ہوگی۔ باقی علامات اس کے بعد نمودار ہوں گی۔ گویا یہ آگ اگلی علامات کا پیش خیمہ ہوگی۔

[2] یا اس طرح جلد گزرے گا کہ زمانہ اور وقت میں برکت نہ رہے گی۔ انسان ایک کام بھی نہ کرسکے گا کہ دن ختم ہوجائے گا۔ یا اس طرح کہ لوگ مصیبتوں، آفتوں میں ایسے مبتلا ہوجائیں گے کہ انہیں وقت محسوس نہ ہوگا۔ مصیبت کا زمانہ اگر احساس کیا جاوے تو دراز محسوس ہوتا ہے۔ اگر احساس ہی نہ رہے، ہوش اڑ جاوے تو وقت محسوس نہیں ہوتا، یا اس زمانہ میں لوگوں میں عیش و آرام بہت زیادہ ہوگا۔ اور عیش و آرام کا زمانہ محسوس نہیں ہوتا۔

كَالضَّرْمَةِ بِالنَّارِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَوَالَةَ قَالَ بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اَقْدَامِنَا فَرَجَعْنَا فَلَمْ نَغْنَمْ شَيْئًا وَعَرَفَ الْجَهْدَ فِيْ وُجُوْهِنَا فَقَامَ فِيْنَا فَقَالَ اَللّٰهُمَّ لَا تَكِلْهُمْ اِلَيَّ فَاَضْعُفَ عَنْهُمْ وَلَا تَكِلْهُمْ اِلٰى اَنْفُسِهِمْ فَيَعْجِزُوْا عَنْهَا

آگ سلگانے کی طرح [1] (ترمذی) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن حوالہ سے [2] فرماتے ہیں ہم کو جہاد کیلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیدل بھیجا [3] تو ہم واپس ہوئے کہ ہم نے کوئی غنیمت حاصل نہ کی [4] اور حضور نے ہمارے چہروں میں مشقت محسوس کی [5] تو ہم میں کھڑے ہوئے پھر فرمایا الٰہی انہیں میرے حوالہ نہ کر کہ میں ان سے دور ہو جاؤں گا [6] اور انہیں ان کی نفسوں کے حوالہ نہ کر

[1] اس کی شرح پہلے گزر چکی۔ ضرمۃ ض کے فتحہ سے ر کے کسرہ سے یعنی آگ سلگانا جو جلانے سے پہلے ہوتا ہے۔ یہ فرمان عالی علیشان سمجھانے کے لیے۔ لہذا حدیث واضح ہے۔ یہاں ساعت سے مراد پل یا سیکنڈ یا گھڑی نہیں بلکہ کم از کم ایک گھنٹہ مراد ہے۔

[2] حوالہ ح اور واو کے فتح سے آپ عبداللہ ابن حوالہ صحابی ہیں۔ قبیلہ بنی ازد سے ہیں۔ شام میں قیام رہا۔ آپ سے صرف تین حدیثیں مروی ہیں جن میں سے ایک یہ ہے (اشعہ)

[3] یعنی ہم کو جہاد کے لیے پیدل بھیجا کیونکہ اس وقت سواریاں موجود نہ تھیں بہت تنگی اور عسرت کا زمانہ تھا یہ سریہ تھا جس میں حضور خود تشریف نہ لے گئے تھے۔

[4] یعنی ہم لوگ نہ تو شہید و زخمی ہوئے نہ دشمن پر فتح حاصل کر سکے۔ امن و امان سے واپس لوٹے مگر کامیاب نہ لوٹے۔

[5] یہاں جہد سے مراد بھوک، سفر کی تکالیف اور ساتھ ہی ناکام ہونے کی ندامت و شرمندگی سب ہی مراد ہیں۔ اگر انسان کامیاب لوٹے تو سفر و بھوک کی مشقتیں بھول جاتا ہے۔ ناکام لوٹے تو مشقتیں دوگنا ہو جاتی ہیں۔

[6] یعنی اگر تو انہیں مجھ پر چھوڑ دے اور تو میری مدد نہ کرے بالکل میرے سپرد کر دے تو میں انہیں تو کیا اپنے کو بھی نہیں سنبھال سکتا کیونکہ الانسان خلق ضعیفا میں بندہ ضعیف ہوں اور اگر تو میری مدد کرے۔ پھر انہیں میرے سپرد کر دے تو میں تو کیا تیری مدد سے دونوں عالم کو سنبھال لوں گا یوسف علیہ السلام نے قحط کے زمانہ میں رب تعالٰی کی مدد سے تمام جہان کو پال لیا۔ حضور فرماتے ہیں اللہ المعطی وانا القاسم قیامت میں سب کی شفاعت حضور کریں گے حضور سب کے سلام عرض معروض بھی سنتے ہیں ہم جیسے کروڑوں حضور کے نام پر پل رہے ہیں مگر یہ سب کچھ اللہ تعالٰی کی مدد سے ہے لہذا یہ حدیث حضور کی محض مجبوری کی نہیں [illegible]

وَلَا تَكِلْهُمْ إِلَى النَّاسِ فَيَسْتَأْثِرُوا عَلَيْهِمْ ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ عَلَى رَأْسِي ثُمَّ قَالَ يَا ابْنَ حَوَالَةَ إِذَا رَأَيْتَ الْخِلَافَةَ قَدْ نَزَلَتِ الْأَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ فَقَدْ دَنَتِ الزَّلَازِلُ وَالْبَلَابِلُ وَالْأُمُورُ الْعِظَامُ وَالسَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ أَقْرَبُ مِنَ النَّاسِ مِنْ يَدِي هٰذِهِ إِلَى رَأْسِكَ رَوَاهُ

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اتُّخِذَ الْفَيْءُ دُوَلًا

یہ ان سے عاجز ہو جائیں گے ۱ اور نہ انہیں لوگوں کے سپرد کر ۲ ورنہ وہ ان پر دوسروں کو ترجیح دیں گے ۳ پھر حضور نے اپنا ہاتھ میرے سر پر رکھا پھر فرمایا اے ابن حوالہ جب تم دیکھو کہ خلافت زمین مقدس میں اتر گئی ۴ تو زلزلے اور رنج و غم اور بڑے بڑے کام قریب ہو جائیں گے ۵ اور اس دن قیامت زیادہ قریب ہوگی بمقابلہ میرے اس ہاتھ کے تمہارے سر سے ۶ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جب غنیمت کو اپنی دولت ۷

کے ہمارے جو چارہ ہے تو سب کچھ ہے اس سے الگ ہو کر کچھ نہیں۔

۱ دیکھو آج غیر مقلد ائمہ دین کو رافضی خلفاء راشدین بلکہ تمام صحابہ کرام کو گالیاں دیتے ہیں۔ دیوبندی تمام سلف صالحین کو مشرک و کافر بتاتے ہیں۔ اس فرمان عالی کی تائید اس آیت کریمہ سے ہوتی ہے۔ قل لا املک لنفسی نفعا ولا ضرا الا ما شاء اللہ آیت میں الا ما شاء اللہ نے مسئلہ واضح کر دیا۔

۲ ہمارے اعمال کا بھی یہی حال ہے رب کرم کرے تو ہم نیک اعمال کر لیں گے۔ اگر وہ ہم کو چھوڑ دے تو ہم بداعمالیوں، بدعقیدگیوں کے گڑھے میں گر جائیں ڈھیلا اوپر جائے گا۔ دوسرے کے پھینکنے سے نیچے گرے گا۔ اپنی طاقت سے۔

۳ اس طرح حکمران کا حق مار کر اپنے آپ سے لیں گے یا دوسرے نااہلوں کو دیں گے۔ انہیں محروم کر دیں گے۔

۴ یعنی جب بیت المقدس کو مسلمان فتح کر لیں گے اور اسے دار الخلافہ بنا لیں گے کہ بادشاہ اسلام وہاں ہی رہے یہ قریب قیامت ہوگا۔ ابتک بیت المقدس مسلمانوں کے پاس رہا مگر دار الخلافہ عمان رہا۔ اب اس پر یہود نے قبضہ کر لیا ہے ان شاء اللہ عنقریب مسلمان فتح کریں گے۔

۵ بلابل جمع ہے بلبلہ کی یعنی رنج و غم اور وسوسے یعنی اس زمانہ سے ان کو چین نہ رہے گا بڑے کاموں سے مراد ہیں قیامت کی بڑی بڑی نشانیاں ۶ یعنی اس زمانہ سے متصل ہی قیامت ہوگی۔ اس جگہ مشکوٰۃ شریف میں خالی جگہ چھوڑی ہے یعنی صاحب مشکوٰۃ کو اس حدیث کا مخرج و ماخذ معلوم نہیں ہوا۔ مگر حدیث ابوداؤد اور حاکم نے روایت فرمائی۔ ۷ اسلام میں جہاد میں مال غنیمت غازیوں میں تقسیم ہوتا ہے گویا غنیمت غازیوں کا حق ہوتا ہے مگر قریب قیامت غنیمت کو مالدار آپس میں تقسیم کر لیا کریں گے۔ غریب غازیوں کو اس سے

وَالْاَمَانَةُ مَغْنَمًا وَالزَّكٰوةُ مَغْرَمًا وَتُعُلِّمَ لِغَيْرِ الدِّيْنِ وَاَطَاعَ الرَّجُلُ امْرَاَتَهٗ وَعَقَّ اُمَّهٗ وَاَدْنٰى صَدِيْقَهٗ وَاَقْصٰى اَبَاهُ وَظَهَرَتِ الْاَصْوَاتُ فِي الْمَسَاجِدِ وَسَادَ الْقَبِيْلَةَ فَاسِقُهُمْ وَكَانَ زَعِيْمُ الْقَوْمِ اَرْذَلَهُمْ وَاُكْرِمَ الرَّجُلُ مَخَافَةَ شَرِّهٖ وَظَهَرَتِ الْقَيْنَاتُ وَالْمَعَازِفُ وَشُرِبَتِ الْخُمُوْرُ وَلَعَنَ اٰخِرُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَوَّلَهَا فَارْتَقِبُوْا

اور امانت کو غنیمت اور زکوۃ کو ٹیکس بنالیا جاوے ۱؎ اور غیر دین کے لیئے علم حاصل کیا جاوے ۲؎ اور آدمی اپنی بیوی کی اطاعت ماں کی نافرمانی کرے اور اپنے دوست کو قریب باپ کو دور کرے ۳؎ اور مسجدوں میں آوازیں اونچی ہوں ۴؎ اور قبیلہ کا بدکار قوم کی سرداری کرے اور قوم کا ذمہ دار ان کا کمینہ ہو اور آدمی کی تعظیم کی جاوے اس کی شرارت کے خوف سے ۵؎ اور رنڈیاں باجے ظاہر ہو جاویں اور شراب پی جاویں ۶؎ اور اس کے پچھلے اگلوں پر لعنت کریں تو اس وقت

محروم کردیا کریں گے اسے اپنی دولت سمجھیں گے ۔

۱؎ یعنی لوگ امانت کا مال اس طرح ہضم کر جاویں جیسے مال غنیمت اور لوگ زکوۃ دیں تو مگر عبادت سمجھ کر نہیں بلکہ ٹیکس سمجھ کر بے دلی بلکہ بددلی سے۔

۲؎ یعنی مسلمان دینی علم نہ پڑھیں دنیاوی علوم پڑھیں یا دینی طلباء دینی علم پڑھیں مگر تبلیغ دین کے لیے نہیں بلکہ دنیا کمانے کے لیے جیسے آج مولوی عالم مولوی فاضل کے کورس میں فقہ تفسیر و حدیث کی ایک آدھ کتاب داخل ہے تو امتحان دینے والے یہ کتابیں پڑھ تو لیتے ہیں مگر صرف امتحان میں پاس ہو کر ڈگری حاصل کرنے کے لئے بعض طلباء صرف مناظروں کے لیے دینی کتابیں پڑھتے ہیں۔

۳؎ یعنی بیوی کے کہنے میں آکر ماں سے دور رہے، اس کی نافرمانی کرے نیک باپ سے نفرت اور فاسق دوستوں سے محبت کرے غرضکہ بیوی اور دوستوں کی محبت میں ماں باپ کو ستائے۔ یہ بات آج عام ہو رہی ہے۔

۴؎ یعنی مسجدوں میں دنیاوی باتوں کا شور، لڑائیاں جھگڑے ہونے لگیں۔ نعت خوانی، ذکر اللہ کی مجلسیں، میلاد شریف ذکر کے حلقے تو حضور کے زمانہ میں بھی مسجدوں میں ہوتے تھے۔ بعد نماز بلند آواز سے ذکر ہوتا تھا۔ مسجد حرام میں بلند آواز سے ذکر کرتے ہوئے طواف ہوتا تھا۔ حضرت حسان مسجد نبوی میں حضور کی نعت پڑھتے تھے۔ حضور نے مسجد میں اپنا میلاد خود ارشاد فرمایا ہے۔ لوگ حضور کے وعظ میں مسجد میں نعرہ تکبیر لگاتے تھے۔ لہذا یہ آوازیں یہاں مراد نہیں۔

۵؎ یہ تینوں باتیں آج دیکھی جارہی ہیں فاسق و فاجر سردار ہیں شریر لوگوں سے لوگ ڈرتے ہیں ان کے سامنے حق بات نہیں کہہ سکتے۔

۶؎ ان چیزوں کا ظہور آج آنکھوں دیکھا جا رہا ہے، عرب کے عام علاقوں میں شراب کھانے کا جزو بن چکا ہے، ریڈیوں کے ذریعہ گھر گھر

عِنْدَ ذٰلِكَ رِيْحًا حَمْرَاءَ وَزَلْزَلَةً وَخَسْفًا وَمَسْخًا وَقَذْفًا وَاٰيَاتٍ تَتَابَعُ كَنِظَامٍ قُطِعَ سِلْكُهٗ فَتَتَابَعَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا فَعَلَتْ اُمَّتِيْ خَمْسَ عَشْرَةَ خَصْلَةً حَلَّ بِهَا الْبَلَاءُ وَعَدَّ هٰذِهِ الْخِصَالَ وَلَمْ يَذْكُرْ تُعُلِّمَ لِغَيْرِ الدِّيْنِ قَالَ وَبَرَّ صَدِيْقَهٗ وَجَفَا اَبَاهُ وَقَالَ

تم سرخ ہوا زلزلہ، دھنسنا، اور صورتیں بدلنا، پتھر برسنے اور ان نشانیوں کا انتظار کرنا جو لگاتار ہوں گی جیسے ہار جس کا دھاگہ توڑ دیا جاوے تو لگاتار گرے[1] (ترمذی) روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب میری امت پندرہ خصلتیں اختیار کرے[2] تو ان پر بلا آرہی ہوگی اور یہ مذکورہ خصلتیں گنوائیں[3] اور یہ نہ ذکر کیا کہ علم سکھایا جاوے غیر دین کے لیے[4] فرمایا کہ اپنے دوست سے سلوک اپنے باپ پر ظلم کرے فرمایا

رنڈی خانہ بنا ہوا ہے ہر وقت دیوار سے گانے کی آوازیں آرہی ہیں یہ کل چودہ چیزیں ہوئیں۔

۱؎ یعنی جب مسلمانوں میں مذکورہ سولہ عیوب جمع ہو جائیں گے تو ان پر مذکورہ پانچ دنیاوی عذاب یکے بعد دیگرے ایسے مسلسل آئیں گے جیسے تسبیح کا دھاگہ ٹوٹ جانے پر اس کے دانے مسلسل اوپر تلے گرتے ہیں۔ خیال رہے کہ مسلمانوں میں یہ مجموعہ عیوب پیدا ہو چکے ہیں۔ جن میں سے بعض عیب وہ ہیں جو سوا مسلمانوں کے کسی قوم میں نہیں۔ جیسے مسجدیں دنیاوی باتیں کر کے شور مچانا۔ یا بزرگوں اور سلف صالحین کو کافر و مشرک کہنا انہیں گالیاں دینا۔ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے گدھے کے نعل کا بڑا ہی ادب و احترام کرتے ہیں۔ مگر مسلمان حضور کے تبرکات کو خود ہی مٹاتے ہیں۔ ساری قومیں اپنے بزرگوں کے دوستوں بیویوں کا بڑا احترام کرتی ہیں۔ حتی کہ ہندو ہنومان کا ادب کرتے ہیں۔ جو رام چندر کا ساتھی تھا مصیبت کا مددگار تھا مگر مسلمان وہ قوم ہے جو اپنے نبی کی بیویوں دوستوں پر تبرا کرنا عبادت جانتی ہے۔ ابن عساکر نے حضرت جابر سے مرفوعًا روایت کی کہ حضور انور نے فرمایا کہ ابوبکر و عمر کی محبت ایمان ہے ان سے بغض کفر ہے جو میرے صحابہ کو برا کہے اس پر اللہ کی لعنت ہے اور جو ان کی عزت کی حفاظت کرے میں اس کی حفاظت کروں گا (مرقات) اور اب مذکورہ عذاب آنے شروع ہو گئے ہیں۔ ہر جگہ مسلمان زمینی اور آسمانی مصیبتوں میں گرفتار ہے۔

۲؎ یعنی وہ ہی عیب جو ابھی مذکور ہوئے۔ غنیمت کو دولت بنانے سے لے کر شراب پینے کے ذکر تک۔

۳؎ یہ قول صاحب مصابیح کا ہے چونکہ مذکورہ حدیث میں سولہ عیوب کا ذکر ہے اور آپ فرما رہے ہیں پندرہ۔ اس لیے فرمایا کہ حضرت علی نے ایک عیب کا ذکر نہ فرمایا یعنی علم دین سیکھنا دنیا کے لیے۔

وشرب الخمر ولبس الحرير رواه الترمذي وعن عبد الله بن مسعود قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تذهب الدنيا حتى يملك العرب رجل من أهل بيتي يواطئ اسمه اسمي رواه الترمذي وأبو داود وفي رواية له قال لو لم يبق من الدنيا إلا يوم لطول الله ذلك اليوم حتى يبعث الله

اور شراب پی جاوے اور ریشم پہنا جاوے (ترمذی) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دنیا ختم نہ ہوگی حتی کہ عرب کا بادشاہ ایک شخص بنے گا میرے گھر والوں میں سے جس کا نام میرے نام کے موافق ہوگا (ترمذی، ابوداؤد) اس کی ایک روایت میں ہے کہ فرمایا اگر دنیا کا صرف ایک دن باقی رہا ہوتا تو اللہ اس دن کو دراز فرما دے گا حتی کہ اس دن میں

۱ یعنی اس روایت کے بعض الفاظ پچھلی حدیث کے بعض الفاظ کے کچھ خلاف ہیں مگر معنی مطلب ایک ہی ہے وہاں تھا اذلّ یہاں ہے یہ وہاں تھا فلعلی یہاں ہے جیسا وہاں تھا۔ انگور یہاں ہے۔ مگر وہاں ریشم پہننے کا ذکر نہ تھا یہاں ہے مگر یہاں لعنت کا ذکر نہیں اس کی بجائے ریشم پہننے کا ذکر ہے اور بجائے تعلیم دین کے یہ ہو تو اس میں بھی سولہ عیوب کا ذکر ہو جاوے گا۔ (مرقات)

۲ یہ صاحب یعنی امام مہدی ساری دنیا یعنی عرب و عجم کے بادشاہ ہوں گے مگر جیسا کہ اگلی حدیثوں میں آ رہا ہے مگر چونکہ ہر مسلمان دراصل عربی ہے کہ مسلمانوں کے جسم عجمی ہو سکتے ہیں۔ مگر روح سب کی عربی ہے۔ اس لیے العرب فرمایا ہم نے عرض کیا ہے شعر

جسم ہندی ہے مری جان ہے میری مدنی — یا خدا بعد ہو کس طرح یہ بعد بدنی

یا یہ مطلب ہے کہ اہل عرب ان کا مقابلہ نہ کریں گے عجمی لوگ اولاً کچھ مخالفت کریں گے، پھر سب ان کی اطاعت کر لیں گے یا عرب فرمایا اور عرب و عجم دونوں مراد لیے جیسے تقیکم الحر فرمایا مگر مراد گرمی سردی دونوں ہیں۔ ایسے ہی یہاں (مرقات)

۳ ان کا نام محمد ہوگا لقب مہدی بعض جاہل کہتے ہیں کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہوں گے جو اس شکل میں تشریف لائیں گے یہ عقیدہ کفر ہے۔ یہاں صاف ارشاد ہے کہ وہ میرے اہل بیت یعنی اولاد فاطمہ زہرا سے ہوں گے حسنی سید ہوں گے۔

۴ یہ بطور مثال ارشاد فرمایا گیا۔ یعنی امام مہدی کی تشریف آوری کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ وہ یقیناً دنیا میں آئیں گے فرض کرو کہ اگر

فِيْهِ رَجُلًا مِنِّيْ اَوْ مِنْ اَهْلِ بَيْتِيْ يُوَاطِئُ اِسْمُهُ اِسْمِيْ وَاِسْمُ اَبِيْهِ اِسْمَ اَبِيْ يَمْلَأُ الْاَرْضَ قِسْطًا وَّعَدْلًا كَمَا مُلِئَتْ ظُلْمًا وَّجَوْرًا وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْمَهْدِيُّ مِنْ عِتْرَتِيْ مِنْ اَوْلَادِ فَاطِمَةَ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَهْدِيُّ مِنِّيْ اَجْلَى الْجَبْهَةِ اَقْنَى الْاَنْفِ يَمْلَأُ الْاَرْضَ قِسْطًا وَّعَدْلًا

ایک شخص بھیجتا جو مجھ سے یا میرے گھر والوں سے ہے اس کا نام میرے نام کے موافق اور اس کے باپ کا نام میرے باپ کے نام کے موافق ہوگا۱ وہ آسمان وزمین کو انصاف وعدل سے بھر دے گا جیسے وہ ظلم و زیادتیوں سے بھری تھی۲ روایت ہے حضرت ام سلمہ سے فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ کو فرماتے سنا کہ مہدی میری اولاد سے اولاد فاطمہ سے ہے۳ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابو سعید خدری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ مہدی مجھ سے ہیں۴ چوڑی پیشانی والے اونچی ناک والے۵ زمین کو عدل و انصاف سے

دنیا کی زندگی ختم ہو چکی ہوتی صرف ایک دن باقی رہ گیا ہوتا تب بھی وہ ضرور تشریف لاتے کہ وہ دن ہی دراز ہو جاتا۔

۱ یعنی ان کا نام محمد ابن عبداللہ ہوگا۔ اس حدیث سے ان رافضیوں کا رد ہو گیا جو کہتے ہیں کہ امام مہدی پیدا ہو چکے ہیں۔ ان کا نام محمد ابن حسن عسکری ہے یہ غلط ہے وہ پیدا ہوں گے۔ اور محمد ابن عبداللہ نام ہوگا۔

۲ یعنی ان سے پہلے دنیا میں بہت ظلم و ستم پھیل چکا ہوگا۔ آپ عدل و انصاف کریں گے قسط سے مراد ہر حق والے کو اس کا حق دے دینا اور عدل سے مراد شریعت کے احکام جاری کرنا (مرقات)

۳ عترت کے معنی ہیں اہل قرابت عزیز۔ اس میں حضور کی اولاد اور ازواج پاک سب ہی داخل ہیں۔ بعض نے فرمایا کہ سارے قریشی حضور کی عترت ہیں۔ واللہ اعلم اولاد فاطمہ کہہ کر یہ فرمایا کہ یہاں عترت سے مراد اولاد ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام مہدی سید ہوں گے۔ مرزا قادیانی مرزا ہو کر امام مہدی بنتا ہے تعجب ہے۔

۴ یعنی میری امت میری جماعت بلکہ میری اولاد سے ہیں۔ یا مجھ سے بہت قرب رکھنے والے ہیں۔ جیسے فرمایا گیا کہ حسین مجھ سے ہیں، میں حسین سے یعنی ہیں ان سے قریب وہ مجھ سے قریب۔

۵ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام مہدی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ہم شکل بھی ہوں گے حضور کی جیتی جاگتی تصویر کہ یہ دونوں

كَمَا مُلِئَتْ ظُلْمًا وَّجَوْرًا يَمْلِكُ سَبْعَ سِنِيْنَ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ قِصَّةِ الْمَهْدِيِّ قَالَ فَيَجِيْئُ اِلَيْهِ الرَّجُلُ فَيَقُوْلُ يَا مَهْدِيُّ اَعْطِنِيْ اَعْطِنِيْ قَالَ فَيَحْثِيْ لَهٗ فِيْ ثَوْبِهٖ مَا اسْتَطَاعَ اَنْ يَّحْمِلَهٗ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَكُوْنُ اخْتِلَافٌ عِنْدَ مَوْتِ خَلِيْفَةٍ فَيَخْرُجُ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ هَارِبًا

بھر دیں گے جیسے وہ ظلم و ستم سے بھری ہوئی تھی۔ سات سال سلطنت کریں گے ۲؎ (ابوداؤد)

روایت ہے انہیں سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی امام مہدی کے قصے کے بارے میں فرمایا پھر آئے گا ان کے پاس ایک شخص کہے گا اے مہدی مجھے دیجئے مجھے دیجئے۔ فرمایا آپ اس کے کپڑے میں لپ بھر کے ڈالتے رہیں گے جس قدر اٹھانے کی وہ طاقت رکھے گا ۱؎ (ترمذی)

روایت ہے حضرت ام سلمہ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا ایک خلیفہ کے وفات وقت اختلاف ہوگا ۲؎ تو ایک شخص اہل مدینہ سے مکہ معظمہ کی طرف بھاگتے ہوئے نکلے گا ۳؎۔

دونوں صفتیں حضور انور کی ہیں۔ چوڑی پیشانی اونچی ناک شریف کشادہ پیشانی اونچی یعنی انتہائی حسن ہے۔ پتلی اونچی لمبی ناک سبحان اللہ۔

۲؎ معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں حضرت امام مہدی سلطان ہوں گے اور جناب عیسیٰ علیہ السلام وزیر اعظم یا وزیر دفاع کیونکہ امام مہدی کو بادشاہ فرمایا گیا۔ بعض روایات میں ہے کہ آٹھ سال سلطنت کریں گے وہاں تقریبی آٹھ سال مراد ہیں یعنی سات سال چند ماہ نیز آٹھ یا نو سال کی روایات مشکوک ہیں۔ سات سال کی روایت یقینی ہے۔

۱؎ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام مہدی جیسے صورت میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہوں گے ویسے ہی سیرت و اخلاق میں بھی ان کی طبیعت میں جود سخاوت رحم و کرم انتہائی ہوگا۔ گٹھڑی بھر بھر دینا جو منگتے سے اٹھ نہ سکے حضور انور کی ہی سخاوت ہے حضور انور نے حضرت عباس کو اتنا دیا کہ گٹھڑی ان سے اٹھ نہ سکی۔

۲؎ اس خلیفہ کا نام معلوم نہیں ہو سکا مگر یہ آخری خلیفہ ہوگا جس کے بعد امام مہدی خلیفہ ہوں گے پارلیمنٹ کے ممبروں میں اختلاف ہوگا کہ کسے خلیفہ چنیں۔ ۳؎ یعنی جس شہر میں اس خلیفہ کا انتقال ہوگا اور جہاں دوسرے خلیفہ کا چناؤ ہونے والا ہوگا وہاں ہی یہ صاحب بستے ہوں گے وہ اس خوف سے یہاں سے نکل جاویں گے کہ لوگ کہیں مجھے خلیفہ نہ چن لیں سلطنت سے نفرت کرتے ہوئے نکلیں گے، جو حکومت سے متنفر ہو اس کا حاکم بننا مبارک ہوتا ہے اور جو حکومت کا طالب ہو اس کا حاکم بننا فساد کا باعث ہے یہاں مدینہ منورہ سے مراد یا مدینہ منورہ ہے یا وہ شہر وہاں خلیفہ کا چناؤ ہو رہا ہوگا مگر خیال ہے کہ وہ خلیفہ مدینہ منورہ میں نہیں ہوگا جس کا انتقال ہوا ہے خلافت

إِلَى مَكَّةَ فَيَأْتِيهِ نَاسٌ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ فَيُخْرِجُونَهُ وَهُوَ كَارِهٌ فَيُبَايِعُونَهُ بَيْنَ الرُّكْنِ وَالْمَقَامِ وَيُبْعَثُ إِلَيْهِ بَعْثٌ مِنَ الشَّامِ فَيُخْسَفُ بِهِمْ بِالْبَيْدَاءِ بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِينَةِ فَإِذَا رَأَى النَّاسُ ذٰلِكَ أَتَاهُ أَبْدَالُ الشَّامِ وَعَصَائِبُ أَهْلِ الْعِرَاقِ فَيُبَايِعُونَهُ ثُمَّ يَنْشَأُ رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ أَخْوَالُهُ كَلْبٌ فَيَبْعَثُ

تو مکہ والوں میں سے کچھ لوگ ان کے پاس آئیں گے اسے باہر لائیں گے حالانکہ وہ اسے ناپسند کرتا ہو گا [۱] یہ لوگ ان سے مقام ابراہیم اور سنگ اسود کے درمیان بیعت کریں گے [۲] اور ان کی طرف شام سے ایک لشکر بھیجا جائے گا۔ اسے مکہ و مدینہ کے درمیان ایک میدان میں دھنسا دیا جاوے گا [۳] جب لوگ یہ دیکھیں گے تو ان کے پاس شام کے ابدال اور عراق والوں کی جماعتیں آئیں گی تو اس سے بیعت کرلیں گے [۴] پھر قریش کا ایک شخص نکلے گا جس کے ماموں جو کلب ہونگے۔

عثمان کے بعد ہی مدینہ منورہ سے خلافت منتقل ہو چکی حضرات امیر معاویہ کی یہ پیشگوئی درست ہوئی کہ مدینہ میں خلیفہ کا قتل ہوا اب مدینہ سے خلافت منتقل ہو گئی۔ چنانچہ اب تک کوئی خلیفہ مدینہ منورہ میں نہیں رہا نہ آئندہ رہنے کی امید ہے۔

[۱] یعنی وہ مکہ مکرمہ میں کسی گھر میں تشریف فرما ہوں گے لوگوں سے چھپے ہوئے مگر لوگ یعنی مکہ والے ان کے دروازہ پر پہنچ کر انہیں تقاضا کرکے باہر بلائیں گے اور ان کے ہاتھ شریف پر جبرًا بیعت کریں گے اور انہیں اپنا خلیفہ مان لیں گے۔

[۲] غالبًا یہ بیعت کعبہ معظمہ کے حطیم شریف میں واقع ہوگی کہ حطیم شریف سنگ اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان آجاتی ہے (مرقات)۔

[۳] یعنی اس وقت شام کا بادشاہ کوئی کافر ہوگا۔ جب اسے ان کی خلافت کا پتہ لگے گا تو وہ ان سے جنگ کرنے کے لیے ایک بڑا لشکر بھیجے گا۔ اس لشکر کا نام لشکر سفیانی ہوگا کہ یہ لوگ خالد ابن یزید ابن ابی سفیان کے اولاد سے ہوں گے یہ شخص یعنی خالد دراز سر چیچک رو سفید آنکھ والا تھا۔ یہ لشکر ایک چٹیل میدان میں زمین میں غرق ہو جاویگا۔ یہ میدان حرمین طیبین کے درمیان ہے یہ وہ میدان نہیں جو ذوالحلیفہ کے سامنے مدینہ منورہ میں ہے (مرقات) اس لشکر میں صرف ایک شخص بچے گا جو ان کی ہلاکت کی خبر لوگوں تک پہنچائے گا۔

[۴] یعنی حضرت امام مہدی کی یہ کرامت جب لوگوں میں مشہور ہوگی تو شام کے ابدال اور عراق کی جماعتیں ان کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ سے بیعت کریں گی ابدال اولیاء اللہ کی ایک جماعت ہے جن کی تعداد ستر ہے چالیس شام میں اور تیس دوسرے مقامات میں رہتے ہیں جب ان میں سے کوئی وفات پاتا ہے تو عام مسلمانوں میں سے کسی کو اس کی جگہ مقرر کردیا جاتا ہے اس لیے انہیں ابدال کہتے ہیں حضرت معاذ ابن جبل فرماتے ہیں کہ جس میں رضا بالقضاء بری باتوں سے زبان روکنا۔ اللہ کے لیے غصہ کرنا پایا جاوے وہ انشاءاللہ ابدال

إِلَيْهِمْ بَعْثًا فَيَظْهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ وَذٰلِكَ بَعْثُ كَلْبٍ وَيَعْمَلُ فِي النَّاسِ بِسُنَّةِ نَبِيِّهِمْ وَيُلْقِي الْإِسْلَامُ بِجِرَانِهٖ فِي الْأَرْضِ فَيَلْبَثُ سَبْعَ سِنِيْنَ ثُمَّ يُتَوَفّٰى وَيُصَلِّيْ عَلَيْهِ الْمُسْلِمُوْنَ رَوَاهُ أَبُوْ دَاؤُدَ

وہ ان کی طرف ایک لشکر بھیجے گا۔ وہ ان پر غالب آجائیں گے[1] یہ بنی کلب کا لشکر ہوگا۔ وہ لوگوں میں ان کے نبی کی سنت پر عمل کرے گا[2] اور اسلام زمین میں اپنی گردن بچھا دے گا[3] پھر وہ سات سال قیام کریں گے۔ پھر وفات پاجائیں گے اور ان پر مسلمان نماز پڑھیں گے[4] (ابوداؤد)

میں داخل ہوگا۔ امام غزالی احیاء العلوم میں فرماتے ہیں کہ جو شخص روزانہ تین بار یہ دعا پڑھ لیا کرے تو ان شاء اللہ ابدال میں سے ہوگا۔ اللھم اغفر لامۃ محمد۔ اللھم ارحم امۃ محمد۔ اللھم تجاوز عن امۃ محمد۔ عراق سے بھی اولیاء اللہ کی جماعت آکر امام مہدی سے بیعت کریں گی۔ (اشعہ)

[1] یعنی یہ خبیث انسان اپنے ماموں بنی کلب کی مدد لے کر جناب امام مہدی کے مقابلہ میں لشکر بھیجے گا تو امام مہدی کے لشکر والے اس لشکر پر فتح پائیں گے۔ یہ لوگ شکست فاش پائیں گے۔

[2] یعنی امام مہدی لوگوں میں سنت میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو پھیلائیں گے ان سے سنت پر عمل کرائیں گے۔ دنیا میں بڑی برکات ہوں گی۔

[3] جران جیم کے کسرہ ر کے فتحہ سے اونٹ کی گردن جب اونٹ اطمینان سے زمین پر بیٹھتا ہے۔ تو اپنی گردن بچھا دیتا ہے مطلب یہ ہے کہ ان کے زمانہ میں جنگ جدال وغیرہ بند ہوجائیں گے۔ لوگوں کو امن نصیب ہوگا۔ اسلام کی بہت اشاعت ہوگی استقامت اسلام کو سمجھانے کے لیے یہ فرمایا گیا۔

[4] یعنی امام مہدی خلیفہ بننے کے بعد سات سال خلافت کریں گے پھر آپ کی وفات ہوگی یہ پتہ نہیں چلا کہ وفات کہاں ہوں گی شیعہ کہتے ہیں کہ حسن عسکری کے بیٹے محمد ہی امام مہدی ہیں جو پیدا ہوچکے ہیں اور غائب ہوگئے ہیں قریب قیامت ظاہر ہوں گے یہ عقیدہ محض باطل ہے خیال رہے صوفیاء کی اصطلاح میں اولیاء اللہ کے طبقات و تعداد مختلف ہیں چنانچہ ہمیشہ دنیا میں ایک قطب ہوگا اور چار اوتاد۔ چالیس یا ستر ابدال۔ تین سو یا پانچ سو نقیب بعض کے نزدیک پانچ اصفیاء نجباء بھی ہیں۔ ان کے کام و نام کتب صوفیاء میں مذکور ہیں زمانہ تابعین میں اویس قرنی قطب الوقت تھے۔ پھر حضور شیخ عبدالقادر جیلانی بالاتفاق قطب ابدال رہے (مرقات) ان حضرات کی تعداد میں اختلاف ہے اس کی بحث آخر کتاب میں آوے گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔ حضرت اعظم قطب عالم غالبًا ایک ہی ولی کا نام ہے اللہ کے فیوض باطنی قطب عالم پر نازل ہوتے ہیں۔ پھر قطب عالم کی طرف سے عالم میں بقدر ظرف تقسیم ہوتے ہیں۔ چاروں سمتوں پر رہتے ہیں مشرق، مغرب، جنوب، شمال۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ ذَکَرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَلَاءً یُّصِیْبُ ھٰذِہِ الْاُمَّۃَ حَتّٰی لَا یَجِدُ الرَّجُلُ مَلْجَأً یَّلْجَأُ اِلَیْہِ مِنَ الظُّلْمِ فَیَبْعَثُ اللّٰہُ رَجُلًا مِّنْ عِتْرَتِیْ وَاَھْلِ بَیْتِیْ فَیَمْلَأُ بِہِ الْاَرْضَ قِسْطًا وَّعَدْلًا کَمَا مُلِئَتْ ظُلْمًا وَّجَوْرًا یَرْضٰی عَنْہُ سَاکِنُ السَّمَآءِ وَسَاکِنُ الْاَرْضِ لَا تَدَعُ السَّمَآءُ مِنْ قَطْرِھَا شَیْئًا اِلَّا صَبَّتْہُ مِدْرَارًا وَّلَا الْاَرْضُ مِنْ نَبَاتِھَا شَیْئًا اِلَّا اَخْرَجَتْہُ حَتّٰی یَتَمَنَّی الْاَحْیَاءُ الْاَمْوَاتَ یَعِیْشُ

روایت ہے حضرت ابو سعید سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس بلا کا ذکر فرمایا جو اس امت کو پہنچے گی۔ حتے کہ آدمی جائے پناہ نہ پائے گا جہاں ظلم سے پناہ لے تو اللہ تعالٰے میری اولاد اور میرے گھر والوں سے ایک شخص کو بھیجے گا کہ وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا جیسے وہ ظلم و ستم سے بھری ہوئی اس سے آسمان و زمین کے رہنے والے راضی ہوں گے[1] آسمان اپنا کوئی قطرہ نہ چھوڑے گا مگر وہ برسا دے گا بہتا ہوا[2] اور زمین اپنی کوئی سبزی نہ چھوڑے گی مگر اگا دے گی[3] حتی کہ زندہ لوگ مردوں کی تمنا کریں گے[4]

یہ حضرات قلب سے فیض لے کر اپنے علاقے میں تقسیم کرتے ہیں (مرقات) خیال رہے کہ یہ فیوض باطنی کا حال ہے مسائل فقہیہ صوفیاء کے کشف سے ثابت نہیں ہوتے۔ اگرچہ وہ حضرات حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے ہی نقل فرمادیں کیونکہ شریعت کے دلائل کتاب و سنت ہیں نہ کہ صرف کشف (مرقات) ہاں کشف سے فقہی مسئلہ کی تائید ہوسکتی ہے۔

۱؎ یعنی امام مہدی سے دنیا کے لوگ آسمانوں کے فرشتے خوش ہوں گے کیونکہ وہ سلطان عادل بھی ہوں گے ولی کامل بھی سلطان عادل سے زمین والے خوش ہوتے اور ولی کامل سے آسمان والے راضی لہذا یہ فرمان عالی بالکل درست ہے۔

۲؎ یعنی بوقت ضرورت بارش ہوگی اور پوری ہوگی نہ کم کہ پیداوار کم ہو نہ زیادہ کہ کھیت تباہ ہوجاوے۔ اس فرمان عالی کا یہ مطلب ہے یعنی ضرورت والی بارش پوری آئے گی یہ مطلب نہیں کہ جتنا پانی سمندروں میں ہے سب ہی برس جاوے گا کہ پھر تو دنیا تباہ ہوجاوے۔

۳؎ یعنی جس قدر پیداوار ہوسکتی ہے وہ ہوگی اور جس قسم کی چیزیں زمین سے پیدا ہوسکتی ہیں وہ سب پیدا ہوجائیں گی ہر قسم کے دانے پھل نباتات کثرت سے ہوں گے۔ اللہ تعالٰی اپنی رحمتوں کے دروازے کھول دے گا جب بادشاہ اچھا ہو تو اللہ کی رحمت بہت ہوتی ہے

۴؎ یعنی زندہ لوگ آرزو کریں گے کہ ہمارے مردے آج زندہ ہوتے تو وہ بھی آج کی برکتیں رحمتیں دیکھتے اور ان سے فائدے اٹھاتے۔

فِي ذٰلِكَ سَبْعَ سِنِيْنَ اَوْ ثَمَانَ سِنِيْنَ اَوْ تِسْعَ سِنِيْنَ رَوَاهُ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ رَجُلٌ مِنْ وَّرَاءِ النَّهْرِ يُقَالُ لَهُ الْحَارِثُ حَرَّاثٌ عَلٰى مُقَدِّمَتِهٖ رَجُلٌ يُّقَالُ لَهٗ مَنْصُوْرٌ يُوَطِّنُ اَوْ يُمَكِّنُ لِاٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا مَكَّنَتْ قُرَيْشٌ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ وَجَبَ عَلٰى كُلِّ مُؤْمِنٍ نَصْرُهٗ اَوْ قَالَ اِجَابَتُهٗ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ

وہ اسی حالت میں سات سال یا آٹھ سال یا نو سال زندہ رہیں گے [1] روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ ماوراء النہر سے ایک شخص نکلے گا جسے حارث کہا جاوے گا [2] کسان ہوگا [3] اس کے لشکر کے اگلے حصہ پر ایک شخص ہوگا جسے منصور کہا جاوے گا [4] وہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی اولاد کو ایسی ہی جگہ دے گا جیسے قریش نے اللہ کے رسول کو جگہ دی تھی [5] ہر مسلمان پر اس کی مدد ضروری ہے یا فرمایا اس کی بات قبول کرنا ضروری ہے [6] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی قسم جس کے قبضہ میں

[1] یہ شک راوی کو ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے سات سال فرمائے یا آٹھ سال یا نو سال مگر گزشتہ حدیث سے ثابت ہوا کہ سات سال کی روایت قوی ہے۔ یہاں مشکوٰۃ شریف نے سند جگہ چھوڑی ہے۔ تاکہ معلوم ہو کہ اس حدیث کا مخرج صاحب مشکوٰۃ کو نہ ملا مگر آگے حاکم نے مستدرک میں روایت کی اور فرمایا یہ حدیث صحیح ہے۔

[2] ماوراء النہر ایک علاقہ کا نام ہے جس میں بہت سے شہر ہیں۔ جیسے بخارا اور سمرقند وغیرہ۔

[3] یعنی اس کا نام حارث ہوگا لقب حراث کیونکہ وہ کھیتی باڑی کرتا ہوگا۔

[4] منصور یا تو اس کا نام ہوگا یا اس کا لقب غالباً یہ صاحب حضرت خضر علیہ السلام ہوں گے۔ (مرقات)

[5] یہاں قریش سے مراد ابوطالب۔ حمزہ اور دوسرے وہ قریشی حضرات ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دل و جان سے خدمت و حفاظت کرتے ہے۔ اگرچہ اہل سنت کے نزدیک ابوطالب کا ایمان ثابت نہیں۔ بعض نے فرمایا کہ آل محمد سے مراد حضرت امام مہدی اور ان کے متبعین ہیں یعنی حارث یا منصور امام مہدی کے بڑے معاون اور مددگار ہوں گے۔

[6] یعنی ہر مسلمان پر حارث یا منصور کی مدد کرنا ضروری ہے۔

بیدہ لا تقوم الساعۃ حتی تکلم السباع الانس وحتی تکلم الرجل عذبۃ و
شراک نعلہ ویخبرہ فخذہ بما احدث اھلہ بعدہ رواہ الترمذی الفصل
الثالث عن ابی قتادۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الآیات
بعد المائتین رواہ ابن ماجۃ وعن ثوبان قال قال

میری جان ہے کہ قیامت نہ آئے گی حتی کہ درندے انسانوں سے باتیں کریں گے [1] اور حتی کہ آدمی
سے اس کے کوڑے کا پھندنا اور اس کے جوتے کا تسمہ باتیں کرے گا اور اس کی ران اسے وہ سب خبر
دے گی جو اس کے گھر والوں نے اس کے پیچھے کیا [2] (ترمذی) تیسری فصل روایت ہے حضرت ابو قتادہ
سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ بڑی نشانیاں دو سو برس کے بعد ہیں [3] (ابن ماجہ)
روایت ہے حضرت ثوبان سے فرماتے ہیں فرمایا رسول

[1] یعنی ہر قسم کے درندے خواہ چرندے ہوں جیسے شیر بھیڑیا وغیرہ یا پرندے جیسے باز شکرہ وغیرہ ہر قسم کے انسان سے باتیں کریں گے۔ اس انسان کی زبان میں جو اس کی مادری ہو حدیث بالکل ظاہر ہے اس میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں۔ مومن و کافر ہر انسان سے کلام کریں گے اولیاء اللہ سے تو آج بھی کلام کرتے ہیں بلکہ ان سے شجر و حجر کلام کرتے ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں

نطق آب و نطق خاک و نطق گل — ہست محسوس حواس اہل دل
فلسفی کو منکر حنانہ است — از حواس اولیاء بیگانہ است

[2] یعنی ایسی مشینیں ایجاد ہو جاویں گی جو انسانوں کے کلام بلکہ کام کو کھینچ کر لیا کریں گی وہ مشینیں دیواروں، جوتوں، کوڑوں میں فٹ ہوں گی اور اسے ہر بات بتائیں گی۔ موجودہ سائنس نے ان چیزوں کو ممکن بلکہ قریب الوقوع بنا دیا۔ در و دیواروں سے تو اب بھی آوازیں آ رہی ہیں۔

[3] یعنی بڑی علامات قیامت یا ان علامات کا لگاتار ظہور آج سے دو سو برس بعد شروع ہوگا۔
یا ہجرت سے یا ہماری وفات سے سنہ ایک ہزار
ہجری سے دو سو برس بعد شروع ہوگا۔ اس حدیث میں
بڑی گنجائش ہے اگر دو ہزار برس بعد بھی ہو تب بھی درست ہے۔

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَأَيْتُمُ الرَّايَاتِ السُّوْدَ قَدْ جَاءَتْ مِنْ قِبَلِ خُرَاسَانَ فَأْتُوْهَا فَإِنَّ فِيْهَا خَلِيْفَةَ اللّٰهِ الْمَهْدِيَّ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ دَلَائِلِ النُّبُوَّةِ وَعَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ قَالَ قَالَ عَلِيٌّ وَنَظَرَ إِلَى ابْنِهِ الْحَسَنِ قَالَ إِنَّ ابْنِيْ هٰذَا سَيِّدٌ كَمَا سَمَّاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَيَخْرُجُ مِنْ صُلْبِهِ

اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جب تم کالے جھنڈے دیکھو کہ خراسان کی طرف آرہے ہیں ۱؎ تو تم وہاں جانا کیونکہ اس میں اللہ کا خلیفہ مہدی ہے ۲؎ (احمد، بیہقی دلائل النبوۃ) روایت ہے حضرت ابواسحاق سے ۳؎ فرماتے ہیں فرمایا حضرت علی نے اور اپنے بیٹے حسن کو کہ میرا یہ بیٹا سید ہے۔ جیسے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اسے سید فرمایا ۴؎ اس کی پشت سے

۱؎ اس میں خطاب حضرات صحابہ سے نہیں بلکہ عام مسلمانوں سے ہے کیونکہ یہ واقعہ حضرات صحابہ کے زمانہ میں نہیں بلکہ قریب قیامت ہے۔ اگرچہ اس وقت خضر علیہ السلام موجود ہوں گے۔ یہ حضور کے صحابی نہیں نیز بعض جنات صحابی ہوں گے مگر وہ زمانہ صحابہ کرام کا زمانہ نہیں ہوگا۔ لہذا خطاب عام ہے۔

۲؎ یعنی اسلام کا عظیم الشان اور جرار لشکر جو بہت سے جھنڈوں کے ساتھ ہوگا۔ غالبًا یہ لشکر حارث حراث اور منصور کا ہو گا جن کا ذکر پہلے ہوچکا۔

۳؎ یعنی اس لشکر میں امام مہدی بذات خود سپاہیانہ شان سے ہوں گے۔ آپ اس وقت خلیفہ نہ بنے ہوں گے یا یہ مطلب ہے کہ اس لشکر پر امام مہدی کا ہاتھ ہوگا۔ ان کی نصرت ہوگی۔ لہذا یہ حدیث اس فرمان عالی کے خلاف نہیں کہ حضرت امام مہدی کا ظہور حرمین شریفین کے درمیان ہوگا۔ کہ وہ وقت آپ کی خلافت کے ظہور کا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سیاہ رنگ ماتمی نہیں جو کہ روافض کا خیال ہے فتح مکہ کے دن حضور کا عمامہ سیاہ تھا۔ ان جھنڈوں کا رنگ سیاہ ہی ہوگا۔

۴؎ آپ ابواسحاق سبیعی، ہمدانی، کوفی ہیں تابعی ہیں۔ بہت صحابہ سے آپ کی ملاقات ہے۔ شہادت عثمان سے دو سال پہلے پیدا ہوئے اور ۱۲۹ھ میں وفات پائی۔ بڑے متقی عالم بڑے محدث ہیں (اکمال۔ مرقات)

۵؎ یعنی حضرت حسن مسلمانوں کا سردار ہے۔ آج حضور کی اولاد کو جو سید کہتے ہیں۔ اس کا ماخذ یہی حدیث ہے رب تعالٰی نے یحیٰی علیہ السلام کے متعلق فرمایا، سیدا وحصورا ونبیا من الصالحین

رَجُلٌ يُسَمّٰى بِاسْمِ نَبِيِّكُمْ يُشْبِهُهُ فِي الْخُلُقِ وَلَا يُشْبِهُهُ فِي الْخَلْقِ ثُمَّ ذَكَرَ قِصَّةً يَمْلَأُ الْأَرْضَ عَدْلًا رَوَاهُ أَبُوْدَاوٗدَ وَلَمْ يَذْكُرِ الْقِصَّةَ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ فُقِدَ الْجَرَادُ فِي سَنَةٍ مِنْ سِنِيْ عُمَرَ الَّتِيْ تُوُفِّيَ فِيْهَا فَاهْتَمَّ بِذٰلِكَ هَمًّا شَدِيْدًا فَبَعَثَ

ایک شخص نکلے گا جو تمہارے نبی کے نام سے موسوم ہوگا۔ عادت میں ان کے مشابہ ہوگا اور شکل میں مشابہ نہ ہوگا پھر پورا قصہ بیان فرمایا کہ وہ زمین کو انصاف سے بھر دے گا (ابوداؤد) اور قصہ کا ذکر نہ فرمایا۔ روایت ہے حضرت جابر ابن عبداللہ سے فرماتے ہیں کہ حضرت عمر کے برسوں میں اس برس جس میں آپ کی وفات ہوئی ٹڈی گم ہوگئی تو آپ اس سے سخت غمگین ہوئے تو آپ نے

لہ امام مہدی والد کی طرف سے حسنی سید ہوں گے۔ والدہ کی طرف سے حسینی آپ کے اصول میں کوئی والدہ حضرت عباس کی اولاد سے ہوں گی۔ لہذا آپ حسنی بھی ہیں حسینی بھی۔ اور عباسی بھی۔ لہذا احادیث میں تعارض نہیں (اشعہ) غالبًا آپ حضور غوث الثقلین شیخ سید عبدالقادر جیلانی کی اولاد سے ہوں گے۔ حضور غوث پاک بھی حسنی حسینی سید ہیں۔ اس میں روافض کی تردید ہے۔ کہ محمد ابن حسن عسکری امام مہدی ہیں۔ جو غار میں چھپے ہوئے ہیں۔ کیونکہ وہ حسینی سید ہیں حسنی نہیں۔ خیال رہے کہ لا مهدی الا عیسٰی۔ نہایت ہی ضعیف بلکہ موضوع حدیث ہے۔ حضرت عیسٰی تو ابن مریم ہیں اور امام مہدی ابن رسول اللہ ہیں۔ (مرقات) اور اگر وہ حدیث ہے صحیح بھی ہو۔ تب بھی وہاں مہدی سے مراد ہدایت یافتہ معصوم ہے نہ کہ امام مہدی (مرقات)

سلہ یعنی امام مہدی اخلاق آداب عادات میں ہماری طرح ہوں گے۔ مگر شکل و صورت میں ہماری طرح نہ ہوں گے یعنی پورے ہم شکل نہ ہوں گے۔ اگرچہ بعض باتوں میں ہماری ہم شکل ہوں گے۔ جیسا کہ دوسری روایات میں ہے۔

سلہ آپ نے سمجھا کہ ٹڈی دنیا سے ختم ہوگئی اور یہ ختم ہونا دوسری مخلوق کے ختم ہوجانے کی علامت ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ قیامت قریب آگئی۔ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خوف الٰہی کی انتہا ہے ورنہ آپ کو معلوم تھا کہ ابھی مسلمان بلکہ صحابہ کرام زندہ ہیں۔ قرآن باقی ہے۔ دجال وغیرہ نہیں ظاہر ہوئے۔ ابھی قیامت کیسی حضرت عیسٰی علیہ السلام کی وفات سے پانچ سو سال بعد قیامت آوے گی۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے حضور صلے اللہ علیہ وسلم پر بادل دیکھ کر خوف کے آثار نمودار ہوجاتے تھے۔

إِلَى الْيَمَنِ وَرَاكِبًا إِلَى الْعِرَاقِ وَرَاكِبًا إِلَى الشَّامِ يَسْأَلُ عَنِ الْجَرَادِ هَلْ أُرِيَ مِنْهُ شَيْئًا فَأَتَاهُ الرَّاكِبُ الَّذِي مِنْ قِبَلِ الْيَمَنِ بِقَبْضَةٍ فَنَثَرَهَا بَيْنَ يَدَيْهِ فَلَمَّا رَآهَا عُمَرُ كَبَّرَ وَقَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ خَلَقَ أَلْفَ أُمَّةٍ سِتُّمِائَةٍ مِنْهَا فِي الْبَحْرِ وَأَرْبَعُمِائَةٍ فِي الْبَرِّ فَإِنَّ أَوَّلَ هَلَاكِ الْأُمَّةِ الْجَرَادُ فَإِذَا هَلَكَتِ الْجَرَادُ تَتَابَعَتِ الْأُمَمُ كَنِظَامِ السِّلْكِ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ

بَابُ الْعَلَامَاتِ بَيْنَ يَدَيِ

ایک سوار یمن کی طرف اور ایک سوار عراق کی طرف اور ایک سوار شام کی طرف بھیجا ٹڈی کے متعلق سوال فرماتے تھے کہ کیا کچھ ٹڈیاں دیکھی گئیں تو آپ کے پاس وہ سوار جو یمن گیا تھا مٹھی بھر ٹڈیاں لایا اور آپ کے سامنے بکھیر دیں جب انہیں دیکھا تو حضرت عمر نے تکبیر کہی ۱؎ اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اللہ عزوجل نے ایک ہزار امتیں پیدا کیں ۲؎ جن میں سے چھ سو دریا میں ہیں اور چار سو خشکی میں ۳؎ اور سب سے پہلے ہلاکت یہ ٹڈی ہے جب ٹڈی ہلاک ہو جاوے گی تو دوسری امتیں لگاتار ہلاک ہوں گی جیسے لڑی کا دھاگہ ٹوٹے ۴؎ (بیہقی شعب الایمان)

قیامت کے سامنے والی

۱؎ یعنی آپ نے نعرہ تکبیر بلند فرمایا خوشی سے کہ الحمد للہ ابھی امان ہے معلوم ہوا کہ ٹڈی یمن و برکت والا جانور ہے ہاں کبھی عذاب الٰہی بن کر بھی آتا ہے جیسے پانی برکت والی چیز ہے مگر اس کا سیلاب عذاب ہے ہر چیز میں رحمت و عذاب کی جہتیں ہیں۔ معلوم ہوا کہ خوشی میں نعرہ تکبیر لگانا سنت صحابہ ہے۔ اسے منع قرار دینا جہالت ہے۔

۲؎ اصولی امتیں ایک ہزار ہیں۔ فروعی امتیں اٹھارہ ہزار جیسے گھوڑا ایک مخلوق ہے۔ خچر اس میں داخل۔ سانپ ایک مخلوق ہے اس کی قسمیں اسی ایک میں داخل۔ لہذا روایات میں تعارض نہیں بلکہ امتیں تو لاکھوں قسم کی ہیں۔ اٹھارہ ہزار عالم ہیں۔ یا جاندار اصولی مخلوق ایک ہزار ہے باقی مخلوق بہت زیادہ۔

۳؎ خشکی کا ہر جانور سمندر میں موجود ہے جیسے دریائی انسان دریائی سور دریائی شیر، دریائی گھوڑا گائے میں نے دریائی بھینس دیکھی ہے مگر دریائی ہر جانور خشکی میں نہیں۔ چنانچہ خشکی میں مچھلی، مگرمچھ، گھڑیال وغیرہ نہیں۔ لہذا دریائی مخلوق زیادہ ہے۔

۴؎ کہ جیسے تسبیح کا دھاگہ ٹوٹنے پر دانے لگاتار آگے پیچھے گرتے ہیں۔ ایسے ہی ان قوموں کی موت مسلسل واقع ہوگی۔

السَّاعَةِ وَذِكْرِ الدَّجَّالِ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ اَسِيْدٍ الْغِفَارِيِّ قَالَ اطَّلَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْنَا وَنَحْنُ نَتَذَاكَرُ فَقَالَ مَا تَذَاكَرُوْنَ قَالُوْا نَذْكُرُ السَّاعَةَ قَالَ اِنَّهَا لَنْ تَقُوْمَ حَتّٰى تَرَوْا قَبْلَهَا عَشْرَ اٰيَاتٍ فَذَكَرَ الدُّخَانَ وَالدَّجَّالَ

علامات[1] اور دجال کا بیان[2] پہلی فصل۔ روایت ہے حضرت حذیفہ ابن اسید غفاری[3] سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم پر تشریف لائے جب کہ ہم کچھ تذکرہ کر رہے تھے تو فرمایا کیا تذکرہ کرتے ہو صحابہ نے عرض کیا کہ ہم قیامت کا تذکرہ کر رہے ہیں فرمایا قیامت ہرگز نہ آوے گی حتی کہ اس سے پہلے دس نشانیاں دیکھ لو پھر ذکر فرمائے دھوئیں،[4] دجال

[1] ان علامات سے مراد قیامت کی دس بڑی بڑی علامات ہیں۔ ورنہ قیامت کی چھوٹی بڑی بہت علامات ہیں جو پہلے مذکور ہوئیں جیسے امام مہدی کا ظہور وغیرہ۔

[2] دجال بروزن فعال مبالغہ کا صیغہ ہے بنا ہے دجل سے بمعنی جھوٹ یا فریب وغیرہ یا ملمع سازی یا حق و باطل کا خلط ملط چونکہ دجال میں یہ تمام عیوب ہوں گے اس لیے اسے دجال کہتے ہیں۔ دجال دو قسم کے ہیں چھوٹے اور بڑے چھوٹے دجال بہت ہوئے اور ہوں گے۔ ہر مدعی نبی، جھوٹا مدعی مہدی۔ جو لوگوں کو گمراہ کریں وہ دجال ہیں۔ بڑا دجال صرف ایک ہے جو دعویٰ خدائی کرے گا، اس کا نام اس کی قوم کا پتہ نہیں چلا۔ مشہور یہ ہے کہ اس کی اصل یہود سے ہوگی، واللہ ورسولہ اعلم۔ جب اللہ رسول نے اس کی یہ باتیں بیان نہ فرمائیں تو ہم تحقیق کرنے والے کون۔ مرزا لے قادیانی کہتا تھا کہ انگریز دجال ہیں، ریل ان کا گدھا ہے۔ اور میں مسیح موعود انہیں فنا کرنے والا۔ لوگ اتنا نہیں سوچتے کہ ریل دجال کا ایسا گدھا ہے جس پر یہ مسیح صاحب زندگی میں سوار ہوتے رہے۔ اور بعد مرنے ان کی لاش لاہور سے قادیان تک اسی گدھے پر گئی اور خود انگریزوں کی غلامی میں مرے انہیں تو کیا مارتا خود انگریزوں کی موجودگی میں ہلاک ہوا۔

[3] آپ صحابی ہیں۔ بیعت رضوان میں شریک ہوئے۔ آخر میں کوفہ قیام رہا۔

[4] حق یہ ہے کہ اس دھوئیں سے مراد وہ دھواں نہیں جو ہجرت سے پہلے قریش کو قحط سالی میں سخت بھوک کی وجہ محسوس ہوا تھا بلکہ اس دھوئیں سے مراد قرب قیامت والا وہ دھواں ہے جو قرب قیامت مشرق و مغرب میں پھیل جاوے گا۔ جس سے مسلمانوں کو زکام سا محسوس ہوگا۔ اور کفار دیوانہ ہو جائیں گے یہ دھواں چالیس دن رہے گا۔

وَالدَّابَّةُ وَطُلُوْعُ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا وَنُزُوْلُ عِيْسَى بْنِ مَرْيَمَ وَيَاجُوْجُ وَمَاجُوْجُ وَثَلٰثَةُ خُسُوْفٍ خَسْفٌ بِالْمَشْرِقِ وَخَسْفٌ بِالْمَغْرِبِ وَخَسْفٌ بِجَزِيْرَةِ الْعَرَبِ وَاٰخِرُ ذٰلِكَ نَارٌ تَخْرُجُ مِنَ الْيَمَنِ تَطْرُدُ النَّاسَ اِلٰى مَحْشَرِهِمْ وَفِيْ رِوَايَةٍ نَارٌ تَخْرُجُ مِنْ قَعْرِ عَدَنٍ

جانور سورج کا مغرب کی طرف سے نکلنا عیسیٰ ابن مریم کا اترنا اور یاجوج و ماجوج کا نکلنا اور تین دھنسنا ایک دھنسنا پورب میں دوسرا پچھم میں اور ایک دھنسنا عرب کے جزیرہ میں اور ان سب کے آخر وہ آگ جو یمن سے نکلے گی جو لوگوں کو ان کی قیامت گاہ کی طرف ہانک لے جائے گی اور ایک روایت میں ہے کہ وہ آگ عدن سے نکلے گی

۱ یہ جانور مکہ معظمہ کے حرم کعبہ سے نمودار ہوگا صفا مروہ پہاڑوں کے درمیان سے یہ چوپایہ ہے ساٹھ گز قد اس کے مختلف اعضاء بدن مختلف جانوروں کے سے ہوں گے۔ اس کے پاس عصاء موسوی، مہر سلیمانی ہوگی ہر شخص کو پکڑ کر اس کی پیشانی پر مہر سلیمانی لگائے گا۔ جس پر سفید نقش نمودار ہوں وہ مومن ہوگا۔ سیاہ نقش والا کافر اس جانور کا ذکر قرآن مجید میں بھی ہے اخرجنا لہم دابۃ من الارض تکلمہم مرقات نے فرمایا کہ یہ جانور تین بار نکلے گا۔ امام مہدی کے زمانہ میں پھر نزول عیسیٰ علیہ السلام کے بعد پھر آفتاب کے مغرب سے نکلنے کے بعد (مرقات)

۲ ان علامات کے ظہور کی ترتیب یہ ہے پہلے دھواں۔ پھر دجال۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام کا نزول پھر یاجوج ماجوج کا خروج پھر دابۃ الارض، پھر سورج کا پچھم سے نکلنا۔ خیال رہے کہ امام مہدی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ظاہر ہو جائیں گے بعض لوگوں نے سمجھا ہے کہ آفتاب کا مغرب سے نکلنا پہلے ہے۔ نزول عیسیٰ علیہ السلام بعد میں مگر درست نہیں، کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں کفار کا ایمان قبول ہوگا اور طلوع آفتاب کے بعد ایمان قبول نہ ہوگا (مرقات)

۳ گذشتہ زمانوں میں بعض جگہ زمین ہی دھنسی ہیں۔ مگر یہ دھنسنا قریب قیامت ہوں گے بڑے علاقوں اور بڑے خطرناک جیسے زلزلے عام طور پر آتے رہتے ہیں۔ مگر زلزلہ قیامت خدا کی پناہ ان زلزلۃ الساعۃ شیء عظیم (از مرقات)

۴ اس موقعہ پر دو آگ نکلے گی ایک یمن سے دوسری حجاز سے آخر میں یہ دونوں جمع ہو جائیں گی۔ لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں حجاز سے آگ نکلنے کا ذکر ہے۔ خیال رہے کہ یہ آگ ان مذکورہ علامات کے بعد ہوگی۔ ان علامات سے پہلے جس کے متصل صور کا نفخہ ہے۔ لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں آگ کو پہلی علامت فرمایا گیا ہے کہ یہ آگ ان علامات میں پہلی ہے۔ ۵ قیامت زمین شام یا زمین فلسطین میں قائم ہوگی۔ یہ آگ تمام کو وہاں پہنچا دے گی۔ یہ

تَسُوْقُ اِلَى الْمَحْشَرِ وَفِيْ رِوَايَةٍ فِي الْعَاشِرَةِ وَرِيْحٌ تُلْقِي النَّاسَ فِي الْبَحْرِ رَوَاهُ
مُسْلِمٌ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَادِرُوْا بِالْاَعْمَالِ
سِتًّا الدُّخَانَ وَالدَّجَّالَ وَدَابَّةَ الْاَرْضِ وَطُلُوْعَ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا وَاَمْرَ الْعَامَّةِ
وَخُوَيْصَّةَ اَحَدِكُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ
اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اَوَّلَ الْاٰيَاتِ خُرُوْجًا طُلُوْعُ الشَّمْسِ
مِنْ مَغْرِبِهَا وَخُرُوْجُ الدَّابَّةِ

کے بیچ سے نکلے گی لوگوں کو محشر کی طرف ہانک دے گی ۱؎ اور ایک روایت میں ہے دسویں علامت کے بارے میں ہے کہ وہ ہوا جو لوگوں کو دریا میں ڈال دے گی ۲؎ (مسلم) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ چھ علامات سے پہلے اعمال کر لو ۳؎ دھواں، دجال، زمین کا جانور، سورج کا پچھم کی طرف سے نکلنا، عام فتنہ اور تم میں سے ہر ایک کا خاص فتنہ ۴؎ (مسلم) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ پہلی نشانی جو نکلے گی وہ سورج کا پچھم کی طرف سے نکلنا ہے۔ اور جانور کا لوگوں کے سامنے نکلنا ہے ۵؎

قدرت الٰہی ہوگی کہ ساری مخلوق زمین شام میں جمع ہو جاوے گی۔

۱؎ عدن ملک یمن کا مشہور شہر ہے وہ اس کا دارالخلافہ ہے۔ یہ عبارت پچھلی عبارت کی شرح ہے کہ وہاں یمن تھا یہاں عدن ہے۔

۲؎ یعنی اس روایت میں دسویں علامت بجائے آگ کے ہوا فرمائی گئی ہے مگر ہو سکتا ہے کہ اس آگ کے ساتھ آندھی بھی ہو۔ یہ آندھی کفار کو سمندر میں پھینک دے کہ کفار سمندر سے قیامت میں اٹھیں۔ خیال رہے کہ وہ آگ مومنوں کیلئے عذاب نہیں۔ بلکہ ڈراوا ہوگی جس سے مسلمان ملک شام میں پہنچ جاویں اللہ و رسولہ اعلم (مرقات)

۳؎ کیونکہ ان چھ علامات کے ظہور کے وقت اعمال صالحہ کرنا بہت ہی مشکل ہو جاویں گے۔

۴؎ یعنی عام فتنوں سے بھی پہلے نیکیاں کر لو اور خاص فتنوں سے بھی پہلے کر لو۔ خاص فتنے کیا ہیں۔ ایسے مشاغل بیماریاں جو اعمال سے روک دیں۔ اور پھر موت تو سب سے بڑی آفت ہے جس پر تمام اعمال ختم ہو جاتے ہیں الا ما شاء اللہ (مرقات)

۵؎ یہ علامتیں ان علامات سے پہلے ہیں جو ان کے بعد آنے والی ہیں۔ اولیت سے مراد اولیت اضافی ہے نہ کہ اولیت حقیقی ان تینوں جو دھواں اور دجال پہلے ہیں اور آفتاب کا مغرب سے نکلنا ان دونوں کے بعد۔

عَلَى النَّاسِ ضُحًى وَأَيُّهُمَا مَا كَانَتْ قَبْلَ صَاحِبَتِهَا فَالْأُخْرَى عَلَى إِثْرِهَا قَرِيبًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثٌ إِذَا خَرَجْنَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا طُلُوعُ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا وَالدَّجَّالُ وَدَابَّةُ الْأَرْضِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

دوپہر کے وقت [1] ان دونوں میں سے جو بھی اپنے صاحب سے پہلے ہو تو دوسری اس کے قریب ہی پیچھے ہوگی [2] (مسلم) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تین چیزیں جب نمودار ہوں گی تو کسی نفس کو اس کا ایمان نفع نہ دے گا جو پہلے سے ایمان نہ لائی تھی یا اپنے ایمان میں بھلائی نہ کمائی تھی [3] سورج کا اپنے پچھم سے نکلنا [4] اور دجال اور زمین کا جانور [5] (مسلم)

[1] یعنی اس عجیب الخلقت جانور کو ظاہر ہونا دوپہر کے وقت ہوگا کہ اس وقت مکہ معظمہ میں دوپہر ہوگی۔ اگرچہ دوسرے ملکوں میں سویرا یا شام یا رات ہو یا یہ مطلب ہے کہ وہ جانور جہاں بھی پہنچے گا۔ دوپہر کو پہنچے گا کہ اس وقت عام طور پر لوگ باہر ہوتے ہیں نیز اس وقت جو چیز دیکھی جاتی ہے۔ وہ یقینی ہوتی ہے۔

[2] اس حدیث میں ابہام ہے۔ صراحۃً بیان نہ فرمایا گیا کہ ان میں سے پہلے کونسی علامت ہوگی اور بعد میں کونسی دوسری احادیث میں اس کی تفصیل ہے جو ابھی کچھ پہلے عرض کی گئی ہاں یہاں اشارہ ہے کہ یہ علامات آپس میں قریب قریب ہیں۔

[3] چونکہ ان علامات کے ظہور پر قیامت کا مسئلہ یقینی ہو جاوے گا۔ اس لیے اب قیامت غیب نہ رہے گی بلکہ شہادت بن جاوے گی، اور ایمان بالغیب معتبر ہے۔ اس لئے اب نہ ایمان معتبر ہوگا نہ اس وقت کی توبہ قبول ہوگی۔ خیال ہے کہ توبہ کا دروازہ سورج کے مغرب سے نکلنے پر بند ہوگا یہاں تثلیث فرمانا ایسا ہے جیسے قرآن کریم فرماتا ہے۔ یخرج منہما اللؤلؤ والمرجان کہ موتی مونگے کھاری سمندر سے نکلتے ہیں نہ میٹھے سے مگر فرمایا دونوں سے نکلتے ہیں ایسے ہی توبہ قبول نہ ہونے کی نسبت ان تینوں علامتوں کی طرف نسبت فرمایا گیا۔

[4] سورج کا یہ طلوع دجال اور دابہ کے بعد ہے مگر چونکہ دروازہ توبہ بند کا یہ ہوگا اس لیے اس کا ذکر پہلے فرمایا (مرقات)

[5] دجال اور دابہ پہلے ہیں طلوع بعد میں دجال کے نکلنے پر توبہ کا دروازہ بند نہ ہوگا۔ عیسیٰ علیہ السلام دجال کے قتل کے بعد دنیا بھر کے کفار کو مسلمان کریں گے۔ اس وقت جزیہ کا مسئلہ ختم ہو جاوے گا۔ اسلام یا قتل ہوگا جیسا کہ دوسری احادیث میں ہے اگر اس وقت ایمان و توبہ قبول نہ ہوں تو مسلمان کرنے کے کیا معنی۔

وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ غَرَبَتِ الشَّمْسُ اَتَدْرِيْ اَيْنَ تَذْهَبُ هٰذِهٖ قُلْتُ اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ فَاِنَّهَا تَذْهَبُ حَتّٰى تَسْجُدَ تَحْتَ الْعَرْشِ فَتَسْتَاْذِنُ فَيُؤْذَنُ لَهَا وَيُوْشِكُ اَنْ تَسْجُدَ وَلَا تُقْبَلُ مِنْهَا وَتَسْتَاْذِنُ فَلَا يُؤْذَنُ لَهَا وَيُقَالُ لَهَا ارْجِعِيْ مِنْ حَيْثُ جِئْتِ فَتَطْلُعُ

روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کہ سورج ڈوبا۔ کہ کیا تم جانتے ہو کہ یہ جاتا کہاں ہے میں نے عرض کیا اللہ اور رسول ہی خوب جانیں فرمایا یہ جاتا ہے حتی کہ عرش کے پیچھے سجدہ کرتا ہے ۱؎ پھر اجازت مانگتا ہے تو اسے اجازت دے دی جاتی ہے ۲؎ اور قریب ہے کہ سجدہ کرے اور اس کا سجدہ قبول نہ ہو اور اجازت مانگے تو اسے اجازت نہ دی جاوے اور اس سے کہا جاوے کہ جہاں آیا ہے وہاں ہی لوٹ

۱؎ خیال رہے کہ سورج چوتھے آسمان پر ہے اور عرش ساتوں آسمانوں کو گھیرے ہوئے ہے۔ سورج کا دورہ ہر وقت ہی ختم ہوتا ہے اور ہر وقت کہیں نہ کہیں جگہ غروب ہوتا ہے۔ لہذا مطلب یہ ہے کہ ہر وقت سورج سجدے میں رہتا ہے اور آگے بڑھنے دوسرے ملک میں طلوع ہونے کی اجازت مانگتا ہے۔ مگر اس کے سجدہ کا تعلق اس ملک سے ہوتا ہے جہاں وہ غروب ہوا۔ لہذا اس حدیث پر موجودہ فلاسفر اعتراض نہیں کر سکتے۔ سورج کا سجدہ وہ ہے جو اس کے لائق ہے قرآن کریم فرماتا ہے کہ درخت اور گھاس بیل سجدہ کرتی ہیں۔ والنجم والشجر یسجدان۔ خیال رہے کہ وہ جو قرآن مجید میں ہے کہ ذوالقرنین نے سورج کو کیچڑ کے چشمے میں ڈوبتے ہوئے دیکھا وہاں محسوس ہونے کا ذکر ہے نہ کہ واقعہ کا وہاں سمندر میں برف کی دلدل تا حد نظر تھی۔ وہاں معلوم ایسا ہوتا تھا جیسے سورج اس دلدل میں ڈوب رہا ہے۔ لہذا وہ آیت اور یہ آیت متعارض نہیں۔

۲؎ یعنی ہر وقت آگے بڑھنے کی اجازت مانگتا رہتا ہے اور ملتی رہتی ہے وہ آگے بڑھتا اور ہر ملک میں طلوع ہوتا رہتا ہے۔ اسے واپس لوٹنے کا حکم نہیں ملتا۔

۳؎ یعنی قریب قیامت سورج کو آگے بڑھنے کی اجازت نہ ملے گی بلکہ پورے دورہ الٹا چکر لگانے کا حکم ہوگا تو ہر جگہ مغرب کی طرف سے طلوع ہوگا اس ایک چکر میں ایسا ہوگا پھر مطابق عادت مشرق سے طلوع ہونے لگے گا۔

مِنْ مَّغْرِبِهَا فَذٰلِكَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا قَالَ مُسْتَقَرُّهَا
تَحْتَ الْعَرْشِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ عِمْرَانَ ابْنِ حُصَيْنٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا بَيْنَ خَلْقِ اٰدَمَ اِلٰى قِيَامِ السَّاعَةِ اَمْرٌ اَكْبَرُ
مِنَ الدَّجَّالِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْكُمْ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَيْسَ بِاَعْوَرَ

جا تو اپنے مغرب سے طلوع کر چنانچہ وہ مغرب سے طلوع کرے گا (۱) پھر یہ آیت پڑھی یہ ہے رب تعالیٰ کا فرمان کہ سورج اپنے ٹھکانے پر چلتا ہے فرمایا (۲)
اس کا ٹھکانا عرش کے نیچے ہے (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت عمران ابن حصین سے فرماتے
ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ آدم علیہ السلام کی پیدائش اور قیام قیامت
کے درمیان دجال سے بڑا کوئی معاملہ نہیں (۳) (مسلم) روایت ہے حضرت عبداللہ سے (۴) فرماتے
ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تم پر چھپا نہیں، اللہ تعالیٰ کانا نہیں

۱؎ یہ حکم ہر جگہ کے لیے ہوگا۔ اور سورج ساری دنیا میں پچھم کی طرف سے طلوع ہوگا۔
۲؎ اس آیت کریمہ کی بہت تفسیریں کی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ قیامت کا دن سورج کا مستقر ہے قیامت تک نکلتا ڈوبتا رہے گا اور قیامت قائم ہونے پر یہ نظام ختم ہو جاوے گا۔ دوسرے یہ کہ گرمی سردی میں سورج کے مستقر الگ الگ ہیں کہ ایک ٹھکانہ پر پہنچ کر لوٹ پڑتا ہے بھر آگے نہیں بڑھتا تیسری تفسیر وہ ہے جو حضور انور نے خود فرمائی۔ جو یہاں مذکور ہے۔ کہ سورج اپنے ٹھکانہ یعنی عرش کے نیچے ہی چکر لگا رہا ہے اس سے اوپر نیچے نہیں ہو سکتا۔ یہ چوتھے آسمان پر اترے نہ پانچویں پر چڑھے۔ چونکہ یہ تفسیر خود صاحب قرآن صلے اللہ علیہ وسلم کی ہے لہذا قوی ہے۔
۳؎ یعنی انسان کی ابتداء پیدائش سے لے کر قیامت تک دجال سے بڑا فتنہ کوئی نہیں یہ ہی انسان کے لئے بڑی آفت ہے۔ اس سے بہت لوگ گمراہ ہوں گے۔ لوگ دجال کے کرشمے دیکھ کر اسے خدا مان لیں گے اس لئے نوح علیہ السلام سے لے کر آخر تک ہر نبی نے اپنی قوم کو دجال کے فتنہ سے آگاہ کیا۔
۴؎ حدیث شریف میں جب عبداللہ مطلق آتا ہے تو اس سے مراد حضرت عبداللہ ابن مسعود ہوتے ہیں وہ ہی یہاں مراد ہیں۔

وَإِنَّ الْمَسِيحَ الدَّجَّالَ أَعْوَرُ عَيْنِ الْيُمْنٰى كَأَنَّ عَيْنَهٗ عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا قَدْ أَنْذَرَ أُمَّتَهُ الْأَعْوَرَ الْكَذَّابَ أَلَا إِنَّهٗ أَعْوَرُ وَإِنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِأَعْوَرَ مَكْتُوبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ ك ف ر

اور مسیح دجال آنکھ کا کانا ہے [1] اس کی آنکھ گویا ابھرا ہوا انگور ہے [2] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ کوئی نبی ایسا نہیں جنہوں نے اپنی امت کو کانے جھوٹے سے نہ ڈرایا ہو [3] آگاہ رہو کہ وہ کانا ہے [4] اور تمہارا رب کانا نہیں اس کی دو آنکھوں کے بیچ لکھا ہے۔ ک، ف، ر [5]

[1] یعنی اے لوگو دجال کے حیرت انگیز کرشمے دیکھ کر اُسے خدا نہ سمجھ لینا۔ اس کی بندگی کی دلیل ہے۔ اس کی اپنی کانی آنکھ ہے وہ اپنے کو شفا نہ دے سکے گا۔

[2] یعنی دجال کی داہنی آنکھ کانی بھی ہوگی اور اوپر کو انگور کی طرح ابھری ہوئی جو ہر شخص کو نظر آوے اپنے اس عیب کو دور نہ کر سکے گا۔ خیال رہے کہ جو خدا ہونے کا دعویٰ کرے اس کے ہاتھ پر عجیب کرشمے ظاہر ہو سکتے ہیں کیونکہ الوہیت تو مشتبہ ہو سکتی ہی نہیں مگر جو نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرے اس کے ہاتھ پر کوئی کرشمہ ظاہر نہیں ہو سکتا ورنہ نبوت مشتبہ ہو جاوے۔ دجال اگر دعویٰ نبوت کرے تو کوئی اعجوبہ نہیں دکھا سکتا یہ خوب خیال رکھو۔ یہاں مسیح بمعنی اسم مفعول ہے یعنی ممسوح العین ایک آنکھ کا کانا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جو مسیح کہتے ہیں۔ وہاں مسیح بمعنی اسم فاعل ہے۔ یعنی برکت کے لیے چھونے والے اور چھو کر مردے زندہ بیماروں کو اچھا کرنے والا طافیہ بنا ہے طفی سے بمعنی اوپر ہونا اور پھرنا اس لیے جو مچھلی پانی پر تیر کر آ جاوے اسے طافیہ کہتے ہیں۔

[3] حق یہ ہے کہ یہاں دجال سے مراد وہی دجال ہے جو قریب قیامت نکلے گا اگرچہ ان انبیاء کرام کو خبر تھی کہ ہماری امتیں اسے نہ پائیں گی پھر بھی اس سے ڈرانا اہتمام ظاہر کرنے کے لیے کہ وہ بڑی ہی ہیبت ناک چیز ہے اس سے پناہ مانگو یہ پناہ مانگنا بھی عبادت ہے دیکھو جن صحابہ کو حدیث و قرآن نے انکے جنتی ہونے کی بشارت دیدی وہ بھی دوزخ سے پناہ مانگتے ہیں کیونکہ یہ عمل عبادت ہے بعض شارحین نے فرمایا کہ دجال کے نکلنے کا وقت معین نہیں مگر یہ قوی نہیں کیونکہ اس کے قاتل عیسیٰ ہیں۔ اور ان کا نزول قریب قیامت ہی ہے۔ [4] یعنی تم اس کے بندہ ہونے اور کافر ہونے اور خراب ہونے میں شک نہ کرنا یہ دونوں علامتیں اس کے کافر اور بندہ ہونے کی ہیں۔ اپنی آنکھ کو درست نہ کر سکنا علامت بندگی ہے اور ک ف ر اس کے کفر کی علامت ہے یہاں مرقات نے لکھا کہ ملا ...

متفق علیہ وعن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا احدثکم حدیثا عن الدجال ما حدث بہ نبی قومہ انہ اعور وانہ یجیئ معہ بمثل الجنۃ والنار فالتی یقول انہا الجنۃ ہی النار وانی انذرکم کما انذر بہ نوح قومہ متفق علیہ وعن حذیفۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان الدجال

(مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کیا میں تم کو دجال کے متعلق وہ بات نہ بتاؤں جو کسی نبی نے اپنی قوم کو نہ بتائی وہ کانا ہے[1] اور وہ اپنے ساتھ جنت دوزخ کی مثل لائے گا[2] تو جسے وہ جنت کہے گا وہ آگ ہوگی[3] میں تم کو ایسے ہی ڈراتا ہوں جیسے اس سے حضرت نوح نے اپنی قوم کو ڈرایا[4]

(مسلم بخاری) روایت ہے حضرت حذیفہ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا دجال نکلے گا

کانا ظاہری ہوتا ہے۔ خیال رہے کہ یہ حدوث بڑھاپے بڑھا آدمی رہے گا۔

[1] یعنی پچھلے انبیاء کرام نے اپنی امتوں کو دجال کے دوسرے عیوب سے تو آگاہ کیا مگر اس کا کانا ہونا صرف میں ہی بیان کرتا ہوں۔

[2] یہ فرمان عالی بالکل ظاہری معنی پر ہے۔ واقعی اس کے ساتھ خوشنما باغ بھی ہوگا۔ اور ہیبت ناک آگ بھی۔

[3] یعنی جو آگ دکھائی دے گی وہ واقع میں باغ ہے اور جو باغ معلوم ہوگا وہ واقع میں آگ ہے۔ جیسے دنیا عارفین کی نظر میں کہ اس کی نعمتیں حقیقت میں لعنتیں یعنی عذاب ہیں۔ اور یہاں کی تکالیف حقیقت میں رحمت ہیں نمرود کی آگ بظاہر آگ تھی مگر حضرت خلیل کے لیے باغ۔ دریائے نیل کا پانی نیل پر پانی تھا مگر فرعونیوں کے لیے آگ۔ یہ آنکھوں کا دھوکہ ہے۔ شعر

سوف تری اذا انجلی الغبار — افرس تحتک ام حمار

[4] تاکہ نوح علیہ السلام سے آخر تک کی امتیں دجال کا بدترین فتنہ ہونا معلوم کرلیں۔ خیال رہے کہ دجال کسی جگہ چند دن ٹھہرے گا نہیں بلکہ آندھی کی طرح دنیا میں پھر جاوے گا تاکہ کوئی اس کی حالت میں غور کرکے اسے جھٹلا سکے نہیں۔ اس وقت جسے اللہ ایمان پر قائم رکھے گا وہ ہی رہے گا۔ مکہ معظمہ ہی اس کے شر سے محفوظ رہے گا۔ اس وقت امن مدینہ منورہ میں ہوگی۔ اس فرمان عالی سے معلوم ہوتا ہے کہ نوح علیہ السلام سے پہلے نبیوں نے دجال سے نہیں ڈرایا تھا۔ یہ ڈرانا حضرت نوح سے شروع ہوا۔

يَخْرُجُ وَإِنَّ مَعَهُ مَاءً وَنَارًا فَأَمَّا الَّذِي يَرَاهُ النَّاسُ مَاءً فَنَارٌ تُحْرِقُ وَأَمَّا الَّذِي يَرَاهُ النَّاسُ نَارًا فَمَاءٌ بَارِدٌ عَذْبٌ فَمَنْ أَدْرَكَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَلْيَقَعْ فِي الَّذِي يَرَاهُ نَارًا فَإِنَّهُ مَاءٌ عَذْبٌ طَيِّبٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَزَادَ مُسْلِمٌ وَإِنَّ الدَّجَّالَ مَمْسُوحُ الْعَيْنِ عَلَيْهَا ظَفَرَةٌ غَلِيظَةٌ مَكْتُوبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ كَافِرٌ يَقْرَأُهُ كُلُّ مُؤْمِنٍ كَاتِبٍ وَغَيْرِ كَاتِبٍ

اور اس کے ساتھ پانی اور آگ ہوں گے لیکن جسے لوگ پانی دیکھیں گے وہ آگ ہوگی جو جلا ڈالے گی اور جسے لوگ آگ دیکھیں گے وہ ٹھنڈا میٹھا پانی ہوگا ۱؎ تو تم میں سے جو یہ پالے وہ اس میں جائے جسے آگ دیکھے کہ وہ میٹھا عمدہ پانی ہے (مسلم بخاری) مسلم نے یہ زیادہ فرمایا کہ دجال آنکھ کا سپاٹ ہے جس پر موٹا ناخونا ہے ۳؎ اس کی آنکھوں کے درمیان لکھا ہے (کافر) جسے ہر پڑھا بے پڑھا مسلمان پڑھے گا ۴؎ ۔

۱؎ پانی سے مراد صرف پانی نہیں بلکہ جو نعمتیں پانی سے پیدا ہوتی ہیں وہ سب مراد ہیں لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ اس کے ساتھ باغ اور آگ ہوں گے (مرقات)

۲؎ یا تو یہ باغ و آگ محض شعبدہ ہوں گے جیسے جادوگر شعبدے باز مٹی کو روپیہ بنا کر دکھا دیتے ہیں یا حقیقۃً یہ ہی ہوں گے دوسرے معنی زیادہ قوی ہیں، ایک ہی چیز کا ایک کے لیے باغ دوسرے کے لیے آگ ہونا ممکن بلکہ واقع ہے۔ ایک قبر میں دو شخص دفن ہو جاویں ایک مومن دوسرا کافر تو یہ ایک قبر مومن کے لیے جنت کا باغ ہے کافر کے لیے دوزخ کی بھٹی۔ ایک بستر پر دو آدمی سوتے ہیں ایک شخص اچھی خواب دیکھ کر مزے لے رہا ہے۔ دوسرا شخص اسی بستر پر بری خواب دیکھ کر گھبرا رہا ہے۔ یہ باغ و آگ اس کے ساتھ ایسے چلیں گے جیسے آج ریل کے انجن میں پانی کا حوض اور آگ دوڑتے پھرتے ہیں۔ آج ریل، بحری جہاز، ہوائی جہاز کی سیر کرو معلوم ہوگا کہ آرام دہ مکانات، کھیلنے کے میدان، پاخانہ، غسل خانہ، باورچی خانہ دوڑتے پھر رہے ہیں، بلکہ ہوا میں اڑ رہے ہیں۔

۳؎ یعنی دجال کی ایک آنکھ تو ہوگی ہی نہیں، وہ حصہ سر کے پیچھے کی طرح صاف ہوگا۔ دوسری آنکھ کانی ہوگی، ابھرے ہوئے انگور کی طرح یا اس کی ایک آنکھ کبھی صاف سپاٹ ہوگی، کبھی ابھرا ہوا انگور یا کسی کو وہ آنکھ سپاٹ نظر آوے گی کسی کو ابھرا انگور، لہذا یہ حدیث گزشتہ احادیث کے خلاف نہیں جن میں اس کی آنکھ کو ابھرا ہوا انگور فرمایا گیا ہے (مرقات شرح مشکوٰۃ)

۴؎ یعنی اس تحریر کو مومن تو بے پڑھا بھی پڑھ سکے گا سمجھ لے گا اور کافر پڑھا لکھا بھی نہ سمجھ سکے گا۔ یہ بھی قدرت خداوندی ہوگی۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلدَّجَّالُ اَعْوَرُ الْعَيْنِ الْيُسْرٰى جُفَالُ الشَّعْرِ مَعَهٗ جَنَّتُهٗ وَنَارُهٗ فَنَارُهٗ جَنَّةٌ وَجَنَّتُهٗ نَارٌ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ قَالَ ذَكَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدَّجَّالَ فَقَالَ اِنْ يَّخْرُجْ وَاَنَا فِيْكُمْ فَاَنَا حَجِيْجُهٗ دُوْنَكُمْ وَاِنْ يَّخْرُجْ وَلَسْتُ فِيْكُمْ

روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دجال بائیں آنکھ کا کانا ہے[1] بہت بالوں والا[2] اس کے ساتھ اس کی جنت اور اس کی آگ ہوگی۔ تو اس کی آگ جنت ہے اور اس کی جنت آگ ہے[3] (مسلم) روایت ہے حضرت نواس ابن سمعان سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کا ذکر کیا تو فرمایا اگر وہ نکلا اور میں تم میں ہوا تو تمہارے بغیر اس کا مقابل میں ہوں گا[4] اور اگر نکلا اور میں تم میں نہ ہوا تو ہر شخص اپنی

[1] یہاں اعور بمعنی عیب ناک ہے لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں جس میں فرمایا گیا ہے کہ اس کی داہنی آنکھ کانی ہوگی کہ اس کی داہنی آنکھ تو بالکل سپاٹ ہوگی اور بائیں آنکھ عیب دار ہوگی۔ غرضکہ کوئی آنکھ بے عیب نہ ہوگی یا یہ مطلب ہے کہ کسی کو اس کی داہنی آنکھ کانی محسوس ہوگی کسی کو بائیں آنکھ یہ فرق احساس کا ہوگا نہ کہ واقعہ کا یہ بھی ایک قدرتی کرشمہ ہوگا کہ مردود سب کچھ کر دکھائے گا مگر اپنی آنکھ نہ درست کر سکے گا۔

[2] جفال جیم کے پیش سے بمعنی کثیر بہت مگر ہر بہت کو جفال نہیں کہتے بلکہ بہت بالوں کو جفال کہا جاتا ہے۔ بعض نے فرمایا کہ بندھے ہوئے بڑے جھنڈے کو جفال کہتے ہیں۔

[3] اس کی شرح ابھی گزر گئی کہ اس کا باغ بظاہر باغ معلوم ہوگا۔ حقیقۃً دوزخ ہوگا اور اس کی آگ بظاہر آگ ہوگی حقیقۃً باغ جیسے جناب خلیل کی آگ حقیقۃً باغ اور بحر قلزم کا پانی حقیقۃً آگ بن گیا تھا شعر

گلستاں کند آتشے بر خلیل — گروہے بر آتش برد زآب نیل

[4] یہ فرمان عالی بالفرض ہے یعنی فرض کرلو کہ اگر وہ میری موجودگی میں آگیا۔ تو تم کو اس سے کوئی نقصان نہ پہنچے وہ میرے ہی ہاتھوں فنا ہو جاوے گا اس کے شعبدے بازیاں میرے مقابل ناکارہ ہو جاویں گی اس فرمان عالی سے دو فائدے حاصل ہوئے ایک یہ کہ اگرچہ اس مردود کا ظہور ابھی نہیں ہوگا مگر اس سے ڈرنا رکن ایمان ہے۔ تم اس سے خوف کرو جیسے قیامت ابھی نہیں آئے گی مگر اس سے ڈرتے رہو۔ خوف قیامت خوف دجال درحقیقت خوف خدا کا ذریعہ ہیں۔ دوسرے یہ کہ دجال اگرچہ مارا جاوے گا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں لیکن اگر میرے زمانہ میں آجاتا تو میرے ہاتھوں ہی فنا ہو جاتا بلکہ عیسیٰ علیہ السلام بھی حضور کے نائب ہونے کی حیثیت سے اسے قتل کریں گے۔

حَجِيجُ نَفْسِهٖ وَاللّٰهُ خَلِيفَتِي عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ إِنَّهٗ شَابٌّ قَطَطٌ عَيْنُهٗ طَافِئَةٌ كَأَنِّي أُشَبِّهُهٗ بِعَبْدِ الْعُزّٰى بْنِ قَطَنٍ فَمَنْ أَدْرَكَهٗ مِنْكُمْ فَلْيَقْرَأْ عَلَيْهِ فَوَاتِحَ سُورَةِ الْكَهْفِ وَفِي رِوَايَةٍ فَلْيَقْرَأْ عَلَيْهِ بِفَوَاتِحِ سُورَةِ الْكَهْفِ فَإِنَّهَا جِوَارُكُمْ مِنْ فِتْنَتِهٖ إِنَّهٗ

ذات کا محافظ ہے۱ اور ہر مسلمان پر اللہ میرا خلیفہ ہے۲ وہ جوان ہے سخت گھونگھر بال۳ اس کی آنکھ ابھری ہوئی ہے گویا میں اسے عبدالعزی ابن قطن سے تشبیہ دیتا ہوں۴ تو تم میں سے جو اسے پائے تو اس پر سورہ کہف کی شروع کی آیتیں پڑھے اور ایک روایت میں ہے کہ اس پر سورہ کہف کی ابتدائی آیتیں پڑھے کہ وہ تمہارا امان ہے۔ اس کے فتنہ سے۵

۱ یعنی ہر شخص اپنی ذات کے لیے اس کا مقابلہ دلائل عقیدہ شرعیہ سے کرے کہ دلائل سے سوچے کہ یہ خدا نہیں ہو سکتا۔ یہاں بھی حجیج بمعنی مقابل ہی ہے مگر یہ مقابلہ اسے قتل کرنے کا نہیں بلکہ اپنے ایمان بچانے کا ہے (مرقات) اگر یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم دجال کو فنا کرنے کے لیے اس کے مقابل ہیں۔ اور یہ ہر شخص اس سے بچنے کے لیے اس کا مقابل۔

۲ یہاں خلیفہ بمعنی وکیل و محافظ ہے۔ اگر اس وقت ہم حیات ہوتے تو مسلمانوں کی حفاظت ہم کرتے۔ اب چونکہ ہم نہ ہوں گے تو میری طرف سے میرا رب میری امت کی حفاظت کرے۔ اس سے معلوم ہوا بفضلہ تعالیٰ مکمل ہمیشہ مسلمان محفوظ رہتا ہے

۳ بالوں میں قدرے خم جسے جعد کہتے ہیں بہت اچھا ہے مگر بہت زیادہ خم کہ بالوں کے کنڈل بن جاویں جسے قطط کہتے ہیں برا ہے۔ دجال کے بال بہت ہی خم دار ہوں گے۔

۴ عبدالعزی زمانہ جاہلیت میں ایک مشرک بادشاہ گزرا ہے۔ اس کی بدصورتی عرب میں مشہور تھی بلکہ اس کے دیکھنے والے لوگ اس وقت موجود تھے حضور نے اس سے تشبیہ دی چونکہ دجال کی صورت بہت ہی بری ہوگی کہ اس جیسا بدشکل دنیا میں کوئی نہ گزرا نہ اس وقت ہوگا اس لیے حضور انور نے جزم و یقین سے تشبیہ نہ دی بلکہ کانی فرمایا یعنی اسے کچھ کچھ مشابہت عبدالعزی سے ہوگی اور نہ وہ عبدالعزی سے کہیں بدتر ہوگا معلوم ہوتا ہے کہ حضور انور نے اگلے پچھلے اپنی نگاہوں سے دیکھے ہیں۔ کہ عبدالعزی پہلے گزر چکا ہے اور دجال آئندہ ہوگا۔ مگر دونوں حضور کے پیش نظر ہیں (از مرقات)

۵ یعنی اس زمانہ میں جو کوئی سورۂ کہف کی شروع آیات کذبا تک پڑھتا رہے گا وہ دجال کے فتنہ سے محفوظ رہے۔ ان آیات میں ذکر ہے کہ اصحاب کہف دقیانوس بادشاہ کے فتنہ سے محفوظ رہے۔ ان کی حفاظت کی برکت سے اللہ انہیں دجال کے فتنہ سے محفوظ رکھے گا۔ جوار کا لفظی ترجمہ ہے پاسپورٹ کہ وہ ذریعہ امان ہوتا ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ سورۂ کہف کی شروع کی دس آیات ہمیشہ پڑھنے والا دجال کے فتنہ سے محفوظ رہے گا بعض لوگ ہمیشہ بعض لوگ ہر جمعہ کو پڑھتے ہیں تاکہ موجودہ دجالوں سے

خَارِجٌ خَلَّةً بَيْنَ الشَّامِ وَالْعِرَاقِ فَعَاثَ يَمِينًا وَعَاثَ شِمَالًا يَا عِبَادَ اللّٰهِ فَاثْبُتُوْا قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا لَبْثُهٗ فِي الْأَرْضِ قَالَ أَرْبَعُوْنَ يَوْمًا يَوْمٌ كَسَنَةٍ وَيَوْمٌ كَشَهْرٍ وَيَوْمٌ كَجُمُعَةٍ وَسَائِرُ أَيَّامِهٖ كَأَيَّامِكُمْ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِيْ كَسَنَةٍ أَيَكْفِيْنَا فِيْهِ صَلٰوةُ يَوْمٍ قَالَ لَا اُقْدُرُوْا لَهٗ قَدْرَهٗ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

شام و عراق والے راستے سے نکلے گا۔ تو داہنے بائیں فساد پھیلائے گا اے اللہ کے بندو ثابت قدم رہنا ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ اس کا زمین میں ٹھہرنا کتنا ہے۔ فرمایا چالیس دن ان میں ایک دن سال کی طرح ہوگا اور ایک دن مہینہ کی طرح اور ایک دن ہفتہ کی طرح اور بقیہ دن تمہارے عام دنوں کی طرح ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ تو یہ دن جو ایک سال کی طرح ہوگا کیا اس میں ہم کو ایک دن کی نمازیں کافی ہوں گی فرمایا نہیں تم اس کے لیے اندازہ لگا لینا ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ

۱؎ خلّہ نقطہ خ سے ریگستان میں راستہ وسیع۔ حلّہ ح بغیر نقطہ سے کوفہ و بغداد کے درمیان ایک شہر ہے۔ بعض روایات میں حلّہ ہی ہے۔ وہاں کے لوگ اب بھی شریر ہیں (مرقات)

۲؎ اس میں خطاب اس زمانہ کے مسلمانوں سے ہے (مرقات)

۳؎ بعض روایات میں ہے کہ چالیس سال قیام کرے گا مگر وہ روایت ضعیف ہے۔ صحیح روایت چالیس دن کی ہے۔

۴؎ حدیث بالکل ظاہر پر ہے۔ واقعی پہلا دن ایک سال کی برابر دراز ہوگا۔ اب بھی گرمیوں میں دن بجائے آٹھ گھنٹے کے چودہ گھنٹے کا ہوتا ہے۔ بعض لوگوں نے کہا کہ غم و اندوہ کی وجہ سے وہ دن سال برابر معلوم ہوگا۔ مگر یہ غلط ہے جیسا کہ اگلے مضمون سے معلوم ہو رہا ہے۔ ۵؎ اس طرح کہ اس دن سورج نکلتے ہی فجر کی نماز پڑھنا پھر آٹھ گھنٹے بعد ظہر پڑھ لینا۔ پھر چار گھنٹے کے بعد عصر پھر دو گھنٹے بعد مغرب اور دو گھنٹے بعد عشاء پھر چھ گھنٹے کے بعد فجر اس طرح پڑھتے جانا شاید موجودہ گھڑیاں اس دن کے حساب کے لیے رب تعالٰی نے پیدا فرمادی ہیں۔ معلوم ہوا کہ جن ملکوں میں بعض زمانہ میں عشاء کا وقت نہیں آتا وہاں عشاء کی نماز معاف نہ ہوگی بلکہ پڑھنا پڑے گی اندازہ سے جیسے لندن میں سال میں چند دن ایسے آتے ہیں کہ نماز عشاء کا وقت نہیں آتا۔ شفق غائب نہیں ہوتی۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ یہ حکم خاص اس دن کیلئے ہے خلاف قیاس ورنہ لندن کے اوقات سورج کی حرکت سے وابستہ ہیں اس سال بھر کے دنوں میں بھی پانچ نمازیں ہو جائیں گی مگر چونکہ حدیث میں یہ حکم آگیا تو اس دن کیلئے قیاس چھوڑ دیا گیا چنانچہ ان دنوں میں روزوں کا اندازہ۔ نماز جمعہ عیدین زکوٰۃ میں جائیں گی اگر یہ دن سال بھر کا ہے تو اس دن میں دو عیدیں ہوں گی

وَمَا إِسْرَاعُهُ فِي الْأَرْضِ قَالَ كَالْغَيْثِ اسْتَدْبَرَتْهُ الرِّيحُ فَيَأْتِي عَلَى الْقَوْمِ فَيَدْعُوهُمْ فَيُؤْمِنُونَ بِهِ فَيَأْمُرُ السَّمَاءَ فَتُمْطِرُ وَالْأَرْضَ فَتُنْبِتُ فَتَرُوحُ عَلَيْهِمْ سَارِحَتُهُمْ أَطْوَلَ مَا كَانَتْ ذُرًى وَأَسْبَغَهُ ضُرُوعًا وَأَمَدَّهُ خَوَاصِرَ ثُمَّ يَأْتِي الْقَوْمَ فَيَدْعُوهُمْ فَيَرُدُّونَ عَلَيْهِ قَوْلَهُ فَيَنْصَرِفُ عَنْهُمْ فَيُصْبِحُونَ مُمْحِلِينَ لَيْسَ بِأَيْدِيهِمْ شَيْءٌ مِنْ أَمْوَالِهِمْ وَيَمُرُّ بِالْخَرِبَةِ فَيَقُولُ لَهَا أَخْرِجِي كُنُوزَكِ فَتَتْبَعُهُ كُنُوزُهَا

زمین میں اس کی تیز رفتاری کیسی ہوگی فرمایا جیسے بادل جس کے پیچھے ہوا ہو۱؎ وہ ایک قوم پر آوے گا۔ انہیں بلاوے گا وہ اس پر ایمان لے آئیں گے تو آسمان کو حکم دے گا وہ بارش برسائے گا اور زمین کو حکم دے گا وہ اگائے گی۔ ان کے جانور آئیں گے جیسے پہلے تھے اس سے زیادہ دراز کوہان والے اور زیادہ بھرے ہوئے تھن والے اور زیادہ کوکھ پھولے ہوئے۲؎ پھر ایک دوسری قوم کے پاس آئے گا انہیں بلاوے گا وہ اس کی بات رد کر دیں گے وہ ان کے پاس سے لوٹ جائے گا۳؎ تو یہ لوگ صبح کریں گے قحط زدہ ہو جاویں گے۴؎ کہ ان کے ہاتھوں میں ان کے مالوں میں سے کچھ نہ رہے گا۵؎ اور ویرانہ پر گزرے گا تو اس سے کہے گا اپنے خزانے نکال تو اس کے پیچھے [illegible]

۱؎ اس تشبیہ سے معلوم ہو رہا ہے کہ دجال اڑتا ہوا دنیا کی سیر کرے گا۔ ہوائی جہاز ایجاد ہو چکے ہیں جن سے تھوڑے عرصہ میں دنیا کا چکر لگایا جا سکتا ہے۔ یعنی جیسے بادل کے پیچھے جب ہوا ہو تو بہت تیز اڑتا ہے ایسے ہی وہ بہت تیز اڑے گا۔ آج آواز سے زیادہ رفتار والے ہوائی جہاز ایجاد ہو چکے ہیں۔

۲؎ یہ رب تعالیٰ کی طرف سے خاص آزمائشیں ہوں گی کہ جو لوگ اسے خدا مان لیں گے ان پر بارش نہایت مناسب پیداوار نہایت اعلیٰ ان کے جانوروں کے دودھ گھی میں بہت زیادتی ہو جاوے گی۔ ان کے اونٹ بہت موٹے تازے اونچے ہو جاویں گے۔ دوسرے لوگ ان کی اس فراخی کو دیکھ کر دھوکہ کھا جائیں گے کہ واقعی یہ خدا ہی ہے۔ دیکھو اس نے اپنے ان بندوں کو کیسا آرام سے اور مالدار کر دیا وہ لوگ ان لوگوں کی مالداری و عیش کو دیکھ کر اسے خدا مان لیں گے۔ ۳؎ اس فرمان عالی سے معلوم ہو رہا ہے کہ دجال کسی کو کفر پر مجبور نہ کر سکے گا۔ یہ شعبدے دکھا کر بہکائی ہی کرے گا رب تعالیٰ فرماتا ہے ان عبادی لیس لک علیهم سلطان یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض بندے ولایت کے ذریعہ اس کے شر سے محفوظ رہیں گے۔ ۴؎ ممحل بنا ہے محل سے بمعنی خشکی و قحط سالی یعنی ان پر نہ تو بارش ہوگی نہ ان کی زمین میں سبزہ جمے گا ۵؎ یعنی ان کا اپنا پہلا مال بھی فنا ہو جاوے گا۔ جانور یا خشک ہو جاویں گے یا مر جاویں گے۔ گھروں میں تباہی آ جاوے گی مگر یہ لوگ راضی بہ رضا رہیں گے۔

كَيَعَاسِيبِ النَّحْلِ ثُمَّ يَدْعُو رَجُلًا مُمْتَلِئًا شَبَابًا فَيَضْرِبُهُ بِالسَّيْفِ فَيَقْطَعُهُ جَزْلَتَيْنِ رَمْيَةَ الْغَرَضِ ثُمَّ يَدْعُوهُ فَيُقْبِلُ وَيَتَهَلَّلُ وَجْهُهُ يَضْحَكُ فَبَيْنَمَا هُوَ كَذٰلِكَ إِذْ بَعَثَ اللّٰهُ الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ فَيَنْزِلُ عِنْدَ الْمَنَارَةِ الْبَيْضَاءِ شَرْقِيَّ دِمَشْقَ بَيْنَ مَهْرُودَتَيْنِ

شہد کی مکھیوں کی طرح جیسا کہ شہد کی مکھیاں۱ پھر ایک بھرے جوان شخص کو بلائے گا اسے تلوار سے مار کر اس کے دو ٹکڑے کردے گا تیر کے نشانہ کی طرح پھینک دے گا۲ پھر اسے بلائے گا تو وہ آجاوے گا اور اس کا چہرہ چمکتا ہوگا وہ ہنستا ہوگا۳ جب کہ دجال اسی طرح ہوگا کہ اللہ تعالٰی مسیح ابن مریم کو بھیجے گا۴ آپ دمشق کے مشرقی سفید مینارے کے پاس دو زعفرانی کپڑوں کے درمیان اتریں گے۵

۱؎ یعنی آبادیوں میں جاکر تو وہ آفت ڈھائے گا اور ویرانوں میں پہنچ کر یہ فساد پھیلائے گا اس کے ساتھ اس کے حالی موالی بہت رہیں گے ویرانوں کے خزانوں کو اپنے ساتھ لے لے گا۔ جنہیں ان کے ساتھ والے شگفتہ دیکھیں گے اور دوسرے لوگوں کو یہ سب ستائیں گے یعاسیب جمع ہے یعسوب کی یعنی شہد کی مکھیوں کی سردار مکھی کہ جب وہ اڑتی ہے تو اس کے ساتھ سارے چھتے کی مکھیاں اڑتی ہیں، اس لیے سردار کو یعسوب کہا جاتا ہے۔ یعاسیب جمع فرما کر اشارۃً بتایا کہ بے شمار مکھیوں کی طرح اس کے ساتھ بے شمار خزانے چلیں گے۔ یہ خزانے یا تو بذات خود چلیں گے یا کسی سواری میں جیسے آج لاکھوں من سامان ریل۔ موٹر۔ بحری جہاز۔ ہوائی جہاز دوڑتے۔ تیرتے۔ اڑتے پھر رہے ہیں۔

۲؎ یہ جوان آدمی یا تو اس کے متبعین میں سے ہوگا۔ لوگوں کو اپنی قوت دکھانے کے لیے یہ حرکت کرے گا یا ان میں سے ہوگا جو اس کی پیروی نہ کریں گے اسے سزا دینے کے لیے یہ حرکت کرے گا۔ تلوار سے اسے چیر دے گا جیسے آرے سے چیرا جاتا ہے اور دونوں ٹکڑے اتنے فاصلہ پر پھینکے گا جو تیر اور اس کے نشانہ کے درمیان ہوتا ہے یعنی بہت دور۔

۳؎ یعنی اس کی ایک آواز پر یہ دونوں ٹکڑے حرکت کرکے آپس میں مل جاویں گے پھر پورا جسم بن کر اس میں جان پڑ جاوے گی اور وہ جوان دوڑتا ہوا آجاوے گا۔ ہم نے بعض جادوگروں کو دیکھا کہ آدمی کو چادر اوڑھا کر اس کا گلا کاٹ دیتے ہیں۔ اور پھر اسے اچھا خاصا کھڑا کر دیتے ہیں مگر شعبدہ ہوتا ہے غالبًا وہ حقیقۃً یہ کرے گا۔

۴؎ اللہ تعالٰی جھوٹے مسیح کو سچے مسیح کے ذریعے ہلاک کرے گا اس لیے اس مردود کو حضرت مہدی قتل نہ کریں گے کہ اس کام کے لیے حضرت مسیح منتخب ہوچکے ہیں۔

۵؎ مہرودتین تثنیہ ہے مہرودۃ بمعنی زرد رنگا ہوا یعنی آپ کے جسم شریف پر گیرو یا زعفران سے رنگے ہوئے دو کپڑے ہوں گے تہبند چادر

وَاضِعًا كَفَّيْهِ عَلٰى اَجْنِحَةِ مَلَكَيْنِ اِذَا طَاْطَاَ رَاْسَهٗ قَطَرَ وَاِذَا رَفَعَهٗ تَحَدَّرَ مِنْهُ مِثْلُ
جُمَانٍ كَاللُّؤْلُؤِ فَلَا يَحِلُّ لِكَافِرٍ يَجِدُ مِنْ رِيْحِ نَفَسِهٖ اِلَّا مَاتَ وَنَفَسُهٗ يَنْتَهِيْ
حَيْثُ يَنْتَهِيْ طَرْفُهٗ فَيَطْلُبُهٗ حَتّٰى يُدْرِكَهٗ بِبَابِ لُدٍّ فَيَقْتُلُهٗ ثُمَّ يَاْتِيْ عِيْسٰى
قَوْمٌ قَدْ عَصَمَهُمُ اللّٰهُ مِنْهُ فَيَمْسَحُ عَنْ وُجُوْهِهِمْ وَيُحَدِّثُهُمْ بِدَرَجَاتِهِمْ فِي
الْجَنَّةِ فَبَيْنَمَا هُوَ كَذٰلِكَ اِذْ اَوْحَى اللّٰهُ اِلٰى عِيْسٰى اِنِّيْ قَدْ اَخْرَجْتُ عِبَادًا

اپنے ہاتھ دو فرشتوں کے پروں پر رکھے ہوئے جب اپنا سر جھکائیں گے تو قطرے ٹپکیں گے اور جب اٹھائیں گے تو اس سے قطرے ٹپکیں گے موتیوں کی طرح ۱؎ پھر کسی کافر کو ممکن نہ ہوگا کہ آپ کی سانس پائے مگر مر جاوے گا اور آپ کی سانس وہاں تک پہنچے گی ۲؎ جہاں تک آپ کی نظر جاوے گی آپ اسے تلاش کریں گے یہاں تک کہ اسے باب لد میں پائیں گے ۳؎ تو قتل کردیں گے پھر حضرت عیسیٰ کے پاس وہ قوم آوے گی جنہیں اللہ نے دجال سے محفوظ رکھا تو آپ ان کے چہرے صاف فرمائیں گے اور انہیں ان کے جنتی درجات کی خبر دیں گے ۴؎ وہ اس طرح ہوں گے کہ حضرت عیسیٰ کو رب تعالیٰ وحی کرے گا کہ میں نے اپنے بندے

۱؎ جمان گھنگرو کے دانہ یا موتی کی طرح گول قطرے جو نہایت صاف شفاف و سفید ہوں۔ آپ خود نہایت حسین ہوں گے آپ کا یہ پسینہ نہایت پاکیزہ و خوشبودار ہوگا۔

۲؎ بعض شارحین نے فرمایا کہ نفس سے مراد سانس نہیں بلکہ دم کرنا ہے یعنی آپ جب دم کرنے کی نیت سے پھونک لگائیں گے تو آپ کا دم تا حد نظر پہنچے گا اور جس کافر کو لگے گا وہ مرے گا اللہ کی شان ہے کہ پہلے اسی دم سے مردے زندہ ہوتے تھے۔ اور اب زندہ کافر مردہ ہوں گے۔ یاجوج و ماجوج کفار پر آپ کوئی دم ہی نہیں کریں گے کیونکہ ان کی موت اور طرح سے واقع کرتا ہے بعض نے فرمایا کہ نفس سے مراد سانس ہی ہے۔

۳؎ لد بیت المقدس کی قریب ایک بستی ہے اس بستی کے دروازے میں گھستے ہوئے اسے پائیں گے کہ وہ وہاں داخل ہو رہا ہوگا اسے دروازہ پر ہی قتل کردیں گے اندر داخل نہ ہونے دیں گے۔ جیسے شداد اپنی جنت کے دروازے پر ہی قتل کردیا گیا۔

۴؎ یعنی ان مومنین کے چہرے جو گرد و غبار سے اٹے ہوں گے جیسا کہ عام غرباء فقراء کا حال ہوتا ہے اسے خود حضرت مسیح اپنے ہاتھ شریف سے صاف کریں گے یا محبت و کرم سے ان کے چہروں پر ہاتھ پھیریں گے مگر پہلے معنی قوی ہیں جیسا کہ عن وجوھھم فرمانے سے معلوم ہو رہا ہے آپ غبار صاف فرماتے جائیں گے اور انہیں جنت کی بلکہ وہاں کے درجات کی خبر دیتے جائیں گے۔

لَا یَدَانِ لِاَحَدٍ بِقِتَالِهِمْ فَحَرِّزْ عِبَادِیْ اِلَی الطُّوْرِ وَیَبْعَثُ اللّٰهُ یَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ وَهُمْ مِّنْ کُلِّ حَدَبٍ یَّنْسِلُوْنَ فَیَمُرُّ اَوَائِلُهُمْ عَلٰی بُحَیْرَةِ طَبَرِیَّةَ فَیَشْرَبُوْنَ مَا فِیْهَا وَیَمُرُّ اٰخِرُهُمْ فَیَقُوْلُ لَقَدْ کَانَ بِهٰذِهٖ مَرَّةً مَّآءٌ ثُمَّ یَسِیْرُوْنَ حَتّٰی یَنْتَهُوْا اِلٰی جَبَلِ الْخَمَرِ وَهُوَ جَبَلُ بَیْتِ الْمَقْدِسِ فَیَقُوْلُوْنَ لَقَدْ قَتَلْنَا مَنْ فِی الْاَرْضِ هَلُمَّ فَلْنَقْتُلْ مَنْ فِی السَّمَآءِ فَیَرْمُوْنَ بِنُشَّابِهِمْ اِلَی السَّمَآءِ فَیَرُدُّ اللّٰهُ

نکالے ہیں جن میں لڑنے کی کسی میں طاقت نہیں تو میرے بندوں کو طور کی طرف لے جاؤ[1] اور اللہ یاجوج ماجوج کو بھیجے گا جو ہر ٹیلے سے دوڑتے آئیں گے[2] تو ان کی اگلی جماعت بحیرہ طبریہ پر گزرے گی اس کا سارا پانی پی جاوے گی[3] ان کی آخری جماعت گزرے گی تو کہے گی کہ کبھی یہاں پانی تھا حتی کہ جبل خمر تک پہنچیں گے یہ بیت المقدس کا ایک پہاڑ ہے[4] تو کہیں گے کہ ہم نے زمین والوں کو تو قتل کردیا آؤ آسمان والوں کو قتل کریں[5] تو اپنے تیر آسمان کی طرف چلائیں گے تو اللہ

1 یعنی اے عیسیٰ دجال تو آیا اور ہلاک ہوگیا اب کچھ روز کے لیے ایک بڑی مخلوق یاجوج ماجوج اس زمین پر آرہی ہے۔ جن کی ہلاکت تمہارے ہاتھوں سے نہیں بلکہ تمہاری بددعا سے ہوگی۔ اس لیے یہ زمین خالی کردو طور پہاڑ ان کی شر سے محفوظ رہے گا۔ ان مسلمانوں کو وہاں لے جاؤ یہ ان کو تنبیہ فرما کر بتایا گیا کہ کسی انسان میں دونوں ہاتھوں سے بھی ان کے مقابلہ کی طاقت نہیں۔

2 یعنی جب یاجوج ماجوج کی دیوار ٹوٹے گی تو وہ ہر طرف سے دوڑتے ہوئے اس زمین پر آئیں گے ان کی کثرت سے زمین بھر جاوے گی۔

3 یعنی ان کی کثرت کا یہ حال ہوگا کہ دریا کا سارا پانی ان کا اگلا حصہ ہی پی جاوے گا۔ اور دریا خشک کردے گا بحیرہ تصغیر ہے بحر کی بحیرہ طبریہ شام کے علاقہ میں دس میل لمبا دریا ہے طبریہ ایک بستی کا نام ہے۔ اردن کے علاقہ میں۔ وہاں یہ دریا ہے اس لیے اسے بحیرہ طبریہ کہتے ہیں۔ 4 خمر کے معنی ہیں چھپانا ڈھانپنا اسی سے ہے خمار دوپٹہ چونکہ وہ پہاڑ بہت سرسبز ہے کہ اس کی پوری زمین سبزہ اور درختوں سے چھپی ہوئی ہے۔ اس لیے اسے جبل خمر کہتے ہیں یعنی سبزہ سے ڈھکا ہوا پہاڑ (لمعات مرقات)

5 اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان تو طور پہاڑ میں محفوظ ہو چکے ہوں گے مگر زمین پر کفار رہتے ہوں گے یعنی دجال کو مان لینے والے وہ یاجوج ماجوج کے ہاتھوں مارے جائیں گے حتی کہ زمین میں ان میں سے کوئی نہ بچے گا اس لیے یہ یاجوج ماجوج کہیں گے کہ زمین والوں کو تو ہم مار چکے آؤ آسمان والے فرشتوں کو بھی ماریں تاکہ دنیا میں ہم ہی رہیں ہمارے سوا کوئی نہ رہے۔

عَلَيْهِمْ نُشَّابُهُمْ مَخْضُوبَةً دَمًا وَيُحْصَرُ نَبِيُّ اللهِ وَأَصْحَابُهُ حَتّٰى يَكُونَ رَأْسُ الثَّوْرِ لِأَحَدِهِمْ خَيْرًا مِنْ مِائَةِ دِينَارٍ لِأَحَدِكُمُ الْيَوْمَ فَيَرْغَبُ نَبِيُّ اللهِ عِيسٰى وَأَصْحَابُهُ فَيُرْسِلُ اللهُ عَلَيْهِمُ النَّغَفَ فِي رِقَابِهِمْ فَيُصْبِحُونَ فَرْسٰى كَمَوْتِ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ ثُمَّ يَهْبِطُ نَبِيُّ اللهِ عِيسٰى وَأَصْحَابُهُ إِلٰى

ان کے تیر خون سے رنگین لوٹائے گا ۱؎ اور اللہ کے نبی اور ان کے ساتھی محصور رہیں گے۔ حتیٰ کہ ان کے لیے بیل کی سری سو اشرفیوں سے بڑھ کر ہوگی ۲؎ جو تمہارے لیے آج ہے تب اللہ کے نبی عیسیٰ اور ان کے ساتھی متوجہ الی اللہ ہوں گے ۳؎ تب اللہ ان یاجوج ماجوج کی گردنوں میں ایک کیڑا پیدا کرے گا تو وہ سب ایک شخص کی موت کی طرح مردہ ہو جائیں گے ۴؎ پھر اللہ کے نبی عیسیٰ اور ان کے ساتھی زمین کی طرف

۱؎ ممکن ہے کہ یہ تیر چڑیوں کے لگے۔ ان کے خون میں بھیگ کر لوٹیں اس میں اشارۃً یہ فرمایا کہ یاجوج ماجوج کا فساد صرف زمین میں نہ ہوگا بلکہ فضا میں بھی ہوگا۔

۲؎ چونکہ اس زمانہ میں مسلمان صرف کوہ طور پر رہیں گے کہیں جا نہ سکیں گے اس ہی لیے باہر سے مال کی درآمد بند ہوگی لہٰذا قحط بہت پڑ جاوے گا اور باوجودیکہ وہ علاقہ بہت سرسبز شاداب ہے۔ پھر گرانی کا یہ حال ہوگا کہ جو قدر آج سو دینار کی ہے اس سے زیادہ قدر و قیمت گائے کی ایک سری کی ہوگی۔ مسلمانوں پر یہ زمانہ بہت تنگی کا گزرے گا۔ جب گائے کی سری کی یہ قیمت ہوگی تو باقی گوشت کی قیمت کا اندازہ لگا لو سری بہت سستی ہوتی ہے۔

۳؎ اس طرح کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قوم یاجوج ماجوج کی ہلاکت کی دعا کریں گے مومنین آمین کہیں گے نبی اللہ فرما کر یہ بتایا گیا کہ اس وقت بھی عیسیٰ علیہ السلام نبی ہوں گے نبوت کے منسوخ ہونے سے ان کے احکام بندوں پر جاری نہیں ہوتے مگر ان کا درجہ عند اللہ وہی رہتا ہے اس سے بڑھ کر بات یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام جناب خضر کے پاس گئے تو ان کی نبوت منسوخ نہ ہوئی تھی مگر وہاں آپ نبوت کی شان سے نہ گئے تھے نہ حضرت خضر پر توریت کے احکام جاری فرمائے تو جب دین مصطفوی میں عیسیٰ علیہ السلام آویں گے تو قرآنی احکام ہوتے ہوئے اپنے منسوخ شریعت کے احکام کیسے جاری کریں گے مرزائیوں کو اس میں غور کرنا چاہیے۔

۴؎ یعنی ایک آن کی آن میں سب ہلاک ہو جائیں گے۔ انہیں مرتے ہوئے ایک ساعت بھی نہ لگے گی۔ یہ پتہ نہ لگا کہ یہ لوگ زمین میں کتنے دن رہیں گے۔

الْاَرْضَ فَلَا یَجِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ مَوْضِعَ شِبْرٍ اِلَّا مَلَاَهٗ زَهَمُهُمْ وَنَتْنُهُمْ فَیَرْغَبُ نَبِیُّ اللّٰهِ عِیْسٰی وَاَصْحَابُهٗ اِلَی اللّٰهِ فَیُرْسِلُ اللّٰهُ طَیْرًا کَاَعْنَاقِ الْبُخْتِ فَتَحْمِلُهُمْ فَتَطْرَحُهُمْ حَیْثُ شَآءَ اللّٰهُ وَفِیْ رِوَایَةٍ تَطْرَحُهُمْ بِالنَّهْبَلِ وَیَسْتَوْقِدُ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ قِسِیِّهِمْ وَنُشَّابِهِمْ وَجِعَابِهِمْ سَبْعَ سِنِیْنَ ثُمَّ یُرْسِلُ اللّٰهُ

اتریں گے تو زمین میں بالشت بھر زمین ایسی نہ پائیں گے جو ان کی لاشوں اور بدبو نے نہ بھر دی ہو[1] تب اللہ کے نبی عیسیٰ اور ان کے ساتھی اللہ تعالٰی سے دعا کریں گے تو اللہ تعالٰی پرندے بھیجے گا[2] اونٹ کی گردنوں کی طرح وہ انہیں اٹھا کر جہاں اللہ چاہے گا پھینک دیں گے[3] اور ایک روایت میں ہے کہ انہیں نہبل میں پھینک دیں گے[4] اور مسلمان ان کی کمانیں ان کے کمانوں ان کے تیر اور ترکش سات سال تک جلائیں گے[5] پھر اللہ تعالٰی

[1] یعنی تمام روئے زمین ان مردودوں کی لاشوں اور بدبو سے بھرا ہوگا، مسلمان اس قید سے نکل تو آئیں گے مگر اس مصیبت سے زمین میں کاروبار تو کیا چل پھر بھی نہ سکیں گے۔

[2] حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا اور مسلمانوں کی آمین پر یہ پرندے رب تعالٰی بھیجے گا۔ جو تعداد میں بے شمار ہوں گے۔ جسامت میں بہت بڑے اور طاقت ور کہ ایک پرندہ یاجوج کی لاش اٹھالے گا۔ کہاں سے آئیں گے اور کہاں غائب ہوجائیں گے یہ رب جانے ٹڈی دل ہم نے آتے دیکھا ہے نہ معلوم کہاں سے آتا ہے اور پھر کہاں غائب ہوجاتا ہے۔ ان پرندوں کی شکل بختی اونٹوں کی گردنوں سے ملتی ہوگی۔

[3] یہ بھی رب تعالٰی کی قدرت ہی ہوگی کہ اتنی زیادہ لاشیں جن سے روئے زمین بھری ہوگی۔ نہ معلوم کہاں غائب کردی جائیں گی اس جگہ کا ذکر آگے آرہا ہے۔

[4] نہبل بروزن منبر یعنی بڑا پہاڑ۔ اور یہ ایک بستی کا نام بھی ہے جو بیت المقدس کے قریب ہے۔ غالبًا اس بستی کا یہ نام اس پہاڑ کے نام سے ہے جیسے ہمارے پنجاب میں سانگلہ ہل ایک شہر کا نام ہے۔ اس کے ایک پہاڑ کے نام پر جہلم ایک شہر ہے دریا جہلم کے نام پر۔ اس چھوٹی سی جگہ میں اتنی لاشوں کا سما جانا بھی اللہ تعالٰی کی قدرت ہی سے ہوگا۔

[5] یعنی یاجوج ماجوج تو مر جائیں گے مگر اپنے تیر۔ ترکش۔ کمانیں اتنی بڑی تعداد میں چھوڑ جائیں گے کہ سات سال تک مسلمان انہیں جلا کر اپنے سب کام چلائیں گے مفت کی لکڑی پائیں گے۔

مَطَرًا لَا يَكُنُّ مِنْهُ بَيْتُ مَدَرٍ وَلَا وَبَرٍ فَيَغْسِلُ الْاَرْضَ حَتّٰى يَتْرُكَهَا كَالزَّلَفَةِ ثُمَّ يُقَالُ لِلْاَرْضِ اَنْبِتِيْ ثَمَرَتَكِ وَرُدِّيْ بَرَكَتَكِ فَيَوْمَئِذٍ تَاْكُلُ الْعِصَابَةُ مِنَ الرُّمَّانَةِ وَيَسْتَظِلُّوْنَ بِقِحْفِهَا وَيُبَارَكُ فِي الرِّسْلِ حَتّٰى اَنَّ اللِّقْحَةَ مِنَ الْاِبِلِ لَتَكْفِي الْفِئَامَ مِنَ النَّاسِ وَاللِّقْحَةَ مِنَ الْبَقَرِ لَتَكْفِي الْقَبِيْلَةَ مِنَ النَّاسِ وَاللِّقْحَةُ مِنَ الْغَنَمِ لَتَكْفِي الْفَخِذَ مِنَ النَّاسِ

بارش بھیجے گا جس سے نہ کوئی گھر مٹی کا نہ بچے گا اون کا تو وہ زمین کو دھو دے گی ۱؎ حتی کہ اسے شیشہ کی طرح کر چھوڑے گی ۲؎ پھر زمین سے کہا جاوے گا تو اپنے پھل اگا اور اپنی برکت لوٹا دے تو اس دن ایک انار سے ایک جماعت کھائے گی اور اس کے چھلکے سے سایہ لے گی ۳؎ اور دودھ میں برکت دی جاوے گی حتی کہ تازہ جنی ہوئی اونٹنی لوگوں کی ایک جماعت کو کافی ہوگی اور نئی جنی ہوئی گائے ایک قبیلہ کو کافی ہوگی اور نئی جنی ہوئی بکری لوگوں کے ایک خاندان کو کافی ہوگی ۴؎

۱؎ اس فرمان کا تعلق یاجوج ماجوج کی ہلاکت سے ہے یعنی ان مردودوں کے ہلاک ہو جانے اور ان کی نعشیں پھینک دیئے جانے پر ایک عالمگیر بارش آوے گی۔ یہ مطلب نہیں کہ سات تیر و کمان ترکش چلا چکنے کے بعد بارش آوے گی۔

۲؎ زلقات سے بمعنی صاف آئینہ۔ زلفہ کے اس کے بہت معنی ہیں۔ دھلی زمین۔ صاف تشتری۔ سبز رنگ کا صاف کھرا سیب۔ صاف پتھر۔ صاف کردہ زمین یہاں زلف سے بھی ہو سکتا ہے زلقات سے ہر معنی درست ہیں۔ زلام کے فتح سے

۳؎ یعنی ایک انار اتنا بڑا ہوگا کہ اس کے دانوں سے ایک پوری جماعت شکم سیر ہو جاوے اور اس کا چھلکا پورے چھپر کی طرح ہوگا قحف کھوپڑی کے پیالہ کو کہتے ہیں۔ چونکہ انار کا چھلکا کھوپڑی کی طرح گول اور ڈھلوان ہوتا ہے۔ اس لیے اسے قحف فرمایا گیا۔ کوہ مری اور شملہ کی ایک ہری مرچ میں ڈیڑھ پاؤ قیمہ بھر جاتا ہے۔

۴؎ لقحہ لام کے کسرہ قاف کے سکون سے نوزائیدہ مادہ جانور خواہ اونٹنی ہو یا گائے یا بکری۔ خیال رہے کہ نوزائیدہ کا دودھ کم ہوتا ہے کچھ دن بعد جب خون ڈال دیتی ہیں۔ تب دودھ بڑھتا ہے فرمایا جا رہا ہے کہ جب نوزائیدہ یعنی نئی نئی بیاہی ہوئی مادہ جانوروں کے دودھ میں ایسی برکت و کثرت ہوگی تو سمجھو کہ پرانی ہو کر اس کا دودھ کتنا ہوگا۔ ان احادیث میں تاویل کی ضرورت نہیں ہم نے پہاڑ کے آلو دیکھے ہیں ایک آلو ڈیڑھ سیر بلکہ دو سیر کا۔ آزاد کشمیر کی مولی بہت موٹی، بہت لمبی کہ ایک آدمی ایک مولی اٹھا سکتا ہے۔ رب تعالٰی کی قدرت جانے خیال سے وراء ہے ہم نے مدرسے حج کے موقعہ پر طائف کے انار دیکھے چھوٹے تربوز کے برابر۔ جن کے دانے چھوٹے آلو کے برابر

فَبَيْنَمَا هُمْ كَذٰلِكَ إِذْ بَعَثَ اللّٰهُ رِيْحًا طَيِّبَةً فَتَأْخُذُهُمْ تَحْتَ آبَاطِهِمْ فَتَقْبِضُ رُوْحَ كُلِّ مُؤْمِنٍ وَكُلِّ مُسْلِمٍ وَيَبْقٰى شِرَارُ النَّاسِ يَتَهَارَجُوْنَ فِيْهَا تَهَارُجَ الْحُمُرِ فَعَلَيْهِمْ تَقُوْمُ السَّاعَةُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ إِلَّا الرِّوَايَةَ وَهِيَ قَوْلُهُمْ تَطْرَحُهُمْ بِالنَّهْبَلِ إِلٰى قَوْلِهٖ سَبْعَ سِنِيْنَ رَوَاهَا التِّرْمِذِيُّ

جب کہ وہ اسی حالت میں ہوں گے کہ اللہ ایک خوش گوار ہوا بھیجے گا وہ انہیں ان کی بغلوں کے نیچے لگے گی تو ہر مسلمان ہر مومن کی روح قبض کرے گی ۱؎ اور بدترین لوگ رہ جائیں گے جو زمین میں گدھوں کی جفتی کی طرح زنا کریں گے ۲؎ ان پر قیامت ہوگی (مسلم) سوا دوسری روایت کے اور وہ یہ قول ہے کہ انہیں نہبل میں پھینک دے گی سبع سنین تک ۳؎ (ترمذی)

ایک انار کے شربت سے بوتل بھر جاتی تھی اور جدہ کے تربوز اس زمانہ میں اتنے بڑے دیکھے کہ سبحان اللہ لہذا یہ حدیث بالکل ظاہر پر ہے کسی تاویل کی ضرورت نہیں۔

۱؎ یہاں مسلم و مومن ہم معنی ہیں مسلم مومن کی تفسیر ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بہت عرصہ بعد ہوگا۔ جبکہ دنیا میں پھر کافر پھیل چکے ہوں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں دنیا میں کوئی کافر نہ رہے گا سب مسلمان ہو چکے ہوں گے۔ یا تحقیق کبھی مسلم و مومن میں فرق کیا جاتا ہے کہ ظاہری اطاعت کرنے والا مسلم اور دل سے عقائد اسلامیہ کو ماننے والا مومن۔ یہ ہوا ایک غیبی ہوا ہوگی۔ جو ہر مسلمان کی جان نہایت آسانی سے نکال لے گی۔

۲؎ ہرج بمعنی قتل بھی آتا ہے۔ اور بمعنی زنا بھی یہاں بمعنی زنا ہے۔ ہرج کے لغوی معنی خلط ملط ہوتا ہے۔ خواہ قتل کے لیے خواہ زنا کے لیے عورت و مرد کا اختلاط یہاں دوسرے معنی ہی ہے۔ بعض شارحین نے بمعنی قتل فرمایا ہے مگر پھر گدھوں سے تشبیہ درست نہیں ہوگی۔ گدھا جفتی کے وقت رینکتا ہے۔ جس سے دور تک خبر ہو جاتی ہے۔ اسی لیے یہاں گدھے سے تشبیہ دی نہ کہ دوسرے جانور سے اگرچہ چیل بھی اس وقت چیختی ہے مگر گدھے سے کم اس کی آواز ہوتی ہے۔ لہذا گدھے سے تشبیہ نہایت ہی موزوں ہے۔

۳؎ یعنی اتنی عبارت ترمذی شریف میں ہے مسلم میں نہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَخْرُجُ الدَّجَّالُ فَیَتَوَجَّہُ قِبَلَہٗ رَجُلٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فَیَلْقَاہُ الْمَسَالِحُ مَسَالِحُ الدَّجَّالِ فَیَقُوْلُوْنَ لَہٗ اَیْنَ تَعْمِدُ فَیَقُوْلُ اَعْمِدُ اِلٰی ھٰذَا الَّذِیْ خَرَجَ قَالَ فَیَقُوْلُوْنَ لَہٗ اَوَمَا تُؤْمِنُ بِرَبِّنَا فَیَقُوْلُ مَا بِرَبِّنَا خَفَاءٌ فَیَقُوْلُوْنَ اقْتُلُوْہُ فَیَقُوْلُ بَعْضُھُمْ لِبَعْضٍ اَلَیْسَ نَھَاکُمْ رَبُّکُمْ اَنْ تَقْتُلُوْا اَحَدًا دُوْنَہٗ فَیَنْطَلِقُوْنَ بِہٖ اِلَی الدَّجَّالِ فَاِذَا رَاٰہُ الْمُؤْمِنُ قَالَ یٰۤاَیُّھَا النَّاسُ ھٰذَا الدَّجَّالُ الَّذِیْ ذَکَرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

روایت ہے حضرت ابی سعید خدری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دجال نکلے گا تو اس کی طرف مومنوں سے ایک صاحب متوجہ ہوں گے ۱؎ تو انہیں دجال کے سپاہی ملیں گے ۲؎ وہ ان سے کہیں گے کہ کہاں کا ارادہ کررہے ہو کہیں گے کہ میں اس کی طرف کا ارادہ کررہا ہوں جو نکلا ہے ۳؎ فرمایا وہ لوگ ان سے کہیں گے کیا تم ہمارے رب پر ایمان نہیں رکھتے وہ کہیں گے ہمارے رب میں پوشیدگی نہیں ۴؎ تو یہ لوگ کہیں گے کہ اسے قتل کردو تو ان کے بعض بعض سے کہیں گے کیا تم کو تمہارے رب نے اس کے بغیر قتل کرنے سے منع نہیں کیا ہے ۵؎ تو وہ انہیں دجال کے پاس لے جائیں گے مومن جب اسے دیکھے گا تو کہے گا اے لوگو یہی وہ دجال ہے جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمایا ہے ۶؎

۱؎ یہ صاحب مدینہ سے نکلیں گے۔ غالبًا حضرت خضر علیہ السلام ہوں گے کیونکہ وہ اب تک زندہ ہیں اور زندہ رہیں گے، آپ ہی پر دجال کا زور ختم ہوگا (مرقات) ۲؎ مسالح جمع ہے مسلح کی مسلح کے معنی ہیں ہتھیار رکھنے کی جگہ یعنی ملک کی سرحد پھر سرحد کے باشندے کو مسالح کہنے لگے کہ وہ لوگ ہر وقت ہتھیار بند رہتے ہیں، پھر محافظ سپاہیوں کو مسالح کہنے لگے کہ اکثر سپاہی ہتھیار بند ہوتے ہیں (لمعات۔ مرقات، اشعہ) معلوم ہوا کہ دجال اپنے سپاہی چھوڑے گا جو لوگوں کو اس مردود تک پہنچائیں گے۔

۳؎ آپ کا یہ فرمان نہایت حقارت کے انداز میں ہوگا خروج سے اشارۃً یہ فرمائیں گے کہ دجال راہ حق سے نکلا ہوا ہے ایمان سے ہٹا ہوا ہے۔ ۴؎ یعنی اے بیوقوفو رب تعالٰی کسی سے ڈھکا چھپا نہیں وہ تمام عیوب سے پاک ہے تمام صفات سے موصوف ہے دجال کھاتا پیتا ہے پیشاب پاخانہ کرتا ہے سوتا ہے اور بڑی بات یہ ہے کہ وہ کانا ہے جس میں یہ عیوب ہوں وہ رب کیسا تم اسے رب کیوں مانتے ہو۔

۵؎ خلاصہ یہ ہے کہ دجال کے سپاہیوں میں سے بعض کہیں گے کہ انہیں یہاں ہی قتل کردو بعض کہیں گے کہ نہیں انہیں دجال کے پاس لے چلو۔

۶؎ یعنی یہ صاحب دجال کی صورت اس کی کانی آنکھ کالا منہ دیکھ کر پکاریں گے کہ یہ خدا نہیں بلکہ خدا کا مردود بندہ ہے۔

فَيَأْمُرُ الدَّجَّالُ بِهِ فَيُشَبَّحُ فَيَقُولُ خُذُوهُ وَشُجُّوهُ فَيُوسَعُ ظَهْرُهُ وَبَطْنُهُ ضَرْبًا قَالَ فَيَقُولُ أَوَمَا تُؤْمِنُ بِي قَالَ فَيَقُولُ أَنْتَ الْمَسِيحُ الْكَذَّابُ قَالَ فَيُؤْمَرُ بِهِ فَيُؤْشَرُ بِالْمِنْشَارِ مِنْ مَفْرِقِهِ حَتَّى يُفَرَّقَ بَيْنَ رِجْلَيْهِ قَالَ ثُمَّ يَمْشِي الدَّجَّالُ بَيْنَ الْقِطْعَتَيْنِ ثُمَّ يَقُولُ لَهُ قُمْ فَيَسْتَوِي قَائِمًا ثُمَّ يَقُولُ لَهُ أَتُؤْمِنُ بِي

تب دجال اس کے متعلق حکم دے گا تو انہیں لٹا ڈال دیا جاوے گا کہے گا اسے پکڑو اور زخمی کر دو[1] چنانچہ ان کی پیٹھ اور پیٹ مار کر چوڑے کر دینگے[2] فرمایا وہ کہے گا کیا مجھ پر ایمان نہیں لاتا فرمایا وہ کہیں گے کہ تو جھوٹا مسیح ہے[3] فرمایا پس اس کے متعلق حکم دیا جاوے گا تو آرے سے ان کی مانگ سے چیر دیا جاویگا حتی کہ ان کے پاؤں چیر دیئے جائیں گے[4] فرمایا پھر دجال دو ٹکڑوں کے درمیان چلے گا پھر اس سے کہے گا کھڑا ہو وہ سیدھا کھڑا ہو جاوے گا[5] پھر اس سے کہے گا کیا مجھ پر ایمان

[1] پہلا شبح سے ہے بمعنی چوڑائی میں ڈال دینا یعنی مارنے کے لیے اس سے زمین پر لٹا دینا جسے پنجابی میں کہتے ہیں لما پا دینا دوسرا شجو شج بمعنی زخمی کرنے سے ہے یعنی پہلے انہیں زمین پر لٹا ڈالو پھر انہیں اتنا مارو کہ زخمی ہو جاویں ان دونوں کی اور کئی شرحیں ہیں جو اسی جگہ لمعات میں مذکور ہیں۔

[2] پیٹھ چوڑی کرنا ایک خاص محاورہ ہے یعنی مار مار کر ایسا حال کر دیں گے کہ اگر ان کی پیٹھ لوہے یا سونے چاندی کی ہوتی تو کٹ کٹ کر چوڑی ہو جاتی مقصد یہ ہے کہ بہت ہی ماریں گے مگر وہ اف نہ کریں گے ہر کام اور ہر شخص کا ایک وقت ہوتا ہے حضرت خضر علیہ السلام دجال پر اپنی کرامت یا معجزہ نہ جاری کریں گے کہ ابھی اس کا وقت نہیں ورنہ یہ خضر وہ ہیں جنہوں نے ایک اشارہ سے گرتی دیوار سیدھی کر دی تھی اور ایک انگلی سے بچہ کا سر اکھیڑ کر اسے مار دیا تھا جیسا کہ قرآن میں ہے۔

[3] یعنی تو جھوٹا مسیح ہے جسے سچے مسیح علیہ السلام قتل کریں گے یہ فیصلہ الٰہی ہے ورنہ میں ہی تجھے ہلاک کر دیتا (مرقات)

[4] اللہ اکبر یہ سچا اللہ کی راہ میں مصیبت جھیلنا کہ لکڑی چیرنے کی طرح آرہ سے چر گئے اُف نہ کی لوگ یہ تماشا دیکھ رہے ہوں گے۔

[5] اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ مقابلہ کے وقت کرامت و معجزہ سارے جادو اور استدراج پر غالب رہتا ہے مگر جب مقابلہ نہ ہو تو جادو۔ استدراج وغیرہ ولی نبی پر اثر کر دیتے ہیں دیکھو موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں سارے جادوگر فیل ہو گئے کہ وہاں مقابلہ تھا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو نے اثر کر دیا کہ وہاں مقابلہ نہ تھا بعض انبیاء کرام کو

بِي فَيَقُولُ مَا ازْدَدْتُ فِيكَ إِلَّا بَصِيرَةً قَالَ ثُمَّ يَقُولُ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّهُ لَا يَفْعَلُ بَعْدِي بِأَحَدٍ مِنَ النَّاسِ قَالَ فَيَأْخُذُهُ الدَّجَّالُ لِيَذْبَحَهُ فَيُجْعَلُ مَا بَيْنَ رَقَبَتِهِ إِلَى تَرْقُوَتِهِ نُحَاسًا فَلَا يَسْتَطِيعُ إِلَيْهِ سَبِيلًا قَالَ فَيَأْخُذُ بِيَدَيْهِ وَرِجْلَيْهِ فَيَقْذِفُ بِهِ فَيَحْسِبُ النَّاسُ أَنَّمَا قَذَفَهُ إِلَى النَّارِ وَإِنَّمَا أُلْقِيَ فِي الْجَنَّةِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا أَعْظَمُ النَّاسِ شَهَادَةً

لاتا ہے تو وہ کہے گا تیرے بارے میں میری بصیرت ہی زیادہ ہوئی ۱؎ فرمایا پھر کہینگے اے لوگو یہ میرے بعد اب کسی آدمی سے یہ نہ کرسکے گا ۲؎ فرمایا پھر اسے دجال ذبح کرنے کے لئے پکڑے گا تو اس کی گردن سے گلے تک کے درمیان تانبہ کردیا جاوے گا ۳؎ پھر وہ اس تک راہ پانے کی طاقت نہ رکھے گا فرمایا کہ پھر دجال ان کے ہاتھوں پاؤں کو پکڑے گا اور پھینک دیگا لوگ کہیں گے کہ اسے آگ کی طرف پھینکا مگر وہ جنت میں ڈالا جائے گا ۴؎ پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ شخص رب العالمین کے نزدیک تمام لوگوں

تلوار سے شہید یا زخمی کیا گیا۔ یہاں دوسری صورت ہے۔ دوسرے یہ کہ اگر زندگی باقی ہو جب بھی عارضی موت آسکتی ہے حضرت خضر کی زندگی قریب قیامت تک ہے مگر آج وہ دجال کے ہاتھوں عارضی طور پر شہید کردیئے گئے۔ عیسیٰ علیہ السلام جن مردوں کو زندہ کرتے تھے وہ اپنی زندگی ختم کرکے مرے ہوتے تھے۔ مگر اب دعا سے دوبارہ عمر پاتے تھے۔

۱؎ یعنی تیرا یہ کرشمہ دیکھ کر مجھے تیرے دجال ہونے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کا اور زیادہ یقین ہوگیا پہلے علم الیقین تھا اب عین الیقین ہوگیا۔

۲؎ یعنی اس کی شعبدہ بازیاں ختم ہوگئیں اب یہ کسی کو مار کر زندہ نہ کرسکے گا۔ مجھ پر اس کا زور ختم ہوا اور میرے بعد اس کا شور ختم ہوجائے گا یہ مرکر گمنام ہوجائے گا۔

۳؎ یعنی ذبح کے وقت جہاں چھری چلائی جاتی ہے وہاں یا تو بعینہٖ تانبہ کی تختی ہوجائے گی یا یہ جگہ تانبہ کی طرح سخت کردی جائے گی جس پر چھری نہ چل سکے گی۔ اور دجال یا اس کے سپاہی ان بزرگ کو ذبح نہیں کرسکیں گے۔

۴؎ اس جنت و آگ کی تحقیق ابھی کچھ پہلے کی جاچکی ہے یعنی دجال اپنی شرمندگی مٹانے کے لیے ان بزرگ کو اپنی خود ساختہ آگ میں ڈالیگا دیکھنے میں آگ ہوگی۔ مگر نار نمرود کی طرح درحقیقت نہایت آرام دہ باغ ہوگا۔

عِنْدَ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ رَوَاہُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اُمِّ شَرِیْكٍ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیَفِرَّنَّ النَّاسُ مِنَ الدَّجَّالِ حَتّٰی یَلْحَقُوْا بِالْجِبَالِ قَالَتْ اُمُّ شَرِیْكٍ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ فَاَیْنَ الْعَرَبُ یَوْمَئِذٍ قَالَ ھُمْ قَلِیْلٌ رَوَاہُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اَنَسٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

میں بڑی شہادت والا ہوگا[۱] (مسلم) روایت ہے حضرت ام شریک سے[۲] فرماتی ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ لوگ دجال سے بھاگیں گے حتیّٰ کہ پہاڑوں میں جا پہونچیں گے[۳] ام شریک فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ تو اس دن عرب کہاں ہوں گے فرمایا وہ تھوڑے ہوں گے[۴] (مسلم) روایت ہے حضرت انس سے وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

[۱] یعنی یہ صاحب اس زمانہ کے تمام شہید مسلمانوں میں اول درجہ کے شہید ہوں گے کیونکہ ایک بار تو آرہ سے چیرے گئے پھر دوبارہ قتل و ذبح کے لیے لٹائے گئے پھر ظاہری آگ میں پھینکے گئے ان سب کے سوا ایسے موقعہ پر نہایت جرأت و ہمت سے مردانہ وار دجال کے مقابل ہو کر سینکڑوں کے ایمان کو بچا گئے اور ظاہر ہے کہ جیسے کارنامے جیسی تکالیف ویسا درجہ اس الناس میں حضرات شہداء احد۔ بدر و حنین یا شہداء کربلا داخل نہیں کہ ان کے درجہ تک کوئی مسلمان تا قیامت نہیں پہنچ سکتا۔ لہٰذا حدیث واضح ہے اس پر یہ اعتراض نہیں کہ سید الشہداء تو حضرت حمزہ یا شہداء کے بڑا امام حسین ہیں اور ہو سکتا ہے کہ یہ درجہ ان کی نبوت کی وجہ سے سب سے بڑھ جاوے کہ نبی کا عمل غیر نبی کے عمل سے زیادہ درجہ رکھتا ہے۔

[۲] ام شریک دو ہیں ایک ام شریک انصاریہ صحابیہ دوسری ام شریک قرشیہ عامریہ یہاں ام شریک قرشیہ مراد ہیں اور جن ام شریک کے پاس فاطمہ بنت قیس کو عدت گزارنے کا حکم دیا گیا تھا۔ وہ ام شریک انصاریہ تھیں (اشعہ)

[۳] یعنی احتیاط والے مسلمان اپنا دین بچانے کے لیے بستیوں بلکہ جنگلوں میں نہ ٹھہریں گے کیوں کہ اس زمانہ میں کوئی جگہ اس کے شر سے محفوظ نہ ہوگی۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کی تعریف فرماتے ہوئے یہ فرما رہے ہیں۔ معلوم ہوا کہ فتنہ کے زمانہ میں بستیاں چھوڑ کر گوشہ نشین ہو جانا چاہیے کہ اس میں دین کی بڑی حفاظت ہے۔

[۴] جناب ام شریک نے پوچھا کہ عرب تو بڑے بہادر ہیں۔ یہ لوگ دجال پر جہاد کیوں نہ کریں گے فرمایا کہ اس وقت عرب اتنے تھوڑے ہوں گے کہ جہاد کرنے پر قادر نہ ہوں گے معلوم ہوا کہ جہاد کے لیے قدرت شرط ہے۔

۱۱ يَتْبَعُ الدَّجَّالَ مِنْ يَهُوْدِ اَصْفَهَانَ سَبْعُوْنَ اَلْفًا عَلَيْهِمُ الطَّيَالِسَةُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ
وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَاْتِی
الدَّجَّالُ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْهِ اَنْ يَّدْخُلَ نِقَابَ الْمَدِيْنَةِ فَيَنْزِلُ بَعْضَ السِّبَاخِ
الَّتِیْ تَلِی الْمَدِيْنَةَ فَيَخْرُجُ اِلَيْهِ رَجُلٌ وَهُوَ خَيْرُ النَّاسِ اَوْ مِنْ خِيَارِ النَّاسِ
فَيَقُوْلُ اَشْهَدُ اَنَّكَ الدَّجَّالُ

سے راوی فرمایا کہ اصفہان کے یہودیوں سے ستر ہزار آدمی دجال کی پیروی کرلیں گے ۱ جن پر طیلسان لباس ہوگا ۲ (مسلم) روایت ہے حضرت ابو سعید خدری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ دجال آوے گا حالانکہ اس کو مدینہ کے راستوں میں داخلہ ناممکن ہوگا ۳ تو بعض کھاری زمینوں میں جو مدینہ سے متصل ہیں ہاں اترے گا ۴ تو اسکی طرف ایک شخص نکلے گا جو لوگوں میں بہترین یا لوگوں میں سے بہترین ہوگا ۵ وہ کہے گا میں گواہی دیتا ہوں کہ تو وہ ہی دجال ہے

۱ معلوم ہوا کہ اس زمانہ میں یہود شہر اصفہان میں کثرت سے ہوں گے اصفہان ایران کا مشہور شہر ہے میں نے وہاں کی سیر کی ہے یہاں بھی دجال کا زور زیادہ ہوگا اور دجال کے پہلے مددگار و معاون یہود ہوں گے بعض نے کہا کہ دجال خود یہود میں سے ہوگا۔

۲ طیالسہ جمع ہے طیلسان کی جو معرب ہے تالسان کا تالسان وہ خاص رومال ہے جس سے سر اور کندھا ڈھکا جاتا ہے یا کوئی اور خاص لباس طیلسان پہننے سے ممانعت بھی آئی ہے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا پہننا بھی ثابت ہے جب تک یہ یہود کا نشان خاص رہا ممنوع رہا جب اس کا رواج عام ہوگیا تب حضور نے پہنا تمام لباسوں کا یہ ہی حال کہ جو کفار کی علامت ہوں ان سے بچے اور جب علامت نہ رہیں مشترک بن جاویں تو جائز ہیں (مرقات)

۳ نقاب جمع ہے نقب کی بمعنی پہاڑی راستہ جو پہاڑ میں جاتے اب ہر راستہ کو نقب کہتے ہیں یہاں اسی معنی میں ہے یعنی باہر سے جتنے راستے مدینہ منورہ میں آتے ہیں ان سب پر کنارہ مدینہ منورہ پر فرشتے ہوں گے جو دجال کو مدینہ مطہرہ میں داخل ہونے سے روکیں گے وہ ہی یہاں مراد ہے وہ مردود مدینہ منورہ کے باہر جو زمین شورہ ہے وہاں قیام کرے گا۔

۴ عام شارحین نے فرمایا کہ وہ خضر علیہ السلام ہوں گے جو دجال کا مقابلہ کرنے نکلیں گے وہ زندہ ہیں اور تا قیامت زندہ رہیں گے اس زمانہ میں مدینہ منورہ میں ہوں گے آپ دجال کے ہاتھوں دکھ اٹھائیں گے مگر اسے بے نقاب فرمادیں گے اس کی جھوٹی الوہیت کی قلعی انہیں کے ہاتھوں کھلے گی۔ ... ہوگی اس وقت آپ اسلام کے مبلغ اعظم ہوں گے اور سب کو نظر آئیں گے سب انہیں پہچانیں گے جن سے گفتگو کریں گے۔

الَّذِیْ حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَدِیْثَهٗ فَیَقُوْلُ الدَّجَّالُ اَرَاَیْتُمْ اِنْ قَتَلْتُ هٰذَا ثُمَّ اَحْیَیْتُهٗ هَلْ تَشُکُّوْنَ فِی الْاَمْرِ فَیَقُوْلُوْنَ لَا فَیَقْتُلُهٗ ثُمَّ یُحْیِیْهِ فَیَقُوْلُ وَاللّٰهِ مَا کُنْتُ فِیْكَ اَشَدَّ بَصِیْرَةً مِّنِّی الْیَوْمَ فَیُرِیْدُ الدَّجَّالُ اَنْ یَّقْتُلَهٗ فَلَا یُسَلَّطُ عَلَیْهِ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ یَاْتِی الْمَسِیْحُ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ وَهِمَّتُهُ الْمَدِیْنَةُ حَتّٰی یَنْزِلَ دُبُرَ اُحُدٍ ثُمَّ

جس کی خبر ہم کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دی تھی تو دجال کہے گا کہ بتاؤ تو اگر میں اسے قتل کردوں پھر زندہ کردوں تو کیا تم اس میں کچھ شک کرو گے لہ وہ لوگ کہیں گے کہ نہیں تو وہ اس شخص کو قتل کرے گا پھر زندہ کریگا تب وہ کہے گا واللہ کہ اب سے پہلے تیرے متعلق زیادہ مجھ بوجھ والا نہ تھا لہ پھر دجال اسے قتل کرنا چاہیگا تو اس پر قابو نہ دیا جاوے گا ۳ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا کہ مسیح دجال مشرق کی طرف سے آوے گا اس کا ارادہ مدینہ منورہ کا ہوگا ۴ حتی کہ احد کے پیچھے اترے گا پھر

۱ دجال اپنے ماننے والوں سے یہ خطاب کرے گا نوجوان بزرگ سے یہ خطاب نہ کرے گا کہ وہ جانتا ہے کہ یہ بزرگ تو مجھے مانیں گے نہیں اسے خطرہ تھا کہ شاید ان بزرگ کی تقریر سے میرے ماننے والوں کے دلوں میں میری طرف سے کچھ شک ہوگیا اس لیے ان سے یہ کہے گا۔ اس زبان حال کے اور کئی مطلب کیے گئے ہیں مگر یہ مطلب قوی ہے کہ اس میں خطاب اس کے معتقد یہودیوں سے ہے نہ کہ مومنین سے

۲ یعنی دجال کا ذہونے کا جتنا یقین مجھے اب ہوگیا اتنا پہلے نہ تھا کہ پہلے مجھے تیرے متعلق عین الیقین تھا دیکھ کر اب حق الیقین ہوگیا آزما کر۔ ۳ یعنی اب جوان بزرگ کو ذبح کرنے جانے کا تو نہ کر سکے گا کیونکہ ان کی گردن میں تانبہ یا پیتل ہوجائے گا جو چھری سے کٹ نہ سکے گا اور آج اس وقت سے اس کی شعبدہ بازیاں ختم ہوجائیں گی اس کا زوال شروع ہوجائے گا۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں اس کی لاش گلیوں میں پھرے گی جیسے کتے کماتے ہوں گے اللہ سچا اس کے نبی سچے (مرقات)

۴ پہلے گذر چکا کہ دجال خراسان سے نکلے گا اور خراسان مدینہ منورہ سے جانب مشرق ہے وہ مدینہ منورہ کے ارادے سے اتنا دراز سفر طے کرے گا مگر یہاں داخل نہ ہو سکے گا کہ یہاں سید الابرار آرام فرما ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

تُصْرَفُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَجْهَهٗ قِبَلَ الشَّامِ وَهُنَالِكَ يَهْلِكُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ اَبِیْ بَكْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَدْخُلُ الْمَدِيْنَةَ رُعْبُ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ لَهَا يَوْمَئِذٍ سَبْعَةُ اَبْوَابٍ عَلٰى كُلِّ بَابٍ مَلَكَانِ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ وَعَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ قَالَتْ سَمِعْتُ مُنَادِیَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فرشتے اس کا منہ شام کی طرف پھیر دیں گے اور وہاں ہی ہلاک ہوگا ۱ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوبکرہ سے وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا مدینہ منورہ میں مسیح دجال کا رعب نہ داخل ہوگا ۲ اس دن اس کے سات دروازے ہوں گے ہر دروازے پر دو فرشتے ہوں گے ۳ (بخاری) روایت ہے جناب فاطمہ بنت قیس سے کہ فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ایلچی کو سنا

۱ پہلے گزر چکا کہ دجال باب لد میں مارا جائے گا اور باب لد دمشق کے قریب ایک بستی ہوگی اور دمشق ملک شام میں ہے اسے وہاں موت لے جائے گی۔

۲ یعنی ساری دنیا کے بڑے شہروں میں وہ خود داخل ہوگا اور چھوٹی بستیوں میں اس کے مبلغ اس کی دہشتناک خبریں پہنچائیں گے جس سے لوگ ڈر کر یا لالچ سے اسے رب مان لیں گے مگر مدینہ منورہ وہ محفوظ و مامون شہر ہوگا۔ جہاں نہ دجال آئے نہ اس کا رعب یہاں کے لوگ بالکل محفوظ اور مطمئن ہوں گے یہ ہی امن و امان مکہ معظمہ میں ہوگا۔ زمین مدینہ میں نہ طاعون داخل ہو نہ اور کوئی وبائی بیماری نہ دجال وغیرہ۔

۳ دروازوں سے مراد یا تو راستے ہیں یا خود یہ ہی معروف دروازے یعنی اس دن مدینہ منورہ میں اردگرد چہار دیواری ہوگی اور دیوار میں سات دروازے ہوں گے اب بھی مدینہ منورہ کے اردگرد کہیں یہ چہار دیواری دیکھی جاتی ہے۔ غالبًا اس زمانہ میں یہ چہار دیواری مکمل ہوگی جس میں یہ دروازے ہوں گے ہر دروازے پر دو فرشتے ان فرشتوں میں جبریل امین بھی ہوں گے وہ جو مشہور ہے کہ حضور کی وفات کے بعد حضرت جبریل زمین پر نہ آئیں گے بالکل غلط ہے۔ طبرانی میں ہے کہ جو مومن وضو پر مرے اس کے نزع کے وقت اس کے پاس جبریل امین آتے ہیں۔ (مرقات)

۴ آپ قرشیہ فہریہ ہیں یعنی فہر بن مالک ابن نضر کی اولاد سے ہیں ضحاک ابن قیس کی بہن ہیں مہاجرین اولین میں سے ہیں صاحب جمال و عقل تھیں پہلے عمرو ابن مغیرہ کے نکاح میں تھیں ان کے طلاق کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ ابن زید سے نکاح کردیا۔

يُنَادِي الصَّلٰوةُ جَامِعَةٌ فَخَرَجْتُ اِلَى الْمَسْجِدِ فَصَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَلَمَّا قَضٰى صَلٰوتَهٗ جَلَسَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَهُوَ يَضْحَكُ فَقَالَ لِيَلْزَمْ كُلُّ اِنْسَانٍ
مُصَلَّاهُ ثُمَّ قَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ لِمَ جَمَعْتُكُمْ قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ اِنِّيْ وَاللّٰهِ
مَا جَمَعْتُكُمْ لِرَغْبَةٍ وَّلَا لِرَهْبَةٍ وَّلٰكِنْ جَمَعْتُكُمْ لِاَنَّ تَمِيْمًا الدَّارِيَّ كَانَ رَجُلًا
نَصْرَانِيًّا فَجَآءَ وَاَسْلَمَ وَحَدَّثَنِيْ

جو اعلان کر رہا تھا کہ نماز تیار ہے تو میں مسجد کی طرف گئی میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی ۱؎ تو جب حضور نے نماز پوری کر لی تو منبر پہ جلوہ افروز ہوئے حالانکہ حضور ہنس رہے تھے ۲؎ فرمایا ہر شخص اپنے نماز کی جگہ رہے ۳؎ پھر فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ ہم نے تم کو کیوں جمع فرمایا ہے سب نے عرض کی اللہ رسول ہی جانیں فرمایا واللہ ہم نے تم کو بشارت دینے اور ڈرانے کے لئے جمع نہیں فرمایا ۴؎ لیکن اس لیے جمع فرمایا ہے کہ تمیم داری ایک عیسائی آدمی تھا وہ آیا اور مسلمان ہو گیا ۵؎ اور اس نے ہم کو ایسی خبر دی

۱؎ جب کبھی کوئی اہم مشورہ یا ضروری کام ہوتا تو نماز کے بعد مسجد میں کیا جاتا تھا اس موقعہ پر اعلان ہوتا تھا کہ سب لوگ فلاں نماز مسجد نبوی میں ادا کریں۔ لوگ اہتمام سے آجاتے تھے یہ ہی مراد یہاں ہے لہذا حدیث ظاہر ہے۔

۲؎ یہاں ہنسنا بمعنی تبسم فرمانا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ساری عمر شریف میں کبھی ٹھٹھا مار کر نہ ہنسے ہاں تبسم بہت فرماتے تھے۔ شعر

جس کی تسکین سے روتے ہوئے ہنس پڑیں   اس تبسم کی عادت پہ لاکھوں سلام

۳؎ یعنی کوئی صاحب نہ ہٹے نہ اٹھے ہمارا کلام وہاں ہی بیٹھے سنے جہاں اس نے نماز پڑھی ہے۔

۴؎ یعنی نہ تو کوئی رحمت کی آیت نازل ہوئی ہے نہ عذاب کی آیت جسے سنانے کے لیے میں نے تم لوگوں کو جمع کیا ہو نہ مال غنیمت کہیں سے آیا ہے جو تم میں تقسیم کرنا ہے نہ دشمن کے مقابلہ کے لیے تم کو کہیں بھیجنا ہے آج تو ایک نئی بات ہی سنانا ہے۔

۵؎ حضرت تمیم ابن اوس مشہور صحابی ہیں قبیلہ بنی عبدالدار سے ہیں دار ایک بت کا نام تھا اس نسبت سے ان کے مورث اعلیٰ کا نام عبدالدار تھا آپ بڑے عابد و زاہد شب زندہ دار تھے اولاً مدینہ منورہ میں رہے حضرت عثمان کی شہادت کے بعد شام میں قیام پذیر ہوئے وہاں ہی آپ کا مزار ہے مسجد نبوی شریف میں سب سے پہلے چراغ جلانیوالے بلکہ چراغاں کرنے والے آپ ہی ہیں اولاً آپ عیسائی تھے پھر یہ واقعہ دیکھ کر

حَدِیْثًا وَافَقَ الَّذِیْ کُنْتُ اُحَدِّثُکُمْ بِہٖ عَنِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ حَدَّثَنِیْ اَنَّہٗ رَکِبَ فِیْ سَفِیْنَۃٍ بَحْرِیَّۃٍ مَعَ ثَلٰثِیْنَ رَجُلًا مِّنْ لَخْمٍ وَّجُذَامَ فَلَعِبَ بِہِمُ الْمَوْجُ شَہْرًا فِی الْبَحْرِ ثُمَّ اَرْفَؤُا اِلٰی جَزِیْرَۃٍ حِیْنَ تَغْرُبُ الشَّمْسُ فَجَلَسُوْا فِیْ اَقْرُبِ السَّفِیْنَۃِ فَدَخَلُوا الْجَزِیْرَۃَ فَلَقِیَتْہُمْ دَابَّۃٌ اَھْلَبُ کَثِیْرُ الشَّعْرِ لَا یَدْرُوْنَ مَا قُبُلُہٗ مِنْ دُبُرِہٖ

جو اس کے موافق ہے جو ہم تم کو مسیح دجال کے متعلق بتایا کرتے تھے [1] اس نے ہم کو خبر دی کہ وہ قبیلہ لخم اور جذام کے تیس آدمیوں کے ساتھ دریائی جہاز میں سوار ہوئے [2] تو انہیں ایک ماہ تک موج سمندر میں کھلاتی رہی [3] پھر وہ مغرب کی طرف جزیرہ کے قریب پہنچے پھر وہ چھوٹی کشتی میں بیٹھے جزیرہ میں داخل ہوئے [4] تو انہیں ایک بہت زیادہ اور موٹے بالوں والا جانور ملا [5] کہ بالوں کی زیادتی کی وجہ سے

جو یہاں مذکور ہے حضور کے ہاتھ پر ایمان لائے (اکمال) آپ ۹ھ میں ایمان لائے بڑے پایہ کے صحابی ہیں رضی اللہ عنہ۔

[1] یعنی ہماری خبر کی آنکھوں دیکھی تصدیق سن لو غالبًا حضرت تمیم داری اس مجمع میں موجود تھے۔ حضور نے ان کی موجودگی میں یہ سب کچھ سنایا۔

[2] سفینہ بریہ یعنی ریت کا جہاز اونٹ کو کہتے ہیں اور سفینہ بحریہ یعنی سمندری جہاز بڑی کشتی کو نیز چھوٹی کشتی کو جو نہروں وغیرہ میں چلے زورق کہتے ہیں بڑی کشتی کو سفینہ بحریہ۔ لخم یمن کا ایک قبیلہ ہے اور جذام رح کے پیش سے نجد کا ایک قبیلہ ہے (اشعہ، مرقات)

[3] بے فائدہ کام کو لعب کہتے ہیں چونکہ دریا میں اتنے روز تک مارے مارے پھرنا بے فائدہ تھا اس لیے اسے لعب فرمایا۔

[4] معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں بڑی کشتیوں کے اندر اس کے ساتھ چھوٹی کشتیاں رہتی تھیں، بڑی کشتی گہرے پانی میں رہتی تھی اور چھوٹی کشتی سے کنارہ تک آتے تھے اقرب جمع قارب کی یعنی چھوٹی کشتی یہ جمع شاذ ہے فاعل کی جمع افعل کے وزن پر نہیں آتی الا شاذًا خلاصہ یہ ہے کہ جب ان لوگوں نے ایک ماہ کے بعد زمین دیکھی تو غنیمت سمجھ کر وہاں اترے اور چھوٹی کشتی کے ذریعہ کنارہ پر پہنچے۔

[5] اھلب بنا ہے ھلب سے یعنی موٹے بال یا دم پر زیادہ بال یہاں پہلے معنی میں ہے یعنی اس جانور کے بال بہت تھے اور موٹے تھے دابہ نر اور مادہ دونوں جانوروں کو کہا جاتا ہے۔ رب فرماتا ہے۔
وما من دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقھا۔

مِنْ كَثْرَةِ الشَّعَرِ قَالُوْا وَيْلَكِ مَا أَنْتِ قَالَتْ أَنَا الْجَسَّاسَةُ انْطَلِقُوْا إِلَى هٰذَا الرَّجُلِ فِي الدَّيْرِ فَإِنَّهُ إِلَى خَبَرِكُمْ بِالْأَشْوَاقِ قَالَ لَمَّا سَمَّتْ لَنَا رَجُلًا فَرِقْنَا مِنْهَا أَنْ تَكُوْنَ شَيْطَانَةً قَالَ فَانْطَلَقْنَا سِرَاعًا حَتّٰى دَخَلْنَا الدَّيْرَ فَإِذَا فِيْهِ أَعْظَمُ إِنْسَانٍ مَا رَأَيْنَاهُ قَطُّ خَلْقًا وَأَشَدُّهُ وِثَاقًا مَجْمُوْعَةٌ يَدَاهُ إِلَى عُنُقِهِ مَا بَيْنَ رُكْبَتَيْهِ إِلَى كَعْبَيْهِ بِالْحَدِيْدِ قُلْنَا وَيْلَكَ مَا أَنْتَ قَالَ قَدْ قَدَرْتُمْ عَلٰى خَبَرِي فَأَخْبِرُوْنِي

یہ نہیں جانتے تھے کہ اس کا اگلا اور پچھلا حصہ کون سا ہے ۱؎ ان لوگوں نے کہا تیری خرابی ہو تو کون ہے وہ بولی میں جاسوس ہوں ۲؎ تم لوگ کلیسہ میں اس شخص کے پاس جاؤ کہ وہ تمہاری خبر کا مشتاق ہے کہا کہ جب اس نے ہم سے ایک آدمی کا نام لیا تو ہم اس سے ڈرے کہ وہ جناتنی ہے ۳؎ کہا کہ پھر ہم تیز چلے حتی کہ کلیسہ میں داخل ہو گئے ۴؎ تو وہاں ایک بہت بھاری بھرکم آدمی تھا ہم نے اتنا بڑا اور ایسا مضبوط بندھا ہوا آدمی نہ دیکھا تھا اس کے ہاتھ گردن سے بندھے ہوئے تھے ۵؎ اس کے گھٹنوں سے ٹخنوں تک لوہے سے جکڑا ہوا تھا ہم نے کہا تیری خرابی ہو تو ہے کون وہ بولا میری خبر پہ تم نے قابو پا لیا تم بتاؤ

۱؎ یعنی اس کے سر سے دم تک بال ہی بال تھے پتہ نہ لگتا تھا کہ سر کدھر ہے اور دم کدھر ہے گویا عجیب الخلقت مخلوق تھی۔

۲؎ یعنی میرا کام ہے لوگوں کی خبریں دجال تک پہنچانا دجال جو اس کلیسہ میں بندھا ہوا ہے سیدنا عبداللہ ابن عمر و ابن عاص فرماتے ہیں کہ یہ جانور وہ ہی دابۃ الارض تھا جو قریب قیامت نمودار ہوگا جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے واخرجنا لھم دابۃً۔

۳؎ یعنی ہم کو یہ خوف ہوا کہ شاید یہ جناتنی ہو اور ہم کو جس کے پاس بھیج رہی ہے وہ جن ہو ہم جنات میں پھنس نہ جائیں۔

۴؎ دیر بنا ہے دار سے اور دار بنا ہے دور سے بمعنی گول عمارت چونکہ گرجا اکثر گول ہوتا ہے اس لیے اسے دیر کہتے ہیں غالبًا اس وقت دجال یہودیوں میں سے ہے جو ایک گرجے میں بندھا ہوا ہے جیسا کہ آگے معلوم ہوگا۔

۵؎ یعنی اس سے پہلے ہم نے نہ تو اتنا قد آور آدمی دیکھا نہ ایسی مضبوط زنجیر دیکھی جس میں وہ بندھا تھا وہ بھی ہیبت ناک اس کی قید بھی ہیبت ناک۔

مَا اَنْتُمْ قَالُوْا نَحْنُ اُنَاسٌ مِّنَ الْعَرَبِ رَكِبْنَا فِیْ سَفِیْنَةٍ بَحْرِیَّةٍ فَلَعِبَ بِنَا الْبَحْرُ شَهْرًا فَدَخَلْنَا الْجَزِیْرَةَ فَلَقِیَتْنَا دَابَّةٌ اَهْلَبُ فَقَالَتْ اَنَا الْجَسَّاسَةُ اُعْمُدُوْا اِلٰی هٰذَا فِی الدَّیْرِ فَاَقْبَلْنَا اِلَیْكَ سِرَاعًا فَقَالَ اَخْبِرُوْنِیْ عَنْ نَخْلِ بَیْسَانَ هَلْ تُثْمِرُ قُلْنَا نَعَمْ قَالَ اَمَا اِنَّهَا تُوْشِكُ اَنْ لَّا تُثْمِرَ قَالَ اَخْبِرُوْنِیْ عَنْ بُحَیْرَةِ الطَّبَرِیَّةِ هَلْ فِیْهَا مَآءٌ قُلْنَا هِیَ كَثِیْرَةُ الْمَآءِ قَالَ اِنَّ

تم کون لوگ ہو[1] انہوں نے کہا ہم عرب کے لوگ ہیں ہم دریائی جہاز میں سوار ہوئے تو ہم کو دریا ایک ماہ تک کھلاتا رہا[2] پھر ہم اس جزیرہ میں داخل ہوئے تو ہم کو بڑے بالوں والا جانور ملا وہ بولا میں جاسوس ہوں اس کلیسہ کی طرف جاؤ تو ہم دوڑتے ہوئے تیری طرف آ گئے۔ وہ بولا کہ مجھے بیسان کے باغ کی خبر دو کیا وہ پھل دے رہا ہے[3] ہم نے کہا ہاں وہ بولا قریب ہے کہ پھل نہ دے گا[4] بولا مجھے بحیرہ طبریہ کے متعلق بتاؤ کیا اس میں پانی ہے[5] ہم نے کہا کہ وہ تو بہت پانی والا ہے۔ بولا قریب

[1] یعنی تم میرے پاس آ گئے ہو تم میری خبریں سن ہی لوگے اور میں تم کو سب کچھ اپنے متعلق بتا ہی دوں گا پہلے تم بتاؤ کہ تم لوگ کون ہو خیال رہے کہ یہ دجال ان لوگوں کے حالات پوچھنا چاہتا تھا نہ کہ ان کی حقیقت کیونکہ اسے خبر تھی کہ یہ لوگ انسان ہیں۔ اس لیے اس نے ما کہا من نہ کہا (اشعہ، مرقات)

[2] یعنی ہم اہل عرب ہیں تجارت وغیرہ کی غرض سے دریائی سفر کر رہے تھے کہ سمندر کی موجوں میں ہم پھنس گئے۔

[3] خیال رہے کہ بیسان دو بستیوں کے نام ہیں ایک حجاز میں ہے دوسری فلسطین نہر اردن کے قریب یہاں وہ اس دوسرے بیسان کے متعلق پوچھ رہا ہے معلوم ہوتا ہے کہ وہ پہلے آزاد تھا اور اس نے یہ تمام مقامات دیکھے تھے پھر یہاں قید کیا گیا۔ (مرقات و اشعہ)

[4] یعنی ابھی قیامت قریب نہیں دور ہے کیونکہ علامات قیامت میں سے ایک علامت یہ ہے کہ یہ باغ خشک ہو جائے گا اس کے پھل ختم ہو جائیں گے۔

[5] بحیرہ طبریہ ایک نہر ہے اور طبریہ ایک قصبہ کا نام ہے جو نہر اردن کے قریب واقع ہے امام طبرانی اسی قصبہ کے رہنے والے ہیں طبرانی اسی طبریہ کی طرف نسبت ہے۔

مَاءِهَا يُوشِكُ أَنْ يَذْهَبَ قَالَ أَخْبِرُونِي عَنْ عَيْنِ زُغَرَ هَلْ فِي الْعَيْنِ مَاءٌ وَهَلْ يَزْرَعُ
أَهْلُهَا بِمَاءِ الْعَيْنِ قُلْنَا نَعَمْ هِيَ كَثِيرَةُ الْمَاءِ وَأَهْلُهَا يَزْرَعُونَ مِنْ مَاءِهَا
قَالَ أَخْبِرُونِي عَنْ نَبِيِّ الْأُمِّيِّينَ مَا فَعَلَ قُلْنَا قَدْ خَرَجَ مِنْ مَكَّةَ وَنَزَلَ
يَثْرِبَ قَالَ أَقَاتَلَهُ الْعَرَبُ قُلْنَا نَعَمْ قَالَ كَيْفَ صَنَعَ بِهِمْ فَأَخْبَرْنَاهُ أَنَّهُ
قَدْ ظَهَرَ عَلَى مَنْ يَلِيهِ مِنَ الْعَرَبِ وَأَطَاعُوهُ قَالَ أَمَا إِنَّ

ہے کہ اس کا پانی خشک ہو جاوے ۱؎۔ بولا مجھے چشمہ زغر کے متعلق بتاؤ کیا اس چشمہ میں پانی ہے اور کیا وہاں کے باشندے کھیتی باڑی کر رہے ہیں ۲؎ ہم نے کہا ہاں اس میں بہت پانی ہے اور وہاں کے باشندے اس کے پانی سے کھیتی باڑی کر رہے ہیں ۳؎ وہ بولا مجھے ناخواندہ لوگوں کے نبی کے متعلق خبر دو کہ انہوں نے کیا کیا ۴؎ ہم نے کہا وہ مکہ سے تشریف لے گئے اور مدینہ قیام پذیر ہوئے بولا کیا عرب نے ان سے جنگ کی ہم نے کہا ہاں بولا انکے ساتھ نبی نے کیا کیا ہم نے اسے بتایا کہ وہ متصل عرب پر غالب آگئے ہیں اور عرب نے ان کی اطاعت کر لی ہے ۵؎ بولا عرب

۱؎ یعنی علامات قیامت میں سے ایک علامت یہ بھی ہے کہ یہ بحیرہ طبریہ خشک ہو جائے گا۔ ابھی قیامت دور ہے۔

۲؎ زغر بروزن زفر ایک شہر ہے شام کے علاقہ میں زغر ایک عورت کا نام تھا جس نے یہ شہر آباد کیا تھا اس کے نام پر اس شہر کا نام زغر ہوا یہاں ایک مشہور چشمہ ہے اس کا نام عین زغر ہے۔ وہ اس کے متعلق پوچھ رہا ہے۔

۳؎ یہاں دجال نے اس کے متعلق کچھ نہیں کہا مگر مطلب وہ ہی ہے کہ عنقریب یہ چشمہ بھی خشک ہو جاوےگا (مرقات) اور قریب قیامت اس کے پانی سے کھیتی باڑی بھی نہیں ہو سکے گی۔ جب پانی ہی نہ ہوگا تو اس کے پانی سے کھیتی کے کیا معنی۔

۴؎ بعض یہود کا عقیدہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نبی تو ہیں مگر ہمارے نبی نہیں کہ ہم تو اہل علم ہیں آپ عرب ناخواندہ لوگوں کے نبی ہیں اس لحاظ سے وہ حضور کو نبی الامیین کہہ رہا ہے (اشعہ، مرقات) معلوم ہوا کہ دجال یہود قوم سے ہے۔

۵؎ یعنی جہادوں میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم غالب آچکے ہیں اور مدینہ منورہ کے آس پاس کے علاقے انہوں نے فتح کر لیے ہیں اور ان علاقوں کے لوگ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے مطیع ہو چکے جو واقعات تھے وہ صحیح صحیح بیان کر دیئے۔

ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّهُمْ اَنْ يُّطِيْعُوْهُ وَاِنِّيْ مُخْبِرُكُمْ عَنِّيْ اِنِّيْ اَنَا الْمَسِيْحُ الدَّجَّالُ وَاِنِّيْ يُوْشِكُ اَنْ يُّؤْذَنَ لِيْ فِي الْخُرُوْجِ فَاَخْرُجُ فَاَسِيْرُ فِي الْاَرْضِ فَلَا اَدَعُ قَرْيَةً اِلَّا هَبَطْتُهَا فِيْ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً غَيْرَ مَكَّةَ وَطَيْبَةَ هُمَا مُحَرَّمَتَانِ عَلَيَّ كِلْتَاهُمَا كُلَّمَا اَرَدْتُ اَنْ اَدْخُلَ وَاحِدًا

کے لئے ان کی اطاعت کرنا بہتر ہے [1] اور میں تمہیں اپنے متعلق بتاتا ہوں کہ میں مسیح دجال ہوں [2] قریب ہے کہ مجھے نکلنے کی اجازت دی جاوے تو میں نکلوں تو ساری زمین میں چلوں کوئی بستی نہ چھوڑوں مگر وہاں چالیس دن میں اتروں سوا مکہ اور مدینہ کے [3] کہ وہ دونوں بستیاں مجھ پر حرام ہیں جب کبھی بھی ان میں سے کسی میں داخل ہوتا جاؤں گا

[1] سبحان اللہ دشمن اور بے دین کے منہ سے حضور کی حقانیت کی گواہی نکل رہی ہے چونکہ ابھی وہ دجال بن کر دنیا کے سامنے آیا نہیں ہے اس لیے یہ سچی بات کہہ رہا ہے جب دجال بن کر آوے گا تب وہ خدا تعالٰی کو بھی نہ مانے گا نبوت تو بہت دور ہے یعنی ان لوگوں کے لیے دین و دنیا کی بہتری اس میں ہے وہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کریں شاید یہ ہی سن کر تمیم داری مدینہ منورہ میں آکر مسلمان ہو گئے۔ بعض صحابہ کو کفار کے ذریعہ ایمان ملا تمیم داری کو دجال کے ذریعہ۔ ابوسفیان کو شاہ روم ہرقل کے ذریعہ۔

[2] غالبًا یہ مسیح بنا ہے مساحۃ سے بمعنی زمین میں چلنا پھرنا سیر کرنا چونکہ یہ مردود تھوڑے دنوں میں تمام زمین میں چکر لگا لے گا اس کے لیے اُسے مسیح کہا گیا۔ مسیح کے اور بہت معنی ہیں۔ دجال بنا ہے دجل سے بمعنی فریب دینا اس کا نام کچھ اور ہے لقب دجال ہے اس وقت وہ اپنی حقیقت خود بیان کر رہا ہے۔

[3] یہ ہے اس کافر دجال کے علم کا حال کہ آئندہ ہونے والے واقعات تفصیلاً ایک ایک بتا رہا ہے۔ اپنا مقام اور ساتھ ہی حرمین طیبین کی شان بیان کر رہا ہے خیال رہے کہ مدینہ منورہ کے نام ایک سو سے زیادہ ہیں۔ یہ ان میں سے بہت نام جذب القلوب شریف کے اول میں لکھے ہیں یہاں دجال نے اسے طیبہ کہا طیبہ کے معنی ہیں پاک و صاف کی ہوئی بستی چونکہ دجال سے وہ بستی محفوظ رہے گی اس کی خباثت وہاں نہ پہنچ سکے گی اس لیے طیبہ کہا خیال رہے کہ دجال کے سوا دیگر کفار و مشرکین و منافقین مدینہ منورہ میں جا تو سکتے ہیں۔ مگر رہ نہیں سکتے زندگی میں یا مرنے بعد وہاں سے نکال دیئے جائیں گے یہ زمین مقدس بھٹی ہے۔ جو لوہے کا میل نکال دیتی ہے مگر دجال وہاں جا بھی نہ سکے گا۔

مِنْهُمَا اسْتَقْبَلَنِي مَلَكٌ بِيَدِهِ السَّيْفُ صَلْتًا يَصُدُّنِي عَنْهَا وَإِنَّ عَلٰى كُلِّ نَقْبٍ مِنْهَا مَلَائِكَةً يَحْرُسُوْنَهَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَطَعَنَ بِمِخْصَرَتِهِ فِي الْمِنْبَرِ هٰذِهٖ طَيْبَةُ يَعْنِي الْمَدِيْنَةَ اَلَا هَلْ كُنْتُ حَدَّثْتُكُمْ فَقَالَ النَّاسُ نَعَمْ اَلَا اِنَّهٗ فِي بَحْرِ الشَّامِ اَوْ بَحْرِ الْيَمَنِ. لَا بَلْ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ مَا هُوَ وَاَوْمَأَ بِيَدِهٖ اِلَى الْمَشْرِقِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَعَنْ

تو میرے سامنے ایک فرشتہ آوے گا جس کے ہاتھ میں ننگی تلوار ہوگی جو مجھے وہاں سے روک دیگا اور اس کے ہر راستہ پر فرشتے اس کی حفاظت کرتے ہوں گے[۱] رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنا عصا منبر پر مارا اور فرمایا یہ ہے مدینہ یہ ہے مدینہ یعنی مدینہ منورہ بولو کیا ہم نے تم کو یہ خبریں دی تھیں لوگوں نے کہا ہاں[۲] آگاہ رہو کہ وہ شام یا یمن کے جنگل میں ہے نہیں بلکہ مشرق کی طرف وہ ہے اور اپنے ہاتھ سے مشرق کی طرف اشارہ کیا[۳] (مسلم) روایت ہے

۱ ہم نے پہلے عرض کیا ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام بھی ان فرشتوں میں داخل ہوں گے ان کی تشریف آوری زمین پر بند نہ ہوئی ہاں وحی لانا بند ہوگیا کہ حضور انور کے بعد کوئی نبی نہیں خیال رہے کہ دجال یہ سب کچھ جانتے ہوئے حرمین طیبین میں داخلہ کی کوشش کرے گا جیسے شیطان لاحول کا کوڑا جانتے ہوئے بلکہ یہ کوڑا کھاتے ہوئے بھی ہر ایک کے پاس پہنچنے کی کوشش کرتا ہے مکھیاں مار کھاتے ہوئے بھی ہر جگہ پہنچتی ہیں لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ جب اسے یہ سب کچھ معلوم ہے تو پھر وہاں جانے کی کوشش کیوں کرے گا فطرت نہیں بدلتی یہ اس کی فطری چیز ہوگی شیطان جانتا ہے کہ میں حضرات انبیاء و اولیاء کو بہکا نہیں سکتا الا عبادک منہم المخلصین مگر پھر کوشش میں رہتا ہے۔

۲ حضور انور کا یہ عمل و فرمان انتہائی خوشی سے ہے خوشی ایک تو اس کی ہے کہ ہمارے فرمان عالی کی تصدیق ایک غیر مسلم سے ہوئی بلکہ وہ اس کے اسلام لانے کا سبب بنی۔ دوسرے یہ کہ ہمارے مدینہ کی شان عالی یہ ہے اللہ تعالٰے ہم سب کو مدینہ طیبہ کی زیارت نصیب فرمائے۔

۳ اس فرمان عالی کے بہت شرحیں کی گئیں ہیں بہترین شرح یہ ہے کہ ما ھو میں ما زائدہ ہے نافیہ نہیں مطلب یہ ہے کہ وہ کبھی بحر شام میں مقید رہتا ہے اور کبھی بحرین کی جیل میں رکھا جاتا ہے آجکل ان دونوں جیلوں میں نہیں بلکہ مدینہ منورہ سے مشرق جانب میں ہے یا یہ مطلب ہے کہ وہ شامی یا یمنی جیلوں میں مقید رہتا ہے مگر قریب مدینہ منورہ یہاں طرفوں سے نہ آئے گا بلکہ مشرق کی طرف سے آئے گا۔

عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَرَانِي اللَّيْلَةَ عِنْدَ الْكَعْبَةِ فَرَاَيْتُ رَجُلًا اٰدَمَ كَاَحْسَنِ مَا اَنْتَ رَاءٍ مِنْ اُدْمِ الرِّجَالِ لَهٗ لِمَّةٌ كَاَحْسَنِ مَا اَنْتَ رَاءٍ مِنَ اللِّمَمِ قَدْ رَجَّلَهَا فَهِيَ تَقْطُرُ مَاءً مُتَّكِئًا عَلٰى عَوَاتِقِ رَجُلَيْنِ يَطُوْفُ بِالْبَيْتِ فَسَاَلْتُ مَنْ هٰذَا فَقَالُوْا هٰذَا الْمَسِيْحُ بْنُ مَرْيَمَ قَالَ ثُمَّ اِذَا اَنَا بِرَجُلٍ جَعْدٍ قَطَطٍ اَعْوَرِ الْعَيْنِ الْيُمْنٰى كَاَنَّ

حضرت عبداللہ ابن عمر سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے آج رات اپنے کو کعبہ کے پاس دیکھا[1] تو میں نے ایک شخص کو دیکھا گندمی رنگ ان سب سے اچھا جو تم نے گندمی رنگ کے لوگ دیکھے ان پٹھے والے بال ہیں تمام پٹھے والوں سے اچھے جو تم نے دیکھے ہوں اس میں کنگھی کی ہوئی ہے ان سے پانی ٹپک رہا ہے[2] دو شخصوں کے کندھوں پر ٹیک لگائے ہیں بیت اللہ کا طواف کررہے ہیں میں نے پوچھا یہ کون ہیں لوگوں نے کہا یہ مسیح ابن مریم ہیں[3] فرمایا پھر میں ایک شخص پر تھا بال چھلے والے[4] داہنی آنکھ کا کانا۔ گویا اس کی

خیال رہے کہ مدینہ منورہ سے شام جانب شمال ہے اور یمن جانب جنوب اور نجد جانب مشرق لہذا دجال اس زمانہ میں نجد کی طرف سے آنے کا یہ ہے میرے محبوب کا علم صلی اللہ علیہ وسلم۔

[1] یا تو خواب میں دیکھا یا کشف میں (مرقات)، بہرحال یہ دیکھنا ہے بالکل برحق کیونکہ نبی کا کشف بھی وحی ہے اور خواب بھی وحی۔

[2] یہ پانی وضو کا ہے یا غسل کا یا رحمت الٰہی کا آپ باوضو طواف کررہے تھے۔

[3] اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عیسے علیہ السلام زمین پر آیا کرتے ہیں مگر پردہ غیب میں رہ کر اور یہ کہ آپ حج و عمرہ بھی ادا کرتے ہیں مگر لوگوں کی نگاہ سے غائب اور یہ کہ حضور کی نگاہیں پوشیدہ چیزوں کو دیکھتی ہیں بلکہ حضرات انبیاء کرام بعد وفات رہتے زمین کی سیر کرتے ہیں موسےٰ علیہ السلام نے حضور انور کے ساتھ حج کیا حجۃ الوداع بعد وفات عالم کی سیر کرنا مشکل نہیں یہ دو آدمی جن کے کندھوں پر آپ رکھے ہوئے طواف کررہے ہیں وہ حضرت خضر یا حضرت امام مہدی کی روح ہیں دونوں حضرات حضرت جناب مسیح کی مدد آپ کی خدمت کے لیے آپ کے ساتھ ہیں (مرقات) اور ہوسکتا ہے کہ یہ دونوں مرد فرشتے ہوں شکل انسانی میں۔ جو آپ کی اس خدمت کے لیے مقرر کیے گئے ہوں۔

[4] جعد کے معنی ہیں گھونگھر والے بال یعنی قدرے خم دار قطط کے معنی ہیں بہت ہی اٹھے ہوئے چھلے کی طرح گول جعد وہ حسن ہے گر چھلے والے بال بدصورتی۔

عَيْنُهُ عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ كَأَشْبَهِ مَنْ رَأَيْتُ مِنَ النَّاسِ بِابْنِ قَطَنٍ وَاضِعًا يَدَيْهِ عَلٰى مَنْكِبَيْ رَجُلَيْنِ يَطُوفُ بِالْبَيْتِ فَسَأَلْتُ مَنْ هٰذَا فَقَالُوا هٰذَا الْمَسِيحُ الدَّجَّالُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ فِي الدَّجَّالِ رَجُلٌ أَحْمَرُ جَسِيمٌ جَعْدُ الرَّأْسِ أَعْوَرُ عَيْنِ الْيُمْنٰى أَقْرَبُ النَّاسِ بِهِ شَبَهًا ابْنُ قَطَنٍ وَذُكِرَ حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ

آنکھ ابھرا ہوا انگور ہے جن لوگوں کو میں نے دیکھا ہے ان میں سے سب سے زیادہ مشابہ ابن قطن سے تھا[۱] اپنے دونوں ہاتھ دو شخصوں کے کندھوں پر رکھے بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا[۲] میں نے پوچھا یہ کون ہے لوگوں نے کہا یہ مسیح دجال ہے[۳] (مسلم بخاری) اور ایک روایت میں ہے کہ حضور نے دجال کے بارے میں فرمایا کہ وہ سرخ رنگ موٹا بال والا داہنی آنکھ کانی والا آدمی ہے[۴] لوگوں میں اس سے زیادہ مشابہ ابن قطن ہے اور ابوھریرہ کی حدیث

[۱] یعنی دجال عبدالعزے ابن قطن یہودی کے ہم شکل ہے جسے تم نے دیکھا ہے اگر دجال کو دیکھنا ہو تو اسے دیکھ لو واللہ۔ مرقات)

[۲] یہ شخص وہ فرشتے تھے جو دجال کی قید میں نگرانی کرتے ہیں وہ اسے طواف کرانے ایسے لاتے ہیں جیسے جیل کی پولیس ملزم قیدی کو کبھی حاکم کی کچہری وغیرہ میں اپنی نگرانی میں پیش کرتی ہے اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ ابھی دجال کافر نہیں ہوا جب اس کا خروج ہوگا تب کافر ہوگا دوسرے یہ کہ ابھی اس کا داخلہ مکہ معظمہ میں ممنوع نہیں جب اس کا خروج ہوگا تب وہ حرمین شریفین میں داخل نہ ہو سکے گا۔ تیسرے یہ کہ دجال ابھی قید میں ہے مگر پھر بھی فرشتوں کے پہرے میں کعبہ وغیرہ میں پہنچتا ہے۔ چوتھے یہ کہ حضور نے دجال کو دیکھا ہے اسے پہچانتے ہیں کیونکہ نبی کی خواب وحی ہوتی ہے یہاں اشعہ نے فرمایا کہ دجال کا یہ طواف جو حضور انور نے خواب میں دیکھا وہ اس مردود کا مکہ معظمہ کے ارد گرد گھومنا ہے جو وہ قریب قیامت چکر لگائے گا لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے اور عیسٰی علیہ السلام کا طواف یہ کہ معظمہ میں طواف کرکے دجال کے پیچھے گھومنا ہے اسے قتل کرنے کے لیے یہ خواب مثال ہے۔

[۳] حضرت عیسٰی علیہ السلام مسیح بمعنی ماسح ہیں یعنی چھو کر بیماروں کو شفا دینے والے دجال مسیح بمعنی ممسوح یعنی ایک آنکھ پونچھی ہوئی صاف اور بھی بہت فرق ہیں۔

[۴] یعنی دجال انسان ہے مرد ہے رنگ کا سرخ بدن کا موٹا۔ بالوں کا پیچدار آنکھ کا کانا اس وقت اس کی داہنی آنکھ کانی ہے نو ج کے وقت کبھی داہنی کانی ہوگی کبھی بائیں جیسا کہ پہلے گذر چکا۔ واللہ ورسولہ اعلم۔

لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا فِيْ بَابِ الْمَلَاحِمِ وَسَنَذْكُرُ حَدِيْثَ ابْنِ عُمَرَ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّاسِ فِيْ بَابِ قِصَّةِ ابْنِ الصَّيَّادِ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ فِيْ حَدِيْثِ تَمِيْمِ الدَّارِيِّ قَالَتْ فَاِذَا اَنَا بِامْرَأَةٍ تَجُرُّ شَعْرَهَا قَالَ مَا اَنْتِ قَالَتْ اَنَا الْجَسَّاسَةُ اِذْهَبْ اِلٰى ذٰلِكَ الْقَصْرِ فَاَتَيْتُهُ

لاتقوم الساعۃ حتی تطلع الشمس من مغربہا الخ باب الملاحم میں ذکر کردی گئی اور ہم حضرت ابن عمر کی حدیث قام رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فی الناس ابن صیاد کے قصہ میں ان شاء اللہ ذکر کریں گے [1] دوسری فصل روایت ہے حضرت فاطمہ بنت قیس سے تمیم داری کی حدیث میں مروی ہے [2] فرماتی ہیں فرمایا کہ ناگاہ میں اس عورت پر گزرا جو اپنے بال گھسیٹ رہی تھی [3] انہوں نے کہا تو کون ہے وہ بولی میں جاسوس ہوں اس محل کی طرف جاؤ [4] میں وہاں گیا تو ایک

[1] یعنی یہ دونوں حدیثیں مصابیح میں اسی جگہ تھیں مگر ہم نے مناسبت کا لحاظ کرتے ہوئے پہلی حدیث تو باب الملاحم میں ذکر کردی اور دوسری حدیث ان شاء اللہ ابن صیاد کے باب میں بیان کریں گے کہ وہ حدیثیں انہیں بابوں کے مناسب ہیں۔

[2] یعنی تمیم داری کی وہ دراز حدیث جو بروایت مسلم فاطمہ بنت قیس سے مروی ہے وہ گزر چکی ابوداؤد میں وہ ہی حدیث قدرے اختلاف سے مروی ہے مگر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ فرق صرف لفظی ہے مطلب ایک ہی ہے۔

[3] خیال رہے کہ ان دونوں حدیثوں میں بڑا اختلاف تو یہ ہے کہ وہاں مسلم کی روایت میں دابہ تھا۔ اور یہاں ابوداؤد کی روایت میں امراۃ یعنی عورت ہے ان دونوں میں کئی طرح مطابقت کی جاسکتی ہے ایک یہ کہ وہاں دابہ بمعنی جانور نہیں بلکہ بمعنی زمین پر چلنے والی ہے جس میں انسان بھی داخل ہے رب تعالٰے فرماتا ہے ان شر الدواب عند اللہ الصم البکم۔ دوسرے یہ کہ وہاں دابہ یعنی عورت تھا دوسرے یہ کہ دجال نے بہت سے جاسوس رکھے ہوئے تھے کوئی جانور کی شکل میں کوئی عورت کی شکل میں تمیم داری کو وہ جاسوس ملے ایک جانور ایک عورت وہاں ایک کا ذکر تھا یہاں دوسری کا ذکر ہے۔ تیسرے یہ کہ جساسہ شیطانہ تھی کبھی جانور کی شکل میں نظر آئی کبھی عورت کی شکل میں جنات شکلیں بدل سکتے ہیں۔

[4] وہاں مسلم کی حدیث میں دیر تھا یعنی کلیسہ یہاں قصر ہے مگر ان میں مخالفت نہیں وہ کلیسہ محل کی شکل میں تھا اسے دیر کلیسہ بھی کہا جاسکتا ہے محل بھی۔

فَإِذَا رَجُلٌ يَجُرُّ شَعْرَهُ مُسَلْسَلٌ فِي الْأَغْلَالِ يَنْزُو فِيمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ فَقُلْتُ مَنْ أَنْتَ قَالَ أَنَا الدَّجَّالُ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنِّي حَدَّثْتُكُمْ عَنِ الدَّجَّالِ حَتَّى خَشِيتُ أَنْ لَا تَعْقِلُوا إِنَّ الْمَسِيحَ الدَّجَّالَ قَصِيرٌ أَفْحَجُ جَعْدٌ أَعْوَرُ مَطْمُوسُ الْعَيْنِ لَيْسَتْ بِنَاتِئَةٍ وَلَا حَجْرَاءَ فَإِنْ أُلْبِسَ عَلَيْكُمْ

شخص تھا جو اپنے بال گھسیٹ رہا تھا قیدوں میں جکڑا ہوا تھا آسمان و زمین کے درمیان کود رہا تھا ۱ میں نے کہا تو کون ہے وہ بولا میں دجال ہوں ۲ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت عبادہ ابن صامت سے وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا میں نے تمہیں دجال کے متعلق خبریں دیں حتی کہ مجھے خوف ہوا کہ تم نہ سمجھو ۳ مسیح دجال پستہ قد ٹیڑھا پاؤں والا ۴ مڑے ہوئے بال ایک آنکھ کا سپاٹ ہے وہ آنکھ نہ تو ابھری ہوئی ہے اور نہ دھنسی ہوئی ۵ اگر تم پر اشتباہ ہو

۱ یعنی قید میں تھا مگر اچھلتا کودتا تھا اسے سکون و چین نہ تھا اچھلتا تھا بہت اونچا۔

۲ وہاں مسلم کی روایت میں سائل پوری جماعت کو فرمایا گیا تھا۔ یہاں صرف تمیم داری کو کہ ارشاد ہوا۔ فقلت مگر ان دونوں میں تعارض نہیں جماعت کا کام ہر ایک کی طرف نسبت ہو سکتا ہے۔ سب نے پوچھا تو تمیم داری نے بھی پوچھا یا تمیم داری نے پوچھا تو گویا سب نے ہی پوچھا بہر حال دونوں حدیثیں متفق ہیں۔

۳ یعنی ہم نے بہت ہی مجلسوں میں دجال کے بہت عیوب بیان کیے ممکن ہے کہ تم کو وہ سب یاد نہ رہیں تم بہت سی باتیں بھول جاؤ اس لیے ہم اس کے متعلق چند فیصلہ کن باتیں بتاتے ہیں جنہیں تم بے تکلف یاد کر لو۔

۴ افحج بنا ہے فحج سے بمعنی ٹیڑھا۔ ٹیڑھے قدم کہ جب کھڑا ہو تو اس کے پنجے بہت پھیلے ہوئے ہوں، ایڑیاں قریب قریب ہوں پنڈلیاں پھیلی ہوں قصیر بمعنی پستہ قد۔ ٹھگنا۔ جن روایات میں اسے عظیم کہا گیا ہے وہاں مراد موٹا ہے یعنی پستہ قد مگر بہت موٹا لہذا حدیث میں تعارض نہیں۔

۵ یعنی ایک آنکھ ابھری ہوئی دوسری سپاٹ لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں ہے کہ اس کی ایک آنکھ ابھری ہوئی ہوگی۔

فَاعْلَمُوْا أَنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِأَعْوَرَ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوٗدَ وَعَنْ أَبِيْ عُبَيْدَةَ بْنِ الْجَرَّاحِ قَالَ
سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِنَّهُ لَمْ يَكُنْ نَبِيٌّ بَعْدَ نُوْحٍ إِلَّا
قَدْ أَنْذَرَ الدَّجَّالَ قَوْمَهُ وَإِنِّيْ أُنْذِرُكُمُوْهُ فَوَصَفَهُ لَنَا قَالَ لَعَلَّهُ سَيُدْرِكُهُ
بَعْضُ مَنْ رَآنِيْ أَوْ سَمِعَ كَلَامِيْ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَكَيْفَ قُلُوْبُنَا

تو جان لو کہ تمہارا رب کانا نہیں [1] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابو عبیدہ ابن جراح سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ نوح علیہ السلام کے بعد کوئی نبی نہ ہوئے مگر انہوں نے اپنی قوم کو دجال سے ڈرایا [2] اور میں نے تم کو اس سے ڈرایا پھر آپ نے ہم سے اس کے صفات کہے فرمایا شاید اسے بعض وہ لوگ پائیں گے جنہوں نے مجھے دیکھا یا میرا کلام سنا [3] لوگوں نے عرض کیا یا رسول اس دن ہمارے

[1] یعنی تم کو اس کے کرشمے دیکھ کر دھوکا نہ لگے کہ شاید یہ خدا ہو تو اولاً تو اس کا کھانا پینا سونا وغیرہ بندہ ہونے کی علامات ہیں ساتھ ہی کانے ہونے کا عیب خاص بندہ ہونے کی علامت ہے۔

[2] یعنی دجال کا فتنہ اتنا بڑا ہے کہ نوح علیہ السلام کے زمانہ سے حضرات انبیاء کرام نے اپنی امتوں کو ڈرانا شروع کیا حالانکہ اس مردود کا خروج قریب قیامت ہوگا وہ حضرات جانتے تھے کہ ہماری قومیں اسے نہ پائیں گی کیوں ڈرایا اس کی اہمیت و خطرناک ہونا دکھانے کے لیے جیسے قیام قیامت سے تمام نبیوں نے اپنی امتوں کو ڈرایا حالانکہ وہ جانتے تھے کہ وہ فتنہ صرف وہ ہی لوگ دیکھیں گے جو اس وقت موجود ہوں گے جن پر قیامت قائم ہوگی۔

[3] ظاہر یہ ہے کہ یہاں حضور انور کو دیکھنے سے مراد ہے انسان کا بیداری میں ان آنکھوں سے دیکھنا اور کلام سننے سے مراد ہے بلا واسطہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا کلام سننا چونکہ اس زمانہ میں حضرت خضر علیہ السلام زندہ ہوں گے بلکہ اس کا مقابلہ کریں گے جیسا کہ پہلے گزر چکا اور حضرت خضر علیہ السلام نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا بھی ہے آپ کا کلام بھی سنا ہے بلکہ بیعت رضوان میں آپ ہاتھ شریف پر بیعت بھی کی ہے لہذا حدیث واضح ہے اس فرمان عالی کے اور بہت بیان کیے گئے ہیں بعض نے کہا کہ اس سے وہ جن صحابی مراد ہیں جو اس وقت موجود ہوں گے بعض نے کہا کہ کلام سننے سے مراد بالواسطہ احادیث سننا ہے اور دیکھنے سے مراد خواب میں حضور کو دیکھنا ہے مگر یہ توجیہیں کمزور ہیں۔

يَوْمَئِذٍ قَالَ مِثْلُهَا يَعْنِي الْيَوْمَ أَوْ خَيْرٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْدَاوُدَ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ عَنْ أَبِيْ بَكْرِ الصِّدِّيْقِ قَالَ حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الدَّجَّالُ يَخْرُجُ مِنْ أَرْضٍ بِالْمَشْرِقِ يُقَالُ لَهَا خُرَاسَانُ يَتْبَعُهُ أَقْوَامٌ كَأَنَّ وُجُوْهَهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَةُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَعَنْ عِمْرَانَ ابْنِ حُصَيْنٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَمِعَ الدَّجَّالَ فَلْيَنْأَ عَنْهُ فَوَاللّٰهِ إِنَّ الرَّجُلَ لَيَأْتِيْهِ وَهُوَ يَحْسَبُ

دل کیسے ہونگے فرمایا آج کی طرح یا اس سے بھی اچھے (1) (ترمذی و ابوداؤد) روایت ہے حضرت عمرو ابن حریث سے (2) وہ حضرت ابوبکر صدیق سے راوی فرمایا ہم کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خبر دی فرمایا دجال مشرقی زمین سے نکلے گا جسے خراسان کہا جاتا ہے اس کے پیچھے کچھ قومیں ہوں گی گویا ان کے چہرے کٹی ہوئی ڈھالیں ہیں (3) (ترمذی) روایت ہے حضرت عمران ابن حصین سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو دجال کو سنے وہ اس سے دور رہے (4) اللہ کی قسم کوئی شخص اس کے پاس جائے گا یہ

(1) یعنی اس زمانہ میں مسلمانوں کے دل ایمان سے بھرپور ہوں گے ان کے دلوں میں دجال کے متعلق کوئی شبہ نہ ہوگا انہیں یقین ہوگا کہ یہ مردود و شعبدے باز کافر ہے ان کے دل حضرات صحابہ کرام کی طرح پاک و صاف ہوں گے اور صحابہ سے بڑھ کر آزمائش میں ثابت قدم رہیں گے کہ حضرات صحابہ کرام کا امتحان دجال سے نہیں لیا گیا لیکن درجہ صحابہ ہی کا بڑا ہوگا۔

(2) آپ کا نام عمرو ابن حریث ہے کنیت ابو سعید قرشی مخزومی ہیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف کے وقت بارہ برس کے تھے حضور نے ان کے سر پر ہاتھ شریف پھیرا ہے دعائیں دی ہیں آخر میں کوفہ میں رہے۔

(3) خراسان پورے علاقہ کا نام ہے پھر ایک شہر کا نام بھی ہے یہ علاقہ ایران کے ملک میں ہے۔ فقیر نے وہ علاقہ دیکھا ہے اس کا ایک حصہ ہرات تک پھیلا ہوا ہے ہرات افغانستان کا ایک مشہور شہر ہے اس کی اتباع کرنے والے وہ ترک ہوں گے جن کی تحقیق ہم پہلے کر چکے ہیں یہ موجودہ ترک نہیں

(4) یعنی کوئی شخص تماشہ دیکھنے کے لیے بھی دجال کے پاس نہ جائے کہ اس میں خطرہ ہوگا۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار۔ بروں کی صحبت بری ہے۔

إِنَّهُ مُؤْمِنٌ فَيَتَّبِعُهُ مِمَّا يُبْعَثُ بِهِ مِنَ الشُّبُهَاتِ رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ وَعَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيْدَ بْنِ السَّكَنِ قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْكُثُ الدَّجَّالُ فِي الْأَرْضِ أَرْبَعِيْنَ سَنَةً السَّنَةُ كَالشَّهْرِ وَالشَّهْرُ كَالْجُمُعَةِ وَالْجُمُعَةُ كَالْيَوْمِ وَالْيَوْمُ كَاضْطِرَامِ السَّعْفَةِ فِي النَّارِ رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ

سمجھ کر کہ میں مسلمان ہوں[1] تو پھر اس کی اتباع کرے گا ان شبہات کی وجہ سے جن کے ساتھ وہ بھیجا گیا[2] (ابو داؤد) روایت ہے حضرت اسماء بنت یزید ابن سکن سے[3] فرماتی ہیں فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ دجال زمین میں چالیس سال رہے گا[4] کہ ایک سال ایک مہینہ کی طرح ہوگا اور مہینہ ہفتہ کی طرح اور ہفتہ ایک دن کی طرح اور دن آگ میں سوکھے پتے جلنے کی طرح[5] (شرح سنہ)

[1] یعنی وہ یہ سمجھے گا کہ میں پختہ مسلمان ہوں مجھے دجال اور اس کے شعبدے اسلام سے ہٹا نہیں سکتے۔ اپنی اس موہومہ پختگی کے دھوکے میں مارا جائے گا۔ آج بھی بعض لوگ اپنے ایمان کو ناقابل تسخیر قلعہ سمجھ کر بدمذہبوں کی صحبت ان کے وعظ ان کی کتب کا مطالعہ اختیار کرتے ہیں اور بے دین بن جاتے ہیں بہت لوگ مرزا قادیانی کو محض دیکھنے گئے اور قادیانی بن گئے

[2] یعنی یہ شخص اپنے کو پختہ مومن سمجھنے والا اس کی شعبدے بازیاں دیکھ کر شک میں ضرور پڑ جائے گا کہ شاید یہ خدا ہی ہے یہ شبہ بھی کفر ہے ان شبہات کے باوجود وہ اپنے کو مومن ہی سمجھتا رہے گا اور آہستہ آہستہ اس کا کفر اور بھی پختہ ہوتا رہے گا ایمان ایک دولت ہے بے دین لوگ اس دولت کے چور ڈاکو ہیں اگر اس دولت کی حفاظت کرنی ہے تو ان چوروں سے الگ رہو۔

[3] آپ مشہور صحابیہ انصاریہ ہیں بڑی عالمہ، عاقلہ، عابدہ، زاہدہ تھیں۔

[4] گزشتہ احادیث میں ارشاد تھا کہ چالیس دن رہے گا یا تو یہ اختلاف احساسی ہے کہ بعض کو وہ زمانہ چالیس سال کا محسوس ہوگا گو سال بھی ایسے جو بیان مذکور ہیں اور بعض کو چالیس دن محسوس ہوگا (مرقات) یا دجال کا زمین پر رہنا تو چالیس سال کا ہوگا مگر اس کا زور آخری چالیس دن ہوگا لہذا دونوں حدیثیں درست ہیں ان میں تعارض نہیں (اشعہ)

[5] شعفہ جمع سعفۃ کی سعفہ کھجور کی سوکھی شاخوں سوکھے پتوں کو کہتے ہیں یعنی اگر سوکھے پتوں سوکھی شاخوں میں آگ لگا دو تو فوراً بھڑک اٹھتے ہیں اور جلدی راکھ بن کر بجھ جاتے ہیں ایک دن ایسا گزرے گا اس کی شرح گزشتہ احادیث میں گزر گئی۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَتْبَعُ الدَّجَّالَ مِنْ اُمَّتِیْ سَبْعُوْنَ اَلْفًا عَلَیْهِمُ السِّیْجَانُ رَوَاهُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ وَعَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ یَزِیْدَ قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ بَیْتِیْ فَذَکَرَ الدَّجَّالَ فَقَالَ اِنَّ بَیْنَ یَدَیْهِ ثَلٰثَ سِنِیْنَ سَنَةٌ تُمْسِکُ السَّمَآءُ فِیْهَا ثُلُثَ

روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ میری امت میں سے [1] ستر ہزار آدمی دجال کی پیروی کریں گے جن پر نقشین لباس ہوگا [2] (شرح سنہ) روایت ہے حضرت اسماء بنت یزید سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں تشریف فرما تھے تو آپ نے دجال کا ذکر کیا تو فرمایا کہ دجال سے آگے تین سال ہونگے ایک سال ایسا جس میں آسمان اپنی

[1] غالب یہ ہے کہ امت سے مراد امت دعوت ہے جن پر فرض ہے کہ حضور انور پر ایمان لائیں سارا عالم حضور کی امت دعوت ہے اور مسلمان امت اجابت اس صورت میں ایسی حدیث کی شرح وہ گذشتہ حدیث ہے کہ اصفہان کے یہودی دجال کی پیروی کرلیں گے۔ یہاں امتی سے مراد وہ ہی یہود ہیں کہ وہ حضور کی امت دعوت ہیں۔ اور ستر ہزار سے مراد ہزار ہا آدمی ہیں نہ کہ یہ عدد خاص مگر یہ توجیہ ضعیف ہے کہ اس سے مراد کلمہ پڑھنے والے نام دار مسلمان ہیں جیسا کہ آگے مذکور ہے۔

[2] یعنے میری امت کے وہ لوگ دجال کو مانیں گے جو پہلے سے ہی فیشن پرست یہود و نصاریٰ کے نقال ان کی سی شکل و صورت بنانے والے یہود کا سا نقشین فیشن ایبل لباس پہننے والے ہوں گے انہیں کا بیڑا غرق ہوگا یا یہ مطلب ہے کہ ستر ہزار امیر لوگ دجال پر ایمان لے آئیں گے تو غریبوں کی تو شمار ہی نہیں ایک ایک امیر کی دیکھا دیکھی بہت سے غریب بہک جائیں گے۔ مگر آخری یہ توجیہ کمزور ہے کیونکہ فقراء مسلمین بفضلہ تعالٰی دجال کے شر سے محفوظ رہیں گے ابن الوقت امیر لوگ زیادہ بگڑیں گے آج بھی دیکھا جارہا ہے کہ اسلام غرباء کے دم سے قائم ہے نمازی، شہید، عالم حافظ عمومًا غریب ہی ہیں امیروں کے بیٹے صرف کالج اسکول ہیں۔ امیر لوگ عزت وجاہ حاصل کرنے کے لیے بددینی اختیار کرلیتے ہیں۔ (مرقات)

قَطْرِهَا وَالْاَرْضُ ثُلُثَ نَبَاتِهَا وَالثَّانِيَةَ تُمْسِكُ السَّمَآءُ ثُلُثَيْ قَطْرِهَا وَالْاَرْضُ
ثُلُثَيْ نَبَاتِهَا وَالثَّالِثَةَ تُمْسِكُ السَّمَآءُ قَطْرَهَا كُلَّهٗ وَالْاَرْضُ نَبَاتَهَا كُلَّهٗ فَلَا
يَبْقٰى ذَاتُ ظِلْفٍ وَّلَا ذَاتُ ضِرْسٍ مِّنَ الْبَهَآئِمِ اِلَّا هَلَكَ وَاِنَّ مِنْ اَشَدِّ
فِتْنَتِهٖ اَنَّهٗ يَاْتِی الْاَعْرَابِیَّ فَيَقُوْلُ اَرَاَيْتَ اِنْ اَحْيَيْتُ لَكَ اِبِلَكَ اَلَسْتَ
تَعْلَمُ اَنِّیْ رَبُّكَ فَيَقُوْلُ بَلٰى فَيُمَثِّلُ لَهُ الشَّيْطَانُ نَحْوَ اِبِلِهٖ

تہائی بارش روک لے گا اور زمین تہائی پیداوار۱؎ دوسرے سال آسمان دو تہائی بارش روک لیگا اور زمین اپنی کل پیداوار اور تیسرے سال آسمان اپنی پوری بارش روک لے گا اور زمین اپنی کل پیداوار۲؎ تو کوئی کھر والا ڈاڑھ والا جانور نہ بچے گا مگر ہلاک ہوجاوے گا۳؎ اور اس کے سخت ترین فتنوں میں سے یہ ہوگا کہ ایک بدوی کے پاس آئے گا کہے گا بتا تو اگر میں تیرا اونٹ زندہ کردوں تو کیا تو یقین نہ کریگا کہ میں تیرا رب ہوں وہ کہے گا ہاں۴؎ تو شیطان اس کے سامنے اسکے اونٹ کی شکل میں آجاوے گا

۱؎ یعنی دجال کی آمد سے نو برس پہلے ہی سے برکتیں ختم قحط سالی نمودار ہوجاوے گی پہلے تین سالوں میں جتنی بارش چاہیے اس کی تہائی ہوگی اور جتنا غلہ چاہیے اس کا تہائی پیدا ہوگا اگلے چھ سالوں میں اس سے بھی کم بارش ہوگی اور کم پیداوار یہ سخت آزمائش ہوگی اللہ تعالٰی جسے بچائے گا اس کا ایمان بچے گا۔

۲؎ غرضکہ دجال کے آنے پر لوگ بالکل خالی ہاتھ بے دانہ قحط زدہ ہوچکے ہوں گے اب جب کہ اس کے نکلتے ہی اس کے ماننے والوں پر بارشیں غلہ کی بہتات دودھ گھی کی فراوانی ہوگی۔ تو بھوکوں کا ایمان کیسے بچے گا۔ اللہ حافظ ہے۔

۳؎ کھر والے جانوروں سے مراد گائے بھینس، بکری، ہرن وغیرہ ہیں ڈاڑھ والے سے مراد اونٹ وغیرہ جانور ہیں ہلاکت سے مراد صرف مرجانا ہی نہیں بلکہ مرجانا یا قریب موت ہوجانا ہے یعنی قحط اور خشک سالی کی وجہ سے جانور گویا فنا ہوجائیں گے لہذا یہ فرمان عالی اس فرمان کے خلاف نہیں کہ دجال کو مان لینے والوں کے جانور موٹے تازے اور خوب دودھ والے ہوجائیں گے اور انکار کرنے والوں کے جانور دبلے پتلے خشک ہوجائیں گے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جانور رہیں گے۔

۴؎ یعنی جس بدوی کے اونٹ مرچکے ہوں گے اور وہ بڑا مغموم ہوگا اس سے دجال آکر یہ کہے گا اور اس سے یہ وعدہ لے گا۔

كَأَحْسَنِ مَا يَكُوْنُ ضُرُوْعًا وَأَعْظَمِهِ أَسْنِمَةً وَقَالَ يَأْتِي الرَّجُلَ قَدْ مَاتَ أَخُوْهُ وَمَاتَ أَبُوْهُ فَيَقُوْلُ أَرَأَيْتَ إِنْ أَحْيَيْتُ لَكَ أَبَاكَ وَأَخَاكَ أَلَسْتَ تَعْلَمُ أَنِّي رَبُّكَ فَيَقُوْلُ بَلٰى فَيُمَثِّلُ لَهُ الشَّيْطٰنُ نَحْوَ أَبِيْهِ وَنَحْوَ أَخِيْهِ قَالَتْ ثُمَّ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِحَاجَتِهِ ثُمَّ رَجَعَ وَالْقَوْمُ فِي اهْتِمَامٍ وَغَمٍّ مِمَّا حَدَّثَهُمْ قَالَتْ فَأَخَذَ بِلَحْمَتَيِ الْبَابِ

جیسے تھن ہوتے ہیں اس سے اچھے اور خوب بلند کوہان ۱ فرمایا اور آویگا ایک شخص کے پاس جس کے بھائی باپ مرچکے ہوں گے تو کہیگا کہ بتا تو اگر میں تیرے سامنے تیرے باپ بھائی زندہ کردوں تو کیا تو یقین کریگا کہ میں تیرا رب ہوں وہ کہے گا ہاں ۲ تو اس کے سامنے شیطان اس کے باپ بھائی شکل میں آجاویں گے ۳ فرماتی ہیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کسی کام کے لیے تشریف لے گئے پھر واپس ہوئے حالانکہ قوم بہت رنج و غم میں تھی اس خبر کی وجہ سے جو حضور نے انہیں دی ۴ فرماتی ہیں کہ حضور نے دروازے کے دو بازو پکڑ کر

۱ معلوم ہوا کہ جن شیاطین جانوروں کی شکل آسکتے ہیں چنانچہ جنات کتے اور سانپ کی شکل میں آجاتے ہیں جیسا کہ احادیث میں ہے اور جس جانور کی شکل میں آتے ہیں اس کے خواص بھی ان میں ہو جاتے ہیں چنانچہ اگر سانپ کی شکل میں آویں تو ان میں زہر ہوتا ہے ان اونٹوں میں دودھ ہوگا لوگ اسے پئیں گے موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی جب سانپ بنتی تھی نگلا کرتی تھی تلقف ما یافکون۔

۲ اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ دجال کو یہ خبر ہوگی کہ کس کا کون کون عزیز قریب فوت ہوچکے ہیں تب ہی تو وہ یہ سوال کرے گا اسے رب کی طرف سے علم بھی دیا جائے گا اور تسلط و قدرت بھی یہ سب کچھ لوگوں کی آزمائش کے لیے ہوگا۔ آج ابلیس کو ہر شخص کے دل ارادے کی خبر ہے وہ تمام شرعی احکام سے واقف ہے جانتا ہے کہ شریعت میں کون سا کام حرام ہے کون سا کام فرض یا واجب تب ہی تو وہ فرائض سے روکتا ہے حرام کی رغبت دیتا ہے جب اس بیماری کے علم کا یہ حال ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو اس بیماری کا علاج ہیں وہ بے خبر کیسے ہو سکتے ہیں۔

۳ معلوم ہوا کہ وہ حقیقت میں اس کے ماں باپ نہ ہوں گے بلکہ محض دھوکہ ہوگا شیاطین ان کی شکل میں ہوں گے معلوم ہوا کہ دجال زندوں کو مردہ کرسکے گا مگر پرانے مردے زندہ نہ کرے گا بلکہ ان کی شکل میں شیاطین ہوں گے۔

۴ یہ حضور انور کے کلام کی تاثیر تھی کہ لوگوں کے دل ہل گئے بعض علماء کے وعظ سے بے نماز لوگ نمازی بن جاتے ہیں حضور انور کے الفاظ شریفہ سادہ ہوتے تھے مگر انسان کی کایا پلٹ دیتے تھے آج رنگین تقریروں میں تاثیر نہیں۔

فَقَالَ مَهْيَمْ اَسْمَاءُ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللهِ لَقَدْ اَفْئِدَتَنَا بِذِكْرِ الدَّجَّالِ قَالَ اِنْ يَّخْرُجْ وَاَنَا حَيٌّ فَاَنَا حَجِيْجُهٗ وَاِلَّا فَاِنَّ رَبِّيْ خَلِيْفَتِيْ عَلٰى كُلِّ مُؤْمِنٍ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ وَاللهِ اِنَّا لَنَعْجِنُ عَجِيْنَنَا فَمَا نَخْبِزُهٗ حَتّٰى نَجُوْعَ فَكَيْفَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَئِذٍ قَالَ يُجْزِيْهِمْ مَا يُجْزِئُ اَهْلَ السَّمَاءِ مِنَ التَّسْبِيْحِ.

فرمایا اسماء کیا ہے؟ ۱ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ دجال کے ذکر سے ہمارے دل نکل گئے ۲ فرمایا اگر وہ نکلا اور ہم زندہ ہوئے تو اس کے مقابل ہم ہوں گے ۳ ورنہ میرا رب ہر مسلمان پر میرا خلیفہ ہے ۴ عرض کیا یا رسول اللہ ہم اپنا آٹا گوندھتے ہیں تو روٹیاں نہیں پکاتے حتی کہ ہم بھوکے ہو جاتے ہیں تو اس دن مسلمانوں کا کیا حال ہوگا ۵ فرمایا انہیں وہ تسبیح و تہلیل کافی ہوگی جو آسمان والوں کو کافی ہوتی

۱ محقق تثنیہ ہے لحمۃ کا لحمہ چوکھٹ کے بازو کو کہتے ہیں یعنی دونوں بازو دو منتبہ نیچے کی چوکھٹ۔

۲ یعنی دجال کے حالات لوگوں کے معاملات سن کر ہم تو پریشان ہو گئے کہ اگر وہ ہمارے زمانہ میں نکل آیا تو ہمارا کیا بنے گا ورنہ اس زمانہ کے مسلمان کیا کریں گے۔

۳ معلوم ہوا کہ اگر دجال حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ شریف میں آتا تو حضور کے مقابل فیل ہو جاتا حضور کے ہاتھوں مارا جاتا اب یہ کام حضور انور کی نیابت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کریں گے۔ حضور انور اپنی امت کے والی وارث نگہبان تھے اور ہیں اور رہیں گے۔ امام بوصیری کہتے ہیں ؎

احل امتہ فی حرز ملتہ | کاللیث حل مع الاشبال فی الاجم

۴ یہاں خلیفہ بمعنی نائب یا وکیل نہیں بلکہ بمعنی حافظ ناصر والی وارث و نگہبان ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی کا نائب نہیں ہوتا یعنی اگر میرے بعد دجال نکلا تو میری امت رب کے حوالہ ہے وہی اس کا ناصر ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ مجموعی امت کا حقیقی نگہبان رب تعالیٰ اور ہر شخص اپنی ذات کا ذمہ دار ہے لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ ہر شخص اپنی ذات کا ذمہ دار ہے ذمہ داریاں مختلف ہیں۔ ۵ مقصد یہ ہے کہ مسلمان اس وقت دجال کے ماننے پر مجبور رہیں گے کہ غلہ صرف اس کا پیروکار کرنے والا کام کرے گا ہے اگر دجال کو نہ مانیں گے تو مر جائیں گے کیونکہ حالات وہ ہوں گے جو حضور فرما رہے ہیں تو مسلمانوں کا ایمان کیسے بچے گا۔ ۶ یعنی میری امت کے مومن اس وقت تنگی رزق سے دل تنگ نہ ہوں اس زمانہ میں زمینی مومن عرشی فرشتوں کی طرح ہوں گے کہ ذکر اللہ سے ان کا پیٹ بھر جایا کرے گا ذکر اللہ ہمیشہ ہی غذا روحانی ہے مگر اس زمانہ میں غذا جسمانی بھی ہو جائے گی بعض اولیاء اللہ نے تین تین سال تک پانی نہیں پیا مگر زندہ رہے کیسے ذکر اللہ کی برکت سے۔

وَالتَّقِدُنِيِّ رَوَاهُ

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ مَا سَأَلَ أَحَدٌ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الدَّجَّالِ أَكْثَرَ مِمَّا سَأَلْتُهُ وَإِنَّهُ قَالَ لِي مَا يَضُرُّكَ قُلْتُ إِنَّهُمْ يَقُولُونَ إِنَّ مَعَهُ جَبَلَ خُبْزٍ وَنَهْرَ مَاءٍ قَالَ هُوَ أَهْوَنُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَخْرُجُ الدَّجَّالُ عَلَى حِمَارٍ

ہے (تیسری فصل: روایت ہے حضرت مغیرہ ابن شعبہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے دجال کے متعلق جتنا میں نے سوال کیا اس سے زیادہ کسی نے سوال نہ کیا اور حضور نے فرمایا کہ دجال تم کو نقصان نہ دیگا[1] میں نے عرض کیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ اس کے ساتھ روٹیوں کا پہاڑ اور پانی کی نہر ہے[2] فرمایا وہ اللہ پر اس سے زیادہ آسان ہے[3] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا کہ دجال ایک سفید گدھے پر

[1] یعنی تم دجال سے مطلقاً خوف نہ کرو گے کیونکہ دجال تم کو ایمان سے نہ ہٹا سکے گا یا اس لیے کہ وہ تمہاری زندگی میں نہ آئیگا یا اس لیے کہ تم ایمان میں پختہ ہو اگر وہ تمہارے زمانہ میں آ بھی گیا تو تم کو بہکا نہ سکے گا تم ایمانی قلعہ میں ہو بہر حال اس میں حضرت مغیرہ کی عمر اور آپ کی پختگی ایمان دونوں کی غیبی خبر ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک کے ہر حال سے خبردار ہیں۔

[2] یعنی اس مردود کے ظہور کے وقت دنیا میں پانی اور رزق کی بہت تنگی ہوگی اور اس کے ساتھ روٹیوں کے پہاڑ اور پانی کی نہر ہوگی پھر مجھے وہ کیوں نہ بہکا سکے گا روٹی پانی کی ایسی تنگی میں روٹی پانی سے بڑے بڑے بہک جاتے ہیں سبحان اللہ یہ ہے اپنے ایمان کا خوف یہ خوف قوت ایمان کی دلیل ہے اس میں حضور انور کی خبر کا جھٹلانا نہیں بلکہ خوف کا اظہار ہے۔ حضرات انبیاء کرام سے رب تعالٰی نے جنت کا وعدہ فرما لیا مگر انہیں پھر بھی خدا تعالٰی کی ہیبت ہے۔

[3] ذالك سے اشارہ ہے گمراہ کرنے کی طرف یعنی دجال میرے صحابہ کو بہکانے سے مجبور ہے وہ اس سے زیادہ ذلیل ہے کہ میرے صحابہ پر داؤ چلائے۔ یا ذالك سے اشارہ روٹیوں کے پہاڑ اور پانی کی نہر کی طرف ہے یعنی دجال اس سے زیادہ ذلیل و خوار ہے کہ اس کے ساتھ روٹیوں کا پہاڑ وغیرہ ہو اس کے ساتھ جو کچھ ہوگا محض دھوکا شعبدہ ہوگا جس کی حقیقت کچھ نہیں (اشعہ، مرقات)

أَقْمَرُ مَا بَيْنَ أُذُنَيْهِ سَبْعُونَ بَاعًا رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي كِتَابِ الْبَعْثِ وَالنُّشُورِ بَابُ قِصَّةِ ابْنِ صَيَّادٍ

اَلْفَصْلُ الْأَوَّلُ

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ انْطَلَقَ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَهْطٍ مِنْ أَصْحَابِهِ قِبَلَ ابْنِ

پر نکلے گا[۱] جس کے پاس دو کانوں کے درمیان ستر باع کا فاصلہ ہو گا[۲] (بیہقی کتاب البعث والنشور) ابن صیاد کا قصہ[۳] روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے کہ حضرت عمر ابن خطاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابہ کرام کی ایک جماعت میں ابن صیاد کی

[۱] اقمر کے معنی ہیں تیز سفید۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ قمرہ سفیدی مائل بہ سبزی یا سرخی مائل بہ سیاہی قاموس میں یہ ہی معنی کیے گئے مگر پہلے معنی قوی ہیں کہ یہ قمر بمعنی چاند سے بنا ہے یعنی چاند جیسا چٹا سفید چمک دار غرضکہ دجال کے گدھے کا رنگ تیز سفید ہو گا۔

[۲] دونوں ہاتھ لمبائی میں پھیلاؤ تو ایک ہاتھ کی انگلیوں سے دوسرے ہاتھ کی انگلیوں تک باع ہے یعنی اس گدھے کی قدامت کا یہ عالم ہے کہ اس کا چہرہ ستر باع تقریبًا سو گز ہے حدیث بالکل اپنے ظاہر پر ہے کسی تاویل کی ضرورت نہیں ہم نے جنگلی بھینسے کا کھر تقریبًا پانچ ہاتھ کا دیکھا ہے علی پور شریف میں مچھلی کے ایک کانٹے کا پورا شہتیر ہے ہم نے خود دیکھا ہے رب تعالے ہر چیز پر قادر ہے۔ لشکر صحابہ نے ایک مچھلی کا گوشت پندرہ دن کھایا اس کے آنکھ کے حلقہ میں ایک آدمی کھڑا ہو گیا۔

[۳] اس کا نام عبداللہ ہے لقب صاف کنیت ابن صیاد یا ابن صائد یہود مدینہ میں سے ایک یہودی کا لڑکا تھا جو بچپن میں بڑے شعبدے دکھاتا تھا بعد میں جوان ہو کر مسلمان ہو گیا عبادات اسلامی ادا کرتا تھا اس کے متعلق علماء کے تین قول ہیں ایک یہ کہ وہ دجال نہیں تھا بلکہ مسلمان ہو گیا تھا۔ دوسرے یہ کہ وہ دجال تو تھا مگر وہ مشہور دجال نہ تھا حضور انور نے فرمایا ہے کہ میری امت میں بہت سے دجال ہوں گے یہ بھی انہیں دجالوں میں سے ایک دجال تھا۔ تیسرے یہ کہ وہ دجال مشہور ہی تھا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ مدینہ منورہ میں ہی مرا وہاں ہی دفن ہوا۔ مگر یہ غلط ہے وہ جنگ حرہ تک دیکھا جاتا رہا۔ حرہ کے دن غائب ہو گیا۔ تمیم داری والی حدیث میں جو دجال کا ذکر ہے اس کے متعلق مرقات میں ہے کہ اس جزیرے میں دجال کا جو جسم تمیم داری نے دیکھا وہ اس کا مثالی جسم ہے یہ جسم ظاہری واللہ اعلم۔

الصَّيَّادِ حَتّٰى وَجَدُوْهُ يَلْعَبُ مَعَ الصِّبْيَانِ فِي أُطُمِ بَنِيْ مَغَالَةَ وَقَدْ قَارَبَ ابْنُ صَيَّادٍ يَوْمَئِذٍ الْحُلُمَ فَلَمْ يَشْعُرْ حَتّٰى ضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ظَهْرَهٗ بِيَدِهٖ ثُمَّ قَالَ أَتَشْهَدُ أَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَنَظَرَ إِلَيْهِ فَقَالَ أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُوْلُ الْأُمِّيِّيْنَ ثُمَّ قَالَ ابْنُ صَيَّادٍ أَتَشْهَدُ أَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَرَصَّهُ النَّبِيُّ صَلَّى

طرف چلے حتی کہ ان بزرگوں نے ابن صیاد کو بچوں کے ساتھ بنی مغالہ کے ٹیلوں میں کھیلتا ہوا پایا[1] یا اس دن ابن صیاد قریب بلوغ تھا تو اسے کچھ پتہ نہ لگا حتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے اس کی پیٹھ پر مارا[2] پھر فرمایا کہ کیا تو گواہی دیتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں[3] اس نے آپ کی طرف دیکھا بولا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ان پڑھوں کے رسول ہیں[4] پھر ابن صیاد بولا کہ کیا آپ گواہی دیتے ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں[5] تو اسے رسول اللہ

[1] بنی مغالہ یہود مدینہ کا ایک قبیلہ ہے اطم جمع ہے اطمۃ کی بمعنی مضبوط قلعہ یا ٹیلہ یعنی اس وقت ابن صیاد یہود کے ان مکانات محلوں ٹیلوں کے پاس بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔

[2] ابن صیاد کا دعویٰ تھا کہ وہ آگے پیچھے اندھیرے اجالے میں یکساں دیکھ لیتا ہے مگر اسے حضور انور کی تشریف آوری کا مطلقاً علم نہیں ہوا۔ حضور انور اس کا دعوے جھوٹا کرنا چاہتے تھے اس لیے آپ نے پیچھے سے اس کی پیٹھ پر ہاتھ رکھا۔

[3] اس فرمان عالی میں سارے ایمانیات کی تلقین ہیں جو کوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا رسول مان لے وہ توحید وغیرہ تمام عقائد کو مان لے گا اس سے معلوم ہوا کہ نابالغ بچہ کو اسلام کی تبلیغ کی جائے اور اس کا اسلام قبول کرنا معتبر ہے ورنہ حضور انور اسے یہ تبلیغ کیوں فرماتے۔

[4] یعنی آپ رسول تو ہیں مگر ان پڑھ لوگوں کے میں خود عالم ہوں آپ میرے رسول نہیں بعض یہود کا عقیدہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم صرف عرب کے رسول ہیں عام خلق کے رسول نہیں یہ عقیدہ بھی کفر ہے اسی لیے ابن صیاد اس کہنے سے مومن نہ بنا۔

[5] ابن صیاد کا یہ قول محض حضور انور کے فرمان عالی کے مقابلہ میں ہے ورنہ وہ مدعی نبوت نہ تھا خیال رہے کہ کافر ذمی کو قتل نہیں کیا جاتا نہ کافر بچہ کو قتل کیا جائے نہ نابالغ بچہ کا ارتداد معتبر ہے ان وجوہ سے ابن صیاد قتل نہیں کیا گیا۔ لہذا اس حدیث کی بنا پر قادیانی یہ نہیں کہہ سکتے کہ مدعی نبوت مرتد نہیں اور نہ اسے قتل کیا جائے، حدیث کا منشا کچھ اور ہی ہے۔

اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَبِرُسُلِهٖ ثُمَّ قَالَ لِابْنِ صَيَّادٍ مَاذَا تَرٰى قَالَ يَاْتِيْنِىْ صَادِقٌ وَّكَاذِبٌ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُلِطَ عَلَيْكَ الْاَمْرُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّىْ خَبَاْتُ لَكَ خَبِيْئًا وَّخَبَاَ لَهٗ يَوْمَ تَاْتِى

صلے اللہ علیہ وسلم نے دبوچا[1] پھر فرمایا کہ میں اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لایا[2] پھر ابن صیاد سے فرمایا کہ تو کیا دیکھتا ہے[3] کہ میرے پاس سچے جھوٹے دونوں آتے ہیں[4] رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تجھ پر یہ چیز خلط ملط کر دی گئی[5] پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے تیرے لیے ایک بات سوچی ہے[6] اور آپ نے یہ آیت سوچی

[1] مشکوٰۃ شریف کے بعض نسخوں میں فرفضہ، ہے رفض سے مشتق بمعنی چھوڑنا یعنی حضور انور نے اسے چھوڑ دیا پھر اس سے یہ سوال نہ کیا عام نسخوں میں فرصّہ، ہے ص کے شد سے یہ بنا ہے رصّ سے بمعنی دبوچنا بعض اعضا کو بعض سے ملا دینا اسی سے ہے مرصوص رب تعالٰی فرماتا ہے کانہم بنیان مرصوص بعض نسخوں میں ہے فرضہ نقطہ والی ضاد سے رض کے معنی ہیں توڑنا مروڑنا۔

[2] یعنی میرا ایمان سارے رسولوں پر ہے اور تو رسول ہے نہیں پھر میں تجھے رسول اللہ کیسے کہہ دوں میں خاتم النبیین ہوں سب سے آخری نبی نہ میرے زمانہ میں کوئی نبی ہو سکتا ہے نہ میرے بعد۔ خیال رہے کہ حضور انور کے زمانہ میں بھی کوئی نبی نہیں ہو سکتا جو ایسا مانے وہ مرتد ہے خاتم النبیین کا منکر خیال رہے کہ جھوٹے مدعی نبوت سے معجزہ مانگنا کفر ہے جب اس کی تصدیق کی نیت سے ہو۔

[3] یعنی تجھے غائبانہ کون سی چیزیں نظر آتی ہیں جن کی بنا پر تو بڑے بڑے دعوے کرتا ہے اور لوگوں کو گمراہ کرتا ہے

[4] یعنی میرے پاس جنات غیبی خبریں لاتے ہیں جن میں بعض سچی ہوتی ہیں اکثر جھوٹی اس سے بھی معلوم ہوا کہ ابن صیاد نبوت کا مدعی نہ تھا بلکہ اپنے کو کاہن کہتا تھا یہ نہ کہتا تھا کہ میرے پاس حضرت جبریل آتے ہیں اور محمدی بیگم کے ساتھ میرے نکاح کی بشارت لاتے ہیں لہذا قادیانی لوگ اس حدیث سے دلیل نہیں پکڑ سکتے مرزا جی اپنے کو صاف صاف نبی کہتے رہے۔

[5] یعنی خود تجھے اپنی خبروں کے متعلق اطمینان نہیں تو تیرے ذریعہ کسی اور کو اطمینان کیسے ہو سکتا ہے لہذا تیری صحبت خطرناک ہے۔

[6] ابن صیاد کا دعوےٰ تھا کہ میں لوگوں کے دلوں کے حالات خیالات جانتا ہوں اس لیے حضور انور نے اس سے یہ سوال فرمایا معلوم ہوا کہ کاہنوں کو جھوٹا ثابت کرنے کے لیے ان سے غیبی خبریں پوچھنا جائز ہے حضور انور نے اس کا جھوٹ ظاہر فرمانے کو یہ سوال کیا اسے اس طرح رسوا کرنا ثواب ہے۔

السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ فَقَالَ هُوَ الدُّخُّ فَقَالَ اِخْسَأْ فَلَنْ تَعْدُوَ قَدْرَكَ قَالَ عُمَرُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَتَأْذَنُ لِيْ فِيْهِ اَنْ اَضْرِبَ عُنُقَهٗ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْ يَّكُنْ هُوَ لَا تُسَلَّطُ عَلَيْهِ وَاِنْ لَّمْ يَكُنْ هُوَ فَلَا خَيْرَ لَكَ فِيْ قَتْلِهٖ قَالَ ابْنُ عُمَرَ انْطَلَقَ بَعْدَ ذٰلِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

یوم تاتی السماء بدخان مبین تو وہ بولا کہ وہ درخ ہے [1] فرمایا دور ہو جا تو اپنی حیثیت سے آگے نہ بڑھے گا [2] حضرت عمر نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا مجھے آپ اجازت دیتے ہیں کہ میں اس کی گردن مار دوں [3] تب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر یہ وہی ہوا تو تم کو اس پر قابو نہ دیا جاویگا اور اگر یہ وہ نہیں ہے تو اسکے قتل میں تمہارے لئے بھلائی نہیں [4] ابن عمر فرماتے ہیں کہ اس کے بعد رسول اللہ صلے اللہ

[1] یعنی اس پوری آیت میں سے وہ پورا ایک لفظ بھی معلوم نہ کر سکا لفظ دخان کا صرف درخ معلوم کر سکا یہی حال کاہنوں کا ہوتا ہے ان کی دس باتوں بلکہ سو میں سے ایک درست نکلتی ہے اور وہ سو میں سے ایک کا پتہ چلا سکتے ہیں خیال رہے کہ حضور نے یہ آیت اس لیے دل میں سوچی کہ اس میں علامت قیامت کا ذکر ہے اور دجال بھی علامات قیامت سے ہے نیز قتل دجال مرخ پہاڑ کے نزدیک ہو گا ان وجوہ سے حضور نے یہ آیت سوچی (اشعہ، مرقات)

[2] یعنی تو صرف ایک کاہن ہے نہ تجھے علم غیب ہے نہ تو خدا ہے نہ خدا کا مقبول بندہ پھر تو مجھ سے کیوں کہتا ہے کہ کیا آپ میری نبوت کی گواہی دیتے ہیں تیری یہ حیثیت اور یہ بات۔

[3] یعنی چونکہ اس سے بڑا فتنہ پھیلنے کا اندیشہ ہے اس لیے اسے قتل کر دینا مناسب ہے یہ ہے حضرت فاروق کا جوش ایمانی فقہاء فرماتے ہیں کہ جو جادوگر لوگوں میں فساد پھیلاتے ہیں انہیں ہلاک کرتے ہیں بادشاہ اسلام اسے قتل کرا دے۔

[4] یعنی اگر یہ دجال ہے تب کہ ارادہ الٰہی یہی ہے کہ دجال کو حضرت عیسٰی علیہ السلام قتل کریں اور اگر یہ دجال نہیں ہے تو بنا بالغ بچہ بھی ہے ہمارا ذمی کافر بھی اسے قتل کرنا جائز نہیں صرف کاہن ہونا قتل کے جواز کا سبب نہیں حضور انور کا اگر مگر سے کلام فرمانا یا اس لیے تھا کہ اس وقت تک دجال کے متعلق حضور کو پورا علم عطا نہ ہوا تھا بعد میں حضور نے دجال کی شکل اس کے اعمال اس کے خروج کا وقت سب کچھ بتا دیا یا یہ اسرار الٰہیہ میں سے ہے جس کا اظہار مناسب نہیں یہ شک کے لیے نہیں بلکہ تشکیک کے لیے ہے ایسے صیغہ قرآن مجید میں بھی آتے ہیں یہ بے علمی کی دلیل نہیں یہ دوسرا قول صحیح ہے۔

وَسَلَّمَ وَاُبَیُّ ابْنُ کَعْبٍ الْاَنْصَارِیُّ یَؤُمَّانِ النَّخْلَ الَّتِیْ فِیْهَا ابْنُ صَیَّادٍ فَطَفِقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَتَّقِیْ بِجُذُوْعِ النَّخْلِ وَهُوَ یَخْتِلُ اَنْ یَّسْمَعَ مِنِ ابْنِ صَیَّادٍ شَیْئًا قَبْلَ اَنْ یَّرَاهُ وَابْنُ صَیَّادٍ مُضْطَجِعٌ عَلٰی فِرَاشِهٖ فِیْ قَطِیْفَةٍ لَّهٗ فِیْهَا زَمْزَمَةٌ فَرَاَتْ اُمُّ ابْنِ صَیَّادٍ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ یَتَّقِیْ بِجُذُوْعِ النَّخْلِ فَقَالَتْ اَیْ صَافِ وَهُوَ اسْمُهٗ هٰذَا مُحَمَّدٌ فَتَنَاهَی ابْنُ صَیَّادٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَوْ تَرَکَتْهُ بَیَّنَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ عُمَرَ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ

علیہ وسلم اور ابی ابن کعب ایک دن اس باغ میں تشریف لے گئے جس میں ابن صیاد تھا۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کھجور کی شاخوں میں چھپنے لگے [1] آپ اس حیلہ سے ابن صیاد سے کچھ سننا چاہتے تھے اس سے پہلے کہ وہ آپ کو دیکھے اور ابن صیاد اپنے بستر پر اپنی کملی میں لپٹا ہوا تھا جس میں اس کی کچھ گنگناہٹ تھی [2] ابن صیاد کی ماں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو کھجور کی شاخوں میں چھپتے دیکھ لیا تو بولی اے صاف یہ اس کا نام تھا [3] یہ ہیں محمد تو ابن صیاد نے گنگناہٹ بند کردی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہ اسے چھوڑے رہتی تو یہ بیان کر دیتا [4] فرمایا عبداللہ ابن عمر نے کہ رسول اللہ صلے اللہ

[1] عرب میں باغ والے لوگ اپنے باغ میں مکان بنا لیتے ہیں وہاں ہی رہتے سہتے ہیں ابن صیاد کے ماں باپ بھی انہیں میں سے تھے۔

[2] ابن صیاد کبھی گنگناہٹ میں اپنے حالات بیان کر دیتا تھا۔ حضور انور کا مقصد یہ تھا کہ اس وقت یہ اپنی مستی میں اپنے حالات بیان کر رہا ہے ہم خود بھی سن لیں اور اس کے متعلق صحیح فیصلہ کر دیں اس سے معلوم ہوا کہ بے دین مفسدین کے حالات چھپ کر دیکھنا سننا جائز ہے تاکہ ان کے فساد کی روک تھام ہو سکے آج ملکی انتظامات میں جاسوسی کو بڑا دخل ہے جس تجسس سے قرآن کریم میں منع فرمایا گیا وہ مسلمانوں کی عیب جوئی کے لیے تجسس کرنا مراد ہے لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں [3] یعنی عض لوگ یہاں تشریف فرما ہیں ان کا ادب و احترام کر تعظیم کے لیے اللہ اپنا کام چھوڑ [4] یعنی یہ بھی رب تعالٰی کی طرف سے ہوا کہ وہ سب کچھ اپنے متعلق بیان کر رہا تھا ایک واقعہ درپیش آگیا کہ وہ کہتے کہتے رک گیا معلوم ہوا کہ رب تعالٰی کا یہی منشا ہے کہ اس کا حال ضیغہ راز میں رہے ورنہ وہ وقت اپنی موج میں خود اپنے حالات بیان کر رہا تھا کہ میں یہ ہوں میں وہ ہوں یہ کر سکتا ہوں۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّاسِ فَاَثْنٰى عَلَى اللّٰهِ بِمَا هُوَ اَهْلُهٗ ثُمَّ ذَكَرَ الدَّجَّالَ فَقَالَ اِنِّيْ اُنْذِرُكُمُوْهُ وَمَا مِنْ نَّبِيٍّ اِلَّا وَقَدْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ لَقَدْ اَنْذَرَ نُوْحٌ قَوْمَهٗ وَلٰكِنِّيْ سَاَقُوْلُ لَكُمْ فِيْهِ قَوْلًا لَمْ يَقُلْهُ نَبِيٌّ لِقَوْمِهٖ تَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ اَعْوَرُ وَاِنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِاَعْوَرَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ لَقِيَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ يَعْنِي ابْنَ صَيَّادٍ فِيْ بَعْضِ طُرُقِ الْمَدِيْنَةِ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

علیہ وسلم لوگوں میں کھڑے ہوئے تو اللہ تعالیٰ کی وہ تعریف کی جو اس کے لائق ہے ۱ پھر دجال کا ذکر فرمایا پھر فرمایا کہ میں نے تم کو اس سے ڈرایا ہے اور نہیں ہے کوئی نبی مگر اس نے اپنی قوم کو اس سے ڈرایا ۲ چنانچہ حضرت نوح نے اپنی قوم کو ڈرایا اور میں تم سے اس کے متعلق وہ بات کہتا ہوں جو کسی نے اپنی قوم سے نہ کہی تم جانتے ہو کہ وہ کانا ہے اور اللہ کانا نہیں ۳ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے کہ ان سے یعنی ابن صیاد سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور جناب ابوبکر و عمر مدینہ منورہ کے بعض راستوں میں ملے ۴ تو اس سے رسول اللہ صلے اللہ

۱ حضور انور کا طریقہ مبارکہ تھا کہ اپنا کلام حمد الٰہی سے شروع فرماتے تھے وعظ عموماً دوسرے کلام خصوصاً یہ فرمان بطور وعظ تھا۔

۲ یہاں نبی سے مراد حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے بعد والے پیغمبر ہیں جیسا کہ گذشتہ حدیثوں سے معلوم ہوا کہ ان حضرات کا ڈرانا اس کی اہمیت کے لیے تھا۔ جیسے حضور نے صحابہ کو قیامت سے ڈرایا حالانکہ ان حضرات کے زمانہ میں قیامت آنے والی نہ تھی۔

۳ یہ فرمان عالی ان حضرات کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ ابن صیاد دجال نہیں کہ حضور انور نے فرمایا کہ وہ کانا ہے اور ابن صیاد کانا نہ تھا نیز یہ صاحب اولاد تھا مدینہ منورہ میں رہتا تھا مکہ معظمہ حج کے لیے جاتا تھا۔ کیونکہ حضور کے بعد وہ مسلمان ہو گیا تھا مرقات نے یہاں فرمایا کہ ابن صیاد مدینہ منورہ میں مرا اس پر مسلمانوں نے نماز پڑھی اسے وہاں ہی دفن کیا۔ مگر دوسری روایات میں ہے کہ وہ جنگ حرہ میں گم ہو گیا واللہ اعلم بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ بعد میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یقین دلا دیا تھا کہ ابن صیاد دجال نہیں تمیم داری کی حدیث آپ پڑھ چکے ہیں۔

۴ یعنی کا فاعل حضرت ابوسعید خدری ہیں مرقات یہ ملاقات عوالی مدینہ میں اتفاقاً تھی اور ابن صیاد کے گھر تشریف لے جانا واقعہ دوسرا ہے جب اس وقت ابن صیاد مسلمان نہ ہوا حضور انور کے پردہ فرمانے کے بعد مسلمان ہو گیا صحابہ کرام کے ساتھ اس نے حج کیا۔

اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ أَتَشْہَدُ أَنِّیْ رَسُوْلُ اللہِ فَقَالَ[1] ہُوَ أَتَشْہَدُ أَنِّیْ رَسُوْلُ اللہِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اٰمَنْتُ بِاللہِ وَمَلٰئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ مَاذَا تَرٰی قَالَ أَرٰی عَرْشًا عَلَی الْمَاءِ[2] فَقَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَرٰی عَرْشَ اِبْلِیْسَ عَلَی الْبَحْرِ قَالَ وَمَا تَرٰی قَالَ أَرٰی صَادِقَیْنِ وَکَاذِبًا أَوْ کَاذِبَیْنِ وَصَادِقًا[3] فَقَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لُبِسَ عَلَیْہِ فَدَعُوْہُ وَعَنْہُ أَنَّ ابْنَ صَیَّادٍ سَأَلَ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ تُرْبَۃِ الْجَنَّۃِ[4] فَقَالَ دَرْمَکَۃٌ بَیْضَاءُ

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تو گواہی دیتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں[1] تو وہ بولا کہ کیا آپ گواہی دیتے ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں[1] تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اسکے رسولوں پر ایمان لایا تو کیا دیکھتا ہے بولا میں عرش پانی پر دیکھتا ہوں[2] تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو دریا پر ابلیس کا تخت دیکھتا ہے فرمایا تو اور کیا دیکھتا ہے وہ بولا میں دو سچے ایک جھوٹا یا دو جھوٹے اور ایک سچا دیکھتا ہوں[3] تب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس پر شبہ ڈال دیا گیا ہے کہ اسے چھوڑ دو (مسلم) روایت ہے انہیں سے کہ ابن صیاد نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے جنت کی مٹی کے متعلق پوچھا[4] تو فرمایا کہ سفید میدہ

[1] اس کے متعلق پہلے عرض کیا گیا کہ ابن صیاد کا یہ قول حضور انور کے مقابلہ میں تھا ورنہ وہ مدعی نبوت نہ تھا۔

[2] جیسے بعض اولیاء اللہ ابلیس اور اس کے تخت کو آنکھوں دیکھ لیتے ہیں اور اس پر لاحول پڑھ کر اسے دفع کر دیتے ہیں بعض بے دین کاہنوں کو بھی وہ نظر آجاتا ہے اور وہ اس سے بہک جاتے ہیں خدا کی پناہ ابن صیاد کا یہ دیکھنا اسی طرح کا تھا وہ یہی بیان کر رہا ہے

[3] یعنی اسے اپنی معلومات پر خود ہی یقین نہیں کہ سچی خبر کونسی ہے جھوٹی کونسی تو اس سے کچھ پوچھ گچھ کرنا بے کار ہے۔

[4] اس سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ آخر میں ابن صیاد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معتقد ہو گیا تھا کہ حضور سے غیبی خبریں پوچھتے لگا تھا اور آپ کے جواب پر کسی قسم کی جرح قدح نہیں کرتا تھا حضور کے پردہ فرمانے کے بعد تو مسلمان ہو گیا تھا معلوم یہ بھی ہوا کہ ابن صیاد بھی یہ جانتا تھا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو علم غیب ہوتا ہے وہ جنت دوزخ زمین و آسمان سب کی خبر رکھتے ہیں۔

بِمِسْكٍ خَالِصٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنْ نَافِعٍ قَالَ لَقِيَ ابْنُ عُمَرَ ابْنَ صَائِدٍ فِي بَعْضِ طُرُقِ الْمَدِينَةِ فَقَالَ لَهُ قَوْلًا أَغْضَبَهُ فَانْتَفَخَ حَتَّى مَلَأَ السِّكَّةَ فَدَخَلَ ابْنُ عُمَرَ عَلَى حَفْصَةَ وَقَدْ بَلَغَهَا فَقَالَتْ لَهُ رَحِمَكَ اللّٰهُ مَا أَرَدْتَ مِنِ ابْنِ صَائِدٍ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّمَا يَخْرُجُ مِنْ غَضْبَةٍ يَغْضَبُهَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ صَحِبْتُ ابْنَ صَائِدٍ إِلَى مَكَّةَ فَقَالَ لِي مَا لَقِيتُ مِنَ النَّاسِ يَزْعُمُونَ أَنِّي الدَّجَّالُ أَلَسْتَ سَمِعْتَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

خالص مشک لہ (مسلم) روایت ہے حضرت نافع سے فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر مدینہ منورہ کے بعض راستوں میں ابن صیاد سے ملے ۲ہ تو آپ نے اس سے ایسی بات کہی جس نے اسے غضب ناک کر دیا تو وہ پھولا حتی کہ گلی بھر دی ۳ہ پھر ابن عمر جناب حفصہ کے پاس گئے انہیں یہ خبر پہنچ چکی تھی انہوں نے ان سے کہا اللہ تم پر رحمت کرے تم نے ابن صیاد سے کیا چاہا کیا تمہیں خبر نہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دجال ایک غصہ کی حالت میں ہی نکلے گا جس پر اُسے غصہ آویگا ۴ہ (مسلم) روایت ہے حضرت ابو سعید خدری سے فرماتے ہیں کہ میں مکہ تک ابن صیاد کے ساتھ رہا تو اس نے مجھ سے کہا میں نے لوگوں سے بہت مصیبت پائی ۵ہ وہ گمان کرتے ہیں کہ میں دجال ہوں ۶ہ کیا تم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو

لہ درکہ بروزن جعفر بمعنی سفید میدہ بعد میں بیضاء فرمانا توضیح کے لیے ہے یعنی جنت کی مٹی رنگت میں سفید خوشبو مشک خالص کی سی ہے۔ حضور کیوں نہ بتاتے حضور تو جنت کی سیر کر کے آئے ہیں۔

۲ہ یہ واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف کے بعد کا ہے جیسا کہ مضمون حدیث سے واضح ہے۔

۳ہ حدیث بالکل ظاہر ہے واقعی وہ پھول کر اتنا موٹا ہو گیا کہ گلی ساری بھر گئی۔ اب بھی بعض چیزوں میں ہوا بھر دی جائے تو موٹی ہو جاتی ہیں۔ ۴ہ یعنی اے ابن عمر تم اسے غصہ نہ دلاؤ اگر یہ واقعی دجال ہوا تو ابھی تم اسے غصہ سے دجال بنا دو گے اور ابھی اس کے خروج کا وقت ہے نہیں۔

۵ہ یہاں ما استفہامیہ ہے تعجب کے لیے ہے یعنی مجھے کیسی مصیبت پڑی ہے جو لوگوں سے میں سنتا ہوں۔

۶ہ یعنی لوگ مجھے دجال کہتے ہیں حالانکہ میں دجال نہیں ہوں میرے دجال نہ ہونے کی دلیلیں یہ ہیں جو میں خود عرض کر رہا ہوں

يَقُوْلُ اِنَّهٗ لَا يُوْلَدُ لَهٗ وَقَدْ وُلِدَ لِيْ اَلَيْسَ قَدْ قَالَ هُوَ كَافِرٌ وَاَنَا مُسْلِمٌ اَوَلَيْسَ قَدْ قَالَ لَا يَدْخُلُ الْمَدِيْنَةَ وَلَا مَكَّةَ وَقَدْ اَقْبَلْتُ مِنَ الْمَدِيْنَةِ وَاَنَا اُرِيْدُ مَكَّةَ ثُمَّ قَالَ لِيْ فِيْ اٰخِرِ قَوْلِهٖ اَمَا وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَعْلَمُ مَوْلِدَهٗ وَمَكَانَهٗ وَاَيْنَ هُوَ وَاَعْرِفُ اَبَاهُ وَاُمَّهٗ قَالَ فَلَبَسَنِيْ قَالَ قُلْتُ لَهٗ تَبًّا لَكَ سَائِرَ الْيَوْمِ قَالَ وَقِيْلَ لَهٗ اَيَسُرُّكَ اَنَّكَ ذَاكَ الرَّجُلُ قَالَ لَوْ عُرِضَ عَلَيَّ مَا كَرِهْتُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ

فرماتے ہوئے سنتے نہ رہے کہ دجال کے اولاد نہ ہوگی اور میری اولاد ہے کیا حضور نے یہ نہ فرمایا کہ وہ کافر ہے اور میں مسلمان ہوں لہ کیا حضور نے یہ نہ فرمایا کہ وہ نہ مدینہ میں داخل ہو سکے گا نہ مکہ میں اور میں مدینہ سے آرہا ہوں اور مکہ کا ارادہ کر رہا ہوں لہ پھر اس نے مجھ سے اپنی آخری قول میں یہ کہا کہ آگاہ رہو کہ میں اس کی پیدائش گاہ اور اس کی جگہ جانتا ہوں اور یہ کہ وہ کہاں ہے اور میں اس باپ وماں کو پہچانتا ہوں سے فرماتے ہیں کہ اس نے مجھے شبہ میں ڈال دیا لہ میں نے اس سے کہا کہ تو ہمیشہ ہلاک رہے فرمایا اور اس سے کہا گیا کیا تجھے یہ پسند ہے کہ تو ہی وہ دجال ہے فرماتے ہیں وہ بولا کہ اگر یہ مجھ پر پیش کیا جاوے تو میں ناپسند نہ کروں ہ (مسلم) روایت ہے حضرت ابن عمر سے

لہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن صیاد اس وقت مسلمان ہو چکا تھا۔

لہ ان دلائل کی بنا پر اکثر علماء فرماتے ہیں کہ ابن صیاد دجال معروف نہیں مگر جو حضرات فرماتے ہیں کہ وہ دجال ہی ہے وہ ان کے جواب یہ دیتے ہیں کہ ابھی ابن صیاد دجال نہیں بنا تھا جب دجال بن کر آوے گا تب اس کے یہ حالات ہوں گے کہ وہ کافر بھی ہوگا لا ولد بھی ہوگا۔ کانا بھی اور حرمین طیبین کی زمین سے محروم بھی۔

سے غالب یہ ہے کہ ابن صیاد نے یہ سب کچھ جھوٹ بولا اسے کچھ بھی پتہ نہ تھا صرف شیخی سے یہ کہہ رہا تھا مرقات بعض لوگوں نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ تھا کہ میں ہی دجال ہوں اس کی ہر حالت جانتا ہوں ۱۲ اشعہ

لہ یعنی پہلے تو مجھے خیال ہو گیا تھا کہ واقعی یہ دجال نہیں مگر اس کی گفتگو سے مجھے اشتباہ ہو گیا کہ یہ دجال ہے یا نہیں۔

ہ یعنی اگر میں ہی دجال بنا دیا جاؤں اور اس کے تمام عیوب مجھ کو دے دیئے جاویں تو میں اس سے راضی ہوں اس سے اس کا کفر ظاہر ہے کہ رضا بالکفر کفر ہے۔ لمعات، اشعہ اس سے معلوم ہوا کہ وہ اسلام ظاہر کرنے پر بھی دل سے مسلمان نہ تھا۔

ن لَقِیتُہُ وَقَدْ نَفَرَتْ عَیْنُہُ فَقُلْتُ مَتٰی فَعَلَتْ عَیْنُکَ مَا اَرٰی قَالَ لَا اَدْرِیْ قُلْتُ لَا تَدْرِیْ وَهِیَ فِیْ رَاْسِكَ قَالَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ خَلَقَهَا فِیْ عَصَاكَ فَنَخَرَ كَاَشَدِّ نَخِیْرِ حِمَارٍ سَمِعْتَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ رَاَیْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ یَحْلِفُ بِاللّٰهِ اَنَّ ابْنَ الصَّیَّادِ الدَّجَّالُ قُلْتُ تَحْلِفُ

فرماتے ہیں کہ میں ابن صیاد سے ملا اس کی آنکھ سوج گئی ۱؎ تو میں نے کہا کہ تیری آنکھ نے کیا کیا جو میں دیکھ رہا ہوں بولا مجھے خبر نہیں ۲؎ میں نے کہا کہ تجھے خبر نہیں حالانکہ وہ تیرے سر میں ہے بولا اگر اللہ چاہے تو تمہاری لاٹھی میں آنکھ پیدا کردے ۳؎ فرماتے ہیں پھر گدھے کی سی سخت آواز نکالی جو تو نے سنا ہوگا ۴؎ (مسلم) روایت ہے حضرت محمد ابن منکدر سے ۵؎ فرماتے ہیں میں نے حضرت جابر عبداللہ کو دیکھا کہ وہ اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ ابن صیاد دجال ہے ۶؎ میں نے کہا کہ آپ

۱؎ یعنی پہلے اس کی آنکھ اچھی بھلی تھی کہ اچانک سوج گئی اور کسی علاج سے اچھی نہ ہوئی پہلے میں نے اس کی آنکھ اچھی دیکھی تھی آج ورم ہوگئی۔

۲؎ یعنی بغیر سبب بغیر وجہ خود بخود یہ آنکھ ایسی ہوگی۔

۳؎ اس جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن صیاد خدا کو مانتا تھا اس کے قادر مطلق ہونے پر ایمان رکھتا تھا وہ کہہ رہا ہے کہ مجھے یہ ورم تکلیف کے بغیر ہوا ہے اس لیے مجھے پتہ نہ لگا اگرچہ آنکھ میرے سر میں تھی جیسے اے ابن عمر اگر رب تعالٰی اچانک تمہاری لاٹھی میں آنکھ پیدا کردے بغیر کسی سبب کے تو اگرچہ لاٹھی تمہارے ساتھ رہتی ہے مگر تمہیں پتہ نہ لگے گا کیونکہ یہ کام اچانک ہوگا ایسے ہی میرا معاملہ ہے۔

۴؎ یعنی تم نے جتنے گدھوں کی آواز سنی ہو ان میں سخت تر آواز سے وہ رینکنے لگا کوئی گدھا اتنی سخت آواز سے نہیں رینکتا اس میں دو احتمال ہیں یا سمعت متکلم کا صیغہ ہو یا سمعت واحد مخاطب کا صیغہ دونوں مطلب درست ہیں (مرقات)

۵؎ آپ مشہور جلیل القدر تابعی ہیں بڑے عالم فاضل زاہد ہیں بہت صحابہ کرام سے ملاقات کی ہے اور بہت سے تابعین سے آپ نے روایات لی ہیں ۱۳۰ھ ایک سو تیس میں وفات پائی (اشعہ) آپ سے سفیان ثوری، عمرو ابن دینار جیسے حضرات نے روایت لیں۔

۶؎ حضرت جابر کا یہ قسم کھانا کسی نص شرعی کی بنا پر نہ تھا بلکہ اپنے ذاتی خیال کی وجہ سے تھا جو انہوں نے بعض علامات سے قائم کیا تھا اس علامت کا ذکر آگے ہے۔

بِاللّٰهِ قَالَ اِنِّیْ سَمِعْتُ عُمَرَ یَحْلِفُ عَلٰی ذٰلِكَ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ یُنْكِرْهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ یَقُوْلُ وَاللّٰهِ مَا اَشُكُّ اَنَّ الْمَسِیْحَ الدَّجَّالَ ابْنُ صَیَّادٍ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤٗدَ وَالْبَیْهَقِیُّ فِیْ كِتَابِ الْبَعْثِ وَالنُّشُوْرِ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ فَقَدْنَا ابْنَ صَیَّادٍ یَوْمَ الْحَرَّةِ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤٗدَ

اللہ کی قسم کھا رہے ہیں فرمایا کہ میں نے حضرت عمر کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس اس پر قسم کھاتے سنا تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کا انکار نہ فرمایا[1] (مسلم بخاری) دوسری فصل روایت ہے حضرت نافع سے فرماتے ہیں کہ حضرت عمر کہتے تھے اللہ کی قسم میں اس میں شک نہیں کرتا کہ مسیح دجال ابن صیاد ہے[2] (ابوداؤد۔بیہقی۔ کتاب بعث والنشور) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ ہم نے حرہ کے دن ابن صیاد کو گم پایا[3] (ابوداؤد)

[1] بعض علماء نے اس حدیث کی بنا پر فرمایا کہ غالب گمان پر قسم کھا لینا جائز ہے قسم کے لیے یقین ضروری نہیں مگر بعض نے فرمایا کہ قسم صرف یقین پر کھائی جاسکتی ہے اور یہاں دجال سے مراد چھوٹا دجال ہے یعنی فتنہ گر فسادی حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں تیس دجال ہوں گے اور ظاہر ہے کہ ابن صیاد ان تیس میں سے یقینی ہے خصوصًا اس وقت جب کہ اس نے اسلام ظاہر نہ کیا تھا اس معنی سے وہ یقینًا دجال تھا اور یہ قسم یقین پر تھی اور ہوسکتا ہے کہ حضرت جابر کا یہ مذہب ہو کہ یقینًا ابن صیاد دجال اکبر ہے اپنے یقین پر قسم کھائی ہو۔

[2] ظاہر یہ ہے کہ یہاں دجال سے مراد وہ ہی بڑا دجال ہے اور یہ حضرات ابن عمر کی اپنی رائے ہے علامات کی بنا پر۔

[3] جنگ حرہ وہ حادثہ ہے جو یزید مردود کے مدینہ منورہ پر حملہ کرنے پر نمودار ہوا واقعہ کربلا کے بعد اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جنگ حرہ تک تو ہم نے ابن صیاد کو مدینہ منورہ میں دیکھا پھر اس کے بعد وہ ہم کو نظر نہ آیا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ ابن صیاد مدینہ منورہ میں مرا اور ہم نے اس پر نماز پڑھی اسے دفن کیا کیوں کہ حضرت جابر کو اس واقعہ کی اطلاع نہ ملی وہ اپنے علم کے مطابق فرمارہے ہیں۔ (مرقات،اشعہ)

وَعَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَمْکُثُ اَبَوَا الدَّجَّالِ ثَلٰثِیْنَ عَامًا لَا یُوْلَدُ لَھُمَا وَلَدٌ ثُمَّ یُوْلَدُ لَھُمَا غُلَامٌ اَعْوَرُ اَضْرَسُ وَاَقَلُّہٗ مَنْفَعَۃً تَنَامُ عَیْنَاہُ وَلَا یَنَامُ قَلْبُہٗ ثُمَّ نَعَتَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَبَوَیْہِ فَقَالَ اَبُوْہُ طِوَالٌ ضَرْبُ اللَّحْمِ کَاَنَّ اَنْفَہٗ مِنْقَارٌ وَاُمُّہٗ اِمْرَاَۃٌ فِرْضَاخِیَّۃٌ طَوِیْلَۃُ الْیَدَیْنِ فَقَالَ اَبُوْبَکْرَۃَ فَسَمِعْنَا بِمَوْلُوْدٍ

روایت ہے حضرت ابوبکر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ دجال کا باپ تیس سال تک لاولد رہے گا کہ اس کے [1] اولاد نہ ہوگی پھر ان کے کانا بڑی ڈاڑھ والا کم نفع والا کم نفع والا لڑکا پیدا ہوگا [2] جس کی آنکھیں سوئیں گی اس کا دل نہ سوئے گا [3] پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کے ماں باپ کا ذکر فرمایا تو فرمایا کہ اس کا باپ دراز قد دبلا ہوگا گویا اس کی ناک چونچ ہے اور اس کی ماں موٹی لمبے ہاتھ والی عورت ہے [4] ابوبکر کہتے ہیں کہ ہم نے مدینہ منورہ میں یہود میں

[1] یہ وہ علامات ہیں جن کی بنا پر بعض صحابہ کو یقین ہوگیا کہ ابن صیاد دجال ہے۔ ممکن ہے اس حدیث میں دجال سے مراد بڑا دجال نہ ہو بلکہ چھوٹے دجالوں میں سے ایک دجال ہو۔ (مرقات)

[2] اضرس کے دو معنی کیے گئے ہیں ایک یہ کہ اس کے منہ میں پیدائشی ڈاڑھ ہوگی کہ اپنے منہ میں ماں کے پیٹ سے ڈاڑھ لانے گا دوسرے یہ کہ پیدا تو بغیر دانت و ڈاڑھ کے ہی ہوگا۔ مگر جب اس کے داڑھیں نکلیں گی تو دوسرے انسانوں سے بڑی ہوں گی دوسرے معنی کو ترجیح دی گئی ہے۔

[3] یعنی اس بچہ میں دوسری حیرت ناک بات یہ ہوگی کہ وہ گھر والوں یا دوسروں کو کوئی فائدہ نہ دے گا یا بہت کم دے گا کام کاج کم کرے گا ماں باپ کی فرمانبرداری کم کرے گا مگر نقصان زیادہ دے گا اس کے ذریعہ چیزیں زیادہ خراب ہوں گی لوگوں سے لڑائی دنگے بہت کرے گا سوتے میں دل اس کا بیدار رہے گا کہ لوگوں کی باتیں سن لیا کرے گا۔ ہر چیز دیکھ لیا کرے گا۔

[4] یعنی جیسے اس لڑکے میں چند حیرتناک علامات ہوں گی ایسے ہی اس کے ماں باپ میں چند خصوصیات ہونگی جن علامات سے وہ دوسرے لوگوں سے ممتاز ہوں گے باپ لمبا، دبلا ناک چونچ کی طرح ماں موٹی لمبے ہاتھ والی اللہ تعالے نے اپنے محبوب کو ہر چیز بتائی بلکہ دکھائی ہے۔

فِي الْيَهُودِ بِالْمَدِينَةِ فَذَهَبْتُ أَنَا وَالزُّبَيْرُ بْنُ الْعَوَّامِ حَتَّى دَخَلْنَا عَلَى أَبَوَيْهِ فَإِذَا نَعْتُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهِمَا فَقُلْنَا هَلْ لَكُمَا وَلَدٌ فَقَالَا مَكَثْنَا ثَلَاثِينَ عَامًا لَا يُولَدُ لَنَا وَلَدٌ ثُمَّ وُلِدَ لَنَا غُلَامٌ أَعْوَرُ أَضَرُّ شَيْءٍ وَأَقَلُّهُ مَنْفَعَةً تَنَامُ عَيْنَاهُ وَلَا يَنَامُ قَلْبُهُ قَالَ فَخَرَجْنَا مِنْ عِنْدِهِمَا فَإِذَا هُوَ مُنْجَدِلٌ

ایک بچہ سنا تو میں اور زبیر ابن عوام گئے [1] حتیٰ کہ ہم اس کے ماں باپ پاس گئے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بیان کردہ اوصاف ان دونوں میں تھے [2] تو ہم نے کہا کیا تمہارے کوئی بچہ ہے تو وہ دونوں بولے ہم تیس سال رہے کہ ہمارے اولاد نہ ہوئی پھر ہمارے کانا بڑی ڈاڑھ والا بچہ پیدا ہوا کم نفع والا جس کی آنکھیں سوتی ہیں اور اس کا دل نہیں سوتا [3] فرماتے ہیں کہ ہم ان کے پاس سے نکلے تو وہ دھوپ میں ایک کمبل میں لیٹا ہوا

[1] یعنی ہم کو خبر لگی کہ یہود مدینہ میں ایک بچہ اس شکل و شباہت کا پیدا ہوا ہے جو حضور انور نے ارشاد فرمائی تھی ہم کو اس کے دیکھنے کا شوق ہوا اس لیے ہم اس محلہ اس کے گھر گئے۔

[2] ان بزرگوں نے اس بچہ کو دیکھنے سے پہلے اس کے ماں باپ کی تحقیق کی انہیں اس طرح کا پایا جو حضور انور نے دجال کے ماں باپ کے متعلق خبر دی تھی خیال رہے کہ کافرہ۔ فاسقہ۔ بے پردہ آوارہ عورتوں کا دیکھنا حرام نہیں خصوصًا ضرورت کے وقت ان بزرگوں نے اس کی ماں کو تحقیق کے لیے دیکھا طبیب مریضہ کو۔ قاضی شاہدہ کو۔ گواہ مدعیہ کو ضرورۃً دیکھ سکتے ہیں۔

[3] غالبًا وہ پیدائشی ایک آنکھ کا کانا ہوگا بعد میں یہ ہی آنکھ سوج گئی ہوگی یا دوسری آنکھ لہٰذا یہ حدیث گذشتہ سی حدیث کے خلاف نہیں۔ جس میں ہے کہ ہم نے دیکھا اس کی ایک آنکھ آج سوج گئی۔ ہم نے پوچھا کب سوجی وہ بولا مجھے خبر نہیں۔

[4] چنانچہ اس کے سونے کی حالت میں جو کچھ کہا جاوے وہ سن لیتا ہے جو کوئی آدمی اسے دیکھ لیتا ہے۔ پھر خراٹے بھی لیتا ہے۔ خیال رہے کہ دجال کے لیے یہ صفت عیب ہے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ صفت کمال ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سوتے ہیں سب کچھ دیکھتے سنتے ہیں ان کی حفاظت و ہدایت کے لیے وہ سب کو دیکھتا ہے گمراہ کرنے کے لیے دجال کی گمراہ گری کبھی بند نہیں ہوتی۔ حضور انور کی ہدایت کبھی نہیں رکی اب بھی حضور ہم سب کو دیکھتے ہم سب کی سنتے ہیں۔

فِي الشَّمْسِ فِي قَطِيفَةٍ وَلَهُ هَمْهَمَةٌ فَكَشَفَ عَنْ رَأْسِهِ فَقَالَ مَا قُلْتُمَا قُلْنَا وَهَلْ
سَمِعْتَ مَا قُلْنَا قَالَ نَعَمْ تَنَامُ عَيْنَايَ وَلَا يَنَامُ قَلْبِي رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ. وَ
عَنْ جَابِرٍ أَنَّ امْرَأَةً مِنَ الْيَهُودِ بِالْمَدِينَةِ وَلَدَتْ غُلَامًا مَمْسُوحَةً عَيْنُهُ طَالِعَةً
نَابُهُ فَأَشْفَقَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَكُونَ الدَّجَّالَ فَوَجَدَهُ تَحْتَ
قَطِيفَةٍ يُهَمْهِمُ فَآذَنَتْهُ أُمُّهُ فَقَالَتْ يَا عَبْدَ اللهِ هٰذَا أَبُو الْقَاسِمِ

تھا اس کی کچھ گنگناہٹ تھی ۱؎ تو اس نے اپنا سر کھولا تو بولا کہ تم نے کیا کہا ہم نے کہا کہ کیا تم نے ہماری بات سن لی بولا ہاں میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا ۲؎ (ترمذی) روایت ہے حضرت جابر سے کہ ایک یہودی عورت نے مدینہ میں ایک بچہ جنا جس کی ایک آنکھ سپاٹ تھی اس کی کچلی ڈاڑھ آگئی ہوئی تھی ۳؎ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خوف کیا کہ یہ ہی دجال ہوگا ۴؎ اسے ایک کمبل کے نیچے پایا گنگنا رہا تھا ۵؎ اس کی ماں نے خبر دیدی بولی اے اللہ کے بندے یہ ابوالقاسم ہیں ۶؎

۱؎ بھن بھنانے کی ہلکی آواز کو کہتے ہیں یہاں وہ آواز مراد ہے جو سوتے میں نکلتی ہے جس میں انسان کچھ باتیں کرتا ہے اسے اردو میں گنگناہٹ یا بڑبڑانا کہتے ہیں (مرقات)

۲؎ اس لیے میں نے سوتے میں ہی تم کو دیکھ بھی لیا۔ اور تمہاری باتیں سن بھی لیں۔

۳؎ معلوم ہوتا ہے کہ وہ پیدائشی کانا اور ڈاڑھ والا تھا حدیث پاک کے ظاہری معنی یہ ہی ہیں۔ بعض شارحین نے کہا کہ یہاں ناب جنسی معنی میں ہے مطلب یہ ہے کہ اس کی ساری ڈاڑھیں کچلیں پیدائشی تھیں۔

۴؎ اس کے متعلق عرض کیا جا چکا ہے کہ یہاں دجال سے مراد چھوٹا دجال ہے اور ممکن ہے کہ بڑا دجال ہی مراد ہو اور یہ پہلے کا واقعہ ہو بعد میں حضور محمد مصطفے اللہ علیہ وسلم نے بڑے دجال کی بہت سی نشانیاں بیان فرمائی ہوں۔

۵؎ اس گنگنانے میں وہ اپنے حالات خصوصی بیان کر رہا تھا کہ میں یہ ہوں میں وہ ہوں وہ سب کچھ ہی کہہ جاتا اگر اسے روکا نہ جاتا۔

۶؎ یعنی یہ محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو اپنا گنگنانا چھوڑ ان کا ادب واحترام کر معلوم ہوتا ہے کہ ماں کی نیت بری نہ تھی اور منظور الٰہی یہ تھا کہ ابن صیاد کے حالات پردہ میں ہی رہیں۔

فخرج من القطيفة فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما لها قاتلها الله لو تركته لبين فذكر مثل معنى حديث ابن عمر فقال عمر بن الخطاب ائذن لي يا رسول الله فأقتله فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم إن يكن هو فلست صاحبه إنما صاحبه عيسى ابن مريم وإلا يكن هو فليس لك أن تقتل رجلا من أهل العهد فلم يزل رسول

تو وہ کمبل سے نکل پڑا تب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا اسے غارت کرے اسے کیا ہوا اگر یہ اسے چھوڑ دیتی تو یہ بیان کر دیتا پھر حضرت ابن عمر کی حدیث کے معنی کی مثل ذکر کیا تب جناب عمر ابن خطاب نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے اجازت دیں کہ میں اسے قتل کر دوں[2] تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر یہ وہ ہی ہے تو اسکے قاتل تم نہیں اسکے قاتل حضرت عیسیٰ ابن مریم ہیں[3] اور اگر یہ وہ نہیں ہے تو تمہیں مناسب نہیں کہ ذمہ داروں میں سے کسی کو قتل کرو[4] پھر رسول اللہ

[1] یعنی اسے سوجھا گیا کہ میری خبر ابن صیاد کو دے کر اسے خاموش کر دیا کچھ دیر خاموش رہی ہوتی خیال رہے کہ عربی میں قاتلہ اللہ اظہار غضب کے لیے کہا جاتا ہے اس سے بددعا مقصود نہیں ہوتی رب تعالیٰ فرماتا ہے قاتلھم اللہ انی یوفکون

[2] کیوں کہ یہ بڑا فتنہ گر فسادی ہوگا اگرچہ یہ ابھی بے قصور بچہ ہے مگر حضرت خضر نے بھی تو ایک بے قصور بچہ کو اس لیے قتل کیا کہ وہ آگے چل کر فساد پھیلاتا مجھے بھی اس کے قتل کی اجازت دیجیے تاکہ فساد کی جڑ کٹ جائے۔

[3] یعنی اگر یہ وہ ہی بڑا دجال ہے جس کا خروج قریب قیامت ہوگا تو تم اس کے قتل پر قادر نہ ہوگے کہ یہ ارادۂ الٰہی کے خلاف ہے۔

[4] یعنی اسلامی قانون سے اس کا قتل جائز نہیں کہ یہ ہے یہودی ذمی اور ذمی کا قتل بغیر بڑے جرم کے جائز نہیں حضرت خضر علیہ السلام بھی اب کسی بے قصور بچے کو قتل نہیں کر سکتے کہ اب وہ بھی اسلامی قوانین کے پابند ہیں یہ دین موسوی نہیں جس سے حضرت خضر یا کوئی شخص الگ ہو۔

بَابُ نُزُوْلِ عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَيُوْشِكَنَّ اَنْ يَّنْزِلَ فِيْكُمُ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا عَدْلًا فَيَكْسِرُ الصَّلِيْبَ وَيَقْتُلُ الْخِنْزِيْرَ وَيَضَعُ الْجِزْيَةَ

باب حضرت عیسٰی علیہ السلام کی تشریف آوری[۱] پہلی فصل روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے قریب ہے کہ تم میں[۲] ابن مریم حاکم عادل ہو کر اتریں وہ صلیب کو توڑیں گے سوروں کو فنا کردیں گے[۳] جزیہ کو

---

[۱] اس کے متعلق پہلے عرض کیا جاچکا ہے کہ حضور انور کا یہ خوف اولاً تھا پھر بعد میں تو حضور نے دجال کے ایسے حالات بیان فرمائے جن سے ہم سننے والوں کو یقین ہے کہ وہ دجال ابھی نہیں آیا اور تمیم داری کی وہ حدیث کہ انہوں نے ایک کلیسہ میں اسے زنجیروں میں جکڑا ہوا دیکھا واضح کرتی ہے کہ ابن صیاد دجال نہیں لہذا حضور انور کو بعد میں یقین تھا کہ یہ دجال نہیں ماں باپ کے حالات یکساں ہوسکتے ہیں صفات کے ایک ہونے سے چند موصوف ایک نہیں ہوجاتے لہذا اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بے علمی یا کم علمی ثابت نہیں ہوتی۔

[۲] قریب قیامت حضرت عیسٰے علیہ السلام زمین پر تشریف لائیں گے دین محمدی کے تابع ہوں گے حضور کی شریعت پر عمل کریں گے اور لوگوں سے عمل کرائیں گے جزیہ اور سود کو ختم فرمادیں گے یعنی کسی شخص کو کافر رہ کر جزیہ دینے کا اختیار نہ ہوگا کوئی سور نہ کھا سکے گا سور فنا کردیئے جائیں گے یہ دونوں حکم آپ منسوخ نہ کریں گے خود حضور انور نے فرمادیا تھا کہ ان کی تشریف آوری پر یہ دونوں حکم منسوخ ہوجائیں گے ان کے ناسخ خود حضور انور کے فرمان ہیں جن کا ظہور اس وقت ہوگا۔

[۳] یعنی تم مسلمانوں میں وہ آئیں گے نہ کہ تم صحابہ میں۔

[۴] اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ سوروں کا شکار کرتے رہیں گے بلکہ مطلب یہ ہے کہ کسی شخص کو نہ کافر رہنے کی اجازت ہوگی نہ سور کھانے شراب پینے کی اس وقت کفار کے لیے دو ہی صورتیں ہوں گی یا اسلام یا قتل یہ حضور ہی کا حکم ہے جس کا ظہور اس دن ہوگا۔

وَيَفِيضُ الْمَالُ حَتّٰى لَا يَقْبَلَهُ اَحَدٌ حَتّٰى تَكُوْنَ السَّجْدَةُ الْوَاحِدَةُ خَيْرًا مِّنَ
الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا ثُمَّ يَقُوْلُ اَبُوْ هُرَيْرَةَ فَاقْرَؤُا اِنْ شِئْتُمْ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ
اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ الْاٰيَةَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ لَيَنْزِلَنَّ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا عَادِلًا فَلَيَكْسِرَنَّ

ختم فرمادیں گے مال کو بہادینگے حتی کہ اسے کوئی قبول نہ کرے گا حتی کہ ایک سجدہ دنیا
اور دنیا کی چیزوں سے بہتر ہوگا[1] پھر جناب ابوہریرہ فرماتے تھے کہ اگر چاہو تو یہ
آیت پڑھو کہ کوئی اہل کتاب نہیں مگر وہ ان پر ان کی وفات سے پہلے ایمان لے آوے
گا[2] (مسلم۔بخاری) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم نے خدا کی قسم ابن مریم اتریں گے حاکم عادل ہوکر[3] تو صلیب توڑ

[1] یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری کی برکت سے دنیاوی مالی دلی تقویٰ بہت ہی ہوجاوے گا سارے لوگ متقی پرہیزگار عبادت گزار شب بیدار ہوجائیں گے معلوم ہوا کہ بزرگوں کے دم قدم سے زمانے بدل جاتے ہیں دل تقویٰ سے بھر جاتے ہیں دلوں پر ان کا اثر پڑتا ہے یہ حضرات لوگوں کے دل رنگ دیتے ہیں۔ لوگ سوچ لیں کہ کیا مرزا نے قادیان کے زمانہ میں یہ کام ہونے وہ تو خود چندہ کرتے ہوئے قبریں فروخت کرتے ہوئے مرا پھر کس طرح وہ مسیح موعود ہوسکتا ہے رب تعالٰی اس کی شر سے مسلمانوں کو بچائے

[2] یعنی عیسیٰ علیہ السلام کی وفات سے پہلے یہودی اور عیسائی سارے ہی آپ کو اللہ کا بندہ اللہ کا رسول مان لیں گے اور ابھی تو سب مسلمان ہوئے نہیں معلوم ہوا کہ ابھی عیسیٰ علیہ السلام کی وفات بھی نہیں ہوئی قبل موتہ میں ہ ضمیر عیسیٰ علیہ السلام کی طرف ہے نہ کہ اہل کتاب کی طرف کیونکہ اپنی موت کے وقت کا ایمان قبول نہیں ہوتا۔ لہذا اس آیت کے معنی یہ نہیں کہ سارے اہل کتاب اپنی موت سے پہلے حضرت مسیح پر ایمان لے آتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ مرزائے قادیانی مسیح موعود نہیں وہ تو خود عیسائیوں کی سلطنت میں ان کا غلام بن کر رہا انہیں کی غلامی میں مرا۔

[3] چونکہ قریب قیامت آپ چوتھے آسمان سے فرش پر آویں گے اسی لیے نزول فرمایا گیا چونکہ آپ بغیر والد کے پیدا ہوئے اسی لیے ابن مریم فرمایا نیز ابن مریم فرماکر یہ بتایا کہ یہ مسیح وہ ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوں گے جو پہلے دنیا میں تشریف لاچکے تھے اس نام کا کوئی اور آدمی نہ ہوگا افسوس ہے کہ مرزا قادیانی کا نام غلام احمد ماں کا نام چراغ بی بی اور وہ آسمان سے اترے نہیں بلکہ ماں کے پیٹ سے جنے گئے مگر پھر بھی کہتے ہیں کہ وہ مسیح موعود میں ہی ہوں بھلا کچھ حد ہے اس ڈھٹائی کی۔

الصَّلِيبَ وَيَقْتُلَنَّ الْخِنْزِيرَ وَلَيَضَعَنَّ الْجِزْيَةَ وَلَيُتْرَكَنَّ الْقِلَاصُ فَلَا يُسْعَى عَلَيْهَا وَلَتَذْهَبَنَّ الشَّحْنَاءُ وَالتَّبَاغُضُ وَالتَّحَاسُدُ وَلَيَدْعُوَنَّ إِلَى الْمَالِ فَلَا يَقْبَلُهُ أَحَدٌ رَوَاهُ

دیں گے اور سور فنا کر دیں گے جزیہ ختم فرما دیں گے ۱ اونٹنیاں آوارہ چھوڑ دی جائیں گی جن پر کام کاج نہ کیا جاوے گا ۲ اور کینے۔ بغض۔ حسد جاتے رہیں گے ۳ وہ مال کی طرف بلائیں گے تو کوئی اسے قبول نہ کرے گا ۴

۱ ان تینوں کے معنی پہلے عرض کیے جا چکے ہیں کہ صلیب توڑنے کے معنی یہ ہیں کہ صلیب فنا کردی جاوے گی کسی کو اس کی پرستش کی اجازت نہ ہوگی۔ اسی طرح سور فنا کردیے جائیں گے کہ نہ کوئی انہیں کھا سکے گا نہ پال سکے گا مرزائی ان باتوں کا مذاق اڑاتے ہیں کہ کیا عیسیٰ علیہ السلام سوروں کا شکار کھیلتے پھریں گے وغیرہ وغیرہ وہ اس کا مطلب یا سمجھتے نہیں یا دیدہ دانستہ یہ کہتے ہیں۔

۲ اس فرمان عالی کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ اونٹوں کی زکوٰۃ نہ لی جاوے گی کہ مال کی زیادتی کی وجہ سے زکوٰۃ لینے والا کوئی نہ ہوگا۔ یعنی یسعیٰ بنا ہے سعایۃ سے جس سے ہے ساعی دوسرے یہ کہ اونٹنیوں پر سواری باربرداری نہ کی جاوے گی کیونکہ دوسری سواریاں ان کاموں کے لیے بہت ایجاد ہوچکی ہوں گی۔ خیال رہے کہ ابھی اونٹنیاں معطل نہ ہوئیں ان سے بہت کام لیے جارہے ہیں لہذا مرزا قادیانی کا یہ کہنا کہ میرے زمانہ میں اونٹ بے کار ہوگئے ریل موٹروں کی وجہ سے محض غلط ہے آنکھوں دیکھ لو کہ اونٹوں سے صدہا کام لیے جارہے ہیں۔ لوگوں میں امیری تھیں خود مرزا جی مانگتے رہے یا اونٹوں کو شکاری جانور کا خطرہ نہ رہے گا کوئی ان کی حفاظت نہ کرے گا۔

۳ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی برکت سے لوگوں کے دلوں سے حسد بغض کینے نکل جائیں گے کیونکہ کسی کے دل میں دنیا کی محبت نہ رہے گی۔ ہر ایک کو دین و ایمان کی لگن لگ جاوے گی محبت دنیا ان سب کی جڑ ہے جب جڑ ہی کٹ گئی تو شاخیں کیسے رہیں نیز مختلف دین نہ رہیں گے سب کا دین ایک اسلام ہوگا۔ غرضکہ نہ دنیاوی جھگڑے رہیں گے نہ دینی اختلافات نہ کسی کو حرص مال ہوگی نہ عزت و جاہ کی خواہش غرض کہ آپ کی برکت سے دلوں کی دنیا بدل جاوے گی۔

۴ یعنی لوگوں کو مال کی نہ ضرورت رہے گی نہ ہوس کفایت قناعت دونوں میسر ہوں گی اس لیے مال لینا منظور نہیں کریں گے کہ انہیں رغبت نہ ہوگی۔

مُسْلِمٌ وَفِي رِوَايَةٍ لَهُمَا قَالَ كَيْفَ أَنْتُمْ إِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْيَمَ فِيكُمْ وَإِمَامُكُمْ مِنْكُمْ

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي يُقَاتِلُونَ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِينَ إِلَى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ قَالَ فَيَنْزِلُ عِيسَى بْنُ مَرْيَمَ فَيَقُولُ أَمِيرُهُمْ تَعَالَ صَلِّ لَنَا فَيَقُولُ لَا إِنَّ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ

(مسلم) اور مسلم بخاری کی روایت میں ہے فرمایا تم کیسے ہوں گے جب تم میں ابن مریم اتریں گے اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا [۱] روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ میری امت کی ایک جماعت حق پر قیامت تک لڑتی رہے گی [۲] فرمایا تب عیسٰے ابن مریم نازل ہوں گے تو ان کا امیر کہے گا آئیے ہم کو نماز پڑھائیے تو وہ کہیں گے [۳] نہیں تم میں سے بعض بعض پر

[۱] اس فرمان عالی کے چند معنی کیے گئے ہیں ایک یہ کہ واماما مکم میں واو حالیہ ہے مطلب یہ ہے کہ عیسٰی علیہ السلام اس حالت میں اتریں گے کہ نماز کی جماعت ہو رہی ہوگی اور مسلمانوں کو ان کا امام نماز پڑھا رہا ہوگا۔ یعنی امام مہدی بعد میں نمازیں عیسٰی علیہ السلام ہی پڑھایا کریں گے۔ دوسرے یہ کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام خلیفۃ المسلمین ہوں گے مگر امامت نماز حضرت مہدی کیا کریں گے جو عرب ہوں گے قریشی ہاشمی مسلمین میں سے ہوں گے۔ تیسرے یہ کہ خود عیسٰی علیہ السلام ہی تم مسلمانوں میں سے ہوں گے اور امام ہوں گے نماز پڑھایا کریں گے بعض شارحین نے اس تیسرے معنی کو ترجیح دی ہے کیونکہ پہلے دو معنی سے لازم آوے گا کہ عیسٰی علیہ السلام اس وقت بھی مسلمانوں میں سے نہ ہوں بلکہ ان کا دین اپنا پرانا دین ہو پہلے دو معنی سے معلوم ہو رہا ہے کہ عیسٰی علیہ السلام اور ہوں گے امام کوئی اور ہوگا مگر مرزا نے قادیان کہتا ہے کہ میں ہی عیسٰی ہوں میں ہی امام مہدی ہیں ہی کرشن میں ہی خدا اور یہ حدیث پیش کرتا ہے یہ حدیث تو اس کے خلاف ہے۔

[۲] قیامت سے مراد قریب قیامت ہے جب کہ دنیا میں مومن و کافر دونوں ہوں گے قیامت کے قیام کے وقت تو مومن نہیں ہوں گے۔ اور طائفہ سے مراد اسلام کے غازی مجاہد اور علماء ربانی۔ صوفیاء کرام اولیاء عظام ہیں کہ تا قیامت اسلام میں یہ جماعتیں رہیں گی اس سے معلوم ہوا کہ جہاد قیامت تک ہے مگر مرزا قادیانی کہتا ہے کہ میں نے جہاد منسوخ کر دیا۔

[۳] امیر سے مراد امام مہدی ہیں جو مسلمانوں کے اس وقت دینی امیر حاکم ہوں گے رضی اللہ عنہ وہ کہیں گے کہ آپ مجھ سے افضل ہیں کہ اپنے وقت کے نبی اور اس وقت کے عالم مجتہد ہیں آپ نماز پڑھائیے۔

أُمَرَاءُ تَكْرِمَةَ اللهِ هٰذِهِ الْأُمَّةَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَهٰذَا الْبَابُ خَالٍ عَنِ الْفَصْلِ الثَّانِي
الْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَنْزِلُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ إِلَى الْأَرْضِ فَيَتَزَوَّجُ وَيُوْلَدُ لَهٗ وَيَمْكُثُ خَمْسًا وَ
أَرْبَعِيْنَ سَنَةً ثُمَّ يَمُوْتُ فَيُدْفَنُ مَعِيَ فِيْ قَبْرِيْ فَأَقُوْمُ أَنَا وَعِيْسَى بْنُ

امیر ہیں یہ اللہ کی طرف سے اس امت کے احترام کی وجہ سے [1] (مسلم) اور یہ باب دوسری فصل سے خالی ہے تیسری فصل روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ عیسٰے ابن مریم زمین کی طرف اتریں گے نکاح کریں گے ان کے اولاد ہوگی [2] اور پنتالیس سال قیام کریں گے [3] پھر وفات پائیں گے میرے ساتھ میرے مقبرہ میں دفن کئے جائیں گے [4] تو ہم اور عیسٰے

[1] یعنی میں نماز پڑھانے نہیں آیا دین اسلام کی دوسری خدمتیں کرنے آیا ہوں امام آپ ہی ہیں اول وقت تو آپ پیغمبر ہیں کیونکہ بعد میں بہت سی نمازیں بارہا پڑھائیں گے لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام امامت کریں گے (مرقات)

[2] ظاہر یہ ہے کہ آپ نکاح ایک ہی کریں گے اور اولاد ایک سے زیادہ ہوگی تفصیل معلوم نہ ہو سکی۔

[3] حضرت عیسٰی علیہ السلام کے زمین میں ٹھہرنے کے متعلق تین روایتیں ہیں سات سال۔ چالیس سال۔ پنتالیس سال ان میں مطابقت اس طرح سے کی جاسکتی ہے کہ آپ تینتیس سال کی عمر میں آسمان پر تشریف لے گئے اور اب قریب قیامت تشریف لاکر بارہ سال زمین میں رہیں گے جن روایات میں پنتالیس سال ہے وہاں یہ مجموعی پورا قیام مراد ہے جن میں چالیس ہے وہاں مجموعی دونوں قیاموں کی دہائی لے لی گئی ہیں اکائی جو مثل کسر کے ہے چھوڑ دی گئی ہے سات سال والی روایت میں آئندہ قیام کا ذکر ہے پانچ سال دجال کو فنا کرنے یاجوج ماجوج سے مسلمانوں کو بچانے دنیا میں انتظام قائم کرنے میں صرف ہوں گے اور سات سال مستقل امن کے ساتھ خلافت کرنے میں (مرقات) [4] چنانچہ اب روضہ شریف میں تین قبریں ہیں چوتھی قبر کی جگہ خالی ہے وہاں حضرت عیسٰی علیہ السلام دفن ہوں گے لوگوں نے امام حسن کو وہاں دفن کرنا چاہا حضرت عائشہ صدیقہ نے اجازت دے دی مگر بنی امیہ نے دفن نہ ہونے دیا پھر عبدالرحمٰن ابن عوف کو دفن کرنا چاہا جناب عائشہ صدیقہ نے اجازت دے دی مگر یہ نہ ہو سکا۔ پھر حضرت عائشہ صدیقہ سے لوگوں نے کہا کہ آپ وہاں دفن ہوں کیونکہ گھر آپ ہی کا ہے مگر آپ نے فرمایا نہیں مجھے میری سہیلیوں یعنی دوسری ازواج کے ساتھ دفن کرنا بقیع میں ارادہ الٰہی تھا کہ وہ جگہ خالی رہے (اشعہ)

مَرْيَمَ فِيْ قَبْرٍ وَّاحِدٍ بَيْنَ اَبِيْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ رَوَاهُ ابْنُ الْجَوْزِيِّ فِيْ كِتَابِ الْوَفَاءِ بَابُ
قُرْبِ السَّاعَةِ وَاِنَّ مَنْ مَّاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِيَامَتُهٗ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ
قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعَةَ
كَهَاتَيْنِ قَالَ شُعْبَةُ وَسَمِعْتُ قَتَادَةَ يَقُوْلُ فِيْ قَصَصِهٖ كَفَضْلِ

ابن مریم ابوبکر و عمر کے درمیان ایک مقبرے سے اٹھیں گے [1] (ابن جوزی۔ کتاب الوفا) قیامت کا قریب ہونا اور جو مرگیا تو اس کی قیامت قائم ہوگئی [2] پہلی فصل روایت ہے حضرت شعبہ سے وہ قتادہ سے وہ جناب انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کہ میں اور قیامت ان دو انگلیوں کی طرح بھیجے گئے ہیں [3] شعبہ نے فرمایا کہ میں نے قتادہ کو ان کے وعظوں میں

[1] یہاں قبر سے مراد مقبرہ ہے یعنی قیامت کے دن روضۂ انور سے ہم چار صالحین اٹھیں گے جن میں دو نبی ہوں گے بیچ میں اور داہنے بائیں صدیق اور عمر فاروق شہید اکبر ہوں گے گویا من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین اس آیت کا پورا مظہر اور ان پانچوں کا مجمع یہاں ہوگا حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق بعد انبیاء سب سے افضل اور سب سے بڑھ کر خوش نصیب ہیں۔

[2] قیامت کو ساعت اس لیے کہتے ہیں کہ قیامت کا قیام ایک پل بھر میں اچانک ہوجانے گا حدیث شریف میں قیامت تین معنی میں ارشاد ہوتا ہے قیامت صغریٰ (چھوٹی) یعنی انسان کی اپنی موت۔ قیامت وسطیٰ (درمیانی) ایک زمانہ کا ختم ہونا جیسے قرن کہتے ہیں قیامت کبریٰ (بڑی) یعنی لوگوں کا سزا جزا کے لیے اٹھنا یہاں پہلی ساعت سے مراد قیامت کبریٰ ہے اور دوسری قیامت سے مراد قیامت صغریٰ ہے قیامت کبریٰ قریب ہونے کے معنی یہ ہیں کہ دنیا کا بہت زمانہ گزر چکا جتنا باقی ہے وہ بہت تھوڑا ہے۔ خیال رہے کہ قیامت کبریٰ کے بہت سے موقعہ ہیں پہلا نفخہ جب سب فنا یا بیہوش ہوجائیں گے۔ دوسرا نفخہ جب سب زندہ یا باہوش ہوجائیں گے پھر اول حال ظہور جلال کا وقت پھر درمیانہ حال جب حساب و کتاب اس کے علاوہ دوسرے کام ہوں گے پھر آخر حال فیصلہ کا وقت ان مختلف اوقات میں مختلف حال ہوں گے۔

[3] ہاتین سے اشارہ کلمہ کی اور بیچ کی انگلی کی طرف ہے اور اس فرمان عالی کے چند معنی ہوسکتے ہیں ایک یہ کہ جیسے ان دو انگلیوں کے درمیان میں کوئی انگلی نہیں ایسے ہی میرے اور قیامت کے درمیان کوئی نبی نہیں ہمارا دین قیامت سے ملا ہوا اور قیامت تک ہے یا ہم قیامت سے بہت قریب ہیں کلمہ کی انگلی بیچ کی انگلی سے قریب یا ہم قیامت سے وہاں کے حالات سے خبردار ہیں جیسے قریب والا اپنے قریب والے کے حالات سے خبردار ہوتا ہے یا یہ مطلب ہے کہ بڑی انگلی کا زائد طول چھوٹی کے

أَحَدِهِمَا عَلَى الْأُخْرَى فَلَا أَدْرِي أَذَكَرَهُ عَنْ أَنَسٍ أَوْ قَالَهُ قَتَادَةُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ
وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ قَبْلَ أَنْ يَمُوتَ
بِشَهْرٍ تَسْأَلُونِي عَنِ السَّاعَةِ وَإِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللهِ وَأُقْسِمُ بِاللهِ مَا
عَلَى الْأَرْضِ مِنْ نَفْسٍ

فرماتے سنا کہ جیسے ان دونوں میں سے ایک کی زیادتی دوسری پر ۱؎ مجھے یہ خبر نہیں کہ اسے حضرت انس سے روایت کیا یا قتادہ نے خود کہا (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں میں نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی وفات سے ایک ماہ پہلے فرماتے سنا کہ تم مجھ سے قیامت ۲؎ کے متعلق پوچھتے ہو ۳؎ اس کا علم اللہ کے پاس ہے ۴؎ اور میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ زمین پر ایسی کوئی نفس سے

کنارہ سے اوپر ہے مگر ہے قریب ایسے ہی قیامت ہمارے بعد مگر ہے قریب حضور کی تشریف آوری علامات قیامت سے ایک علامت ہے۔

۱؎ جس تقریر میں احکام شرعیہ یا رحمت و عذاب کا ذکر ہو اسے وعظ کہتے ہیں اور جس میں یہ چیزیں نہ ہوں بلکہ گذشتہ یا آئندہ کے واقعات وغیرہ ہوں اسے قصہ کہتے ہیں اور مقرر کو قاص۔

۲؎ یہ دوسری حدیث ہے اس میں آخری معنی مراد ہیں کہ بڑی انگلی کلمے کی انگلی سے کچھ ہی بڑی ہے ایسے ہی قیامت ہم سے کچھ ہی دور ہے یہ جملہ پہلے جملہ کی شرح نہیں ہے (مرقات)

۳؎ یعنی تم مجھ سے یہ پوچھتے ہو کہ قیامت کس سنہ کس دن کس مہینہ کس تاریخ میں قائم ہوگی یہاں قیامت سے مراد پہلا نفخہ ہے۔ جس میں وہ سب فنا ہو جائیں گے۔

۴؎ یعنی قیامت کا وقوع اسرار الٰہیہ میں سے ہے جس کا علم صرف خدا تعالیٰ کو ہے کسی اندازے تخمینہ اٹکل قیاس سے معلوم نہیں ہو سکتی ہاں اللہ تعالٰے ہی کسی کو بتائے تو وہ قادر ہے حق یہ ہے کہ اللہ تعالٰے نے حضور کو قیامت کا علم بھی عطا فرمایا اس لیے حضور انور نے قیامت کی ساری علامتیں بیان فرما دیں قیامت کا دن تاریخ مہینہ بتا دیا کہ جمعہ کے دن محرم کے مہینہ دسویں تاریخ کو قائم ہوگی ہاں سنہ نہ بتایا کہ یہ صیغۂ راز میں رہے اس کی تحقیق ہماری کتاب جاء الحق میں دیکھو بلکہ اللہ تعالٰے نے حضور کے توسل سے بعض اولیاء اللہ کو بھی علم قیامت بخشتا ہے اس لیے حضور انور نے نہ فرمایا کہ مجھے اللہ نے قیامت کا علم نہ دیا ہے نہ دے گا۔

مَنْفُوسَةٍ يَأْتِي عَلَيْهَا مِائَةُ سَنَةٍ وَهِيَ حَيَّةٌ يَوْمَئِذٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَأْتِي مِائَةُ سَنَةٍ وَعَلَى الْأَرْضِ نَفْسٌ مَنْفُوسَةٌ الْيَوْمَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رِجَالٌ مِنَ الْأَعْرَابِ يَأْتُونَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَسْأَلُونَهُ

پیدا ہونے والی ذات[1] جس پر سو سال گزریں اور وہ اسی دن زندہ ہو[2] (مسلم) روایت ہے حضرت ابو سعید سے وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں کہ سو برس ایسے نہ گزریں گے کہ زمین پر کوئی جنی ہوئی ذات آج کی جو موجود رہے[3] (مسلم) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ دیہاتی لوگ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے تھے تو آپ سے قیامت کے

[1] نفس معنی زندہ چیز منفوسہ بنا ہے نفاس سے یعنی جو زندہ نفاس والی عورت سے پیدا ہوا ہے۔ وہ آج سے سو برس کے بعد زندہ نہ رہے گا خیال رہے کہ اس فرمان عالی سے مراد ہے کہ جو انسان ظاہری زمین پر موجود ہے وہ سو برس کے اندر وفات پا جائیگا جنات انسان نہیں، حضرت عیسیٰ وادریس علیہم السلام زمین پر نہیں آسمان یا جنت میں ہیں حضرت خضر زمین پر نہیں رہتے پانی میں رہتے ہیں الیاس علیہم السلام اور اصحاب کہف ظاہری زمین پر نہیں جو سب کو نظر آویں۔ سانپ گدہ وغیرہ جانور نفس تو ہیں مگر منفوسہ یعنی نفاس والی عورت سے پیدا نہیں لہذا یہ سب چیزیں اس فرمان سے علیحدہ ہیں۔ چار نبی زندہ ہیں دو زمین میں حضرت خضر والیاس کہ خضر پانی میں اور الیاس خشکی میں رہتے ہیں دو آسمان میں حضرت عیسیٰ چوتھے آسمان پر ادریس جنت میں علیہم السلام (مرقات واشعہ) حضور غوث پاک کبھی دوران وعظ فرماتے تھے اے اسرائیلی ٹھہر جائیے ایک محمدی کا کلام سنتے جانا یعنی حضرت خضر سے فرماتے تھے (اشعہ)

[2] یعنی آج کی تاریخ سے سو برس بعد یہ قرن ختم ہو جائے گا اگرچہ بعض صحابہ کی عمریں سو برس سے زیادہ ہوئیں۔ جیسے حضرت سلمان فارسی اور حضرت انس مگر آج کی تاریخ سے سو برس میں سب وفات پا چکیں گے معلوم ہوا کہ حضور انور کو سب کی موت کا علم دیا گیا۔

[3] ہم ابھی عرض کر چکے کہ منفوسہ سے مراد انسانی ذات ہے کہ نفاس والی عورتوں سے انسان ہی پیدا ہوتا ہے اور علی الارض فرما کر اصحاب کہف حضرت خضر والیاس علیہم السلام کو مستثنیٰ فرما دیا کہ وہ اگرچہ زمین میں ہیں مگر زمین پر نہیں یعنی لوگوں پر ظاہر نہیں اور حضرت عیسیٰ وادریس علیہم السلام تو زمین میں ہیں نہ زمین پر وہ تو آسمان پر ہیں لہذا حدیث بالکل واضح ہے۔

عَنِ السَّاعَةِ فَكَانَ يَنْظُرُ إِلَى أَصْغَرِهِمْ فَيَقُولُ إِنْ يَعِشْ هٰذَا لَا يُدْرِكْهُ الْهَرَمُ
حَتّٰى تَقُوْمَ عَلَيْكُمْ سَاعَتُكُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ عَنِ الْمُسْتَوْرِدِ بْنِ شَدَّادٍ عَنِ
النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بُعِثْتُ فِيْ نَفَسِ السَّاعَةِ فَسَبَقْتُهَا كَمَا سَبَقَتْ هٰذِهٖ
مِنْ هٰذِهٖ وَاَشَارَ بِاِصْبَعَيْهِ السَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰى رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَعَنْ

پوچھتے تھے ۱؎ تو آپ ان میں سے سب سے چھوٹے کی طرف نظر فرماتے تھے کہ اگر یہ زندہ رہا تو اسے بڑھاپا نہ آئے گا کہ حتی کہ تم پر تمہاری قیامت قائم ہو جاوے گی ۲؎ (مسلم بخاری) دوسری فصل روایت ہے حضرت مستورد ابن شداد سے ۳؎ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا میں قیامت کے اندر بھیجا گیا ہوں ۴؎ تو میں قیامت سے اس طرح پہلے ہوں جیسے یہ انگلی اس سے اور اپنی دو انگلیوں کلمہ کی اور بیچ کی طرف اشارہ کیا ۵؎ (ترمذی) روایت ہے

۱؎ وہ لوگ ساعت سے قیامت کبریٰ یعنی حشر ونشر کا دن مراد لیتے تھے پوچھتے تھے کہ اب سے کتنے عرصہ بعد قیامت کبریٰ قائم ہوگی۔ حضور انور جواب میں یہ نہ فرماتے تھے کہ تم مشرک ہوگئے کہ تم نے قیامت کا سوال مجھ سے کیا یہ تو اللہ تعالیٰ ہی کا علم ہے کسی اور کو اس کا عالم ماننا شرک ہے کفر ہے بلکہ احسن طریقہ سے اس سوال کا جواب دیتے تھے۔

۲؎ یہاں ساعت سے مراد قیامت صغریٰ یعنی ہر ایک کی اپنی موت ہے یا قیامت وسطیٰ یعنی اسی قرن کا ختم ہو جانا یہ جواب حکیمانہ ہے کہ تم بڑی قیامت کی فکر کیوں کرتے ہو تم اپنی قیامت کی فکر کرو یعنی موت کی وہ بہت قریب ہے اسی بچہ کے بڑھاپے سے پہلے تم سب مر جاؤ گے۔

۳؎ آپ بہت کمسن صحابی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت چھوٹے بچے تھے مگر آپ سے بہت احادیث مروی ہیں اولًا کوفہ میں پھر مصر میں رہے۔

۴؎ یعنی میری بعثت اس وقت ہوئی ہے جب علامات قیامت شروع ہو چکی ہے بعض شارحین نے فرمایا کہ نفس سے مراد سانس ہے جب کہ اس کی نشانیاں ظاہر ہونے لگی ہیں اسی سے ہے والصبح اذا تنفس بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری علامت قیامت ہے۔

۵؎ اس جملہ کی شرح ابھی گزر گئی اس میں اشارۃً فرمایا کہ ہم قیامت کے پڑوسی ہیں جیسے ایک پڑوسی دوسرے پڑوسی سے بے خبر نہیں ہوتی ایسے ہی ہم قیامت سے بے خبر نہیں اور جیسے بیچ کی انگلی کچھ ہی بڑی ہے پہلی انگلی سے یونہی قیامت کچھ ہی دور ہے ہم سے [illegible] رہ چکی اب قیامت ہی کا انتظار کر۔

سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنِّیْ لَاَرْجُوْا اَنْ لَا تَعْجِزَ اُمَّتِیْ عِنْدَ رَبِّهَا اَنْ یُّؤَخِّرَهُمْ نِصْفَ یَوْمٍ قِیْلَ لِسَعْدٍ وَكَمْ نِصْفُ یَوْمٍ قَالَ خَمْسُ مِائَةِ سَنَةٍ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ هٰذِهِ الدُّنْیَا مَثَلُ ثَوْبٍ شُقَّ مِنْ اَوَّلِهٖ اِلٰی اٰخِرِهٖ فَبَقِیَ مُتَعَلِّقًا بِخَیْطٍ فِیْ اٰخِرِهٖ فَیُوْشِكُ ذٰلِكَ

حضرت سعد ابن ابی وقاص سے وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں کہ میں امید کرتا ہوں کہ میری امت اپنے رب کے نزدیک اس سے انہیں آدھے دن کی مہلت دے؎ سعد سے کہا گیا کہ آدھا دن کتنا فرمایا پانچ سو سال؎ (ابوداؤد) تیسری فصل روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اس دنیا کی مثال اس کپڑے کی سی ہے جو اول سے آخر تک کاٹ دیا گیا پھر وہ آخر میں ایک دھاگے سے ہلکا رہ گیا قریب ہے کہ یہ دھاگہ

؎ اس فرمان کے بہت مطلب بیان کیے گئے ہیں ایک یہ کہ اللہ تعالٰے پانچ سو سال تک میری امت کو اعمال کرنے کی مہلت ضرور دے گا کہ اس سے پہلے قیامت نہ آوے گی اس سے زیادہ مہلت دیدے. تو اس کی مہربانی ہے الحمدللہ یہ خبر بالکل درست ہوئی اب قریبًا چودہ سو برس گزر چکے اور ابھی قیامت نہیں آئی دوسرے یہ کہ پانچ سو سال تک میری امت بڑے فتنوں بڑی آفتوں سے محفوظ رہے گی پھر بڑے بڑے فتنے آفتیں نمودار ہوں گی (مرقات، لمعہ)

؎ یعنی اس فرمان عالی میں دن سے مراد اللہ کا دن ہے اور اللہ کے دن کے متعلق رب فرماتا ہے اِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ شیخ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پردہ فرمانے کے ایک ہزار سال کے بعد جو پانچ سو سال ہوں گے یہ امت اس سے آگے نہ بڑھے گی. قیامت اس دوران میں آجاوے گی. اب تو چودہ سو برس ہونے ڈیڑھ سو سال باقی ہیں. واللہ اعلم ایک روایت میں ہے انسانی دنیا کی عمر ساڑھے سات ہزار سال ہے حضور انور کی ولادت پاک حضرت آدم سے ساڑھے چھ ہزار سال بعد ہے. بعض شارحین نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ پانچ سو سال تک اسلامی نظام نہ بگڑنے پائے گا اس مدت کے بعد اس میں خلل پیدا ہوگا۔

الْخَيْطُ أَنْ يَنْقَطِعَ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيْمَانِ بَابُ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ إِلَّا عَلٰى شِرَارِ النَّاسِ اَلْفَصْلُ الْأَوَّلُ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى لَا يُقَالَ فِي الْأَرْضِ اللّٰهُ اللّٰهُ وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ

کر ٹوٹ جاوے [1] (بیہقی شعب الایمان) قیامت قائم نہ ہوگی مگر بدترین لوگوں پر [2] پہلی فصل روایت ہے حضرت انس سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ قائم ہوگی قیامت حتی کہ زمین میں اللہ اللہ نہ کہا جاوے گا [3] اور ایک روایت میں ہے

---

[1] یہ تشبیہ نہایت ہی بلیغ ہے جس میں بتایا گیا ہے دنیا اب قریب الختم ہے مگر یہ قرب رب تعالٰے کے علم کے لحاظ سے ہے نہ کہ ہمارے حساب سے وہاں کا ایک دن اگرچہ بہت دراز ہوتا ہے اس لیے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ قریبًا اس فرمان کو چودہ سو برس ہوچکے اب تک وہ دھاگہ ٹوٹا ہی نہیں خیال رہے کہ آدم علیہ السلام تو آخری مخلوق ہیں اور انسان ان کی اولاد دنیا آپ سے کروڑوں بلکہ اربوں سال پہلے پیدا ہوچکی تھی فرشتے۔ آسمان زمین چاند ستارے سورج بحر زمین کے جانور وغیرہ سب پہلے ہی پیدا ہوچکے تھے اور قیامت میں یہ ساری مخلوق فنا کردی جاوے گی یا بیہوش اور قیامت حضرت آدم علیہ السلام کے بعد ساڑھے سات ہزار سال بعد قائم ہوگی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آدم علیہ السلام سے چھ ہزار سال سے بھی زیادہ مدت کے بعد پیدا ہوئے تو ظاہر ہے کہ اس فرمان عالی کے وقت دنیا دھاگے میں لگی رہ گئی تھی اب تو اس فرمان عالی کو بھی پونے چودہ سو سال گزر رہے اب تو قیامت بہت ہی قریب ہے رب تعالٰے اس کا خوف نصیب کرے

[2] بدترین سے مراد کفار اور بدکار ہیں یعنی مومنین صالحین قیامت سے پہلے ہی مرچکے ہوں گے جیسا کہ پہلے گزرچکا نیکوں کا وجود دنیا کا تعویذ ہے جب تک یہ لوگ ہیں قیامت نہیں آسکتی

[3] اللہ اللہ کی تکرار تاکید کے لیے ہے یعنی اس وقت کوئی ایسا آدمی نہ رہے گا جو اللہ کا نام لے اس وقت سارے انسان بت پرست کفار ہوں گے معلوم ہوا کہ عالم کا بقا علماء دعا علیین اور صالحین کی برکت سے ہے معلوم ہوا کہ علماء صالحین کی برکت جن۔ فرشتے۔ حیوانات۔ جمادات۔ نباتات سب کو پہنچتی ہے کہ ان کی وجہ سے مدت قیامت کی وحشت سے امن میں ہیں رحمت ہے اس لیے حدیث شریف میں آیا ہے علماء کی بقا کے لیے پانی میں مچھلیاں دعا کرتی ہیں۔

لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ عَلٰی اَحَدٍ یَّقُوْلُ اللّٰهُ اَللّٰهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ • وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ
قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ اِلَّا عَلٰی شِرَارِ الْخَلْقِ
رَوَاهُ مُسْلِمٌ • وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا
تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی تَضْطَرِبَ اَلْیَاتُ نِسَآءِ دَوْسٍ حَوْلَ ذِی الْخَلَصَةِ وَ ذُو
الْخَلَصَةِ طَاغِیَةُ دَوْسٍ الَّتِیْ کَانُوْا یَعْبُدُوْنَ

کہ اس شخص پر قیامت نہ قائم ہوگی جو اللہ اللہ کہتا ہو۱ (مسلم) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ قیامت قائم نہ ہوگی مگر بدترین مخلوق پر۲ (مسلم) روایت ہے حضرت ابوھریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ قیامت قائم نہ ہوگی حتی کہ دوس کی عورتوں کے چوتڑ ذی الخلصہ کے ارد گرد تھل تھل ہوں گے۳ اور ذوالخلصہ دوس کا وہ بت ہے جس کی وہ زمانہ جاہلیت میں

۱ یہاں احد سے مراد انسان ہیں ورنہ فرشتے تو اس وقت بھی اللہ اللہ کرتے ہوں گے

۲ شرار سے مراد عقائد۔ اعمال۔ اخلاق میں بدترین۔ خلق سے مراد صرف انسان ہیں یعنی جن انسانوں پر قیامت قائم ہوگی وہ سارے کافر۔ بے حیا۔ بدکار۔ بے شرم ہوں گے نیکی کا نام بھی نہ لیں گے فرشتے اس وقت ہوں گے جو اللہ اللہ کرتے ہوں گے لہذا اس حدیث پر کوئی اعتراض نہیں گناہ انسان یا جنات ہی کرتے ہیں دوسری مخلوق نہیں کرتی۔

۳ دوس یمن کے ایک قبیلہ کا نام ہے اس ہی قبیلہ کے حضرت ابوہریرہ تھے دوس کفار نے کعبہ معظمہ کے مقابلہ میں ایک بت خانہ بنایا تھا۔ جس میں ایک بت تھا خلصہ نام اس لیے اس گھر کو کعبہ یمانیہ بھی کہتے تھے اور ذوالخلصہ بھی اس ذوالخلصہ کو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت جریر ابن عبداللہ اور دیگر غازی صحابہ کرام کے ذریعہ آگ سے جلوا کر فنا کروا دیا تھا۔ یہاں ارشاد ہو رہا ہے کہ قریب قیامت دوس کے کفار پھر اس بت خانہ کو آباد کریں گے اور وہاں کے لوگ اس کا طواف کریں گے عورتوں کے چوتڑ ہلنے سے مراد ہے کہ ان کی عورتیں تک اس بت خانہ کے اردگرد طواف کعبہ کی طرح چکر لگائیں گی۔ حالانکہ مردوں کے مقابل میں عورتیں دین پر بہت پختہ ہوتی ہیں۔ اس وقت وہ بھی بہک جائیں گی۔

فِي الْجَاهِلِيَّةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا يَذْهَبُ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ حَتّٰى يُعْبَدَ اللَّاتُ وَالْعُزّٰى فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنْ كُنْتُ لَأَظُنُّ حِيْنَ أَنْزَلَ اللّٰهُ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُوْلَهُ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ أَنَّ ذٰلِكَ تَامًّا قَالَ إِنَّهُ سَيَكُوْنُ مِنْ ذٰلِكَ مَا شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ يَبْعَثُ اللّٰهُ

پوجا کرتے تھے ۱؎ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ رات و دن ختم نہ ہوں گے حتی کہ لات و عزی کی پرستش کی جانے لگے ۲؎ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں گمان کرتا تھا کہ جب یہ آیت کریمہ اتری کہ وہ اللہ وہ ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت اور حق دین کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے تمام دینوں پر غالب کرے اگرچہ مشرکین ناپسند کریں کہ یہ لازوال ہے ۳؎ فرمایا کہ جس قدر اللہ چاہے گا تب تک رہے گا ۴؎ پھر اللہ تعالٰے

۱؎ خلصہ بت کا نام تھا اور ذوالخلصہ بتخانہ کا نام یعنی خلصہ والا گھر یہ تفسیر یا تو حضرت ابوہریرہ کی ہے یا کسی اور راوی کی۔

۲؎ لات بنا ہے لتّ سے بمعنی ستو گوندھنا لات ایک شخص تھا جو حاجیوں کے لیے ستو گھولا اور گوندھا کرتا تھا اس کے مرنے بعد قبیلہ ثقیف نے ایک بت رکھ لیا۔ عزی قبیلہ غطفان کا بت تھا یہ دونوں پہلے کعبہ معظمہ میں تھے۔ قریب قیامت جب کعبہ معظمہ ڈھا دیا ہوگا کہ کے لوگ مشرک ہو کر پھر لات و عزی بت بنا کر اسے پوجنے لگیں گے خیال رہے کہ جب تک دنیا میں اسلام، قرآن، کعبہ معظمہ ہے تب تک حجاز مقدس میں بت پرستی ہرگز نہیں ہو سکتی جب روئے زمین سے یہ چیز اٹھ جائیں گی تب حجاز میں بھی مشرکین اور بت پرستی ہوگی۔ لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ شیطان حجاز والوں سے شرک نہیں کرا سکتا۔ کیونکہ قرب قیامت تو روئے زمین پر کہیں ایک مسلمان نہ ہوگا تو حجاز میں مومن کہاں سے آئیں گے۔

۳؎ یعنی میں نے لیظہرہ کے معنی یہ سمجھے تھے کہ اب دنیا سے اسلام کبھی بھی ختم نہ ہوگا مگر حضور والا کے فرمان عالی سے معلوم ہوتا ہے کہ قریب قیامت اسلام بھی ختم ہوجائے گا میرا یہ خیال درست نہ نکلا مجھے اس پر تعجب ہے۔

۴؎ سبحان اللہ کیسا پیارا محققانہ جواب ہے یعنی اسلام دین تام بھی ہے غالب بھی مگر اس غلبہ کی ایک حد ہے جس پر پہنچ کر ختم کردیا جاوے گا سورج یقینًا منور ہے مگر بعد غروب سورج کالا نہیں ہوجاتا بلکہ زمین اس کا فیض لینے سے محروم ہوجاتی ہے نقصان سورج میں نہیں آیا زمین کے فیض لینے میں آیا لہذا اسلام تام ہی ہے۔

رِيحًا طَيِّبَةً فَتَوَفّٰى كُلَّ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِّنْ اِيْمَانٍ فَيَبْقٰى مَنْ لَا خَيْرَ فِيْهِ فَيَرْجِعُوْنَ اِلٰى دِيْنِ اٰبَآئِهِمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ الدَّجَّالُ فَيَمْكُثُ اَرْبَعِيْنَ لَا اَدْرِيْ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا اَوْ شَهْرًا فَيَبْعَثُ اللّٰهُ عِيْسَى بْنَ مَرْيَمَ كَاَنَّهٗ عُرْوَةُ بْنُ مَسْعُوْدٍ فَيَطْلُبُهٗ فَيُهْلِكُهٗ ثُمَّ يَمْكُثُ فِي النَّاسِ

ایک پاکیزہ ہوا بھیجے گا تو ہر وہ شخص وفات دے دیا جاوے گا جس کے دل میں رائی برابر ایمان ہے تو وہ باقی رہ جائیں گے جن میں بھلائی نہیں وہ اپنے باپ دادوں کے دین کی طرف لوٹ جائیں گے[1] (مسلم) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دجال نکلے گا تو چالیس تک ٹھہرے گا میں نہیں جانتا کہ چالیس دن یا مہینے یا سال[2] پھر اللہ تعالیٰ عیسیٰ ابن مریم کو بھیجے گا گویا وہ عروہ ابن ابن مسعود ہیں[3] آپ اسے تلاش کریں گے ہلاک کر دیں گے پھر آپ لوگوں میں

[1] جب اس طیب ہوا سے تمام روئے زمین کے مسلمان وفات پا جائیں گے تو حجاز مقدس میں مسلمان کیسے رہ سکتے ہیں وہاں بھی مشرکین ہی رہ جائیں گے۔ خیال رہے کہ رائی بھر ایمان سے یہ بتایا کہ فاسق سے فاسق مسلمان جس نے کبھی کوئی نیکی نہ کی ہو صرف عقائد کا درست ہو وہ بھی وفات پا جاوے گا نیک و صالحین کا تو ذکر ہی کیا۔

[2] اس فرمان عالی کا مطلب یہ ہے کہ جو عنداللہ مومن ہے جن کا خاتمہ ایمان پر ہونے والا ہے وہ تو اس ہوا سے وفات پا جائیں گے اور جو دنیا میں کلمہ گو تھے مگر اللہ کے علم میں کافر مرنے والے تھے وہ مرتد ہو کر باپ دادوں کا دین اختیار کرلیں گے یعنی مرتد ہو جائیں گے لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ جب سارے مسلمان فوت ہو گئے تو مرتد کون ہوا۔ لطیفہ۔ مولوی اسماعیل صاحب دہلوی نے تقویۃ الایمان میں لکھا کہ وہ ہوا چل چکی۔ اور سارے مسلمان مشرک ہو چکے جس سے لازم آیا کہ مولوی اسماعیل اور ان کی ذریت بھی مرتد مشرک ہو چکے کیونکہ وہ بھی زمین پر ہی رہتے تھے وہ کیسے مسلمان رہ گئے۔ مسلمانوں کو مشرک بنانے کے شوق میں اپنے اوراپنوں پر بھی ہاتھ صاف کر گئے۔

[3] یہ شک راوی کو ہے کہ حضور انور نے کیا فرمایا کہ چالیس دن فرمائے یا چالیس ماہ یا سال ورنہ حضور انور نے چالیس دن فرمایا ایک دن ایک سال کی برابر وغیرہ۔ [4] یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت عروہ ابن مسعود کے ہم شکل ہیں کہ عروہ ابن مسعود سیدنا عبداللہ ابن مسعود کے بھائی ہیں بعض شارحین نے فرمایا کہ یہ عروہ ابن مسعود ثقفی ہیں جو صلح حدیبیہ کے دن کفار کی طرف سے حضور انور کی خدمت

سَبْعَ سِنِيْنَ لَيْسَ بَيْنَ اثْنَيْنِ عَدَاوَةٌ ثُمَّ يُرْسِلُ اللّٰهُ رِيْحًا بَارِدَةً مِّنْ قِبَلِ الشَّامِ فَلَا يَبْقٰى عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ اَحَدٌ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنْ خَيْرٍ اَوْ اِيْمَانٍ اِلَّا قَبَضَتْهُ حَتّٰى لَوْ اَنَّ اَحَدَكُمْ دَخَلَ فِيْ كَبِدِ جَبَلٍ لَدَخَلَتْهُ عَلَيْهِ حَتّٰى تَقْبِضَهٗ قَالَ فَيَبْقٰى شِرَارُ النَّاسِ فِيْ خِفَّةِ الطَّيْرِ وَاَحْلَامِ السِّبَاعِ لَا يَعْرِفُوْنَ

سات سال ٹھہریں گے [1] کہ دو شخصوں کے درمیان دشمنی نہ ہوگی [2] پھر اللہ ایک ٹھنڈی ہوا شام کی طرف سے بھیجے گا [3] تو روئے زمین پر کوئی نہ رہے گا جس کے دل میں ذرا برابر بھلائی یا ایمان ہو مگر وہ ہوا اسے وفات دے دے گی حتی کہ اگر تم میں سے کوئی وسط پہاڑ میں داخل ہو جائے تو وہ اس تک داخل ہوگی کہ اسے وفات دیدے گی [4] فرمایا پھر بدترین لوگ ہی رہ جائیں گے چڑیوں کی طرح ہلکے درندوں کی سی عقل والے [5] نہ کسی اچھی

ہیں حاضر ہوئے تھے پھر ۸ھ میں غزوہ طائف کے بعد یہ اسلام لائے پھر اپنی قوم کو دعوت اسلام دی جس پر قوم نے انہیں قتل کردیا یہ عبداللہ ابن مسعود کے بھائی نہیں کہ وہ تو عبداللہ ابن مسعود ابن غافل ہذلی ہیں یہ ہی صحیح ہے۔ (مرقات)

[1] اس کی تحقیق پہلے کی جاچکی ہے کہ بعض روایات میں ہے چالیس سال بعض میں ہے سات سال ذلی روایت میں آپ کا پہلا قیام جو ۳۳ سال تھا اور سات سال یہ قیام بعد نزول والا مراد ہے اور بھی زیادہ کی روایات ہیں۔

[2] یعنی ان سات سال میں تمام دنیا میں اسلام ہی ہوگا سب مسلمان متقی ہوں گے سب کے سینے کینہ سے پاک وصاف ہوں گے۔

[3] حضرت عیسیٰ کے پردہ فرمانے کے بعد کچھ عرصہ تو یہ ہی خیر و برکت رہے گی پھر انسان کافر بھی ہونے لگیں گے حتی کہ کچھ عرصہ بعد دنیا میں کفار بھی بہت ہو جائیں گے لہذا حدیث شریف واضح ہے اس پر یہ اعتراض نہیں کہ جب سارے انسان مسلمان ہوچکے تھے تو اس ہوا کے چلنے پر کافر کہاں سے آئے جو زندہ رہے۔

[4] خلاصہ یہ ہے کہ اس ہوا سے کوئی مسلمان کسی طرح بچے گا نہیں جہاں بھی ہوگا وفات پاجائے گا یہ موت اللہ تعالٰی کی رحمت ہوگی کہ بدترین لوگوں میں مسلمان نہ رہیں گے ہم کو اس دعا کی تعلیم دی گئی ہے۔ وتوفنا مع الابرار۔

[5] یعنی وہ لوگ بالکل بے عقل ہوں گے اور سخت خونخوار چڑیا ہر کام میں جلدی کرتی ہے ایسے ہی وہ ہر برائی بغیر سوچے سمجھے جلدی کریں گے گویا گناہ پر اڑ کر پہنچیں گے اور بے رحمی، غصہ، وحشت، بربریت طیش میں خونخوار درندے کی طرح ہوں گے بغیر سوچے سمجھے ایک دوسرے کو بات بات پر قتل غارت کریں گے

معروفا ولا ینکرون منکرا فیتمثل لھم الشیطان فیقول الا تستحیون
فیقولون فما تأمرنا فیأمرھم بعبادۃ الاوثان وھم فی ذلک دار رزقھم
حسن عیشھم ثم ینفخ فی الصور فلا یسمعہ احد الا اصغی لیتا ورفع
لیتا قال واول من یسمعہ رجل یلوط حوض ابلہ فیصعق الناس

بات جانیں گے نہ کسی برائی کو برا جانیں گے ۱؎ ان کے پاس شیطان انسانی شکل اختیار کرکے آئے گا کہے گا تم شرم کیوں نہیں کرتے ۲؎ وہ کہیں گے تو ہمیں کیا حکم دیتا ہے وہ انہیں بت پرستی کا حکم دے گا ۳؎ وہ اس حال میں ہوں گے ان کا رزق بہتا ہوگا ان کا عیش خوب ہوگی ۴؎ پھر صور پھونکا جائے گا تو اسے کوئی نہیں سنے گا مگر گردن کبھی جھکائے گا اور کبھی اٹھائے گا ۵؎ فرمایا پہلا جو شخص سنے گا وہ شخص ہوگا جو اپنے اونٹ کا حوض لیپتا ہوگا ۶؎ پھر لوگ بیہوش ہوجائیں گے ۷؎

۱؎ بلکہ برعکس اچھائیوں کو برا سمجھیں گے اور برائیوں کو اچھا کہیں گے عقل و علم سے خالی ہوں گے اور ساتھ ہی بڑے مالدار ہوں گے جب مال ہو مگر عقل، دین، علم نہ ہو تو مال زہر ہے مال سانپ ہے جس کا تریاق دین ہے۔

۲؎ شیطان کا انسان کے دل میں وسوسے ڈالنا اس کا ادنیٰ فریب ہے مگر شکل انسانی میں آکر بہکانا اس کا بڑا ہی سخت فریب ہے جس سے بچنا مشکل ہے اس لیے قرآن مجید میں انسان شیطان کو جن شیطان سے سخت تر فرمایا کہ شیاطین الانس والجن ورتم وہ کہے گا کہ تم خدا رسی کا ذریعہ کیوں اختیار نہیں کرتے اللہ کی راہ سے کیوں بھٹکے ہوئے ہو۔

۳؎ یعنی تم لوگ بت پرستی کرو خدا رسی کے لیے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ اولاً کسی چیز کی عبادت نہ کرتے ہوں گے خدا تعالیٰ کی نعمتوں کی جانوروں کی طرح یوں ہی زندگی گزارتے ہوں گے شیطان انہیں برے راستہ پر لگا دے گا۔

۴؎ یعنی ان پر بڑا عذاب یہ ہوگا کہ اس بے علمی بے عقلی بے دینی کے ساتھ ان کے پاس مال و دولت رزق بہت ہی وسیع ہوگا کہ اس سے ان پر گناہوں کے دروازے کھل جائیں گے۔

۵؎ لیت لام کے کسرہ سے گردن کی ایک طرف ایک حصہ کو کہتے ہیں یعنی وہ گھبراہٹ میں کبھی گردن کی داہنی کروٹ اونچی کریگا بائیں نیچی کبھی اس کے برعکس اس کی یہ حرکت انتہائی گھبراہٹ میں ہوگی کہ کبھی وہ صور کی آواز داہنے کان سے سنے گا کبھی بائیں سے۔

۶؎ صور کی آواز اولاً نہایت ہلکی اور باریک ہوگی جسے سوا اس شخص کے کوئی نہ سنے گا پھر آہستہ آہستہ تیز ہوتی جائے گی۔

۷؎ پہلے بیہوش ہوں گے پھر مرنا یا بے ہوشی سے مراد ہلاکت ہے اشعۃ اللمعات نے یہی معنی کیے۔

ثُمَّ يُرْسِلُ اللّٰهُ مَطَرًا كَاَنَّهُ الطَّلُّ فَيَنْبُتُ مِنْهُ اَجْسَادُ النَّاسِ ثُمَّ يُنْفَخُ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ثُمَّ يُقَالُ يَا اَيُّهَا النَّاسُ هَلُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ فَيُقَالُ اَخْرِجُوْا بَعْثَ مِنْ كَمْ كَمْ فَيُقَالُ مِنْ كُلِّ اَلْفٍ تِسْعَ مِائَةٍ وَّتِسْعَةً وَّتِسْعِيْنَ قَالَ فَذَاكَ يَوْمَ يَجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبًا وَّ ذٰلِكَ يَوْمَ

پھر اللہ شبنم کی طرح بارش بھیجے گا تو اس سے لوگوں کے جسم اُگیں گے [1] پھر صور میں دوبارہ پھونکا جاوے گا تو اچانک سب لوگ کھڑے دیکھتے ہوں گے [2] پھر کہا جاوے گا اے لوگو اپنے رب کی طرف چلو انہیں ٹھہراؤ ان سے پوچھ گچھ کی جاوے گی [3] پھر کہا جاوے گا کہ آگ کی رسد نکالو تو کہا جاوے گا کتنی ہے کتنی تو فرمایا جاوے گا ہر ہزار سے نو سو ننانوے [4] فرمایا کہ وہ وقت ہوگا جو بچوں کو بڈھا کردے گا اور یہ وہ دن ہوگا۔

[1] یہ واقعہ پہلے نفخہ سے چالیس سال بعد ہوگا اس دوران میں ان مردوں کے جسم گل چکے ہوں گے اب بارش سے لوگوں کے جسم ایسے اُگیں گے جیسے کھیت میں سبزہ اگتا ہے۔

[2] اس فرمان عالی سے معلوم ہوا کہ جسموں کی پیدائش تو اس ہلکی بارش سے ہوگی اور سب کا زندہ ہونا صور کی آواز سے ہوگا۔

[3] پہلا خطاب زندہ ہونے والے لوگوں سے ہوگا کہ اے زندہ ہونے والو یہاں سے میدان حشر کی طرف یعنی شام کی زمین کی طرف چلو جب یہ لوگ وہاں پہنچ جائیں گے تب فرشتوں سے کہا جائے گا کہ انہیں یہاں کھڑا کرو یہاں ہی ان کا حساب ہوگا اس فرمان عالی سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ فرشتوں کی نگرانی میں محشر تک جائیں گے اور انہیں فرشتے وہاں کھڑا کریں گے۔

[4] یہ سوال جواب رب تعالٰی اور ان فرشتوں کے درمیان ہوگا یعنی اے فرشتو! تمام لوگوں میں سے آگ کے مستحقین کو الگ کرو تب وہ یہ سوال کریں گے کہ آگ کا حصہ کتنا ہے فرمایا جائے گا ہزار میں سے نو سو ننانوے اس فرمان عالی کی دو شرحیں ہیں ایک یہ کہ نو سو ننانوے میں کفار گنہگار سبھی دوزخ کے لائق ہیں سب ہوں گے پھر سارے گنہگار حضور کی شفاعت سے بخش دیئے جائیں گے بعض تو یہاں ہی اور بعض دوزخ میں سزا پاکر صرف کفار وہاں رہیں گے دوسری شرح یہ ہے کہ محشر کی اس جماعت میں یاجوج ماجوج بھی ہوں گے ان کی تعداد کا یہ حال ہے کہ یہاں ہیرونی زمین کے انسان ان کے مقابلے میں فی ہزار ایک ہیں۔(اشعۃ اللمعات) بہرحال یہ خطاب بہت ہی ہولناک ہوگا۔

يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَذُكِرَ حَدِيْثُ مُعَاوِيَةَ لَا تَنْقَطِعُ الْهِجْرَةُ فِي بَابِ التَّوْبَةِ بَابُ النَّفْخِ فِي الصُّوْرِ الْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَيْنَ النَّفْخَتَيْنِ اَرْبَعُوْنَ قَالَ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ اَرْبَعُوْنَ يَوْمًا قَالَ اَبَيْتُ قَالُوْا اَرْبَعُوْنَ شَهْرًا قَالَ اَبَيْتُ قَالُوْا اَرْبَعُوْنَ سَنَةً

جب پنڈلی کھول جاوے گی ؏ (مسلم) اور جناب معاویہ کی حدیث لا تنقطع الھجرۃ توبہ کے باب میں ذکر کردی گئی ؏ صور پھونکے جانے کا بیان ؏ پہلی فصل روایت ہے حضرت ابو ھریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ دو نفخوں کے درمیان چالیس کا فاصلہ ہے لوگوں نے عرض کیا اے ابو ھریرہ کیا چالیس دن فرمایا میں نہیں کہہ سکتا کیا چالیس مہینے فرمایا میں نہیں کہہ سکتا کیا چالیس سال فرمایا میں نہیں کچھ کہہ سکتا ؏

؏ یعنی اس دن کی دہشت کا یہ حال ہوگا کہ اگر اس دن بچے ہوتے تو بڈھے ہو جاتے غم واندوہ کی وجہ سے پنڈلی کھلنے سے مراد ہے سخت پریشان ہونا یعنی لوگوں کو اس وقت انتہائی پریشانی ہوگی مرقات نے فرمایا کہ جب حاملہ اونٹنی کے پیٹ میں بچہ مر جاتا ہے تو آدمی ہاتھ ڈال کر اسے نکالتا ہے پہلے اس بچہ کی پنڈلی نمودار ہوتی ہے یہ اونٹنی پر سخت تر وقت ہوتا ہے۔ پھر محاورہ میں ہر مشکل میں پھنسنے کو پنڈلی کھل جانے سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں جو ارشاد ہوا کہ یوم یکشف عن ساق ویدعون الی السجود وہاں پنڈلی کھولے جانے سے مراد بعض کے نزدیک یہ ہے کہ رب تعالٰے اپنی ساق قدرت کھولیگا لوگوں کو حکم دے گا کہ ہماری ساق کو سجدہ کرو۔

؏ وہ حدیث مصابیح میں اسی جگہ تھی ہم نے وہاں بیان کی وہاں کے زیادہ مناسب ہے۔

؏ صور سینگ کے اس بگل کا نام ہے جو قیامت میں حضرت اسرافیل علیہ السلام پھونکیں گے پہلی پھونک جانداروں کو بے جان کرنے کے لیے دوسری پھونک مردوں کو زندہ کرنے کے لیے ان دونوں نفخوں میں چالیس سال کا فاصلہ ہوگا کہ اگر سورج ہوتا اور دن رات نکلتے تو چالیس سال کی مدت ہوتی اس صور کی بڑائی اس کی آواز کی ہیبت ہمارے خیال ووہم سے وراء ہے آج ایٹم بم اور چیخنے والے بم کی آواز ہی لوگوں کو مار دیتی ہے۔ بستیوں میں زلزلے ڈال دیتی ہے وہ تو صور ہے۔

؏ یعنی مجھے یاد نہیں کہ حضور انور نے دن فرمایا یا مہینے یا سال اس لیے میں کچھ نہیں کہہ سکتا ہے۔ مگر دوسری روایات میں چالیس سال وارد ہے۔

قَالَ ثُمَّ يُنْزِلُ اللّٰهُ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَيَنْبُتُوْنَ كَمَا يَنْبُتُ الْبَقْلُ قَالَ وَلَيْسَ مِنَ الْاِنْسَانِ شَيْءٌ اِلَّا يَبْلٰى اِلَّا عَظْمًا وَّاحِدًا وَّهُوَ عَجْبُ الذَّنَبِ وَمِنْهُ يُرَكَّبُ الْخَلْقُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ قَالَ كُلُّ ابْنِ اٰدَمَ يَاْكُلُهُ التُّرَابُ اِلَّا عَجْبَ

پھر اللہ آسمان سے پانی اتارے گا تو لوگ ایسے اگیں گے جیسے ساگ اُگتا ہے [1] اور نہیں ہے انسان کی کوئی چیز مگر وہ گل جاوے گی سوا ایک ہڈی کے اور وہ ریڑھ کی ہڈی ہے [2] اس سے قیامت کے دن مخلوق کی ترکیب دی جاوے گی [3] (مسلم بخاری) اور مسلم کی روایت میں یوں بھی ہے کہ سارے انسان مٹی کھا لے گی سوا ریڑھ کی ہڈی

[1] یعنی اس غیبی بارش سے یہ گلے جسم درست ہو جائیں گے روح پڑنے کے لائق ہو جائیں گے پھر صور پھونکنے پر یہ اجسام زندہ ہو جائیں گے۔

[2] عجب الذنب کے لفظی معنی ہیں دم کچھ عجب معنی اصل ذنب یعنی دم جانور کی دم اس ہڈی کے کنارہ سے شروع ہوتی ہے اس کا نام ہے ریڑھ کی جو گردن سے شروع ہوتی ہے چوتڑ پر ختم ہوتی ہے اسی پر انسان بیٹھتا ہے یہ اس کے لیے ایسی ہے جیسے دیوار کے لیے بنیاد اگر یہاں یہ ہی ہڈی مراد ہے تو حدیث کے معنی یہ ہیں کہ یہ ہڈی جلد فنا نہیں ہوتی اسے خاک سو برس کے بعد گلاتی ہے اور اگر اس سے مراد ہیں اجزاء اصلیہ جو انسان کی جسم کی اصل ہیں تو وہ واقعی کبھی نہیں فنا ہوتے یہ ایسے باریک اجزاء ہیں جو خورد بین سے بھی دیکھنے میں نہیں آتے انہیں انگریزی میں ایٹم کہتے ہیں عربی میں اجزاء لایتجزی. انسان جل جاوے اسے شیر کھا جاوے اور یا غائب ہو کر اس کے پیٹ سے نکل جاوے وہ اجزاء ویسے ہی رہتے ہیں حتی کہ غذا خون نطفہ میں یہ اجزاء ہوتے ہیں انہیں اجزاء سے انسان پہلے بھی بنا تھا اور آئندہ بھی بنے گا اس لیے ہم بڈھے کو کہتے ہیں کہ یہ وہ ہی ہے جو پہلے بالشت بھر کا بچہ بلکہ نطفہ تھا وہ ہی کیسے کہا جاتا ہے انہیں اصلی اجزاء کو یہ خوب یاد رہے. زائد اجزاء میں فرق ہوتا رہتا ہے کہ بیماری میں گل کر نکل جاتے ہیں آدمی دبلا ہو جاتا ہے. عیش میں اور اجزاء بڑھ جاتے ہیں مگر اصل اجزاء اسی طرح رہتے ہیں۔

[3] لہذا اگرچہ جنت میں سارے انسان جوان اور ساٹھ ہاتھ کے ہوں گے دوزخی انسان اتنا بڑا کہ اس کی ایک داڑھ پہاڑ کی برابر مگر ہوں گے وہ ہی دنیا کے انسان کیونکہ ان کے اصل اجزاء وہ ہی ہوں گے روح وہ ہی ہوگی جو دنیا میں تھی لہذا اسلام کا حشر اور ہے آریوں کا تناسخ کچھ اور حتی کہ جو لوگ دنیا میں بندر سور بنا دیئے گئے ان کے بھی اجزاء اصلیہ وہ ہی تھے اور روح وہ ہی تھی لہذا وہ بھی تناسخ نہیں۔

الذَّنَبِ مِنْهُ خُلِقَ وَفِيْهِ يُرَكَّبُ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْبِضُ اللّٰهُ الْاَرْضَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَطْوِي السَّمَآءَ بِيَمِيْنِهٖ ثُمَّ يَقُوْلُ اَنَا الْمَلِكُ اَيْنَ مُلُوْكُ الْاَرْضِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ

کے اس سے پیدا کیا گیا [1] اور اس میں ترکیب دیا جاوے گا، روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن زمین کو سمیٹ لے گا [2] اور آسمان کو اپنے داہنے ہاتھ پر لپیٹ لے گا [3] پھر فرمائیگا کہ میں بادشاہ ہوں زمین کے بادشاہ کہاں ہیں [4] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا

[1] ہمارا جسم پہلے مٹی تھا پھر دانہ بنا پھر آٹا پھر غذا پھر خون پھر نطفہ پھر گوشت کا ٹکڑا پھر یہ انسانی جسم مگر اصلی اجزاء ہر جگہ وہ ہی رہے۔ شعر

ہفت صد ہفتاد قالب دیدہ ام   ہمچو سبزہ بار ہا روئیدہ ام

[2] آج سائنس والے کہتے ہیں کہ اصل زمین ایک انچ کی تھی جسے پھیلا کر اتنا فراخ کر دیا گیا ہے ان کے قول پر تو یہ حدیث بالکل ہی ظاہر ہے کہ زمین جتنی پہلے تھی اتنی ہی چھوٹی سی کر دی جاوے اسلام بھی کہتا ہے کہ پہلے زمین پانی پر جھاگ تھی یہ جھاگ کعبہ معظمہ کی جگہ محفوظ رہے وہ ہی زمین کی اصل ہے قیامت میں بھی ایسی ہی کر دی جاوے گی اس کی کیفیت رب تعالٰی ہی جانے۔

[3] قرآن کریم میں ہے والارض جمیعا قبضتہ یوم القیامۃ والسماوات مطویات بیمینہ یہ حدیث اس آیت کا بیان ہے یمین کے معنی اگر داہنا ہاتھ ہے تو وہ آیت اور یہ حدیث متشابہات میں سے ہے کہ اس پر ایمان لاؤ اس میں بحث نہ کرو اور اگر اس سے مراد قدرت ہے تو معنی ظاہر ہیں کہ آسمان و زمین اللہ تعالٰی کی قدرت سے حقیر و ذلیل ہوں گے جیسے مٹھی کی چیز مٹھی والے کے ہاتھ میں یا ہاتھ پہ لپٹی ہوئی چیز ہاتھ والے کے قبضے میں ہوتی ہے۔ ایسے ہی آسمان و زمین اس کے قبضہ میں حقیر ہوں گی۔

[4] یعنی تمام بادشاہوں کی بادشاہت عارضی فانی تھی جو ختم ہو گئی۔ ہماری بادشاہت اصلی دائمی ہے اس پہ فنا نہیں ہوئی۔ خیال رہے کہ بادشاہ زمین ہی میں تھے وہ ہی تکبر و غرور کرتے تھے اس لیے الارض کی قید ارشاد ہوئی۔ آسمان کی مخلوق فرشتے وغیرہ نہ بادشاہ تھے نہ متکبر انہیں علیحدہ فرما دیا۔ نیز صرف بادشاہوں کا ذکر فرمایا حضرات انبیاء اولیاء کا ذکر نہ فرمایا کہ ان حضرات نے تکبر کبھی نہیں کیا۔

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَطْوِي اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ثُمَّ يَأْخُذُهُنَّ
بِيَدِهِ الْيُمْنٰى ثُمَّ يَقُوْلُ اَنَا الْمَلِكُ اَيْنَ الْجَبَّارُوْنَ اَيْنَ الْمُتَكَبِّرُوْنَ ثُمَّ يَطْوِي
الْاَرَضِيْنَ بِشِمَالِهٖ وَفِيْ رِوَايَةٍ يَاْخُذُهُنَّ بِيَدِهِ الْاُخْرٰى ثُمَّ يَقُوْلُ اَنَا الْمَلِكُ
اَيْنَ الْجَبَّارُوْنَ اَيْنَ الْمُتَكَبِّرُوْنَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ
قَالَ جَاءَ حَبْرٌ مِّنَ الْيَهُوْدِ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن آسمانوں کو لپیٹ دے گا[1] پھر انہیں اپنے داہنے ہاتھ میں لے گا[2] پھر فرمائے گا کہ میں بادشاہ ہوں کہاں ہیں جابر لوگ کہاں ہیں تکبر والے لوگ پھر زمینوں کو اپنے بائیں ہاتھ میں لپیٹ لے گا[3] اور ایک روایت میں ہے کہ انہیں اپنے دوسرے ہاتھ میں لے گا پھر کہے گا کہ میں بادشاہ ہوں کہاں ہیں جابر لوگ کہاں ہیں تکبر و غرور والے لوگ[4] (مسلم) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ یہود کا ایک بڑا عالم نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا

۱ آسمان ایسے لپیٹے جائیں گے جیسے دفتر لپیٹ دیئے جاتے ہیں۔ رب تعالیٰ نے فرماتا ہے۔ نَطْوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ۔

۲ ہاتھ سے مراد قدرت ہے لپیٹنے سے مراد ان سب کو مسخر اور تابع فرمان بنا لینا ہے اگرچہ آج بھی آسمان و زمین تابع فرمان ہیں مگر قیامت میں اس کا پورا پورا ظہور ہوگا آسمان کے لیے داہنا ہاتھ فرمانا اور زمین کے لیے بایاں ہاتھ فرمانا اس لیے ہے کہ آسمان پر کبھی کسی کی بادشاہت نہ ہوئی زمین پر بادشاہتیں لوگوں کی رہی ہیں اس لیے زمین کے لیے شمال فرمایا تاکہ اس کی زیادہ مقہوری ظاہر ہو۔ (مرقات) کہا جاتا ہے کہ یہ کام تو میرے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے یعنی نہایت معمولی ہے میرے قبضہ میں ہے۔

۳ یہ الفاظ اس حدیث کے زیادہ مناسب ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ داہنے ہیں اور شمال کے جو معنی ابھی ہم نے عرض کیے اس معنی سے یہ مضمون اس حدیث کے خلاف نہیں۔

۴ یہ فرمان اظہار غضب کے لیے ہوگا اس وقت جواب دینے والا کوئی نہ ہوگا۔ حضور انور نے آج ہم کو یہ سب کچھ سنا دیا تاکہ ہم لوگوں میں تکبر و غرور پیدا نہ ہو۔ خیال رہے کہ ملک بمقابلہ مالک کے عظیم تر ہے مگر بعض لحاظ سے مالک عظیم تر ہے ملک سے مالک اور ملک کے بہت نفیس فرق ہماری تفسیر مالک یوم الدین کی تفسیر ملاحظہ کرو۔

فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ إِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى أُصْبُعٍ وَالْأَرَضِيْنَ عَلٰى أُصْبُعٍ وَالْجِبَالَ وَالشَّجَرَ عَلٰى أُصْبُعٍ وَالْمَاءَ وَالثَّرٰى عَلٰى أُصْبُعٍ وَسَائِرَ الْخَلْقِ عَلٰى أُصْبُعٍ ثُمَّ يَهُزُّهُنَّ فَيَقُوْلُ أَنَا الْمَلِكُ أَنَا اللّٰهُ فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعَجُّبًا مِمَّا قَالَ الْحَبْرُ تَصْدِيْقًا لَهٗ ثُمَّ قَرَأَ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ وَالْأَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌ

تو بولا اے محمد اللہ قیامت کے دن آسمانوں کو ایک انگلی پہ اور زمینوں کو ایک انگلی پہ اور پہاڑوں کو درختوں کو ایک انگلی پہ اور پانی مٹی کو ایک انگلی پہ اور ساری مخلوق کو ایک انگلی پہ رکھے گا پھر انہیں ہلائے گا[1] پھر فرمائے گا میں بادشاہ ہوں میں اللہ ہوں تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس عالم کے قول پہ تعجب کرتے ہوئے اس کی تصدیق کرتے ہوئے ہنسے[2] پھر آپ نے تلاوت کی کہ ان لوگوں نے اللہ کی قدر نہ جانی[3] جو اس کا حق ہے اور زمین ساری اس کے قبضہ میں ہے قیامت کے دن اور آسمان لپٹے ہوئے ہیں

[1] اس عالم نے غالباً یہ مضمون توریت شریف یا کسی اور اپنی دینی کتاب سے بیان کیا ہوگا۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی تردید نہ کی بلکہ تصدیق فرمائی لہذا درست ہے ان چیزوں کو انگلیوں پہ رکھنے سے مراد نہایت ہی اعلٰے درجہ کی تسخیر ہے یہ ہی بتانا مقصود ہے اردو میں کہتے ہیں کہ تم تو مجھ کو اپنی انگلیوں پہ گھماتے ہو یعنی مجھ پر پورے پورے قابض ہو تمہارے اشاروں پر میں کام کرتا ہوں لہذا یہ بالکل واضح ہے اگرچہ آج بھی ہر چیز رب کے قبضہ میں ہے مگر اس دن اس کا ظہور ہوگا۔

[2] اس تبسم اور تردید نہ فرمانے سے معلوم ہوا کہ حضور انور نے اس یہودی عالم کی اس بات کی تصدیق فرمادی لہذا یہ درست ہے۔

[3] ظاہر یہ ہے کہ یہ آیت کریمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تلاوت کی اور ممکن ہے کہ حضرت ابن مسعود نے تلاوت کی ہو اس یوپ کی تصدیق کے لیے ما قدروا اللہ میں اس طرف اشارہ ہے کہ یہود و نصارے اور مشرکین نے اللہ تعالٰے کی شان نہ جانی کہ اس کی یہ قدرتیں جانتے ہوئے اس کے لیے اولاد یا شریک مانا ایسی قدرتوں والا اولاد شریک سے پاک ہے کہ اولاد اور شریک اختیار کرنا مجبوری کی بناپر ہوتا ہے فانی اور کمزور کو بقاء نسل اور دشمنوں کے مقابلہ کے لیے اولاد کی ضرورت ہوتی ہے یوں ہی شریک وہ اختیار کرتا ہے جو اکیلا کچھ نہ کرسکے۔

بِيَمِيْنِهٖ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَوْلِهٖ يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ فَاَيْنَ يَكُوْنُ النَّاسُ يَوْمَئِذٍ قَالَ عَلَى الصِّرَاطِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ مُكَوَّرَانِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

اس کے داہنے ہاتھ میں پاک ہے وہ اور برتر ہے اس سے جسے یہ شریک ٹھہراتے ہیں۱ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے رب تعالیٰ کے اس فرمان کے متعلق پوچھا کہ جس دن زمین دوسری زمین سے اور آسمان بدل دیئے جائینگے۲ کہ اس دن لوگ کہاں ہوں گے فرمایا پلصراط پر۳ (مسلم) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ سورج و چاند قیامت کے دن سیاہ کر دیئے جائیں گے۴ (بخاری)

۱ زمین کے قبضہ میں ہونے اور آسمانوں کے لپٹے ہوئے ہونے کے معنی ابھی کچھ پہلے عرض کیے گئے کہ یہ حدیث تو متشابہات میں سے ہے یا یمین سے مراد قدرت ہے اور مطویات کے معنی ہیں قبضہ میں ہونا اس صورت میں معنی ظاہر ہے۔

۲ خیال رہے کہ تبدیلی جیسے کہا جاتا ہے کہ میں نے روپیہ کو پیسوں سے بدل لیا اور صفات کی تبدیلی جیسے کہا جاتا ہے کہ میں نے اس چھلے کو انگوٹھی سے بدل لیا یعنی اسے پگھلا کر انگوٹھی کی شکل میں بنالیا قیامت کے دن تبدیلی زمین و آسمان کے متعلق دو قول ہیں ایک یہ کہ زمین و آسمان کی ذات بدل دی جاوے گی کہ زمین چاندی کی اور آسمان سونے کے کر دیئے جائیں گے دوسرے یہ کہ ذات تو یہی رہے گی مگر ان کے اوصاف بدل دیئے جائیں گے کہ زمین میں نہ پہاڑ رہیں گے نہ غار نہ دریا نہ نہریں ساری زمین روٹی کی طرح صاف ہوجاوے گی۔ پہلا احتمال قوی ہے کہ ذات ہی بدل دی جاوے گی (مرقات۔ اشعہ)

۳ سوال کا مقصد یہ ہے کہ زمین بدلنے کی حالت میں زمین پر رہنے والے انسان کہاں جائیں گے وہ اس پر تو رہ نہیں سکتے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ام المومنین تبدیلی ذات ہی سمجھی ہیں حضور انور نے بھی اس کی تائید کی کہ فرمایا ہاں واقعی اس وقت لوگ اس زمین پر نہ ہوں گے بلکہ پل صراط پر ہوں گے (مرقات) یا کسی اور راستے پر ہوں گے (اشعہ)

۴ مکورات کے دو معنی کیے گئے ہیں ایک یہ کہ ان دونوں کو ایسا لپیٹ دیا جاوے گا جیسے گیلا دھلا کپڑا لپیٹ کر گھر کے گوشہ میں ڈال دیا جاتا ہے دوسرے یہ کہ چاند سورج بے نور کر دیئے جائیں گے مگر سورج کی گرمی باقی رہے گی چنانچہ میدان حشر میں تجلی نور الٰہی کی ہو گی

اَلْفَصْلُ الثَّانِی عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ کَیْفَ اَنْعَمُ وَصَاحِبُ الصُّوْرِ قَدِ الْتَقَمَهٗ وَاَصْغٰی سَمْعَهٗ وَحَنٰی جَبْهَتَهٗ یَنْتَظِرُ مَتٰی یُؤْمَرُ بِالنَّفْخِ فَقَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا تَاْمُرُنَا قَالَ قُوْلُوْا حَسْبُنَا

دوسری فصل۔ روایت ہے حضرت ابو سعید خدری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ میں کیسے خوشی کروں حالانکہ صور والا فرشتہ ہاتھ میں لئے ہوئے ہے اور اپنے کان لگائے ہوئے ہیں [1] اور اپنی پیشانی جھکائے ہوئے ہیں انتظار کر رہے ہیں کہ کب پھونکنے کا حکم دیا جائے [2] لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم کو آپ کیا حکم دیتے ہیں [3] فرمایا کہو ہم کو اللہ

سورج کی سب تعالٰی فرماتا ہے واشرقت الارض بنور ربہا غرضکہ عجیب نظارہ ہوگا۔

[1] یعنی میں دیکھ رہا ہوں کہ حضرت اسرافیل منہ میں صور لیے عرش اعظم کی طرف دیکھ رہے ہیں کہ کب پھونکنے کا حکم ملے اور میں بلا تاخیر صور پھونک دوں جب میری آنکھیں یہ نظارہ کر رہی ہیں تو میرے دل کو چین و خوشی کیسے ہو۔ ادہر کا خوف لگا ہوا ہے معلوم ہوا کہ حضور کی نظریں سب کچھ دیکھتی ہیں۔ شعر

اے فروغت صبح آثار و صور چشم تو بینندۂ مافی الصدور

خیال رہے کہ یہ فرمان عالی اظہار خوف و خشیت کے لیے ہے اس لیے نہیں کہ ابھی صور پھونک جانے قیامت آجانے کا اندیشہ ہے قیامت تو اپنے وقت پر آوے گی اس سے پہلے بہت سی علامات ہوں گی خروج دجال نزول حضرت عیسٰے علیہ السلام وغیرہ یہ ایسا ہی ہے جیسے آندھی بادل آنے پر سرکار پر خوف کے آثار ظاہر ہو جاتے تھے۔ ہیبت الٰہی کی وجہ سے اس لیے نہیں کہ عذاب الٰہی آنے کا اندیشہ ہے رب تعالٰے وعدہ فرما چکا ہے کہ وما کان اللہ لیعذبہم وانت فیہم۔

[2] کان لگانا۔ سر جھکانا تیار رہنے کی علامت ہے خیال رہے کہ یہ تیاری قیامت کی عظمت ظاہر کرنے کے لیے ہے۔ اور حضرت اسرافیل علیہ السلام کی فرمانبرداری سے بندہ وقت سے پہلے کام کے لیے تیار رہتا ہے۔

[3] یعنی ہم قیامت قائم ہونے پر یا مصیبتوں پر۔ یا ہر وقت یا اب ہمارے دلوں پر بہت گھبراہٹ ہے کیا کریں کونسا عمل کریں جس سے دل کو چین ہو آپ ہم کو کیا حکم دیتے ہیں۔

اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَالَ الصُّوْرُ قَرْنٌ يُنْفَخُ فِيْهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَالدَّارِمِيُّ اَلْفَصْلُ
الثَّالِثُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى فَاِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُوْرِ الصُّوْرُ وَقَالَ الرَّاجِفَةُ
النَّفْخَةُ الْاُوْلٰى وَالرَّادِفَةُ الثَّانِيَةُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ فِيْ تَرْجَمَةِ بَابٍ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ
قَالَ ذَكَرَ رَسُوْلُ

کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے ۱ (ترمذی) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا صور ایک سینگ ہے جس میں پھونکا جاویگا ۲ (ترمذی، ابوداؤد، دارمی) تیسری فصل روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرمایا آپ نے رب تعالٰی کی اس قول کی تفسیر میں فاذا نقر فی الناقور فرمایا صور ہے ۳ اور راجفہ پہلی بار پھونکنا ہے اور رادفہ دوسری پھونک ۴ (بخاری) ایک باب کے عنوان میں روایت ہے حضرت ابوسعید سے فرماتے ہیں کہ رسول

۱ خیال رہے کہ یہ کلمات بڑے مبارک ہیں جب حضرت خلیل اللہ نمرود کی آگ میں جارہے تھے تو آپ کی زبان شریف پر یہ ہی کلمات تھے اور جب صحابہ کرام کو خبر پہنچی کہ کفار ہمارے مقابلہ کے لیے بڑی تعداد میں جمع ہوتے ہیں تو انہوں نے بھی یہ ہی کلمات کہے یہ کلمات مصیبتوں تکلیفوں میں بہت ہی کام آتے ہیں (مرقات) ہر مصیبت میں یہ کلمات پڑھنے چاہئیں۔

۲ رب جانے کہ وہ سینگ کتنا بڑا ہے اس کا سرا جو منہ میں لیا جاوے گا اس کی فراخی آسمان کی برابر ہے (مرقات) قیامت میں یہ دوبار پھونکا جاوے گا ایک بار دنیا کو فنا کرنے کے لیے دوبارہ مردے زندہ کرنے کے لیے

۳ یعنی اس آیت کریمہ میں ناقور کے معنی ہیں صور اور نقر کے معنی صور میں پھونکنا لہذا آیت کے معنی ہوئے جب صور میں پھونکا جاوے گا ناقور کے لغوی معنی ہیں کریدنے والا کھودنے والا چونکہ صور دوبارہ پھونکنے پر قبریں اکھیڑ کر مردے باہر ہوجائیں گے اس لیے ناقور کہتے ہیں۔

۴ یعنی قرآن مجید کا فرمان یوم ترجف الراجفة تتبعها الرادفة میں راجفہ سے مراد صور کا پہلا نفخہ ہے اور رادفہ سے مراد دوسرا نفخہ راجفہ بنا ہے رجف سے بمعنی کانپنا تھرتھرانا رادفہ کے معنی ہیں پیچھے آنے والا چونکہ پہلے نفخہ پر تمام زمین آسمان تھرتھرا کر پھٹیں گے اس لیے اس کا نام راجفہ ہے دوسرا نفخہ اس کے بعد ہے لہذا وہ رادفہ ہے۔

اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم صاحب الصور فقال عن یمینہ جبریل وعن یسارہ میکائیل وعن ابی رزین العقیلی قال قلت یا رسول اللّٰہ کیف یعید اللّٰہ الخلق وما اٰیۃ ذلک فی خلقہ قال اما مررت بوادی قومک جدبا ثم مررت بہ یھتز خضرا قلت نعم قال فتلک اٰیۃ اللّٰہ فی خلقہ کذلک یحیی اللّٰہ الموتی رواھما رزین

اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے صور والے کا ذکر فرمایا اور فرمایا کہ ان کی داہنی طرف حضرت جبریل ہیں اور ان کی بائیں طرف جناب میکائیل[۱] روایت ہے حضرت ابورزین عقیلی سے[۲] فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ خدا تعالٰی مخلوق کو کیسے لوٹائیگا اور اس کی خلقت میں اس کی نشانی کیا ہے[۳] فرمایا کیا تم اپنی قوم کے جنگل میں خشک سال میں نہیں گزرے تھے وہاں اس وقت نہ گزرے جب سبزہ سے لہلہا رہی ہیں میں نے عرض کیا ہاں فرمایا تو یہ اللہ کی نشانی ہے اسکی مخلوق میں اسی طرح اللہ مُردے زندہ کریگا ان دونوں کو رزین نے روایت کیا[۴]

[۱] یعنی جس وقت حضرت اسرافیل علیہ السلام صور پھونکیں گے اس وقت حضرت جبریل علیہ السلام آپ کے داہنے ہاتھ کی طرف ہوں گے اور حضرت میکائیل علیہ السلام بائیں طرف اس حالت میں آپ صور پھونکیں گے اس کی وجہ رب تعالٰے ہی جانے۔

[۲] آپ کا نام لقیط ابن عامر ہے طائف والوں سے ہیں مؤلف نے آپ کا ذکر اسماء الرجال میں نہیں کیا (اشعہ مرقات)

[۳] یعنی دنیا آخرت کا نمونہ ہے آخرت میں مرے ہوئے لوگ زندہ کیے جاویں گے اس کی مثال دنیا میں کیا ہے جسے ہم اسے دلیل بنا سکیں۔

[۴] سبحان اللہ کیسی پاکیزہ دلیل ہے کہ خشک زمین میں بارش سے تر ہو کر سوکھے سبزہ کے ریزہ دوبارہ ہرے ہو جاتے ہیں ایسے ہی صور کی آواز سے مردوں میں جان پڑ جاوے گی قرآن مجید میں اسی مثال سے قیامت میں اٹھنے کو سمجھایا گیا ہے۔ دنیا کی چیزیں عالم غیب کی دلیلیں ہیں ان میں غور کرنا ضروری ہے۔

بَابُ الْحَشْرِ الْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى اَرْضٍ بَيْضَاءَ عَفْرَاءَ كَقُرْصَةِ النَّقِيِّ لَيْسَ فِيْهَا عَلَمٌ لِاَحَدٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

حشر کا بیان [1] پہلی فصل روایت ہے حضرت سہل ابن سعد سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ لوگ قیامت کے دن اس سفید زمین میں جمع کیے جائیں گے [2] جو میدہ کی روٹی کی طرح ہے [3] جس میں کسی کا نشان نہ ہوگا [4] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابو سعید خدری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ

[1] قیامت کے بہت نام ہیں جن میں سے ایک نام حشر بھی ہے جس کے معنی ہیں جمع کرنا یا جمع ہونا۔ اسے حشر یا تو اس لیے کہتے ہیں کہ اس دن سارے اولین و آخرین ایک وقت میں ایک جگہ جمع ہو جائیں گے بخلاف دنیا کے یہاں مختلف جگہوں میں لوگ پیدا ہوتے مرتے رہتے ہیں یا اس لیے کہتے ہیں کہ اس دن ہر شخص اپنے اعمال اپنے احباب کے ساتھ جمع ہوگا مومن مومنین کے ساتھ کافر کفار کے ساتھ المرء مع من احب اس دن محبت جامع ہوگی قیامت تک کے حضور کے شیدائی ان شاء اللہ حضور کے ساتھ ہوں گے اس کا مقابل ہے نشر یعنی بکھیرنا یا جدا ہونا جدا کرنا چونکہ قیامت میں بعض وقت لوگ جمع ہوں گے۔ بعض وقت ایک دوسرے سے الگ بکھرے ہوئے اس لیے اسے یوم حشر و نشر کہتے ہیں یوم یفر المرء من اخیه وامه وابیه۔ اس لیے اسے یوم الفصل بھی کہتے ہیں کہ اس دن مومن و کافر الگ الگ کر دیئے جاویں گے

[2] بیضاء یعنی سفید۔ عفراء یعنی مائل بہ سرخی یعنی زمین ہوگی تو سفید مگر خالص تیز سفید نہ ہوگی بلکہ سفیدی میں سرخی کی جھلک ہوگی۔

[3] قرصہ یعنی ٹکیہ یا روٹی یہ قرص سے بنا ہے شیخ سعدی نے گلستان میں فرمایا۔ ع

قرص خورشید در سیاہی شد — یونس اندر دہان ماہی شد

نقی یعنی میدہ، قرصہ میں ت وحدت کی ہے یعنی ایک روٹی۔

[4] یعنی اس دن ساری روئے زمین پر نہ کسی کا مکان ہوگا نہ باغ نہ کھیت نہ غار نہ پہاڑ صاف شفاف میدان ہوگا جس میں نہ کسی کو ٹھوکر لگے نہ کوئی غار میں گرے سب کی نظریں آسمان کی طرف ہوں گی اور زمین طے کرتے ہوں گے اس طرح سب زمین شام تک پہنچیں گے جہاں قیامت کا اجتماع ہوگا۔

وسلم تكون الارض يوم القيمة خبزة واحدة يتكفأها الجبار بيده كما يتكفأ احدكم خبزته في السفر نزلا لاهل الجنة فاتى رجل من اليهود فقال بارك الرحمن عليك يا ابا القاسم الا اخبرك بنزل اهل الجنة يوم القيمة قال بلى قال تكون الارض خبزة واحدة كما قال النبي صلى الله عليه وسلم

صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ قیامت کے دن زمین ایک روٹی ہو جاویگی جسے اللہ تعالیٰ اپنے دست قدرت سے تیار کریگا۱؎ جیسے تم میں سے کوئی سفر میں اپنی روٹی تیار کرتا ہے جنت والوں کی مہمانی کیلئے۲؎ پھر ایک یہودی شخص حاضر ہوا بولا اے ابوالقاسم اللہ آپ پر برکت نازل کرے کیا میں آپ کو جنتیوں کی مہمانی جو قیامت کے دن ہوگی اس کے متعلق خبر نہ دوں۳؎ فرمایا ہاں بولا زمین ایک روٹی ہو جاوے گی جیسے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تب

۱؎ یعنی ساری زمین کو رب تعالیٰ صرف کن سے بغیر واسطہ فرشتہ روٹی بنادے گا چونکہ روٹی ہاتھ سے پکتی ہے اس لیے یہاں یہ ارشاد ہوا مراد دست قدرت ہے ظاہر یہ ہے کہ حدیث شریف اپنے ظاہری معنی پر ہے واقعی یہ زمین روٹی میں تبدیل ہو جائے گی جو جنتیوں کو اولاً ہی کھلادی جائے گی۔ زمین سے ہر پھل پھول، میوہ پیدا ہوتے ہیں اس لیے اس روٹی میں یہ سارے مزے ہوں گے اگر چہ کڑوی زہریلی خاردار چیزیں بھی زمین سے ہی نکلتی ہیں مگر ان کی آمیزش اس روٹی میں بالکل نہ ہوگی کہ جیسے کڑواہٹ نکال کر پکائے جاتے ہیں گوار گندل کا جب حلوہ بناتے ہیں تو اس کی کڑواہٹ دور کر دیتے ہیں۔

۲؎ یعنی جنتیوں کو پہلے یہ غذا دی جاوے گی پھر وہ غذا سے مستغنی ہوں گے پھل فروٹ لذت کے لیے کھایا کریں گے بعض شارحین نے فرمایا کہ یہ کلام شریف بطور تشبیہ ہے کہ روٹی قدرتی ہوگی مگر زمین کی سی ہوگی ان کی دلیل وہ حدیث ہے کہ قیامت کے بعد اس زمین اور سمندر کو آگ سے پر کر دیا جاوے گا اور دوزخ کے ساتھ اسے ملا دیا جائے گا۔

۳؎ یعنی ہماری توریت شریف میں اہل جنت کی پہلی غذا کے متعلق جو لکھا ہے کیا میں حضور کی خدمت میں عرض کروں معلوم ہوا کہ وہ یہودی ادب والا تھا کہ حضور سے اجازت لے کر کچھ سنا رہا ہے بزرگوں سے اجازت لے کر عرض کرنا بھی ادب کا تقاضا ہے۔

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْنَا ثُمَّ ضَحِكَ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ ثُمَّ قَالَ أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِإِدَامِهِمْ بَالَامُ وَالنُّوْنُ قَالُوْا وَمَا هٰذَا قَالَ ثَوْرٌ وَنُوْنٌ يَأْكُلُ مِنْ زَائِدَةِ كَبِدِهِمَا سَبْعُوْنَ أَلْفًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰى ثَلَاثِ طَرَائِقَ رَاغِبِيْنَ رَاهِبِيْنَ وَ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری طرف دیکھا پھر تبسم فرمایا حتی کہ آپ کی کیلیں مبارک نمودار ہو گئیں ۱؎ پھر بولا کیا میں آپ کو ان کے سالن کی خبر نہ دوں بالام اور مچھلی ۲؎ صحابہ نے کہا وہ کیا چیز ہے بولا بیل اور مچھلی کہ ان دونوں کی کلیجی کے ٹکڑے سے ستر ہزار کھائیں گے ۳؎ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ لوگ تین طریقوں سے جمع کیے جائیں گے ۴؎ رغبت کرنے خوف کرنے ۵؎ اور

۱؎ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ تبسم خوشی کے طور پر تھا کہ حضور کے فرمان عالی کی تصدیق ایک یہودی عالم نے کر دی معلوم ہوا کہ توریت و انجیل کی وہ باتیں جو اسلام کے موافق ہوں قبول کی جاسکتی ہیں اسلام کی تائید کے لیے ذکر محض ان کی تصدیق کے لیے۔

۲؎ بالام عبرانی زبان کا لفظ ہے بمعنی بیل یا گائے چونکہ حضرات صحابہ اسے سمجھے نہیں اس لیے اس نے ترجمہ کیا۔

۳؎ ستر ہزار سے مراد ہے بے حساب بے اندازہ لوگ ہیں یا ستر ہزار وہ حضرات ہیں جو بغیر حساب جنت میں جائیں گے سب سے پہلے جائیں گے انہیں یہ غذا دی جائے گی (مرقات) شاید یہ بیل وہ ہوگا جس پر زمین قائم ہے اور مچھلی وہ جس پر بیل قائم ہے دائرہ کہہ کر یہ بتایا کہ یہ ستر ہزار جنتی اس بیل کی پوری کلیجی نہ کھائیں گے بلکہ کلیجی کا اوپر والا حصہ اسی سے سب سیر ہو جائیں گے خیال رہے کہ یہ غذا جنت میں آگ سے نہ پکے گی کہ وہاں آگ نہیں بلکہ قدرتی طور پر پکی ہوئی ہوگی جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمانی دسترخوان میں بھونی ہوئی مچھلی اور روٹی آسمان سے اتری تھی یہ بھی خیال رہے کہ اہل جنت اس کے بعد پھر کبھی غذا نہ کھائیں گے آئندہ پھل ہی کھایا کریں گے صرف لذت کے لیے۔ ۴؎ یعنی مردے زندہ ہو کر اپنی قبروں سے میدان قیامت کی طرف تین طرح جائیں گے اس دراز راستہ کو تین طریقہ سے طے کریں گے ان طریقوں کا ذکر اگلی حدیثوں میں آرہا ہے کہ بعض تو سواریوں پر بعض پیدل اور بعض منہ کے بل گھسٹتے۔ ۵؎ یہاں ان طریقوں کا بیان نہیں بلکہ اس کے علاوہ دوسرے حالات کا بیان ہے کہ حضرات اولیاء اللہ تو خوشی خوشی راغب ہو کر جائیں گے جن کے متعلق رب تعالیٰ فرماتا ہے لاخوف علیہم ولا ھم یحزنون اور فرماتا ہے لا یحزنہم الفزع الاکبر اور فرمایا یوم نحشر المتقین الی الرحمن وفدا ان حضرات پر قیامت کی گھبراہٹ بالکل طاری نہ ہوگی رہے خائفین

اثْنَانِ عَلٰى بَعِيْرٍ وَّثَلٰثَةٌ عَلٰى بَعِيْرٍ وَّاَرْبَعَةٌ عَلٰى بَعِيْرٍ وَّعَشَرَةٌ عَلٰى بَعِيْرٍ وَّتَحْشُرُ بَقِيَّتَهُمُ النَّارُ تَقِيْلُ مَعَهُمْ حَيْثُ قَالُوْا وَتَبِيْتُ مَعَهُمْ حَيْثُ بَاتُوْا وَتُصْبِحُ مَعَهُمْ حَيْثُ اَصْبَحُوْا وَتُمْسِيْ مَعَهُمْ حَيْثُ اَمْسَوْا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّكُمْ مَحْشُوْرُوْنَ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا

دو ایک اونٹ پر۱؎ اور تین ایک اونٹ پر اور چار ایک اونٹ پر اور دس ایک اونٹ پر۲؎ باقیوں کو آگ جمع کرے گی ان کے ساتھ قیلولہ کرے گی جہاں وہ لوگ قیلولہ کریں گے اور رات گذاریں گے اور ان کے ساتھ صبح کرے گی جہاں صبح کریں گے اور ان کے ساتھ شام کریں گے۳؎ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابن عباس سے وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا کہ تم حشر کئے جاؤ گے ننگے پاؤں ننگے بدن بے ختنہ۴؎

یہ وہ لوگ ہیں جو گنہگار ہیں ان کی بخشش کی امید ہے خوف سے مراد پکڑے جانے کا خوف ہے پہلے لوگ طیار نہیں ہیں دوسرے سیار ہیں

۱؎ واثنان کا واو حالیہ ہے یہ راغبین راہبین کی ضمیر سے حال ہے۔ ۲؎ یہ اونٹ قربانی کے جانور نہ ہوں گے بلکہ قدرتی ہوں گے اور ان میں سے ایک ایک پر چند کا سوار ہونا یا تو اجتماعًا ہوگا کہ سب یکدم اس پر سوار ہوں گے یا باری باری والے کہ ایک سوار ہوگا باقی پیدل چلیں گے پھر دوسرے کی باری جتنا درجہ زیادہ اتنی ہی شرکت تھوڑی ہوگی۔

۳؎ بعض شارحین نے فرمایا کہ اس حشر سے مراد وہ اجتماع ہے جو قیامت سے پہلے ہوگا کہ لوگ اپنی زندگی میں زمین شام میں پہنچ جائیں گے اور اس طرح پہنچیں گے مگر ترجیح اس کو ہے کہ یہ حشر قبروں سے اٹھنے کے بعد ہوگا۔ جو کہ علاوہ شام کے اور زمین میں دفن ہوئے ان کو میدان حشر میں ان طریقوں سے پہنچایا جائے گا (اشعہ، مرقات) خیال رہے کہ یہاں محشر تک جانے کا ذکر ہے اور اگلی حدیث میں قبروں سے اٹھنے کا تذکرہ لہذا مطلب واضح ہے اس کے متعلق اور بہت قول ہیں اس جگہ صبح شام سے مراد حقیقی صبح و شام نہیں بلکہ اتنا وقت مراد ہے کیونکہ اس دن رات و دن صبح شام نہ ہوگا۔ یہاں مرقات نے بہت تحقیق کی ہے۔

۴؎ اس فرمان عالی میں انکم فرما کر بتایا گیا کہ تم عوام لوگ اس حالت میں اٹھیں گے ننگے بدن ننگے پاؤں بے ختنہ مگر بلکہ تمام انبیاء کرام اپنے کفنوں میں اٹھیں گے حتی کہ بعض اولیاء اللہ بھی کفن پہنے اٹھیں گے تاکہ ان کا ستر کسی اور پر ظاہر نہ ہو جامع صغیر کی روایت میں ہے کہ حضور نے فرمایا کہ میں قبر انور سے اٹھوں گا اور فوراً مجھے جنتی جوڑا پہنا دیا جاوے گا لہذا یہاں اس فرمان عالی سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ تمام انبیاء بعض اولیاء مستثنیٰ ہیں (مرقات۔ اشعہ) اس لیے یہاں انتم فرمایا نحن نہیں فرمایا یہ خوب خیال رہے۔

ثُمَّ قَرَأَ كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيدُهُ وَعْدًا عَلَيْنَا إِنَّا كُنَّا فَاعِلِينَ وَأَوَّلُ مَنْ يُكْسٰى يَوْمَ الْقِيٰمَةِ إِبْرَاهِيمُ وَإِنَّ نَاسًا مِنْ أَصْحَابِي يُؤْخَذُ بِهِمْ ذَاتَ الشِّمَالِ فَأَقُولُ أُصَيْحَابِي

پھر آپ نے تلاوت فرمائی کہ جیسے ہم نے اولاً پیدائش کی ابتدا کی تھی ویسے ہی لوٹائیں گے ہمارے ذمہ یہ وعدہ ہے ہم کرنے والے ہیں[1] اور پہلے جسے لباس پہنایا جاوے گا قیامت کے دن وہ ابراہیم علیہ السلام ہیں[2] اور میرے ساتھ والوں میں سے کچھ لوگ بائیں طرف پکڑ لے جائیں گے[3] تو میں فرماؤں گا کہ یہ میرے ساتھ والے ہیں

[1] یعنی جیسے تم اپنی ماؤں کے پیٹ سے پیدا ہوئے تھے ایسے ہی اپنی قبروں کے پیٹ سے اٹھو گے خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ننگے نہیں پیدا ہوئے تھے حریر میں لپٹے ہوئے پیدا ہوئے شعر

آنکھوں میں سرمہ بالوں میں شانہ دیا ہوا ۔ لپٹے ہوئے حریر میں ختنہ کیا ہوا۔

حضور فرماتے ہیں کہ ہم حضرت ابوبکر و عمر کے ساتھ اپنی اپنی قبروں سے اٹھیں گے پھر جنت البقیع والوں کا انتظار فرمائیں گے پھر مکہ معظمہ والے جنت معلّٰی کے مردوں کا۔ پھر محشر کی طرف اس برات کے ساتھ جائیں گے ایسی حالت میں حضور بغیر لباس کیسے ہو سکتے ہیں (مرقات)

[2] یعنی کفن اتار کر جنتی جوڑا پہلے حضرت خلیل اللہ کو پہنایا جاوے یا تو اس حکم سے حضور علیحدہ ہیں متکلم مستثنٰی ہوتا ہے یا یہ بدلہ ہے اس کا کہ نمرودی آگ میں جاتے وقت آپ کے کپڑے اتار لیے گئے تھے یہ خصوصی فضیلت ہے (مرقات) نیز آپ ننگوں کو کپڑے پہناتے تھے نیز آپ حضور انور کے جد امجد ہیں ان وجوہ سے آپ کا یہ اکرام فرمایا گیا۔

[3] اصیحاب تصغیر ہے اصحاب کی یہاں شرعی صحابہ مراد نہیں کہ شرعًا صحابی وہ ہیں جنہیں بحالت ایمان حضور انور کی صحبت نصیب ہو اور ان کا خاتمہ ایمان پر ہو بلکہ لغوی اصحاب مراد ہے یعنی میرے پاس بیٹھنے والے لوگ یہ وہ لوگ ہیں جو حضور انور کے پردہ فرمانے کے بعد مرتد ہو گئے تھے۔ جیسے منکرین زکوٰۃ یا مسیلمہ کذاب پر ایمان لے آنے والے بن گئے تھے خوارج کہتے ہیں کہ اس سے مراد حضرت علی و فاطمہ ہیں روافض کہتے ہیں کہ ان سے مراد سوا تین چار شخصوں کے باقی تمام صحابہ ہیں جیسے ابوبکر صدیق وغیرہم دونوں فرقے جھوٹے ہیں اگر حضرت علی یا صدیق اکبر مرتد ہیں تو دنیا میں مسلمان کوئی نہیں رہ سکتا کہ ہم تک حضور کا دین پہنچانے والے تو وہ ہی حضرات ہیں۔

أُصَيْحَابِي فَيُقَالُ إِنَّهُمْ لَنْ يَزَالُوا مُرْتَدِّينَ عَلَى أَعْقَابِهِمْ مُنْذُ فَارَقْتَهُمْ فَأَقُولُ كَمَا قَالَ الْعَبْدُ
الصَّالِحُ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَا دُمْتُ فِيهِمْ إِلَى قَوْلِهِ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ
عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

میرے ساتھ والے ۱؎ تو کہیں گے کہ یہ لوگ جب سے آپ ان سے جدا ہوئے اپنی ایڑیوں پر لوٹے رہے ۲؎ تو جو اس نیک بندے نے کہا ہے وہ ہی میں کہوں گا کہ میں ان کا ذمہ دار نگران تھا جب میں ان میں رہا عزیز الحکیم تک ۳؎ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ قیامت کے دن لوگ ننگے

۱؎ یعنی یہ لوگ میرے ساتھی ہیں انہیں میرے پاس آنے دو حضور انور کا یہ فرمان عالی بطور عتاب ہوگا۔ جیسے رب تعالٰے دوزخی کا فرسے فرمائے گا۔ ذق انک انت العزیز الکریم اس کا یہ مطلب نہیں کہ حضور کو اپنے پرائے کی پہچان نہ ہوگی یہاں تو بتا رہے ہیں وہاں کیسے بھول جائیں گے نیز قیامت میں کافر و مومن چہروں اور دوسری علامات سے پہچانے جائیں گے رب فرماتا ہے یعرف المجرمون بسیماھم نیز دوسری روایت میں ہے اعرفھم ویعرفونني میں انہیں پہچانتا ہوں وہ مجھے جانتے ہیں لہذا اس فرمان عالی سے وہابی حضور کی بے علمی پر دلیل نہیں پکڑ سکتے۔

۲؎ یعنی یہ لوگ آپ کے پردہ فرمانے کے بعد یا منکر زکوۃ ہوکر یا مسیلمہ کذاب کے امتی بن کر مرتد ہو گئے تھے فرشتوں کا یہ عرض کرنا ان مردودوں کو رسوا کرنے کے لیے ہوگا نہ کہ حضور انور کو مطلع کرنے کے لیے حضور کو رب نے ہر غیب پر مطلع فرمادیا ہے ؎

خدا مطلع ساخت بر جملہ غیب ؏ علی کل شیئ خبیر آمدی

جو کہتے ہیں کہ یہ لوگ حضرت صدیق و فاروق ہوں گے وہ یہ نہیں سوچتے کہ اگر صدیق و فاروق مرتد ہیں تو ان کے ہاتھ پر بیعت کرلینے والے اہل بیت اطہار پر کیا فتوے ہوگا۔ امام حسین نے یزید فاسق کی بیعت نہ کی تو ان حضرات نے حضرت صدیق و فاروق کی بیعت کیوں کرلی۔

۳؎ یہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان عالی اپنی بیزاری ظاہر فرمانے کے لیے ہے یعنی جب تک میں ان میں رہا ان کی نگرانی کرتا رہا انہیں کفر سے بچاتا رہا میری وفات کے بعد میری نگرانی ختم ہوگئی پھر تو جانے وہ جانے یہ عرض حضرت عیسٰے علیہ السلام عیسائی کفار کے متعلق کریں گے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح عرض کریں گے

حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ جَمِيْعًا يَنْظُرُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ اَلْاَمْرُ اَشَدُّ مِنْ اَنْ يَّنْظُرَ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْشَرُ الْكَافِرُ عَلٰى وَجْهِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ اَلَيْسَ الَّذِيْ اَمْشَاهُ عَلَى الرِّجْلَيْنِ فِي الدُّنْيَا قَادِرٌ عَلٰى اَنْ يُّمْشِيَهٗ عَلٰى وَجْهِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

پاؤں۔ ننگے بدن۔ بے ختنہ جمع کئے جائینگے[1] میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مرد و عورتیں سارے ہی بعض بعض کو دیکھیں گے[2] تو فرمایا اے عائشہ وہ حال اس سے سخت تر ہوگا کہ بعض بعض کی طرف نظر بھی کریں[3] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت انس سے ایک شخص نے عرض کیا یا نبی اللہ قیامت کے دن کافر اپنے چہرے کے بل کس طرح محشر میں لایا جائیگا[4] فرمایا کہ جس نے دنیا میں دو پاؤں پر چلایا وہ اس پر قادر نہیں کہ اسے قیامت کے دن اس کے منہ کے بل چلائے[5] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوھریرہ سے وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی

[1] تا اس فرما کر بتایا کہ یہ حالت عام لوگوں کی ہوگی حضرات انبیاء و خاص اولیاء کی یہ حالت نہیں جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا نیز جنات جانوروں کے جمع ہونے کی اور نوعیت ہوگی وہ بھی الناس سے خارج ہے۔

[2] یعنی رب تعالیٰ پاکباز نیک بی بیوں کی بے پردگی کیوں فرمائے گا وہ مردوں کے سامنے صرف بے پردہ ہی نہیں بلکہ ننگی ہوں بڑا نازک سوال ہے خیال رہے کہ ازواج پاک اور فاطمہ زہرا باپردہ اٹھیں گی جیسا کہ عرض کیا گیا کہ وہ خاص اولیاء اللہ میں داخل ہیں۔

[3] یعنی اس دن جلال و ہیبت حجاب بن جاوے گی کوئی کسی کو نہ دیکھے گا سب کی نظر آسمان پر ہوگی قدم زمین پر آج بھی بڑی آفت میں سامنے والا آدمی پاس کی چیز نظر نہیں آتی[4] ان صاحب نے یہ سوال جب کیا جبکہ حضور انور نے خبر دی کہ کفار اپنے قبروں سے زمین حشر تک منہ کے بل گھسٹتے یا رینگتے ہوئے جائیں گے۔

[5] یعنی اللہ تعالےٰ کی قدرت سے یہ بعید نہیں کہ اس دن کفار کو سانپ کی طرح رینگتا ہوا زمین شام تک لے جاوے اس پر شبہ یا تعجب نہ کرو۔

يَلْقٰى إِبْرَاهِيْمُ أَبَاهُ آزَرَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَعَلٰى وَجْهِ آزَرَ قَتَرَةٌ وَغَبَرَةٌ فَيَقُوْلُ لَهٗ إِبْرَاهِيْمُ أَلَمْ أَقُلْ لَكَ لَا تَعْصِنِيْ فَيَقُوْلُ لَهٗ أَبُوْهُ فَالْيَوْمَ لَا أَعْصِيْكَ فَيَقُوْلُ إِبْرَاهِيْمُ يَا رَبِّ إِنَّكَ وَعَدْتَنِيْ أَنْ لَا تُخْزِيَنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ فَأَيُّ خِزْيٍ أَخْزٰى مِنْ أَبِي الْأَبْعَدِ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى إِنِّيْ حَرَّمْتُ الْجَنَّةَ عَلَى الْكَافِرِيْنَ

فرمایا حضرت ابراہیم اپنے باپ آذر سے قیامت کے دن ملیں گے آذر کے منہ پر سیاہی اور مٹیلا رنگ ہوگا[1] ان سے ابراہیم فرمائیں گے کہ کیا میں نے تم سے نہ کہا تھا کہ میری نافرمانی نہ کر ان کے باپ کہیں گے کہ اب میں آپ کی نافرمانی نہ کروں گا[2] جناب ابراہیم کہیں گے اے رب تو نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ جس دن لوگ اٹھائے جائیں گے تو مجھے رسوا نہ کریگا تو میرے ہلاکت والے باپ سے بڑھ کر کونسی رسوائی بڑی ہے[3] اللہ تعالٰے فرمائیگا کہ میں نے کفار پر جنت حرام

[1] تحقیق یہ ہے کہ آذر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چچا ہے قرآن کریم یا حدیث شریف میں اسے باپ کہنا مجازًا ہے ان کے والد کا نام تارخ ہے وہ مومن موحد تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آبا واجداد از آدم علیہ السلام تا حضرت عبداللہ سارے ہی مومن موحد ہیں کوئی مشرک کافر زانی نہیں یہ نسب پاک ان دونوں عیبوں سے منزہ ہے قیامت کے دن کفار کے چہرے کالے ہوں گے مومنوں کے منہ اجیالے یہ چہروں کے رنگ دلوں کے رنگ کے رنگ کے مطابق ہوں گے حضرت بلال کا حسن وہاں دیکھنا۔ ان شاء اللہ یہاں باپ کہہ کر آذر فرمادیا گیا تاکہ کوئی حقیقی والد نہ سمجھ لے چچا ہی سمجھے واللہ اعلم

[2] آذر یہ الفاظ بطور توبہ کہے گا۔ کہ میں نے گزشتہ زمانہ میں غلطی کی اب ہر طرح تمہاری اطاعت کروں گا۔ مجھے بچالو مگر توبہ کی جگہ دنیا ہے اس لیے اب یہ سب کچھ بے کار ہوگا۔

[3] یعنی آذر کا دوزخ میں جانا میرے لیے بدنامی کا باعث ہے تو اسے بخش دے ابعد فرما کر یہ بتایا کہ یہ تیری رحمت سے یا مجھ سے بہت دور رہا متقی مومن اللہ سے نبی سے قریب ہے ان رحمۃ اللہ قریب من المحسنین اور گنہگار مومن ان سے کچھ دور ہے مگر کافر ان سے بہت ہی دور ہے کہ عملًا بھی دور ہے عقیدۃً بھی دور یا یہ مطلب ہے کہ یہ میری محبت سے دور ہے مجھے اس سے محبت نہیں بلکہ اپنی بدنامی کا خوف ہے۔ قیامت میں کسی مسلمان کو کسی کافر قرابتدار سے مطلقًا محبت نہ ہوگی۔

ثُمَّ يُقَالُ لِإِبْرَاهِيمَ مَا تَحْتَ رِجْلَيْكَ فَيَنْظُرُ فَإِذَا هُوَ بِذِيخٍ مُتَلَطِّخٍ فَيُؤْخَذُ بِقَوَائِمِهِ
فَيُلْقَى فِي النَّارِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کردی ہے[1] پھر حضرت ابراہیم سے کہا جاوے گا کہ تمہارے پاؤں کے نیچے کیا ہے وہ دیکھیں گے[2] کہ وہ ایک لتھڑے ہوئے بھیڑیئے پر ہیں[3] پھر آذر کے ہاتھ پاؤں پکڑ لیے جائیں گے اسے آگ میں ڈال دیا جاوے گا[4] (بخاری) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے

[1] یعنی اسے میرے پیارے خلیل اس کے دوزخی ہونے میں آپ کی رسوائی قطعًا نہیں اگر یہ مومن مستق ہوتا پھر دوزخی ہوتا تو آپ کی بدنامی ہوتی کہ نبی کی خبر غلط نکلی انہوں نے متقی مومنوں سے جنت کا وعدہ کیا تھا غلط ہوا یہ تو اپنے کفر کی وجہ سے دوزخ میں جارہا ہے نہ کہ آپ کا عزیز قریبی ہونے کی وجہ سے یہ ہے رب تعالٰے کا کرم اپنے خلیل پر۔

[2] معلوم ہوا کہ حضرت خلیل کی نگاہ بچا کر آذر کو دوزخ میں پھینکا جائے گا آپ کے سامنے نہیں اس میں بھی جناب خلیل اللہ کا احترام ہے یا یہ مطلب ہے کہ حضرت خلیل خود آذر کو اپنے پاؤں کے نیچے دیکھیں گے یہ ہی ظاہر ہے۔

[3] ذیخ کا ترجمہ ہے بھیڑیا متلطخ بمعنی لتھڑا ہوا گارے کیچڑ وغیرہ میں یعنی اب حضرت خلیل دیکھیں گے کہ آذر بجائے شکل انسانی کے بھیڑیئے کی شکل میں ہے ڈراؤنا ہیبت ناک اور وہ بھی کیچڑ میں لتھڑا ہوا۔ گندا تا اس حالت کو دیکھ کر آپ دل میں سخت نفرت پیدا ہوگی خیال رہے کہ وہاں شکلوں پر دلوں کا حال نمودار ہوگا۔ چونکہ آذر دنیا میں حضرت ابراہیم کے لیے بھیڑیا موذی تھا اور اس کا دل کفر میں لتھڑا ہوا تھا اس لیے اس کی شکل یہ ہوگی۔

[4] خیال رہے کہ اس واقعہ میں نہ تو حضرت خلیل نے آذر کی شفاعت فرمائی اور نہ رب تعالٰے نے آپ کی شفاعت رد کی بلکہ آپ نے اپنی عزت کا سوال فرمایا رب تعالٰے نے آپ کو مطمئن فرما کر آپ کی عزت کی حفاظت فرما کر آذر کو اس کے اصلی روپ میں دکھا کر حضرت خلیل اللہ کو اس سے متنفر فرما کر اسے دوزخ میں ڈالا لہذا حدیث شریف پر نہ تو یہ اعتراض ہے کہ نبی نے کافر کی شفاعت کیوں فرمائی نہ یہ کہ نبی کی شفاعت منظور کیوں نہ ہوئی۔ آپ نے اس کی شفاعت یا دعا کا ایک لفظ بھی یہاں نہ فرمایا اپنے متعلق عرض کیا جیسے حضرت نوح نے کنعان بیٹے کے متعلق فرمایا تھا ان ابنی من اهلی یہ شفاعت نہ تھی بلکہ ایک مسئلہ کا جواب پوچھا تھا کہ اگر کفار مجھ پر یہ سوال کریں تو میں کیا جواب دوں اسی لیے کنعان کے ڈوبنے کے چھ ماہ بعد یہ عرض کیا جب کشتی جودی پہاڑ پر ٹھہر گئی۔

يَعْرَقُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتّٰى يَذْهَبَ عَرَقُهُمْ فِي الْأَرْضِ سَبْعِيْنَ ذِرَاعًا وَيُلْجِمُهُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ اٰذَانَهُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنِ الْمِقْدَادِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ تُدْنَى الشَّمْسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنَ الْخَلْقِ حَتّٰى تَكُوْنَ مِنْهُمْ كَمِقْدَارِ مِيْلٍ فَيَكُوْنُ النَّاسُ عَلٰى قَدْرِ اَعْمَالِهِمْ فِي الْعَرَقِ فَمِنْهُمْ مَنْ يَكُوْنُ اِلٰى كَعْبَيْهِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَكُوْنُ اِلٰى رُكْبَتَيْهِ

کہ قیامت کے دن لوگ پسینہ پسینہ ہو جائیں گے حتی کہ ان کا پسینہ زمین میں ستر گز چلا جاویگا اور ان کی لگام بن جاوے گا حتی کہ ان کے کانوں تک پہنچ جاویگا[1] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت مقداد سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ قیامت کے دن سورج مخلوق سے قریب کردیا جاویگا حتی کہ ان سے میل کی مقدار رہ جاویگا[2] تو لوگ اپنے اعمال کے مطابق پسینہ میں ہوں گے[3] بعض وہ ہوں گے کہ ان کے ٹخنوں تک پسینہ ہوگا بعض وہ جن کے گھٹنوں تک ہوگا۔

[1] یہ حال ان لوگوں کا ہوگا جنہیں عرش اعظم کا سایہ میسر نہ ہوگا سایہ والے لوگ بڑے آرام سے ٹھنڈی چھاؤں میں ہوں گے وہاں پسینہ کیسا عادل بادشاہ۔ جوان صالح۔ اکیلے میں اپنے گناہ یاد کرکے رونے والا عرش کے سایہ میں ہوں گے پھر اولیاء انبیاء کا کیا پوچھنا دنیا ان کے سایہ میں ہوگی وہ خود سایہ میں ہوں گے۔ ؎

امی و دقیقہ داں عالم   بے سایہ و سائباں عالم

یہ پسینہ سورج اور دوزخ کی گرمی۔ انتہائی پریشانی و فکر اور ندامت کی وجہ سے ہوگا۔ (مرقات) اور مطابق اپنے اعمال کے ہوگا زیادہ گناہ کیے تو پسینہ زیادہ بعض شارحین نے فرمایا کہ ہر ایک کا پسینہ الگ ہوگا دوسروں کے پسینہ سے مل کر دریا نہ بنے گا۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مچھلی سے پانی میں طاق بن گیا بعض نے فرمایا کہ تمام پسینوں کا دریا بن جاوے گا مگر یہ دریا کسی کے ٹخنوں تک کسی کے منہ تک جیسے ایک ہی قبر میں مومن مردہ جنت میں ہے کافر مردہ دوزخ میں ایک چارپائی پر دو آدمی سو رہے ہیں ایک اچھی خواب سے خوش ہے دوسرا بری خواب سے پریشان (مرقات)

[2] ظاہر یہ ہے کہ میل سے مراد راستہ کا میل ہے کوس کا تہائی حصہ آجکل ہمارے ہاں آٹھ فرلانگ کا میل ہوتا ہے عرب میں پانچ فرلانگ کا جسے کیلو کہتے ہیں بعض شارحین نے فرمایا کہ یہاں میل سے مراد سرمہ کی سلائی ہے بہرحال ہوگا نہایت ہی قریب۔

[3] اعمال سے مراد گناہ ہیں یعنی برے اعمال خواہ کفر ہو یا دوسرے گناہ اس پسینہ کی تحقیق ابھی ابھی ہوچکی۔

وَمِنْهُمْ مَنْ يَكُونُ إِلَى حَقْوَيْهِ وَمِنْهُمْ مَنْ يُلْجِمُهُمُ الْعَرَقُ إِلْجَامًا وَأَشَارَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ إِلَى فِيهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَقُولُ اللهُ تَعَالَى يَا آدَمُ فَيَقُولُ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ كُلُّهُ فِي يَدَيْكَ قَالَ أَخْرِجْ بَعْثَ النَّارِ قَالَ وَمَا بَعْثُ النَّارِ قَالَ مِنْ كُلِّ أَلْفٍ تِسْعَمِائَةٍ وَتِسْعَةً وَتِسْعِينَ فَعِنْدَهُ

اور بعض وہ جن کی کمر تک ہوگا اور ان میں بعض وہ ہونگے کہ پسینہ ان کی لگام بن جاویگا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ شریف اپنے منہ کی طرف اشارہ کیا لہ (مسلم) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا کہ اللہ تعالی فرمائیگا اے آدم وہ عرض کرینگے حاضر ہوں خدمت گزار ہوں اور ساری بھلائی تیرے قبضہ میں ہے ٢ فرمائے گا آگ کا حصہ نکالو ٣ عرض کرینگے آگ کا حصہ کیا ہے فرمائیگا ہر ہزار سے نوسو ننانوے ٤ تو اس وقت

لہ اس تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی اس پسینہ میں ڈوبا ہوگا۔ بعض قریب ڈوبنے کے ہوں گے اس اختلاف حال کی وجہ ابھی کچھ پہلے عرض کردی گئی خیال رہے کہ فم منہ کو کہتے ہیں اور وجہ چہرہ کو فی بنا ہے فم سے بمعنی منہ۔

٢ یہ فرمان عالی قیامت کے دن ہوگا حساب سے پہلے شاہی آستانہ کا ادب یہ ہے کہ ندا کے جواب میں صرف لبیک یا لبیک نہ کہا جائے بلکہ اپنی وفاداری سلطان کی اور دربار کی خدمت گذاری کا بھی ذکر کیا جائے بادشاہ کی تعریف بھی کیجائے

٣ یعنی اپنی اولاد میں سے کفار کو جو آگ کا حصہ ہیں مومنین سے الگ کرو معلوم ہوا کہ یہ چھانٹ حضرت آدم علیہ السلام سے کرائی جاوے گی۔

٤ یہاں فی ہزار ایک جنتی فرمایا گیا باقی دوزخی حضرت ابوہریرہ کی روایت فی سینکڑہ ایک جنتی تھا باقی دوزخی اس فرق کی چند وجہ ہوسکتی ہیں یا تو وہاں یاجوج ماجوج کے سوا کے باقی انسانوں کا ذکر تھا اور یہاں مع یاجوج ماجوج کا ذکر ہے یا وہاں صرف کفار کا ذکر تھا جو ہمیشہ کے دوزخی ہیں اور یہاں کفار اور مومن گنہگار سب شامل ہیں مومن گنہگار عارضی دوزخی ہیں یا وہاں صرف انسان کفار کا ذکر تھا یہاں جن وانس سارے کافروں کا ذکر ہے اور ممکن ہے کہ دونوں عدد کثرت وزیادتی بیان کرنے کے ہوں خاص تعداد مراد نہ ہو جیسے ہم کہتے ہیں جلسہ میں بیسیوں آدمی تھے۔

يَشِيبُ الصَّغِيرُ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكَارٰى وَمَا هُمْ بِسُكَارٰى
وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللهِ شَدِيدٌ قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ وَأَيُّنَا ذٰلِكَ الْوَاحِدُ قَالَ أَبْشِرُوا
فَإِنَّ مِنْكُمْ رَجُلًا وَمِنْ يَاجُوجَ وَمَاجُوجَ أَلْفٌ ثُمَّ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ أَرْجُوا
أَنْ تَكُونُوا رُبُعَ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَكَبَّرْنَا فَقَالَ أَرْجُوا أَنْ تَكُونُوا ثُلُثَ أَهْلِ الْجَنَّةِ
فَكَبَّرْنَا فَقَالَ أَرْجُوا أَنْ تَكُونُوا نِصْفَ

بچے بڈھے ہو جائیں گے اور ہر حمل والی اپنا حمل گرا دے گی ۱؎ اور تم لوگوں کو نشہ میں دیکھو گے حالانکہ وہ نشہ میں نہ ہوں گے ۲؎ لیکن اللہ کا عذاب سخت ہے لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ ایک ہم میں سے کون ہوگا ۳؎ فرمایا خوش ہو جاؤ کہ تم میں سے ایک شخص اور یاجوج ماجوج میں سے ایک ہزار ۴؎ پھر فرمایا اس کی قسم جس کے قبضہ میں جان ہے میں امید کرتا ہوں کہ تم لوگ جنتیوں کے چوتھائی ہو گے تو ہم نے تکبیر کہی پھر فرمایا میں امید کرتا ہوں کہ تم جنتیوں کے تہائی ہو گے ہم نے تکبیر کہی پھر فرمایا مجھے امید ہے کہ تم جنتیوں میں

۱؎ یعنی اگر اس دن نومولود بچے اور عورتوں کے حمل ہوتے تو اس صدمہ سے بچے تو بڈھے ہو جاتے اور عورتیں حمل گرا دیتیں اس زمانہ کی دہشت سے۔

۲؎ یہاں حقیقت مراد ہے یعنی یہ سن کر لوگوں کے ہوش اڑ جاویں گے جیسے انہوں نے نشہ پیا ہے۔ مگر یہ نشہ نہ ہوگا ہیبت الٰہی ہوگی۔ اس سے بھی حضرات انبیاء کرام اور خاص اولیاء اللہ علیحدہ ہیں اور متقین اس دن نہ گھبراہٹ ہو گی نہ خوف۔ رب فرماتا ہے۔ لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْأَكْبَرُ اور فرماتا ہے لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

۳؎ حضرات سامعین پر خوف الٰہی ایسا طاری ہوا کہ وہ سمجھے ہم مومنین یا ہم صحابہ میں سے ایک فی ہزار جنتی ہوگا۔ تب یہ عرض۔

۴؎ یعنی یہ تعداد صرف تم میں سے پوری نہ کی جاوے گی۔ بلکہ اولین و آخرین جن میں قوم یاجوج اور قوم ماجوج بھی داخل ہے انہیں ملا کر پوری کی جاوے اس لحاظ سے واقعی مومن ایک ہے۔ اور کافر نو سو ننانوے تم کو اس کا کیا خوف۔

أَهْلِ الْجَنَّةِ فَكَبَّرْنَا فَقَالَ مَا أَنْتُمْ فِي النَّاسِ إِلَّا كَالشَّعْرَةِ السَّوْدَاءِ فِي جِلْدِ ثَوْرٍ أَبْيَضَ أَوْ كَشَعْرَةٍ بَيْضَاءَ فِي جِلْدِ ثَوْرٍ أَسْوَدَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يَكْشِفُ رَبُّنَا عَنْ

آدھے ہو گے [1] ہم نے تکبیر کہی [2] تم لوگوں میں نہیں مگر ایسے جیسے سفید بیل کی کھال میں ایک کالا بال یا جیسے کالے بیل کی کھال میں ایک سفید بال [3] (مسلم بخاری) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ ہمارا رب اپنی پنڈلی قدرت کھولے گا [4] اور

[1] یعنی اولاً تم لوگ تمام اولین و آخرین جنتیوں میں چہارم ہو گے کہ تین حصوں میں سارے جنتی انسان از آدم یا عیسٰے علیہ السلام اور چوتھائی تم۔ پھر تم نصف تہائی ہو جاؤ گے پھر آدھے دوسری روایات میں ہے کہ دو تہائی جنتی حضور کی امت ایک تہائی میں سارے لوگ۔ مگر اس طرح کہ مسلمان جنت میں آگے پیچھے پہنچیں گے جب سارے مسلمان وہاں داخل ہو جائیں گے تب حضور کی امت ۲/۳ اور باقی امتیں ۱/۳ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دوزخی انسان زیادہ ہیں جنتی تھوڑے وقلیل من عبادی الشکور لیکن جنت میں فرشتے اور حور و غلمان بھی ہوں گے ان کا مجموعہ دوزخی جن و انسانوں سے بڑھ جاوے گا۔ غلبت رحمتی علی غضبی اس طرح ہوگا۔

[2] اس سے معلوم ہوا کہ وعظ و تقریریں اچھی خوشخبری اعلیٰ نکتہ سنکر نعرہ تکبیر لگانا سنت صحابہ ہے جو آج کل بھی رائج ہے۔

[3] یعنی سارے مومنین یا میری امت کے سارے مومنین تمام کفار جن و انس کے مقابلہ ایسی نامعلوم نسبت رکھتے ہیں جیسے کالے بال کی کھال میں ایک سفید بال۔ خیال رہے کہ یہ نسبت سارے کفار کے لحاظ سے ہے مجموعہ کفار سے مسلمان واقعی تھوڑے ہیں ورنہ آج دنیا میں مسلمانوں کی مردم شماری ہر کافر قوم سے زیادہ ہے آج مسلمان دنیا میں قریبًا ایک ارب ہیں ان کے بعد عیسائیوں کی تعداد ہے پھر دوسری قوموں کی لیکن اگر سب کافر ملائے جاویں اور قوم یاجوج ماجوج بھی ملالی جاوے تو اس مجموعہ میں مسلمان کالی گائے کی کھال میں ایک سفید بال ہی ہیں۔

[4] احتیاط یہ ہے کہ اس حدیث کو متشابہات میں سے مانو اس پر ایمان لاؤ مگر اس کا مطلب رب کے حوالہ کردو کیوں کہ رب تعالٰے پنڈلی وغیرہ اعضاء سے پاک ہے بعض نے فرمایا کہ اپنے نور کی تجلی فرمانے کا تجلی نور کو ساق سے تعبیر فرمایا گیا۔ قرآن کریم میں ہے یوم یکشف عن ساق ویدعون عن السجود وہاں پنڈلی سے مراد انسانوں کی پنڈلی ہو سکتی ہے کہ ان پر ایسی مصیبت طاری ہوگی۔ کہ ان کی پنڈلی کھل جاوے گی مگر یہاں یہ مطلب نہیں ہو سکتا کیوں کہ یہاں ساقہ فرمایا گیا کہ رب اپنی پنڈلی ظاہر فرمائے گا۔

يَسْجُدُ لَهُ كُلُّ مُؤْمِنٍ وَّمُؤْمِنَةٍ وَّيَبْقٰى مَنْ كَانَ يَسْجُدُ فِي الدُّنْيَا رِيَآءً وَّسُمْعَةً فَيَذْهَبُ لِيَسْجُدَ فَيَعُوْدُ ظَهْرُهٗ طَبَقًا وَّاحِدًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهٗ لَيَاْتِي الرَّجُلُ الْعَظِيْمُ السَّمِيْنُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يَزِنُ عِنْدَ اللّٰهِ جَنَاحَ بَعُوْضَةٍ وَقَالَ اِقْرَءُوْا فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

اسے ہر مومن مرد و عورت سجدہ کریگے[۱] وہ لوگ باقی رہ جائیں گے جو دنیا میں دکھلاوے یا شہرت کے لیے سجدہ کرتے تھے وہ سجدہ کرنے لگیں گے تو ان کی پیٹھ ایک تختہ بن جاوے گی[۲] (مسلم۔ بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک بڑا موٹا آدمی قیامت کے دن آوے گا[۳] اللہ کے نزدیک مچھر کے پر برابر وزن نہ دے گا[۴] اور فرمایا کہ یہ تلاوت کرو کہ ہم قیامت کے دن ان کا وزن نہ رکھیں گے[۵] (مسلم۔ بخاری)

[۱] یہ اس وقت ہوگا جب کفار کی چھانٹ کر الگ کیے جا چکے ہوں گے یہاں صرف مومنین مخلصین اور منافقین رہ جائیں گے یہ سجدہ مخلصین اور منافقین میں چھانٹ کے لیے ہوگا۔

[۲] یعنی مخلصین تو درست سجدے کریں گے مگر ریاکار اور منافقین سجدہ کرنے کی کوشش کریں گے مگر نہ کرسکیں گے ان کی پیٹھ تختہ کی طرح اکڑ جاوے گی جس سے وہ بجائے سجدہ کے اوندھے گر جاویں گے یہ سجدہ مخلص و منافق میں چھانٹ کے لیے ہوگا مگر ان مخلصین میں متقی و گنہگار شامل ہوں گے یہ سب اپنے رب کو سجدہ کریں گے اور صحیح کریں گے وہ سجدہ بڑے مزے کا ہوگا کہ یار سامنے ہے گنہگار سجدہ میں گر رہا ہے اللہ وہ سجدہ ہمیں بھی نصیب کرے۔ ؎

کبھی اے حقیقت منتظر نظر آ لباس مجاز میں کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں تری جبین نیاز میں

[۳] عظیم سے مراد ہے دنیا میں درجہ کا بڑا۔ سمین سے مراد ہے جسم کا موٹا تازہ فربہ یعنی وہ دنیا میں سردار مالدار بھی تھا اور تندرست و توانا بھی مگر تھا منافق یا کافر۔ [۴] یعنی وہ کافر و منافق اور اس کے اعمال مچھر کے پر برابر بھی وزن نہ دیں گے کیونکہ ان میں ایمان نہیں وزن ایمان و اخلاص کا ہوتا ہے۔

[۵] اس آیت کریمہ کے دو معنی کیے گئے ہیں ایک یہ کہ وزن بمعنی میزان ہے یعنی ہم قیامت میں کفار کے لیے میزان قائم ہی نہیں کریں گے کیونکہ وہاں وزن باٹ سے نہ ہوگا بلکہ نیکیوں کا بدیوں سے ہوگا کافر کے پاس نیکی ۔۔

الْفَصْلُ الثَّانِي عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَرَأَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذِهِ الْآيَةَ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا قَالَ أَتَدْرُونَ مَا أَخْبَارُهَا قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ فَإِنَّ أَخْبَارَهَا أَنْ تَشْهَدَ عَلٰى كُلِّ عَبْدٍ وَأَمَةٍ بِمَا عَمِلَ عَلٰى ظَهْرِهَا أَنْ تَقُولَ عَمِلَ عَلَيَّ كَذَا وَكَذَا يَوْمَ كَذَا وَكَذَا قَالَ فَهٰذِهِ أَخْبَارُهَا رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ

دوسری فصل روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی کہ اس دن زمین اپنی خبریں دے گی فرمایا کیا جانتے ہو کہ زمین کی خبریں کیا ہیں ۱؎ لوگوں نے عرض کیا اللہ رسول خوب جانتے ہیں فرمایا اس کی خبریں یہ ہیں کہ ہر بندے اور بندی پر گواہی دے گی اس کی جو اس نے اس کی پشت پر عمل کیے ۲؎ کہ کہے گی کہ مجھ پر فلاں فلاں دن فلاں فلاں عمل کیے فرمایا کہ زمین کی خبریں یہ ہیں ۳؎ (احمد، ترمذی)

ہی نہیں پھر وزن کیسا دوسرے یہ کہ وزن بمعنی بوجھ ہے اور معنی یہ ہیں کہ کفار کی نیکیوں میں ہم وزن نہیں رکھیں گے کہ ان کی نیکیاں صدقات خیرات وغیرہ تولے تو جائیں گے مگر بہت ہی ہلکے ہوں گے یہ دوسرے معنی زیادہ قوی ہیں کیونکہ قرآن کریم دوسری جگہ فرماتا ہے واما من خفت موازینہ فامہ ہاویہ۔ جس سے معلوم ہوا کہ کفار کی نیکیاں تولی جائیں گی مگر ہلکی رہیں گی۔

۱؎ حضور انور کا یہ سوال خود جواب دینے کے لیے ہے جو بات پوچھ کر بتائی جاوے وہ خوب یاد رہتی ہے۔ اس لیے اس طرح بتایا خود سائل خود مجیب۔

۲؎ زمین کی پیٹھ عام ہے خود زمین۔ مکان کی چھت۔ پہاڑ کی چوٹی سمندر کی سطح ہوائی جہاز کی سیٹ جہاں بھی کوئی عمل کیا جاوے وہ زمین کی پیٹھ پر ہی ہے کیونکہ پہاڑ بھی زمین پر ہے اور پانی و ہوا بھی زمین پر ان میں سے جہاں بھی کچھ کیا جاوے وہ زمین کی پیٹھ پر ہی ہے قبر کو زمین کا پیٹ کہا جاتا ہے اور ظاہری زمین کو زمین کی پیٹھ۔

۳؎ اس فرمان عالی سے معلوم ہوا کہ زمین میں حواس ہیں یہ عمل کرنے والوں کو بھی پہچانتی ہے۔ ان کے عملوں کو بھی اس کی یہ جان پہچان تفصیل وار ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ زمین کو قیامت کے دن ہر ایک کی پہچان ہوگی ان کا ہر عمل یاد ہو گا۔

وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ اَحَدٍ يَمُوْتُ اِلَّا نَدِمَ قَالُوْا وَمَا نَدَامَتُهٗ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اِنْ كَانَ مُحْسِنًا نَدِمَ اَنْ لَا يَكُوْنَ اِزْدَادَ وَاِنْ كَانَ مُسِيْئًا نَدِمَ اَنْ لَا يَكُوْنَ نَزَعَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثَلٰثَةً

اور فرمایا یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسا کوئی نہیں جو مرے مگر شرمندہ ہوگا۱ عرض کیا یا رسول اللہ اس کی شرمندگی کیا ہوگی فرمایا اگر نیک کار ہوگا تو شرمندہ ہوگا کہ اس نے زیادہ نیکیاں کیوں نہ کیں۲ اور اگر گنہگار ہوا تو شرمندہ ہوگا کہ وہ کیوں نہ باز آیا۳ (ترمذی) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ لوگ قیامت کے دن تین طرح جمع کیے جائیں گے۴

۱ لہذا ہر شخص کو چاہیے کہ موت سے پہلے زندگی کو بیماری سے پہلے تندرستی کو مشغولیت سے پہلے فراغت کو غنیمت جانے جتنا موقع ملے کر گزرے۔ ؎

اڑتے چاند ڈھلتی چاندنی جو ہو سکے کر لے — اندھیرا پاکھ آتا ہے یہ دو دن کی اُجالی ہے
اس دنیا کا ایک ہی پھیرا نہیں آنا دوبی وار — جو کرنا ہے کر لے یار!

۲ حتی کہ اگر کوئی شخص اپنی ساری زندگی سجدہ سجود میں گزار دے وہ یہ کہے گا کہ میری عمر اور زیادہ کیوں نہ ہوئی کہ میں سجدے سجود اور زیادہ کر لیتا اور آج اس سے بھی اونچا درجہ پاتا اس فرمان عالی سے بھی حضرات انبیاء کرام علیحدہ ہیں انہیں وہاں ندامت کیسی وہ تو عظمت کے انتہائی درجہ میں ہوں گے۔

۳ اس فرمان میں کفار اور گنہگار سب داخل ہیں کفار کو شرمندگی ہوگی کہ ہم مسلمان کیوں نہ بنے۔ گنہگاروں کو شرمندگی ہوگی ہم نیک کار پرہیزگار کیوں نہ بنے۔ گناہوں سے باز کیوں نہ آئے مگر کفار کو اس وقت کی یہ ندامت کام نہ دے گی۔ ۴ غالبًا یہ تین جماعتیں محشر سے جنت دوزخ جاتے وقت ہوں گی کہ مسلمان گنہگار تو پیدل ہوں گے متقی حضرات سوار کفار اوندھے منہ پیٹ کے بل رینگتے ہوئے چلیں گے قبروں سے محشر کی طرف سب پیدل جائیں گے جیسا پچھلی حدیث میں گزرا۔ ممکن ہے کہ قبروں سے محشر ہی کی طرف ان مختلف طریقوں سے لوگ جائیں دوسرا احتمال اس لیے قوی ہے کہ یہاں محشر فرمایا گیا یعنی جمع کیے جائیں گے یا محشر کی طرف جائیں گے۔

أَصْنَافٍ صِنْفًا مُشَاةً وَصِنْفًا رُكْبَانًا وَصِنْفًا عَلَى وُجُوهِهِمْ قِيلَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَكَيْفَ يَمْشُونَ عَلَى وُجُوهِهِمْ قَالَ إِنَّ الَّذِي أَمْشَاهُمْ عَلَى أَقْدَامِهِمْ قَادِرٌ عَلَى أَنْ يُمْشِيَهُمْ عَلَى وُجُوهِهِمْ أَمَا إِنَّهُمْ يَتَّقُونَ بِوُجُوهِهِمْ كُلَّ حَدَبٍ وَشَوْكٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ كَأَنَّهُ رَأْيُ عَيْنٍ فَلْيَقْرَأْ

ایک قسم پیدل ایک قسم سوار[1] اور ایک قسم اپنے چہروں پر، عرض کیا گیا یارسول اللہ وہ اپنے چہروں پر کیسے چلیں گے فرمایا جس نے انہیں ان کے قدموں پر چلایا ہے وہ اس پر قادر ہے کہ انہیں ان کے چہروں پر چلائے[2] آگاہ رہو کہ وہ اپنے چہرے سے ہر ٹیلے اور کانٹے سے بچیں گے[3] (ترمذی) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ فرماتے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جسے یہ پسند ہو کہ قیامت کو آنکھوں دیکھے کی طرح دیکھے[4] تو اذا الشمس

[1] یہ دوسری جماعت اپنی قربانیوں نیک اعمال پر سوار ہوں گے خیال رہے کہ مومن اپنے اعمال پر سوار ہوں گے اور کفار پر ان کا مال ان کے اعمال سوار ہوں گے رب تعالٰے فرماتا ہے وَهُمْ يَحْمِلُونَ أَثْقَالَهُمْ وَأَثْقَالًا مَّعَ أَثْقَالِهِمْ جیسے تندرست آدمی غذا پر سوار ہوتا ہے اور پیٹ کے مریض پر غذا سوار ہوتی ہے۔ چونکہ پیدل لوگوں کی تعداد زیادہ ہوگی سواروں کی کم اس لیے پیدل لوگوں کا ذکر پہلے فرمایا ورنہ جان سواروں کا زیادہ ہوگا۔ [2] یعنی یہ بات اللہ کی قدرت سے کوئی بعید نہیں وہ بڑی قدرتوں والا ہے وہ اس دن انہیں سانپ کی طرح چلا دے گا۔ [3] یعنی اس طرح چلنے میں اس کا سر آگے ہوگا باقی حصہ پیچھے اب اگر ٹیلے، روڑے وغیرہ کی ٹھوکر کھانے گا تو سر سے کانٹا لگے گا تو سر میں غرضکہ راستہ کی ہر آفت سر پر داشت کرے گا۔ جیسے دنیا میں راستہ کی ہر مصیبت پاؤں برداشت کرتے ہیں اس فرمان عالی سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سفر محشر سے دوزخ کی طرف ہے کیونکہ قبروں سے محشر کی طرف جاتے وقت ساری زمین میدہ کی روٹی کی طرح صاف کردی جاوے گی کہ وہاں نہ غار نہ غار نہ ٹیلہ نہ کنکر وغیرہ جیسا کہ پہلے احادیث میں گزر گیا۔ [4] سن کر یقین کو علم الیقین کہتے ہیں، دیکھ کر یقین عین الیقین کہلاتا ہے اندر داخل ہوکر آزما کر یقین حق الیقین کہلاتا ہے ابھی ہم لوگوں کو قیامت اور وہاں کے حالات کا یقین ہے مگر علم الیقین سرکار فرمارہے ہیں کہ اگر تم قیامت کا عین الیقین چاہتے ہو تو یہ سورتیں پڑھو ان میں قیامت کا ایسا نقشہ کھینچا گیا ہے جیسے کہ بندہ اسے دیکھ رہا ہے بعض بیان ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے سننے سے خبر گویا سامنے آجاتی ہے

إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ وَإِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ وَإِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ إِنَّ الصَّادِقَ الْمَصْدُوقَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَنِيْ

أَنَّ النَّاسَ يُحْشَرُوْنَ ثَلٰثَةَ أَفْوَاجٍ فَوْجًا رَاكِبِيْنَ طَاعِمِيْنَ كَاسِيْنَ وَفَوْجًا

کُوِّرَتْ۔ اور اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ اور اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ کی تلاوت کرے[1] (احمد، ترمذی) تیسری فصل۔ روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں کہ سچے کہنے والے سچی خبر دینے والے[2] نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے خبر دی کہ لوگ تین فوجوں میں جمع کیے جائیں گے[3] ایک فوج سوار پیٹ والے لباس پہنے ہوئے[4] اور ایک

[1] ان سورتوں میں قیامت کا بیان اس کے حالات ایسے طریقہ سے بیان ہوئے ہیں کہ قیامت گویا سامنے آجاتی ہے بعض وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کا ذکر ایسے ہی فرماتے تھے کہ قیامت کا نقشہ نگاہوں کے سامنے کھنچ جاتا تھا۔

[2] یعنی حضور انور کی دو صفتیں ہیں۔ ایک یہ کہ آپ ہم کو سچی خبریں دیتے ہیں دوسرے یہ کہ رب تعالٰی انہیں سچی خبریں دیتا ہے سچ سننے والے سچ بولنے والے صلی اللہ علیہ وسلم۔

[3] حشر کی تین صورتیں ہیں ایک یہ کہ قریب قیامت عدن سے ایک عالمگیر آگ اٹھے گی۔ جو تمام دنیا کو فلسطین میں پہنچا دے گی یہ حشر اول ہے۔ دوسرے یہ کہ دوسرا صور پھونکنے پر مردے قبروں سے اٹھ کر فلسطین پہنچیں گے تیسرے یہ کہ فیصلہ ہو چکنے پر لوگ اپنے ٹھکانوں کی طرف چلیں گے۔ غالب یہ ہے کہ یہاں پہلا حشر مراد ہے جیسا کہ آگے والے مضمون سے ظاہر ہے ممکن ہے کہ دوسرا یا تیسرا حشر مراد ہو۔

[4] یعنی یہ لوگ اطمینان سے اپنی سواریوں پر سوار ہو کر سفر کریں گے اعلٰی لباس پہنے ہوئے۔ اگر پہلا حشر مراد ہے تو سواریوں سے مراد ان کی اپنی ملک کا سواریاں جو اس وقت ان کے قبضے میں ہوں گی۔ اور اگر تیسرا حشر مراد ہے تو قربانی یا اپنے اعمال کی سواریاں مراد ہیں۔ اور اگر دوسرا حشر مراد ہے تو سواری پر خاص خاص لوگ ہوں گے۔ باقی لوگ پیدل یہ سواری ان خاص لوگوں کو رب کی طرف سے عطا کی جاوے گی۔

يَسْحَبُهُمُ الْمَلٰئِكَةُ عَلٰى وُجُوهِهِمْ وَتَحْشُرُهُمُ النَّارُ وَفَوْجًا يَمْشُونَ وَيَسْعَوْنَ وَيُلْقِي اللّٰهُ الْاٰفَةَ عَلَى الظَّهْرِ فَلَا يَبْقٰى حَتّٰى اَنَّ الرَّجُلَ لَتَكُونُ لَهُ الْحَدِيقَةُ يُعْطِيهَا بِذَاتِ الْقَتَبِ لَا يَقْدِرُ عَلَيْهَا رَوَاهُ

فوجًا فرشتے ان کے چہروں پر گھسیٹیں گے اور انہیں آگ جمع کرے گی[1] اور ایک فوج جو چلیں گے اور دوڑیں گے[2] اللہ تعالٰی ان کی سواری پر آفت ڈال دے گا۔ وہ باقی نہ رہے گی حتی کہ ایک شخص جس کے پاس باغ ہوگا وہ ایک قابل سواری اونٹ کے عوض دے گا مگر وہ اس پر قادر نہ ہوگا[3]

[1] ظاہر یہ ہے کہ یہاں آگ سے مراد وہی عالمگیر آگ ہے جو عدن سے اٹھ کر تمام لوگوں کو حشر کے میدان تک پہنچا دے گی اس صورت میں ملٰئکہ کے گھسیٹنے سے مراد ہے ان کا نہایت ذلت کے ساتھ چلنا فرشتے انہیں نظر نہیں آئیں گے مگر کام کریں گے جیسے آج فرشتے ہمارے ساتھ رہتے اپنا کام کرتے ہیں ہم کو نظر نہیں آتے یہ اس صورت میں ہے کہ حشر سے مراد پہلا حشر ہو یعنی زندہ لوگوں کا زمین فلسطین میں پہنچنا جمع ہونا۔ اور اگر دوسرا یا تیسرا حشر مراد ہے تو فرشتوں کا انہیں گھسیٹنا ظاہر ہے اس صورت میں تحشر کا فاعل فرشتے ہیں اور النار کو نصب ہے اصل میں الی النار تھا یعنی فرشتے انہیں دوزخ کی طرف گھسیٹیں گے واللہ اعلم

[2] یعنی یہ پیادہ لوگ اطمینان سے نہیں جائیں گے بلکہ بھاگتے ہوئے جائیں گے۔

[3] اس فرمان عالی سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں پہلا حشر مراد ہے یعنی اپنی قبروں سے زمین فلسطین کی طرف جانا اور مطلب یہ ہے کہ اس وقت سواریاں بہت زیادہ ہلاک ہو چکی ہوں گی جب اس بھاگڑ کا وقت آوے گا تو باغ یا کھیت یا باغ کا مالک چاہیگا کہ کوئی میری یہ زمین لے لے اور مجھے ایک اونٹ قابل سواری دیدے مگر کوئی نہ دے گا کیونکہ اب باغ کھیت بے کار ہو چکے ہوں گے۔ جب یہاں سے بھاگ جانا ہی ہے تو باغ یا کھیت کا کیا فائدہ یہ حدیث علامات قیامت میں آنی چاہیے تھی نہ کہ حشر کے بیان میں مگر صاحب مصابیح کی اتباع میں صاحب مشکوٰۃ نے یہاں ہی بیان کر دی۔ بعض نے فرمایا کہ اس پوری حدیث میں دوسرے یا تیسرے حشر کا ذکر ہے مگر بعض راویوں نے ویلقی اللہ الآفۃ الخ ایک دوسری حدیث کا ٹکڑا اس میں داخل کر دیا ہے اس صورت میں مطلب ظاہر ہے (مرقات) خیال رہے کہ قبروں سے محشر کی طرف سب لوگ پیدل جائیں گے مگر حضرات انبیاء اور خاص اولیاء اس وقت بھی سواریوں پر ہوں گے (مرقات) پھر محشر سے جنت کی طرف جاتے ہوئے اور پلصراط پر عام متقی مسلمان سواریوں پہ ہوں گے۔ اور سواریوں کی رفتار مختلف ہوگی یہ سواریاں قربانیاں اور اعمال کی ہوں گی (از مرقات)۔

الثَّانِيْ بَابُ الْحِسَابِ وَالْقِصَاصِ وَالْمِيْزَانِ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ اَحَدٌ يُحَاسَبُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِلَّا هَلَكَ قُلْتُ اَوَلَيْسَ يَقُوْلُ اللّٰهُ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا فَقَالَ اِنَّمَا ذٰلِكِ الْعَرْضُ وَلٰكِنْ مَنْ نُوْقِشَ فِي الْحِسَابِ

(ثانی) حساب - بدلہ - ترازو کا بیان - پہلی فصل - روایت ہے حضرت عائشہ رض سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں ہے کوئی جس کا قیامت کے دن حساب لیا جاوے گا مگر وہ ہلاک ہو جاوے گا میں نے عرض کیا کہ کیا اللہ تعالٰی یہ نہیں فرماتا کہ اس کا حساب آسان لیا جاوے گا فرمایا یہ تو صرف پیشی ہوگی۔ لیکن جس سے حساب میں جرح کر لی گئی وہ ہلاک ہو جاوے گا۔

۱؎ حساب کے معنی ہیں گنتی و شمار یہاں مکلف جن وانس سب کے اعمال کی گنتی مراد ہے جو قیامت میں بندے کے سامنے کی جائے گی سزا و جزا کے لیے اس حساب کا ثبوت قرآن و حدیث سے ہے اس پر اعتقاد رکھنا ضروری ہے قصاص بنا ہے قص سے یعنی برابری یہاں مراد ہے اعمال کا بدلہ جو اعمال کے برابر ہو حساب سب کا نہ ہوگا مگر قصاص سب سے لیا جاوے گا اسی لیے قیامت میں جانوروں کو بھی اٹھا کر قصاص دلوا کر مٹی کر دیا جاوے گا (اشعہ)

۲؎ میزان یعنی اعمال تولنے کی ترازو حق ہے اس کا ثبوت قرآنی آیات اور احادیث سے ہے اس پر بھی ایمان لانا ضروری ہے، اس کے دو پلڑے۔ ڈنڈی۔ زبان سب کچھ ہے دو پلڑوں کا فاصلہ اتنا ہے جتنا مشرق و مغرب میں فاصلہ ہے اعمال نامے یا خود اعمال اس میں وزن کیے جائیں گے حضرات انبیاء کرام اور بعض اولیاء کے اعمال کا وزن نہ کیا جائے گا وہاں وزنی پلڑا اونچا ہوگا۔ ہلکا پلڑا نیچا کیونکہ نور اوپر کو اٹھتا ہے نیچے نہیں جھکتا وہاں وزن باٹ سے نہ ہوگا بلکہ نیکیوں کا گناہوں سے ہوگا۔

۳؎ حساب سے مراد ہے جرح والا حساب تو نے کیا کیا اور گناہ کیوں کیے ہلاکت سے مراد ہے عذاب میں گرفتاری جس سے کیوں پوچھ لیا وہ گیا۔

۴؎ یعنی حضور کا یہ فرمان عالی قرآن مجید کی اس آیت کے مطابق کیونکر ہوا کہ جب حساب آسان ہوگا تو سزا کیسے ہو سکتی ہے۔

يَهْلِكُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَا مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا سَيُكَلِّمُهُ رَبُّهُ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ تَرْجُمَانٌ وَلَا حِجَابٌ
يَحْجُبُهُ فَيَنْظُرُ اَيْمَنَ مِنْهُ فَلَا يَرٰى اِلَّا مَا قَدَّمَ مِنْ عَمَلِهِ وَيَنْظُرُ اَشْاَمَ مِنْهُ فَلَا
يَرٰى اِلَّا مَا قَدَّمَ وَيَنْظُرُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَلَا يَرٰى اِلَّا النَّارَ تِلْقَاءَ وَجْهِهِ
فَاتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

ہو جاوے گا[۱] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت عدی ابن حاتم رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہیں ہے تم میں سے کوئی مگر اس سے اس کا رب کلام کرے گا اس کے اور رب کے درمیان نہ کوئی ترجمان ہوگا اور نہ پردہ جو اس کے لیے آڑ ہو تو وہ اپنے داہنے دیکھے گا تو نہ دیکھے گا مگر وہی عمل جو آگے بھیجے اور اپنے بائیں دیکھے گا تو نہ دیکھے گا مگر وہی جو آگے بھیجے اور اپنے سامنے دیکھے گا تو آگ کے سوا نہ دیکھے گا اپنے سامنے تو تم آگ سے بچو اگرچہ کھجور کی قاش سے۔ (مسلم)

۱؎ یعنی ہمارے فرمان عالی میں حساب سے مراد ہے تحقیق و جرح والا حساب جس میں ہر عمل کا پوچھ گچھ ہو کوئی گناہ نظر انداز نہ کیا جاوے پھر وہ گناہ بھی پوچھی جاوے اور قرآن مجید میں حساب سے مراد صرف پیشی کا حساب ہے جس میں بعض موٹے موٹے گناہ پیش ہوں اور اکثر نظر انداز کر دیئے جاویں ان پیش زمودہ اعمال کو دکھا کر اقرار کرا کر معاف کر دیا جاوے وہاں بخشش ہی بخشش ہے اعلیٰ حضرت نے عرض کیا۔ ؎

صدقہ پیارے کی حیا کا کہ نہ لے میرا حساب — بخش بے پوچھے لجائے کو لجانا کیا ہے

۲؎ اس فرمان عالی سے معلوم ہوا کہ قیامت میں ہر ایک کو رب کا دیدار بھی ہوگا اور ہر ایک رب کا کلام بھی سنے گا مگر صالحین کو رحمت کا دیدار و کلام ہوگا بدکاروں سے غضب قہر کا قرآن مجید میں جو ارشاد باری ہے کہ ہم سے کلام نہ کریں گے ہم ان کو دیکھیں گے نہیں وہاں رحمت و کرم کا دیدار و کلام مراد ہے۔ ۳؎ یعنی ہر چہار طرف اعمال ہوں گے بیچ میں عامل ہوگا اپنے ہر عمل کا نظارہ کرے گا۔ ۴؎ یعنی حساب یہاں ہو رہا ہوگا۔ اور دوزخ کی آگ سامنے سے نظر آرہی ہوگی کیسا بھیانک نظارہ ہوگا خدا کی پناہ۔ ۵؎ یعنی دوزخ سے بچنے کا اعلیٰ ذریعہ صدقہ و خیرات ہے صدقہ اگرچہ معمولی ہو اخلاص سے وہ بھی آگ سے بچالے گا وہاں صدقہ کی مقدار نہیں دیکھی جاتی وہاں صدقہ والے کی نیت پر نظر ہوتی ہے کھجور کی قاش ہی خیرات کرو شاید وہ ہی دوزخ سے بچالے یا یہ مطلب ہے کہ کسی کا معمولی حق بھی وہ بھی دوزخ میں پہنچا دے گا کسی کی کھجور کی قاش اس کی بغیر اجازت نہ لو (اشعۃ اللمعات)۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ یُدْنِی الْمُؤْمِنَ فَیَضَعُ عَلَیْهِ کَنَفَهٗ وَیَسْتُرُهٗ فَیَقُوْلُ اَتَعْرِفُ ذَنْبَ کَذَا اَتَعْرِفُ ذَنْبَ کَذَا فَیَقُوْلُ نَعَمْ اَیْ رَبِّ حَتّٰی قَرَّرَهٗ بِذُنُوْبِهٖ وَرَاٰی فِیْ نَفْسِهٖ اَنَّهٗ قَدْ هَلَكَ قَالَ سَتَرْتُهَا فِی الدُّنْیَا وَاَنَا

روایت ہے ابن عمرؓ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو قریب کرے گا۱؎ تو اس پر اپنا پردہ رکھے گا اور اسے چھپائے گا۲؎ پھر فرمائے گا کیا تو فلاں گناہ پہچانتا ہے۔ کیا تو فلاں گناہ پہچانتا ہے۔ وہ کہیں گے ہاں یا رب! حتی کہ اس سے اس کے سارے گناہوں کا اقرار کرائے گا۳؎ اور وہ اپنے دل میں سمجھے گا کہ ہلاک ہوا۴؎ رب فرمائے گا کہ میں نے یہ عیوب دنیا میں چھپا لیے تھے اور آج

۱؎ کنف کے کئی معنی ہیں پردہ۔ حفاظت، پناہ۔ نگاہ بانی، سایہ۔ پرندے کے بازو جن سے وہ اڑتا ہے یہاں پردہ کے معنی میں ہے (اشعہ) چونکہ پرندہ انہیں بازوؤں پروں سے اپنے انڈوں بچوں کو چھپاتا بھی ہے ان کی حفاظت بھی کرتا ہے اس لیے اسے کنف کہتے ہیں۔

۲؎ یعنی مومن کو گناہوں کے حساب کے وقت محشر والوں سے چھپایا جاوے گا کسی کو خبر نہ ہوگی کہ رب نے کیا حساب لیا اور بندے نے کیا حساب دیا۔

۳؎ اس فرمان عالی سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ مومن اپنے گناہوں کا تو اقرار کرے گا وہاں بہانے نہ بنائے گا کفار جھوٹ بولیں گے واللہ ربنا ما کنا مشرکین دوسرے یہ کہ مومنوں کی نیکیوں کا حساب علانیہ ہوگا گناہوں کا حساب خفیہ ہوگا بلکہ نیکیوں کی نیکی چہروں پر نمودار ہوگی کہ ان کے منہ چمکتے ہوں گے مگر بدوں کی برائیاں چہروں پر ظاہر نہ ہوں گی ان کے منہ نہ بگڑیں گے کیوں نہ ہو کہ یہ لوگ پردہ پوش رب کے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہے ان کی پردہ پوشی دنیا میں بھی ہے آخرت میں بھی ہوگی۔

۴؎ یعنی اب میں پکڑا گیا عذاب میں گرفتار ہوا وہ شخص دل میں یہ سوچتا ہوگا کسی سے کہے گا نہیں اس لیے فی نفسہ فرمایا گیا رب بھی اس کے عیب چھپائے گا بندہ بھی خاموش رہے گا۔

۵؎ اس فرمان عالی سے بھی معلوم ہوسکتا ہے کہ یہاں دنیا کے چھپے گناہوں کو بندہ خود ہی علانیہ کرتا رہا ہو ان کا وہاں بھی اعلان ہوگا لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ غدار کے چوتڑوں پر اس کی غداری کے مطابق جھنڈا لگایا جائے گا جس سے وہ سارے میں مشہور ہوگا کہ وہ غداری بھی علانیہ تھی اس لیے اس کی سزا بھی علانیہ ہوگی۔

أَغْفِرُهَا لَكَ الْيَوْمَ فَيُعْطَى كِتَابَ حَسَنَاتِهِ وَأَمَّا الْكُفَّارُ وَالْمُنَافِقُونَ فَيُنَادَى بِهِمْ عَلَى رُءُوسِ الْخَلَائِقِ هٰؤُلَاءِ الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَى رَبِّهِمْ أَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِينَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ دَفَعَ اللّٰهُ إِلَى كُلِّ مُسْلِمٍ يَهُودِيًّا أَوْ نَصْرَانِيًّا فَيَقُولُ هٰذَا فِكَاكُكَ مِنَ النَّارِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ

انہیں بخشتا ہوں[1] پھر اُس کی نیکیوں کی تحریر اسے دے دی جاوے گی[2] لیکن کفار و منافقین انہوں کو مخلوق کے سامنے پکارا جاوے گا کہ یہ وہی لوگ ہیں جو اپنے رب پر جھوٹ بولے آگاہ رہو! کہ ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے[3] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوموسیٰ رضی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ ہر مسلمان کو ایک یہودی یا عیسائی عطا فرمائے گا تو کہے گا کہ یہ تیرا فدیہ ہے آگ سے[4] (مسلم) روایت ہے حضرت ابوسعید سے فرماتے

۱؎ مومن کی بخشش ضرور ہوگی کسی کی اول ہی سے کسی کی کچھ سزا دے کر کسی کی شفاعت کے پانی سے گناہ دھو کر کسی کی بخشش دوزخ کی آگ میں کچھ روز تپا کر بہرحال ہر گنہگار کی بخشش یقینی ہے کیوں نہ ہو کہ محبوب کی امت تو ہے اعلیٰ حضرت نے کیا خوب فرمایا ہے

واعظان کا میں گنہگار وہ میرے شافع — اتنی نسبت مجھے کیا کم ہے تو سمجھا کیا ہے

۲؎ یہ تحریر گویا جنت کا پروانہ وہاں کا ویزا ہوگا۔ اس میں اس بندے کی نیکیوں کا ذکر تو ہوگا مگر گناہوں کا تذکرہ نہ ہوگا کہ وہ تو معاف کر دیئے گئے۔ ۳؎ یعنی کفار و منافقین کی نیکیوں کا ذکر تک نہ ہوگا کیونکہ وہ سب رد ہو چکیں بغیر ایمان کوئی صدقہ وغیرہ قبول نہیں نیز وہ لوگ ان نیکیوں کی عوض دنیا میں اللہ کی نعمتیں استعمال کر چکے ہاں ان کے گناہوں کا اعلان بھی ہوگا اور حساب علانیہ بھی کیونکہ وہ پردہ پوش نبی کے دامن سے دور رہے۔ ۴؎ فک کے معنی ہیں گروی چیز کو چھڑانا فکاک وہ مال ہے جو دے کر گروی چیز چھڑائی جاوے ہر شخص کے لیے ایک ٹھکانہ دوزخ میں ہے دوسرا جنت میں مومن جنت میں اپنا ٹھکانا بھی لے گا اور کسی کافر کا بھی اور کافر دوزخ میں اپنا مقام بھی لے گا اور کسی مومن کا بھی یہاں یہ ہی مطلب ہے کہ اے مومن تو جنت میں اپنا ٹھکانا بھی لے اور اس یہودی عیسائی کا بھی یہ تیرے لیے ایسا ہے، جیسے گروی چیز کا فکاک چونکہ عیسائی یہودی مسلمانوں سے قریب ہوتے ہوئے بھی دور رہے تھے اس لیے خصوصیت سے ان کا ذکر ہوا یہ مطلب نہیں کہ مسلمان کے گناہوں کے عوض کافر دوزخ میں جاوے گا کہ یہ اسلامی قانون کے خلاف ہے لا تزر وازرۃ وزر اخریٰ۔

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُجَاۗءُ بِنُوْحٍ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ فَیُقَالُ لَہٗ ھَلْ بَلَّغْتَ فَیَقُوْلُ
نَعَمْ یَا رَبِّ فَتُسْاَلُ اُمَّتُہٗ ھَلْ بَلَّغَکُمْ فَیَقُوْلُوْنَ مَا جَاۗءَنَا مِنْ نَّذِیْرٍ فَیُقَالُ مَنْ
شُھُوْدُکَ فَیَقُوْلُ مُحَمَّدٌ وَّاُمَّتُہٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَیُجَاۗءُ بِکُمْ
فَتَشْھَدُوْنَ اَنَّہٗ قَدْ بَلَّغَ ثُمَّ قَرَاَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی

ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قیامت کے دن حضرت نوح ؑ کو لایا جائے گا۔ اُن سے کہا جائے گا کہ آپ نے تبلیغ کی تھی وہ عرض کریں گے ہاں یا ربّ! پھر ان کی امت سے پوچھا جائے گا کہ کیا تم کو تبلیغ کی گئی تھی وہ کہیں گے کہ ہمارے پاس کوئی ڈرانے والا نہ آیا فرمایا جاوے گا اے نوح! تمہارے گواہ کون ہیں[۱] عرض کریں گے محمد مصطفیٰ اور ان کی امت حضور نے فرمایا کہ پھر تمہیں کہہ دیا جاوے گا تم گواہی دو گے کہ انہوں نے تبلیغ کی تھی[۲] پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۱؎ چونکہ نوح علیہ السلام پہلے وہ نبی ہیں جو کفار کی طرف بھیجے گئے اس لیے ابتدا انہیں سے ہوگی گذشتہ کافر امتیں اپنے نبیوں کی تبلیغ کا انکار کریں گی اس لیے مقدمہ چلے گا اور اس مقدمہ کی نوعیت یہ ہوگی ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ کا کوئی کافر انکار نہ کر سکے گا۔

۲؎ یعنی تم تبلیغ کر دینے کے مدعی ہو تمہاری امتیں اس کی منکر اور مدعی کے ذمہ گواہ پیش کرنا ہوتا ہے وہ اگر گواہ قائم کر سکے تو مدعی علیہ قسم کھا کر مقدمہ جیت لیتا ہے معلوم ہوا کہ مقدمہ کا فیصلہ اس قانون کے ماتحت ہوتا ہے حاکم کے ذاتی علم پر فیصلہ نہیں ہوتا دیکھو رب تعالٰی علیم و خبیر ہے مگر تحقیقات ہو رہی ہے۔

۳؎ تشہدون میں خطاب صحابہ سے نہیں بلکہ ساری امت رسول اللہ سے ہے اولین و آخرین صالحین اور ہم جیسے گنہگار اور یہ گواہی صرف نوح علیہ السلام کے حق میں نہیں ہوگی بلکہ قریبًا تمام نبیوں کے حق میں ہوگی کیونکہ سب کی کافر امتیں ان حضرات کی تبلیغ کا انکار کریں گی یہ امت ان انبیاء کرام کی گواہ ہوں گی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کی تصدیق فرمائیں گے کہ واقعی یہ سچا کہہ رہے ہیں میں نے ان کو ان حضرات انبیاء کرام کی تبلیغ کی خبر دی تھی اور حضور اسی امت کی صفائی بھی یہاں فرمائیں گے کہ الٰہی میری امت گواہی دینے کے قابل ہے مدعی کو گواہ بڑا پیارا ہوتا ہے تمام نبیوں کو یہ امت پیاری ہے ہم کو بھی چاہیے کہ مسلمان بن کر رہیں کہ کل قیامت میں ہم نے نبیوں کی گواہی دینی ہے فاسق کی گواہی قبول نہیں ہوتی رب تعالٰی توفیق دے۔

اللہ علیہ وسلم وکذلک جعلنکم امۃ وسطا لتکونوا شہداء علی الناس و
یکون الرسول علیکم شہیدا رواہ البخاری وعن انس قال کنا عند
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فضحک فقال ہل تدرون مما اضحک
قال قلنا اللہ ورسولہ اعلم قال من مخاطبۃ العبد ربہ یقول یا رب
الم تجرنی من الظلم قال یقول بلی قال فیقول فانی لا اجیز علی نفسی
الا شاہدا منی قال فیقول کفی

نے یہ آیت تلاوت کی کہ اسی طرح ہم نے تم کو بہترین امت بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو اور یہ رسول تمہارے نگران گواہ ہوں ۱؎ (بخاری) روایت ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے تو حضور ہنسے۔ پھر فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ میں کس چیز سے ہنستا ہوں؟ فرماتے ہیں ہم نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول خوب جانیں ۲؎ فرمایا بندے کے اپنے رب سے عرض معروض کرنے پر عرض کرے گا اے رب کیا تم نے مجھے ظلم سے امان نہیں دی۔ فرمانے گا ہاں۔ فرمایا تو بندہ کہے گا کہ میں اپنی ذات پر کوئی گواہی روا نہیں رکھتا مگر اپنے میں سے گواہ ۳؎ فرمایا کہ رب فرمائے گا آج تو ہی اپنے نفس

۱؎ اس آیت کریمہ کی نفیس ولذیذ تحقیق ہماری تفسیر نعیمی میں ملاحظہ کرو اور شان حبیب الرحمٰن میں دیکھو۔ یہاں دو باتیں سمجھ لو کہ اس آیت میں وسط کے معنی بہترین ہے رب فرماتا ہے وقال اوسطھم درمیانی زمانہ والی مراد نہیں کیونکہ یہ امت تو آخری ہے دوسرے یہ کہ یہاں یکون الرسول علیکم شہیدا میں شہید بمعنی گواہ نگران ہے اسی لیے یہاں علیکم ارشاد ہوا یہاں مرقات میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس میدان میں حاضر و ناظر ہیں (مرقات) بے خبر نہ گواہ بن سکتا ہے نہ کسی کی صفائی بیان کر سکتا ہے حضور اپنے ہر امتی کے ہر عمل سے خبردار ہیں اسی لیے آپ ان کی صفائی بیان فرمائیں اس سے وہ انبیاء کرام عرض کریں۔ محمد وامتہ.

۲؎ یعنی ہم کو خبر نہیں کہ حضور انور کس چیز سے ہنس رہے ہیں اس مجلس میں کوئی ہنسی کی بات تو ہوئی نہیں ہاں ہے اس کی حقیقت حضور کو معلوم ہے نہ معلوم کیا خیال آگیا کہ حضور ہنس پڑے۔ ۳؎ یہ بندہ کافر ہوگا اور کافر بھی وہ جو اپنے کفر و گناہوں کا انکار کرے گا کہ میں نہ مشرک تھا نہ گنہگار میں تو نہایت ہی نیک اعمال والا مومن تھا تیرے فرشتوں نے میرے نامہ اعمال غلط بھر دیئے ان میں غلط اندراج کیا ہے یعنی سخت ڈھیٹ کافر ہوگا کہے گا مجھے تو میرے جسم میں سے گواہ چاہئیں تو ان کی گواہی مانوں گا مجھے انہیں کا اعتبار ہے۔

بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ شَهِيْدًا وَبِالْكِرَامِ الْكَاتِبِيْنَ شُهُوْدًا قَالَ فَيُخْتَمُ عَلٰى فِيْهِ فَيُقَالُ لِاَرْكَانِهِ انْطِقِيْ قَالَ فَتَنْطِقُ بِاَعْمَالِهِ ثُمَّ يُخَلّٰى بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْكَلَامِ قَالَ فَيَقُوْلُ بُعْدًا لَّكُنَّ وَسُحْقًا فَعَنْكُنَّ كُنْتُ اُنَاضِلُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ

پرکافی گواہ ہے اور کراماً کاتبین فرشتے گواہ ہیں[1] فرمایا پھر اس کے منہ پر مہر کر دی جائے گی[2] پھر اس کے اعضاء سے کہا جاوے گا بولو! فرمایا وہ اس کے اعمال کے متعلق کلام کریں گے[3] پھر بندے اور اس کے کلام کے درمیان خلوت کر دی جاوے گی[4] فرمایا کہ وہ کہے گا کہ تمہیں دوری اور ہلاکت ہو میں تمہیں سے دفع کرتا تھا۔[5] (مسلم) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

[1] یعنی رب تعالٰی فرمائے گا کہ ہم تیرے ان ہی اعضاء سے گواہی لیتے ہیں جن سے تو گناہ کرتا تھا اور اس گواہی کی تائید میں کراماً کاتبین فرشتوں کی تحریریں پیش کرتے ہیں تو اپنے ان اعضاء کا بیان سن اور وہ تحریریں دیکھ دونوں کو یکساں پائیگا سبحان اللہ، کون ہے جو رب کے حساب پر جرح کر سکے یا بہانہ بنا سکے رب تعالٰی رحم فرمائے۔ ؎

صدقہ پیارے کی حیا کا کہ نہ لے میرا حساب بخش بے پوچھے لجائے کو لجانا کیا ہے

[2] اس طرح کہ اس کے دونوں ہونٹ ملا کر ان پر مہر لگا دی جائے گی تاکہ ہونٹ ہل نہ سکیں اور بندہ بول نہ سکے معلوم ہوا کہ کافر انسان کی زبان بڑی ہی بے حیا ہے رب تعالٰے کے بارگاہ میں بھی جھوٹ بولنے دھوکہ دینے کی کوشش سے باز نہ آوے گی سارے اعضاء سچ بول دیں گے مگر زبان جھوٹ ہی بولتی رہے گی۔ رب کی پناہ۔

[3] یعنی اس کا ہر عضو اپنے اعمال کی خبر اور دوسرے عضو کے اعمال کی گواہی دے گا لہذا یہ ہی اعضاء زبان کے کفر و شرک جھوٹ غیبت کی بھی گواہی دیں گے لہذا اس فرمان عالی پر یہ اعتراض نہیں کہ زبان کے گناہوں کی گواہی کون دے گا بہرحال سارے گناہ سامنے آجائیں گے۔ سائیں بلّھے شاہ فرماتے ہیں۔ ؎

جنہاں تری تینوں یار دے اگے نچنا پیناں جنہاں ڈیتے گھنڈ چک سکے

[4] یعنی اعضاء کی ان گواہیوں کے بعد اسے تنہا چھوڑ دیا جائے گا کہ وہ اپنے اعضاء سے باتیں کرے اسے کلام کا موقعہ دیا جائے گا جہاں کوئی دوسرا نہ ہو۔

[5] یعنی تمہارا بیڑا غرق ہو میں تمہاری ہی مدد سے تو گناہ کرتا تھا لوگوں کو دفع کرتا تھا اور تم نے ہی میرے خلاف گواہی دے دی تم نے یہ کیا کیا میں تم سے لوگوں کی شکایت دور کرتا تھا۔ تم کو ہر شر اور ہر تکلیف سے بچاتا تھا مگر تم نے مجھ سے دشمنی کی مجھے نہ بچایا بلکہ پھنسا دیا۔

قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ نَرٰى رَبَّنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قَالَ هَلْ تُضَارُّوْنَ فِي رُؤْيَةِ الشَّمْسِ فِي الظَّهِيْرَةِ لَيْسَتْ فِي سَحَابَةٍ قَالُوْا لَا قَالَ فَهَلْ تُضَارُّوْنَ فِي رُؤْيَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ لَيْسَ فِي سَحَابَةٍ قَالُوْا لَا قَالَ فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَا تُضَارُّوْنَ فِي رُؤْيَةِ رَبِّكُمْ اِلَّا كَمَا تُضَارُّوْنَ فِي رُؤْيَةِ اَحَدِهِمَا قَالَ فَيَلْقٰى

سے فرماتے ہیں لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہم قیامت کے دن اپنے رب کو دیکھیں گے[۱] فرمایا کیا تم دوپہری میں جب کہ سورج بادل میں نہ ہو اس کے دیکھنے میں کچھ تردد کرتے ہو لوگ بولے نہیں[۲] تو کیا تم چودھویں رات چاند کے دیکھنے میں شک کرتے ہو جب کہ وہ بادل میں نہ ہو عرض کیا نہیں فرمایا تو اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم اپنے رب کے دیکھنے میں نہیں شک کرو گے مگر جیسا کہ شک کرتے ہو تم[۳] ان دونوں میں سے ایک کے دیکھنے میں فرمایا

[۱] دیدار الٰہی قیامت میں بھی ہوگا اور جنت میں بھی قیامت میں تو ہر کافر و مومن دیکھے گا مگر کافر کو دیدار غضب و قہر والا ہوگا۔ جیسا کہ ابھی کچھ پہلے گزر چکا مومن کو رحمت والا یہاں محشر والے دیدار کے متعلق یہ سوال ہے۔

[۲] سبحان اللہ کیسا پیارا پاکیزہ جواب ہے کہ سورج جیسی چمک دار چیز جب حجاب میں نہ ہو۔ تو اس کے دیدار میں کوئی تردد نہیں ہوتا۔ اسی طرح وہاں دیدار میں کوئی شک و شبہ نہ ہوگا۔

[۳] یعنی جیسے تم ان حالات میں سورج اور چاند کو دیکھنے میں شک نہیں کرتے ایسے ہی رب تعالٰی کا دیدار کرو گے کہ تمہیں اس میں کسی قسم کا تردد نہ ہوگا یقین سے دیکھو گے۔ خیال رہے کہ تضارون اگر ر کے شد سے ہے تو یہ ضرر بمعنی نقصان سے بنا ہے اور اگر ر پر پیش سے ہے تو ضیر بمعنی مضائقہ و مناظرہ سے بنا ہے معنی یہ ہیں کہ تم لوگ رب تعالٰی کے دیدار میں تم ایک دوسرے سے جھگڑو گے نہیں سب مان لیں گے کہ واقعی رب کا دیدار ہوا مطلب یہ ہی ہے کہ اس دیدار میں کسی کو شک نہ ہوگا شک سے ہی تو مناظرے اور جھگڑے ہوتے ہیں چودھویں کے چاند دوپہر کے سورج میں کوئی مناظرہ نہیں کرتا سب مان لیتے ہیں سبحان اللہ کیا نفیس تشبیہ ہے۔

الْعَبْدَ فَيَقُوْلُ اَیْ فُلْ اَلَمْ اُکْرِمْكَ وَاُسَوِّدْكَ وَاُزَوِّجْكَ وَاُسَخِّرْ لَكَ الْخَيْلَ وَالْاِبِلَ وَاَذَرْكَ تَرْاَسُ وَتَرْبَعُ فَيَقُوْلُ بَلٰى قَالَ فَيَقُوْلُ اَفَظَنَنْتَ اَنَّكَ مُلَاقِیَّ فَيَقُوْلُ لَا فَيَقُوْلُ فَاِنِّیْ قَدْ اَنْسَاكَ كَمَا نَسِيْتَنِیْ ثُمَّ يَلْقَی الثَّانِیْ فَذَكَرَ مِثْلَهٗ ثُمَّ يَلْقَی الثَّالِثَ

رب بندے سے ملے گا۱ فرمائے گا اے فلاں کیا میں نے تجھے عزت نہیں دی تجھے سردار نہیں بنایا تجھے بیوی نہیں دی گھوڑے اونٹ کو تیرا فرمانبردار نہیں کیا اور تجھے نہ چھوڑا کہ تو سردار بنے چہارم غنیمت لے۲ وہ کہے گا ہاں پھر فرمائے گا کیا تجھے یقین تھا کہ تو مجھ سے ملے گا عرض کرے گا نہیں۳ فرمائے گا میں تجھے بھولا ہوا چھوڑتا ہوں۴ جیسے تو نے مجھے بھلا دیا تھا پھر دوسرے بندے سے ملے گا اس طرح ذکر فرمایا۵ پھر تیسرے سے

۱ ظاہر یہ ہے کہ اس بندہ سے مراد بندہ کافر و مشرک ہے جیسا کہ اگلے مضمون سے واضح ہے اور ملنے سے مراد ہے رب تعالٰی کو دیکھنا قیامت میں رب کا دیدار اس سے ہم کلام کفار بھی ہوں گے مگر یہ دیدار اور کلام غضب کے ہوں نہ کہ رحمت کے دوزخ میں پہنچ کر نہ انہیں رب کا دیدار ہوگا نہ اس سے کلام مسلمانوں کو یہ دونوں چیزیں قیامت میں بھی میسر ہوں گی دیدار وکلام رحمت والا میسر ہوگا اور جنت میں میسر ہوا کرے گا لہذا یہ حدیث نہ تو اس آیت کے خلاف ہے انہم عن ربہم یومئذ لمحجوبون اور نہ اس فرمان کے خلاف ہے لا یکلمھم اللہ ولا ینظر الیہم۔ قرآن کریم میں رحمت کے دیدار رحمت کے کلام کی نفی ہے یہاں غضب کے دیدار وکلام کا ثبوت ہے یا قرآن مجید میں دوزخ میں پہنچنے کے بعد دیدار وکلام کی نفی ہے یہاں قیامت میں دیدار وکلام کا ثبوت دونوں برحق ہیں۔

۲ زمانہ جاہلیت میں سرداران قوم جنگوں میں اگرچہ شریک نہ ہوتے مگر وہاں کے لوٹے ہوئے مال میں سے چہارم حصہ خود لیتے تھے اپنی سرداری کا حق یہاں اسی کا ذکر ہے یعنی ہم نے تجھ کو دنیا میں عمومی نعمتیں بھی عطا کی تھیں اور خصوصی نعمتیں بھی۔ خیال رہے کہ اسلام میں صرف حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو غنیمت کا پانچواں حصہ پیش کیا جاتا تھا اور حضور انور اس میں سے بھی بقدر ضرورت خود لے کر باقی مسلمانوں کی ضرورتوں میں خرچ فرما دیتے تھے لہذا اس چہارم اور اس خمس میں بڑا فرق ہے۔

۳ اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ یہ کلام کافر سے ہے جو قیامت کا منکر تھا۔

۴ یہ فرمان اس آیت کی شرح ہے وکذلک الیوم تنسی یہاں بھولنے سے مراد ہے چھوڑ دینا کیونکہ اللہ تعالٰی بھول چوک سے پاک ہے۔

۵ یعنی اس دوسرے کافر بندے سے بھی وہ ہی سوال ہوگا اور وہ بندہ وہی جواب دے گا یعنی اپنے کفر ومنکر کا اقرار کرے گا۔

فَيَقُولُ لَهُ مِثْلَ ذٰلِكَ فَيَقُولُ يَا رَبِّ اٰمَنْتُ بِكَ وَبِكِتَابِكَ وَبِرُسُلِكَ وَصَلَّيْتُ وَصُمْتُ وَتَصَدَّقْتُ وَيُثْنِي بِخَيْرٍ مَا اسْتَطَاعَ فَيَقُولُ هٰهُنَا إِذًا ثُمَّ يُقَالُ الْاٰنَ نَبْعَثُ شَاهِدًا عَلَيْكَ وَيَتَفَكَّرُ فِي نَفْسِهِ مَنْ ذَا الَّذِي يَشْهَدُ عَلَيَّ فَيُخْتَمُ عَلٰى فِيهِ وَيُقَالُ لِفَخِذِهِ انْطِقِي فَتَنْطِقُ فَخِذُهُ وَلَحْمُهُ وَعِظَامُهُ بِعَمَلِهِ وَذٰلِكَ لِيُعْذِرَ مِنْ نَفْسِهِ وَذٰلِكَ الْمُنَافِقُ وَذٰلِكَ الَّذِي سَخِطَهُ اللّٰهُ

بندے سے ملے گا اس کی مثل فرمائے گا وہ عرض کرے گا الٰہی میں تجھ پر تیری کتاب پر تیرے رسولوں پر ایمان لایا تھا میں نے نمازیں پڑھی ہیں روزے رکھے خیرات کی۔ جہاں تک ہو سکے گا اپنی تعریفیں کرے گا[1] تو رب فرمائے گا اچھا تو تُو یہاں ہی ٹھہر[2] پھر فرمایا جاوے گا اب ہم تجھ پر گواہ لائیں گے وہ اپنے دل میں سوچے گا کہ ایسا کون ہے جو میرے خلاف گواہی دے گا[3] تب اس کے منہ پر مہر کر دی جاوے گی اور اس کی ران سے کہا جاوے گا کہ تو بول۔ اس کی ران اس کا گوشت اور اس کی ہڈیاں اس کے اعمال بتائیں گی[4] یہ اس لیے ہوگا تاکہ بندہ کے عذر دور کر دے[5] یہ بندہ منافق ہوگا یہ وہ ہوگا جس سے اللہ ناراض ہے[6]

[1] یہ تیسرا بندہ وہی کافر بلکہ منافق ہوگا مگر ڈھیٹ کافر کہ اپنے کفر و شرک اور تمام گناہوں کا انکار کر دے گا اور اپنے تقویٰ و طہارت کے دعوے کرے گا رب تعالٰی سے بھی شرم نہ کرے گا۔ [2] پچھلے دونوں بندوں کو دوزخ میں بھیج دیا جاوے گا مگر ان کا عذاب اس ڈھیٹ سے ہلکا ہوگا کیونکہ عدالت کو دھوکا دینا جرم ہے یہ جرم اس تیسرے نے کیا۔ ان دونوں نے نہیں کیا اسے اس دھوکے کی سزا بھی ملے گی یعنی جب تو یہ کہتا ہے تو ٹھہر جا تیرا فیصلہ گواہی وغیرہ کے بعد ہوگا کیونکہ تو اپنے جرموں کا انکاری ہے مجرم کے اقراری پر گواہ قائم نہیں کیے جاتے۔ ھٰھُنَا سے پہلے وقف پوشیدہ ہے یعنی تو اسی حساب کی جگہ ٹھہر جا۔ [3] کیونکہ میں نے کفر و شرک اور صدہا گناہ لوگوں سے چھپ کر کیے تھے میرے خلاف گواہی کون دے سکتا ہے گواہ باخبر چاہیے لوگ بے خبر ہیں۔ لوگوں کو تو میرے کلمہ نمازوں کی خبر ہے۔ [4] یعنی اس کے سارے اعضاء جن سے اس نے گناہ کیے تھے وہ اپنے عمل کا اقرار کریں گے اور دوسرے اعضاء اس پر گواہ ہوں گے مثلاً آنکھ کان کے خلاف گواہ اور کان آنکھ کے خلاف گواہ۔
[5] یعذر باب افعال کا مضارع ہے اس کا مصدر اعذار ہے بمعنی دفع عذر یعنی رب تعالٰی بندے کے سارے عذر ختم کر کے پھر سزا کا فیصلہ سنائے گا۔ [6] اس فرمان عالی سے معلوم ہوا کہ یہ بندہ اپنی دانست میں سچ کہے گا واقعی وہ دنیا میں ریاکاری کے لیے نماز وغیرہ ادا کرتا تھا منافقت سے کلمہ پڑھتا تھا مگر اس کے یہ اعمال قابل قبول نہ تھے اس لیے رد ہو گئے خفیہ طور پر کفر و فسق کرتا تھا اس پر پکڑا گیا۔

رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَذُكِرَ حَدِيْثُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ يَدْخُلُ مِنْ اُمَّتِيْ الْجَنَّةَ فِيْ بَابِ التَّوَكُّلِ بِرِوَايَةِ ابْنِ عَبَّاسٍ

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ وَعَدَنِيْ رَبِّيْ اَنْ يُّدْخِلَ الْجَنَّةَ مِنْ اُمَّتِيْ سَبْعِيْنَ اَلْفًا لَا حِسَابَ عَلَيْهِمْ وَلَا عَذَابَ مَعَ كُلِّ اَلْفٍ سَبْعُوْنَ اَلْفًا وَّثَلٰثُ

(مسلم) اور حضرت ابوہریرہ رض کی حدیث کہ میری امت میں سے جنت میں جائیں گے (باب توکل میں بروایت حضرت ابن عباس روایت کر دی گئی)[۱] دوسری فصل۔ روایت ہے حضرت ابوامامہ رض سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ مجھ سے میرے رب نے وعدہ فرمایا ہے کہ میری امت میں سے ستر ہزار کو جنت میں اس طرح داخل فرمائے گا کہ ان کا حساب ہوگا نہ عذاب[۲] ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار[۳] اور میرے رب

[۱] یعنی صاحب مصابیح امام بغوی نے وہ حدیث یہاں روایت کی تھی بروایت ابوہریرہ اور باب التوکل میں بھی بیان کی تھی بروایت حضرت ابن عباس گویا مکرر بیان کی تھی۔ ہم نے یہاں سے ابوہریرہ والی روایت حذف کر دی اور باب التوکل میں بروایت ابن عباس نقل کر دی (مرقات) اس عبارت میں بظاہر اشکال وارد ہو گیا۔ کہ حدیث ایک ہے مگر دو راویوں سے دو جگہ مصابیح میں ذکر کی گئی تھی۔

[۲] عربی زبان میں لفظ سبعین یا لفظ سبعین الف زیادتی بیان کرنے کے لیے آتا ہے وہ ہی مراد ہے لاحساب کے معنی یہ کہ ان سے مطلقاً حساب نہ ہوگا نہ حساب یسیر نہ حساب مناقشہ مگر مرقات نے فرمایا کہ یہاں حساب مناقشہ کی نفی ہے۔ پیشی والا حساب تو ہوگا مگر قوی یہ ہی ہے کہ مطلقاً حساب نہ ہوگا اور جب حساب ہی نہ ہوا تو عذاب کا سوال ہی نہیں حساب سے مراد حساب قیامت ہے اور ہو سکتا ہے کہ حساب قیامت اور حساب قبر دونوں مراد ہوں نہ حساب قبر سب کے لیے ہے نہ عذاب محشر سب کے لیے بعض حضرات ان حسابوں سے علیحدہ ہیں۔

[۳] پہلے ستر ہزار تو وہ تھے جو اپنے نیک اعمال کی وجہ سے بے حساب جنتی ہوئے اور یہ دوسرے ستر ہزار اُن میں جو ان پہلوں کی طفیل ان کی خدمت ان کے قرب کی وجہ سے بے حساب جنت میں گئے گلدستہ میں پھولوں کے ساتھ گھاس بندھ جاتی ہے تو وہ بھی عزت پا جاتی ہے یعنی ان میں سے ہر ایک کے ساتھ بے شمار لوگ ہوں گے۔ جو ان کے طفیل بخشے جائیں گے۔ ۵

شنیدم کہ در روز امید و بیم
بداں را بہ نیکاں ببخشد کریم

… حَثَیَاتِ رَبِّیْ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَعَنِ الْحَسَنِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُعْرَضُ النَّاسُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ثَلٰثَ عَرَضَاتٍ فَاَمَّا عَرْضَتَانِ فَجِدَالٌ وَمَعَاذِیْرُ وَاَمَّا الْعَرْضَةُ الثَّالِثَةُ فَعِنْدَ ذٰلِكَ تَطِیْرُ الصُّحُفُ فِی الْاَیْدِیْ فَاٰخِذٌ بِیَمِیْنِهٖ وَاٰخِذٌ

کے لپوں میں سے تین لپ [1] (احمد، ترمذی، ابن ماجہ) روایت ہے حسن سے [2] وہ حضرت ابوہریرہ سے راوی ہیں فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قیامت کے دن لوگوں کی تین پیشیاں ہوں گی۔ دو پیشیاں تو بحث اور معذرت کی ہیں [3] اور تیسری پیشی تو اس وقت نامۂ اعمال ہاتھوں میں اڑ کر پہنچ جائیں گے [4] بعض داہنے ہاتھوں میں لیں گے

[1] ظاہر یہ ہے کہ ثلث سے پہلے معطوف ہے سبعون کا، شاید مطلب یہ ہے کہ ہر شخص کے ساتھ ستر ہزار اور رب تعالیٰ کے تین لپ بعض نے فرمایا کہ یہ معطوف ہے سبعین الفا پر اور یدخل کا مفعول ہے یعنی مجھ سے رب نے وعدہ فرمایا کہ تین لپ جو بھی جنت میں بے حساب بھیجے گا مگر پہلے معنی زیادہ قوی ہیں لپ سے مراد ہے بے اندازہ، کیونکہ جب کسی کو بغیر گنے بغیر تولے ناپے دینا ہوتا ہے تو دونوں لپ بھر بھر کر دیتے ہیں یا کہو کہ یہ حدیث متشابہات میں سے ہے ورنہ رب تعالیٰ ہاتھ اور لپ سے پاک ہے۔

[2] حسن سے مراد حضرت خواجہ حسن بصری ہیں آپ تابعی ہیں آپ کی والدہ حضرت ام سلمہ کی خادمہ تھیں ایک بار آپ روتے تھے آپ کی ماں ام سلمہ کا کام کر رہی تھیں ام المؤمنین نے آپ کو گود میں لے کر اپنا پستان آپ کے منہ میں دے دیا۔ اس پستان شریف کی برکت تھی کہ آپ علوم کے دریا بے پایاں ہوگئے تمام طریقت کے سلسلوں کے مرکز ہیں رضی اللہ عنہ۔

[3] جدال سے مراد کفار و منافقین کا اپنے جرموں سے انکار کردینا پھر ان کے اعضاء کی گواہی ان کے خلاف، معاذیر سے مراد ہے اپنے گناہوں کا اقرار کرنا ساتھ ہی اپنی مجبوری و معذوری پیش کرنا کہ میں نے فلاں مجبوری سے یہ گناہ کیا تھا۔ پہلے گناہوں کا انکار کریں گے پھر اقرار مع ان بہانوں کے مگر گنہگار مسلمان بغیر حیل و حجت اپنے گناہوں کا اقرار کرے گا اس پر رحمت ہوگی۔

[4] یعنی اس بار سب کے نامہ اعمال نہایت تیزی سے اچانک تقسیم ہوجائیں گے گویا اڑ کر ہاتھوں میں پہنچ گئے۔ پل بھر میں تقسیم ہوگی۔

بِشِمَالِهِ. رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ لَا يَصِحُّ هٰذَا الْحَدِيْثُ مِنْ قِبَلِ أَنَّ الْحَسَنَ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ وَقَدْ رَوَاهُ بَعْضُهُمْ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِيْ مُوْسٰى وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ سَيُخَلِّصُ رَجُلًا مِنْ أُمَّتِيْ عَلٰى رُءُوْسِ الْخَلَائِقِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَنْشُرُ عَلَيْهِ تِسْعَةً وَتِسْعِيْنَ سِجِلًّا كُلُّ سِجِلٍّ مِثْلُ مَدِّ الْبَصَرِ ثُمَّ يَقُوْلُ أَتُنْكِرُ مِنْ هٰذَا

بعض بائیں ہاتھوں میں[1] (احمد، ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث اس وجہ سے صحیح نہیں کہ حسن نے حضرت ابوہریرہ سے سنا نہیں[2] بعض محدثین نے یہ حدیث بروایت حسن عن ابی موسیٰ روایت کی ہے[3] روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ میری امت میں سے ایک شخص کو قیامت کے دن مخلوق کے سامنے چھانٹے گا[4] تو اس کے سامنے ننانوے دفتر پھیلائے جائیں گے۔ ہر دفتر تا حد بصر ہوگا[5] پھر فرمائے گا کیا تو ان میں سے کسی چیز

۱؎ یعنی نامۂ اعمال بعض کو داہنے ہاتھ میں دیئے جائیں گے وہ بائیں میں نہ پکڑ سکیں گے یہ مومنین ہوں گے بعض کو بائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے یہ داہنے میں نہ لے سکیں گے یہ کفار و منافقین ہوں گے اس سے ہی مومنین و کفار کی پہچان ہو جائے گی۔ جو کہے کہ حضور انور کو اپنے پرائے کی پہچان نہ ہوگی وہ جھوٹا ہے۔

۲؎ لہذا یہ حدیث منقطع ہے اس میں کوئی راوی رہ گیا ہے۔ خیال رہے کہ بخاری نے تین حدیثیں عن الحسن عن ابی ہریرہ روایت کیں مسلم نے روایت نہیں کیں۔ بخاری کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ خواجہ حسن بصری کی ملاقات حضرت ابوہریرہ سے ہے یہ تو سب مانتے ہیں کہ آپ نے حضرت ابوہریرہ کا زمانہ پایا ہے غالب ہے کہ ملاقات بھی کی ہو (مرقات و اشعہ)

۳؎ صاحب مشکوٰۃ نے اکمال میں لکھا کہ خواجہ حسن بصری نے حضرت انس ابن مالک سے، ابو موسیٰ اشعری۔ اور عبداللہ ابن عباس وغیرہم سے ملاقات کی ہے لہذا حسن عن ابی موسیٰ والی روایت ان کے نزدیک متصل ہے۔

۴؎ یعنی ایک شخص کو دوسرے لوگوں سے علیحدہ کر دیا جاوے گا جس کے ساتھ وہ معاملہ کیا جائے گا جو آگے مذکور ہے۔

۵؎ سجل سین اور جیم کے کسرہ لام کے شد سے بڑی کتاب یعنی دفتر قرآن کریم میں دفتر کے محافظ فرشتے کو سجل فرمایا گیا ہے کطی السجل للکتب یعنی اس شخص کے سامنے اس کے گناہوں کے ننانوے دفتر پیش کیے جائیں گے اسے دکھائے جائیں گے یہ ہے پیشی والا حساب یسیر کہا جاتا ہے (مرقات)

شَیْئًا اَظَلَمَکَ کَتَبَتِی الْحَافِظُوْنَ فَیَقُوْلُ یَا رَبِّ فَیَقُوْلُ اَفَلَکَ عُذْرٌ فَقَالَ لَا یَا رَبِّ فَیَقُوْلُ بَلٰی اِنَّ لَکَ عِنْدَنَا حَسَنَۃً وَّاِنَّہٗ لَا ظُلْمَ عَلَیْکَ الْیَوْمَ فَتُخْرَجُ بِطَاقَۃٌ فِیْھَا اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ فَیَقُوْلُ اُحْضُرْ وَزْنَکَ

انکار کرتا ہے[2]۔ کیا تجھ پر میرے نگران کاتبین نے ظلم کیا ہے۔ عرض کرے گا نہیں یا رب پھر فرمائے گا کیا تیرے پاس کوئی عذر ہے۔ عرض کرے گا نہیں[3] یا رب۔ تو فرمائے گا ہمارے پاس تیری ایک نیکی بھی ہے اور تجھ پر ظلم آج نہ ہو گا تو ایک ورقہ نکالا جاوے گا جس میں ہو گا اشہد ان لا الہ الا اللہ وان محمدا عبدہ ورسولہ[5] رب فرمائے گا جا اپنے تول پر حاضر

[1] خیال رہے کہ قیامت میں کوئی شخص اندھا، کانا، بے پڑھا نہ ہو گا۔ ہر جاہل سے جاہل شخص بھی اس دن سب کچھ پڑھے گا۔

[2] خیال رہے کہ بندہ کا یہ اقرار جرم کہ رب تعالیٰ کو آج بھی پیارا ہے کل قیامت میں بھی پیارا ہو گا اللہ تعالیٰ اقرار جرم کی توفیق دے بہانہ بازیاں اور انکار جرم بڑی سخت پکڑ ہے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے کیا خوب کہا۔ ؎

عذر بدتر از گنہ کا ذکر کیا
ہم پہ بے پوچھے ہی رحمت کیجیے

[3] یہاں عذر سے مراد اپنی معذوری یا بہانہ ہے جو گناہ کا باعث ہو یعنی کیا تیرے پاس کوئی وجہ گناہ موجود ہے، مجبوری، بے خبری وغیرہ بندہ اس کا انکار کرے گا۔ عرض کرے۔ میں نے بغیر کسی مجبوری بے علمی کے گناہ کیے ہیں میں گناہگار ہوں معافی دیدے جس لائق میں تھا میں نے کر لیا جو تیری شان عالی کے لائق ہے وہ تو کر۔ میں گناہگار تو ستار و غفار ہے۔ مہربانی فرما۔ یا ببول کے درخت میں کانٹے ہی ہوں گے پھل نہیں۔

[4] بندے کے اس عذر پر دریائے رحمت جوش میں آجاوے گا۔ بطاقہ وہ چھوٹا سا پرچہ ہے جو حفاظت کے لیے کپڑے میں لپیٹ کر رکھا جاوے طاق کہتے ہیں کپڑے کی تہ کو بطاقہ زائد ہے (قاموس، ولمعات) معلوم ہوتا ہے کہ مومن کا کلمہ طیبہ رب کی بارگاہ میں بڑی حفاظت سے رہتا ہے۔

[5] یہ کلمہ طیبہ وہ ہو گا۔ جسے مومن زندگی میں صدق دل سے پڑھا کرتا تھا اور جو اس نے مرتے وقت پڑھا تھا اسی پر جان رب کے سپرد کی تھی اللہ تعالیٰ ہم سب کو کلمہ طیبہ پر خاتمہ نصیب کرے ہم نے عرض کیا ہے۔ ؎

وہ ہی موت ہے وہ زندگی جو خدا نصیب کرے ہمیں
کہ مرے تو ان ہی نام پر جو جئے تو ان پہ نثار ہے۔

فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ مَا هٰذِهِ الْبِطَاقَةُ مَعَ هٰذِهِ السِّجِلَّاتِ فَيَقُوْلُ إِنَّكَ لَا تُظْلَمُ قَالَ فَتُوْضَعُ السِّجِلَّاتُ فِيْ كَفَّةٍ وَالْبِطَاقَةُ فِيْ كَفَّةٍ فَطَاشَتِ السِّجِلَّاتُ وَثَقُلَتِ الْبِطَاقَةُ فَلَا يَثْقُلُ مَعَ اسْمِ اللّٰهِ شَيْءٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَعَنْ عَائِشَةَ

ہوئے وہ کہے گا یارب یہ ورق ان دفتروں کے مقابل کیا ہے ۲؎ رب فرمائے گا کہ تو ظلم نہیں کیا جائے گا فرمایا کہ پھر یہ دفتر ایک پلے میں اور یہ پرچہ دوسرے پلے میں رکھ جائے گا ۳؎ تو یہ دفتر ہلکے ہو جائیں گے اور وہ پرچہ بھاری ہو جاوے گا کہ اللہ کے نام کے مقابل کوئی چیز وزنی نہ ہوگی ۴؎ (ترمذی۔ابن ماجہ) روایت ہے حضرت عائشہ سے

۱؎ یعنی میزان اعمال پر جا پہنچ اور دفتروں کو اس پرچہ سے وزن کرا لے معلوم ہوا کہ وہاں وزن پلوں سے نہ ہوگا بلکہ نیک اعمال کا برے اعمال سے ہوگا۔ اس لیے حضرات انبیاء کرام اور خاص اولیاء اللہ کے لیے وزن نہیں کہ وہاں گناہ کوئی نہیں پھر وزن کس چیز سے ہو۔

۲؎ یعنی یارب اس وزن سے سوائے میری رسوائی کے اور کیا ہوگا۔ ابھی تو میرا معاملہ تیرے حضور ہے اور جب وزن ہوا تو اس وزن کو سب دیکھیں گے وہاں یہ پرچہ یقینًا ہلکا ہوگا۔ تو میری رسوائی ہی ہوگی اس لیے وزن نہ کرا میرا پردہ رکھ لے۔

۳؎ اس طرح کہ نیکیوں کے پلے میں یہ پرچہ رکھا جاوے گا۔ اور گناہوں کے پلہ میں وہ لاکھوں من کے دفتر اس سے معلوم ہوا کہ وزن خود اعمال کا نہ ہوگا بلکہ اعمال کی تحریروں کا ہوگا۔ بعض علماء کا یہ ہی قول ہے۔

۴؎ خیال رہے کہ قیامت کے دن وزن بقدر اخلاص ہوگا منافقین بھی کلمہ پڑھتے تھے آج مرزائی۔ چکڑالوی وغیرہ بھی کلمہ پڑھتے ہیں ان کے کلمہ کا کوئی وزن نہیں گویا یہ بے معنی الفاظ ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کا جب یہ وزن ہے تو سمجھو کہ حضور کے اعمال کا وزن کیسا ہوگا حضور کا ایک سجدہ ہم جیسے کروڑوں گنہگاروں کے گناہوں سے زیادہ وزنی ہوگا۔ خدا تعالٰے ہماری بدکاریوں کو ہماری نیکیوں سے نہ تولے بلکہ ان راتوں کو رونے والے گنہگاروں کا غم کھانے والے امت کے رکھوالے کے سجدہ سے وزن فرمادے تاکہ ہم رو سیاہوں کا بیڑا پار لگ جاوے۔

۵؎ بعض صوفیاء فرماتے ہیں کہ حضور کے اعمال کا وزن نہ ہوگا کیونکہ کارخانہ قدرت میں کوئی ترازو ایسی نہیں بنی جو حضور کے اعمال تول سکے جیسے آج کوئی ترازو ایسی نہیں جو سمندر کا پانی یا ہوا تول سکے سورج کی روشنی کا کوئی میٹر نہیں۔

أَنَّهَا ذَكَرَتِ النَّارَ فَبَكَتْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا
يُبْكِيْكِ قَالَتْ ذَكَرْتُ النَّارَ فَبَكَيْتُ فَهَلْ تَذْكُرُوْنَ أَهْلِيْكُمْ يَوْمَ
الْقِيٰمَةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَّا فِيْ ثَلٰثَةِ مَوَاطِنَ فَلَا
يَذْكُرُ أَحَدٌ أَحَدًا عِنْدَ الْمِيْزَانِ حَتّٰى يَعْلَمَ أَيَخِفُّ مِيْزَانُهٗ أَمْ يَثْقُلُ وَعِنْدَ
الْكِتَابِ حِيْنَ يُقَالُ هَاؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ حَتّٰى يَعْلَمَ أَيْنَ يَقَعُ كِتَابُهٗ أَفِيْ يَمِيْنِهٖ
أَمْ فِيْ شِمَالِهٖ أَمْ مِنْ وَرَاءِ ظَهْرِهٖ وَعِنْدَ الصِّرَاطِ إِذَا وُضِعَ بَيْنَ ظَهْرَيْ
جَهَنَّمَ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوٗدَ الْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ

کہ انہیں دوزخ یاد آگئی تو رونے لگیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں کون
سی چیز رلاتی ہے بولیں مجھے آگ یاد آگئی تو میں رو پڑی ۱؎ اے مرد کیا تم قیامت میں
اپنے گھر والوں کو یاد کرو گے ۲؎ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین موقعوں
میں کوئی کسی کو یاد نہ کرے گا ۔ میزان کے پاس حتی کہ جان لے کہ اس کا وزن ہلکا ہے
یا بھاری ۔ اور نامہ اعمال ملنے کے وقت جب کہا جاوے آؤ میرا نامہ اعمال پڑھو
حتی کہ جان لے کہ اس کا نامہ اعمال کہاں پڑتا ہے اس کے داہنے ہاتھ میں یا بائیں میں
پیٹھ کے پیچھے اور پلصراط کے نزدیک جب کہ وہ ہیں دوزخ کے کناروں کے درمیان
رکھا جاوے گا ۔ ۳؎ (ابوداؤد) تیسری فصل ۔ روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں

۱؎ یہاں ذکر سے مراد زبان سے ذکر کرنا نہیں بلکہ دل میں سوچنا مراد ہے یہ خشیت کمال ایمان کی دلیل ہے ورنہ آپ کے جنتی ہونے پر
آیات قرآنیہ احادیث نبویہ دال ہیں آپ یقیناً جنتی ہیں مگر خوف خدا رلا رہا ہے ۔ ۲؎ اس میں خطاب عام خاوندوں سے ہے یعنی
اے خاوندو تم لوگ قیامت میں اپنے بال بچوں کو بخشواؤ گے یا نہیں اس خطاب سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم علیحدہ ہیں حضور کی
شفاعت تو ہر مسلمان کو پہنچے گی ۔ چہ جائیکہ خاص اپنے گھر والے لہذا مطلب واضح ہے اس سے شفاعت کا انکار نہیں کیا جاسکتا ۔
۳؎ یعنی کوئی خاوند اس وقت تک اپنے بیوی بچوں کو یاد نہ کرے گا جب تک اسے اپنے متعلق ان تین باتوں کا اطمینان نہ ہو ۔
وزن کے وقت نیکیوں کا پلہ بھاری ہو جائے ۔ نامہ اعمال داہنے ہاتھ میں مل جائے پلصراط سے بخیریت پار لگ جائے ان تین منزلوں سے
گزر کر مطمئن ہو کر اپنے بال بچوں کو یاد کرے گا ۔ جواب شریف سے معلوم ہو رہا ہے کہ یہ ان خاوندوں کے متعلق ہے جن

جَاءَ رَجُلٌ فَقَعَدَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ لِي مَمْلُوكِينَ يُكَذِّبُونَنِي وَيَخُونُونَنِي وَيَعْصُونَنِي وَأَشْتُمُهُمْ وَأَضْرِبُهُمْ فَكَيْفَ أَنَا مِنْهُمْ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ يُحْسَبُ مَا خَانُوكَ وَعَصَوْكَ وَكَذَّبُوكَ وَعِقَابُكَ إِيَّاهُمْ فَإِنْ كَانَ عِقَابُكَ إِيَّاهُمْ بِقَدْرِ ذُنُوبِهِمْ كَانَ كَفَافًا لَا لَكَ وَلَا عَلَيْكَ فَإِنْ كَانَ

کہ ایک شخص حاضر ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ گیا۔ عرض کرنے لگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے کچھ غلام ہیں جو مجھ سے جھوٹ بولتے ہیں اور میری خیانت کرتے ہیں میری نافرمانی کرتے ہیں میں انہیں گالیاں دیتا ہوں مارتا ہوں تو ان کے متعلق میرا کیا حال ہوگا[1] تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو ان خیانتوں نافرمانیوں اور جھوٹوں کا اور تیرا انہیں سزا دینے کا حساب لگایا جاوے گا[2] پھر اگر تیرا انہیں سزا دینا ان کے جرموں کے بقدر ہوگی تو ادلا بدلا ہو جاوے گا نہ تجھے مفید نہ مضر[3] اور اگر تیرا

انجمنیں ہوں اسے اپنی فکر ہو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دن گنہگاروں کی فکر ہوگی اپنی فکر نہ ہوگی۔ حضرت انس نے حضور انور سے سوال کیا تھا کہ یا رسول اللہ قیامت میں آپ کے ملنے کے مقامات کون کون سے ہیں وہاں آپ کو کہاں ڈھونڈھوں تو حضور نے اپنے ملنے کے یہی مقامات بیان فرمائے میزان۔ حوض کوثر۔ پل صراط غرضکہ یہ سوال و جواب عوام کے متعلق ہے نہ کہ حضور کے متعلق۔ خیال رہے کہ قیامت۔ پل صراط دوزخ پر رکھی جاوے گی۔ جس پر گزرنا ہر ایک کے لیے ضروری ہے کفار وہاں ہی گر جائیں گے مومن بخیریت گزر جائیں گے وہاں سے گزرنا ضروری ہے کہ جنت کے راستہ میں یہ پل ہے وان منکم الا واردها

[1] یعنی اس عمل کی وجہ سے میرا کیا حال ہوگا۔ آیا میں اس مار پیٹ گالی گلوچ میں حق بجانب ہوں یا نہیں اور اس کی وجہ سے میری کوئی پکڑ تو نہیں ہوگی۔

[2] یعنی ان غلاموں کے جرم اور تیری سزا کا حساب لگایا جاوے گا کہ دونوں برابر ہیں یا ایک دوسرے سے کچھ کم و بیش ہیں معلوم ہوا کہ سزا اور جرم کی حدود مقرر ہیں۔

[3] یعنی چونکہ نہ ان کے جرم کم ہیں نہ تیری سزا زیادہ ہے اس لیے نہ تجھ پر کچھ وبال ہوگا نہ تجھے کوئی ثواب ملے گا حساب برابر رہے گا۔

عِقَابُكَ إِيَّاهُمْ دُوْنَ ذُنُوْبِهِمْ كَانَ فَضْلًا وَإِنْ كَانَ عِقَابُكَ إِيَّاهُمْ فَوْقَ ذُنُوْبِهِمْ
اُقْتُصَّ لَهُمْ مِنْكَ الْفَضْلُ فَتَنَحَّى الرَّجُلُ وَجَعَلَ يَهْتِفُ وَيَبْكِيْ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَا تَقْرَأُ قَوْلَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ
لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَإِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ
أَتَيْنَا بِهَا وَكَفٰى بِنَا حَاسِبِيْنَ فَقَالَ

انہیں سزا دینا ان کے قصوروں سے کم ہوگا تو تجھے ان پر بزرگی حاصل ہوگی۱ اور اگر تیرا انہیں سزا دینا
ان کے قصور سے زیادہ ہوا تو زیادتی کا تجھ سے بدلہ لیا جاوے گا۲ تو وہ آدمی الگ ہٹ گیا اور چیخیں
مارنے رونے لگا۳ تو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تو رب کا یہ فرمان نہیں پڑھتا کہ ہم
قیامت کے دن انصاف والی ترازو رکھیں گے تو کوئی جان کچھ بھی ظلم نہیں کی جاوے گی۔ اگر رائی کے دانہ
کے برابر بھی ہوگا تو ہم اسے بھی لائیں گے ہم کافی حساب لینے والے ہیں۵ تو وہ شخص بولا یارسول اللہ

۱ یعنی اگر غلاموں کے جرموں زیادہ ہوئے اور تیری سزا کم تو غلاموں کی پکڑ ہوگی تو تجھے ثواب ملے گا کہ تو نے ان غلاموں کو ان کے جرموں سے کم سزا دی ان کے بعض جرموں پر عفو و تحمل سے کام لیا ہے۔

۲ اس فرمان عالی سے حکام، مدرسین و معلمین، مخادیم، ماں باپ کو عبرت لینی چاہیے اگر یہ لوگ اپنے ماتحتوں کو ان کے جرم سے سزا زیادہ دیں گے تو یقیناً پکڑے جائیں گے کبھی استاد غصہ میں اپنے شاگردوں کو بے تحاشہ مار دیتا ہے اس کی بھی پکڑ ہے علامہ شامی نے فرمایا کہ تین طمانچہ سے زیادہ ہرگز نہ مارے اور طمانچہ بھی منہ پر نہ مارے۔ بلا قصور ہرگز نہ مارے بعض لوگ اپنی بیویوں کو بات بات پر مارتے ہیں اور بہت مارتے ہیں ان کی بھی پکڑ ہے ان کے اس عمل کا بھی حساب ہے ہر وقت اللہ کا خوف دل میں رکھو۔

۳ یہ ہے اس زبان حق ترجمان کی تاثیر کہ دو لفظوں میں اس کے دل کی دنیا بدل دی رب تعالٰی ہم کو بھی حضور کے فرمان پر عمل اور حضور کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق بخشے آمین۔

۴ یعنی حضور انور نے اپنے فرمان کی تائید قرآن مجید سے پیش کی۔

۵ یہ آیت کریمہ حضور کے فرمان عالی کی حرف بحرف تائید کر رہی ہے اس آیت میں چند چیزیں فرمائی گئیں ایک یہ کہ میزان اور اس کے ذریعہ اعمال کا وزن برحق ہے دوسرے یہ کہ اس ترازو کے وزن میں کمی بیشی کا شائبہ نہیں نہ اس میں پاسنگ ہے نہ تولنے والوں میں ڈنڈی مارنے کا اندیشہ۔ تیسرے یہ کہ غیر مجرم کو سزا دے دینا یا مجرم کو جرم سے زیادہ سزا دے دینا بھی ظلم ہے اللہ تعالٰی اس ظلم سے پاک ہے ظلم کے ایک

الرَّجُلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا اَجِدُ لِيْ وَلِهٰؤُلَاءِ شَيْئًا خَيْرًا مِنْ مُفَارَقَتِهِمْ اُشْهِدُكَ اَنَّهُمْ كُلُّهُمْ اَحْرَارٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَعَنْهَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِيْ بَعْضِ صَلَاتِهِ اَللّٰهُمَّ حَاسِبْنِيْ حِسَابًا يَسِيْرًا قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ مَا الْحِسَابُ الْيَسِيْرُ قَالَ اَنْ يَنْظُرَ فِيْ كِتَابِهِ فَيَتَجَاوَزَ عَنْهُ

میں اپنے اور ان غلاموں کے لیے ان کی جدائی سے بہتر کوئی چیز نہیں پاتا ہوں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ یہ سارے آزاد ہیں[۱] (ترمذی) روایت ہے انہی سے فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی بعض نمازوں میں فرماتے سنا الٰہی مجھ سے آسان حساب لے[۲] میں نے عرض کیا یا نبی اللہ! آسان حساب کیا چیز ہے؟ فرمایا یہ ہے کہ اس کے نامہ اعمال نظر کرا دی جاوے پھر اسے معافی

معنی یہ بھی ہیں کہ کسی کی چیز اس کے بغیر اجازت تصرف میں لانا ظلم ہے یہ معنی رب تعالٰی کے لیے ممکن نہیں کہ ہر چیز اللہ تعالٰی کی ملک ہے چوتھے یہ کہ حساب دانہ دانہ اور قطرہ قطرہ کا لیا جاوے گا یہ ہے قانون اگر اللہ تعالٰی کسی کو معافی دیدے بے حساب نہ لے تو اس کی مہربانی ہے قانون اور چیز ہے مہربانی کچھ اور یہاں قانون کا ذکر ہے اس آیت میں ہے یدخلون الجنۃ یرزقون فیہا بغیر حساب لہٰذا آیتوں میں تعارض نہیں۔

[۱] آزاد کرنے کی دو وجہیں ہیں ایک یہ کہ یہ غلام نہ میرے پاس میری ملکیت میں رہیں گے نہ زیادہ مجھ سے ایسے قصور ہوں گے ان تمام قصوروں کی وجہ ان لوگوں کا میری ملکیت میں رہنا ہے دوسرے یہ کہ غلام آزاد کرنا بہت سے گناہوں کا کفارہ بھی ہے میں ان کو آزاد کرتا ہوں تاکہ گزشتہ کوتاہیوں کا کفارہ ہو جائے میں اس آزاد کرنے کی وجہ سے ان گناہوں سے دنیا میں ہی پاک ہو جاؤں۔

[۲] یہ دعا اس آیت کریمہ کی طرف اشارہ کر رہی ہے فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًا حضرت ام المومنین کے سوال نے یہ آیت حل کرا دی۔ خیال رہے کہ حضور انور کی یہ دعا امت کی تعلیم کے لیے ہے ورنہ حضور انور کا حساب نہ ہوگا ان محبوب اعظم کی شان تو بہت ارفع و اعلیٰ ہے ان کے خاص غلام بے حساب بخشے جائیں گے جیسا کہ ہماری پیش کردہ آیت اور دوسری احادیث سے ثابت ہے۔

[۳] یعنی جس حساب یسیر کی آپ دعا ہم کو سکھا رہے ہیں اور رب تعالٰی نے اپنے کلام میں خبر دے دی ہے وہ حساب یسیر ہے کیا خبر بیٹھے قرآن حال کی شرح اور رب کی آیت کی تفسیر حضور نے فرمادی۔

مَنْ نُوقِشَ الْحِسَابَ يَوْمَئِذٍ يَا عَائِشَةُ هَلَكَ رَوَاهُ أَحْمَدُ
وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّهُ أَتَى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَقَالَ أَخْبِرْنِي مَنْ يَقْوٰى عَلَى الْقِيَامِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ الَّذِي
قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ فَقَالَ
يُخَفَّفُ عَلَى الْمُؤْمِنِ حَتّٰى يَكُوْنَ عَلَيْهِ كَالصَّلٰوةِ الْمَكْتُوْبَةِ

ے دی جاوے جس سے حساب میں اس دن جرح کرلی گئی اے عائشہ وہ ہلاک ہوجاوے گا۱ (احمد) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کیا مجھے خبر دیجئے کہ قیامت کے دن کھڑے ہونے پر کون قدرت رکھے گا جس کے متعلق اللہ عزوجل نے فرمایا کہ جس دن لوگ رب العالمین کے حضور کھڑے ہوں گے۲ تو فرمایا کہ وہ دن مومن پر ہلکا کردیا جاویگا حتی کہ اس پر ایک فرض نماز کی طرح ہوجاوے گا۳

۱؎ یعنی جرم دکھانا اور معافی دے دینا۔ حساب یسیر ہے اور جرم دکھانا اور ان پر جرح فرمانا کہ تم نے یہ گناہ کیوں کیے یہ سخت حساب ہے۔

۲؎ یعنی مجرموں پر جرح کی ہی اس سے جاوے گی جس کو سزا دینا ہوگی۔ جسے بخشنا ہوگا اسے دکھا کر معافی دے دی جاوے گی بعض وہ بندے بھی ہوں گے جن کا حساب مطلقًا نہ ہوگا نہ جرح نہ پیشی بلا حساب جنت میں بھیج دیئے جائیں گے۔

۳؎ یعنی قرآن کریم کی ایک آیت فرما رہی ہے کہ قیامت کا دن پچاس ہزار برس کا ہوگا خمسین الف سنۃ دوسری آیت فرما رہی ہے کہ اس دن کسی کو بیٹھنے لیٹنے کی اجازت نہ ہوگی سب کھڑے ہی ہوں گے تو اتنی دراز مدت تک کون کھڑا رہ سکیگا حضرت عبداللہ ابن عمر نے یہ ہی سورت تلاوت کی جب اس آیت پر پہنچے تو پھوٹ کر رونے لگے حتی کہ آگے نہ پڑھ سکے (مرقات)

۴؎ یہاں نماز فرض سے مراد نماز کا وقت نہیں بلکہ ادا نماز مراد ہے نماز بھی چار رکعت والی یعنی مومن متقی کو قیامت کا دن ایسا معلوم ہوگا جیسے اس نے چار رکعت نماز فرض پڑھی فرض کی قید اس لیے لگائی کہ بمقابلہ سنت ونفل کے فرض جلد ادا کیے جاتے ہیں کہ اس کی آخری دو رکعت خالی ہوتی ہیں نیز اس میں قومہ اور جلسہ سے دعائیں نہیں ہوتیں خیال رہے کہ غم کی تھوڑی مدت بہت محسوس ہوتی ہے اور خوشی کی دراز مدت کا کم احساس ہوتا ہے۔ وصل کی رات منٹوں میں فراق کی رات گھنٹوں میں درد و بیماری کی بے خوابی کی رات سالوں میں گزرتی معلوم ہوتی ہے مومن دیدار مصطفٰے دیدار خدا کی خوشی میں پھولا نہ سمائے گا اسے قیامت کیا معلوم ہو۔

وَعَنْهُ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ مَا طُوْلُ وَهٰذَا الْيَوْمِ فَقَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ اِنَّهٗ لَيُخَفَّفُ عَلَى الْمُؤْمِنِ حَتّٰى يَكُوْنَ اَهْوَنَ عَلَيْهِ مِنَ الصَّلٰوةِ الْمَكْتُوْبَةِ يُصَلِّيْهَا فِي الدُّنْيَا رَوَاهُمَا الْبَيْهَقِيُّ فِيْ كِتَابِ الْبَعْثِ وَالنُّشُوْرِ ۔ وَعَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيْدَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُحْشَرُ النَّاسُ فِيْ صَعِيْدٍ وَّاحِدٍ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَيُنَادِيْ مُنَادٍ فَيَقُوْلُ

روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس دن کے متعلق پوچھا گیا[۱] جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے کہ اس دن کی کتنی درازی ہے[۲] تو فرمایا اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ وہ دن مومن پہ ہلکا کر دیا جاوے گا حتی کہ اس پر اس فرض نماز سے بھی زیادہ آسان ہو جاوے گا جسے وہ دنیا میں پڑھتا تھا[۳] (بیہقی کتاب بعث والنشور) روایت ہے حضرت اسماء بنت یزید سے وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا لوگ قیامت کے دن ایک میدان میں جمع کئے جاویں گے[۴] تو پکارنے والا پکارے گا کہ وہ لوگ کہاں

[۱] یعنی میری موجودگی میں یہ سوال کسی اور نے کیا میں نے سوال بھی سنا حضور کا جواب بھی۔

[۲] یعنی کتنی دراز مدت ہے اللہ اکبر یہ ما اظہار تعجب کے لیے ہے یا رسول اللہ اس مدت میں لوگوں کا کیا حال ہوگا کیسے کھڑے رہ سکیں گے۔(مرقات)

[۳] قرآن مجید میں قیامت کو ایک ہزار سال بھی فرمایا گیا ہے اور پچاس ہزار سال بھی اس حدیث شریف نے اسے چار رکعت نماز سے بھی کم فرمایا یہ اختلاف احساس کا ہے دن تو پچاس ہزار برس ہی کا ہے مگر کسی کو ایک ہزار سال محسوس ہوگا کسی کو چار رکعت نماز کی بقدر۔ شعر

کسی کی شب وصل سوتے کٹے ہے | کسی کی شب ہجر روتے کٹے ہے
الٰہی ہماری یہ شب کیسی آئی | نہ سوتے کٹے ہے نہ روتے کٹے ہے

[۴] صعید بمعنی سفیدہ ہموار زمین کو کہتے ہیں یہ زمین شام یا زمین فلسطین ہوگی جہاں قیامت قائم ہوگی اس جگہ سب اچھے برے اکٹھے ہوں گے لیکن ساردے مومن مدبے کفار تو پہلے ہی چھانٹ دیئے گئے ہوں گے وامتازوا الیوم ایہا المجرمون (مرقات)۔

اَیْنَ الَّذِیْنَ کَانَتْ تَتَجَافٰی جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ فَیَقُوْمُوْنَ وَهُمْ قَلِیْلٌ فَیَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ بِغَیْرِ حِسَابٍ ثُمَّ یُؤْمَرُ بِسَائِرِ النَّاسِ اِلَی الْحِسَابِ رَوَاهُ الْبَیْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ ۔ بَابُ الْحَوْضِ وَالشَّفَاعَةِ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنْ اَنَسٍ قَالَ

ہیں جن کے پہلو اپنی خوابگاہوں سے الگ رہتے تھے ۱؎ پس وہ لوگ کھڑے ہو جائیں گے اور وہ تھوڑے ہوں گے ۲؎ تو وہ جنت میں بغیر حساب داخل ہوں گے ۳؎ پھر باقی تمام لوگوں کو حساب کی طرف جانے کا حکم دیا جاوے گا ۴؎ (بیہقی شعب الایمان)

حوض ۵؎ اور شفاعت کا بیان ۶؎ پہلی فصل روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا

۱؎ یعنی پابندی سے نماز تہجد پڑھنے والے مسلمان پہلے حاضر ہوں جن کا حال یہ تھا کہ رات کے آخری حصہ میں جب سب سوتے ہیں تو یہ مصلوں پر ہوتے تھے۔ بعض لوگوں نے کہا کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو عشاء اور فجر جماعت سے پڑھتے ہیں مگر پہلا قول قوی ہے کیونکہ تہجد والے لوگ تھوڑے ہوں گے یہاں ارشاد ہے وھم قلیل

۲؎ یعنی مسلمانوں میں تہجد کے پابند تھوڑے ہی ہوں گے رب فرماتا ہے وقلیل من اللیل ما یھجعون اور فرماتا ہے وقلیل من عبادی الشکور اور فرماتا ہے الا الذین امنوا وعملوا الصالحات وقلیل ما ھم (مرقات)

۳؎ اس سے معلوم ہوا کہ تہجد کی نماز پابندی ذریعہ ہے قیامت کے حساب سے بچنے کا رب فرماتا ہے انما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب۔ خیال رہے کہ یہ لوگ اس وقت جنت کے دروازے پر تو پہنچ جائیں گے مگر ابھی وہاں داخلہ نہ ہوگا کیونکہ جنت کا دروازہ حضور کے لیے کھولا جائے گا اور حضور گنہگاروں کو بخشوا کر حساب دلوا کر جنت کی طرف روانہ ہوں گے۔ یدخلون کے معنی ہیں دخول کے مستحق ہو جائیں گے لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں۔

۴؎ یعنی تہجد والوں کو یہ حکم روانگی سنا کر پھر دوسروں کا حساب شروع ہوگا۔

۵؎ حوض کے معنی ہیں پانی کا جمع ہونا اور بہنا اسی سے ہے حیض رحم سے خون بہنا اصطلاح میں پانی کے تالاب کو حوض کہا جاتا ہے حضور کے حوض دو ہیں ایک میدان محشر میں دوسرا جنت میں دونوں کا نام کوثر ہے محشر والے حوض کا پانی مومنوں کو وزن اعمال سے پہلے ملے گا تمام نبیوں کے الگ الگ حوض ہوں گے حضور کے حوض کا نام کوثر ہے کوثر کے معنی ہیں بہت ہی زیادہ (مرقات) بعض شارحین نے فرمایا کہ حوض کوثر ایک ہی ہے جنت میں وہاں سے ایک نہر میدان محشر میں آوے گی۔

۶؎ شفاعت بنا ہے شفع سے بمعنی ملانا جوڑا ہونا اس کا مقابل ہے وتر رب فرماتا ہے والشفع والوتر۔ شفیع وہ جو قیامت میں گنہگاروں کو اپنے سینے سے لگائے گا۔ اب اس کا ترجمہ ہوتا ہے سفارش شفاعت دو قسم کی ہے شفاعت کبریٰ اور شفاعت صغریٰ

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ بَيْنَا اَنَا اَسِيْرُ فِي الْجَنَّةِ اِذَا اَنَا بِنَهْرٍ حَافَتَاهُ قِبَابُ الدُّرِّ الْمُجَوَّفِ قُلْتُ مَا هٰذَا يَا جِبْرِيْلُ قَالَ هٰذَا الْكَوْثَرُ الَّذِيْ اَعْطَاكَ رَبُّكَ فَاِذَا طِيْنُهُ مِسْكٌ اَذْفَرُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ❁ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جب ہم جنت میں سیر فرما رہے تھے تو ایک نہر پہ پہنچے جس کے کناروں پر کھوکھلے موتی کے خیمے تھے[1] ہم نے کہا اے جبریل یہ کیا ہے انہوں نے عرض کیا یہ وہ کوثر ہے جو آپ کے رب نے آپ کو عطا فرمایا اس کی مٹی خالص مشک تھی[2] (بخاری) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول

شفاعت کبریٰ صرف حضور کریں گے اس شفاعت کا فائدہ ساری خلقت حتی کہ کفار کو بھی پہنچے گا کہ اس شفاعت کی برکت سے حساب کتاب شروع ہو جاوے گا اور قیامت کے میدان سے نجات ملے گی یہ شفاعت قیامت کے اول وقت جبکہ عدل خداوندی کا ظہور ہوگا حضور ہی کریں گے اس وقت کوئی نبی اس شفاعت کی جرأت نہ فرمائیں گے شفاعت صغریٰ ظہور فضل کے وقت ہوگی یہ شفاعت بہت لوگ بلکہ قرآن۔ رمضان۔ خانہ کعبہ بھی کریں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رفع درجات کے لیے صالحین حتی کہ نبیوں کی بھی شفاعت فرمائیں گے اور گناہوں کی معافی کے لیے ہم گنہگاروں کی شفاعت کریں گے لہذا آپ کی شفاعت سے انبیاء کرام بھی فائدہ اٹھائیں گے۔ اللھم ارزقنا شفاعۃ حبیبک صلی اللہ علیہ وسلم حضور کی شفاعت ہم گنہگاروں کا سہارا ہے۔ شعر

گرتے ہوؤں کو مژدہ سجدے میں گرے مولیٰ
روروکے شفاعت کی تمہید اٹھائی ہے

حضور کی شفاعت نو قسم کی ہے (۱) حساب شروع کرانے کے لیے جس کا فائدہ سب کو ہوگا (۲) بے حساب جنتیوں کو جنت میں پہنچانے کے لیے (۳) جن کی نیکیاں بدیاں برابر ہوں ان کا نیکی کا پلہ وزنی کرانے کے لیے (۴) ہم جیسے دوزخ کے لائق لوگوں کو چھڑانے کے لیے (۵) صالحین کے درجے بلند کرانے کے لیے (۶) دوزخ میں گرے ہوئے گنہگاروں کو وہاں سے نکلوانے کے لیے (۷) جنت کا دروازہ کھلوانے کے لیے (۸) اہل مدینہ اور زائرین روضہ رسول کو اپنا قرب دلوانے کے لیے (اشعہ) (۹) بعض کفار کا عذاب ہلکا کرانے کے لیے۔ (اشعۃ اللمعات)

[1] ظاہر یہ ہے کہ یہ واقعہ شب معراج کا ہے جب حضور نے سارا عالم غیب دیکھا غالباً یہ وہ ہی نہر ہے جو حوض کوثر سے نکل کر محشر کی طرف پہنچائی جاوے گی۔

[2] کوثر کے معنی ہیں خیر کثیر حوض کوثر بھی اس کی ایک فرد ہے حضور کے بیشمار فضائل۔ حضور کے اہل بیت اطہار۔ علماء۔ اولیاء سب ہی کوثر میں داخل ہیں یہاں حوض کوثر کو کوثر فرمایا گیا (اشعہ)۔

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَوْضِي مَسِيْرَةُ شَهْرٍ وَزَوَايَاهُ سَوَاءٌ مَاؤُهُ أَبْيَضُ مِنَ اللَّبَنِ وَرِيْحُهُ أَطْيَبُ مِنَ الْمِسْكِ وَكِيْزَانُهُ كَنُجُوْمِ السَّمَاءِ مَنْ يَّشْرَبُ مِنْهَا فَلَا يَظْمَأُ أَبَدًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ • وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ حَوْضِي أَبْعَدُ مِنْ أَيْلَةَ مِنْ

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میرا حوض ایک مہینہ کی مسافت کا ہے[۱] اور اس کے گوشے برابر ہیں[۲] اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہے[۳] اس کی خوشبو مشک سے زیادہ اچھی ہے[۴] اس کے کوزے آسمان کے تاروں کی طرح ہیں[۵] جو اس سے پیئے گا وہ کبھی پیاسا نہ ہوگا[۶] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میرا حوض زیادہ بڑا ہے ایلہ سے عدن تک

[۱] یعنی حوض کوثر جو میرا حوض ہے اس کی لمبائی چوڑائی کا یہ حال ہے کہ اگر اس کے ایک گوشہ سے دوسرے گوشہ کی طرف چلا جاوے تو چلنے والا ایک مہینہ میں وہاں پہنچے۔

[۲] یعنی حوض کوثر مربع ہے لمبائی چوڑائی برابر اور اس کا ہر گوشہ زاویہ قائمہ ہے حادہ یا منفرجہ نہیں بلکہ گہرائی بھی ہر جگہ یکساں ہے یہ نہیں کہ کنارہ پر کم گہرا بیچ میں زیادہ گہرا۔

[۳] نحوی قاعدہ سے اشد بیاضًا چاہیے کیونکہ رنگت اور عیب سے فعل تعجب اور تفضیل بروزن افعل نہیں آتا مگر اس فرمان سے معلوم ہوا کہ یہ بھی جائز ہے حضور تو نحویوں صرفیوں عربیوں کے امام اعظم ہیں نحو ان کی پابند ہے۔

[۴] یعنی اس حوض میں دودھ بلکہ دودھ سے بھی اعلیٰ چیز جس کی خوشبو مشک خالص سے بھی اچھی اللہ تعالٰی نے ہم سب کو نصیب کرے۔

[۵] تعداد اور چمک دمک میں تاروں کی طرح ہیں۔

[۶] کوثر کا پانی تو اولًا تو پیاس بجھانے کے لیے ہم لوگ پئیں گے قبروں سے پیاسے اٹھیں گے پھر جنت میں پہنچ کر وہ ہی کوثر پیا کریں گے مگر پیاس بجھانے کے لیے نہیں صرف لذت کے لیے رب فرماتا ہے وانك لا تظمأ فيها ولا تضحٰی مگر بغیر پیاس بھی اس کے پینے میں لذت آئے گی۔ جیسے بغیر بھوک وہاں کے پھل کھانے میں مزہ آوے گا دنیا میں بغیر بھوک پیاس غذا و شربت میں مزہ نہیں آتا۔

عَدَنٍ لَهُوَ اَشَدُّ بَيَاضًا مِنَ الثَّلْجِ وَاَحْلٰى مِنَ الْعَسَلِ بِاللَّبَنِ وَلَاٰنِيَتُهٗ اَكْثَرُ مِنْ عَدَدِ النُّجُوْمِ وَاِنِّىْ لَاَصُدُّ النَّاسَ عَنْهُ كَمَا يَصُدُّ الرَّجُلُ اِبِلَ النَّاسِ عَنْ حَوْضِهٖ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَتَعْرِفُنَا يَوْمَئِذٍ قَالَ نَعَمْ لَكُمْ سِيْمَآءُ لَيْسَتْ لِاَحَدٍ مِّنَ الْاُمَمِ تَرِدُوْنَ عَلَىَّ غُرًّا مُحَجَّلِيْنَ مِنْ اَثَرِ

سے فاصلہ سے [1] وہ برف سے زیادہ سفید ہے شہد سے زیادہ میٹھا جو دودھ سے مخلوط ہو [2] اس کے برتن تاروں کے شمار کے ہیں اور میں دوسرے لوگوں کو اس سے روکوں گا جیسے کوئی شخص دوسرے لوگوں کے اونٹ کو اپنے حوض سے روکتا ہے [3] صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ کیا اس دن آپ ہم کو پہچان لیں گے فرمایا ہاں تمہاری وہ نشانی ہوگی جو کسی دوسری امت کی نہ ہوگی [4] تم میرے پاس آثار وضو کی وجہ سے روشن منہ

[1] ایلہ شام اور یمن کا سرحدی شہر ہے کوہ طور کے پاس واقع ہے یہاں شام کا علاقہ ختم ہوجاتا ہے اور عدن وسط شام میں ہے وہاں کا دارالخلافہ ہے بحر ہند پر واقع ہے ان دونوں شہروں میں بڑا فاصلہ ہے۔ خیال رہے بعض روایات میں عدن وعمان کا ذکر ہے بعض میں صنعا اور مدینہ منورہ فرمایا گیا یہ تمام فرمان سمجھانے کے لیے ہیں قطعی حدبندی کے لیے نہیں جیسا آدمی ویسے اس سے خطاب جن صاحبوں کو ایلہ اور عدن کے فاصلہ کی خبر تھی ان سے ان دونوں شہروں کا ذکر فرمایا جنہیں دوسرے مذکورہ شہروں کی خبر تھی ان سے وہ شہر بیان فرمائے لہذا احادیث میں تعارض نہیں۔

[2] برف سفید بھی ہوتا ہے ٹھنڈا بھی وہاں کا پانی بھی ایسا ہی ہوگا اس لیے برف سے تشبیہ دی دودھ شہد سے مخلوط ہوکر بڑا لذیذ ہوتا ہے اس لیے اس سے تشبیہ دی یہ تشبیہیں صرف سمجھانے کے لیے ہیں ورنہ دنیا کی کوئی چیز حوض کوثر کے پانی کی طرح نہیں ہوسکتی۔

[3] ظاہر یہ ہے کہ یہاں دوسرے لوگوں سے مراد مرتدین ومنافقین ہیں جو مسلمانوں کے علاوہ ہیں اور ہوسکتا ہے کہ اس سے دوسری امتوں کے مؤمنین مراد ہوں کیونکہ ہر نبی کا حوض الگ ہوگا ان میں اپنی امت ہی ان کے حوض پر پہنچے گی فقیر کے نزدیک دوسرے معنی قوی ہیں یعنی دنیا میں کوئی شخص دوسرے کے اونٹوں کو اپنے حوض پہ پانی نہیں پینے دیتا تاکہ جانور مخلوط نہ ہوجاویں ایسے ہی وہاں ہوگا۔

[4] یعنی قیامت میں ساری امتوں کے مؤمنین جمع ہوں گے پھر کیا آپ اپنی امت کے مؤمنوں کو پہچانیں گے اس سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں دوسری امتوں کو دور فرمانے کا ذکر ہے۔

الْوُضُوْءِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِي رِوَايَةٍ لَهُ عَنْ أَنَسٍ قَالَ تُرٰى فِيهِ أَبَارِيقُ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ كَعَدَدِ نُجُوْمِ السَّمَاءِ وَفِي أُخْرٰى لَهُ عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ سُئِلَ عَنْ شَرَابِهِ فَقَالَ أَشَدُّ بَيَاضًا مِنَ اللَّبَنِ وَأَحْلٰى مِنَ الْعَسَلِ يَغُتُّ فِيهِ مِيزَابَانِ يَمُدَّانِهِ مِنَ الْجَنَّةِ أَحَدُهُمَا مِنْ ذَهَبٍ وَالْآخَرُ مِنْ وَرِقٍ وَعَنْ سَهْلِ ابْنِ سَعْدٍ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي

پنج کلیان آؤ گے ۱ (مسلم) اور مسلم کی روایت ہے حضرت انس سے یوں راوی ہے فرمایا اس میں سونے چاندی کے لوٹے آسمان کے ستاروں کی شمار میں دیکھے جائیں گے ۲ اور اس کی دوسری روایت میں حضرت ثوبان سے مروی ہے فرمایا حضور سے حضور کے پانی کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کہ دودھ سے زیادہ سفید ہے شہد سے زیادہ میٹھا اس میں جنت سے دو پرنالے گرتے ہیں جو اسے بڑھاتے ہیں ۳ ایک سونے کا ہے دوسرا چاندی کا۔ روایت ہے حضرت سہل ابن سعد سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں

۱؎ اگرچہ ساری امتوں کے مومنین وضو کرتے تھے مگر آثار وضو سے اعضاء کا چمکنا صرف تمہارے لیے ہوگا خیال رہے کہ حضور کا پہچاننا اس پر موقوف نہ ہوگا یہ علامت تو عام کے پہچاننے کی ہے حضور کی امت میں بعض وہ لوگ ہیں جو وضو فرض ہونے سے پہلے فوت ہوگئے۔ جیسے اولین مومنین یا چھوٹے بچے یا دیوانے یا بے نماز مسلمان یا وہ لوگ جو مسلمان ہوتے ہی فوت ہوگئے حضور انہیں بھی پہچانیں گے۔ حالانکہ نہ انہوں نے کبھی وضو کیا تھا نہ ان کے چہروں پر وضو کا پانی پہنچا تھا ان کی پہچان نور نبوت سے فرمائیں گے یہ حدیث باب فضل الوضوء میں گزر چکی حق یہ ہے کہ گذشتہ نبوتوں میں وضو تھا مگر وضو کا یہ اثر صرف امت مصطفوی کے لیے ہے جیسا قاسم ویسی تقسیم۔ ڈول کی تقسیم اور رہٹ کی اور ٹیوب ویل کی تقسیم اور ہے پانی ایک ہے تقسیم مختلف نماز وضو ایک ہے مگر نتیجہ مختلف۔

۲؎ پچھلی حدیث میں کیزان ارشاد ہوا معلوم ہوا کہ کوزے بھی بہت ہوں گے لوٹے بھی بے شمار لہذا ان دونوں حدیثوں میں تعارض نہیں۔

۳؎ یعنی پہلے سے بھی حوض کوثر میں پانی ہے اور جنت سے دو پرنالے اس میں گریں گے تاکہ پانی کم نہ ہونے پائے میزاب بنا ہے ذوب سے بمعنی بہنا یغث بنا ہے غث سے بمعنی گرنا اور پے در پے پانی پینا، پیٹ میں ڈالنا۔

فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ مَنْ مَرَّ عَلَيَّ شَرِبَ وَمَنْ شَرِبَ لَمْ يَظْمَأْ أَبَدًا لَيَرِدَنَّ عَلَيَّ أَقْوَامٌ أَعْرِفُهُمْ وَيَعْرِفُونَنِي ثُمَّ يُحَالُ بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ فَأَقُولُ إِنَّهُمْ مِنِّي فَيُقَالُ إِنَّكَ لَا تَدْرِي مَا أَحْدَثُوا

حوض پر تمہارا پیش رو ہوں[1] جو مجھ پر گزرے گا وہ پیئے گا اور جو پیئے گا وہ کبھی پیاسا نہ ہوگا[2] میرے پاس کچھ قومیں آئیں گی جنہیں میں پہچانتا ہوں اور وہ مجھے پہچانتے ہیں[3] پھر میرے اور ان کے درمیان آڑ کردی جاوے گی[4] تو میں کہوں گا یہ تو میرے ہیں تو فرمایا جاوے گا آپ نہیں جانتے کہ انہوں

[1] فرط صفت مشبہ ہے اس کا مصدر فرط یعنی آگے ہونا پیشوائی کرنا فرط کے معنی ہیں پیشرو یعنی حوض کوثر پر تم لوگ میرے پیچھے پیچھے حوض کوثر پر پہنچو گے۔ حوض کوثر پر رہبری بھی ہم ہی کریں گے یا مطلب یہ ہے کہ حوض کوثر پر پہلے ہم پہنچ چکے ہوں گے وہاں کا انتظام فرمانے کے لیے بعد میں تم پہنچو گے۔ غالب یہ ہے کہ یہاں حوض سے مراد وہ حوض ہے جو میدان حشر میں ہوگا کہ پیاس یہاں ہی بجھے گی۔

[2] ظاہر یہ ہے کہ پینا حساب کتاب سے فارغ ہوکر نصیب ہوگا۔ مرقات بعض شارحین نے فرمایا کہ مومن میدان حشر میں پہنچ کر میزان و حساب سے پہلے یہ پانی پئیں گے اللہ نصیب کرے۔

[3] یعنی تا قیامت جتنے مرتدین وہاں حوض کوثر سے روکے جانے والے ہیں انہیں میں آج ہی پہچانتا ہوں اور اس دن بھی پہچانتا ہوں گا وہ مجھے دنیا میں بھی پہچانیں گے اور آخرت میں بھی یا اس سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات شریف میں موجودہ مرتدین جو بعد پردہ فرمانے کے مرتد ہوگئے تھے جیسے منکرین زکوٰۃ اور مسیلمہ کذاب پر ایمان لے آنے والے مرتد جن سے حضرت امیر المومنین ابوبکر صدیق نے جہاد کیے۔

[4] اس طرح کہ انہیں دھکے دے کر وہاں سے نکال دیا جاوے گا اتنی دور کہ وہ مجھے نظر نہ آئیں میں انہیں نظر نہ آؤں۔ یہ مطلب نہیں کہ انہیں وہاں ہی رکھا جاوے اور بیچ میں پردہ حائل کردیا جاوے خیال رہے کہ ان مرتدین کو یہاں لاکر سب کچھ دکھا کر انہیں دور کیا جاوے گا تاکہ انہیں بہت ہی افسوس ہو۔

[5] یعنی میرے دوست یا میرے ساتھ اٹھنے بیٹھنے والے میرا نام لینے والے ہیں حضور انور کا یہ فرمان ان کو زیادہ ذلیل کرنے کے لیے ہوگا۔ جیسے رب تعالٰے دوزخیوں سے فرمائے گا ذُقْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْكَرِیْمُ تو چکھ تو تو بڑا عزت والا کرم والا ہے یہ مطلب نہیں کہ حضور انور پہچانیں گے نہیں ابھی فرمان عالی گزرا اعرفہم میں انہیں پہچانتا ہوں۔ نیز یہ واقعہ حضور کو آج تو معلوم ہے کل کیسے بھول جاویں گے۔ نیز ان کے منہ کالے ہاتھ بندھے ہوئے بائیں ہاتھ میں نامۂ اعمال لیے ہوئے ہوں گے رب فرماتا ہے۔ يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ۔

بَعْدَكَ فَاَقُوْلُ سُحْقًا سُحْقًا لِمَنْ غَيَّرَ بَعْدِىْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُحْبَسُ الْمُؤْمِنُوْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حَتّٰى يُهَمُّوْا بِذٰلِكَ فَيَقُوْلُوْنَ لَوِ اسْتَشْفَعْنَا اِلٰى رَبِّنَا فَيُرِيْحُنَا مِنْ مَكَانِنَا فَيَاْتُوْنَ اٰدَمَ فَيَقُوْلُوْنَ اَنْتَ اٰدَمُ اَبُو النَّاسِ خَلَقَكَ اللّٰهُ بِيَدِهٖ وَاَسْكَنَكَ جَنَّتَهٗ

نے آپ کے بعد کیا باتیں پیدا کیں تو میں کہوں گا اسے دوری ہو جو میرے بعد تبدیلی کرے ۲؎ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت انس سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومنین قیامت کے دن روکے جائیں گے ۳؎ حتی کہ اس کی وجہ سے سخت غمگین ہوں گے تو کہیں گے کہ ہم اپنے رب کی بارگاہ کو شفیع لاتے کہ وہ ہمیں اس جگہ سے راحت دے چنانچہ وہ حضرت آدم کے پاس حاضر ہو جائیں گے ۴؎ عرض کریں گے آپ انسانوں کے باپ ہیں اللہ نے آپ کو اپنے دست قدرت سے بنایا آپ کو اپنی جنت میں رکھا

۱؎ فرشتوں کا یا رب تعالیٰ کا یہ کہنا کہ تم نہیں جانتے ان مرتدین پر اظہار غضب کے لیے ہے جیسے بلا شبہ باپ بیٹے کو مارنے لگے ماں جو اس سے سخت نالاں تھی محبت مادری میں بچانا چاہے باپ کہے تو اس حیثیت کو نہیں جانتی اسے تو میں ہی جانتا ہوں اس کا مقصد یہ ہے کہ اسے مت بچا مجھے سزا دے لینے دے رب تعالیٰ منافقین کے متعلق فرماتا ہے لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ انہیں تم نہیں جانتے ہم جانتے ہیں حالانکہ حضور منافقین کو خوب جانتے تھے فرماتا ہے وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِیْ لَحْنِ الْقَوْلِ تم انہیں کلام کی روش سے ہی پہچان لیتے ہو۔

۲؎ یعنی میری وفات کے بعد اپنا دین بدلے کہ اسلام چھوڑ کر کافر ہو جائے۔ خیال رہے کہ اس حدیث کی بنا پر روافض کہتے ہیں کہ سارے حضرات صحابہ مرتد ہو گئے تھے نعوذ باللہ اگر یہ مطلب ہے تو حضرت علی وغیرہم بھی صحابی ہیں ان پر بھی الزام آجائے گا اگر وہ حضرات مرتد ہوتے تو حضرت علی ان سے بیعت کرتے نہ ان کے پیچھے نمازیں پڑھتے نہ ان کے ہدایا لیتے اور دیوبندی کہتے ہیں کہ حضور انور کو قیامت میں بھی مخلص مومن اپنے پرائے کی پہچان نہ ہوگی اس کے جواب ابھی عرض کیے گئے۔

۳؎ مومنین سے مراد از آدم علیہ السلام تا روز قیامت سارے اہل ایمان ہیں روکے جانے سے مراد میدان حشر میں کھڑا رہنا اور حساب کتاب کا انتظار کرنا ہے اس سے حضرات انبیاء علیحدہ ہیں۔

۴؎ طلب شفیع کا ولولہ مسلمانوں کے دلوں میں پیدا ہوگا مگر تلاش میں کفار ساتھ ہوں گے سارے انسان ڈھونڈھیں گے معلوم ہوا کہ اللہ کے بندوں کا وسیلہ پکڑنا یہ وہ کام ہے جس سے قیامت کے کاموں کی ابتداء ہوگی وہاں پہلے یہ ہی کام وسیلہ والا ہوگا۔ بعد میں دوسرے کام۔

وَاَسْجَدَ لَكَ مَلٰٓئِكَتَهٗ وَعَلَّمَكَ اَسْمَآءَ كُلِّ شَيْءٍ اِشْفَعْ لَنَا عِنْدَ رَبِّكَ حَتّٰى يُرِيْحَنَا مِنْ مَكَانِنَا هٰذَا فَيَقُوْلُ لَسْتُ هُنَاكُمْ وَيَذْكُرُ خَطِيْئَتَهُ الَّتِيْ اَصَابَ اَكْلَهٗ مِنَ الشَّجَرَةِ وَقَدْ نُهِيَ عَنْهَا وَلٰكِنِ ائْتُوْا نُوْحًا اَوَّلَ نَبِيٍّ بَعَثَهُ اللّٰهُ اِلٰى اَهْلِ الْاَرْضِ فَيَاْتُوْنَ نُوْحًا فَيَقُوْلُ لَسْتُ هُنَاكُمْ وَيَذْكُرُ خَطِيْئَتَهُ الَّتِيْ اَصَابَ سُؤَالَهٗ رَبَّهٗ بِغَيْرِ

آپکو اپنے فرشتوں سے سجدہ کرایا آپکو ہر چیز کے نام بتائے اپنے رب کے پاس ہماری شفاعت کریں[1] کہ وہ ہم کو اس جگہ سے نجات دے وہ فرمائینگے کہ میں تمہارے اس مقام میں نہیں ہوں[2] اور اپنی وہ خطا یاد کرینگے جو انہوں نے کی تھی۔ یعنی درخت سے کھانا حالانکہ اس سے منع کیا گیا تھا[3] لیکن تم حضرت نوح کے پاس جاؤ کہ وہ پہلے نبی ہیں جنہیں اللہ نے زمین والے کفار کی طرف بھیجا[4] تو وہ حضرت نوح کے پاس آئیں گے وہ فرمائیں گے کچھ ہی تمہارے اس مقام ہی نہیں اور اپنی وہ خطا یاد کرینگے جو کی تھی یعنی اپنے رب سے بغیر جانے

۱ معلوم ہوا کہ کسی سے کچھ مانگنا ہو تو پہلے اس کی تعریف کی جاوے بعد میں عرض و معروض اسی لیے آج بھی پہلے ہم لوگ اللہ کی حمد حضور کی نعت و درود کے بعد دعا مانگتے ہیں مطلب یہ ہے کہ آپ اپنے ان فضائل و کمالات کے ذریعہ ہماری شفاعت کریں۔

۲ یعنی تمہاری شفاعت کبریٰ فرمانا میرا منصب میرا درجہ نہیں یہ دروازہ کسی اور ہی کے ہاتھ پر کھلنے والا ہے۔

۳ آپ کا یہ قول رب تعالیٰ سے انتہائی ہیبت وخوف کی بناء پر ہے کہ آپ اپنی وہ خطا یاد کرکے رب تعالیٰ سے انتہائی ہیبت وخوف کی بناء پر ہے کہ آپ اپنی وہ خطا یاد کرکے رب کے حضور جانے سے جھجکتے ہیں کہ کبھی میری اس خطا کا تذکرہ نہ آجاوے تو میں شفاعت کیسے کروں گا ورنہ رب تعالیٰ نے معافی دے کر انہیں زمین کا خلیفہ بنایا ان کی معافی کا اعلان توریت و زبور و انجیل و قرآن میں کیا گیا خوف وخشیت اور چیز ہے رب تعالیٰ کے وعدوں پہ بے اعتباری کچھ اور لہذا اس حدیث سے مسئلہ امکانی کذب پہ دلیل نہیں پکڑی جاسکتی۔

۴ زمین سے مراد نوح علیہ السلام کی قوم کی زمین ہے جہاں وہ آباد تھی اور ساری کافر تھی سارے کفار کی طرف رسول پہلے آپ ہی ہیں حضرت آدم و شیث و ادریس و صالح علیہم السلام مومنین یا مومن وکافر مخلوط کی طرف بھیجے گئے بعض شارحین نے فرمایا کہ آپ سے پہلے حضرات نبی تھے رسول و مرسل نہ تھے پہلے رسول آپ ہی ہیں۔

عِلْمٍ وَلٰكِنِ ائْتُوْا إِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلَ الرَّحْمٰنِ قَالَ فَيَأْتُوْنَ إِبْرَاهِيْمَ فَيَقُوْلُ إِنِّيْ لَسْتُ هُنَاكُمْ وَيَذْكُرُ ثَلٰثَ كَذِبَاتٍ كَذَبَهُنَّ وَلٰكِنِ ائْتُوْا مُوْسٰى عَبْدًا اٰتَاهُ اللّٰهُ التَّوْرٰىةَ وَكَلَّمَهٗ وَقَرَّبَهٗ نَجِيًّا قَالَ فَيَأْتُوْنَ مُوْسٰى فَيَقُوْلُ إِنِّيْ لَسْتُ هُنَاكُمْ وَيَذْكُرُ خَطِيْئَتَهُ الَّتِيْ أَصَابَ قَتْلَهُ النَّفْسَ وَلٰكِنِ

سوال کرنا ۱ لیکن تم اللہ کے خلیل حضرت ابراہیم کے پاس جاؤ فرمایا تو لوگ جناب ابراہیم کے پاس آئیں گے وہ کہیں گے کہ میں تمہارے اس مقام کا نہیں خلاف واقعہ باتیں یاد کریں گے ۲ لیکن تم موسے علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ بندے جنہیں اللہ نے توریت بخشی اور ان سے کلام کیا اور انہیں مشورہ کے لئے قرب بخشا فرمایا تو لوگ جناب موسیٰ کے پاس جائینگے وہ وہ فرمائینگے میں تمہارے اس مقام کا نہیں اور اپنی وہ خطا یاد کرینگے جو انہوں نے کی یعنی ایک کا قتل ۳ لیکن تم

۱ یعنی میں نے اپنے کافر بیٹے کنعان کے متعلق رب تعالٰے سے عرض کیا تھا ان ابنی من اھلی. وہ میرا اہل بیت ہے اس پر رب نے فرمایا تھا انہ لیس من اھلک، اب اگر اس کا تذکرہ آگیا تو میں تمہاری شفاعت کیسے کروں گا. خیال رہے کہ نوح علیہ السلام نے کنعان کی شفاعت نہیں کی تھی. کیونکہ آپ کا یہ عرض کرنا اس وقت تھا. جب کشتی جودی پہاڑ پر ٹھہر چکی تھی کنعان کو ڈوبے ہوئے عرصہ گزر چکا تھا جیسا کہ قرآن کریم سے صراحۃً معلوم ہو رہا ہے بلکہ مقصد یہ ہے کہ مولیٰ میں نے اپنی قوم سے کہا تھا کہ میرے اہل طوفان سے محفوظ رہیں گے اور کنعان ڈوب گیا میں لوگوں کو کیا جواب دوں مگر چونکہ اس کے جواب پر ظاہر عتاب تھا اس لیے آج انہیں یہ خوف ہے سوال بغیر علم کا مطلب یہ ہے کہ تم کو علم ہے کہ تمہارا اہل نہیں ورنہ سوال تو اس چیز کا ہوتا ہے جس کا علم نہ ہو.

۲ ایک یہ کہ میں بیمار ہوں. دوسرے یہ کہ یہ کام اس بڑے نے کیا. تیسرے یہ کہ سارہ میری بہن ہے. خیال رہے کہ یہ تینوں کلام سچے ہیں مگر ظاہر کے خلاف اس لیے آپ نے رب کے سامنے پیش ہونے سے انکار فرمایا ہماری مراد دل کی بیماری یعنی کفار سے بیزاری ہے اور کبیرھم کا مقصد یہ ہے کہ اس بڑے بت نے دوسرے بت توڑے ہوں گے یہ کلام بطور استہزاء ہے بت پرستوں کی حماقت ظاہر کرنے کو اور حضرت سارہ کو دینی بہن فرمایا نہ کہ نسبی بہن.

۳ اس قتل سے مراد ہے قبطی کو گھونسہ مار کر ہلاک کر دینا خیال رہے کہ موذی کافر کو مار ڈالنا گناہ نہیں بلکہ عبادت ہے نیز آپ نے قتل کا ارادہ نہیں کیا تھا. نیز اس خطا کی معافی کا اعلان بھی ہو چکا مگر ہیبت الٰہی کے باعث حاضر دربار نہیں ہوتے کہ حکم الٰہی آنے سے پہلے یہ قتل واقع ہو گیا ورنہ بعد میں تو آپ کی دعا سے سارے قبطی ہلاک کر دیئے گئے یہ بات خوب خیال رہے.

ائْتُوْا عِيْسٰى عَبْدَ اللّٰهِ وَرَسُوْلَهٗ وَرُوْحَ اللّٰهِ وَكَلِمَتَهٗ قَالَ فَيَأْتُوْنَ عِيْسٰى فَيَقُوْلُ لَسْتُ هُنَاكُمْ وَلٰكِنِ ائْتُوْا مُحَمَّدًا عَبْدًا غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَا تَاَخَّرَ قَالَ فَيَأْتُوْنِيْ فَاَسْتَاْذِنُ عَلٰى رَبِّيْ فِيْ دَارِهٖ فَيُؤْذَنُ لِيْ عَلَيْهِ

حضرت عیسٰی کے پاس جاؤ اللہ کے بندے اس کے رسول اللہ کی طرف سے روح اس کا کلمہ فرمایا پھر لوگ جناب عیسٰی کے پاس جائیں گے وہ فرمائیں گے میں تمہارے اس مقام کا نہیں ۱؎ لیکن تم حضور محمد مصطفٰے کے پاس جاؤ وہ بندے جن کی طفیل اللہ نے ان کے گنہگاروں کے سارے اگلے پچھلے گناہ بخش دیئے ۲؎ فرمایا تو سب میرے پاس آئیں گے تو میں اپنے رب کے پاس اس کے مقررہ گھر میں حاضری

۱؎ حضرت عیسٰی علیہ السلام اپنی کوئی خطایان نہ فرمائیں گے مگر پھر بھی شفاعت کی ہمت نہ کریں گے یا تو اس لیے کہ آپ کو عیسائیوں نے خدا کا بیٹا کہا تھا چنانچہ آپ سے سوال ہوگا ءانت قلت للناس اتخذ وا لی الٰہ یا اس لیے کہ آپ جانتے ہیں شفاعت کبرٰی صرف حضور انور فرمائیں گے۔

۲؎ یہاں چند باتیں خیال رہیں، ایک یہ کہ یہاں حضور کے طفیل لوگوں کے گناہ معاف کرنا مراد ہے حضور انور نے کبھی گناہ کرنے کا ارادہ بھی نہیں کیا ورنہ مغفرت تو سارے نبیوں کی ہوچکی ہے خصوصیت سے حضور انور کے لیے یہ کیوں فرمایا گیا۔ دوسرے یہ کہ دنیا میں بھی حضرت عیسٰی علیہ السلام نے حضور انور کی تشریف آوری کی بشارت دی مبشرًا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد۔ قیامت میں بھی حضور کا پتہ آپ ہی دیں گے۔ حضرت مسیح صبح کا وہ تارا ہیں جو سورج کی خبر دیتا ہے۔ تیسرے یہ کہ ان تلاش کرنے والوں میں سارے محدثین و فقہاء ہوں گے جنہوں نے یہ حدیث روایت کی ہم کو سمجھائی۔ مگر کسی کو یاد نہ آئے گا کہ حضور شفیع المذنبین ہیں چلو وہاں چلیں حتی کہ حضرات انبیاء کرام کو بھی یاد نہ رہے گا یہ لوگ اپنے خیال سے آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور حضرات انبیاء کرام کے بھیجنے سے ایک دوسرے کے پاس یہ سب کچھ اس لیے ہے تاکہ حضور کی شان معلوم ہو اگر پہلے ہی لوگ حضور کے پاس پہنچ جاتے اور شفاعت ہوجاتی تو کون کہہ سکتا تھا کہ شفاعت ہر جگہ ہوسکتی تھی ہم اتفاقًا یہاں آگئے اور حضور نے شفاعت کردی یہ عیاں و نفع فرمانے کے لیے اسی طرح پھرایا گیا یہ بات مرقات نے بیان کی اعلیٰ حضرت نے فرمایا۔

خلیل و نجی مسیح و صفی سبھی سے کہیں نہ بنی
یہ بے خبری کہ خلق پھری کہاں سے کہاں تمہارے لیے

چوتھے یہ کہ اس وقت تو مخلوق حضور کو ڈھونڈے گی بعد میں حضور انور اپنے ہر گنہگار کو تلاش فرمائیں گے شعر

میں جن کی جستجو میں ہوں وہ مجھ کو آپ ڈھونڈیں گے
خداوندا میں تیرے حشر کے میدان کے صدقے

فَإِذَا رَأَيْتُهُ وَقَعْتُ سَاجِدًا فَيَدَعُنِي مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ يَدَعَنِي فَيَقُولُ ارْفَعْ مُحَمَّدُ وَقُلْ تُسْمَعْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ وَسَلْ تُعْطَهْ قَالَ فَأَرْفَعُ رَأْسِي فَأُثْنِي عَلَى رَبِّي بِثَنَاءٍ وَتَحْمِيدٍ يُعَلِّمُنِيهِ ثُمَّ أَشْفَعُ فَيَحُدُّ لِي حَدًّا فَأُخْرِجُهُمْ مِنَ النَّارِ وَأُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ ثُمَّ أَعُودُ الثَّانِيَةَ فَأَسْتَأْذِنُ

کی اجازت مانگوں گا[1] مجھے اجازت دی جاوے گی میں جب رب کو دیکھوں گا تو سجدہ میں گر جاؤں گا پھر جتنا اللہ چاہے گا مجھے چھوڑے رکھے گا[2] پھر فرمائے گا اے محمد سر اٹھاؤ کہو تمہاری سنی جاوے گی شفاعت کرو قبول کی جاوے مانگو تم کو دیا جاوے گا[3] فرمایا تو میں اپنا سر اٹھاؤں گا تو اللہ کی وہ حمد و ثنا کروں گا جو وہ مجھے سکھائے گا[4] پھر شفاعت کروں گا میرے لئے ایک حد مقرر کی جاوے گی میں وہاں سے چھوڑوں گا انہیں آگ سے نکالوں گا اور جنت میں داخل کروں گا[5] پھر دوسری بار لوٹوں گا اپنے رب سے اس

[1] داره میں ہ کی ضمیر یا تو رب تعالیٰ کی طرف ہے تو یہ اضافت عزت و شرف کی ہے یا شفاعت کی طرف یعنی میں اس شفاعت کی جگہ تشریف فرما ہوں گا یہ جگہ یا تو مقام محمود ہے یا مقام وسیلہ ہے یا عرش کے نیچے کوئی جگہ یا کوئی اور خاص جگہ جہاں صرف حضور کی رسائی ہے خیال رہے کہ لوگ تلاش کرتے کرتے حضور تک ایک ہزار سال میں پہنچیں گے۔

[2] رب تعالیٰ بے حجاب حضور انور کو اپنا دیدار عطا کرے گا حضور سجدہ کریں گے یہ سجدہ شفاعت کبریٰ کی چابی ہے جس سے دروازہ شفاعت کھلے گا اور رب تعالیٰ عدل سے فضل کی طرف توجہ فرمائے گا۔ حضور کا سجدہ میں گرنا ہم گرتے ہوئے گنہگاروں کے سنبھلنے کا ذریعہ ہوگا یہ سجدہ عرض معروض کی اجازت حاصل کرنے کے لیے ہوگا۔ جیسے شاہی دربار میں جب کچھ عرض کرنا ہو تو پہلے سلامی مجرا ادا کیا جاتا ہے حضور کا وہاں سے ہٹ کر یہاں آنا اس لیے ہے کہ وہ جگہ حساب کی تھی اور یہ جگہ اکرام و احترام کی یہ عرض اسی جگہ ہونی چاہیے تھی (مرقات) یہ سجدہ ایک ہفتہ کی برابر رہے گا۔

[3] اس سجدے سے دریائے رحمت جوش میں آجاوے گا حکم ہوگا پہلے سر اٹھاؤ تم ہم کو دیکھو ہم تم کو دیکھیں پھر عرض کرو آج جو تمہاری بات آمنے ہوگی اللھم صلی علی سیدنا محمد وسلم [4] یعنی وہ حمد و ثنا مجھے بطور الہام مجھے وہاں ہی سکھائی جاوے گی ابھی ہم کو معلوم نہیں خیال رہے کہ رب تعالیٰ کے اوصاف دنیا کے واقعات نہیں حضور کا علم دنیا کے واقعات کو محیط ہے نہ کہ صفات الٰہیہ کو لہذا یہ واقعہ علم غیب کے خلاف نہیں [5] یعنی یہ جگہ تو شفاعت کی تھی بخشش کی جگہ دوسری ہوگی چنانچہ ہم یہاں سے چل کر وہاں پہنچیں گے جہاں بخشش کا ظہور ہوگا حد مقرر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ حکم ہوگا اپنی اتنی امت کو جنت میں داخل کرو معلوم ہوا کہ لوگ جنت میں حضور کے پہنچائے پہنچیں گے اپنے آپ نہ جائیں گے۔

عَلٰی رَبِّیْ فِیْ دَارِہٖ فَیُؤْذَنُ لِیْ عَلَیْہِ فَاِذَا رَأَیْتُہٗ وَقَعْتُ سَاجِدًا فَیَدَعُنِیْ مَاشَآءَ اللّٰہُ اَنْ یَّدَعَنِیْ ثُمَّ یَقُوْلُ اِرْفَعْ مُحَمَّدُ وَقُلْ تُسْمَعْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ وَسَلْ تُعْطَہْ قَالَ فَاَرْفَعُ رَاْسِیْ فَاُثْنِیْ عَلٰی رَبِّیْ بِثَنَآءٍ وَتَحْمِیْدٍ یُعَلِّمُنِیْہِ ثُمَّ اَشْفَعُ فَیَحُدُّ لِیْ حَدًّا فَاَخْرُجُ فَاُخْرِجُھُمْ مِنَ النَّارِ وَاُدْخِلُھُمُ الْجَنَّۃَ ثُمَّ اَعُوْدُ الثَّالِثَۃَ فَاَسْتَاْذِنُ عَلٰی رَبِّیْ فِیْ دَارِہٖ فَیُؤْذَنُ لِیْ عَلَیْہِ فَاِذَا رَأَیْتُہٗ وَقَعْتُ سَاجِدًا

کے گھر میں اجازت مانگونگا[1] مجھے وہاں کی اجازت دی جائے گی جب میں رب کو دیکھوں گا تو سجدہ میں گر جاؤں گا جتنا سجدے میں رہنا رب چاہیگا اتنا مجھے سجدے میں چھوڑے گا پھر فرمائیگا۔ محمد سر اٹھاؤ اور کہو تمہاری سنی جائیگی شفاعت کرو قبول کی جاویگی مانگو دیئے جاؤ گے فرمایا تب میں سر اٹھاؤنگا اپنے رب کی ایسی حمد و ثنا کرونگا جو مجھے سکھائے گا پھر شفاعت کروں گا تو میرے لیے ایک حد مقرر کی جاویگی میں روانہ ہونگا۔ انہیں آگ سے نکالوں گا جب جنت میں داخل کرونگا[2] پھر میں تیسری بار لوٹونگا اپنے رب سے اس کی جگہ میں اجازت مانگونگا مجھے اس پہ اجازت دی جائے گی تو جب میں رب کو دیکھونگا تو سجدہ میں

[1] دارہ کی تحقیق ابھی کی جاچکی ہے کہ اس سے مراد ہے شفاعت کی جگہ یا اللہ کا گھر جو شفاعت کے لیے خاص کیا گیا۔ وسیلہ یا اور جگہ۔

[2] خیال رہے اس حدیث میں اختصار ہے حضور کی شفاعتیں چند ہوں گی پہلی شفاعت جس کی تمام دنیا طلبگار ہوگی وہ تو بے حساب کتاب شروع کرانا لوگوں کو میدان محشر سے نجات دلانا یہ اس وقت ہوگی جب کہ کوئی جنت یا دوزخ میں گیا ہوگا کہ ابھی تو حساب ہی نہیں ہوا ہے وہاں جانا کیسا اس مطالبہ اور عرض معروض کا ذکر اول حدیث میں ہوا آخری شفاعت دوزخ میں گرے ہوئے مسلمانوں کو وہاں سے نکالنا اس کا ذکر یہاں ہو رہا ہے یہ شفاعت سب سے آخر میں ہوگی۔ درمیان میں بہت سی شفاعتیں ہوں گی کسی کا ہلکا پلہ بھاری کرانا۔ صراط پر گرتے ہوؤں کو سہارا دے کر گزار دینا بندھے ہوئے گنہگاروں کو کھلوا دینا پکڑے ہوئے گنہگاروں کو چھڑا دینا ہم جیسے روسیاہوں کے منہ کی کالک صاف کرا کر چہرے اجیالے کرا دینا وغیرہ ان شفاعتوں کا یہاں ذکر نہیں فرمایا گیا۔ ابتداء انتہاء کا ذکر ہے اس کی اور توجیہیں بھی کی گئی ہوں مگر مرقات نے اس کو ترجیح دی غرضکہ حدیث میں اختصار ہے ایسے اختصار قرآن مجید میں بہت ہیں۔

فَيَدَعُنِي مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَّدَعَنِي ثُمَّ يَقُوْلُ اِرْفَعْ مُحَمَّدُ وَقُلْ تُسْمَعْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ وَسَلْ تُعْطَهْ قَالَ فَاَرْفَعُ رَاْسِيْ فَاُثْنِيْ عَلٰى رَبِّيْ بِثَنَاءٍ وَتَحْمِيْدٍ يُعَلِّمُنِيْهِ ثُمَّ اَشْفَعُ فَيَحُدُّ لِيْ حَدًّا فَاَخْرُجُ فَاُخْرِجُهُمْ مِنَ النَّارِ وَاُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ حَتّٰى مَا يَبْقٰى فِي النَّارِ اِلَّا مَنْ قَدْ حَبَسَهُ الْقُرْاٰنُ اَيْ وَجَبَ عَلَيْهِ الْخُلُوْدُ ثُمَّ

گر جاؤں گا جب اللہ مجھے چھوڑے رکھنا چاہے گا چھوڑے رکھے گا [1] پھر فرمائے گا محمد سر اٹھاؤ کہو تمہاری سنی جاوے گی شفاعت کرو قبول کی جاوے گی مانگو تمہیں دیا جاوے گا فرمایا تو میں اپنا سر اٹھاؤں گا تو اپنے رب کی وہ حمد و ثنا کروں گا جو وہ مجھے سکھائے گا پھر شفاعت کروں گا [2] تو میرے لئے ایک حد مقرر کی جاوے گی پھر میں وہاں سے روانہ ہونگا انہیں آگ سے نکالوں گا جنت میں داخل کروں گا حتی کہ آگ میں صرف وہ ہی رہ جاوینگے جنہیں قرآن نے روکا یعنی جن پر ہمیشگی ضروری ہو گئی [3] پھر آپ نے یہ

[1] ہم پہلے بحوالہ مرقات عرض کر چکے کہ حضور انور کے یہ سجدے ایک ایک ہفتہ کی بقدر ہوں گے یعنی اگر دن رات ہوتے تو فی سجدہ ایک ہفتہ گزرتا نہ معلوم اتنے دراز سجدوں میں حضور کیا اور کیسی کیسی حمد کریں گے اور رب تعالٰے حضور کے کیسے کیسے درجے بلند فرمائے گا یہ تو یاد دینے والا رب جانے یا لینے والے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم۔

[2] معلوم ہوا کہ اس آخری شفاعت کے تین حصے ہوں گے ہر حصہ میں تمام گنہگار دوزخ سے نکالے جائیں گے خیال رہے کہ فاستاذن علی ربی میں اس مقام شفاعت میں داخلہ کی اجازت مراد ہے اور یہاں سجدہ کے بعد جو اجازت ہے وہ شفاعت کی اجازت ہے لہذا فرمان عالی میں تکرار نہیں یہ بھی خیال رہے کہ حضور انور کا ان دوزخیوں کو نکالنا بلاواسطہ بھی ہوگا اور بالواسطہ بھی یعنی بعض کو خود حضور انور نکالیں گے بعض کو حضور انور کے غلام یعنی مومنین لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ جنتی مومن دوزخ میں جاکر وہاں دوزخی مومنین کو نکالیں گے اولًا انہیں جن کے دل میں درہم برابر ایمان ہے پھر انہیں جن میں نصف درہم برابر ایمان ہے حتی کہ آخر میں انہیں جن میں رائی برابر ایمان ہے۔

[3] یعنی جن کے متعلق قرآن کریم نے فرمایا کہ خالدین فیہا ابدا۔اس حدیث کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ دوزخ میں پھنسے ہوئے گنہگار مومنین کو صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم یا حضور کی امت کے اولیاء وعلماء نکالیں گے یہ مومنین خواہ امت محمدیہ کے ہوں یا دوسری امتوں کے سب کی رہائی حضور کی شفاعت سے ہوگی دوسرے نبیوں کا گنہگاروں کو دوزخ سے نکالنا کسی حدیث سے ثابت نہیں ہوتا۔یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس امت کے گنہگاروں کو تو حضور انور اور آپ کے خدام نکالیں گے دوسری امتوں کے دوزخی گنہگاروں کو وہ حضرات نکالیں واللہ ورسولہ اعلم۔

تَلَا هٰذِهِ الْاٰيَةَ عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا قَالَ وَ
هٰذَا الْمَقَامُ الْمَحْمُوْدُ الَّذِىْ وَعَدَهٗ نَبِيَّكُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ
وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ مَاجَ النَّاسُ بَعْضُهُمْ فِىْ بَعْضٍ فَيَاْتُوْنَ
اٰدَمَ فَيَقُوْلُوْنَ اشْفَعْ اِلٰى رَبِّكَ فَيَقُوْلُ لَسْتُ لَهَا وَلٰكِنْ
عَلَيْكُمْ بِاِبْرَاهِيْمَ فَاِنَّهٗ خَلِيْلُ الرَّحْمٰنِ فَيَاْتُوْنَ اِبْرَاهِيْمَ

آیت تلاوت کی قریب ہے کہ آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر اٹھائے فرمایا یہ مقام محمود وہ ہے جس کا تمہارے نبی سے وعدہ فرمایا ہے۱ (مسلم بخاری) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو لوگ بعض بعض میں مخلوط ہو جائیں گے۲ پھر حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے عرض کریں گے اپنے رب کی بارگاہ شفاعت کیجئے وہ فرمائیں گے اس کے لیے نہیں لیکن تم حضرت ابراہیم کا دامن پکڑو کہ وہ اللہ کے خلیل ہیں۳ تو وہ حضرت ابراہیم کے پاس جائیں گے

۱ ظاہر یہ ہے کہ یہ فرمان عالی خود حضور انور کا اپنا ہے نبیکم فرمانا ایسا ہی ہے جیسے رب تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے قال اللہ ھذا یوم ینفع الصادقین صدقھم یعنی کبھی متکلم اپنا نام یا اپنے القاب سے اپنا ذکر کرتا ہے اور ممکن ہے کہ یہ کلام کسی راوی کا ہو تب نبیکم فرمانا بالکل ظاہر ہے۔

۲ ماج بنا ہے موج سے بمعنی مخلوط ہونا بے قرار ہونا یعنی اولاً تو لوگ محشر میں اکیلے اکیلے حیران کھڑے ہوں گے بہت دراز عرصہ گزرنے پر بعض بعض سے ملیں گے اور مشورہ کریں گے اس ناس میں از آدم علیہ السلام تا روز قیامت سارے انسان داخل ہیں کافر ہوں یا مومن سوا حضرات انبیاء کرام کے تلاش شفیع کے لیے سب ہی نکلیں گے حضرات انبیاء کرام نہ نکلیں گے اور ممکن ہے کہ ان لوگوں میں وہ لوگ شامل نہ ہوں جو عرش الٰہی کے سایہ میں ہوں گے کیونکہ انہیں کوئی تکلیف نہ ہوگی جس کو دفع کرانے کے لیے شفیع کو تلاش کریں مگر پہلا احتمال قوی ہے کہ یہ سارے لوگ ہی تلاش شفیع میں پھریں گے جو محشر میں گرفتار بلا ہیں وہ تو رہائی کے لیے شفیع ڈھونڈیں گے دوسرے لوگ رسائی کے لیے کہ حساب شروع ہو رب کا دیدار ہو اللہ ہم کو بھی نصیب ہو۔

۳ یہاں ایک واسطہ کا ذکر نہیں فرمایا یعنی نوح علیہ السلام کا حضرت آدم علیہ السلام بھیجیں گے نوح علیہ السلام کے پاس وہ بھیجیں گے ابراہیم علیہ السلام کے پاس مگر چونکہ حضرت آدم کے بھیجنے سے نوح علیہ السلام کے پاس گئے ہوں گے اس لیے نوح علیہ السلام کا بھیجنا بالواسطہ آدم علیہ السلام کا بھیجنا ہے لہٰذا یہ حدیث گذشتہ کے خلاف نہیں وہاں تفصیل تھی اور یہاں اجمال ہے۔

فَيَقُوْلُ لَسْتُ لَهَا وَلٰكِنْ عَلَيْكُمْ بِمُوْسٰى فَاِنَّهٗ كَلِيْمُ اللهِ فَيَاْتُوْنَ مُوْسٰى فَيَقُوْلُ لَسْتُ لَهَا وَلٰكِنْ عَلَيْكُمْ بِعِيْسٰى فَاِنَّهٗ رُوْحُ اللهِ وَكَلِمَتُهٗ فَيَاْتُوْنَ عِيْسٰى فَيَقُوْلُ لَسْتُ لَهَا وَلٰكِنْ عَلَيْكُمْ بِمُحَمَّدٍ فَيَاْتُوْنِيْ فَاَقُوْلُ اَنَا لَهَا فَاَسْتَاْذِنُ عَلٰى رَبِّيْ فَيُؤْذَنُ لِيْ وَيُلْهِمُنِيْ مَحَامِدَ اَحْمَدُهٗ بِهَا لَا يَحْضُرُنِي الْاٰنَ فَاَحْمَدُهٗ بِتِلْكَ الْمَحَامِدِ وَاَخِرُّ لَهٗ سَاجِدًا فَيُقَالُ يَا مُحَمَّدُ

وہ بھی کہیں گے میں اس کے لئے نہیں لیکن تم جناب موسیٰ کو پکڑو کہ وہ اللہ کے کلیم ہیں[۱] تو وہ حضرت موسیٰ کے پاس جائیں گے وہ بھی کہیں گے اس کے لیے میں نہیں لیکن تم حضرت عیسیٰ کو پکڑو کہ وہ روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں تو لوگ حضرت عیسیٰ کے پاس جائیں گے وہ کہیں گے اس کیلئے میں نہیں ہوں لیکن تم حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو[۲] تو وہ میرے پاس آئیں گے میں فرماؤں گا ہاں میں اس کیلئے ہوں پھر میں اپنے رب سے اجازت مانگوں گا[۳] مجھے اجازت ملے گی اور ایسی حمدیں مجھے الہام کرے گا جو ابھی میرے علم میں حاضر نہیں ہیں[۴] میں ان حمدوں سے حمد کرونگا اور رب کے لئے سجدہ میں گر جاؤں گا پھر کہا جائیگا اے محمد

۱ یہاں بھی کچھ اجمال ہے پہلے لوگ ان سے شفاعت کے لیے کہیں گے اس کے جواب میں آپ یہ فرمائیں گے لست لہا کا مطلب یہ ہے کہ شفاعت کبریٰ میرا کام نہیں اس درجہ میں میں نہیں ہوں یہ کوئی اور ہی کرے گا ہم شفاعت صغریٰ کریں گے۔

۲ حضور تک پہنچتے پہنچتے لوگوں کو ہزار سال بیت جائیں گے اتنی بڑی بھیڑ میں تلاش کرنا آسان نہیں ہے نہ معلوم یہ حضرات کہاں کہاں ملیں گے

۳ پہلے کہا جا چکا ہے کہ یہ اجازت اس جگہ داخل ہونے کی ہے نہ کہ عرض و معروض کرنے کی عرض و معروض کی اجازت تو سجدہ کرکے حاصل کی جاوے گی۔

۴ یعنی وہ صفات جن سے میں اس سجدے میں اللہ کی حمد کروں گا وہ مجھے ابھی نہیں بتائے گئے اس وقت ہی بتائے جائیں گے۔ خیال رہے کہ ہم بذات خود رب تعالٰے کی حمد نہیں کرسکتے جب تک کہ ہم کو حضور نہ سکھائیں ہماری حمد حضور کے سکھانے سے ہے اور حضور کی حمد رب تعالٰے کے سکھانے سے اور رب کی جیسی حمد حضور انور نے کی ہے اور کریں گے مخلوق میں سے کسی نے ایسی حمد نہ کی اسی لیے آپ کا نام احمد ہے اس سجدہ میں حضور انور رب کی بے مثال حمد کریں گے اور مقام محمود پر رب تعالٰی حضور انور کی ایسی حمد کرے گا جو کوئی نہ کرسکا ہوگا اس لیے حضور انور کا نام محمد ہے صلی اللہ علیہ وسلم خیال رہے کہ حضور انور کا علم واقعات کو گھیرے ہوئے ہے کہ ہر واقعہ حضور کے علم میں ہے مگر اللہ تعالٰے کے اوصاف کوئی نہیں گھیر سکا کہ اس کے اوصاف غیر محدود ہیں۔ لہٰذا یہ واقعہ حضور کے علم غیب کلی کے خلاف نہیں۔

ارفع راسك وقل تسمع وسل تعطه واشفع تشفع فاقول يا رب امتي امتي فيقال انطلق فاخرج من كان في قلبه مثقال شعيرة من ايمان فانطلق فافعل ثم اعود فاحمده بتلك المحامد ثم اخر له ساجدا فيقال يا محمد ارفع راسك وقل تسمع وسل تعطه واشفع تشفع فاقول يا رب امتي امتي فيقال انطلق فاخرج من كان في قلبه مثقال ذرة او خردلة من ايمان فانطلق فافعل ثم اعود فاحمده بتلك المحامد

اپنا سر اٹھاؤ فرمایا تمہاری سنی جاوے گی مانگو دیئے جاؤ گے شفاعت کرو قبول کی جاوے گی میں عرض کرونگا یا رب میری میری امت[1] تو فرمایا جاوے گا جاؤ اس کو نکالو جس کے دل میں جو برابر ایمان ہو تو میں چلوں گا اور یہ عمل کرونگا پھر واپس لوٹونگا انہی حمدوں سے رب کی حمد کرونگا پھر اس کیلئے سجدہ میں گرونگا تو کہا جاوے گا اے محمد اپنا سر اٹھاؤ کہو سنی جاوے گی مانگو تمہیں وہ دیا جاوے گا شفاعت کرو قبول کی جاوے گی تو میں عرض کروں گا یا رب میری امت میری امت تو کہا جاوے گا چلو اسے نکال لو جس کے دل میں ذرہ یا رائی کے دانہ برابر ایمان ہو[2] چنانچہ میں چلوں گا یہ عمل کروں گا پھر لوٹ کر آؤں گا تو رب کی انہیں حمدوں سے ثنا کروں گا۔

[1] یعنی میری امت کو بخش دے میری امت کو بخش دے اللہ تعالٰے نے ہر نبی رسول کو ایک ایک خصوصی دعا عطا فرمائی تھی جس کی قبولیت کا پورا وعدہ فرمایا تھا سارے نبیوں نے اپنی وہ دعائیں دنیا ہی میں مانگ لیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وہ دعا خاص محفوظ رکھی ہے جس دعا سے امت کی شفاعت فرمائیں گے یہ وہ ہی دعا ہے جس سے آپ شفاعت فرما رہے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔

[2] خیال رہے کہ ایمان و اسلام میں مقدار کی زیادتی کمی ناممکن ہے کیونکہ یہ ایک بسیط چیز ہے جس کے اجزا نہیں ہاں کیفیات میں یا نتائج میں زیادتی کمی ہو سکتی ہے جیسے علم الیقین سے عین الیقین اور عین الیقین سے حق الیقین اعلیٰ ہے کیفیت میں نیز بعض مومنین کو اعمال کی توفیق ملتی ہے بعض کو عرفان الٰہی یہ نتیجہ میں فرق ہے جو وغیرہ کا ذکر اسی فرق کی بنا پر ہے لہٰذا احادیث واضح ہے۔

[3] ذرہ سے مراد یا چھوٹی چیونٹی ہے یا ریت کا ذرہ یا ہباء منثور یعنی جو اندھیری کوٹھڑی میں کسی روزن سے دھوپ آنے سے اس میں باریک باریک روئیں اڑتے نظر آتے ہیں بہرحال مقصود ہے ایمان کا ادنٰے درجہ ہے جس کے ساتھ اور کوئی نیکی نہ ہو۔

ثُمَّ اَخِرُّ لَهٗ سَاجِدًا فَيُقَالُ يَا مُحَمَّدُ اِرْفَعْ رَاْسَكَ وَقُلْ تُسْمَعْ وَسَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَاَقُوْلُ يَا رَبِّ اُمَّتِيْ اُمَّتِيْ فَيُقَالُ اِنْطَلِقْ فَاَخْرِجْ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ اَدْنٰى اَدْنٰى مِثْقَالَ حَبَّةٍ خَرْدَلَةٍ مِّنْ اِيْمَانٍ فَاَخْرِجْهُ مِنَ النَّارِ فَاَنْطَلِقُ فَاَفْعَلُ ثُمَّ

پھر اس کے لئے سجدہ میں گر جاؤں گا تو کہا جاوے گا اے محمد اپنا سر اٹھاؤ کہو سنی جاوے گی مانگو تمہیں دیا جاوے گا شفاعت کرو قبول کی جاوے گی تو میں کہوں گا یارب میری امت میری امت فرمایا جاوے گا کہ جاؤ اسے نکال لو جس کے دل میں رائی کے دانہ سے کمتر ایمان ہو چنانچہ میں جاؤں گا اسے آگ سے نکال لاؤں گا چنانچہ ہم جائیں گے اور یہ کام کریں گے[1] پھر میں

[1] محمد الٰہی وہ ہی ہوگی شفاعت کے الفاظ بھی وہ ہی ہوں گے مگر ان سے فائدہ اٹھانے والے جدا گانہ پہلی بار اور لوگ نکالے گئے اس بار دوسرے لوگ ہر بار میں مختلف گنہگار بخشے جائیں گے جیسا کہ حدیث سے ظاہر ہے۔

[2] اس پوری حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گنہگاروں کو نکالنے کے لیے دوزخ میں تشریف لے جائیں گے جس سے پتہ لگا کہ حضور ہم گنہگاروں کی خاطر ادنیٰ جگہ پر تشریف لے جائیں گے اگر آج میلاد شریف یا مجلس ذکر میں حضور تشریف لاویں تو ان کے کرم سے بعید نہیں اس سے ان کی شان نہیں گھٹتی ہمارے اور ہمارے گھروں کی شان بڑھ جاتی ہے۔ ؎

ز شان و شوکت سلطان نگشت چیزے کم ز التفات بمہمان سرائے دہقانے
کلاہ گوشہ دہقان بہ آفتاب رسید کہ سایہ بر سرش افگند چوں تو سلطانے

ہم نے عرض کیا ہے شعر

جو کرم سے اپنے شاہ امم رکھیں مجھ غریب کے گھر قدم مرے شاہ کی نہ ہو شان کم کہ گدا یہ ان کا پیار ہے
دے مجھ غریب کا گھر وہ بنے رشک خلد بریں شہا کرے ناز اپنے نصیب پر ملے شاہ وہ جو گنوار ہے

دوسرے یہ کہ دوزخ کی آگ حضور میں اثر نہیں کر سکتی حضور نور ہیں آگ سے تکلیف حضور کو نہیں پہنچ سکتی ہمارا نور نظر آگ سے نہیں جلتا بلکہ حضور کے خاص خدام بھی شفاعت کرنے دوزخ سے نکالنے کے لیے دوزخ میں کود جائیں گے انہیں بھی آگ نقصان نہیں دے گی تیسرے یہ کہ رب تعالیٰ سب بخشنے والا رحمت فرمانے والا مگر اپنی ساری نعمتیں حضور کی معرفت دیتا ہے دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے ان لوگوں کو دوزخ سے رہائی دی دنیا میں بھی ہم کو قرآن۔ ایمان۔ اسلام۔ عرفان جو کچھ دیا سب رب نے دیا مگر حضور انور کے ذریعہ یا بغیر ان کے واسطے کے کسی کو کچھ نہیں دیتا۔ شعر

أَعُودُ الرَّابِعَةَ فَأَحْمَدُهُ بِتِلْكَ الْمَحَامِدِ ثُمَّ أَخِرُّ لَهُ سَاجِدًا فَيُقَالُ يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَأْسَكَ وَقُلْ تُسْمَعْ وَسَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَأَقُولُ يَا رَبِّ ائْذَنْ لِي فِيمَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ قَالَ لَيْسَ ذٰلِكَ

چوتھی بار لوٹوں گا اور رب تعالیٰ کی حمد و ثنا انہیں محامد سے کروں گا۔ پھر میں اس کے حضور سجدہ کناں ہوں گا تو کہا جاوے گا۔ اے محمد سر اٹھاؤ کہو سنی جاوے گی مانگو دیئے جاؤ گے شفاعت کرو قبول کی جاوے گی۱؎ تو میں عرض کروں گا یا رب مجھے اس کے متعلق اجازت دے جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا ہو۲؎ رب فرمادے گا یہ

ہے ان کے واسطے کے تمہیں کچھ عطا کرے حاشا غلط غلط یہ ہوس ہے بے بصری کی ہے

حضور کی شفاعت پہلے ہوئی گنہگار کی رہائی بعد میں بلکہ رہائی شفاعت کے وجہ سے ہوتی۔ چوتھے یہ کہ شرعی ایمان والوں کی حضور صرف شفاعت ہی نہیں کریں گے بلکہ شفاعت بھی کریں گے اور دستگیری بھی سجدہ کر کے عرض معروض کرنا شفاعت ہے دوزخ میں جا کر انہیں نکالنا دستگیری ہے۔ حضور دستگیر دو جہاں ہیں جو انہیں دستگیر مددگار نہ مانے وہ اس فرمان عالی کا منکر ہے۔ پانچویں یہ کہ ایمان شرعی والوں کی حضور شفاعت و دستگیری دونوں کریں گے جن کا ایمان شرعی نہ تھا ان کی شفاعت تو فرمائیں گے دستگیری نہیں جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔

۱؎ خیال رہے کہ یہ چوتھی شفاعت ان لوگوں کے لیے ہے جو دنیا میں شرعی مومن نہ تھے عنداللہ مومن تھے ورنہ شرعی مومن تو اولًا ہی پہلے تین شفاعتوں سے دوزخ سے رہا کر دیئے گئے ہیں اب یہ وہ ہی لوگ ہیں جو شرعاً مومن تھے ہی نہیں عنداللہ مومن تھے۔

۲؎ اس کے متعلق بڑی گفتگو ہے کہ یہ لا الہ الا اللہ کہنے والے کون لوگ ہیں بعض شارحین نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو عمر بھر کافر رہے مرتے وقت مومن ہو کر مرے عمل کوئی نہ کیا بعض نے فرمایا کہ یہ گذشتہ امتوں کے کلمہ گو گنہگار لوگ ہیں نہ کہ حضور کی امت کے یہ مرقات نے فرمایا مگر یہ دونوں توجیہیں کچھ ضعیف سی ہیں کیونکہ یہ دونوں تو مومن ہیں بلکہ پہلا شخص بے گناہ مومن ہے کہ اسے گناہ کا وقت نہیں ملا فقیر کے نزدیک یہ وہ لوگ ہیں جن کے دل میں ایمان تھا مگر زبان سے اس کا اقرار نہیں کیا یہ لوگ اللہ کے نزدیک مومن ہیں شریعت میں کافر۔ جیسے ابو طالب وغیرہ انہیں شریعت میں ساتر کہتے ہیں اور جس کے زبان پر ایمان ہو دل میں کفر اسے منافق کہتے ہیں اور جو دل و زبان دونوں کا مومن ہو اسے مخلص مومن اور جو دل و زبان دونوں کا کافر ہو اسے مجاہر کہا جاتا ہے فیمن قال میں قول سے مراد دلی قول ہے یعنی ماننا اور لا الہ الا اللہ سے مراد سارے اسلامی عقیدے ہیں لہذا حدیث بالکل واضح ہے اس میں منافقین یا دوسرے توحیدی عقیدہ رکھنے والے کفار داخل نہیں صرف ساترین مراد ہیں لہذا موجودہ مرزائی چکڑالوی وغیرہ اس سے خارج ہیں۔

لَكَ وَلٰكِنْ وَعِزَّتِيْ وَجَلَالِيْ وَكِبْرِيَائِيْ وَعَظَمَتِيْ لَاُخْرِجَنَّ مِنْهَا مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ خَالِصًا مِنْ قَلْبِهٖ اَوْ مِنْ نَفْسِهٖ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ، وَعَنْهُ قَالَ اُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

تمہارا نہیں لیکن میری عزت و جلالت اور کبریائی کی اور میری عظمت کی قسم میں وہاں سے اسے دونکالا جس نے کہا لا الہ الا اللہ[1] (مسلم بخاری) روایت ہے جناب ابوہریرہ سے وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا لوگوں میں زیادہ کامیاب میری شفاعت سے قیامت کے دن[2] وہ ہوگا جس نے اپنے خالص دل یا خالص نفس سے کہا لا الہ الا اللہ[3] (بخاری) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ

[1] یعنی ان ساتریں کے متعلق تمہاری یہ چوتھی شفاعت قبول ہے مگر انہیں نکالنے کے لیے آپ کو تکلیف نہیں دی جائیگی کیونکہ وہ حضرات آپ کی امت میں داخل نہیں ہوئے اور دنیا میں ان پر شریعت کے احکام جاری نہیں ہوئے حتی کہ ان کا اسلامی کفن دفن نہیں کیا گیا آج بھی مخلص مومن اور ان ساترین تمہاری شفاعت سے تو نکلیں گے مگر تمہارے ہاتھوں سے نہیں کیونکہ دنیا میں ان کے ہاتھ میں تمہارا ہاتھ نہ تھا ہماری اس شرح سے پتہ لگا کہ یہ لوگ بھی حضور کی شفاعت سے ہی نکلے شفاعت سے کوئی بے نیاز نہیں اس لیے انہیں اس سجدہ سے اور شفاعت سے پہلے دوزخ سے نہیں نکالا گیا۔

[2] یعنی میری شفاعت سے ہر انسان کو حصہ ملے گا کافر ہو یا مومن مخلص ہو یا منافق مگر پورا بہرہ ور میری شفاعت سے مومن ہی ہوں گے کہ وہ اس کی برکت سے دوزخ سے نجات پا جائیں گے عام کفار شفاعت کی وجہ سے محشر کی تکلیف سے نجات پائیں گے اور بعض کفار کے عذاب ہلکے ہوجائیں گے اس لیے یہاں اسعد فرمایا گیا (مرقات) اس کی اور بہت شرحیں کی گئی ہیں۔

[3] لا الہ الا اللہ کہنے سے مراد ہے سارے عقائد اسلامیہ کا اقرار کرنا جیسے کہا جاتا ہے نماز میں الحمد پڑھنا واجب ہے یعنی پوری سورۂ فاتحہ پڑھنا۔ خالصا فرما کر منافقین کو علیحدہ فرمادیا کہ وہ صرف زبان سے اسلام مانتے ہیں دل میں کافر ہوتے ہیں اخلاص کے ساتھ قلب کا ذکر صرف تاکید کے لیے ہے ورنہ اخلاص تو دل سے ہی ہوتا ہے جیسے رب فرماتا ہے اٰثِمٌ قَلْبُهٗ (مرقات)

وَسَلَّمَ بِلَحْمٍ فَرُفِعَ إِلَيْهِ الذِّرَاعُ وَكَانَتْ تُعْجِبُهُ فَنَهَسَ مِنْهَا نَهْسَةً ثُمَّ قَالَ أَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَتَدْنُو الشَّمْسُ فَيَبْلُغُ النَّاسَ مِنَ الْغَمِّ وَالْكَرْبِ مَا لَا يُطِيْقُوْنَ فَيَقُوْلُ النَّاسُ أَلَا تَنْظُرُوْنَ مَنْ يَشْفَعُ لَكُمْ إِلٰى رَبِّكُمْ فَيَأْتُوْنَ اٰدَمَ وَذَكَرَ حَدِيْثَ الشَّفَاعَةِ وَقَالَ فَأَنْطَلِقُ فَاٰتِيْ

وسلم کے پاس گوشت لایا گیا تو آپ کی خدمت میں دستی پیش کی گئی حضور کو دستی پسند تھی[1] تو آپ نے اس میں سے نوچ کر کھایا[2] پھر فرمایا میں قیامت کے دن لوگوں کا سردار ہوں گا[3] جس دن لوگ رب العالمین کے حضور کھڑے ہوں گے[4] اور سورج قریب ہوگا لوگوں کو اس قدر غم و تکلیف پہونچے گی جس کی وہ طاقت نہ رکھیں گے[5] پھر لوگ کہیں گے تم کسی ایسے شخص کو کیوں نہیں دیکھتے جو تمہارے رب کی بارگاہ میں تمہاری شفاعت کرے[6] چنانچہ وہ آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور شفاعت کی حدیث ذکر فرمائی اور فرمایا کہ پھر میں چلوں گا۔ تو

[1] دستی کا گوشت بے ریشہ ہوتا ہے اور نرم بھی مزے دار بھی جلد گل جاتا ہے سارے جانوروں میں یہ ہی گوشت بہت اچھا ہوتا ہے۔

[2] نہس خالی سین سے اگلے دانتوں سے نوچنا اور نہش نقطہ والے شین سے ڈاڑھوں سے گوشت نوچنا یعنے ہڈی سے بوٹی چھوڑانا دونوں لفظ روایات میں وارد ہیں۔

[3] اس ناس میں سارے انسان داخل ہیں حضرات انبیاء کرام اور ان کی ساری امتیں اگرچہ حضور ہمیشہ سے ہی ساری مخلوق کے سردار ہیں مگر اس سرداری کا ظہور قیامت کے دن ہوگا کہ سارے لوگ آپ سے شفاعت کی درخواست کریں گے اور سب حضور کا منہ تکیں گے کوئی آپ کی سرداری کے انکار کرنے کی ہمت نہ کرسکے گا کفار بھی اس کا اقرار کریں گے اور نادم ہوں گے اس لیے یوم القیامت کا ذکر فرمایا۔

[4] یہ یوم القیامۃ کا بیان ہے چونکہ یہ حاضری بارگاہ قیامت کا مقصود ہے اس لیے اس کا ذکر پہلے فرمایا ورنہ قیامت میں اور بھی کام ہوں گے جیسے کہ آگے سے معلوم ہورہا ہے

[5] گرمی کی شدت کا یہ حال ہوگا کہ انسان کا پسینہ ستر گز زمین میں جذب ہوکر اس کے منہ کی لگام بن جائے گا یعنے منہ تک پسینہ میں آدمی ڈوبا ہوگا۔

[6] معلوم ہوا کہ قیامت کے کاروبار کی ابتداء توسل یعنی وسیلہ کی تلاش سے ہوگی آج جو حضور کے وسیلہ کے منکر ہیں وہ بھی یہ ہی کام پہلے کریں گے۔ اعلیٰ حضرت نے کیا خوب فرمایا۔ شعر

ہم بھی محشر میں سیر دیکھیں گے
نجدی آج ان سے التجا نہ کرے

تَحْتَ الْعَرْشِ فَاَقَعُ سَاجِدًا لِرَبِّيْ ثُمَّ يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلَيَّ مِنْ
مَحَامِدِهٖ وَحُسْنِ الثَّنَآءِ عَلَيْهِ شَيْئًا لَمْ يَفْتَحْهُ عَلٰى اَحَدٍ
قَبْلِيْ ثُمَّ قَالَ يَا مُحَمَّدُ اِرْفَعْ رَاْسَكَ وَسَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ
تُشَفَّعْ فَاَرْفَعُ رَاْسِيْ فَاَقُوْلُ اُمَّتِيْ يَا رَبِّ اُمَّتِيْ يَا رَبِّ اُمَّتِيْ يَا
رَبِّ فَيُقَالُ يَا مُحَمَّدُ اَدْخِلْ مِنْ اُمَّتِكَ مَنْ لَا حِسَابَ عَلَيْهِمْ
مِنَ الْبَابِ الْاَيْمَنِ مِنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ وَهُمْ شُرَكَآءُ النَّاسِ

عرش کے نیچے پہونچوں گا پھر اپنے رب کے حضور سجدہ میں گر دوں گا ۱ پھر اللہ مجھ پر اپنے وہ حمد و اچھی ثنائیں کھولے گا۔ جو مجھ سے پہلے کسی پر نہ کھولے تھے ۲ پھر فرمائے گا اے محمد اپنا سر اٹھاؤ مانگو دیئے جاؤ گے شفاعت کرو قبول کی جاوے گی ۳ تو میں اپنا سر اٹھاؤں گا عرض کروں گا یا رب میری امت میری امت تو کہا جاوے گا ۴ اے محمد اپنی امت میں سے ان لوگوں کو جن پر حساب نہیں ۵ جنت کے دروازوں میں سے داہنے دروازے سے داخل کرو اور یہ لوگ دروازوں میں

۱ یہاں جہاں مجھے لوگ پائیں گے اور ساری مخلوق مجھے گھیرے گی وہاں سے روانہ ہو کر اپنے مقام شفاعت میں پہنچوں گا۔ جو میرے لیے خاص تیار کیا گیا ہے غالب یہ ہے کہ حضور انور ان سب کو لے کر وہاں پہنچیں گے واللہ ورسولہ اعلم وہ نظارہ عجیب ہو گا۔

۲ یعنی اس دن میں ایسی حمدا پنے رب کی میں کروں گا ایسی حمد مخلوق الٰہی میں کسی نے نہیں کی ہو گی یہ حمد مجھے میرا رب بطور الہام سکھائے گا۔

۳ اسے کہتے ہیں عرض سے پہلے قبولیت ابھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بدعا کے لیے لب نہیں ہلائے کہ قبولیت کا رب نے فرمالیا۔

۴ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں یہاں عبارت میں اجمال ہے ابتداء ہوئی شفاعت عامہ کے ذکر سے اور انتہا ہوئی شفاعت خاصہ کے ذکر پر یہ شفاعت اپنی امت کو جنت میں پہنچانے کی ہے عام لوگوں کے لیے شفاعت محشر سے نجات دلانے کی ہوگی۔

۵ اس سے معلوم ہوا کہ قیامت میں سب کا حساب نہ ہوگا بعض بے حساب جنت میں بھیجے جائیں گے جو دنیا میں اپنا حساب خود لیتا رہے گا اس کا حساب یا تو ہوگا نہیں یا ہوگا تو ہلکا ہوگا۔

فِيْمَا سِوَى ذٰلِكَ مِنَ الْاَبْوَابِ ثُمَّ قَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ اِنَّ مَا بَيْنَ الْمِصْرَاعَيْنِ مِنْ مَصَارِيْعِ الْجَنَّةِ كَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَهَجَرٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَعَنْ حُذَيْفَةَ فِيْ حَدِيْثِ الشَّفَاعَةِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَتُرْسَلُ الْاَمَانَةُ وَالرَّحِمُ فَتَقُوْمَانِ جَنَبَتَيِ الصِّرَاطِ يَمِيْنًا وَّشِمَالًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ

برابر کے حقدار ہیں۱ پھر فرمایا اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے جنت کے دروازوں میں سے ایک کی دو چوکھٹوں کے درمیان۲ اتنا فاصلہ ہے جتنا مکہ معظمہ اور ہجر کے درمیان ہے۳ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت حذیفہ سے شفاعت کی حدیث کے بارے میں۴ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا کہ امانت اور رحمی رشتے بھیجے جائیں گے۵ وہ پلصراط کے دونوں طرف داہنے بائیں کھڑے ہوں گے۶ (مسلم)

۱ یعنی ان بے حساب جنتیوں کے لیے ایک دروازہ خاص ہے جس سے دوسرے جنتی داخل نہیں ہو سکتے مگر یہ حضرات ان دروازوں سے جا سکتے ہیں جیسے ریل کا فسٹ کلاس کا مسافر ہر درجہ میں سفر کر سکتا ہے مگر تھرڈ والے فسٹ میں سفر نہیں کر سکتے۔

۲ ایک دروازے کے جتنے پٹ ہوں تو ہر حصہ مصراع کہلاتا ہے اس سے مقصود ہے دروازۂ جنت کی چوڑائی بیان کرنا۔

۳ ہجر مدینہ منورہ کے علاقہ میں ایک گاؤں کا نام بھی ہے اور بحرین کے ایک شہر کا نام بھی یہاں یہ ہی شہر مراد ہے جو بحرین میں ہے۔ اس تشبیہ سے مقصود ہے اس دروازے کی فراخی بیان فرمانا حد بندی فرمانا مقصود نہیں (اشعہ، مرقات)

۴ حضرت حذیفہ نے پوری حدیث شفاعت بیان کی اس طرح جو ابھی ذکر کی گئی مگر اس حدیث میں یہ زیادتی اور ہے۔

۵ امانت داری مومن کی ایک پاکیزہ صفت ہے اس کی بہت قسمیں ہیں بات کی مال کی عزت و آبرو کی۔ امانت داری کا مقابل ہے۔ خیانت جو انسان کا بڑا عیب ہے رحم سے مراد ہے آپس کی نسبی قرابت داریاں یہ بہت قسم کی ہیں یہ دونوں شکل والی چیزیں ہوں گی وہاں اوصاف اعراض کی شکلیں ہوں گی وہ کلام کریں گی۔

۶ یہ ان دونوں وصفوں کی انتہائی تعظیم ہوگی کہ ان دونوں کو پل صراط کے آس پاس کھڑا کیا جاوے گا شفاعت اور شکایت کے لیے کہ ان کی شفاعت پر نجات ان کی شکایت پر پکڑ ہوگی۔ اس فرمان عالی سے معلوم ہوا کہ انسان امانت داری اور رشتہ داروں کے حقوق کی ادائیگی ضرور اختیار کرے کہ ان دونوں میں کوتاہی کرنے پر سخت پکڑ ہے ان کی شفاعت پر دوزخ سے نجات ہے ان کی شکایت پر وبال گرتا ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَلَا قَوْلَ اللّٰهِ تَعَالٰی فِی اِبْرَاهِیْمَ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ کَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّهٗ مِنِّیْ وَقَالَ عِیْسٰی اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ فَرَفَعَ یَدَیْهِ فَقَالَ اللّٰهُمَّ اُمَّتِیْ وَبَكٰی فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی یَا جِبْرَئِیْلُ اِذْهَبْ اِلٰی مُحَمَّدٍ وَرَبُّكَ

روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن عاص سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رب تعالٰی کا یہ کلام تلاوت کیا جو حضرت ابراہیم کے متعلق ہے[1] یا رب ان بتوں نے بہت لوگوں کو گمراہ کیا تو جس نے میری پیروی کی وہ تو میرا ہو گیا[2] اور جناب عیسٰی کہینگے اگر تو انہیں عذاب دے تو وہ تیرے بندے ہیں[3] تو حضور نے اپنے ہاتھ اٹھائے عرض کیا الٰہی میری امت اور روئے[4] تو اللہ تعالٰی نے فرمایا اے جبریل جناب محمد کے پاس جاؤ تمہارا رب

[1] ظاہر یہ ہے کہ حضور انور نے نماز کے باہر یہ آیت کریمہ سورۂ ابراہیم کی تلاوت فرمائی جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔

[2] اس آیت کریمہ میں اللہ تعالٰی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وہ عرض معروض بیان فرما رہا ہے جو آپ قیامت میں بطور شفاعت عرض کریں گے کہ خدایا جن لوگوں نے میری اطاعت کی وہ تو میرے ہو چکے تو انہیں میرے طفیل بخش دے اور جنہوں نے میری نافرمانی کی تو مولٰی تو گنہگاروں کا بخشنے والا ہے غرضکہ شکایت ان کی بھی نہیں کی انہیں بھی بددعا نہ دی یہ ہے شان جمال۔

[3] اس پوری آیت میں حضرت عیسٰی علیہ السلام کی شفاعت کا ذکر ہے وہ بھی جمال الٰہی کے مظہر ہیں آپ کی عرض بھی یہ ہے کہ میرے مولٰی اگر تو ان گنہگاروں کو عذاب دے تو تو ان کا رب ہے وہ تیرے بندے کون تجھے عذاب سے روک سکتا ہے اور تو انہیں معافی دیدے تو تو عزیز ہے حکیم ہے تیرے ہر کام میں حکمت ہے تو سب پر غالب ہے جسے جو چاہے دیدے تجھ سے کوئی پوچھ نہیں سکتا۔

[4] یعنی ان دو محبوب نبیوں کی شفاعت کا ذکر پڑھا تو شفیع المذنبین کا دریائے رحمت جوش میں آگیا اپنی گنہگار امت یاد آگئی اور اس وقت شفاعت فرمائی معلوم ہوا کہ قرآن مجید میں جیسی آیت تلاوت کرے اسی طرح کی دعا مانگے یہ سنت رسول اللہ ہے صلی اللہ علیہ وسلم دعا کے وقت رونا علامت قبولیت ہے پھر حضور انور کا رونا حضور کے آنسو سبحان اللہ حضور کا رونا ہماری ہنسی و خوشی کا ذریعہ ہے بادل روتا ہے تو چمن ہنستا ہے۔ شعر

تا نہ گرید ابر کے خندد چمن
تا نہ گرید طفل کے جوشد لبن

أَعْلَمُ فَسَلْهُ مَا يُبْكِيهِ فَأَتَاهُ جِبْرِيلُ فَسَأَلَهُ فَأَخْبَرَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا قَالَ فَقَالَ اللّٰهُ لِجِبْرِيلَ اِذْهَبْ اِلٰى مُحَمَّدٍ فَقُلْ اِنَّا سَنُرْضِيكَ فِي اُمَّتِكَ وَلَا نَسُوْءُكَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اَبِي سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ اِنَّ نَاسًا قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ هَلْ نَرٰى رَبَّنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

خوب جانتا ہے مگر ان سے پوچھو انہیں کیا چیز رلا رہی ہے تو حضور کے پاس حضرت جبریل آئے حضور سے پوچھا انہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی عرض و معروض کی خبر دی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل سے فرمایا تم جناب محمد کے پاس جاؤ کہو کہ ہم تم کو تمہاری امت کے معاملہ میں راضی کریں گے نہیں غمگین نہ کریں گے (مسلم) روایت ہے حضرت ابو سعید خدری سے کہ کچھ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہم قیامت کے دن اپنے رب کو دیکھیں گے رسول اللہ صلے اللہ

۱؎ سبحان اللہ کس ناز کا سوال ہے خود جانتا ہے مگر پوچھتا ہے تاکہ محبوب صراحۃً زبان پاک سے شفاعت کریں اور امت گنہگار کی مشکلیں حل ہوں دریائے بخشش الٰہی جوش میں آئے۔

۲؎ کہ امت کی نگرانی کا غم میرے رونے کا سبب ہے۔ خیال رہے کہ رونا بہت قسم کا ہے ان تمام قسموں میں افضل حضور کا شفاعت امت کے لیے رونا ہے۔

۳؎ یعنی آپ اپنی امت کے متعلق جو چاہیں گے جو کہیں گے ہم وہ ہی کریں گے احادیث میں ہے کہ اس پر حضور انور نے عرض کیا کہ تیری عزت کی قسم میں اس وقت تک راضی نہ ہوں گا جب تک کہ میرا ایک امتی بھی دوزخ میں ہو خدا کرے ہم امتی رہیں (اشعہ) مرقات نے بھی اسی کے قریب فرمایا یہاں مرقات نے شفاعت ابراہیمی شفاعت عیسوی اور شفاعت محمدی میں بہت ہی شاندار فرق بیان فرمایا کہ ان حضرات نے اجمالی شفاعت کی مگر حضور انور نے اپنی امت کا نام لے کر تفصیل شفاعت فرمائی کہ گنہگار ہو مگر میرا امتی ہو اسے بخش دے۔ شعر

خاک او باش و بادشاہی کن آن او باش ہر چہ خواہی کن

نیز اس شفاعت میں اگر مگر نہیں جزم کے ساتھ دعا ہے کہ اسے ضرور بخش دے اس حدیث سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی شان امت پر بڑا کرم امت محمدیہ کا بڑا خوش نصیب ہونا معلوم ہوا سارے بندے اللہ کی رضا چاہتے ہیں اللہ تعالےٰ حضور کو راضی کرنا چاہتا ہے اس کی تائید یہ آیت کر رہی ہے ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ حضرت ابو بکر صدیق کے لیے بھی فرمایا ولسوف یرضیٰ۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ هَلْ تُضَارُّوْنَ فِيْ رُؤْيَةِ الشَّمْسِ بِالظَّهِيْرَةِ
صَحْوًا لَيْسَ مَعَهَا سَحَابٌ وَهَلْ تُضَارُّوْنَ فِيْ رُؤْيَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ
الْبَدْرِ صَحْوًا لَيْسَ فِيْهَا سَحَابٌ قَالُوْا لَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
قَالَ مَا تُضَارُّوْنَ فِيْ رُؤْيَةِ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِلَّا كَمَا
تُضَارُّوْنَ فِيْ رُؤْيَةِ اَحَدٍ كَانَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ

علیہ وسلم نے فرمایا ہاں[1] کیا تم صاف دوپہری میں جب سورج کے ساتھ بادل نہ ہو سورج کے دیکھنے میں شک کرتے ہو[2] اور کیا تم چودھویں صاف رات میں جبکہ چاند کے ساتھ بادل نہ ہو چاند دیکھنے میں شک کرتے ہو عرض کیا یا رسول اللہ نہیں[3] فرمایا تم قیامت کے دن اللہ کے دیدار میں نہیں شک کرو گے مگر ایسا جیسے ان دونوں میں سے ایک کے دیکھنے میں شک کرتے ہو[4] جب قیامت کا دن ہوگا تو اعلانچی اعلان

۱ خیال رہے کہ قیامت میں حساب کے وقت سارے بندے رب کو دیکھیں گے مومن ہو یا کافر مگر مومن بشان رحمت دیکھیں گے اور کافر بشان غضب جیسا کہ پچھلی حدیث میں گزر چکا۔ پھر اس کے بعد جنتی تو رب تعالیٰ کو دیکھا کریں گے کوئی تو جب چاہیں اور کوئی روزانہ ایک بار کوئی ہفتہ میں ایک بار کوئی مہینہ میں کوئی سال میں ایک بار کوئی اس سے زیادہ عرصہ میں مگر دوزخی لوگ دیدار سے محروم رہیں گے رب تعالٰے فرماتا ہے۔ انھم عن ربھم یومئذ لمحجوبون جنتیوں کے بارے میں فرماتا ہے الی ربھم ناظرۃ۔ غالبًا یہ سوال قیامت کے دن کے دیدار کے متعلق ہے۔ جنتی عورتوں، فرشتوں، مغفور جنات کے متعلق اختلاف ہے بعض کہتے ہیں انہیں بھی دیدار ہوگا۔ بعض کہتے ہیں نہیں ہوگا۔ (مرقات)

۲ تضارون باب مفاعلت کا مضارع معروف ہے ضائر یُضائر۔ مضارۃ کے معنی ہیں اژدحام اور بھیڑ میں پھنس جانا پھر شک کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔ کیونکہ بھیڑ میں کوئی چیز صحیح نہیں دیکھی جاتی صحو کے معنی ہیں صاف جبکہ آسمان پر بادل نہ ہو تو اسے صحو کہتے ہیں۔

۳ سبحان اللہ کیسی پیاری تشبیہ ہے۔ جس میں یقینی دیدار کی مثال دے کر سمجھایا گیا۔ خیال رہے کہ قمر عام ہے اور ہلال۔ بدر۔ محق خاص ہے

۴ مطلب یہ ہے کہ ان دونوں کے دیکھنے میں تو شک ہوتا نہیں تو یقینًا رب تعالٰے کے دیدار میں بھی شک نہیں ہوگا۔

لِتَتَّبِعْ كُلُّ أُمَّةٍ مَا كَانَتْ تَعْبُدُ فَلَا يَبْقٰى أَحَدٌ كَانَ يَعْبُدُ غَيْرَ اللّٰهِ مِنَ الْأَصْنَامِ وَالْأَنْصَابِ إِلَّا يَتَسَاقَطُوْنَ فِي النَّارِ حَتّٰى إِذَا لَمْ يَبْقَ إِلَّا مَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ مِنْ بَرٍّ وَفَاجِرٍ أَتَاهُمْ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ قَالَ فَمَاذَا تَنْتَظِرُوْنَ يَتَّبِعُ كُلُّ أُمَّةٍ مَا كَانَتْ تَعْبُدُ

کرے گا کہ ہر گروہ اس کے پیچھے جائے جس کی وہ پرستش کرتا تھا[۱] تو جو بھی اللہ کے سوا بتوں اور پتھروں کی عبادت کرتے تھے ان میں سے کوئی نہ بچے گا مگر دوزخ میں گر جائیں گے[۲] حتی کہ جب ان نیک و بدوں کے سوا، جو اللہ کی عبادت کرتے تھے کوئی نہ بچے گا تو ان کے پاس رب العالمین آئیگا[۳] فرمائیگا تم کیا انتظار کر رہے ہو ہر امت اپنے معبود کے ساتھ جا رہی ہے[۴]

۱؎ خیال رہے کہ قیامت میں رب کا دیدار دو بار ہوگا پہلی بار تو حساب کے وقت جیسا کہ پہلے گزر چکا دوسری بار حساب سے فارغ ہو کر یہ دوسرا دیدار صرف مسلمانوں کو ہی ہوگا کفار کو نہ ہوگا جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے لہذا یہ حدیث پچھلی احادیث کے خلاف نہیں اس موقعہ پر بت پرستوں کے تمام بت حتی کہ سورج، چاند بھی وہاں موجود ہوں گے۔ خیال رہے کہ حضرت عیسٰی و مریم کو عیسائیوں نے اور حضرت عزیر کو یہود نے نہیں پوجا بلکہ ان کے فوٹوؤں کو اور صلیب کو پوجا تھا وہ لوگ ان تصویروں اور صلیب کے ساتھ دوزخ میں جائیں گے لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ پھر تو چاہیے کہ یہ حضرات بھی دوزخ میں جائیں کہ انہیں یہود یا عیسائیوں نے پوجا تھا۔

۲؎ بتوں میں سورج، چاند بھی داخل ہیں کہ ان کی پرستش بھی ہوتی تھی خیال رہے کہ یہ چیزیں دوزخ میں جائیں گی مگر سزا پانے کے لیے نہیں بلکہ دوزخیوں کو سزا دینے کے لیے حتی کہ سورج کی گرمی آگ کی گرمی سے مل کر ان لوگوں کی تکلیف کو اور بھی زیادہ کر دے لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ ان پتھروں بتوں کو بلا قصور دوزخ میں کیوں ڈالا گیا اسی طرح دوزخ میں مقرر شدہ فرشتے عذاب دیں گے عذاب پائیں گے نہیں۔

۳؎ رب تعالٰی کے آنے سے مراد ہے اس کا حکم آنا یا یہ متشابہات میں سے ہے اس ظاہری آنے جانے سے رب پاک ہے۔

۴؎ یعنی تم لوگ بھی ان سے کسی کے ساتھ کیوں نہیں جاتے رب تعالٰی کا یہ سوال اس کی بے علمی کی بنا پر نہیں بلکہ اس جواب کے لیے ہے جو وہ دے رہے ہیں خیال رہے کہ مشرکین تو اپنے معبودوں کے ساتھ دوزخ میں جائیں گے مومن اپنے نبیوں کے ساتھ اور یہ امت اپنے حضور محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنت میں جاویں گے۔ رہے توحیدی کفار یا دہریے کفار جو بت پرستی نہیں کرتے تھے انہیں فرشتے ہانک کر دوزخ میں ڈالیں گے لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ دہریے اور توحیدیے کفار کس کے ساتھ جائیں۔

قَالُوْا يَا رَبَّنَا فَارَقْنَا النَّاسَ فِي الدُّنْيَا أَفْقَرَ مَا كُنَّا إِلَيْهِمْ وَلَمْ نُصَاحِبْهُمْ وَفِيْ رِوَايَةِ أَبِيْ هُرَيْرَةَ فَيَقُوْلُوْنَ هٰذَا مَكَانُنَا حَتّٰى يَأْتِيَنَا رَبُّنَا فَإِذَا جَاءَ رَبُّنَا عَرَفْنَاهُ وَفِيْ رِوَايَةِ أَبِيْ سَعِيْدٍ فَيَقُوْلُ هَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُ آيَةٌ تَعْرِفُوْنَهُ فَيَقُوْلُوْنَ نَعَمْ فَيُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ فَلَا يَبْقٰى مَنْ كَانَ يَسْجُدُ لِلّٰهِ مِنْ تِلْقَاءِ نَفْسِهِ إِلَّا أَذِنَ اللّٰهُ لَهُ

پر عرض کریں گے یارب ہم نے دنیا میں ان لوگوں کو چھوڑے رکھا جب کہ ہم ان کے بہت حاجت مند تھے اور ہم ان کے ساتھ نہ رہے[1] اور جناب ابوہریرہ کی روایت میں ہے کہ کہیں گے یہ ہی ہماری جگہ ہے حتی کہ ہمارے پاس ہمارا رب آوے[2] پھر جب ہمارا رب جلوہ گر ہوگا ہم اسے پہچان لیں گے[3] اور جناب ابوسعید کی روایت میں ہے کہ رب فرمائیگا کہ کیا تمہارے اور اس کے درمیان کوئی نشانی ہے کہ تم اسے پہچان لو گے وہ کہیں گے ہاں[4] تو رب پنڈلی کھولیگا[5] تو ان میں سے جو دل کے اخلاص سے رب کو سجدہ کرتے تھے کوئی نہ رہے گا مگر خدا اسے سجدہ کی اجازت دیگا[6]

[1] یعنی جب ہم دنیا میں کفار سے الگ رہے تو اب یہاں سے الگ ہی رہیں گے وہاں تو ہم کو ان کے ساتھ رہنے کی ضرورت بھی تھی یہاں تو ہم ان سے بے نیاز ہیں ان کے ساتھ ہم کیوں جائیں۔

[2] یہاں آنے سے مراد تجلی فرمانا اپنا جمال دکھانا ہے۔ خیال رہے کہ مسلمان قبر میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو اور قیامت میں رب تعالٰے کو تعلق ایمان سے پہچانیں گے اگرچہ اس سے پہلے انہوں نے کبھی دیدار نہ کیا تھا وہاں پہچان رشتہ ایمان سے ہوگی۔

[3] وہ علامت و نشانی محبت الٰہی ہے جو ایمان و عرفان کا نتیجہ ہے اس ذریعہ سے ہم رب تعالٰے کو پہچان لیں گے۔

[4] پنڈلی کھولنے کی بہت توجیہیں کی گئی ہیں مگر صحیح تر یہ ہے کہ یہ متشابہات میں سے ہے رب تعالٰے پنڈلی وغیرہ سے پاک ہے۔ بعض نے فرمایا کہ اس سے ان لوگوں کی پنڈلی مراد ہے یعنی ان پر ایسی تکلیف نازل ہوگی کہ ان کی پنڈلی کھل جائے گی۔ بعض نے فرمایا کہ اس سے رب تعالٰے کی پنڈلی مراد ہے۔ جو اس کی شان کے لائق ہے۔ بعض نے فرمایا کہ اس سے رب تعالٰی کی تجلی صفات مراد ہے۔ اللہ اعلم بمراد حبیبہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

[5] سبحان اللہ مزے دار سجدہ یہ ہوگا اب تک بغیر دیکھے سجدے کیے تھے آج مسجود کی تجلی دیکھ کر سجدہ کریں گے۔

کبھی اے حقیقت منتظر نظر آ لباس مجاز میں

کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں مری جبین نیاز میں

بِالسُّجُوْدِ وَلَا يَبْقٰى مَنْ كَانَ يَسْجُدُ اِتِّقَاءً وَّرِيَاءً اِلَّا جَعَلَ اللّٰهُ ظَهْرَهٗ طَبَقَةً وَّاحِدَةً كُلَّمَا اَرَادَ اَنْ يَّسْجُدَ خَرَّ عَلٰى قَفَاهُ ثُمَّ يُضْرَبُ الْجِسْرُ عَلٰى جَهَنَّمَ وَتَحِلُّ الشَّفَاعَةُ وَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ فَيَمُرُّ الْمُؤْمِنُوْنَ كَطَرْفِ الْعَيْنِ وَكَالْبَرْقِ كَالرِّيْحِ وَكَالطَّيْرِ وَكَاَجَاوِيْدِ الْخَيْلِ وَالرِّكَابِ فَنَاجٍ مُّسَلَّمٌ وَّمَخْدُوْشٌ

اور جو لوگ اپنے بچاؤ اور دکھلاوے کیلئے سجدہ کرتے تھے ان میں سے کوئی نہ بچے گا مگر اللہ اس کی پیٹھ ایک تختہ بنا دیگا[1] وہ جب بھی سجدہ کا ارادہ کریگا اپنی پیٹھ پر گر جاوے گا[2] پھر دوزخ پر پل رکھا جاویگا[3] اور شفاعت واقع ہوگی[4] اور کہینگے الٰہی سلامت رکھو سلامت رکھو[5] تو مسلمان پلک جھپکنے کی طرح اور بجلی کی طرح اور ہوا کی طرح پرندے کی طرح اور تیز گھوڑے کی طرح اونٹ کی طرح[6] گزرینگے بعض تو نجات پا جینگے سلامت رہیں گے بعض

[1] یعنی ان ریاکار منافقوں کی پیٹھ اکڑ جاوے گی تہ ہی نہ ہو سکے گی اور سجدہ میں پیٹھ خم ہونا ضروری ہے اس لیے بجائے سجدہ کے اوندھے گر پڑینگے

[2] یہ سجدہ مخلصین و منافقین میں پہچان ہوگا۔ جو درست سجدہ کرے گا وہ مخلص مومن ہے جو نہ کر سکے گا وہ منافق اس سے معلوم ہوا کہ یہ دیدار الٰہی منافقین کو بھی ہوگا مرقات، مگر مومنوں کو محبت والا دیدار ہوگا منافقوں کو ہیبت بلکہ وحشت والا۔

[3] اس فرمان عالی سے معلوم ہوتا ہے کہ پل صراط آج قائم نہیں ہے قیامت میں اس وقت قائم کیا جائے گا اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جو دوزخی اس سے پہلے دوزخ میں پہنچا دیئے گئے وہ پل صراط سے نہ گزارے گئے کہ پل تو ان کے دوزخ میں پہنچنے کے بعد قائم کیا گیا۔

[4] اس شفاعت سے مراد ہے دوزخ سے گزارنے کی شفاعت ورنہ بہت سی شفاعتیں اس سے پہلے ہو چکیں اب جب دوزخ پر سے گزرنے کا وقت آیا تو اللہ کے مقبول بندے شفاعت میں مشغول ہوگئے اسی شفاعت سے ہم گنہگار ان شاء اللہ بخیریت گزر دیں گے۔ [5] جب تک سارے مومنین بخیریت گزر نہ جائیں گے تب تک انبیاء کرام سلم سلم کہتے رہیں گے صرف دو بار ہی نہ کہیں گے اعلیٰ حضرت نے کیا خوب فرمایا شعر

پل سے گزارو راہ گزر کو خبر نہ ہو جبریل پر بچھائیں تو پر کو خبر نہ ہو۔

[6] یعنی مومن اپنے اعمال و تقویٰ و اخلاص کے مطابق پل سے گزریں گے رکاب جمع ہے مگر اس کا واحد کوئی نہیں (مرقاۃ) جیسے نساء کا واحد کوئی نہیں اور امرأۃ کی جمع کوئی نہیں یعنی پل سے پار لگنے والوں کی رفتاریں مختلف ہوں گی بعض رفتاریں تیر جیسے نگاہ کی رفتار بعض کی ہوا کی سی رفتار آج بھی ہوائی جہاز تیار ہو چکے ہیں جن کی رفتار آواز سے زیادہ ہے لہذا ان رفتاروں پر حیرت نہیں کرنی چاہیے۔

مُرْسَلٌ وَمَكْدُوْشٌ¹ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ حَتّٰى إِذَا خَلَصَ الْمُؤْمِنُوْنَ
مِنَ النَّارِ فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ مَا مِنْ أَحَدٍ مِنْكُمْ بِأَشَدَّ
مُنَاشَدَةً فِي الْحَقِّ قَدْ تَبَيَّنَ لَكُمْ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لِلّٰهِ
يَوْمَ الْقِيَامَةِ³ لِإِخْوَانِهِمْ فِي النَّارِ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا كَانُوْا يَصُوْمُوْنَ
مَعَنَا وَيُصَلُّوْنَ وَيَحُجُّوْنَ⁴ فَيُقَالُ لَهُمْ أَخْرِجُوْا مَنْ عَرَفْتُمْ

زخمی ہو کر چھوڑ دیئے جائیں گے بعض دوزخ کی آگ میں گرا دیئے جائیں گے[2] حتی کہ جب مسلمان آگ سے خلاصی پالیں گے تو اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے نہیں ہے تم میں سے کوئی زیادہ جھگڑنے والا اپنے اس حق میں جو تمہیں ظاہر ہو جائے بمقابلہ مسلمانوں کے جو وہ اللہ سے جھگڑیں گے قیامت کے دن اپنے دوزخی بھائیوں کے لیے[3] عرض کریں گے یارب وہ لوگ ہمارے ساتھ روزے رکھتے تھے نمازیں پڑھتے تھے اور حج کرتے تھے[4] تو ان سے کہا جاوے گا کہ جنہیں تم پہچانتے ہو نکال لو

[1] پلصراط کے کنارے پر دو طرفہ جگہ جگہ بڑے کانٹے یعنی کنڈے لٹکے ہوتے ہیں جو بار بار اوپر آتے اور گزرنے والوں کو لگتے ہوں گے بعض لوگوں کو یہ کنڈے لگیں گے زخمی کرکے چھوڑ دیں گے بعض لوگوں کے جسم میں داخل ہو کر انہیں نیچے کی طرف کھینچیں گے جس سے وہ دوزخ میں گر جاویں گے مخدوش سے یہ ہی مراد ہے بعضوں کو یہ چھوئیں گے بھی نہیں وہ صحیح سلامت یہاں سے گزر جاویں گے۔ اللہ تعالٰی ہم گنہگاروں کو بخیریت پار لگائے۔

[2] مکدوش بنا ہے کدش سے بمعنی دفع یعنی پیچھے سے دھکیلنا یہ حال صرف کفار کا ہوگا جنہیں دوزخ میں ہمیشہ رہنا ہے۔ مرقات۔ بعض روایتوں میں مکدوش شین سے بمعنی ٹکڑے ٹکڑے کر دینا۔ بعض میں مکردس رسے ہے بمعنی اوپر تلے ڈالنا خیال رہے کہ گنہگار مسلمانوں کو دوزخ میں اور طرح پہنچایا جاوے گا جس سے ان کی پردہ دری نہ ہو انہیں سزا خفیہ دی جاوے گی رسوا نہ کیا جاوے گا۔

[3] یعنی نجات یافتہ مسلمان ان مسلمانوں کی سفارش میں رب تعالٰی سے جھگڑیں گے جو دوزخ میں پہنچ گئے ان کا اپنے رب سے جھگڑنا اس سے بھی زیادہ ہوگا کہ جب کوئی مقدمہ میں جیت جائے تو اپنا حق ہارے ہوئے مدعی علیہ سے مانگنے میں وہ کیسی جلدی کرتا ہے ایسے ہی یہ جنتی رب تعالٰی سے جھگڑ جھگڑ کر کہیں گے کہ مولٰی انہیں سب کو جلدی سے دوزخ سے نکال دے یہ جھگڑنا ناز کا ہوگا نہ کہ بے ادبی کا۔

[4] یعنی وہ دوزخی مسلمان دنیا میں ان عبادات میں ہمارے ساتھ رہے آج ہمارے ساتھ جنت میں کیوں نہیں ہوئے تو ان کے گناہ معاف فرما دے جنت میں پہنچا دے۔

فَتُحَرَّمُ صُوَرُهُمْ عَلَى النَّارِ فَيُخْرِجُوْنَ خَلْقًا كَثِيْرًا ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا
مَا بَقِيَ فِيْهَا أَحَدٌ مِّمَّنْ أَمَرْتَنَا بِهٖ فَيَقُوْلُ ارْجِعُوْا فَمَنْ
وَجَدْتُّمْ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالَ دِيْنَارٍ مِّنْ خَيْرٍ فَأَخْرِجُوْهُ فَيُخْرِجُوْنَ
خَلْقًا كَثِيْرًا ثُمَّ يَقُوْلُ ارْجِعُوْا فَمَنْ وَجَدْتُّمْ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالَ
نِصْفِ دِيْنَارٍ مِّنْ خَيْرٍ فَأَخْرِجُوْهُ فَيُخْرِجُوْنَ خَلْقًا كَثِيْرًا ثُمَّ يَقُوْلُ
ارْجِعُوْا فَمَنْ وَجَدْتُّمْ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ مِّنْ خَيْرٍ فَأَخْرِجُوْهُ
فَيُخْرِجُوْنَ خَلْقًا كَثِيْرًا ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا لَمْ نَذَرْ فِيْهَا خَيْرًا فَيَقُوْلُ

ان کی صورتیں آگ پر حرام کر دی جائیں گی۱ یہ لوگ بڑی خلقت کو نکال لیں گے پھر کہیں گے یارب جن کے متعلق تو نے ہم کو حکم دیا تھا ان میں سے تو کوئی باقی نہ بچا۲ رب فرمائیگا واپس جاؤ جس کے دل میں دینار برابر بھلائی پاؤ اسے نکال لو تو وہ بڑی خلقت کو نکال لیں گے پھر فرمائیگا واپس جاؤ جس کے دل میں آدھی دینار برابر بھلائی پاؤ اسے نکال لو۳ چنانچہ وہ بہت بڑی خلقت کو نکال لائینگے پھر فرمائے گا لوٹ جاؤ جس کے دل میں ذرہ برابر بھلائی پاؤ اسے نکال لو وہ بڑی خلقت کو نکال لائیں گے۴ پھر عرض کریں گے یارب ہم نے دوزخ میں کسی بھلائی والے کو نہ چھوڑا۵ تب

۱ یعنی ان دوزخی مسلمانوں کی صورتیں نہ بگڑیں گی نہ جل کر کوئلہ ہوں گی ان شفاعت کرنے والے جنتیوں کو حکم ہوگا کہ اچھا تم خود دوزخ میں جاؤ پہچان پہچان کر انہیں نکال لاؤ۔ ۲ یعنی جو نمازی روزہ دار حاجی حضرات اپنے گناہوں کی وجہ سے دوزخ میں گئے تھے انہیں تو ہم نکال لائے اب بے عمل لوگ جو صرف گناہ کرتے تھے وہ ہی رہ گئے معلوم ہوا کہ ان جنتیوں کو دوزخ کی آگ تکلیف نہ دے گی اور یہ حضرات لوگوں کے دلوں کے ایمان کو پہچانیں گے تو حضور انور کے علم کا کیا کہنا۔

۳ اس کی شرح پہلے ہو چکی کہ ایمان کی زیادتی کمی مقدار کی نہیں بلکہ کیفیت کی زیادتی کمی مراد ہے۔ یہ تشبیہ سمجھانے کے لیے ہے

۴ یہ ذرہ برابر ایمان والے وہ لوگ ہوں گے جن کے عقیدے تو درست تھے باقی ان کے پاس کوئی نیک عمل نہ تھا اور گناہ ان سے بچا نہ تھا۔ ہر قسم کے گناہ کرتے رہے مگر رہے مومن۔

۵ یہاں خیر سے مراد اہل خیر ہیں اور اہل خیر سے مراد شرعی ایمان والے حضرات ہیں یعنی جس کے دل میں رائی برابر شرعی ایمان تھا ہم اسے نکال لائے۔

اللہ شَفَعَتِ الْمَلٰئِكَةُ وَشَفَعَ النَّبِيُّوْنَ وَشَفَعَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ لَمْ يَبْقَ اِلَّا اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ فَيَقْبِضُ قَبْضَةً مِّنَ النَّارِ فَيُخْرِجُ مِنْهَا قَوْمًا لَمْ يَعْمَلُوْا خَيْرًا قَطُّ قَدْ عَادُوْا حُمَمًا فَيُلْقِيْهِمْ فِيْ نَهْرٍ فِيْ اَفْوَاهِ الْجَنَّةِ يُقَالُ لَهٗ نَهْرُ الْحَيٰوةِ فَيَخْرُجُوْنَ

اللہ تعالٰے فرمائے گا کہ فرشتوں نے شفاعت کرلی رسولوں نے شفاعت فرمالی مومنوں نے شفاعت کرلی۱ اب سوا ارحم الراحمین کے اور کوئی باقی نہ رہا۲ تب آگ میں سے ایک مٹھی بھریگا تو ان لوگوں کو وہاں سے نکال دے گا جنہوں نے کبھی کوئی بھلائی نہیں کی۳ جو کوئلے ہو چکے ہونگے۴ انہیں اس نہر میں ڈالے گا جو جنت کے دہانوں میں ہے جسے زندگی کی نہر کہا جاتا ہے

۱ یعنی جو لوگ شفاعت کے لائق تھے ان کی شفاعت ہو چکی اور وہ شفاعت کے ذریعہ دوزخ سے نکل کر جنت میں پہنچ چکے۔اس سے معلوم ہوا کہ قیامت میں انسانوں کی شفاعت فرشتے بھی کریں گے جیسے آج حاملین عرش فرشتے مومن انسانوں کے لیے دعائیں کررہے ہیں جیسے رب تعالٰے فرماتا ہے۔

۲ اگرچہ اس سے پہلے بھی دوزخیوں کو رب تعالٰی نے ہی بخشا تھا مگر شفاعت کے وسیلہ سے اور ان نکالنے والوں کی معرفت سے اب ان کے نکلنے کی باری آئی جن کی بخشش کے لیے شفاعت مصطفوی کا وسیلہ تو ہے مگر انہیں دوزخ سے نکالنے میں کسی کا وسیلہ نہیں خود رب تعالٰی انہیں نکالے گا۔

۳ اس کی شرح پہلے گزر گئی کہ بعض شارحین فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے سوا کلمہ پڑھنے ایمان لانے کے اور کوئی نیکی نہیں کی مگر مرقات اور نووی شرح مسلم نے فرمایا کہ ان کے پاس صرف دل کے چھپے ایمان کے اور کچھ نہیں تھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کا ایمان شرعی نہ تھا یعنی ساترین۔خیال رہے کہ حضور کے والدین کریمین بلکہ سارے آباؤ اجداد جو ظہور نبوت سے پہلے وفات پاگئے دوزخ میں قطعًا نہیں جائیں گے کہ وہ حضرات اہل توحید تھے اور اس زمانہ میں صرف عقیدہ توحید نجات کے لیے کافی تھا ان سے کوئی گناہ سرزد نہ ہوا گناہ وہ کام ہے جس سے رب تعالٰی منع کرے ان تک ممانعت پہنچی نہیں کہ انہوں نے زمانہ نبوت پایا نہیں۔

۴ اس سے معلوم ہوا کہ دوزخ میں جلتے رہنا موت نہ آنا کفار و مشرکین کے لیے ہوگا مومن گنہگار اور وہ لوگ جن کو دوزخ سے نکالا جاتا ہے وہ جل کر کوئلہ ہو جائیں گے ان کی جلد نکال لی جاوے گی انہیں دائمی عذاب نہ ہوگا۔

كَمَا تَخْرُجُ الْحِبَّةُ فِي حَمِيلِ السَّيْلِ فَيَخْرُجُونَ كَاللُّؤْلُؤِ فِي رِقَابِهِمُ الْخَوَاتِمُ فَيَقُولُ أَهْلُ الْجَنَّةِ هٰؤُلَاءِ عُتَقَاءُ الرَّحْمٰنِ أَدْخَلَهُمُ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ عَمَلٍ عَمِلُوهُ وَلَا خَيْرٍ قَدَّمُوهُ فَيُقَالُ لَهُمْ لَكُمْ مَا رَأَيْتُمْ وَمِثْلُهُ مَعَهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ وَأَهْلُ النَّارِ النَّارَ يَقُولُ اللّٰهُ تَعَالٰى مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ

ہے تو وہ یوں اگیں گے جیسے دانہ سیلاب کے اوپر کے کوڑہ میں اگتا ہے پھر وہ نکلیں گے موتی کی طرح ان کی گردنوں میں مہریں ہوں گی ۲؎ انہیں لوگ کہیں گے کہ یہ اللہ کے آزاد کردہ ہیں جنہیں رب نے بغیر عمل کیے ہوئے بغیر بھلائی آگے بھیجے ہوئے جنت میں داخل فرمادیا ۳؎ تو ان سے کہا جاوے گا کہ تمہارے لئے وہ ہے جو تم نے دیکھا اور اس کی مثل ۴؎ (مسلم بخاری) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں داخل ہوجائیں گے تو اللہ تعالٰی فرمائے گا کہ جس کے دل میں رائی برابر

۱؎ یعنی جو کوڑا سیلاب میں بہتا ہوا آجائے اس میں کوئی دانہ ہو وہ پانی کے اثر سے بہت جلد اگ پڑتا ہے اس طرح وہ بڑھیں گے۔

۲؎ یعنی پہلے وہ کالے کوئلے تھے اب جو بڑھیں گے تو موتیوں کی طرح سفید چمکیلے ہوں گے ان کی گردنوں میں سونے کا زیور پڑا ہوگا جس سے وہ پہچانے جائیں گے کہ یہ لوگ بغیر عمل جنت میں آئے یا یہ لوگ عنداللہ مومن تھے شرعی سا قط تھے۔

۳؎ یعنی ان لوگوں کا لقب ہوگا عتیق الرحمن نام ان کے وہ دنیا والے ہوں گے وہ لوگ اسی لقب سے بڑے خوش ہوا کریں گے۔

۴؎ یعنی جہاں تک تمہاری نظر کام کرتی ہے وہ بھی اور اس کی مثل اتنا ہی اور علاقہ بھی ہے ان کی نعمتوں کے تم کو دیا گیا خیال رہے کہ ان لوگوں کو صرف فضل کی جنت ملے گی اور مومنوں عاملین کو عمل کی جنت بھی ملے گی اور فضل کی بھی رب فرماتا ہے ولمن خاف مقام ربه جنتان اور دو جنتوں سے یہ ہی عدل و فضل کی جنتیں مراد ہیں۔ (مرقات)

حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ اِيمَانٍ فَاَخْرِجُوْهُ فَيُخْرَجُوْنَ قَدِ امْتُحِشُوْا وَعَادُوْا حُمَمًا فَيُلْقَوْنَ نَهْرَ الْحَيٰوةِ فَيَنْبُتُوْنَ كَمَا تَنْبُتُ الْحِبَّةُ فِيْ حَمِيْلِ السَّيْلِ اَلَمْ تَرَوْا اَنَّهَا تَخْرُجُ صَفْرَاءَ مُلْتَوِيَةً مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ • وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّاسَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ نَرٰى رَبَّنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَذَكَرَ مَعْنٰى حَدِيْثِ اَبِيْ سَعِيْدٍ غَيْرَ كَشْفِ السَّاقِ وَقَالَ يُضْرَبُ الصِّرَاطُ بَيْنَ ظَهْرَانَيْ جَهَنَّمَ

ایمان ہو اسے نکال لو۔ چنانچہ وہ نکال لیں گے[1] حالانکہ جل چکے ہوں گے اور کوئلے ہو گئے ہوں گے پھر وہ نہر حیوۃ میں ڈالے جائیں گے[2] تو ایسے اگیں گے جیسے دانہ سیلاب کے اوپر کوڑے میں اگتا ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ دانہ اولاً پیلا مڑا ہوا نکلتا ہے[3] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہم قیامت کے دن اپنے رب کو دیکھیں گے پھر حضرت ابوسعید کی حدیث کے معنی بیان کیے[4] سوا پنڈلی کھلنے کے اور فرمایا کہ دوزخ کے دونوں کناروں کے درمیان پل صراط قائم کیا جاوے گا[5]

[1] یہ خطاب حضرات انبیاء کرام۔ فرشتوں اور جنتی مومنوں سے ہو گا کہ دوزخ میں جاؤ گنہگاروں کو نکال کر لاؤ کہ یہ سارے حضرات ہی یہ کام کریں گے۔

[2] نہر حیوۃ وہ ہی چشمہ ہے جس کا ذکر ابھی گزرا کہ یہ جنت کے دروازے پر واقع ہے چونکہ اس پانی میں ان مردوں کو زندہ کرنے کی تاثیر ہوگی اس لیے اسے نہر حیوۃ کہتے ہیں۔

[3] یعنی جیسے دانہ جب اگتا ہے تو نہایت کمزور پیلا اور ٹیڑھا ہوتا ہے پھر ہوا پانی دھوپ پاکر بہتر قوی اور سیدھا ہو جاتا ہے یہ ہی حال ان لوگوں کا ہو گا کہ اس پانی سے اولاً جئیں گے اگیں گے مگر کمزور زرد رنگ بعد میں قوت پائیں گے۔

[4] یعنی انہوں نے وہ ہی حدیث بیان فرمائی جو ابھی گزری مگر اس کے الفاظ مختلف ہیں مضمون یکساں ہے صرف پنڈلی کھلنے کا ذکر نہیں باقی سارا مضمون وہی ہے اس حدیث میں یہ مضمون زیادہ ہے جو ابھی بیان ہو رہا ہے۔

[5] معلوم ہوا کہ پل صراط آج نہیں ہے کیونکہ وہ تو گزر گاہ ہے جب گزرنے والے ہی ابھی نہیں ہیں تو اس پل کی کیا ضرورت ہے قیامت کے دن یہ پل قائم کیا جائے گا بدوں کے لیے تنگ ہو گا۔ نیکوں کے لیے وسیع ہو گا۔ جیسا کہ دوسری روایات میں ہے۔

فَأَكُوْنُ أَوَّلَ مَنْ يَّجُوْزُ مِنَ الرُّسُلِ بِأُمَّتِهٖ وَلَا يَتَكَلَّمُ يَوْمَئِذٍ إِلَّا الرُّسُلُ وَكَلَامُ الرُّسُلِ يَوْمَئِذٍ اَللّٰهُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ وَفِيْ جَهَنَّمَ كَلَالِيْبُ مِثْلُ شَوْكِ السَّعْدَانِ لَا يَعْلَمُ قَدْرَ عِظَمِهَا إِلَّا اللّٰهُ تَخْطَفُ النَّاسَ بِأَعْمَالِهِمْ فَمِنْهُمْ مَنْ يُّوْبَقُ بِعَمَلِهٖ وَمِنْهُمْ مَنْ يُّخَرْدَلُ ثُمَّ يَنْجُوْ حَتّٰى إِذَا فَرَغَ اللّٰهُ مِنَ الْقَضَاءِ بَيْنَ عِبَادِهٖ وَأَرَادَ أَنْ يُّخْرِجَ مِنَ النَّارِ مَنْ أَرَادَ أَنْ يُّخْرِجَهٗ

ترجمہ پیغمبر اپنی امت کو لے کر گزریں گے ان میں پہلا میں ہوں گا[1] اور اس دن سوا رسولوں کے اور کوئی کلام نہ کرے گا اور رسولوں کا کلام اس دن ہوگا الٰہی سلامت رکھ سلامت رکھ اور دوزخ میں خم دار کانٹے ہوں گے[2] سعدان کے کانٹوں کی طرح[3] جن کی بڑائی اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا وہ لوگوں کو ان کے اعمال کے مطابق اچک لیں گے[4] ان میں سے بعض وہ ہوں گے جو اپنی بدعملی کی وجہ سے ہلاک کئے جائیں گے اور بعض ان میں سے وہ ہیں جو زخمی ہو کر نجات پا جائیں گے[5] حتی کہ جب اللہ تعالٰی اپنے بندوں کے فیصلے سے فارغ ہو جاوے گا[6] اور جن کو آگ سے نکالنے کا ارادہ ہو چکا ہے انہیں نکالا جائے گا

۱؎ قیامت کے حساب سے فارغ ہو کر اپنی امت کو لے کر پہلے وہاں سے میں گزروں گا اس طرح کہ امت کو اپنے آگے رکھوں گا میں پیچھے ان کی حفاظت فرماتا روانہ ہوں گا تاکہ ساری امت میرے سامنے رہے حضور اس موقعہ پر گرتوں کو سہارا دیتے ہوں گے ہر نبی اپنی امت کے ساتھ اس طرح ہوں گے کہ آگے امت پیچھے نبی۔

۲؎ کلالیب جمع ہے کلوب کی لوہے کی لمبی میخ اوپر سے خم دار کلوب کہلاتی ہے اردو میں اوکھنڈی کہتے ہیں۔

۳؎ سعدان عرب میں ایک خاص قسم کی گھاس ہوتی ہے خار دار جس کے شاخوں پتوں میں بڑے بڑے کانٹے ہوتے ہیں اسے اونٹ شوق سے کھاتا ہے اس کے کانٹوں کو حسک السعدان کہا جاتا ہے اس کے پتے پستان کی گھنڈی کی طرح ہوتے ہیں (اشعہ، مرقات)

۴؎ اس طرح کہ لوگ گزرتے ہوں گے اور یہ کانٹے حرکت میں بار بار آتے ہوں گے کسی کو تو چھوئیں گے بھی نہیں کسی کو چھو کر زخمی کرکے الگ ہو جائیں گے کسی کو چھو کر نیچے گرا دیں گے خدا کی پناہ یہ فرق لوگوں کے ایمان و اعمال کے وجہ سے ہوگا۔

۵؎ کسی کو صرف خراش آوے گی کسی کو زخم کاری لگے گا مگر بچ جاوے گا۔

۶؎ اس طرح کہ دوزخیوں کو دوزخ میں اور جنتیوں کو جنت میں داخل فرمادے گا یہ فیصلہ سے مراد عملی فیصلہ ہے کیونکہ قولی فیصلہ یعنی احکام کا صدور تو کب کا ہو چکا ہوگا۔

مِمَّنْ كَانَ يَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَمَرَ الْمَلٰٓئِكَةَ اَنْ يُّخْرِجُوْا مَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَيُخْرِجُوْنَهُمْ وَيَعْرِفُوْنَهُمْ بِاٰثَارِ السُّجُوْدِ وَحَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَى النَّارِ اَنْ تَاْكُلَ اَثَرَ السُّجُوْدِ فَكُلُّ ابْنِ اٰدَمَ تَاْكُلُهُ النَّارُ اِلَّا اَثَرَ السُّجُوْدِ فَيَخْرُجُوْنَ مِنَ النَّارِ قَدِ امْتُحِشُوْا فَيُصَبُّ عَلَيْهِمْ مَاءُ الْحَيٰوةِ فَيَنْبُتُوْنَ كَمَا تَنْبُتُ الْحِبَّةُ فِيْ حَمِيْلِ السَّيْلِ وَيَبْقٰى رَجُلٌ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ وَهُوَ اٰخِرُ اَهْلِ النَّارِ دُخُوْلًا

ان لوگوں میں سے جنہوں نے لا الٰہ الا اللہ کی گواہی دی ہے تو فرشتوں کو حکم دے گا[1] کہ انہیں نکال لو جو اللہ کی عبادت کرتے تھے وہ انہیں نکال لیں گے اور انہیں سجدہ کے نشانوں سے پہچانیں گے اور اللہ تعالٰی آگ پر یہ ناممکن کردے گا کہ سجدہ کے نشان کو جلائے[2] چنانچہ انسان کے سارے جسم کو آگ کھا جائے گی سوا سجدہ کے اثر کے تو وہ آگ سے نکلیں گے کہ جل کر کوئلے ہوچکے ہونگے[3] پھر ان پر زندگی کا پانی بہایا جاوے گا تو وہ ایسے اگیں گے جیسے دانہ سیلاب کے اوپری کوڑے میں اگتا ہے اور ایک شخص جنت و دوزخ کے درمیان باقی رہے گا[4] اور وہ تمام دوزخیوں میں سب سے

[1] یا تو یہ فرشتے وہ ہیں جو لوگوں کے نامہ اعمال لکھا کرتے تھے یا حاملین عرش اور ان کے اردگرد کے جو مسلمانوں کے لیے دعائیں کیا کرتے تھے ہم کو بھی چاہیے کہ ان فرشتوں کے لیے دعا کیا کریں ہر ختم و ایصال کے موقعہ پر ان کا نام لیا کریں۔

[2] یعنی دوزخ کی آگ ان لوگوں کے سارے اعضاء کو جلا دے گی مگر اس کی پیشانی خصوصًا سجدہ گاہ کو نہ جلا سکے گی کہ یہ نور الٰہی کی جگہ ہے نور کو نار نہیں جلا سکتی بعض شارحین نے فرمایا کہ سجدہ کے ساتوں عضو بھی محفوظ رہیں گے۔ واللہ اعلم، بعض شارحین نے فرمایا کہ اس سے مراد پورا چہرہ ہے اس قول کی تائید بخاری شریف جلد دوم ص[illegible] باب رد علی الجھمیہ میں کی اس حدیث سے ہوتی ہے ویحرم اللہ صورھم علی الناس بہرحال اس کے متعلق کئی احتمال ہیں۔

[3] یہ لفظ بنا ہے امتحاش سے بمعنی جل کر کوئلہ سیاہ ہو جانا۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ گنہگار مومن دوزخ میں جاکر مردہ بلکہ جل کر کوئلہ ہوجائیں گے وہاں جلنا اور نہ مرنا کفار کے لیے ہوگا۔

[4] اس ایک شخص سے مراد یا تو نوعًا ایک ہے یعنی ایک قسم کے لوگ جنہوں نے اس قسم کے جرم کیے تھے یا شخصًا ایک ہے یعنی ایک آدمی۔

اَلْجَنَّةَ مُقْبِلٌ بِوَجْهِهٖ قِبَلَ النَّارِ فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ اصْرِفْ وَجْهِيْ عَنِ النَّارِ قَدْ قَشَبَنِيْ رِيْحُهَا وَاَحْرَقَنِيْ ذَكَاؤُهَا فَيَقُوْلُ هَلْ عَسَيْتَ اِنْ اَفْعَلَ ذٰلِكَ اَنْ تَسْئَلَ غَيْرَ ذٰلِكَ فَيَقُوْلُ لَا وَعِزَّتِكَ فَيُعْطِي اللّٰهَ مَا شَآءَ اللّٰهُ مِنْ عَهْدٍ وَمِيْثَاقٍ فَيَصْرِفُ اللّٰهُ وَجْهَهٗ عَنِ النَّارِ فَاِذَا اَقْبَلَ بِهٖ عَلَى الْجَنَّةِ وَرَاٰى بَهْجَتَهَا

آخری جنت میں داخل ہونے والا ہوگا[۱] اپنا منہ آگ کی طرف کئے ہوگا[۲] عرض کریگا یا رب میرا منہ آگ سے پھیر دے مجھے اس کی لو نے جھلس دیا اور اس کی تیزی نے مجھے جلا دیا[۳] تو رب فرمائے گا کیا ممکن ہے کہ اگر میں یہ کردوں تو اس کے علاوہ اور مانگے[۴] وہ کہیگا نہیں قسم تیری عزت کی تو اللہ تعالیٰ وہ عہد و پیمان لے جو اللہ چاہے چنانچہ اللہ تعالیٰ اس کا منہ آگ سے پھیر دے گا[۵] پھر جب اس کو جنت کے سامنے کرے گا اور یہ اس کی تروتازگی دیکھے گا[۶]

۱؎ یعنی جو لوگ دوزخ سے نکال کر جنت میں بھیجے جائیں گے ان میں سب سے آخر میں یہ نکالا جائے اور سب سے آخر میں یہ جنت میں پہنچایا جائے گا اسے راستہ میں بہت دیر لگے گی۔

۲؎ یعنی اسے دوزخ سے نکال کر کنارہ پر بٹھال دیا جائے گا کہ جنت کی طرف اس کی پیٹھ ہوگی اور دوزخ کی طرف اس کا منہ ہوگا۔ جہاں اس کی تپش پہنچ رہی ہوگی۔ جیسا کہ اگلے مضمون سے واضح ہے۔ جنت تو ابھی دور ہوگی۔

۳؎ تشبنی بنا ہے تشب سے بمعنی جسم میں زہر کا سرایت کر جانا یا آگ کا جسم میں اثر کرکے اسے بگاڑ دینا اس کا ترجمہ جھلسانا بہت موزوں ہے۔

۴؎ یعنی ہم تیری یہ عرض پوری کردیں گے مگر شرط یہ ہے کہ تو اس کے سوا اور کچھ نہ مانگے اسی منہ پھیر دینے پر قناعت کرے۔

۵؎ مگر رکھے گا منہ اسی طرف وہاں سے ہٹائے گا نہیں اب بجائے منہ کے اس کی پیٹھ کو تپش پہنچے۔ جیسا کہ مضمون سے ظاہر ہے اور ہوسکتا ہے کہ یہاں سے اسے دور کر دیا جائے۔ مگر پہلا احتمال قوی ہے۔

۶؎ اس دن ہر شخص کی نظر بہت تیز ہوگی یہاں سے جنت بہت دور ہوگی مگر یہ دیکھ لے گا قرآن کریم فرماتا ہے۔ فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ ہاں بعض کفار قیامت میں اٹھتے وقت اندھے اٹھیں گے مگر حدیث میں مذکور اندھا ہے گانہ کانا۔

سَكَتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ اَنْ يَّسْكُتَ ثُمَّ قَالَ يَا رَبِّ قَدِّمْنِيْ عِنْدَ بَابِ الْجَنَّةِ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى اَلَيْسَ قَدْ اَعْطَيْتَ الْعُهُوْدَ وَالْمِيْثَاقَ اَنْ لَّا تَسْاَلَ غَيْرَ الَّذِيْ كُنْتَ سَاَلْتَ فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ لَا اَكُوْنُ اَشْقٰى خَلْقِكَ فَيَقُوْلُ فَمَا عَسَيْتَ اِنْ اُعْطِيْتَ ذٰلِكَ اَنْ تَسْاَلَ غَيْرَهٗ فَيَقُوْلُ لَا وَعِزَّتِكَ لَا اَسْاَلُكَ غَيْرَ ذٰلِكَ فَيُعْطِيْ رَبَّهٗ مَا شَآءَ مِنْ عَهْدٍ وَّمِيْثَاقٍ فَيُقَدِّمُهٗ اِلٰى بَابِ

تو جب تک رب اس کی خاموشی چاہے یہ خاموش رہیگا پھر کہے گا یا رب مجھے جنت کے دروازے کے پاس پہونچادے[1] رب تعالٰی فرمائیگا کہ کیا واقعہ یہ نہیں ہے کہ تو عہد و پیمان دے چکا ہے کہ پہلی مانگی چیز کے سوا اور کچھ نہ مانگے گا وہ عرض کرے گا یا رب میں تیری مخلوق میں بڑا بدنصیب نہ رہوں[2] تو رب فرمائے گا کہ کیا ممکن ہے کہ تجھے یہ دیدیا جائے تو تو اسکے سوا کچھ اور مانگیگا[3] عرض کریگا تیری عزت کی قسم اسکے سوا میں اور کچھ نہ مانگونگا چنانچہ وہ اپنے رب کو عہد و پیمان دیگا جو رب چاہے اسے اللہ تعالٰی جنت کے دروازے تک بڑھا دیگا پھر جب وہ اس کے دروازے تک

۱؎ اس فرمان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس جنتی کا خاموش رہنا پھر دعا کرنا رب تعالٰے کی طرف سے ہوگا آج بھی ہمارا عبادات کرنا دعائیں مانگنا اس کی ہی توفیق سے ہے وہ ہی ذوق دیتا ہے وہ الفاظ دعا القا کرتا ہے وہ ہی بھیک کے لیے ہم کو جھولی دیتا ہے وہ ہی بھر دیتا ہے۔

۲؎ اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ ابتک اس کا صرف منہ پھیرا گیا تھا۔ جنت تک پہنچایا نہ گیا تھا اس نے دور سے یہاں کی تروتازگی دیکھی تھی۔

۳؎ یہاں خلق سے مراد جنتی لوگ ہیں یعنی اسے مولٰی جو جنت میں آرام کر رہے ہیں وہ بھی تیری مخلوق تیرے بندے ہیں اور میں بھی تیری مخلوق ہوں تیرا بندہ ہوں میں ان سب سے بدتر کیوں رہوں مجھ پر کرم فرما دے ان کے پاس پہنچا دے۔

۴؎ اس حدیث میں بڑی حوصلہ افزائی ہے اس بندے کا قسمیں کھا کھا کر توڑتے رہنا بھی رب تعالٰے کو پسند ہوگا کہ یہ قسم توڑنا سرکشی کے لیے نہ ہوگا بلکہ اللہ کی رحمت کی لالچ میں حضرت جندع ابن ضمیرہ نے مدینہ منورہ حاضر ہونے کے لیے کفار کے مجبور کرنے پر کفریہ باتیں منہ سے نکال دی تھیں جن کے متعلق یہ آیت کریمہ آئی الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان۔ ایسے گناہوں پر ریاکاری کی نیکیاں قربان ہوجائیں ان گناہوں کی بنا عشق و محبت یا ناز پر ہے۔

الْجَنَّةِ فَإِذَا بَلَغَ بَابَهَا فَرَأَى زَهْرَتَهَا وَمَا فِيهَا مِنَ النَّضْرَةِ وَالسُّرُورِ فَسَكَتَ مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ يَسْكُتَ فَيَقُولُ يَا رَبِّ أَدْخِلْنِي الْجَنَّةَ فَيَقُولُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى وَيْلَكَ يَا ابْنَ آدَمَ مَا أَغْدَرَكَ أَلَيْسَ قَدْ أَعْطَيْتَ الْعُهُودَ وَالْمِيثَاقَ أَنْ لَا تَسْأَلَ غَيْرَ الَّذِي أُعْطِيتَ فَيَقُولُ يَا رَبِّ لَا تَجْعَلْنِي أَشْقَى خَلْقِكَ

بڑھا دیگا پھر جب وہ اس کے دروازہ پر پہونچے گا وہاں کی تروتازگی اور جو کچھ وہاں بہار اور خوشی دیکھے گا تو جبتک اس کا خاموش رہنا اللہ چاہے وہ خاموش رہے گا پھر عرض کریگا یارب مجھے جنت میں داخل فرمادے تو اللہ تعالیٰ فرمادیگا افسوس تجھ پر اے ابن آدم تو کتنا عہد شکن ہے کیا تو نے عہد و پیمان نہیں دیا تھا کہ تو اس کے سوا نہ مانگے گا جو تجھے دے دیا گیا ۴ تو عرض کرے گا یارب مجھے اپنی خلقت میں بدنصیب نہ بنا ۵

۱؎ یہ شخص دروازۂ جنت پر پہنچ کر اندر جھانک کر دیکھنے لگے گا وہاں کی نعمتیں دیکھ کر دنگ رہ جاوے گا رب تعالیٰ ہی صبر دے گا تو کچھ دیر خاموش رہے گا ورنہ وہ فوراً ہی پہنچ پڑتا یہ صبر و خاموشی بھی رب کی طرف سے ہوگی۔

۲؎ یہ اس کی آخری عرض ہوگی اور یہ شخص بہت عرصہ میں یہاں تک پہنچ سکے گا اور یہ عرض کرسکے گا رب جانے کتنا عرصہ لگے گا۔

۳؎ ویل دوزخ کے ایک طبقہ کا نام ہے مگر کبھی ہلاک و خرابی کے معنی میں آتا ہے یہاں بمعنی افسوس ہے یہ فرمان عالی انتہائی کرم کا ہوگا جیسا کہ اگلے فرمان سے معلوم ہو رہا ہے ما اغدر فعل تعجب ہے یعنی تو کیسا عہد شکن ہے وعدہ توڑنے والا ہے اللہ تعالیٰ افسوس اور تعجب سے پاک ہے یہ دونوں فرمان تعجب دلانے افسوس دلانے کے سلسلے میں ذکر تعجب یا افسوس کرنے کے لیے۔

۴؎ یعنی تو مجھ سے کتنے عہد کرچکا ہے ہر دفعہ عہد توڑ دیتا ہے یہ تیری آخری بار ہے خیال رہے کہ اگر گناہ کرکے یار کو منا لیا جاوے تو وہ گناہ نہیں ہوتا ہزار ہا نیکیوں سے افضل ہوتا ہے۔

۵؎ اس عرض کا مقصد یہ ہے کہ میں بارہا توڑ کر دیکھ چکا کہ میری ہر عہد شکنی پر تیرا کرم ہے پھر میں کیوں نہ عہد توڑ دوں۔ شعر

چوں طمع خواہد زمن سلطان دین　　خاک بر فرق قناعت بعد ازیں

اس عہد شکنی پر ہزار ہا وفاء عہد قربان ہو جائیں میں سمجھ گیا کہ میں بدنصیب خلق یعنی دائمی دوزخی نہیں ہوں میں نصیب ور ہوں یعنی جنتی ہوں ورنہ دوزخ سے نکالا نہ جاتا (مرقات)

فَلَا يَزَالُ يَدْعُوْا حَتّٰى يَضْحَكَ اللّٰهُ مِنْهُ فَاِذَا ضَحِكَ اَذِنَ لَهٗ فِيْ دُخُوْلِ الْجَنَّةِ فَيَقُوْلُ تَمَنَّ فَيَتَمَنّٰى حَتّٰى اِذَا انْقَطَعَ اُمْنِيَّتُهٗ قَالَ اللّٰهُ تَمَنَّ مِنْ كَذَا وَكَذَا اَقْبَلَ يُذَكِّرُهٗ رَبُّهٗ حَتّٰى اِذَا انْتَهَتْ بِهِ الْاَمَانِيُّ قَالَ اللّٰهُ لَكَ ذٰلِكَ وَمِثْلُهٗ وَفِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ اللّٰهُ لَكَ ذٰلِكَ وَعَشَرَةُ اَمْثَالِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ○ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اٰخِرُ مَنْ يَدْخُلُ

تو وہ دعا کرتا رہے گا حتی کہ اس سے اللہ تعالٰی خوش ہوجاوے گا[۱] تو جب خوش ہوجاوے گا تو اسے جنت میں داخل ہونے کی اجازت دے دیگا پھر فرمائیگا تمنا کر وہ تمنا کریگا حتی کہ جب اس کی تمنائیں ختم ہو جائینگی تو رب فرمائیگا فلاں فلاں تمنا کر خود رب تعالٰی اسے یاد دلانے لگے گا[۲] حتی کہ جب اسکی آرزوئیں ختم ہوجائینگی تو اللہ تعالٰی فرمائیگا کہ تیرے لیے یہ ہے اور اس کی مثل اور[۳] حضرت ابوسعید کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالٰی فرمائیگا تیرے لئے یہ ہے اور اس سے دس گنا اور[۴] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آخری وہ شخص جو جنت میں

[۱] یعنی اس کی اس عرض پر دریائے کرم جوش میں آجائے گا یہاں ضحک کے معنی ہنسنا نہیں اللہ تعالٰی ہنسنے رونے سے پاک ہے۔

[۲] اس کرم کی ترتیب یہ ہوگی کہ پہلے اسے جنت میں داخلہ کی اجازت دی جاوے گی پھر جب وہ داخل ہوجائے گا تب اسے آرزوئیں کرنے کا حکم ہوگا۔ جب اس کی آرزوئیں ختم ہوجائیں گی تب رب تعالٰے اس سے خود فرمائے گا کہ بندے یہ بھی مانگ لے۔ خیال رہے کہ مانگنے میں ہماری اپنی بندگی کا اظہار ہے رب چاہتا ہے کہ بندہ مجھ سے مانگتا رہے میں دیتا رہوں اور مانگنا سکھاتا ہے پھر دیتا ہے ہمارا مانگنا بھی اس کی رحمت سے ہے۔ شعر

مری طلب بھی تمہارے کرم صدقہ ہے | قدم یہ اٹھتے نہیں ہیں اٹھائے جاتے ہیں

[۳] وہ تیری طلب ہے تمہیں مثل میری عطا و فضل سے اپنی منہ مانگی مراد بھی ہے اور میرا فضل و کرم بھی ہے سبحان اللہ۔

[۴] یعنی یہ زیادتی مقدار میں تو اس سے ایک گنا ہوگا مگر کیفیت میں دس گنا لہذا احادیث میں کوئی تعارض نہیں مقدار اور کیفیت میں بڑا فرق ہے (مرقات)

الْجَنَّةَ رَجُلٌ فَهُوَ يَمْشِي مَرَّةً وَيَكْبُو مَرَّةً تَسْفَعُهُ النَّارُ
مَرَّةً فَإِذَا جَاوَزَهَا الْتَفَتَ إِلَيْهَا فَقَالَ تَبَارَكَ الَّذِي نَجَّانِي
مِنْكَ لَقَدْ أَعْطَانِي اللّٰهُ شَيْئًا مَا أَعْطَاهُ أَحَدًا مِنَ الْأَوَّلِينَ
وَالْآخِرِينَ فَتُرْفَعُ لَهُ شَجَرَةٌ فَيَقُولُ أَيْ رَبِّ أَدْنِنِي مِنْ
هٰذِهِ الشَّجَرَةِ فَلِأَسْتَظِلَّ بِظِلِّهَا وَأَشْرَبَ مِنْ مَائِهَا
فَيَقُولُ اللّٰهُ يَا ابْنَ آدَمَ لَعَلِّي إِنْ أَعْطَيْتُكَهَا سَأَلْتَنِي

داخل ہوگا وہ شخص ہوگا جو کبھی چلے گا اور کبھی گرے گا[1] اور کبھی اسے آگ جھلسا ئیگی[2] پھر جب اس سے نکل جاویگا تو اس کی طرف دیکھے گا کہے گا مبارک ہے وہ جس نے مجھے تجھ سے نجات دی[3] اللہ نے مجھے وہ شی دی ہے جو اگلوں پچھلوں میں سے کسی کو نہیں دی[4] پھر اس کے سامنے ایک درخت پیش کیا جاویگا[5] وہ کہے گا اے میرے رب مجھے اس درخت سے قریب کردے میں اسکا سایہ لونگا اور اس کا پانی پیوں[6] تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اے ابن آدم ممکن ہے کہ اگر میں تجھے یہ دیدوں تو تو مجھ سے اس کے

[1] فہو یمشی میں ف تفصیلیہ ہے جس سے اس شخص کے جنت میں داخلہ کی تفصیل بیان فرمائی گئی، تعقیبیہ نہیں ہے جنت میں داخل ہو جانے کے بعد چلنا اور گرنا کیسا یعنی جب جنت میں آتا ہوگا تو راستہ اس طرح طے کرے گا۔

[2] سفع کے لفظی معنی ہیں جلا کر نشان لگا دینا بالکل جلا دینے کو حرق کہتے ہیں اور معمولی جلا کر چہرہ وغیرہ سیاہ کر دینے کو سفع (مرقات)، لہذا اس کے معنی جھلسانا بہت موزوں ہیں مومن کو دوزخ کی آگ بالکل جلا ڈالنے پر قادر نہ ہوگی ہاں جھلسا دے گی۔

[3] اس کا آگ سے یہ کلام نہایت ہی فرحت و خوشی کی حالت میں ہوگا اس وقت اسے ایسی خوشی ہوگی کہ اگر موت ہوتی تو آج اسے شادی مرگ ہو جاتی۔

[4] اس کا یہ کلام بھی انتہائی خوشی کا ہوگا خیال رہے کہ ادنیٰ جنتی کو بھی یہ خیال نہ آوے گا کہ میں ادنیٰ ہوں اگر یہ خیال ہو جاوے تو اسے رنج ہو اور جنت میں رنج کیسا۔

[5] یہ درخت جنت سے باہر ہوگا اس کے پاس پانی کا چشمہ ہوگا جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے اس درخت کی سرسبزی شادابی حسن و خوبصورتی بیان سے باہر ہے۔

[6] یعنی مجھے اتنا ہی کافی ہے کہ میں اس درخت تک پہنچ جاؤں ابھی اسے جنت کی خبر نہ ہوگی کہ وہاں کیا کیا ہے۔

غَيْرَهَا فَيَقُوْلُ لَا يَا رَبِّ وَيُعَاهِدُهٗ اَنْ لَّا يَسْأَلَهٗ غَيْرَهَا وَرَبُّهٗ يَعْذِرُهٗ لِاَنَّهٗ يَرٰى مَا لَا صَبْرَ لَهٗ عَلَيْهِ فَيُدْنِيْهِ مِنْهَا فَيَسْتَظِلُّ بِظِلِّهَا وَيَشْرَبُ مِنْ مَائِهَا ثُمَّ تُرْفَعُ لَهٗ شَجَرَةٌ هِيَ اَحْسَنُ مِنَ الْاُوْلٰى فَيَقُوْلُ اَيْ رَبِّ اَدْنِنِيْ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ لِاَشْرَبَ مِنْ مَائِهَا وَاَسْتَظِلَّ بِظِلِّهَا لَا اَسْاَلُكَ غَيْرَهَا فَيَقُوْلُ يَا ابْنَ اٰدَمَ اَلَمْ تُعَاهِدْنِيْ اَنْ لَّا

سوا اور بھی مانگے ۱؎ وہ عرض کریگا نہیں اے رب اور اس سے وعدہ کریگا کہ اس کے سوا اور نہ مانگے ۲؎ اس کا رب اسے معذور جانیگا کیونکہ وہ ایسی چیز دیکھ رہا ہوگا جس پر صبر نہیں ہوسکتا تو اسے اس درخت کے قریب کردیگا ۳؎ وہ اس کا سایہ لیگا اور اس کا پانی پیئے گا کہ پھر دوسرا درخت اس کے سامنے کیا جائے جو پہلے سے اچھا ہوگا ۴؎ تو کہیگا اے میرے رب مجھے اس درخت سے قریب کردے تاکہ میں اس کا پانی پیوں اور اس کا سایہ لوں تجھ سے اس کے سوا نہ مانگوں گا ۵؎ تو رب فرمائے گا اے ابن آدم کیا تو نے مجھ سے معاہدہ نہ کیا تھا کہ تو

۱؎ رب تعالٰی کا یہ فرمانا اپنے شک کی بنا پر نہیں ہوتا بلکہ یا تو سامنے والے کی شک کی وجہ سے ہوتا ہے یا یقین کے لیے مطلب یہ ہے کہ تو یقینًا آگے اور بھی سوال کرے گا یا تو سوال نہ کرنے پر یقین نہ کر تیری حالت اس مقام کی زحمت ایسی ہے کہ تو اپنے اس یقین پر قائم نہ رہے گا۔

۲؎ اس وقت بندے کو اپنے پر پورا اعتماد ہوگا کہ مجھے وہاں پہنچ جانا ہی کافی ہے میں اس کے سوا اور کچھ نہ مانگوں گا نعوذ باللہ جھوٹا وعدہ کرنے کی نیت نہ کرے گا لہذا اس فرمان پر کوئی اعتراض نہیں وہ جگہ جھوٹ بولنے کی ہوگی ہی نہیں۔

۳؎ یہ شخص یہاں وہ عیش و بہار دیکھے گا جو اس کے خیال و گمان و وہم سے وراء ہوں گے وہ چیزیں بیان میں نہیں آسکتیں

۴؎ پہلا درخت بھی جنت کے راستہ ہی میں تھا اور یہ بھی وہاں ہی ہوگا۔ مگر یہ درخت پہلے نظر نہ آوے گا اس درخت پر پہنچ کر نظر آوے گا یہ سب کچھ رب تعالٰے کی طرف سے ہوگا وہ ہی دکھائے گا وہ ہی دل میں سوال پیدا کرے گا وہ ہی عطا فرمائے گا۔

۵؎ وہ شخص یہ دعا فورًا نہ کرے گا اولًا عرصہ تک خاموش رہے گا۔ صبر کرنے کی کوشش کرے گا۔ پھر جب صبر کا جام چھلک جائے گا تب یہ عرض کرے گا جیساکہ دوسری روایات میں ہے۔

تَسْأَلْنِي غَيْرَهَا فَيَقُولُ لَعَلِّيْ إِنْ أَدْنَيْتُكَ مِنْهَا تَسْأَلُنِي غَيْرَهَا
فَيُعَاهِدُهُ أَنْ لَا يَسْأَلَهُ غَيْرَهَا وَرَبُّهُ يَعْذِرُهُ لِأَنَّهُ
يَرَى مَا لَا صَبْرَ لَهُ عَلَيْهِ فَيُدْنِيهِ عَنْهَا فَيَسْتَظِلُّ بِظِلِّهَا
وَيَشْرَبُ مِنْ مَائِهَا ثُمَّ تُرْفَعُ لَهُ شَجَرَةٌ عِنْدَ بَابِ الْجَنَّةِ
هِيَ أَحْسَنُ مِنَ الْأُولَيَيْنِ فَيَقُولُ أَيْ رَبِّ أَدْنِنِي مِنْ هٰذِهٖ
فَلِأَسْتَظِلَّ بِظِلِّهَا وَأَشْرَبَ مِنْ مَائِهَا لَا أَسْأَلُكَ غَيْرَهَا

اس کے سوا اور مجھ سے نہ مانگے گا پھر فرمائیگا ممکن ہے کہ اگر میں تجھے اس سے قریب کردوں تو تو مجھ سے اس کے سوا مانگے[1] وہ رب سے وعدہ کریگا کہ اس کے سوا نہ مانگیگا اور اس کا رب اسے معذور جانے گا کیونکہ وہ ایسی چیز دیکھیگا جس پر صبر ناممکن ہے رب اسے اس درخت سے قریب کردیگا[2] وہ اسکا سایہ لیگا اس کا پانی پیئے گا پھر اسکے سامنے جنت کے دروازے کے پاس ایک درخت ظاہر ہوگا جو پہلے دو سے اچھا ہوگا[3] تو کہیگا اے میرے رب مجھے اس سے قریب کردے تاکہ میں اس کا سایہ لوں اور اس کا پانی پیوں[4] اس کے سوا تجھ سے کچھ نہ مانگوں گا۔

[1] سبحان اللہ یہ ارشاد عالی اسے مانگنے پر ابھارنے کے لیے ہے کہ تو مجھ سے اور مانگ یہ سارے کلام محبت وکرم پر ہیں۔

[2] بعض علماء کو میں نے فرماتے سنا کہ یہ وہ شخص ہوگا جو تھا تو مومن مگر اپنے والدین کی خدمت میں کوتاہی کرتا تھا وہ جوان تھا کماتا تھا اس کے ماں باپ بوڑھے اور معذور تھے یہ انہیں خرچہ دیتا تو تھا مگر ترسا ترسا کر بہت انتظار دکھا کر اس کی سزا کا ظہور اس طرح ہوگا کہ اسے جنت ملے گی تو مگر دکھا دکھا کر ترسا ترسا کر واللہ اعلم غرضکہ جو گا اسی طرح کا مجرم کہ اسے بہت انتظار کے بعد جنت دی جاوے ورنہ اور لوگ تو جنت میں بغیر انتظار داخل کیے جائیں گے۔

[3] وہ دونوں درخت تو راستہ جنت میں تھے اب یہ درخت دروازہ جنت سے متصل ہوگا جو ان دونوں سے بہتر ہوگا اور یہاں سے جنت کا اندرونی حصہ دیکھنے میں آوے گا یہاں بہار ہی کچھ اور ہوگی۔ جو بیان نہیں کی جا سکتی۔

[4] وہ سمجھے گا کہ ان دونوں درختوں کی طرح وہاں بھی صرف سایہ اور پانی ہے اسے کیا خبر کہ وہاں جنت کے نظارے بھی ہیں اس لیے صرف سایہ لینے پانی پینے ہی کا ذکر کرے گا۔

فَيَقُولُ يَا ابْنَ آدَمَ أَلَمْ تُعَاهِدْنِيْ أَنْ لَا تَسْأَلَنِيْ غَيْرَهَا قَالَ بَلٰى يَا رَبِّ هٰذِهٖ لَا أَسْأَلُكَ غَيْرَهَا وَرَبُّهٗ يَعْذِرُهٗ لِأَنَّهٗ يَرٰى مَا لَا صَبْرَ لَهٗ عَلَيْهِ فَيُدْنِيْهِ مِنْهَا فَإِذَا أَدْنَاهُ مِنْهَا سَمِعَ أَصْوَاتَ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَيَقُولُ أَيْ رَبِّ أَدْخِلْنِيْهَا فَيَقُولُ يَا ابْنَ آدَمَ مَا يَصْرِيْنِيْ مِنْكَ أَيُرْضِيْكَ أَنْ أُعْطِيَكَ الدُّنْيَا وَمِثْلَهَا مَعَهَا قَالَ أَيْ رَبِّ أَتَسْتَهْزِئُ مِنِّيْ وَ

تو فرمائے گا اے ابن آدم کیا تو نے مجھ سے یہ عہد نہ کیا تھا کہ تو مجھ سے اس کے سوا کچھ نہ مانگے گا عرض کریگا ہاں یارب یہ ہی آخری سوال ہے[1] اس کے سوا تجھ سے اور نہ مانگونگا اور اس کا رب اسے معذور رکھے گا کیونکہ وہ ایسی چیز دیکھے گا جس پر اس سے صبر نہ ہوگا[2] تو اس کو اس سے قریب کردیگا تو جب اس سے قریب کردیگا وہ جنت والوں کی آواز سنےگا[3] تو کہیگا اے رب مجھے اس میں داخل فرما رب فرمائیگا ابن آدم مجھے تجھ سے فراغت نہیں ہوتی[4] کیا تجھے یہ راضی کریگی کہ میں تجھے دنیا اور دنیا کی مثل اس کے ساتھ دوں[5] عرض کریگا اے رب مجھ سے تو مذاق کرتا ہے۔ تو

[1] یہاں ھذہ یا تو مبتدا ہے جس کی خبر پوشیدہ ہے یا مفعول ہے جس کا فعل پوشیدہ ہے یعنی آخری سوال میرا یہ ہی ہے اس کے بعد اور سوال نہ کروں گا یا تجھ سے آخری یہ ہی چیز مانگتا ہوں اب نہ مانگوں گا وہ سمجھتا ہوگا کہ اس سے اعلیٰ تو کوئی چیز ہوسکتی ہی نہیں پھر سوال کیا۔ [2] لہذا یہ وعدہ خلافیاں بے صبری کی وجہ سے ہوں گی۔

[3] یا تو جنتی لوگوں کی آپس کی بات چیت سنے گا یا ان کی تسبیح تہلیل تلاوت قرآن مجید کی آواز کہ جنت میں ذکر اللہ اور تلاوت وغیرہ ہوں گے۔ خیال رہے کہ قیامت میں کوئی اندھا بہرا نہ ہوگا سب کی یہ قوتیں بہت ہی تیز ہوں گی اس لیے یہ شخص جنت کے اندر کی آوازیں دروازے سے سن لے گا رب فرماتا ہے فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ۔

[4] یصرینی باب ضرب کا مضارع ہے یہ بنا ہے صری سے بمعنی ختم ہونا منقطع ہونا مطلب یہ ہے کہ میرا تجھ سے مانگنا ختم نہیں ہوتا میں تیری داد و دہش سے فارغ نہیں ہوتا بعض شارحین نے فرمایا کہ یہاں ما استفہامیہ ہے معنی یہ ہیں کہ کون چیز مجھے تجھ سے فارغ کرے گی بتا کس چیز پر تیری مانگ ختم ہوتی ہوگی مرقات نے فرمایا کہ یہاں عبارت الٹی ہے اصل میں یہ تھا ما یصریک منی میری کونسی عطا پر تیری طلب ختم ہوگی تو کس عطا پر مانگنے سے فارغ ہوگا یہ فرمان عالی نہایت ہی کرم و رحم کا ہے۔

[5] یعنی اگر تجھے جنت کا اتنا رقبہ دے دوں جو ساری دنیا کے رقبہ سے دوگنا ہے تو کیا تو سوالات اور مانگ ختم کردے گا لے تو اتنا لے لے اور اپنی مانگ ختم کر۔

أَنْتَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ فَضَحِكَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ فَقَالَ أَلَا تَسْأَلُوْنِيْ
مِمَّ أَضْحَكُ فَقَالُوْا مِمَّ تَضْحَكُ فَقَالَ هٰكَذَا
ضَحِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا مِمَّ
تَضْحَكُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ مِنْ ضَحِكِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ
حِيْنَ قَالَ أَتَسْتَهْزِئُ مِنِّيْ وَأَنْتَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ فَيَقُوْلُ
إِنِّيْ لَا أَسْتَهْزِئُ مِنْكَ وَلٰكِنِّيْ عَلٰى مَا أَشَاءُ

تو رب العالمین ہے [1] حضرت ابن مسعود ہنس پڑے پھر فرمایا تم مجھ سے پوچھتے کیوں نہیں کہ میں کس چیز سے ہنستا ہوں لوگوں نے عرض کیا کہ آپ کس چیز سے ہنستے ہیں فرمایا ایسے ہی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہنسے تھے صحابہ نے عرض کیا تھا کہ یا رسول اللہ حضور سرکار کس چیز سے ہنستے ہیں فرمایا رب العالمین کے ہنسنے سے جب وہ بندہ کہے گا کہ کیا تو مجھ سے مذاق فرماتا ہے حالانکہ تو رب العالمین ہے تو فرمائے گا میں تجھ سے مذاق نہیں کرتا لیکن میں اپنے ہر چاہے پر

[1] یہ شخص انتہائی خوشی میں دربار عالیہ کے آداب بھی اور عرض کرنے کا طریقہ بھی بھول جاوے گا وہ سمجھے گا کہ جنت میں اتنی جگہ کہاں سے آئی مجھ سے ٹھٹول ہی میرے دل لگانے کے لیے فرمایا جا رہا ہے استہزاء کے لغوی معنی ہیں دل لگی جو مخاطب کے دل کو لگ جاوے اللہ تعالیٰ دل اور دل لگنے سے پاک ہے اور دل لگی کے ظاہری معنی سے بھی پاک ہے کہ کچھ دینا تو نہ ہو صرف اس کا دل بہلانے کے لیے یہ فرمادے اشعہ، مرقات نے فرمایا کہ اس کی یہ عرض و معروض ایسی بے خودی میں ہوگی جیسے اس گم شدہ اونٹ والے نے اونٹ مل جانے پر کہا اللھم انت عبدی وانا ربک خدایا تو میرا بندہ ہے میں تیرا رب ہے خبر ہی نہ رہی کہ میرے منہ سے نکل کیا رہا ہے ایسی جوش کی حالت کی بے ادبی معاف ہوتی ہے یہ بے ادبی نہیں بلکہ بے خودی کی بدحواسی ہے۔

[2] رب تعالیٰ کے ہنسنے سے مراد ہے اس کا خوش ہو جانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہنسنا ہے آپ کا تبسم فرمانا یہ تبسم بھی اظہار خوشی کے لیے ہے حضرت ابن مسعود کا ہنسنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نقل فرماتے ہوئے ہے حضرات صحابہ کرام حضور کے اعمال کریمہ کی روایت بالعمل بھی کرتے تھے جب غضب ہو تو بندہ کی عبادت پر ناراض ہو جانے اور جب کرم ہو تو اس کے گناہ پر خوش ہو جائے بلاتشبیہ شیخ سعدی کا وہ مقولہ دیکھو کہ گے برسلامے برنجند وگہے بدشنامے خلعت دہند اس کی تحقیق یہاں مرقات میں دیکھو اعلیٰ حضرت نے فرمایا۔ اس میں روضہ کا سجدہ ہو کہ طواف ہوش میں جو نہ ہو وہ کیا نہ کرے۔

رب ہم سے زیادہ ہم پر مہربان ہے۔

قَدْ يُرٰى رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهُ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ نَحْوَهُ إِلَّا
أَنَّهُ لَمْ يَذْكُرْ فَيَقُوْلُ يَا ابْنَ اٰدَمَ مَا يَصْرِيْنِيْ مِنْكَ إِلٰى
اٰخِرِ الْحَدِيْثِ وَزَادَ فِيْهِ وَيُذَكِّرُهُ اللّٰهُ سَلْ كَذَا وَكَذَا حَتّٰى
إِذَا انْقَطَعَتْ بِهِ الْأَمَانِيُّ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى هُوَ لَكَ وَعَشَرَةُ
أَمْثَالِهِ قَالَ ثُمَّ يَدْخُلُ بَيْتَهُ فَتَدْخُلُ عَلَيْهِ زَوْجَتَاهُ
مِنَ الْحُوْرِ الْعِيْنِ فَتَقُوْلَانِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ أَحْيَاكَ

قادر ہوگا (مسلم) اور اسی مسلم کی ایک روایت میں ہے جو حضرت ابوسعید سے ہے اسی طرح ہے مگر انہوں نے یہ ذکر
نہ کیا کہ اے ابن آدم مجھے تجھ سے فراغت نہیں ہوتی[1] آخر حدیث تک اس میں یہ زیادتی کی ہے کہ اللہ اسے یاد دلائے
گا کہ فلاں فلاں چیز مانگ[2] حتی کہ جب اس کی خواہشیں ختم ہو جائیں گی تو اللہ تعالٰی فرمائیگا کہ وہ سب کچھ تیرا ہے اور اس
سے دس گنا اور[3] فرمایا پھر وہ اپنے گھر میں داخل ہوگا تو اس پر اس کی دو بیویاں آنکھ والی
حوریں داخل ہوں گی[4] کہیں گی شکر ہے اس اللہ کا جس نے تجھے ہمارے لئے اور ہمیں تیرے

[1] یعنی تو نے میری قدرت جانی نہیں تیری طلب سے میری رحمتیں زیادہ ہیں میری عطائیں تیرے وہم و گمان سے وراء ہیں۔

[2] یعنی مسلم کی روایت میں اتنی عبارت نہیں اور دوسری روایت میں عبارت ہے جو دوسری روایت میں مذکور ہے۔

[3] سبحان اللہ کیسا کریم رحیم ہے کہ خود ہی مانگنا سکھائے اور خود ہی عطائیں فرمائے جب حاکم فرمائے کہ تم فلاں مضمون کی درخواست ہم کو دے دو مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہم نے دینا طے کر رکھا ہے قانونی کاروائی کے لیے درخواست مانگی ہے یہ یہاں بھی ہے کہ بلکہ دنیا میں بھی ایسا ہی ہے وہ ہی دعا سکھاتا ہے وہ ہی عطائیں فرماتا ہے۔

[4] اس کا مطلب پہلے بیان ہو چکا کہ اولاً ایک مثل کی عطا ہوگی پھر دس گنا کی لہذا روایات میں کوئی تعارض نہیں۔

[5] اس کی یہ بی بیاں اس کی منتظر تھیں۔ خیال رہے کہ اس جنتی کو دو بیویاں تو حور عین ملیں گی اور اس کی دنیا کی وہ بیوی جو اس کے نکاح میں فوت ہوئی اگر اس کا خاتمہ ایمان پر ہوا ہے وہ بھی ملے گی ان کے سوا اور وہ عورتیں جو کنواری فوت ہوئیں یا وہ جن کے خاوند کافر مرے وہ بھی اسے ملے گی ہر جنتی کا یہ ہی حال ہوگا۔ چنانچہ حضرت مریم اور حضرت بی بی آسیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں ہوں گی یہاں دو فرمانا صرف حوروں کے لیے ہے لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں کہ ولھم فیھا ازواج مطھرۃ وہاں ازواج جمع ارشاد ہوا ہے یہاں دو حوریں فرمایا گیا دونوں درست ہیں۔

لَنَا وَاَحْيَانَا لَكَ قَالَ فَيَقُوْلُ مَا اُعْطِيَ اَحَدٌ[۲] مِثْلَ مَا اُعْطِيْتُ ۔ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيُصِيْبَنَّ اَقْوَامًا سَفْعٌ[۳] مِّنَ النَّارِ بِذُنُوْبٍ اَصَابُوْهَا عُقُوْبَةً ثُمَّ يُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ بِفَضْلِهٖ وَرَحْمَتِهٖ فَيُقَالُ لَهُمُ الْجَهَنَّمِيُّوْنَ[۴] بُخَارِیٌّ ۔ وَعَنْ عِمْرَانَ ابْنِ حُصَيْنٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخْرَجُ قَوْمٌ مِّنَ النَّارِ بِشَفَاعَةِ

لیے زندہ رکھا[۱] فرماتے ہیں وہ کہے گا کہ جیسا مجھے عطیہ کیا گیا وہ کسی کو نہ دیا گیا[۲] روایت ہے حضرت انس سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کچھ قوموں کو ان کے کئے ہوئے گناہوں کی وجہ سے آگ کی لپٹ پہونچے گی[۳] سزا کے طور پر پھر اللہ انہیں جنت میں داخل فرمائے گا اپنے فضل اپنی رحمت سے انہیں جہنمی کہا جائے گا[۴] (بخاری) روایت ہے حضرت عمران ابن حصین سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ محمد مصطفٰے کی شفاعت سے ایک قوم آگ سے

۱؎ یعنی اس رب نے تم کو ہمارے لیے اور ہم کو تمہارے لیے دائمی زندگی بخشی کہ اب نہ مرنا ہے نہ یہاں سے نکلنا نہ ہماری تمہاری جدائی سبحان اللہ ہم تک پہنچایا۔

۲؎ یا تو اس شخص کو اونچے درجات والے جنتیوں کی عطاؤں کی خبر نہ ہوگی وہ سمجھے گا سب سے اعلٰی نعمتیں مجھے ہی دی گئی ہیں یا اسے ان حضرات کے عطیوں کی طرف دھیان نہ جاوے گا اپنی نعمتوں پر ہی دھیان رہے گا۔ تاکہ اسے رنج نہ ہو کہ جنت میں رنج وغم نہیں مرقات نے پہلی توجیہ اختیار کی غرضکہ اس کی خوشی کی انتہا نہ ہوگی۔

۳؎ ایسی لپٹ پہنچے کہ جس سے ان کے چہرے جھلس تو جائیں گے مگر بالکل جلیں گے نہیں سفع کے معنی ہیں حرق قلیل تھوڑی سی جلن۔

۴؎ مگر انہیں اس نام سے خوشی ہوگی کہ رب تعالٰے کی بخشش رحمت انہیں یاد آئے گی، رنج مطلقًا نہ ہوگا کہ جنت میں رنج کیسا۔

مُحَمَّدٍ فَيَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَيُسَمَّوْنَ الْجَهَنَّمِيِّيْنَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ
وَفِيْ رِوَايَةٍ يَخْرُجُ قَوْمٌ مِّنْ اُمَّتِيْ مِنَ النَّارِ بِشَفَاعَتِيْ يُسَمَّوْنَ
الْجَهَنَّمِيِّيْنَ • وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ لَاَعْلَمُ اٰخِرَ اَهْلِ النَّارِ
خُرُوْجًا مِّنْهَا وَاٰخِرَ اَهْلِ الْجَنَّةِ دُخُوْلًا رَجُلٌ يَخْرُجُ
مِنَ النَّارِ حَبْوًا فَيَقُوْلُ اللّٰهُ اذْهَبْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ
فَيَاْتِيْهَا فَتُخَيَّلُ اِلَيْهِ اَنَّهَا مَلْاٰى فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ

نکالی جاوے جو جنت میں داخل ہوں گے اور ان کا نام جہنمیں رکھا جاوے گا لہ (بخاری) اور ایک
روایت میں ہے کہ میری امت میں سے ایک قوم میری شفاعت کی بنا پر آگ سے نکالی جاوے گی جو جہنمی نام
دیئے جائیں گے لہ روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ
میں جانتا ہوں دوزخ والوں میں سے آخری نکلنے والے کو اور جنت میں آخری داخل
ہونے والے کو لہ ایک شخص آگ سے گھسٹتا ہوا نکلے گا تو رب فرمائے گا جا جنت میں
داخل ہو جا وہ وہاں جاویگا اسے خیال بندھے کہ جنت بھری ہوئی ہے لہ وہ کہے گا یا رب میں نے

لہ ان میں سے وہ لوگ بھی داخل ہیں جنہوں نے صرف کلمہ پڑھا۔ اچھے عقیدے اعتقاد کئے مگر کوئی نیکی نہ کی اور وہ بھی داخل ہیں جنہوں نے
کلمہ بھی نہیں پڑھا ان کا ایمان شرعی نہ تھا مگر وہ عنداللہ مومن تھے۔ دل میں ایمان رکھتے تھے زبان سے ظاہر نہ کرتے تھے کسی وجہ سے
ان پر دنیا میں نماز جنازہ بھی نہ ہوئی انہیں مسلمانوں کے قبرستان میں دفن بھی نہیں کیا گیا۔ انہیں رب تعالیٰ اپنی قدرت والی مٹھی میں بھر کر
جنت میں ڈالے گا۔ یہ سب حضور کی شفاعت سے ہی دوزخ سے نکلیں گے اس کی تحقیق ابھی کچھ پہلے کی جا چکی ہے۔
لہ یہ وہ لوگ ہیں جو کلمہ پڑھ کر مسلمان تو ہو گئے مگر غفلت میں زندگی گزار گئے۔ کوئی نیکی نہیں کی کیونکہ انہیں امتی فرمایا گیا۔
لہ رجل سے مراد صرف ایک شخص نہیں ہے بلکہ اس قسم کے لوگ ہیں۔ حضور ان سب کو تفصیلاً جانتے ہیں۔ ان کے نام ان کے
خاندان ان کی شکل و صورت وغیرہ جیسا کہ اعلم سے معلوم ہوا۔ شعر
ہم نے عرض کیا ہے۔　　　ایک ماہ سن گورا سا بدن بھی نظریں گل کی خبریں
لہ کیونکہ جہاں تک اس کی نگاہ کام کرے گی وہاں تک آدمی ہی آدمی نظر آئیں گے کوئی جگہ جنتیوں سے خالی اسے نظر نہ آوے گی۔

وَجَدَتُهَا مَلَأَى فَيَقُولُ اِذْهَبْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ فَاِنَّ لَكَ مِثْلُ الدُّنْيَا وَعَشَرَةَ اَمْثَالِهَا فَيَقُولُ اَتَسْخَرُ مِنِّيْ اَوْتَضْحَكُ مِنِّيْ وَاَنْتَ الْمَلِكُ فَلَقَدْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَحِكَ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهٗ وَكَانَ يُقَالُ ذٰلِكَ اَدْنٰى اَهْلِ الْجَنَّةِ مَنْزِلَةً مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ لَاَعْلَمُ اٰخِرَ اَهْلِ الْجَنَّةِ دُخُوْلًا الْجَنَّةَ وَاٰخِرَ اَهْلِ النَّارِ خُرُوْجًا مِنْهَا رَجُلٌ يُؤْتٰى بِهٖ

جنت بھری ہوئی پائی ۱؎ تو رب فرمائیگا جا جنت میں داخل ہو جا کیونکہ تیری ملکیت دنیا کی برابر اور اس کا دس گنا ہے ۲؎ وہ کہے گا کیا تو مجھ سے مسخر کرتا ہے یا مجھ سے ہنسی فرماتا ہے۔ حالانکہ تو بادشاہ ہے تو میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حضور ہنسے حتی کہ آپ کی داڑھیں مبارک چمک گئیں ۳؎ اور کہا جاتا تھا کہ یہ جنت والوں میں ادنی درجہ کا ہوگا ۴؎ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ میں جانتا ہوں جنتیوں میں سے آخری داخل ہونے والے کو جنت ۵؎ اور دوزخیوں میں سے وہاں سے آخری نکلنے والے کو یہ شخص

۱؎ یعنی اب میں کہاں جاؤں گا۔ جنت میں تو کوئی جگہ خالی ہی نہیں۔

۲؎ اس دس گنا فرمانے میں عجیب حکمت ہوگی کیونکہ مومن کا دنیا میں رہنا بھی نیکی ہے اور نیکی کا بدلہ دس گنا ہے۔ من جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالھا لہذا اس قانون سے اسے دنیا کا دس گنا رقبہ عطا ہوا۔ (مرقات)

۳؎ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ہنسنے سے مراد ہوتا ہے۔ آپ کا تبسم فرمانا کیونکہ قہقہہ لگانا حضور سے کبھی ثابت نہیں۔ سخر کے استہزاء کے معنی بیان ہو چکے۔

۴؎ یہ قول یا تو حضرت ابن مسعود کا ہے یا کسی اور راوی کا حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمان نہیں۔ اس لیے کان یقال فرمایا گیا۔ یعنی لوگوں میں یہ مشہور تھا کہ یہ ادنیٰ درجہ کا جنتی ہوگا جس کی املاک اس قدر وسیع ہوں گی۔ اعلیٰ جنتیوں کی ملکیت کا رقبہ تو ہمارے خیال سے باہر ہے۔

۵؎ یہ دونوں چیزیں لازم ملزوم ہیں جو دوزخ سے آخر میں نکلے گا وہ ہی جنت میں آخر میں جائیگا۔ مرد سے مراد نوعی مرد ہے نہ کہ شخصی مرد اس قسم کے بہت لوگ ہوں گے جنہیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم تفصیلاً جانتے ہیں۔

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَيُقَالُ اَعْرِضُوْا عَلَيْهِ صِغَارَ ذُنُوْبِهٖ وَارْفَعُوْا عَنْهُ كِبَارَهَا فَتُعْرَضُ عَلَيْهِ صِغَارُ ذُنُوْبِهٖ فَيُقَالُ عَمِلْتَ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا كَذَا وَكَذَا وَعَمِلْتَ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا كَذَا وَكَذَا فَيَقُوْلُ نَعَمْ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُّنْكِرَ وَهُوَ مُشْفِقٌ مِّنْ كِبَارِ ذُنُوْبِهٖ اَنْ تُعْرَضَ عَلَيْهِ فَيُقَالُ لَهٗ فَاِنَّ لَكَ مَكَانَ كُلِّ سَيِّئَةٍ حَسَنَةً فَيَقُوْلُ قَدْ عَمِلْتُ اَشْيَاءَ لَا اَرَاهَا هٰهُنَا وَ

ہوگا جسے قیامت کے دن لایا جائیگا کہا جائیگا کہ اس پر اس کے چھوٹے گناہ پیش کرو اور اس سے اس کے بڑے گناہ اٹھا رکھو چنانچہ اس پر اس کے چھوٹے گناہ پیش کئے جائینگے کہا جاویگا تو نے فلاں فلاں دن فلاں فلاں گناہ کئے اور فلاں فلاں دن گناہ کئے وہ کہیگا ہاں[1] انکار کرنے کی طاقت نہ رکھے گا[2] اور وہ اپنے بڑے گناہوں سے ڈر رہا ہوگا کہ اس پر وہ پیش کردئے جاویں[3] کہا جاوے گا کہ تیرے لئے ہر گناہ کے عوض ایک نیکی ہے[4] تب وہ کہے گا کہ میں نے تو اور بڑے کام بھی کئے تھے جنہیں میں یہاں نہیں

[1] یعنی اس کے سامنے اس کے چھوٹے گناہ اقرار کرانے کے لیے پیش کرو ابھی بڑے گناہ سے نہ دکھاؤ خیال رہے کہ ابھی ان بڑے گناہوں کی معافی نہیں ہے بلکہ اس سے چھپانا ہے جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔

[2] اس دن اپنے گناہ ماننا سعادت کی نشانی ہوگی اور بخشش کا پیش خیمہ انکار کرنے پر مصیبت آجاوے گی مسلمان یہ بات یاد رکھیں۔

[3] یعنی اس کے دل میں اس ہی سے کسی گناہ کے انکار کی ہمت نہ ہوگی یہ بھی نیک بختی کی علامت ہے الحمد للہ یہاں گناہ کرنے کی ہم کو بہت ہی جرأت ہے یہ بہت بازنا انشاء اللہ چھپنے کا پیش خیمہ ہے یہ بہت عذاب ہے کم ہی رحمت۔

[4] معلوم ہوا کہ اس دن ہر شخص کو اپنا ایک ایک عمل یاد ہوگا نامۂ اعمال اس کی یاد کی تصدیق کریگا۔ رب فرماتا ہے اقْرَأْ كِتَابَكَ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا بلکہ مرتے وقت بھی انسان کے سامنے اپنے ہر نیک و بد اعمال آجاتے ہیں بہتر ہے کہ ہر شخص روزانہ سوتے وقت اپنے اعمال کا حساب کر لیا کرے۔

[5] ظاہر یہ ہے کہ یہ وہ شخص ہوگا جس نے اپنے ان گناہوں سے توبہ نہیں کی تھی بغیر توبہ مرگیا تھا اور یہ تبدیلی محض کرم و فضل سے ہوگی اس تبدیلی کا مطلب یہ نہیں کہ گناہ نیکیاں بن جاویں گے کہ زنا جہاد بن جاوے اور جھوٹ سچ ہو جاوے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اسے فی گناہ ایک نیکی دیدی اگر وہ نیکی کرتا تو یہ پاتا اسے ویسے ہی دیدی۔ خیال رہے کہ توبہ۔ ایمان۔ نیک اعمال کی برکت سے گناہوں کی تبدیلی قانون ہے۔ رب فرماتا ہے اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ

وَلَقَدْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَحِكَ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهٗ رَوَاهُ مُسْلِمٌ • وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُخْرَجُ مِنَ النَّارِ اَرْبَعَةٌ فَيُعْرَضُوْنَ عَلَى اللّٰهِ ثُمَّ يُؤْمَرُ بِهِمْ اِلَى النَّارِ فَيَلْتَفِتُ اَحَدُهُمْ فَيَقُوْلُ اَىْ

دیکھ رہا ہوں ۱؎ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حضور سرکار ہنس پڑے حتی کہ آپ کی داڑھیں چمک گئیں ۲؎ (مسلم) روایت ہے حضرت انس سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آگ سے چار آدمی نکالے جائیں گے ۳؎ پھر بارگاہ الٰہی میں پیش کیے جائیں گے پھر انہیں آگ کی طرف جانے کا حکم دیا جاویگا ۴؎ تو ان میں سے ایک مڑ کر دیکھے گا عرض کریگا

سیاٰتہم حسنات وہاں یہ تبدیل صرف فضل و مہربانی سے ہے. شعر

گنہگاروں پہ جب لطف آپ کا ہوگا ... کیا بغیر کیا بے کیا کیا ہوگا

جیسا دیکھی کیتی مسکرائی ... بن کیتی ملکھ وین پرائی

اللہ تو انصاف نہ کرے رحم فرماوے کہ ہماری کی ہوئی برائیاں بھلی اچھی بنا دے یعنی محو فرما دے. سب پہ مہربانی دعا کا قلم پھیر دے. شعر

من نگوئم کہ طاعتم بپذیر ... قلم عفو بر گناہم کش

۱؎ یعنی اس کرم کریمانہ کو دیکھ کر پکار اٹھے گا کہ مولا میرے بڑے گناہ تو یہاں موجود ہی نہیں وہ بھی لکھے جاویں اور ان بڑے گناہوں پر بڑے بھلے دیئے جاویں. تو بخشش بے حساب کریں جرم بے حساب. ۲؎ حضور نے اس کے انقلاب حال پر تبسم فرمایا کہ ابھی تو گناہ کبیرہ سے ڈر رہا تھا اب خود مانگ رہا ہے. رب کا فضل قرآن کی آن میں کایا پلٹ دیتا ہے وہ اگر چاہے تو ہم جیسے ناکسوں گنہگار پرہیزگار بن جاویں وہاں کیا کمی ہے. پانچ منٹ کی بارش مردہ زمین کو زندہ کر دیتی ہے. ۳؎ یعنی چار قسم کے لوگ نکالے جائیں گے یا ہر بار میں چار چار افراد نکالے جائیں گے اور ہو سکتا ہے کہ یہ واقعہ شخصی ہو. خیال رہے کہ سب لوگ بخشے جائیں گے حضور کی شفاعت سے ہی کوئی آگے کوئی پیچھے کوئی کسی طرح کوئی کسی طرح شفاعت سے پہلے تو رب کسی سے کلام فرمائے گا نہ قیامت کا کاروبار شروع فرمائیگا ۴؎ سبحان اللہ کیسا پیارا حکم ہے دوزخ سے نکل کر پہلے ... ایسا پھر وہاں ہی لوٹ جاؤ کہ حکم ... پر دل و جان فدا اعلیحضرت قدس سرہ نے کیا خوب فرمایا

جملہ عالم بندۂ اکرام تو ... صد چو جان من فدائے نام تو

رَبِّ لَقَدْ كُنْتُ أَرْجُوْ إِذْ أَخْرَجْتَنِيْ مِنْهَا أَنْ لَا تُعِيْدَنِيْ فِيْهَا قَالَ فَيُنَجِّيْهِ مِنْهَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْلُصُ الْمُؤْمِنُوْنَ مِنَ النَّارِ فَيُحْبَسُوْنَ عَلٰى قَنْطَرَةٍ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ فَيُقْتَصُّ لِبَعْضِهِمْ مِنْ بَعْضٍ مَظَالِمُ كَانَتْ بَيْنَهُمْ فِي الدُّنْيَا حَتّٰى إِذَا

یا رب میں امیدوار تھا جب تو نے مجھے وہاں سے نکال لیا تو اب دوبارہ نہ لوٹائے گا. فرمایا تو رب اسے آگ سے نجات دیدیگا[1] (مسلم) روایت ہے حضرت ابوسعید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ مسلمان آگ سے نجات پائیں گے تو وہ جنت دوزخ کے درمیان ایک پل پر روکے جائیں گے[2] تو بعض کا بعض ان ظلموں کا بدلہ لیا جاوے گا جو ان کے درمیان دنیا میں تھے[3] حتی کہ جب

[1] معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ سے امید بھی بڑی عبادت ہے ایسی عبادت کہ مشکلیں حل کر دیتی ہے امید ہی وہ عبادت ہے جو اس عالم میں بھی ہوگی اور عالم آخرت کی امید ہی وہ عبادت ہے جو ہم جیسے گنہگاروں کا سہارا ہے۔ شعر

زطاعت نہ آوردم الا امید خدایا مگرداں مرا ناامید

اس فرمان عالی سے معلوم ہوتا ہے کہ ان چاروں میں سے ایک شخص یہ عرض کرے گا باقی تین بھی اسی کی عرض سے بخش دیئے جائیں گے رحمت والے کا ساتھ بھی رحمت سے حصہ دلوا دیتا ہے۔ یا وہ چاروں باری باری سے یہ عرض کریں گے یہاں صرف ایک کا ذکر ہوا ہے

[2] ظاہر یہ ہے کہ یہ پل جنت دوزخ کے درمیان کوئی اور پل ہے سواء پلصراط کے کیونکہ پلصراط تو دوزخ کے اوپر واقع ہے جنت دوزخ کے درمیان نہیں، نیز یہاں ارشاد ہے کہ مومن آگ سے نجات پاکر اس پل پر پہنچیں گے یعنی پلصراط سے گزر جانے کے بعد لہٰذا اگر اس سے پلصراط ہی مراد ہو تو اس کا دوسرا کنارہ مراد ہوگا جو دوزخ کے دوسری طرف جنت کی جانب ہے اس کا پہلا کنارہ میدان حشر کی طرف عام شارحین نے اس سے پلصراط مراد لیا ہے واللہ اعلم۔

[3] یعنی ظالموں سے مظلوموں کو بدلہ دلوایا جاوے گا خواہ جانی ظلم ہو یا مالی یا عزت و آبرو کا ظلم غالبًا اس سے معمولی ظلم مراد ہیں۔ بڑے ظلم جیسے قتل، مال مار لینا وغیرہ کی سزائیں تو دوزخ میں رکھا جاوے گا۔ یہاں قصاص یا تو اس طرح لیا جاوے گا کہ مظلوم سے معاف کرا دیا جاوے یا مظلوم کا درجہ بڑھا دیا جاوے یا ظالم کا درجہ گھٹا دیا جاوے قصاص کی بہت صورتیں ہو سکتی ہیں۔

هُذِّبُوْا وَنُقُّوْا اُذِنَ لَهُمْ فِيْ دُخُوْلِ الْجَنَّةِ فَوَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَاَحَدُهُمْ اَهْدٰى بِمَنْزِلِهٖ فِي الْجَنَّةِ مِنْهُ بِمَنْزِلِهٖ كَانَ لَهٗ فِي الدُّنْيَا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ♦ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ اَحَدٌ الْجَنَّةَ اِلَّا اُرِيَ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ لَوْ اَسَاءَ لِيَزْدَادَ شُكْرًا وَلَا يَدْخُلُ النَّارَ اَحَدٌ اِلَّا اُرِيَ مَقْعَدَهٗ مِنَ الْجَنَّةِ لَوْ

کر پاک وصاف کر دیئے جائیں گے تو انہیں جنت میں داخل ہونے کی اجازت دی جاویگی [1] تو اسکی قسم جس کے قبضہ میں محمد مصطفٰے کی جان ہے ان میں سے ہر ایک اپنے جنتی گھر کا اس سے زیادہ ہدایت یافتہ ہوگا جو اپنے دنیاوی گھر کا ہدایت یافتہ تھا [2] (بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ کوئی جنت میں داخل نہ ہوگا مگر پہلے اسے اس کا دوزخی ٹھکانہ دکھایا جاوے گا اگر وہ جرم کرتا [3] تاکہ وہ زیادہ شکر کرے اور کوئی آگ میں نہ جاویگا مگر اسے اس کا جنتی ٹھکانہ دکھایا جاوے گا اگر

[1] اس سے معلوم ہوا کہ کوئی گندا جنت میں نہ جائے گا وہاں تو پاک وصاف کی جگہ ہے۔ مگر بعض گناہوں سے تو دنیاوی تکالیف فکریں بیماریں وغیرہ کے ذریعہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ بعض گناہوں سے سکرات موت کی وجہ سے بعض گناہوں سے عذاب قبر کی وجہ سے مگر بعض گناہ ایسے ہیں جنہیں کچھ دن دوزخ کی آگ میں رکھ کر دور کئے جائیں گے جیسے سونے چاندی کے معمولی میل صابن برش سے صاف کئے جاتے ہیں مگر بعض میل آگ میں تپا کر ہی دور کئے جا سکتے ہیں۔ یہی ہمارے میلوں کا حال ہے (اشعہ)

[2] چنانچہ کوئی جنتی جنت میں پہنچ کر کسی سے اپنے گھر کا پتہ نہ پوچھے گا۔ بلکہ خود بخود بے تکلف وہاں ایسے پہنچ جاوے گا جیسے وہاں کا پرانا باشندہ ہے۔ کیونکہ گناہ دھل جانے کی وجہ سے اس کا دل نورانی خالص ہوگیا نور سے کچھ نہیں چھپتا (اشعہ) رب فرماتا ہے یَهْدِیْهِمْ رَبُّهُمْ بِاِیْمَانِهِمْ ...... اللہ کرے دنیا میں بھی ہم کو کامل نور ایمانی عطا فرما دے۔

[3] ہر شخص کے لیے دو ٹھکانے مقرر ہیں ایک دوزخ میں دوسرا جنت میں مومن اپنا اور کافر کا جنتی مقام لے گا۔ اور کافر دوزخ میں اپنا اور مسلمان کے مقام کو سنبھالے گا۔ یہاں قبر کے امتحان میں کامیاب ہو جانے پر دکھایا جاوے گا۔ پھر قیامت میں دکھانا مراد ہے جیسا کہ مضمون سے اور عذاب قبر کے باب میں خود قبر میں دکھانے کا ذکر تھا۔

اَحْسَنَ لِيَكُوْنَ عَلَيْهِ حَسْرَةً رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ • وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَارَ اَهْلُ الْجَنَّةِ اِلَى الْجَنَّةِ وَاَهْلُ النَّارِ جِيْئَ بِالْمَوْتِ حَتّٰى يُجْعَلَ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ ثُمَّ يُذْبَحُ ثُمَّ يُنَادِيْ مُنَادٍ يَا اَهْلَ الْجَنَّةِ لَا مَوْتَ وَيَا اَهْلَ النَّارِ لَا مَوْتَ فَيَزْدَادُ اَهْلُ الْجَنَّةِ فَرَحًا اِلٰى فَرَحِهِمْ وَيَزْدَادُ اَهْلُ النَّارِ حُزْنًا اِلٰى حُزْنِهِمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ عَنْ ثَوْبَانَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

وہ نیکیاں کرتا تاکہ اس پر حسرۃ ہوجاوے [1] (بخاری) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جب جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں چلے جاویں گے تو موت وہاں لائی جاوے گی حتی کہ جنت و دوزخ کے درمیان رکھی جاوے گی [2] پھر ذبح کردی جاوے گی [3] پھر پکارنے والا پکارے گا اے جنتیو اب موت نہیں اور اے دوزخیو اب موت نہیں [4] تو جنتی لوگوں کو خوشی پر خوشی بڑھ جاوے اور دوزخی لوگوں کو غم پر غم زیادہ ہوجاوے گا [5] (مسلم۔ بخاری)

دوسری فصل روایت ہے حضرت ثوبان سے وہ نبی صلے اللہ

[1] مومن کی خوشی کی انتہا نہ رہے گی اور کافر کے رنج و غم بے حد بڑھ جائیں گے۔ آگ کی تکلیف اور جنت کا گھر چھوٹ جانیکا صدمہ

[2] دنبہ کی شکل میں موت اعراف پر کھڑی کی جاوے گی۔ خیال رہے کہ دنیا کے اعراض صفات وغیرہ سب کی صورتیں ہیں جو آخرت میں ظاہر ہوں گی۔ آج ہم خواب میں حالات کو اجسام کی شکل میں دیکھ لیتے ہیں شاہ مصر نے سات سال کا قحط سات بالیوں سات گایوں کی شکل میں دیکھا تھا۔

[3] اس فرمان عالی سے معلوم ہوا کہ موت وجودی چیز ہے محض عدم نہیں۔ رب فرماتا ہے خلق الموت والحیٰوۃ لہذا موت فنا ہوسکتی ہے کہ وہ بھی مخلوق ہے۔

[4] لہذا اب ہمیشہ ہمیشہ جنت میں رہو نہ مرنا ہے نہ یہاں سے نکلنا نہ بیماری دکھ کی تکلیف تمہیں بھی یہاں ہمیشگی ہے اور تمہارے عیش و آرام کو بھی دوام۔

[5] اس خوشی اور غم کا بیان نہیں ہوسکتا اگر وہاں موت ہوتی تو جنتی تو خوشی سے مرجاتے اور دوزخی غم سے ہلاک ہوجاتے۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حَوْضِيْ مِنْ عَدَنٍ إِلٰى عَمَّانَ الْبَلْقَاءِ مَاءُهٗ
أَشَدُّ بَيَاضًا مِنَ اللَّبَنِ وَأَحْلٰى مِنَ الْعَسَلِ وَأَكْوَابُهٗ
عَدَدُ نُجُوْمِ السَّمَاءِ مَنْ شَرِبَ شُرْبَةً لَمْ يَظْمَأْ بَعْدَهَا
أَبَدًا أَوَّلُ النَّاسِ وُرُوْدًا فُقَرَاءُ الْمُهَاجِرِيْنَ الشُّعْثُ رُؤُسًا
الدُّنْسُ ثِيَابًا الَّذِيْنَ لَا يَنْكِحُوْنَ الْمُتَنَعِّمَاتِ وَلَا يُفْتَحُ لَهُمْ

علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں کہ میرا حوض عدن سے لے کر[1] عمان بلقاء تک ہے[2] اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہے اور شہد سے زیادہ میٹھا[3] اور اس کے کوزے آسمان کے تاروں کے برابر[4] ہیں جو ایک گھونٹ پیئے گا اس کے بعد کبھی بھی پیاسا نہ ہوگا[5] لوگوں میں سب سے پہلے وہاں پہنچنے والے وہ مہاجر فقیر ہیں جن کے بال پراگندہ ہیں کپڑے میلے جو امیر عورتوں سے نکاح نہ کر سکیں ان کے دروازے نہ کھولے

[1] عدن آج کل یمن کا دارالخلافہ ہے۔ مشہور شہر ہے بحر ہند کے کنارہ پر واقع ہے حجاج کا جہاز پہلے عدن ٹھہرتا ہے پھر جدہ پہنچتا ہے۔

[2] عمان عین کے فتح میم کے شد سے اردن کا مشہور شہر ہے وہاں کا دارالخلافہ ہے اور عمان عین کے پیش میم کے شد سے یمن کا ایک شہر بھی ہے شام کا ایک مقام بھی اور بلقاء شام کی مشہور جگہ عمان کو بلقاء کی طرف مضاف فرما کر بتایا کہ یہاں شام والا عمان مراد ہے۔ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ یہ بیان حد بندی کے لیے نہیں بلکہ سننے والے کو وسعت سمجھانے کے لیے ہے۔ اسی واسطے مختلف احادیث میں مختلف شہروں کے نام لیے گئے جو شخص جن شہروں سے واقف تھا اسے وہی شہر بتائے گئے۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ حوض کوثر بعض لوگوں کی نگاہ میں دراز ہوگا بعض کی نگاہ میں بہت دراز بعض کی نگاہ میں بہت ہی دراز جیسے مومن کی قبر کی فراخی مختلف ہے (مرقات)

[3] مٹھاس کے بیان کے لیے شہد کا ذکر فرمایا کہ شہد میٹھا بھی ہوتا ہے لذیذ بھی اور اس میں شفا بھی ہے دیگر شیرینی میں یہ خوبیاں جمع نہیں۔

[4] کوزوں اور تاروں کی گنتی حضور کو معلوم ہے۔ دوسروں کے علم سے وراء ہے چونکہ تارے بہت بھی ہیں چمکدار بھی خوشنما بھی، اس لیے ان کا ذکر فرمایا ذرات یا قطرات کا ذکر نہیں فرمایا ان کوزوں میں کثرت بھی ہے چمک دمک بھی ہے اور حسن بھی۔ [5] حوض کوثر جنت میں ہے اس کی ایک نہر میدان حشر میں۔ اسی میں تاثیر یہ ہے کہ نہ اب پیاس ہے نہ آئندہ پیاس محسوس ہو۔ سبحان اللہ

الشِّدَّةِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَعَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَزَلْنَا مَنْزِلًا فَقَالَ مَا اَنْتُمْ جُزْءٌ مِنْ مِائَةِ اَلْفِ جُزْءٍ مِمَّنْ يَرِدُ عَلَيَّ الْحَوْضَ قِيْلَ كَمْ كُنْتُمْ يَوْمَئِذٍ قَالَ سَبْعَمِائَةٍ اَوْ ثَمَانَمِائَةٍ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَعَنْ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

جاویں گے[۱] (احمد۔ ترمذی۔ ابن ماجہ) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔ روایت ہے حضرت زید ابن ارقم سے فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے ایک منزل پر اترے تو فرمایا کہ تم ان کا لاکھواں حصہ بھی نہیں ہو جو میرے پاس حوض پہ پہنچیں گے[۲] کہا گیا تم اس دن کتنے تھے فرمایا سات سو یا آٹھ سو[۳] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت سمرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے....

۱؎ یہاں فقراء سے مراد وہ فقراء ہیں۔ جو صالحین مؤمنین تھے۔ جو علم و عبادت میں مشغولیت کی وجہ سے مال و عزت حاصل نہ کر سکے اپنے کو خدمت دین کے لیے وقف رکھا دوسری روایت میں بھی اسے یوں واضح فرمایا کہ دنیا میں بھوک کے رہنے والے کل جنت میں سیر ہوں گے (مرقات)، جنہیں دنیا والے نہیں پوچھتے انہیں اللہ تعالٰی اور اس کے رسول پوچھتے ہیں۔ خیال رہے کہ یہاں الشعث وغیرہ کا مطلب یہ نہیں کہ وہ گندے رہتے تھے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ وہ ہر وقت جسمانی صفائی کے پیچھے نہیں لگتے۔ اس صفائی میں مشغول ہو کر آخرت کو نہیں بھولتے۔ لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں ارشاد ہے کہ صفائی و طہارت بہت اعلیٰ چیزیں ہیں فرمایا گیا۔ طہارت نصف ایمان ہے نیز اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ وہ لوگوں کے دروازہ پر جاتے ہیں مگر ان کے لیے دروازے نہیں کھلتے یہ فرض و تقدیر کا بیان ہے کہ اگر بالفرض وہ کسی دنیا دار کے دروازہ پر جائیں تو وہ ان بیچاروں کی طرف التفات نہ کریں ورنہ یہ فقراء تمام عالم سے غنی ہوتے ہیں۔ مصرع

کیوں نہ وہ بے نیاز ہو تجھ سے جسے نیاز ہو

۲؎ اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری امت مراد ہے کہ ان شاء اللہ ہر امتی حوض کوثر پر حاضر ہوگا۔ وہاں کا پانی پیئے گا کیونکہ وہ اس کے نبی کا حوض ہے صلے اللہ علیہ وسلم ۳؎ یہ فقط سمجھانے کے لیے ہے ورنہ حضور کی امت تو اربوں کھربوں کی تعداد میں ہے آج مسلمان دنیا میں قریباً ایک ارب ہیں پھر تا قیامت کتنے ہوں گے ہم اندازہ نہیں کر سکتے۔

إِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوْضًا وَإِنَّهُمْ يَتَبَاهَوْنَ أَيُّهُمْ أَكْثَرُ وَارِدَةً وَإِنِّي لَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَكْثَرَهُمْ وَارِدَةً رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ ۔ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَشْفَعَ لِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَقَالَ أَنَا فَاعِلٌ قُلْتُ

کہ ہر نبی کا حوض ہے؎۱ اور وہ حضرات اس پر فخر کریں گے کہ ان میں سے کس کے پاس زیادہ آنے والے ہیں؎۲ اور میں امید کرتا ہوں کہ میں ان سب میں زیادہ ہوں گا آنے والوں میں؎۳ (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا قیامت کے دن شفاعت فرمادیں؎۴ فرمایا میں شفاعت کروں گا؎۵ میں نے عرض کیا

۱؎ ہر نبی کا حوض علیحدہ ہوگا۔ مگر ہمارے حضور کا حوض جس کا نام کوثر ہے ان سب سے بڑا سب سے خوبصورت اور سب سے لذیذ ہوگا۔

۲؎ کیونکہ ہر نبی کے حوض پر ان کی امت ہی حاضر ہوگی، امت کی زیادتی نبی کے لیے شاگردوں کی زیادتی استاد کے لیے مریدین کی زیادتی شیخ کے لیے رعایا کی کثرت بادشاہ کے لیے باعث فخر ہوتی ہے۔

۳؎ اس زیادتی کا ذکر دوسری حدیث میں ہے کہ جنتی لوگوں کی کل صفیں ایک سو بیس ہوں گی جن میں سے اسی صفیں حضور کی امت کی باقی چالیس صفوں میں ساری امتیں۔ خیال رہے کہ ایسے موقعہ پر لعلّ شک کے لیے نہیں بلکہ یقین کے لیے ہوتا ہے جیسے قرآن مجید بہت جگہ لعلّ فرمایا گیا ہے

۴؎ یہاں شفاعت سے مراد خاص شفاعت ہے جو خاص غلاموں کی ہوگی۔ شفاعت عامہ تو ہر مؤمن کی ہوگی۔ خیال رہے کہ حضرت انس نے ایک شفاعت مانگ کر ایمان، تقویٰ، حسن خاتمہ قبر کے امتحان میں کامیابی سب کچھ مانگ لی کہ یہ چیزیں شفاعت خاصہ کی تمہیدیں ہیں۔ شعر

تجھ سے تجھی کو مانگ کر مانگ لی دو جہاں کی خیر
مجھ سا کوئی گدا نہیں تجھ سا کوئی سخی نہیں

۵؎ اس ایک کلمہ میں بہت سے وعدے ہیں تم ایمان پر رہو گے تمہاری زندگی تقویٰ میں گزرے گی، تمہارا خاتمہ ایمان پر ہوگا۔ تمہاری خطائیں قابل معافی ہوں گی، تمہاری شفاعت میرے ذمہ ہوگی کیونکہ کفر، حقوق العباد کی شفاعت نہیں ہوگی۔ آج بھی مسلمان روزانہ یہ عرض کرتے ہیں، یارسول اللہ ہم آپ سے شفاعت کی بھیک مانگتے ہیں۔ یہ حدیث اس مانگنے کی اصل ہے معلوم ہوا کہ حضور سے بھیک مانگنا جائز ہے کہ دنیا کی ہر چیز شفاعت سے نیچے ہے۔ حضور کسی سائل کو محروم نہیں کرتے واما السائل فلا تنھر حضور سے اولاد مانگو، دین و دنیا مانگو، دنیا کی ہر نعمت مانگو، جو مانگو گے پاؤ گے۔ وہاں سے محروم کوئی نہیں پھرتا۔

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاَيْنَ اَطْلُبُكَ قَالَ اُطْلُبْنِيْ اَوَّلَ مَا تَطْلُبُنِيْ عَلَى الصِّرَاطِ قُلْتُ فَاِنْ لَّمْ اَلْقَكَ عَلَى الصِّرَاطِ قَالَ فَاطْلُبْنِيْ عِنْدَ الْمِيْزَانِ قُلْتُ فَاِنْ لَّمْ اَلْقَكَ عِنْدَ الْمِيْزَانِ قَالَ فَاطْلُبْنِيْ

یارسول اللہ میں حضور کو کہاں تلاش کروں [1] فرمایا تم مجھے پہلے تو تلاش کرنا پل صراط پہ میں نے عرض کیا اگر آپ کو پل صراط پر نہ پاؤں فرمایا پھر مجھے میزان کے پاس ڈھونڈھنا [2] میں نے عرض کیا اگر میں حضور کو میزان کے پاس نہ پاؤں [3] فرمایا پھر مجھے......

[1] خیال رہے کہ قیامت میں ایک وقت تو وہ ہوگا جب سارا جہان حضور کو ڈھونڈیگا۔ پھر وقت وہ آوے گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ایک ایک گنہگار کو ڈھونڈیں گے۔ شعر

عزیز بچے کو ماں جس طرح تلاش کرے — خدا گواہ یہی حال آپ کا ہوگا !
وہ لیں گے چھانٹ اپنے نام لیواؤں کو محشر میں — غضب کی بھیڑ میں انکی میں اس پہچان کے صدقے

حضرت انس کا سوال غالباً پہلے وقت کے متعلق ہے کبھی ایسا بھی ہوگا کہ گنہگار حضور کو اور خود محبوب اپنے گنہگار کو تلاش کریں گے دو طرفہ تلاش ہوگی۔

[2] حضور پل صراط کے کنارے پر کھڑے ہوں گے تاکہ گرتوں کو سنبھال لیں۔ شعر

سیس پہ گٹھڑی ڈگر کٹھن میرے پاؤں — پیارے تمہیں سنبھالیو جب ڈگمگ ہو جاؤں

[3] حضور میزان پر اپنی امت کے عمل کا وزن اپنے اہتمام سے کرائیں گے کہ اگر کسی امتی کی نیکیاں ہلکی ہوں اور وہ دوزخ میں لے جایا جانے لگیں گے تو اپنا کوئی عمل اپنا قدم رکھ کر شفاعت فرما کر اس کی نیکیاں وزنی کرادیں۔ دوزخ سے بچالیں کیونکہ حضور کے اعمال کا وزن نہ ہوگا۔

[4] سبحان اللہ کیا پیارا سوال ہے۔ یعنی آپ کو اس دن ایک جگہ تو مستقل قرار ہوگا نہیں کبھی ان مجرموں کے پاس کبھی دوسروں کے پاس۔

کوئی قریب ترازو کوئی لب کوثر — کوئی صراط پہ ان کو پکارتا ہوگا
کسی طرف سے صدا ہوگی حضور آؤ — نہیں تو دم میں غریبوں فیصلہ ہوگا
کوئی کہے گا دہائی یا رسول اللہ — تو کوئی تھام کے دامن مچل رہا ہوگا

غرضکہ ایک جان اور فکر جہاں۔ اللھم صل علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ وسلم تو اگر آپ میزان پر نہ ملیں تو پھر کہاں تلاش کروں۔

عِنْدَ الْحَوْضِ فَاِنِّیْ لَا اُخْطِئُ هٰذِهِ الثَّلٰثَ الْمَوَاطِنَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ ۔ وَعَنْ ابْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قِيْلَ لَهٗ مَا الْمَقَامُ الْمَحْمُوْدُ قَالَ ذٰلِكَ يَوْمَ يَنْزِلُ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى كُرْسِيِّهٖ فَيَئِطُّ كَمَا يَئِطُّ الرَّحْلُ الْجَدِيْدُ مِنْ تَضَايُقِهٖ

حوض کے پاس تلاش کرنا کیونکہ میں ان تین جگہوں سے علاوہ میں نہ ہونگا[۱] (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے[۲] روایت ہے حضرت ابن مسعود سے وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں حضور سے عرض کیا گیا کہ مقام محمود کیا چیز ہے فرمایا قیامت وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ اپنی کرسی پر نزول فرمائیگا تو وہ ایسی چرائیگی جیسے نیا کجاوہ چرچراتا ہے۔ اپنی تنگی کی وجہ سے[۳]

۱ے غالباً یہاں حوض سے مراد حوض کوثر کی وہ نہر ہے جو میدان حشر میں ہوگی۔ اصل حوض کوثر تو جنت میں ہے محشر میں پیاسے پانی پئیں گے حضور اپنے اہتمام سے انہیں پلوائیں گے یہاں وہ ہی موجودگی مراد ہے۔

۲ے اس حدیث کے متعلق چار باتیں خیال میں رکھو ایک یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خصوصی شفاعت کے اوقات میں ان تین جگہ ہوں گے ورنہ عمومی شفاعت کی جگہ تو مقام محمود ہے رب فرماتا ہے۔ عَسٰۤى اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا حاکم کا مقام مقدمات کے وقت کچہری ہوتا ہے۔ کھانے وغیرہ کے وقت گھر، نماز کے وقت مسجد۔ لہذا یہ حدیث نہ تو قرآن مجید کے خلاف ہے نہ دوسری احادیث کے دوسرے یہ کہ یہاں ان تین مقاموں کا ذکر وہاں کی ترتیب کے مطابق نہیں۔ کیونکہ میزان پہلے ہے حوض کی نہر اس سے آگے۔ پل صراط اس کے آگے تیسرے یہ کہ حضور کی شفاعت سے ہمارے نیک اعمال ایسے بھاری ہوجائیں گے جیسے روئی پانی میں بھیگ کر وزنی ہوجاتی ہے۔ چوتھے یہ کہ یہ حدیث اس حدیث حضرت عائشہ کے خلاف نہیں کہ حضور نے فرمایا کہ ان تین مقام پر کوئی کسی کو یاد نہ کرے گا۔ وہاں عام شوہروں کا ذکر ہے نہ کہ حضور انور کا۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

۳ے حق یہ ہے کہ یہ عبارت متشابہات میں سے ہے کرسی پر اللہ تعالیٰ کا نزول اس معنی سے ہے جو وہ ہی جانے بعض نے فرمایا کہ اس کے احکام وہاں نازل ہوں گے۔ اور وہاں سے نافذ ہوں گے اور کرسی کا چرچرانا ذات الٰہی کے بوجھ سے نہیں بلکہ ہیبت سے ہوگا۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ یہاں اللہ تعالیٰ کے کرسی پر نازل ہونے سے مراد ہے حضور انور کا اس پر قدم رنجہ ہونا جیسے اگر اولاً حضور نہ ہوتے تو افلاک اور املاک نہ ہوتے یوں ہی اگر آخراً حضور نہ ہوتے تو ہلاک لوگوں میں واقع ہوجاتی۔ لہذا حضور اول ہیں، حضور آخر، حضور باطن ہیں حضور ظاہر، مظہر کل ہیں جس سے ذات جامع صفات جسے اللہ کہتے ہیں ظاہر ہے۔ (مرقات)

وَهُوَ كَسَعَةِ مَا بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْأَرْضِ وَيُجَآءُ بِكُمْ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا فَيَكُوْنُ أَوَّلَ مَنْ يُّكْسٰى إِبْرَاهِيْمُ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى اَكْسُوْا خَلِيْلِيْ فَيُؤْتٰى بِرَيْطَتَيْنِ بَيْضَاوَيْنِ مِنْ رِيَاطٍ ثُمَّ أُكْسٰى عَلٰى أَثَرِهٖ ثُمَّ أَقُوْمُ عَنْ يَمِيْنِ اللّٰهِ مَقَامًا يَغْبِطُنِي الْأَوَّلُوْنَ وَالْآخِرُوْنَ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ ۔ وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ

حالانکہ وہ آسمانوں و زمین کی فراخی کی طرح ہے۱؎ اور تم کو ننگے پاؤں ننگے بدن بے ختنہ لایا جاویگا۲؎ تو جنہیں پہلے پہنایا جاویگا وہ حضرت ابراہیم ہونگے۳؎ اللہ تعالٰی فرمائے گا میرے خلیل کو پہناؤ تو دو سفید جوڑے لائے جائیں گے پھر ان کے بعد مجھے پہنایا جاوے گا۴؎ پھر میں اللہ تعالٰی کے داہنے طرف اس جگہ کھڑا ہوں گا کہ مجھ پر اگلے اور پچھلے رشک کریں گے۵؎ (دارمی) روایت ہے حضرت مغیرہ ابن

۱؎ یعنی باوجودیکہ کرسی کی وسعت سارے آسمانوں اور زمینوں کی برابر ہے مگر اس دن رب کے جلال یا اس کی حکومت یا اس کے فرشتوں یا حضور انور کی جلوہ گری کی وجہ سے تنگ ہو جاوے گی۔ دوسری جگہ ارشاد ہے کہ اگر سارے آسمان اور زمین کرسی میں رکھے جاویں تو ایسے معلوم ہوں جیسے میدان میں سات چھلے ان دونوں احادیث میں تعارض نہیں کہ مقصود ہے کرسی کی وسعت دکھانا نہ کہ متعین کرنا۔

۲؎ بکم فرمانے سے معلوم ہوا کہ یہ پابرہنہ بدن برہنہ بے ختنہ ہونا عوام کا حال ہوگا۔ حضرات انبیاء کرام خصوصًا سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اس سے مستثنٰی ہیں۔

۳؎ حضرات انبیاء کرام پر ستر کا لباس تو پہلے ہی سے ہوگا زینت کا لباس اب ترتیب وار پہنایا جاویگا اسی لیے یہاں لباس کا ذکر ہوا۔

۴؎ یعنی یہ لباس زینت، لباس فاخرہ سب سے پہلے حضرت خلیل کو پھر مجھے پہنایا جاوے گا۔ خیال رہے کہ یہ حضرت خلیل اللہ کی جزوی فضیلت ہے کلی فضیلت حضور ہی کو حاصل ہے ہر جگہ اولیت کا سہرا حضور کے سر ہے جیسا کہ قرآن و احادیث سے ثابت ہے اور حضرت خلیل کی یہ عظمت خصوصی بھی اس لیے ہے کہ آپ حضور کے والد ہیں اور دین اسلام ان کی ملت کے مطابق ہے۔

۵؎ یعنی مقام محمود عرش اعظم کے داہنے طرف ہے وہ خاص بالا مقام ہے جس پر سارے انبیاء اولیاء رشک فرمائیں گے۔ خیال رہے کہ دینی عظمت پر رشک کرنا اچھی چیز ہے حسد بری چیز۔ خیال رہے کہ اس فرمان عالی میں جواب ہوگیا سائل نے پوچھا تھا۔ کہ مقام محمود کیا چیز ہے جواب عطا ہوا کہ مقام محمود کے وابستہ یا تو ایک خاص عظمت والی جگہ جہاں صرف ہم جلوہ گر ہوں گے اس سے معلوم ہوا کہ بعد از خدا حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام ملائکہ انسان وغیرہ ساری مخلوق سے افضل ہیں۔ (مرقات)

شُعْبَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شِعَارُ الْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلَى الصِّرَاطِ رَبِّ سَلِّمْ سَلِّمْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ ، وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ شَفَاعَتِيْ لِاَهْلِ الْكَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِيْ

شعبہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ مومنوں کی علامت قیامت کے دن صراط پر یہ ہوگا الٰہی سلامت رکھ سلامت رکھ ۱ (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے ۲ روایت ہے حضرت انس سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری شفاعت میری امت کے گناہ کبیرہ والوں کے لئے ہے ۳

۱ مومنین سے مراد دوسری امتوں کے مومنین لوگ ہیں۔ اس دن سب کی زبان عربی ہوگی۔ حضرات انبیاء کرام بھی فرمائیں گے سلم سلم الٰہی ان گزرنے والوں کو سلامت رکھ مومن بھی کہیں گے رب سلم اے اللہ ہم کو سلامت رکھ۔ لہذا حضرات انبیاء کا یہ کلام شفاعت ہوگا ان کا یہ کلام اپنے لیے دعا۔ کوئی گھبراتے ہوئے گزریں گے اور پھسل کر گریں گے یہ عرض مومنوں کی علامت ہوگی۔

۲ خیال رہے کہ دوسری امتوں کے منہ میں رب سلم ہوگا حضور کی امت مومنین کی زبان پر لا الٰہ الا انت ہوگا۔ لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں فرمایا گیا کہ مومنین لا الٰہ الا انت کہتے گزریں گے کیونکہ وہاں حضور کی امت مراد ہے اور یہاں دوسری امتیں (مرقات) ابن مردویہ میں حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ مومنین یہ کہتے ہوئے گزریں گے لا الٰہ الا انت وعلی اللہ فلیتوکل المومنون اور امام شیرازی نے حضرت ام المومنین سے روایت کی کہ مومنین اس اندھیری میں کہیں گے لا الٰہ الا انت (مرقات) ہوسکتا ہے کہ مختلف طبقہ کے مومنین یہ مختلف دعائیں عرض کریں گے۔

۳ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ حضور کی شفاعت بہت قسم کی ہے جن میں سے ایک شفاعت گناہ کبیرہ والوں کے لیے ہے یہاں وہ ہی شفاعت مراد ہے یعنی معافی گناہ کی شفاعت اس سے معلوم ہوا کہ جس کا خاتمہ بالخیر ہوگیا وہ شفاعت کا حقدار ہوگیا اگرچہ کیسا ہی گنہگار ہو۔ جس حدیث میں ہے کہ ہم زکوۃ نہ دینے والوں کی شفاعت نہ کریں گے وہاں منکرین زکوۃ مراد ہیں جو کافر و مرتد ہیں کہ فرض کا انکار کفر ہے جب گناہ کبیرہ والوں کی شفاعت ہوگی تو زکوۃ نہ دینا گناہ صغیرہ ہے اس کی شفاعت کیوں نہ ہوگی۔ خیال رہے کہ سوا چند گناہوں کے باقی گناہ صغیرہ ہیں۔ دیکھو مرات جلد اول باب الکبائر۔ یہ حدیث بڑی ہمت افزا ہے۔ حضرت فاطمہ سے فرمایا کہ میں تم سے عذاب دفع نہیں کرسکتا وہاں یہ ہی مطلب ہے کہ اگر تم نے ایمان قبول نہ کیا تو شفاعت سے محروم رہو گی۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ شفاعت عقلاً جائز ہے اور شرعاً واجب کہ اس پر بہت آیات و احادیث وارد ہیں ہم نے شفاعت کی مکمل بحث تفسیر نعیمی پ ۳ من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ میں کی ہے وہاں ملاحظہ کرو۔

رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَرَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ عَنْ جَابِرٍ وَعَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَتَانِیْ اٰتٍ مِّنْ عِنْدِ رَبِّیْ فَخَیَّرَنِیْ بَیْنَ اَنْ یُّدْخِلَ نِصْفَ اُمَّتِی الْجَنَّۃَ وَبَیْنَ الشَّفَاعَۃِ فَاخْتَرْتُ الشَّفَاعَۃَ وَھِیَ لِمَنْ مَّاتَ لَا یُشْرِكُ بِاللّٰہِ شَیْئًا رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ ‏• وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ اَبِی الْجَدْعَاءِ

(ترمذی۔ ابوداؤد۔ ابن ماجہ۔ بروایت جابر) روایت ہے حضرت عوف ابن مالک سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ میرے پاس رب تعالیٰ کے پاس سے آنے والا آیا تو مجھے اختیار دیا[۱] اس کا کہ میری آدھی امت جنت میں داخل فرمائے اور درمیان شفاعت کے[۲] تو میں نے شفاعت اختیار فرمائی یہ شفاعت اس شخص کے لئے ہے جو کسی چیز کو اللہ کا شریک نہ ٹھہرائے[۳] (ترمذی۔ ابن ماجہ) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن ابی الجدعا سے[۴]

[۱] یعنی حضرت جبریل امین یا کوئی اور فرشتہ بحکم رب العالمین ہمارے پاس پیغام لایا جس میں مجھے اختیار دیا۔ سبحان اللہ رب تعالیٰ ہمارے حضور کو ان سے پوچھ کر دیتا ہے۔ یہ ہے محبوبیت ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ شعر

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم خدا چاہتا ہے رضائے محمد

[۲] اس طرح کہ محبوب تم جنتیوں کی شفاعت کرو امتوں کو بخشش دوں پہلی صورت میں حد بندی ہے اس میں بے حد عطا کا وعدہ ہے اس لئے حضور انور نے اسی کو اختیار فرمایا کہ میرے مولیٰ میں بخشواتا جاؤں تو بخشتا جا۔ شعر

قدرت کی تحریریں جانے ہی اللہ تقریریں جانے بخشش کی تدبیریں جانے وہ ہے قسمت والا

جن کا نام ہے محمد ان سے دو جگ ہے اوجیالا

[۳] یہاں شرک سے مراد کفر ہے کسی یقینی عقیدۂ اسلامیہ کا انکار کفر ہے خیال رہے کہ خوارج، بعض معتزلہ اور اسمٰعیلی وہابی شفاعت کے انکاری ہیں۔ وہ بالکل ٹھیک کہتے ہیں۔ واقعی ان بدنصیبوں کی شفاعت نہ ہوگی۔ خوارج اور معتزلہ کا انکار شفاعت تو مرقاۃ میں اسی جگہ ہے اور اسماعیلیہ کا انکار تقویۃ الایمان میں دیکھو۔

[۴] آپ صحابی ہیں قبیلہ بنی کنانہ سے ہیں۔ آپ سے صرف دو حدیثیں مروی ہیں ایک یہ دوسری کنت نبیا وآدم بین الروح والجسد (اشعہ و مرقات)۔

قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِشَفَاعَةِ رَجُلٍ مِّنْ اُمَّتِىْ اَكْثَرُ مِنْ بَنِىْ تَمِيْمٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ وَالدَّارِمِىُّ وَابْنُ مَاجَةَ ۞ وَعَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ مِنْ اُمَّتِىْ مَنْ يَّشْفَعُ لِلْفِئَامِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّشْفَعُ لِلْقَبِيْلَةِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّشْفَعُ لِلْعُصْبَةِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّشْفَعُ

فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ میرے ایک امتی کی شفاعت سے[1] قبیلہ بنی تمیم سے زیادہ لوگ جنت میں جائیں گے[2] (ترمذی۔ دارمی۔ ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابی سعید سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں سے بعض وہ ہیں جو ایک جماعت کی شفاعت کرینگے[3] بعض وہ جو ایک خاندان کی شفاعت کرینگے بعض وہ ہیں جو ایک کنبہ کی شفاعت کرینگے[4] بعض وہ ہیں جو صرف ایک

[1] وہ صاحب حضرت عثمان غنی ہیں رضی اللہ عنہ۔ بعض نے فرمایا حضرت اویس قرنی ہیں جو تابعی ہیں۔ یا یہ مطلب ہے کہ میری امت کے ایک ایک بزرگ کی شفاعت سے اتنے اتنے لوگ بخشے جائیں گے پہلی دو باتیں مرقات نے فرمائیں آخری بات اشعۃ اللمعات نے۔

[2] خیال رہے کہ اس شفاعت سے مراد شفاعت صغریٰ ہے کیونکہ شفاعت کبریٰ صرف حضور ہی کریں گے بنی تمیم عرب کا بہت بڑا قبیلہ ہے۔ جب حضور کے امتی ایسی شفاعت کریں گے تو حضور کی شفاعت تو عالم کے خیال سے وراء ہے۔ ان کی شفاعت سے تقدیریں بدل جاویں گی۔ سب کی مشکلیں حل ہوجاویں گی۔ شعر

ایسی بندھی نصیب کھلے مشکلیں کھلیں	دونوں جہاں میں دھوم تمہاری کمر کی ہے

[3] فئام جمع ہے اس کا واحد کوئی نہیں اس کے معنی ہیں جماعت بعض نے فرمایا کہ جمع ہے فئۃ کی قبیلہ وہ جماعت جو ایک دادا کی اولاد ہو۔ عصبۃ بھی ہے۔ جس کا واحد کوئی نہیں۔ بودس سے چالیس تک پر بولا جاتا ہے۔ اس حدیث کی تفصیل دوسری احادیث میں وارد ہے کہ حافظ پانچ پشت کی، عالم چودہ پشت کی، شہید اتنی جماعت کی شفاعت کریں گے وغیرہم پہلے عرض کرچکے ہیں کہ قیامت میں اولاً عدل الٰہی کا ظہور ہوگا۔ اس وقت حضور کے سوا کوئی شفاعت نہ کرے گا، بعد میں فضل الٰہی کا ظہور ہوگا اس وقت اور حضرات بھی شفاعت کریں گے۔ یہاں دوسرے وقت کا ذکر ہے اس وقت مومنین بھی شفاعت کریں گے۔ من امتی فرمانے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شفاعتیں امت محمدیہ کے لیے ہیں کہ ان کے علماء صالحین شفاعت کریں دوسری امتوں کے علماء و صلحاء کو یہ درجے نہ ملیں گے واللہ اعلم ورسولہ اعلم ۞ ۞ ۞

لِلرَّجُلِ حَتّٰى يَدْخُلُوا الْجَنَّةَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ‏• وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ وَعَدَنِيْ اَنْ يُّدْخِلَ الْجَنَّةَ مِنْ اُمَّتِيْ اَرْبَعَمِائَةِ اَلْفٍ بِلَا حِسَابٍ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ زِدْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَهٰكَذَا فَحَثَ بِكَفَّيْهِ وَجَمَعَهُمَا فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ زِدْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَهٰكَذَا فَقَالَ عُمَرُ دَعْنَا يَا اَبَا بَكْرٍ

آدمی کی شفاعت کریگے حتی کہ یہ لوگ جنت میں داخل ہو جائینگے (ترمذی) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ عزوجل نے مجھ سے وعدہ فرمایا کہ میری امت میں سے چار لاکھ کو بغیر حساب جنت میں داخل کریگا ۱؎ تو جناب ابوبکر نے عرض کیا اللہ ہم کو اور زیادہ دیجئے فرمایا اور اس طرح پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھ ملائے ان کا لپ بھرا ۳؎ اور حضرت ابوبکر نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمیں زیادہ دیجئے ۴؎ فرمایا اور ایسے تو حضرت عمر نے فرمایا اے ابوبکر ہمیں چھوڑ دو بھی ۵؎

۱؎ اس سے معلوم ہوا کہ حضور انور کی ساری امت جنتی ہے کوئی پہلے ہی سے جنت میں پہنچ جاوے گا کوئی کچھ سزا بھگت کر یہی مطلب ہے اس حدیث کا کہ من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنۃ حتی شفاعت کی انتہا کے لیے ہے یعنی یہ شفاعت ہوتی رہے گی یہاں تک کہ سارے مسلمان جنت میں پہنچ جاویں

۲؎ یہ تعداد حضور کی امت کی ہے جو احکام شرعیہ کے مکلف تھے۔ حضرات انبیاء کرام، مومنوں کے فوت شدہ ناسمجھ بچے دیوانے جو دیوانگی میں فوت ہوئے ان کا کچھ حساب نہیں۔ حضرات انبیاء کرام کا بھی حساب نہیں اس کی تائید وہ آیت فرما رہی ہے یدخلون الجنۃ یرزقون فیہا بغیر حساب۔

۳؎ یعنی ان چار لاکھ کے علاوہ رب تعالٰی لپ لپ بھر اور بھی بغیر حساب جنت میں جائیں گے کہ حق تعالٰی مومنوں کو اپنے دونوں دست قدرت میں لے کر وہاں پہنچا دے گا۔ خدا کرے ہم بھی اس میں آ جاویں۔ منہ چھوٹا ہے مطلب بڑی ہے۔ وہ قدرتوں والا ہے۔ حضور نے دونوں ہاتھ جمع فرما کر یہ بتایا کہ رب تعالٰی مٹھی بھر کر نہیں۔ بلکہ دونوں ہاتھوں سے لپ بھر کر بخشے گا۔

۴؎ یعنی اور زیادہ بخشش کی خبر دیجئے یا اور زیادہ بخشش کرائیے کہ حضور دعا فرمائیں کہ رب اس سے بھی زیادہ کو بے حساب بے عذاب بخشے۔ کیونکہ رب تعالٰی آپ کی بات ٹالتا نہیں جو تم کہتے ہو وہی رب کرتا ہے۔ ولسوف یعطیک ربک فترضی۔

۵؎ یعنی اے ابوبکر رہنے دو یہ اجمال رہنے دو زیادہ کی تصریح نہ کراؤ تاکہ ہم خوف و امید پر رہیں اعمال کئے جاویں۔

فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ وَمَا عَلَيْكَ اَنْ يُّدْخِلَنَا اللّٰهُ كُلَّنَا الْجَنَّةَ فَقَالَ عُمَرُ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ اِنْ شَاءَ اَنْ يُّدْخِلَ خَلْقَهُ الْجَنَّةَ بِكَفٍّ وَّاحِدٍ فَعَلَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَ عُمَرُ رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَفُّ اَهْلُ النَّارِ فَيَمُرُّ بِهِمُ الرَّجُلُ مِنْ

تو ابوبکر نے فرمایا تمہارا کیا حرج ہے کہ ہم سب کو اللہ جنت میں داخل فرمادے[1] تو حضرت عمر نے فرمایا کہ اگر اللہ چاہے تو ایک مٹھی میں ساری خلقت کو جنت میں داخل کردے وہ کرسکتا ہے[2] تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عمر نے سچ کہا[3] (شرح سنہ) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دوزخی لوگ صف بستہ ہوں گے[4] تو جنتیوں میں سے ایک

[1] یعنی اے عمر خاموش تو رہو، میں حضور سے ساری امت رسول کے لیے بے حساب جنتی ہونے کا وعدہ لے لیتا ہوں۔ اے عمر تمہارا اس میں کیا بگڑتا ہے کہ سارے امتی رسول اللہ بے حساب جنتی ہو جاویں۔ خیال رہے کہ اللہ رسول کے بعد حضرت ابوبکر صدیق سب سے بڑھ کر رحیم و کریم ہیں۔ ان کا رحم و کرم تو مجھ سے پوچھو اللہ ان کی قبر نور سے بھر دے مجھ پر ان کا ان کی دختر جمیلہ ام المومنین عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ حورہ نورانی نورانی کا بہت ہی احسان ہے۔

[2] یعنی اے ابوبکر تم جو کچھ چاہتے ہو وہ تو حاصل ہو گیا کہ صرف چار لاکھ کا حضور نے ذکر نہیں فرمایا ساتھ ہی رب کے لپ بھر کا بھی ذکر ہے یہ لپ بڑا ہی وسیع ہے۔

[3] خیال رہے کہ حضرت ابوبکر صدیق کی عرض و معروض میں غلبہ امید کی تجلک ہے اور حضرت عمر فاروق کی عرض معروض میں رضا بالقضاء کا ظہور ہے۔ اس لیے حضرت عمر کے قول کی تائید بارگاہ نبوت سے ہوئی۔ نیز سب لوگ بغیر حساب بخش دیے جائیں تو شفیعوں کی شفاعت محبوبوں کی محبوبیت، گرتوں کے سہارے دینے والے، ڈوبتوں کے ترانے بگڑتوں کو بنانے، گرتوں کے سنبھالنے کا ظہور کیسے ہو اس لیے حضرت عمر کے قول کو ترجیح دی گئی اور بھی بہت وجوہ ہوسکتی ہیں قیامت میں گنہگاروں کو بخشنا بھی مگر محبوبیت کی شان بندہ نوازی بھی تو دکھانی ہے۔

[4] یعنی جنتیوں کے راستے میں گنہگار مومن دوزخ میں جانے کے لیے ایسے صف بستہ کھڑے ہوں گے جیسے امیر و غنی کے راہ میں بھکاری صف بستہ کھڑے ہوتے ہیں (مرقات) ان سے آس لگائے کہ کوئی ہمیں پہچان لے اور چھڑا لے ادھر جنتی ادھر سے گزر رہے ہوں گے۔

أَهْلِ الْجَنَّةِ فَيَقُولُ الرَّجُلُ مِنْهُمْ يَا فُلَانُ أَمَا تَعْرِفُنِي أَنَا الَّذِي سَقَيْتُكَ شَرْبَةً وَقَالَ بَعْضُهُمْ أَنَا الَّذِي وَهَبْتُ لَكَ وَضُوْءً فَيَشْفَعُ لَهُ فَيُدْخِلُهُ الْجَنَّةَ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَعَنْ أَبِي

شخص ان پر گزرے گا تو ان میں سے ایک دوزخی کہیگا اے فلاں کیا تو مجھے پہچانتا نہیں میں وہی ہوں جس نے تجھے ایک گھونٹ پانی پلایا تھا اور بعض دوزخی کہیگا کہ میں وہ ہوں جسے وضو کا پانی دیا تھا تب جنتی انکی شفاعت کریگا پھر اسے جنت میں داخل کرے گا (ابن ماجہ) روایت ہے حضرت

۱؎ یا میں نے تجھے فلاں وقت کھانا کھلایا یا میں نے تجھے فلاں وقت سلام کیا تھا یا فلاں وقت کپڑا دیا تھا یا فلاں وقت تیرے پاس محبت سے کچھ معمولی ہدیہ پیش کیا تھا۔ غرضکہ ڈوبتا ہوا تنکے کا سہارا لیتا ہے یہ بھی اسی طرح سہارا لے گا یہ دو چیزیں بطور مثال ارشاد ہوئی ہیں (مرقات)

۲؎ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ صالحین، علماء، شہداء کی شفاعت برحق ہے دوسرے یہ کہ شفاعت سے ہم جیسے گنہگاروں کی تقدیریں پلٹ جائیں گی۔ دیکھو یہ پکارنے والا دوزخیوں کی صف میں آگیا تھا شفاعت کی برکت سے وہاں سے نکل کر جنتی ہوگیا۔ دنیا میں بھی یہی حال ہے دعا سے قضا بدل جاتی ہے تیسرے یہ کہ ہم جیسے گنہگاروں کو چاہیئے کہ صالحین مقبولین کی خدمت کیا کریں۔ ان کی خدمت بڑی کام آوے گی۔ ان سے تعلق رکھیں ان سے تعلق بہت فائدہ دے گا انہیں ہدیہ پیش کریں اگرچہ کھجور کی کھانپ یا اچھی بات بتانا ہو۔ یہ تیسری بات مرقات اور اشعہ نے فرمائی۔ چوتھے یہ کہ رب تعالٰی کی قدرت یہ ہے کہ ہر ایک کو براہ راست بغیر وسیلہ ہر چیز دے مگر قانون یہ ہے کہ گنہگاروں کو نیک کاروں کے وسیلہ سے دے دیکھو ان دوزخی صفوں والوں کو رب تعالٰی بخشے گا مگر جنتی راہگیروں کی شفاعت سے بلکہ ان لوگوں کو جنتیوں کے راستہ میں اسی لیے کھڑا کریگا کہ انہیں ان کے ہاتھوں شفاعت کی بھیک ملے۔ پانچویں یہ کہ دنیا میں اللہ والوں سے تعلق چاہیئے۔ ان کا دیکھنا بھی کل قیامت میں کام آوے گا۔ شعر

اللہ جگ فریاد سنیا خلقت دیکھن عیبا ست کوئی بخشیا ال ہوئے تو بھی بخش جا

دیکھو قیامت میں یہ جان پہچان کام آوے گی [illegible] فرما کر بتایا کہ وہ جنتی اس دوزخی کو اپنے ساتھ جنت میں لیتا جائیگا شعر

میں مجرم ہوں آقا مجھے ساتھ لے لو کہ رستے میں ہیں جا بجا تھانے والے

چھٹے یہ کہ قیامت میں لوگوں کو اپنے اچھے برے اعمال یاد ہوں گے یہاں کی دوستیاں آپس کے سلوک یاد ہوں گے ایک دوسرے کی پہچان ہوگی۔ ساتویں یہ کہ وفات یافتہ بزرگوں کی فاتحہ تیجہ ختم وغیرہ ان شاء اللہ قیامت میں کام آوے گی کہ اس میں بھی ان حضرات کی خدمت میں کھانے پانی وغیرہ کا ثواب ہدیہ کیا جاتا ہے۔ ممکن ہے کہ ان کے ذریعہ ہم کو ان کی شفاعت نصیب ہو جائے

[illegible] یہ الفاظ یاد رکھو

هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ رَجُلَيْنِ
مِمَّنْ دَخَلَ النَّارَ اشْتَدَّ صِيَاحُهُمَا فَقَالَ الرَّبُّ تَعَالٰى اَخْرِجُوْهُمَا
فَقَالَ لَهُمَا لِاَيِّ شَيْءٍ اشْتَدَّ صِيَاحُكُمَا قَالَا فَعَلْنَا ذٰلِكَ لِتَرْحَمَنَا
قَالَ فَاِنَّ رَحْمَتِيْ لَكُمَا اَنْ تَنْطَلِقَا فَتُلْقِيَا اَنْفُسَكُمَا حَيْثُ كُنْتُمَا
مِنَ النَّارِ فَيُلْقِيْ اَحَدُهُمَا نَفْسَهٗ فَيَجْعَلُهَا اللّٰهُ عَلَيْهِ بَرْدًا وَّ
سَلَامًا وَيَقُوْمُ الْاٰخَرُ فَلَا يُلْقِيْ نَفْسَهٗ فَيَقُوْلُ لَهُ الرَّبُّ تَعَالٰى
مَا مَنَعَكَ اَنْ تُلْقِيَ نَفْسَكَ كَمَا اَلْقٰى صَاحِبُكَ فَيَقُوْلُ رَبِّ اِنِّيْ
لَاَرْجُوْا اَنْ لَّا تُعِيْدَنِيْ فِيْهَا بَعْدَ مَا اَخْرَجْتَنِيْ مِنْهَا فَيَقُوْلُ

ابوہریرہ سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو دوزخ میں جاچکے ہونگے ان میں سے دو کا شور و پکار بہت زیادہ ہوگا[1] تو رب تعالیٰ فرمائیگا کہ ان دونوں کو نکالو پھر ان سے فرمائیگا کہ کس مقصد کے لئے تمہارا شور زیادہ ہے وہ عرض کرینگے کہ ہم نے یہ اس لئے کیا کہ تو ہم پر رحم کرے[2] فرمائیگا کہ تم پر میری رحمت یہ ہی ہے کہ چلو اپنے کو وہاں ہی ڈال دو جہاں تم دونوں تھے[3] چنانچہ ان میں سے ایک تو اپنے کو ڈال دیگا تو اللہ اس پر آگ کو ٹھنڈی سلامتی والی کردیگا[4] اور دوسرا کھڑا رہیگا وہ اپنے کو نہ ڈالیگا اس سے رب فرمائیگا کہ تجھے اپنے کو گرانے سے کس چیز نے روکا جیسا کہ تیرے ساتھی نے اپنے کو گرا دیا[5] وہ کہیگا الٰہی میں امید کرتا ہوں کہ تو مجھے وہاں سے نکالنے کے بعد نہ لوٹائے گا[6] تو اس سے

[1] یہ دونوں شخص گنہگار مومن ہوں گے جو اپنی شامت نفس سے دوزخ میں گئے نکالنے کا حکم ان فرشتوں کو ہوگا جو دوزخ پر مقرر ہیں یہ دونوں شخص یا تو آہ و بکا کرتے ہوں گے یا ارحم الراحمین سے فریاد۔

[2] کیونکہ ہم نے سنا تھا کہ زاری پر رحمت جاری ہوتی ہے۔ دنیا میں ہم اس سے غافل رہے آج کفارہ کر رہے ہیں۔

[3] یعنی میرے اس حکم کی اطاعت کرو۔ یہ اطاعت رحمت کا ذریعہ ہوگی۔ لہذا اس فرمان پر یہ اعتراض نہیں کہ اپنے کو دوزخ میں ڈالنا رحمت کیسے ہوا۔

[4] جیسے دنیا میں نار نمرودی کو حضرت خلیل کے لیے معتدل ٹھنڈا کر دیا تھا سبحان اللہ اس کریم کے قہر میں بھی لہر ہے غضب میں بھی کرم ہے

[5] یعنی کیا تو نے آج بھی اطاعت سے سرتابی کی دنیا میں میرے فرمانے پر سجدہ میں نہ گیا آج میرے فرمانے پر دوزخ میں اپنے کو نہ گرایا۔

[6] سبحان اللہ کیا پیاری عرض و معروض ہے یعنی الٰہی سرتابی کی میری مجال نہیں۔ امید رحمت نے مجھے یہاں کھڑا رکھا رحم و کرم کا انتظار کر رہا ہوں، غرضکہ عمل اس کے پاس ہے یعنی امید میرے پاس کرم فرما تو کریم ہے بخش دے۔

لَهُ الرَّبُّ تَعَالٰى لَكَ رَجَاءُكَ فَيُدْخَلَانِ جَمِيْعًا الْجَنَّةَ بِرَحْمَةِ اللّٰهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ • وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرِدُ النَّاسُ النَّارَ ثُمَّ يَصْدُرُوْنَ مِنْهَا بِاَعْمَالِهِمْ فَاَوَّلُهُمْ كَلَمْحِ الْبَرْقِ ثُمَّ كَالرِّيْحِ ثُمَّ كَحُضْرِ الْفَرَسِ ثُمَّ كَالرَّاكِبِ فِيْ رَحْلِهٖ ثُمَّ كَشَدِّ الرَّجُلِ ثُمَّ كَمَشْيِهٖ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ • اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنِ ابْنِ

رب تعالیٰ فرمائے گا کہ تیرے لئے تیری امید ہے پھر دونوں اللہ کی رحمت سے جنت میں داخل کیے جاویں گے[1] (ترمذی) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ لوگ آگ پر حاضر ہونگے[2] پھر وہاں سے گزریں گے اپنے اعمال کے مطابق[3] تو ان میں سے اگلے لوگ بجلی کی کوند کی طرح پھر ہوا کی طرح پھر گھوڑے کی دوڑ طرح پھر اس کی طرح جو اپنے کجاوے میں سوار ہو پھر مرد کی دوڑ کی طرح پھر اس کے چلنے کی طرح[4] (ترمذی۔ دارمی) **تیسری فصل** روایت ہے حضرت

[1] یعنی ایک اطاعت کی وجہ سے دوسرا امید کی وجہ سے رب کی رحمت کے مستحق ہو جائیں گے مگر دونوں جنت میں جائیں گے اللہ کی رحمت سے۔ ان رحمۃ اللہ قریب من المحسنین۔

[2] اس طرح کہ پل صراط سے گزریں گے جو جنت کے راستہ میں ہے اور دوزخ پر قائم ہیں جیسے ہمارے یہاں لاہور کے راستہ پنجاب یا راوی کا پل چونکہ اس پل پر سے آگ اور وہاں کے تمام احوال نظر آئیں گے اس لیے اس گزرنے کو دوزخ پر وارد ہونا فرمایا گیا۔ اسکی تائید قرآن مجید کی اس آیت سے ہے وان منکم الا واردها عربی میں ورود کہتے ہیں پانی پر پہنچنے کو چونکہ یہ گزرنا حوض کوثر پر پہنچنے کا ذریعہ ہے۔ اس لیے اسے ورود فرمایا۔

[3] صدر کے لفظی معنی ہیں لوٹنا مگر یہاں مراد ہے آگے بڑھ جانا وہاں سے گزر جانا کیونکہ جنت وہاں سے آگے ہے پیچھے نہیں وہاں ان کی رفتار اپنے اعمال کے مطابق ہوگی، قربانی دینے والے لوگ اپنی قربانیوں پر سوار ہوں گے مگر ان جانوروں کی رفتار اخلاص کے مطابق ہوگی۔

[4] غرضکہ بعض لوگ وہاں سے جلد گزر کر جلد جنت میں پہنچ جاویں گے۔ بعض لوگ دیر سے گزریں گے اور دیر سے جنت میں پہنچیں گے۔ اللہ تعالیٰ وہ سفر آسان فرمادے۔

[5] یعنی صراط سے آگے جنت کے قریب یا جنت میں حوض کوثر ہے۔

عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَمَامَكُمْ
حَوْضِیْ مَا بَیْنَ جَرْبَآءَ وَاَذْرُحَ قَالَ بَعْضُ الرُّوَاةِ هُمَا قَرْیَتَانِ
بِالشَّامِ بَیْنَهُمَا مَسِیْرَةُ ثَلٰثِ لَیَالٍ وَفِیْ رِوَایَةٍ فِیْهِ اَبَارِیْقُ
كَنُجُوْمِ السَّمَآءِ مَنْ وَّرَدَهٗ فَشَرِبَ مِنْهُ لَمْ یَظْمَاْ بَعْدَهَا اَبَدًا
مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ • وَعَنْ حُذَیْفَةَ وَاَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ
اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَجْمَعُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی النَّاسَ

ابن عمر سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے آگے میرا حوض ہے [1] اس کے دو کناروں کے درمیان ایسا فاصلہ ہے جیسا جربا اور اذرح کے درمیان بعض راویوں نے کہا کہ یہ دو بستیاں ہیں شام میں جن کے درمیان تین رات کی مسافت ہے [2] اور ایک روایت میں ہے کہ اس میں لوٹے آسمان کے تاروں کی برابر ہیں [3] جو وہاں جائے گا اس سے پیئے گا تو اس کے بعد کبھی پیاسا نہ ہوگا [4] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت حذیفہ اور ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو جمع کرے گا [5]

[1] اس فرمان عالی کے دو معنی کئے گئے ہیں ایک یہ کہ جتنا فاصلہ مدینہ منورہ اور جربا کے درمیان ہے یا مدینہ منورہ اور اذرح کے درمیان ہے اتنا فاصلہ حوض کوثر کے دو کناروں کے درمیان ہے دوسرے یہ کہ جتنا فاصلہ خود ان دونوں شہروں جربا اور اذرح کے درمیان ہے اتنا فاصلہ کوثر کے دو گوشوں کے درمیان ہے۔ دوسرے معنی کو ترجیح ہے (مرقات) بعض نے فرمایا کہ جربا اور اذرح بالکل قریب قریب ہیں۔ لہٰذا فاصلہ مدینہ منورہ سے وہاں تک مراد ہے۔

[2] صفائی۔ چمک۔ حسن اور تعداد میں وہاں کے لوٹے آسمانوں کے تاروں کی طرح ہیں۔ (مرقات)

[3] خیال رہے کہ جنت میں جنتی دودھ شراب شہد وغیرہ پیا کریں گے مگر پیاس کی وجہ سے نہیں بلکہ لذت کے لئے پیا کریں گے (مرقات) پیاس تو ہمیشہ کے لیے حوض کوثر کا پانی پیتے ہی بجھ چکی ہوگی۔ اگر یہ حوض جنت کے اندر ہے تو اس کا پانی بھی پیا کریں گے۔ مگر وہ بھی لذت کے لیے۔

[4] محشر میں ساری مخلوق جمع ہوگی صرف انسانوں کا ذکر ان کی فضیلت کی بنا پر ہے نیز آگے جنت کے داخلہ کا ذکر ہے جو صرف انسانوں کو میسر ہوگا۔

فَيَقُوْمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى تُزْلَفَ لَهُمُ الْجَنَّةُ فَيَاْتُوْنَ اٰدَمَ فَيَقُوْلُوْنَ يَا اَبَانَا اِسْتَفْتِحْ لَنَا الْجَنَّةَ فَيَقُوْلُ وَهَلْ اَخْرَجَكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ اِلَّا خَطِيْئَةُ اَبِيْكُمْ لَسْتُ بِصَاحِبِ ذٰلِكَ اِذْهَبُوْا اِلٰى اِبْنِيْ

تو مومن لوگ کھڑے ہوں گے[1] حتی کہ جنت ان کے سامنے قریب کی جاوے گی[2] تو آدم علیہ السلام کے پاس حاضر ہونگے عرض کرینگے اے والد صاحب ہمارے لئے جنت کھلوائیے[3] وہ فرمائینگے کہ تم کو جنت سے نہیں نکالا مگر تمہارے والد کی خطا نے میں اس کام والا نہیں ہوں تم میرے فرزند

[1] میدان محشر سے نجات دلانے کی درخواست تو سارے انسان کریں گے۔ مومن ہوں یا کافر مگر جنت کے داخلہ کی شفاعت کی درخواست صرف مومن کریں گے کہ یہ نعمت صرف مومن انسانوں کو میسر ہوگی اس لیے یہاں مومنوں کا ذکر فرمایا۔

[2] جنت میدان محشر سے بہت ہی دور ہوگی مگر مسلمانوں کو وہاں سے نظر بھی آوے گی۔ اور قریب بھی محسوس ہوگی جیسے دوربین کے ذریعہ دور کی چیز قریب نظر آتی ہے۔ اس لیے تو قرب فرمایا گیا۔ لہذا اس فرمان عالی پر یہ اعتراض نہیں ہو سکتا۔ کہ شفاعت کی درخواست محشر میں ہے۔ جنت بلصراط سے وراء ہے۔ پل صراط کروڑوں میل لمبا پل ہے۔ پھر جنت قریب کیسے ہوگی۔

[3] یعنی جنت کا بند دروازہ کھلوائیے معلوم ہوا کہ انہیں وہ دروازہ بھی نظر آوے گا۔ اس کا بند ہونا بھی محسوس ہوگا۔ نگاہ بہت تیز ہوگی۔ یا یہ مطلب ہے کہ ہم کو جنت میں داخل کرے کہ ہم پر وہ دروازہ آپ کی شفاعت سے کھل جاوے۔

[4] یعنی تم لوگ میری پشت میں تھے اور میرے ذریعہ جنت میں تھے۔ میں نے خطاءً گندم کھا لیا۔ باہر آیا تم بھی میری پشت میں باہر آگئے میں تو تم کو وہاں سے نکالنے والا ہوں۔ اب وہاں پہنچانے والا کوئی اور ہے۔ خیال رہے کہ حضرت آدم صفی اللہ کا یہ فرمان تواضع اور انکسار کی بنا پر ہوگا ورنہ واقعہ اصل یہ ہے کہ انہیں جنت سے باہر لانے والے مردود انسان ہیں کہ ان کی پشت میں کفار منافقین سب ہی تھے۔ رب کی منشا یہ تھی کہ حضرت آدم جنت سے باہر جاویں۔ ان مردودوں کو اپنی پشت سے نکال آویں یہ یہاں خالص ہو کر آویں رہیں بسیں۔ اگر آپ جنت میں رہ گئے، تو یہ مردود بھی یہاں ہی پیدا ہو جاویں گے۔

إِبْرَاهِيمَ خَلِيلِ اللّٰهِ قَالَ فَيَقُولُ إِبْرَاهِيمُ لَسْتُ بِصَاحِبِ ذٰلِكَ إِنَّمَا كُنْتُ خَلِيلًا مِنْ وَّرَاءَ وَرَاءَ إِعْمِدُوا إِلٰى مُوسٰى الَّذِي كَلَّمَهُ اللّٰهُ تَكْلِيمًا فَيَأْتُونَ مُوسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَيَقُولُ لَسْتُ

ابراہیم خلیل اللہ کے پاس جاؤ[1] فرمایا کہ حضرت ابراہیم فرمائیں گے اس کام والا میں نہیں ہوں میں تو دور کا دوست ہوں[2] ان موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ جن سے رب نے خوب ہی باتیں کیں تو وہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے وہ فرمائیں گے میں اس کام

[1] اس حدیث میں حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر نہیں یہاں اجمال ہے۔ دوسری حدیث میں تفصیل ہے کہ آپ تو حضرت نوح علیہ السلام کے پاس بھیجیں گے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس ان دونوں میں تعارض نہیں صرف اجمال و تفصیل کا فرق ہے۔

[2] حضرت ابراہیم علیہ السلام یہ بات مومنین کی اس عرض کے جواب میں فرمائیں گے کہ آپ تو اللہ کے خلیل ہیں فرمائیں گے کہ خلیل کہتے ہیں باہر کے دوست کو یہ شفاعت کبریٰ باہر کا دوست نہیں کر سکتا یہ تو اندرونی دوست جسے کہتے ہیں حبیب اللہ وہ ہی کر سکتے ہیں۔ شعر

تم تو مغز اور پوست اور ہیں باہر کے دوست   تم ہو درون سرا تم پر کروڑوں درود

خیال رہے کہ ہم کو دوستوں سے بھی محبت ہوتی ہے۔ اپنے عزیز و قرابت داروں سے بھی اپنے بچوں سے بھی اپنی بیوی سے بھی دوست یار بیٹھک میں ملتے ہیں یہ ہیں بیرونی دوست عزیز و اقارب عام حالات میں گھر میں آ کر ملتے ہیں یہ ہیں درون خانہ کے دوست مگر گھر کے اندر رہنے سہنے والے اپنے بال بچے ہوتے ہیں یہ ہیں اندرونی دوست خلوت صرف بیوی سے ہوتی ہے یہ ہے خاص الخاص محبوب راز دار دوست سارے انبیاء کرام اللہ کے پیارے ہیں مگر حضور خلوت خاص کے راز دار محبوب ہیں۔ اس لیے موسیٰ علیہ السلام سے رب تعالیٰ نے وادی سینا میں جو کلام کیا سب کچھ محبوب کو بتا دیا کہ گویا بیٹھک یا موسیٰ الخ مگر جو کلام معراج کے خلوت خانہ میں اپنے اندرونی محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا وہ کسی کو نہ بتایا۔ فاوحٰی الی عبدہ ما اوحٰی وہاں اپنے بندہ کو جو وحی کی وہ کی یہ ہے اندرون خانہ کی محبت۔ اللھم صلے علی سیدنا محمد وآلہ واصحابہ وسلم۔

[3] لطف یہ ہے کہ جناب خلیل کو اس وقت یہ یاد نہ رہے گا کہ وہ اندرونی دوست حبیب اللہ ہے کون تاکہ لوگوں کو تلاش کرنے کا لطف تو آوے اور سب جان لیں کہ آج سوا حضور کے دروازے کے اور کہیں بھیک نہیں مل سکتی یہ بھلانا ہزارہا حکمتوں سے ہوگا۔

بِصَاحِبِ ذٰلِكَ اِذْهَبُوْا اِلٰى عِيْسٰى كَلِمَةِ اللّٰهِ وَرُوْحِهٖ فَيَقُوْلُ عِيْسٰى لَسْتُ بِصَاحِبِ ذٰلِكَ فَيَاْتُوْنَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُوْمُ فَيُؤْذَنُ لَهٗ وَتُرْسَلُ الْاَمَانَةُ وَالرَّحِمُ فَيَقُوْمَانِ جَنَبَتَيِ الصِّرَاطِ يَمِيْنًا وَّشِمَالًا فَيَمُرُّ اَوَّلُكُمْ كَالْبَرْقِ قَالَ قُلْتُ بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ اَيُّ شَيْءٍ كَمَرِّ الْبَرْقِ قَالَ اَلَمْ تَرَوْا اِلَى الْبَرْقِ كَيْفَ يَمُرُّ وَيَرْجِعُ فِيْ طَرْفَةِ عَيْنٍ ثُمَّ كَمَرِّ الرِّيْحِ

والا نہیں ہو جاؤ عیسٰے علیہ السلام کے پاس جو اللہ کا کلمہ اللہ کی روح ہیں لہ حضرت عیسٰے فرمائینگے میں اس کام کا نہیں ہوں تب سب محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچیں گے لہ آپ اٹھینگے تو آپ کو اجازت دی جاویگی ۳ء اور امانت رحم بھیجے جائیں گے وہ پلصراط کے دو طرفہ کھڑے ہو جائیں گے ۴ء داہنے بائیں ان کی پہلی جماعت بجلی کی طرح گزریگی فرماتے ہیں میں نے عرض کیا آپ پر میرے ماں باپ فدا بجلی کے گزرنے کی طرح کون چیز ہے فرمایا کیا تم بجلی کو نہیں دیکھتے کہ وہ پلک جھپکنے میں کیسے گزرتی اور جاتی ہے ۵ء پھر ہوا کی گزر کی طرح

۱ء لوگوں کا حضور انور کی بارگاہ میں پہنچنا حضرت عیسٰی علیہ السلام کی رہبری سے ہوگا۔ حضور بشارت مسیح ہیں۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی ہماری جانیں حضرت مسیح علیہ السلام پر فدا کہ وہ ہمارے حضور کے مبشر خاص ہیں اور ہوں گے یہاں بھی فرمایا تھا ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد۔

۲ء حضور کو کلام کرنے عرض و معروض پیش کرنے کی اجازت دی جاوے گی۔ شفاعت کی اجازت تو ازل سے مل چکی یہ سہرا ان کے سر پر باندھا جا چکا۔ آپ کا لقب شفیع المذنبین ہو چکا ہے۔ اعلیٰحضرت نے فرمایا شعر

جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا بندھا　　اس جبین سعادت پہ لاکھوں سلام

۳ء صلہ رحمی کرنے والوں امانت داری کرنے والوں کی شفاعت کے لیے ان میں سے دوزخ گروں کو سنبھالنے کے لیئے یہ دونوں وہاں کھڑے ہوں گے مگر شفاعت کبریٰ حضور ہی کریں گے۔ دروازہ شفاعت کھل جانے کے بعد پھر دوسرے لوگ دوسری چیزیں شفاعت صغریٰ کریں گی۔ ۴ء یعنی یا حبیب اللہ حضور انور اپنی رفتار کو بجلی کی گوند سے تشبیہ کس چیز میں دے رہے ہیں۔ ان میں کون سی چیز بجلی کی طرح ہوگی، یہ پہلا طبقہ انبیاء کرام خاص اولیاء و علماء ہوں گے۔

۵ء یعنی ہم تیز رفتاری میں بجلی سے تشبیہ دے رہے ہیں۔ مگر سبحان اللہ بجلی میں تیزی کے ساتھ ساتھ چمک دمک نورانیت بھی تو ہوتی ہے۔ ان حضرات کے چہرے چمکتے ہوں گے بجلی کے داغ بجلی کا کام دیں گے پلصراط انکی وجہ سے منور ہو جاویگا۔

ثُمَّ الطَّيْرِ وَشَدِّ الرِّجَالِ تَجْرِي بِهِمْ أَعْمَالُهُمْ وَنَبِيُّكُمْ قَائِمٌ عَلَى الصِّرَاطِ يَقُولُ يَا رَبِّ سَلِّمْ سَلِّمْ حَتّٰى تَعْجِزَ أَعْمَالُ الْعِبَادِ حَتّٰى يَجِيءَ الرَّجُلُ فَلَا يَسْتَطِيعُ السَّيْرَ إِلَّا زَحْفًا وَقَالَ وَفِي حَافَتَيِ الصِّرَاطِ كَلَالِيبُ مُعَلَّقَةٌ مَأْمُورَةٌ تَأْخُذُ مَنْ أُمِرَتْ بِهِ فَمَخْدُوشٌ نَاجٍ وَمُكَرْدَسٌ فِي النَّارِ وَالَّذِي نَفْسُ أَبِي هُرَيْرَةَ بِيَدِهِ إِنَّ قَعْرَ جَهَنَّمَ لَسَبْعِينَ خَرِيفًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ

پھر پرندے کی طرح اور تیز مردوں کے دوڑ کی طرح ان کے اعمال انہیں لے جا رہے ہوں گے[۱] اور تمہارے نبی صراط پر کھڑے ہوئے فرماتے ہوں گے الٰہی سلامت رکھ سلامت رکھ[۲] حتی کہ بندوں کے اعمال عاجز رہ جائیں گے[۳] یہاں تک کہ ایک شخص آئے گا جو چل نہ سکے گا سوا گھسٹنے کے فرمایا کہ صراط کے دونوں کناروں پر کنڈے لٹکے ہوئے ہیں جو تابع حکم ہیں جسے پکڑنے کا حکم دیئے جائیں گے اسے پکڑ لیں گے تو بعض زخمی ہو کر نجات پا جائیں گے اور بعض آگ میں ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے[۴] اس کی قسم جس کے قبضہ میں ابوہریرہ کی جان ہے کہ دوزخ کی گہرائی ستر سال کی ہے[۵] (مسلم)

۱؎ یعنی ان کی رفتاروں میں یہ فرق ان کے نیک اعمال اور اخلاص کے فرق کی وجہ سے ہوگا۔ جیسا کہ عمل جیسا اخلاص ویسی وہاں کی رفتار یہاں اشعۃ اللمعات نے فرمایا کہ اعمال سبب رفتار ہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ کرم اصل وجہ رفتار کی ہے جتنا کہ حضور سے قرب زیادہ اتنی رفتار تیز۔

۲؎ ظاہر یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پل صراط کے اس کنارے پر قیام فرما ہوں گے۔ اپنے گرتوں کو سنبھالتے ہوں گے۔ آپ آخر میں وہاں سے تشریف لائیں گے کہ منظر سے پہلے سب کو عبور کرا دیں آخر میں وہاں سے آپ روانہ ہوں گے اس کا ظہور وہاں ہوگا۔

۳؎ یعنی آخر میں وہ لوگ رہیں گے جن کو ان کے اعمال چلا نہ سکیں گے یا تو ان کے پاس اعمال نیک ہوں گے ہی نہیں یا ان میں اخلاص وغیرہ نہ ہوگا، عمل میں قوت پیدا اخلاص سے ہوتی ہے۔

۴؎ اس طرح کہ جنہیں زخمی کر دینے کا حکم ہے انہیں زخمی کر کے چھوڑ دیں گے اور جن کو دوزخ میں گرانے کا حکم ہے انہیں جھکا کر گرا دیں گے۔ خدا کی پناہ۔ مکردس اسم مفعول ہے کردسہ کا بمعنی ہاتھ باندھنا مکردس دست در پا بستہ یعنی ان کنڈوں سے ان کے ہاتھ پاؤں بندھ بھی جائیں گے اور دوزخ میں گر بھی جائیں گے۔

۵؎ لہٰذا جو دوزخ میں گرا یا جاوے گا وہ ستر سال میں اپنے ٹھکانے پر پہنچے گا۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ قَوْمٌ بِالشَّفَاعَةِ كَاَنَّهُمُ الثَّعَارِيْرُ قُلْنَا مَا الثَّعَارِيْرُ قَالَ اِنَّهُ الضَّغَابِيْسُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَشْفَعُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ثَلٰثَةٌ الْاَنْبِيَآءُ ثُمَّ الْعُلَمَآءُ ثُمَّ الشُّهَدَآءُ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ ۔

بَابُ صِفَةِ الْجَنَّةِ وَاَهْلِهَا

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

عَنْ

روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک قوم شفاعت کے ذریعہ آگ سے ایسی نکال جاویگی جیسے کہ وہ ثعاریر ہوں ہم نے عرض کیا کہ ثعاریر کیا چیز ہے فرمایا وہ ککڑیاں ہیں ۱ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت عثمان ابن عفان سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کے دن تین جماعتیں شفاعت کریں گی انبیاء پھر علماء پھر شہید لوگ ۲ (ابن ماجہ)

جنت اور جنت والوں کی صفات کا بیان ۳

پہلی فصل

روایت ہے

۱ ضغابیس جمع ضغبوس کی جس کا ترجمہ پنجابی زبان میں ہے ککڑی اردو میں چھوٹی ککڑی جس پر رواں ہو وہ بہت نرم اور نازک ہوتی ہے۔ چونکہ ککڑی بہت جلد بڑھتی ہے۔ اس لئے انہیں اس سے تشبیہ دی گئی کہ وہ بہت جلد بڑھیں گے۔ خیال رہے کہ ان کی جسم کی سفیدی بھی شفافیت سے ہوگی لہذا یہ حدیث اس گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں جس میں فرمایا گیا کہ وہ کوئلے ہوں گے یعنی کالے کیونکہ دوزخ سے نکلتے وقت تو وہ کالے ہوں گے مگر جنت میں پہنچتے پہنچتے سفید اور گورے ہوجائیں گے

۲ اس ترتیب میں علماء کو شہداء پر مقدم رکھا گیا ہے کیونکہ علماء کے دوات کی روشنائی جس سے وہ دینی تحریر تصنیف کریں وہ شہیدوں کے خون سے افضل ہے جیسا شیرازی نے حضرت انس سے ابن عبدالبر نے حضرت ابوالدرداء سے ابن جوزی نے حضرت نعمان ابن بشیر سے مرفوعًا روایت کی (مرقات) شہید اپنے ستر عزیزوں دوستوں کی شفاعت کریگا خیال رہے کہ یہاں خاص شفاعت مراد ہے ورنہ ہر نیک مسلمان گنہگاروں کی شفاعت کریں گے (اشعۃ اللمعات) بلکہ مسلمانوں کے چھوٹے بچے۔ کعبہ معظمہ، ماہ رمضان بھی شفاعت کریں گے۔

۳ جنت کے معنی ہیں گھنا باغ جس میں درختوں کی وجہ سے زمین چھپی ہو جیم نون ملیں تو اس میں پوشیدگی کے معنی ہوتے ہیں اسی سے ہے۔ جن۔ جنون۔ جنین۔ جنہ چونکہ جنت میں گھنے درخت ہیں نیز وہ دنیا میں نگاہوں سے چھپی ہے۔ عالم غیب میں ہے۔ اس لیے اسے جنت کہتے ہیں (مرقات واشعہ) جنتیں تین قسم کی ہیں [illegible] وہبی۔ عطائی۔ کسبی جنتی وہ [illegible]

أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللهُ
تَعَالٰى أَعْدَدْتُ لِعِبَادِيَ الصّٰلِحِيْنَ مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ
سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ وَاقْرَأُوْا إِنْ شِئْتُمْ فَلَا
تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْهُ
قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَوْضِعُ

حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کیلئے ۱؎ وہ نعمتیں تیار کی ہیں جو نہ آنکھ نے دیکھیں اور نہ کان نے سنیں اور نہ کسی انسان کے دل پر ان کا خطرہ گزرا ۲؎ اگر چاہو تو یہ آیت پڑھ لو کہ کوئی نفس نہیں جانتا کہ ان کے لیے کیسی آنکھوں کی ٹھنڈک چھپا کر رکھی گئی ہے ۳؎ (مسلم بخاری) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جنت میں

جو اعمال سے جنت میں جائیں، وہبی وہ جو کسی جنتی کے طفیل جنت میں جاویں، جیسے مسلمانوں کے چھوٹے بچے۔ عطائی جنتی وہ مخلوق جو جنت کو پر کرنے کے لیے پیدا کی جاوے گی۔ مگر دوزخ صرف کسبی ہے۔ اپنی کرنی اپنی بھرنی۔

۱؎ صالحین یا تو بنا ہے صلاح سے یا صلاحیت سے یعنی نیک اعمال والے بندوں کے لیے یا جنت کے قابل لوگوں کے لیے۔ پہلی صورت میں جنت کسبی مراد ہے، دوسری صورت میں عام جنت کسبی ہو یا وہبی یا عطائی لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ سوا نیک اعمال والوں کے کوئی جنت میں نہ جاویگا شفاعت وغیرہ کچھ نہیں۔

۲؎ یعنی وہاں کی نعمتیں نہ تو بیان میں آسکتی ہیں نہ گمان میں وہ تو دیکھ کر ہی معلوم ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ خیریت سے دکھائے اپنے فضل و کرم سے۔ خیال رہے کہ یہاں آنکھ۔ کان۔ دل سے مراد عوام مسلمانوں کے آنکھ۔ کان دل ہیں۔ ورنہ حضرت آدم علیہ السلام تو وہاں رہ کر آئے۔ ہمارے حضور نے معراج میں وہاں کی سیر فرمائی۔ حضرت ادریس علیہ السلام تو وہاں موجود ہی ہیں یا یہ مطلب ہے کہ دنیا میں وہ ان جیسی نعمتیں کسی آنکھ نے نہ دیکھیں نہ سنیں۔ واقعی دنیا میں نہ ایسی نعمتیں ہیں نہ کسی کے دیکھنے میں آئیں۔

۳؎ اس آیت کریمہ میں بھی نفس سے مراد عام لوگ ہیں۔ آنکھ کی ٹھنڈک سے مراد دل کی خوشی و سرور کے اسباب ہیں جن سے دل چین میں رہیں۔ آج بیٹے کو کہا جاتا ہے قرۃ العین۔ اس آیت و حدیث سے معلوم ہو جاتا ہے کہ جنت اور وہاں کی نعمتیں پیدا ہو چکی ہیں۔ کیوں نہ ہو کہ حضرت آدم و حوا وہاں رہ چکے ہیں اور ہمارے حضور دیکھ آئے ہیں۔ وہاں کی بہت سی نعمتیں اب دنیا میں بھی آرہی ہیں۔ نیل و فرات وہاں سے آرہی ہے حجر اسود جنت سے ہی آیا ہے

سَوْطٍ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ • وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَغَدْوَةٌ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ أَوْ رَوْحَةٌ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا وَلَوْ أَنَّ امْرَأَةً مِّنْ نِّسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ اطَّلَعَتْ إِلَى الْأَرْضِ لَأَضَاءَتْ مَا بَيْنَهُمَا وَلَمَلَأَتْ مَا بَيْنَهُمَا رِيْحًا وَلَنَصِيْفُهَا

ایک کوڑے کی جگہ دنیا اور دنیا کی چیزوں سے بہتر ہے[1] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ کی راہ میں صبح یا شام چلنا[2] دنیا سے اور دنیا کی تمام چیزوں سے بہتر ہے[3] اور اگر جنت والی عورتوں میں سے کوئی عورت[4] زمین کی طرف جھانکے تو ان دونوں کے درمیان کو چمکا دے[5] اور ان کے درمیان کو خوشبو سے بھر دے[6]

[1] کوڑے کی جگہ سے مراد ہے وہاں کی تھوڑی سی جگہ واقعی جنت کی نعمتیں دائمی ہیں۔ دنیا کی فانی پھر دنیا کی نعمتیں تکالیف سے مخلوط وہاں کی نعمتیں خالص۔ پھر دنیا کی نعمتیں ادنیٰ وہ اعلیٰ اس لیے دنیا کو وہاں کی ادنیٰ جگہ سے کوئی نسبت ہی نہیں۔

[2] یہاں او شک کے لیے نہیں بلکہ بیانِ نوعیت کے لیے ہے۔ اللہ کی راہ میں چلنے کی صدہا قسمیں ہیں۔ نماز کے لیے مسجد میں جانا۔ طالب علم دین کے لیے جانا۔ جہاد کے لیے نکلنا۔ حج وعمرہ کے لیے جانا۔ کسی زندہ یا وفات یافتہ کی زیارت کے لیے جانا حلال روزی کی تلاش کے لیے جانا سنت سمجھ کر (اشعہ)

[3] دنیا سے مراد ہے نفس کے لیے کاروبار و اشتغال اگر خدا کرم کرے تو کھانا پینا سونا بھی دین بن جاوے اگر کرم نہ کرے تو نماز و حج جہاد بھی دنیا بن جاوے یا مراد ہے دنیا کے عیش و آرام۔

[4] یعنی حور جو آج موجود ہے یا جنت میں پہنچ چکنے کے بعد دنیا کی جنتی عورت بلکہ جنتی عورتوں کا حسن حوروں سے زیادہ ہوگا کہ ان پر عبادات کا حسن بھی ہوگا۔

[5] یا تو مشرق و مغرب کے درمیان کو چمکا دے یا جنت اور زمین کے درمیان کے تمام علاقہ کو چمکا دے دوسرے معنی زیادہ ظاہر ہیں کہ یہاں جنت اور زمین ہی کا ذکر ہو رہا ہے مرقات بلکہ اشعۃ اللمعات نے اس آخری معنی کو اختیار فرمایا جنتی عورتوں کا حسن دیکھنے کیلئے آنکھیں بھی دوسری ہی عطا ہوں گی جو اس تابش کو جھیل سکیں ہم تو ان آنکھوں سے سورج کو نہیں دیکھ سکتے مخلوق تو ان آنکھوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اصلی رنگ و روپ نہیں دیکھ سکتی اسی لیے معراج رات میں لوگوں سے چھپا کر کرائی گئی یعنی سارے معجزے دکھائے گئے مگر یہ بڑا معجزہ معراج دکھایا۔

عَلٰى رَاْسِهَا خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ، وَعَنْ اَبِيْ
هُرَيْرَةَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ فِي الْجَنَّةِ
شَجَرَةً يَسِيْرُ الرَّاكِبُ فِيْ ظِلِّهَا مِائَةَ عَامٍ لَا يَقْطَعُهَا
وَلَقَابُ قَوْسِ اَحَدِكُمْ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِّمَّا طَلَعَتْ عَلَيْهِ
الشَّمْسُ اَوْ تَغْرُبُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ، وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ

اور اس کے سر کی مانگ دنیا اور دنیا کی چیزوں سے بہتر ہے۱؎ (بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جنت میں ایک درخت ہے جس کے سایہ میں سوار سو برس چلے گا۲؎ اور وہ طے نہ کر سکے
گا اور تم میں سے ایک کے کمان کی جگہ جنت میں اس سے بہتر ہے جس پر سورج طلوع یا غروب
ہو۳؎ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابو موسےٰ سے فرماتے ہیں

رنگ چھپایا گیا صرف سنایا گیا۔ کیونکہ اس دن حسن مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اصلی رنگ میں تھا۔

؎ یعنی جنت اور زمین کے درمیانی علاقہ کو جھلکا دے وہ چمک بھی ایسی ہو جس کی دنیا والے۔ تاب نہ لاسکیں ہم خالص مشک سونگھیں تو ناک سے خون جاری ہو جاتا ہے۔ وہ چمک تو اللہ اکبر۔

۱؎ نصیف سے مراد یا تو جنتی عورت کی مانگ ہے مانگ میں موتیوں کی لڑی لگائی جاتی ہے اس لڑی کے موتیوں کی قیمت دنیا کے سارے خزانوں سے زیادہ ہے یا سر پر باندھنے کا رومال جو امیر عورتیں دوپٹے کے نیچے رکھتی ہیں یا جو دوپٹہ جو معنی بھی ہوں مطلب یہ ہی ہے۔ جنتی حوروں کی یہ چیزیں اتنی بیش قیمت ہیں کہ دنیا بھر کے سونے چاندی ہیرے جواہرات، لعل گوہر اس ایک کی قیمت نہیں بن سکتے۔

۲؎ یہ درخت شجرہ طوبیٰ ہے جس کے ہر پتہ پر لکھا ہے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ سایہ سے مراد اس کے نیچے کا ایریا وہاں کا علاقہ ہے۔ یا تجلی الٰہی اور وہاں کی نورانیت۔ اس کا سایا ہوگا۔ یا خود اس درخت کا نور ہو ظل دھوپ اور روشنی کو بھی کہتے۔ غرضکہ یہ سورج والا سایہ مراد نہیں کہ وہاں سورج نہیں ہوگا۔ سو سے مراد اتنا عرصہ ہے کہ اگر وہاں دن رات مہینے و سال ہوتے تو سو سال لگتے۔

۳؎ اس کی شرح ابھی کچھ پہلے گزر چکی قاب کے معنی ہیں۔ برابر یا اندازہ۔ رب فرماتا ہے۔ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى۔ کنارہ کمان کو بھی قاب کہتے ہیں (اشعہ) اس سے مراد ہے کم سے کم جگہ ورنہ وہاں کسی جنتی کو اتنی چھوٹی جگہ نہ ملے گی وہاں تو ادنیٰ جنتی کا علاقہ دنیا بھر سے زیادہ ہو گا۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلْمُؤْمِنِ فِي الْجَنَّةِ لَخَيْمَةً مِنْ لُؤْلُؤَةٍ وَاحِدَةٍ مُجَوَّفَةٍ عَرْضُهَا وَفِي رِوَايَةٍ طُوْلُهَا سِتُّوْنَ مِيْلًا فِي كُلِّ زَاوِيَةٍ مِنْهَا اَهْلٌ مَا يَرَوْنَ الْاٰخَرِيْنَ يَطُوْفُ عَلَيْهِمُ الْمُؤْمِنُ وَجَنَّتَانِ مِنْ فِضَّةٍ اٰنِيَتُهُمَا وَمَا فِيْهِمَا وَجَنَّتَانِ مِنْ ذَهَبٍ اٰنِيَتُهُمَا وَمَا

فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ مومن کا جنت میں ایک کھوکھلے موتی کا خیمہ ہوگا جس کی چوڑائی اور ایک روایت میں ہے کہ اس کی لمبائی ساٹھ میل کی ہے ۱؎ اس کے ہر گوشہ میں اس کے گھر والے ہونگے کہ دوسروں کو نہ دیکھ سکیں گے ۲؎ جن پر مومن گشت کرے گا ۳؎ اور اسکے دو باغ ہونگے جن کے برتن اور سامان چاندی کے ہوں گے ۴؎ اور دو باغ ہوں گے جن کے برتن اور سامان سونے کے ہونگے ۵؎

۱؎ اندازہ لگاؤ کہ اگر وہ موتی دنیا میں آجاوے تو اس کی قیمت کیا ہو، یہاں تو آدھے ماشے کا ایک سچا موتی کئی ہزار روپیہ کا ہوتا ہے۔ وہاں تو ساٹھ میل چوڑا ساٹھ میل لمبا ایک موتی ہے پھر اس کی صفائی اسکی چمک دمک کیسی ہے وہ خیال میں بھی نہیں آسکتی۔ ان شاء اللہ دیکھ کر ہی پتہ چلے گا۔ اللہ نصیب کرے۔

۲؎ یعنی اس موتی کے مکان کے چاروں گوشوں میں اس کے مختلف گھر والے آباد ہوں گے کہیں اپنی دنیاوی بیوی بچے کہیں وہ دنیاوی عورتیں جن کے خاوند کافر رہے اور ان کے نکاح میں دی گئیں کہیں وہ کنواری لڑکیاں جو دنیا میں بغیر شادی فوت ہوئیں کہیں حوریں، خدام ان کے علاوہ انہیں ایک دوسرے کو نہ دیکھنا فاصلہ کی وجہ سے نہ ہوگا کہ جنتی مومن کی نگاہ بہت دور سے دیکھے گی بلکہ ان جگہوں میں عمارتیں مختلف ہوں گی۔ کوٹھیاں، بنگلے خیال رہے کہ جنت میں پردہ ہوگا رب فرماتا ہے حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِي الْخِيَامِ اور فرماتا ہے قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ پردہ اس لیے نہیں ہوگا کہ وہاں لوگ فاسق و فاجر ہوں گے بلکہ اس لیے کہ شرم و حیا اچھی چیز ہے بے پردگی میں بے شرمی ہے ہاں دوزخ میں پردہ نہیں ہوگا، وہاں ننگے مرد و عورت ایک ہی آگ میں جلیں گے۔

۳؎ کہ مومن کبھی اپنے اس گھر میں جاوے گا کبھی اس گھر میں، اس جانے میں نہ اسے سواری کی ضرورت پڑے گی نہ دیر لگے گی۔ آن کی آن میں ہر جگہ پہنچ جاوے گا ہر گھر میں گشت لگائے گا۔ ۴؎ خیال رہے کہ جنت پوری جنت کو بھی کہتے ہیں اور وہاں کے ہر باغ کو بھی دوسرے معنی سے تثنیہ بھی ہوتی ہے جمع بھی مگر پہلے معنی سے ہمیشہ واحد ہی آتی ہے۔ جیسے زمین پورے روئے زمین کو بھی کہتے ہیں۔ اور زمین کے حصوں کو بھی یعنی مومن کو چار باغ ملیں گے۔ دو باغ وہ جن کی درو دیوار برتن سامان درخت وغیرہ سب چاندی کے ہونگے

فِيْهِمَا وَمَا بَيْنَ الْقَوْمِ وَبَيْنَ اَنْ يَّنْظُرُوْا اِلٰى رَبِّهِمْ اِلَّا رِدَآءُ الْكِبْرِيَآءِ عَلٰى وَجْهِهٖ فِىْ جَنَّةِ عَدْنٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِى الْجَنَّةِ مِائَةُ دَرَجَةٍ مَا بَيْنَ كُلِّ دَرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَالْفِرْدَوْسُ اَعْلَاهَا دَرَجَةً مِّنْهَا

کی ہر چیز اور قوم اور رب تعالیٰ کو دیکھنے کے درمیان صرف کبریائی کی چادر ہوگی لہ رب کی ذات پر جنت عدن میں سے (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت عبادہ ابن صامت سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جنت میں سو منزلیں والے ہیں ہر دو منزلوں کے درمیان فاصلہ ایسا ہے جیسے آسمان و زمین کے درمیان سے اور فردوس اعلیٰ درجہ ہے جس کے

اور دوسری جنت کی ہر چیز سونے کی ہوگی۔

شہ خیال رہے جیسے دنیا کے پھلوں کو جنت کے پھلوں سے کوئی نسبت ہی نہیں صرف نام یکساں ہیں ایسے ہی دنیا کے سونے چاندی کو وہاں کے سونے چاندی سے کوئی نسبت نہیں وہاں کا ایک ماشہ سونا دنیا کے منوں سونے سے زیادہ قیمتی ہوگا یہی حال وہاں کے موتیوں وغیرہ تمام چیزوں کا ہے۔ چنانچہ وہاں کا سونا چاندی شیشے کی طرح شفاف ہوگا یہاں یہ بات کہاں۔

لہ اس کی بحث ان شاء اللہ دیدار الٰہی کی تحقیق میں آوے گی۔ یہاں اتنا سمجھ لو کہ کبریائی کی چادر دیدار کرانے کے لیے ہوگی نہ کہ آڑ کے لیے جیسے سورج پر بخارات کی چادر ہو تو بخوبی دیکھ لیا جاتا ہے۔ اگر یہ چادر نہ ہو تو کوئی اسے نہیں دیکھ سکتا۔

تہ ظاہر یہ ہے کہ یہاں جنت عدن لغوی معنی میں ہے یعنی پوری جنت کیونکہ ساری جنت دائمی قیام کی جگہ ہے یعنی یہ دیدار الٰہی جنت ہی میں نصیب ہوگا۔ قیامت میں یہ دیدار قہر ہوگا وہاں دیدار کی دوسری نوعیت ہوگی۔

سلہ اب تک دنیا میں پچاس منزلہ عمارتیں بن سکی ہیں یہ بھی سنا ہے رب جانے غلط ہے یا درست۔ یہ منزلیں چھوٹی چھوٹی ہیں وہاں سو منزلہ عمارتیں ہر منزل کی چھت آسمان کی طرح اونچی۔ بعض روایات میں ہے کہ جنت کی منزلیں قرآن مجید کی آیات کی برابر ہیں ہو سکتا ہے کہ یہ سو منزلیں ایک جنتی کی ملک ہوں (مرقات) یا یہ مطلب ہے کہ جنت کے اوپر تلے سو طبقات ہیں۔ ہر دو طبقات کے درمیان فاصلہ اتنا ہے جتنا فاصلہ زمین و آسمان کے درمیان ہے۔

تَفَجَّرُ اَنْهَارُ الْجَنَّةِ الْاَرْبَعَةُ وَمِنْ فَوْقِهَا يَكُوْنُ الْعَرْشُ
فَاِذَا سَاَلْتُمُ اللّٰهَ فَاسْئَلُوْهُ الْفِرْدَوْسَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ
وَلَمْ اَجِدْهُ فِي الصَّحِيْحَيْنِ وَلَا فِيْ كِتَابِ الْحُمَيْدِيِّ ، وَعَنْ
اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ
فِي الْجَنَّةِ لَسُوْقًا يَاْتُوْنَهَا كُلَّ جُمُعَةٍ فَتَهُبُّ رِيْحُ الشِّمَالِ

جنت کی چاروں نہریں پھوٹتی ہیں۱ اور اس کے اوپر عرش ہوتا ہے۲ تو تم جب بھی اللہ سے مانگو تو اس سے فردوس مانگو۳ (ترمذی) اور یہ حدیث میں نے نہ تو مسلم بخاری میں پائی نہ کتاب حمیدی میں۴ روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جنت میں ایک بازار ہے جہاں جنتی ہر جمعہ کو آئیں گے۵ تو شمال ہوا چلے گی

۱ شارحین فرماتے ہیں کہ فردوس میں تمام وہ نعمتیں جمع ہیں جو دوسری جنتوں میں ہیں۔ ان سب کے علاوہ اور بہت نعمتیں ہیں اس طبقہ میں ایک خصوصیت یہ ہے کہ یہاں سے جنت کی چاروں نہریں پانی دودھ شہد اور شراب طہور کی نہریں جاری ہیں۔ سب نہروں کا سرچشمہ یہاں ہے۔ خیال رہے کہ جنت میں جتنا درجہ اونچا اتنا وہاں آرام زیادہ اور دوزخ میں جتنا طبقہ نیچا اتنی تکلیف زیادہ۔

۲ معلوم ہوا کہ سب سے اونچا طبقہ یہی فردوس ہے جس پر جنت ختم ہے۔ اس لیے اسی کی طلب کا حکم دیا جارہا ہے یہ حکم سب کو ہے۔ ۳ رب تعالیٰ دے گا اپنی مرضی سے مگر ہم مانگنے میں کمی کیوں کریں خوب بلند حوصلہ کر کے مانگیں کیونکہ کریم کی عطا مانگنے والے کے حوصلے کے مطابق ہوتی ہے۔ ۴ یہ صاحب مصابیح پر اعتراض ہے کہ انہوں نے پہلی فصل میں وہ حدیث بیان کی جو ترمذی کی ہے نہ تو بخاری میں ہے نہ مسلم میں نہ ان دونوں کی جامع یعنی کتاب حمیدی میں ہے مگر یہ حدیث بخاری میں دو جگہ ہے کتاب الجہاد میں اور باب کان عرشہ علی الماء میں اور مسلم میں باب فضل الجہاد میں بخاری میں بروایت ابوہریرہ منقول سے فرق سے ہے (مرقات واشعہ) غالبًا صاحب مشکوٰۃ کو ملی نہیں اسی لیے کہا لم اجدہ مجھے نہ ملی۔ ۵ وہاں یہ بازار کاروبار یا خرید و فروخت کا نہیں بلکہ آپس کی ملاقات کا ہے اور رب کے دیدار کا وہاں سارے جنتی جمع ہوا کریں گے اور وہاں دیدار یار کے سودے ملیں گے حضور کا دیدار صحابہ کرام کی ملاقات بلکہ رب العالمین کا دیدار یہاں ہوا کرے گا۔ جمعہ سے مراد پورا ہفتہ ہے۔ اور اس سے ہفتہ بھر کی مقدار مراد ہے کہ جنت میں نہ دن رات ہے نہ ہفتہ مہینہ وغیرہ مرقات نے فرمایا کہ جنت کے بعض وقت دوسرے وقتوں سے افضل ہوں گے جسے علماء دین ہی پہچانیں گے۔ اس افضل وقت کا نام جمعہ ہوگا۔ جنتی لوگ

فَتَحْثُوْا فِيْ وُجُوْهِهِمْ وَثِيَابِهِمْ فَيَزْدَادُوْنَ حُسْنًا وَجَمَالًا فَيَرْجِعُوْنَ إِلٰى أَهْلِيْهِمْ وَقَدِ ازْدَادُوْا حُسْنًا وَجَمَالًا فَيَقُوْلُ لَهُمْ أَهْلُوْهُمْ وَاللّٰهِ لَقَدِ ازْدَدْتُمْ بَعْدَنَا حُسْنًا وَجَمَالًا فَيَقُوْلُوْنَ وَأَنْتُمْ وَاللّٰهِ لَقَدِ ازْدَدْتُمْ بَعْدَنَا حُسْنًا وَجَمَالًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ

ان کے چہروں ان کے کپڑوں میں بھر جاوے گی جس سے ان کا حسن و جمال اور بڑھ جاوے گا [۱] پھر یہ اپنے گھر والوں کی طرف لوٹیں گے جو حسن و جمال میں بڑھ چکے ہوں گے [۲] ان سے ان کے گھر والے کہیں گے اللہ کی قسم تم تو ہمارے پیچھے حسن و جمال میں بہت بڑھ گئے تو یہ کہیں گے رب کی قسم تم لوگ بھی ہمارے پیچھے حسن و جمال میں بہت بڑھ گئے [۳] (مسلم)

علماء سے وہ وقت معلوم کرکے اس بازار میں جایا کریں گے۔ وہاں ان سے رب تعالٰی فرمائے گا جو چاہو مانگو یہ لوگ علماء سے پوچھ کر مانگیں گے لہذا علماء کی ضرورت وہاں بھی ہوگی (مرقات)، گویا جنت میں یہ جمعہ کا دن رب کی نعمتوں کی زیادتی کا دن ہوگا جیسے دنیا میں جمعہ زیادتی عمل کا دن ہے اس ایک میں نیکی کا ثواب ستر گنا ہے۔

[۱] یعنی تم دنیا میں جس ہوا کو شمالی (اُتّری والی) ہوا کہتے ہو جو بارش لاتی ہے۔ وہاں ایسی ہوا چلے گی جو خوشبو عطر وغیرہ ان کے جسموں سے بھر دے گی۔ خیال رہے کہ جب ہم مغرب کی طرف منہ کرکے کھڑے ہوں تو داہنے ہاتھ کا رخ شمال ہے وہاں چونکہ مشرق و مغرب نہ ہوگا، لہذا شمال و جنوب بھی نہ ہوگا۔ اہل عرب بلکہ تمام دنیا والے شمالی ہوا کو بہت مبارک سمجھتے ہیں اسے سعن سعن کہتے ہیں یہ بارش لاتی ہے۔ اس لیے اسے شمالی ہوا فرمایا (مرقات)

[۲] یعنی یہ جنتی جب اس بازار سے اپنے گھر واپس ہوں گے تو ان کا حسن و جمال ان کی مہک خوشبو وغیرہ اور بھی زیادہ ہوچکی ہوگی جس پر ان کے گھر والے یہ کہیں گے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس بازار میں صرف مرد جایا کریں گے عورتیں اپنے گھروں میں رہا کریں گی تاکہ عورتوں مردوں کا خلط ملط نہ ہو پردہ وہاں بھی ہوگا مگر عورتوں کو یہاں ہی وہ سب کچھ دے دیا جایا کرے گا جو مردوں کو بازار میں بلاکر دیا جائے گا جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔

[۳] یعنی اے بیویو ہم تو اس بازار میں جاکر یہ حسن و جمال خوشبو مہک، جھڑک لائے تم کو یہاں گھر بیٹھے ہی یہ سب کچھ مل گیا یا تو وہ ہوا ان بیویوں کو یہاں ہی پہنچ جایا کرے گی۔ یا ان مردوں کی قربت سے انہیں سے بھی وہ حسن و مہک ملے گا یا مردوں کو اپنا حسن اپنے گھر والوں میں نظر آوے گا۔ اپنی خوشبو ان سے بھی محسوس ہوگی (مرقات) جس کا ہاتھ عطر سے مہک رہا ہو وہ جس سے مصافحہ کرے اسے بھی مہکا دیتا ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَوَّلَ زُمْرَةٍ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ عَلٰی صُوْرَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ كَاَشَدِّ كَوْكَبٍ دُرِّيٍّ فِي السَّمَآءِ اِضَاءَةً قُلُوْبُهُمْ عَلٰی قَلْبِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ لَا اخْتِلَافَ بَيْنَهُمْ وَلَا تَبَاغُضَ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ زَوْجَتَانِ مِنَ الْحُوْرِ الْعِيْنِ يُرٰى مُخُّ سُوْقِهِنَّ مِنْ وَّرَآءِ الْعَظْمِ وَاللَّحْمِ مِنَ الْحُسْنِ

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ پہلا گروہ جو جنت میں جاوے گا۱ وہ چودھویں رات کے چاند کی شکل پر ہوگا۲ پھر جو ان سے متصل ہونگے آسمان کے تیز چمکدار تارے کی روشنی میں ہوں گے۳ ان سب کے دل ایک آدمی کے دل کے موافق ہوں گے کہ نہ ان میں مخالفت نہ بغض۴ ان میں سے ہر شخص کی دو بیویاں ہوں گی بڑی آنکھوں والی حوروں میں سے۵ جن کی پنڈلیوں کی مینگ حسن کی وجہ سے ہڈی و گوشت کے اوپر سے دیکھی جاوے گی۶

۱ پہلے گروہ سے مراد یا حضرات انبیاء کرام ہیں یا انبیاء کرام اور خاص اولیاء اللہ (مرقات) ظاہر یہ ہے کہ صرف انبیاء کرام مراد ہیں۔ کہ جنت میں پہلے وہ ہی تشریف لے جائیں گے۔

۲ جنت میں سارے نبی چاند کی طرح حسین ہوں گے ہمارے حضور سورج کی طرح حسین ہوں گے (مرقات) کیوں نہ ہو کہ حضور نبوت کے آسمان کے سورج ہیں رب فرماتا ہے وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا۔

۳ یعنی حضرات انبیاء کرام کے بعد والے حضرات اولیاء، علماء، شہداء، صالحین۔ چمکدار تاروں کی شکل میں ہوں گے خصوصًا صحابہ کرام کہ وہ تو دنیا میں بھی آسمان ہدایت کے تارے ہیں۔ اصحابی کالنجوم۔

۴ یعنی جیسے اگر گھر میں اکیلا ایک آدمی ہو تو وہاں لڑائی جھگڑا ناممکن ہے ایسے ہی جنت میں بے شمار مخلوق ہوگی مگر لڑائی جھگڑا ناممکن ہوگا۔

۵ حور جمع ہے حوراء کی بمعنی صاف و سفید، عین جمع ہے عیناء کی بمعنی بڑی آنکھ والی یعنی خاص حسن کی بیویاں جنس حور سے صرف دو ہوں گی انکے علاوہ اور بہت سی ہوں گی۔ لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ ان جنتیوں کی بیویاں ستر سے زیادہ ہوں گی کہ وہاں دوسرے درجے کی بیویاں مراد ہیں (اشعہ)

۶ یعنی انکا گوشت پوست ہڈیاں سب نورانی اور شفاف ہوں گی کہ ان میں کوئی چیز کسی کے لیے حجاب نہ ہوگی یہ نورانیت اور شفافی ان کے حسن کا باعث ہوگی دنیا میں اگر گوشت پھٹ جاوے اور مینگ نظر آ جاوے تو برا معلوم ہوتا ہے کہ یہاں یہ چیز نفرت انگیز ہے۔

يُسَبِّحُوْنَ اللّٰهَ بُكْرَةً وَّعَشِيًّا لَا يَسْقَمُوْنَ وَلَا يَبُوْلُوْنَ وَلَا يَتَغَوَّطُوْنَ وَلَا يَتْفُلُوْنَ وَلَا يَمْتَخِطُوْنَ اٰنِيَتُهُمُ الذَّهَبُ وَالْفِضَّةُ وَاَمْشَاطُهُمُ الذَّهَبُ وَوَقُوْدُ مَجَامِرِهِمُ الْاَلُوَّةُ وَرَشْحُهُمُ الْمِسْكُ عَلٰى خَلْقِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ عَلٰى صُوْرَةِ اَبِيْهِمْ اٰدَمَ سِتُّوْنَ ذِرَاعًا فِي السَّمَآءِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

صبح شام اللہ کی تسبیح پڑھیں گے ۱؎ نہ کبھی بیمار ہوں گے نہ پیشاب پاخانہ کریں گے اور نہ تھوکیں گے نہ ناک صاف کریں گے ۲؎ ان کے برتن سونے چاندی کے ہوں گے ان کی کنگھیاں سونے کی ہوں گی ان کی انگیٹھیوں کا ایندھن لوبان اور ان کا پسینہ مشک ہوگا ۳؎ ایک آدمی کے عادت پر ۴؎ اپنے باپ حضرت آدم کے شکل پر ساٹھ گز بلند ۵؎ (مسلم، بخاری)

۱؎ یعنی ہر وقت بلکہ ہر سانس میں رب کی حمد و تقدیس ادا ہوگی صبح شام سے مراد ہے ہمیشگی۔

۲؎ یعنی یہ فضلات جنت میں نہ ہوں گے کہ یہ چیزیں گھن اور نفرت کا باعث ہیں۔ وہاں نفرت کہاں۔ تفل تھوک کو کہتے ہیں۔ اور مخاط رینٹ کو۔

۳؎ خیال رہے کہ جنت میں کنگھی ہوگی جو بالوں میں کی جاوے گی مگر میل دور کرنے کے لیے نہیں۔ کہ وہاں میل کچیل نہیں بلکہ بال سنوارنے حسن بڑھانے کے لیے یوں ہی وہاں انگیٹھی بھی ہوگی۔ اس میں لوبان بھی سلگے گا۔ مگر آگ کے بغیر کہ جنت میں آگ نہیں جیسے وہاں پرندوں کا بھنا ہوا گوشت ملے گا مگر یہ گوشت آگ پر نہ پکے گا۔ رب فرماتا ہے۔ ولحم طير مما يشتهون نیز جنتیوں کو پسینہ آوے گا مگر گرمی سے نہیں کہ جنت میں نہ سورج کی گرمی نہ آگ کی تپش مگر پسینہ بہت ہی اعلیٰ ہوگا ان الفاظ سے دھوکا نہیں کھانا چاہیے۔

۴؎ اگر خلق خ کے پیش سے ہے تو اس کی شرح ابھی ہوچکی کہ وہاں لڑائی جھگڑا بغض و حسد نہ ہوگا۔ اور اگر خ کے فتحہ سے ہے تو معنی یہ ہیں کہ سب جنتی ایک ہی قد کے ہوں گے ہم عمر ہوں گے۔ تیس یا تینتیس سال۔ جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے جیسا کہ معلوم ہوگا۔

۵؎ یعنی سارے جنتی ساٹھ ہاتھ کے ہوں گے شرعی گز ایک ہاتھ یعنی ڈیڑھ فٹ کا ہوتا ہے۔ وہ ہی یہاں مراد ہے آدم علیہ السلام کا قد اتنا ہی تھا فی السماء فرما کر بتایا گیا کہ اس سے لمبائی مراد ہے نہ کہ چوڑائی۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ سارے نبی نہایت حسین اور بہت ہی خوش آواز ہوں گے۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَهْلَ الْجَنَّةِ يَأْكُلُونَ فِيهَا وَيَشْرَبُونَ وَلَا يَتْفُلُونَ وَلَا يَبُولُونَ وَلَا يَتَغَوَّطُونَ وَلَا يَمْتَخِطُونَ قَالُوا فَمَا بَالُ الطَّعَامِ قَالَ جُشَاءٌ وَرَشْحٌ كَرَشْحِ الْمِسْكِ يُلْهَمُونَ التَّسْبِيحَ وَالتَّحْمِيدَ كَمَا تُلْهَمُونَ النَّفَسَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جنت میں کھائیں گے پئیں گے۱ اور نہ تو تھوکیں گے نہ پیشاب پاخانہ کریں گے اور نہ ناک جھاڑیں گے۲ صحابہ نے عرض کیا تو ان کے کھانے کا کیا حال ہوگا۳ فرمایا ڈکار اور مشک کی طرح پسینہ۴ تسبیح و حمد الٰہی ان کے دل میں ڈالی جاوے گی جیسے تم سانس لئے جاتے ہو۵ (مسلم)

۱ جنتی جنت میں پرندوں کے گوشت اور اعلیٰ درجہ بے شمار پھل کھائیں گے۔ اور دودھ شہد۔ پانی۔ شراب طہور پئیں گے یہ کھانا پینا بھوک سے نہ ہوگا۔ صرف لذت کے لیے ہوگا کہ وہاں نہ بھوک ہوگی نہ پیاس۔

۲ یعنی جنتیوں کے کھانے پینے کے لیے بہت نعمتیں ہوں گی مگر بدن سے اس کے خارج کرنے کے لئے وہ ذریعہ نہ ہوں گے جو دنیا میں ہوتے ہیں پیشاب پاخانہ۔ تھوک۔ رینٹھ وغیرہ۔

۳ یعنی یارسول اللہ پھر کھانے کا فضلہ بدن سے کیسے خارج ہوگا۔ اگر خارج نہ ہوگا تو وہاں تندرستی کیسے قائم رہے گی۔ نہایت نفیس سوال ہے۔

۴ یعنی کھانا تو ڈکار سے ہضم ہوگا اور وغیرہ پسینہ کے ذریعہ خارج ہوگا۔ خیال رہے کہ جنت میں دنیا کی سی ڈکار نہ ہوگی جس کی حدیث شریف میں برائی آئی ہے۔ اَقْصِرْ عَنَّا جُشَاءَكَ مگر وہ آواز کی تعداد میں بدبو بلکہ وہ ڈکار ہی اور قسم کی ہوگی۔ نیز وہاں پسینہ دنیا کا سا نہ ہوگا جو گرمی کی وجہ سے بدبودار تکلیف دہ ہوتا ہے وہ پسینہ اور ہی طرح کا ہوگا نہایت خوشبودار آرام دہ۔

۵ سبحان اللہ کس نفیس طریقے سے سمجھایا ہے کہ جیسے دنیا میں تم سانس لیتے تھکتے نہیں، ایسے ہی وہاں تسبیح و تہلیل کرتے تھکو گے نہیں جیسے کہ یہاں سانس ہر وقت ہر حال میں جاری رہتی ہے ایسے ہی وہاں جنت میں تسبیح و تہلیل ہر حال ہر وقت میں جاری ہوگی جیسے یہاں سانس کسی کام سے روکتی نہیں، ایسے ہی وہاں ذکر اللہ کسی کام سے روکے گا نہیں۔ بعض عارفین پاس انفاس کرتے ہیں یعنی ذکر اللہ ان کی سانس میں جاری ہو جاتا ہے جو سوتے جاگتے کھاتے پیتے جاری رہتا ہے۔ وہ لوگ ایک اعتبار سے دنیا میں ہی جنت میں ہیں۔ مرقات نے فرمایا کہ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ دو جنتوں سے مراد ایک دنیاوی جنت ہے

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ
سَلَّمَ مَنْ يَّدْخُلُ الْجَنَّةَ يَنْعَمُ وَلَا يَبْأَسُ وَلَا يَبْلٰى
ثِيَابُهٗ وَلَا يَفْنٰى شَبَابُهٗ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ
وَاَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ يُنَادِیْ مُنَادٍ اِنَّ لَكُمْ اَنْ تَصِحُّوْا فَلَا تَسْقَمُوْا اَبَدًا
وَاِنَّ لَكُمْ اَنْ تَحْيَوْا فَلَا تَمُوْتُوْا اَبَدًا وَاِنَّ لَكُمْ اَنْ تَشِبُّوْا فَلَا
تَهْرَمُوْا اَبَدًا وَاِنَّ لَكُمْ اَنْ تَنْعَمُوْا فَلَا تَبْأَسُوْا اَبَدًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو جنت میں جائے گا خوش رہے گا کبھی غمگین نہ ہوگا[۱] نہ اس کے کپڑے گلیں نہ اس کی جوانی ختم ہو[۲] (مسلم) روایت ہے حضرت ابوسعید و ابوہریرہ سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پکارنے والا پکارے گا[۳] کہ تمہارے لئے یہ ہے کہ تندرست رہو گے کبھی بیمار نہ ہوگے اور تمہارے لئے یہ ہے کہ زندہ رہو گے کبھی نہ مروگے اور تمہارے لئے یہ ہے کہ جوان رہو گے کبھی بوڑھے نہ ہوگے اور تمہارے لئے یہ ہے کہ خوش رہو گے کبھی غمگین نہ ہوگے[۴] (مسلم)

دوسری اخروی جنت۔ دنیاوی جنت ذکر الٰہی ہے اخروی جنت اس کا نتیجہ ہے ارشاد باری ہے اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ نیک لوگ دنیا میں ہی جنت میں ہیں یعنی ذکر اللہ کی جنت میں وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ کفار دنیا میں ہی دوزخ میں ہیں یعنی غفلت کی دوزخ میں جس کا نتیجہ آخرت کی دوزخ ہے۔

۱؎ کسی قسم کا غم جنتی کو نہ ہوگا۔ اور ہر طرح کی خوشی اُسے میسر ہوگی حتی کہ اپنے کافر اولاد کے دوزخ میں جانے کا بھی غم نہ ہوگا۔ اس سے تعلق محبت ختم ہوجائے گی کوئی اپنے کو دوسرے سے ہلکا نہ دیکھے گا۔ ۲؎ غرضکہ جنت میں ہر چیز کو قرار ہے تبدیلی کسی چیز میں نہیں۔ فنا کسی کو نہیں۔ جوانی۔ لباس اخروی عیش ہر چیز ہمیشگی ہے کوئی فنا نہ ہوگا۔ حتی کہ وہاں کے پھل کھا لینے کے بعد بھی فنا نہیں وہی پھل جو کھایا ویسا ہی باقی رکھا دائم جیسے تھا۔ وصوب استعمال کرنے کے بعد بھی ویسے ہی باقی رہتی ہے۔ ۳؎ یا تو خود رب تعالیٰ پکار کر فرمائے گا یا اس کی طرف سے کوئی فرشتہ پکارے گا۔ ایک دفعہ یا بار بار۔ ۴؎ ان بشارتوں سے جنتیوں کی خوشی میں اور بھی اضافہ ہوتا رہے گا۔ خوشی کا لطف ہے اور خوشی کی بشارت کا لطف کچھ اور ہی ہے۔

وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ أَهْلَ الْجَنَّةِ يَتَرَاءَوْنَ أَهْلَ الْغُرَفِ مِنْ فَوْقِهِمْ كَمَا تَتَرَاءَوْنَ الْكَوْكَبَ الدُّرِّيَّ الْغَابِرَ فِي الْأُفُقِ مِنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لِتَفَاضُلِ مَا بَيْنَهُمْ قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ تِلْكَ مَنَازِلُ الْأَنْبِيَاءِ لَا يَبْلُغُهَا غَيْرُهُمْ قَالَ بَلَى وَالَّذِي

روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنتی لوگ اپنے اوپر بالاخانہ والوں کو اس طرح ایک دوسرے کو دکھائیں گے جیسے تم چمک دار تارے کو جو شرقی غربی کنارے میں ہو ایک دوسرے کو دکھاتے ہو۱ ان کے درمیان فضیلت کی وجہ سے۲ صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ یہ تو انبیائے کرام کی منزلیں ہوں گی۔ جن تک ان کے سوا کوئی نہ پہنچ سکے گا۳ فرمایا ہاں کیوں نہیں

۱ یعنی جنت کے نیچے درجے والے جنتی اعلیٰ جنتیوں کو اس طرح ایک دوسرے کو دکھائیں گے جیسے دنیا میں مشرق سے نکلتے چاند تاروں کو ڈوبتے ہوئے دکھاتے ہیں کہ وہ ہیں حضرت ابوبکر صدیق وہ ہیں۔ حضرت بلال دیکھو وہ رہے حضرت حسین رضی اللہ عنہم یا بیبیاں کی عورتیں ایک دوسرے سے کہیں گی۔ دیکھو وہ ہیں خاتون جنت فاطمہ زہرا ہیں۔ جناب عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم ان حضرات کا دیدار بھی بڑی نعمت ہوگی۔ آج مدینہ کی گلیوں کو ہم ترستے ہیں۔ مدینہ دیکھ کر سب رنج وغم بھول جاتے ہیں جب مدینہ والے محبوب اور ان کے خدام کو دیکھیں گے تو خوشی کا کیا حال ہوگا۔ شعر

میرا دل نزار مدینہ میں ہے   میں ہوں یہاں یار مدینہ میں ہے
خلد کا بازار مدینہ میں ہے   احمد مختار مدینہ میں ہے

۲ یعنی سب جنتی ایک درجہ کے نہ ہوں گے ان کے درجے مختلف ہوں گے۔ اعلیٰ درجہ کے جنتی اوپر کے طبقوں میں مگر نیچے والوں کو اپنے ادنیٰ ہونے کا خیال بھی نہ آوے گا بلکہ اوپر والوں کو دیکھ کر خوشی ہوگی ایسی خوشی بیان نہیں ہو سکتی۔

۳ سائل کا مقصد یہ ہے کہ ایسے بلند درجات والے جو آسمانی تاروں کی طرح نظر آویں۔ وہ حضرات انبیاء کرام ہی ہو سکتے ہیں۔ ہم انھیں میں سے تو کوئی ہو گا نہیں۔

نَفْسِیْ بِیَدِہٖ رِجَالٌ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَصَدَّقُوا الْمُرْسَلِیْنَ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ
وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ اَقْوَامٌ اَفْئِدَتُھُمْ مِثْلُ اَفْئِدَۃِ الطَّیْرِ رَوَاہُ
مُسْلِمٌ • وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ
وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَقُوْلُ لِاَھْلِ الْجَنَّۃِ یَا اَھْلَ
الْجَنَّۃِ فَیَقُوْلُوْنَ لَبَّیْکَ رَبَّنَا وَسَعْدَیْکَ وَالْخَیْرُ

اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے وہ لوگ وہاں پہنچیں گے جو اللہ پر ایمان لائے رسولوں کی تصدیق کی [1] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت میں ایسی قومیں جائیں گی جن کے دل چڑیوں کے دل کی طرح ہیں [2] (مسلم) روایت ہے حضرت ابوسعید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالٰی جنت والوں سے فرمائے گا۔ اے جنتیو! وہ عرض کریں گے ہم حاضر ہیں اے ہمارے رب بندے ہیں تیرے اور ساری خیر.

[1] یہاں ایمان باللہ سے مراد عیانی ایمان ہے اور تصدیق رسل سے مراد فناء والی تصدیق ہے۔ یعنی ایمان و تصدیق کا اعلٰی درجہ لہٰذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ سارے ہی جنتی مومن ہوں گے وہاں کافر تو کوئی جائے گا نہیں تو پھر نیچے درجوں میں کون رہے گا۔ عیانی ایمان کی دلیل وہ آیت ہے قال بلی ولکن لیطمئن قلبی سنکر تصدیق دیکھ کر تصدیق واصل ہو کر تصدیق فنا ہو کر تصدیق ان سب میں بڑا فرق ہے۔ یہاں یہ آخری درجہ والی تصدیق مراد ہے ہم نے عرض کیا ہے شعر

اس طرح سما مجھ میں ہو جاؤں میں گم تجھ میں
پھر بھی تو ہی تماشا ہو اور تو ہی تماشائی

مرسلین جمع فرما کر اشارۃً فرمایا کہ یہ فرق مراتب صرف امت محمدیہ میں ہی نہ ہوگا۔ بلکہ ساری امتوں میں ہوگا کہ ان کے جنتی بعض اوپر ہوں گے بعض نیچے۔

[2] چڑیوں کے دل میں اللہ پر توکل اعلٰی درجہ کا ہوتا ہے۔ شعر

رزق نہ رکھیں ساتھ میں پنچھی اور درویش ۔۔۔ جن کا رب پہ آسرا ان کو رزق ہمیش

مالک سے مانوس ہوتے ہیں۔ اغیار سے متنفر کہ غیر کو دیکھا اور بھاگے۔ دلوں میں نرمیت زیادہ کینہ بغض ان کے پاس نہیں جس انسان میں یہ صفات پیدا ہو جاویں وہ تو فرشتہ بن جاوے۔

كُلُّهُ فِيْ يَدَيْكَ فَيَقُوْلُ هَلْ رَضِيْتُمْ فَيَقُوْلُوْنَ وَمَا لَنَا لَا نَرْضٰى
يَا رَبِّ وَقَدْ اَعْطَيْتَنَا مَا لَمْ تُعْطِ اَحَدًا مِّنْ خَلْقِكَ فَيَقُوْلُ اَلَا
اُعْطِيْكُمْ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ فَيَقُوْلُوْنَ يَا رَبِّ وَاَيُّ شَيْءٍ اَفْضَلُ
مِنْ ذٰلِكَ فَيَقُوْلُ اُحِلُّ عَلَيْكُمْ رِضْوَانِيْ فَلَا اَسْخَطُ عَلَيْكُمْ بَعْدَهٗ اَبَدًا

تیرے ہاتھ ہے لہ وہ فرمائے گا کیا تم خوش ہوگئے ۲ عرض کریں گے ہم کیوں خوش نہ ہوں یارب تو نے
ہمکو وہ دیا جو اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہ دیا ۳ تو فرمائے گا کیا میں تمکو اس سے بھی اعلیٰ افضل نعمت نہ دوں ۴ وہ عرض کریں گے
یارب اس سے افضل کونسی چیز ہے ۵ تو فرمائے گا تم پر اپنی رضا نازل کروں گا تو اسکے بعد تم پر کبھی ناراض نہ ہوں گا ۶

لہ عربی میں جب آقا دوسری کی پکار کا جواب دیتے ہیں تو ایسے الفاظ بولتے ہیں۔ حضور حاضر بحس خدمت گار ہیں ہر چیز آپ
کے ہاتھ ہے چونکہ جنت میں ہر کلام عربی زبان میں ہوگا۔ آپس میں بھی اللہ رب تعالیٰ سے بھی اس لئے عربی کے محاورے وہاں استعمال
ہوں گے بعض روایات میں ہے کہ اہل جنت کی عربی زبان ہے۔ اور دوزخیوں کی زبان فارسی ہوگی کہ یہ رب تعالیٰ کے قہر کے
اظہار کی زبان ہے۔
۲ سبحان اللہ کیسا دل نواز سوال ہے۔ دوستو یہاں ہم رب کو راضی کریں وہاں ہم کو رب خوش کرے گا۔ یہ چند روزہ
زندگی اس کی رضا میں گزاریں، اللہ توفیق دے۔
۳ یعنی مولیٰ تو نے ہم کو یہاں وہ نعمتیں بخشیں جو فرشتوں، جنات وغیرہ کسی مخلوق کو نہ بخشیں۔ خیال رہے کہ فرشتے تو جنت میں جائیں
گے ہی نہیں فرشتے اگرچہ وہاں ہوں گے مگر اہل جنت کی خدمت کے لیے نہ کہ وہاں کی نعمتیں استعمال کرنے کے لیے وہ کھانے پینے
شہوت سے پاک ہیں۔ لہٰذا یہ عرض بالکل درست ہے
۴ یعنی ہماری عقل میں یہ بات نہیں آتی کہ ان نعمتوں سے بہتر اور کونسی نعمت ہو سکتی ہے اعلیٰ سے اعلیٰ نعمتیں تو تو نے ہم کو عطا فرما دیں
۵ اس فرمان عالی سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کی رضا تمام نعمتوں سے اعلیٰ ہے کہ یہ رضا ہی بقاء و دیدار کا ذریعہ ہے
جس سے مالک خوش ہوگیا تو ہر چیز اس کی ہوگی۔ دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ کے راضی ہونے کی علامت یہ ہے کہ بندہ اس سے راضی ہوجاتا
ہے بندہ کے راضی ہوجانے کی علامت یہ ہے کہ وہ رب کے احکام اس کی بھیجی ہوئی تکالیف سے راضی رہتا ہے کبھی اس کی شکایت
نہیں کرتا۔ دیکھو یہاں رب تعالیٰ نے پہلے بندوں سے ان کی رضا پوچھی پھر اپنی رضا کی خبر دی۔ اس حدیث کی تائید وہ آیات کرتی ہیں
ورضوان من اللہ اکبر اور رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ اگر بندہ یہ جاننا چاہے کہ
رب مجھ سے راضی ہے یا نہیں تو وہ غور کرے کہ وہ رب سے راضی ہے یا نہیں راضی ہو جاؤ راضی کرلو اس کا ذکر کرو۔
اپنا ذکر کرالو۔ مولانا فرماتے ہیں۔ شعر (اگلے صفحہ پر)

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ‌• وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ أَدْنٰى مَقْعَدِ أَحَدِكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ أَنْ يَقُولَ لَهُ تَمَنَّ فَيَتَمَنّٰى وَيَتَمَنّٰى فَيَقُولُ لَهُ هَلْ تَمَنَّيْتَ فَيَقُولُ نَعَمْ فَيَقُولُ لَهُ فَإِنَّ لَكَ مَا تَمَنَّيْتَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ‌• وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَيْحَانُ وَجَيْحَانُ وَالْفُرَاتُ وَالنِّيلُ كُلٌّ مِنْ أَنْهَارِ الْجَنَّةِ رَوَاهُ

(مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے ادنے ٹھکانے والے جنتی سے رب فرمائے گا۔ آرزو کر وہ آرزو کریگا اور آرزو کریگا ۱ تو اس سے فرمائے گا کیا تو نے آرزو کر لی وہ کہے گا ہاں تو اس سے فرمائے گا کہ جو تو نے آرزوئیں کیں وہ اور اس کے ساتھ اتنا ہی اور تیرے لیئے ہے ۲ (مسلم) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سیحان ۳ جیحان ۴ فرات نیل یہ سب جنت کی نہروں میں سے ہیں ۵

گفت اللہ گفتنت لبیک ماست　　این گداز و سوز و درد از پیک ماست

۱ تمنّی دوبار فرمانا زیادتی بیان کرنے کے لیے ہے یعنی بندہ آرزو کرے گا اور خوب ہی کرے گا بار بار کرے گا، جہاں تک اس کا خیال پہنچے وہاں تک کی تمنائیں کرلے گا۔ خیال رہے کہ تمنا اور امید میں بڑا فرق ہے۔ امید تو صرف ہوسکنے والی بات کی ہوتی ہے مگر تمنا ان ہونے والی بات کی بھی ہوسکتی ہے۔ ایک بڈھا تمنا کرسکتا ہے کہ کاش میری جوانی لوٹ آتی معلوم بندہ تمنا کیا کیا کرے گا مجھ گنہگار کی تمنا تو یہ ہے اور ہوگی شعر

مجھ دل بھٹتا ہے مولیٰ کچھ شدید لعنت محمد کی　　جو آنکھیں دی ہیں دکھلا دے مجھے صورت محمد کی

۲ یعنی وہ تمنائیں پوری ہوئیں تیری مانگ سے اور اتنا ہی اور دیا اپنے رحم خسروانہ کرم شاہانہ سے پہلے ایک گنا ساتھ ہی دیگا۔ آخر میں دس گنا۔ لہذا یہ حدیث دس گنا والی حدیث کے خلاف نہیں۔

۳ خیال رہے کہ سیحون اور جیحون ملک ارمن میں دو نہریں ہیں یعنی ترکستان اور خراسان میں اور سیحان اور جیحان ملک شام کی دو نہریں ہیں دو شہر

۴ فرات کوفہ میں ہے نیل مصر میں۔ ان چاروں نہروں کا جنت سے ہونا۔ اس کی بہت توجیہیں کی گئی ہیں مگر قوی یہ ہے۔ کہ کوئی تاویل نہ کی جاوے اسے اپنے ظاہر پر رکھا جاوے کہ جنت سے ان کا پانی پہاڑوں میں بھیجا گیا۔ اور پہاڑوں سے ان میدانوں میں جاری کیا گیا۔ چنانچہ یہ پانی بہت شیریں ہیں ہاضم ہیں۔ ان نہروں پر حضرات انبیاء کرام بزرگان دین بہت ہی

مُسْلِمٌ • وَعَنْ عُتْبَةَ بْنِ غَزْوَانَ قَالَ ذُكِرَ لَنَا أَنَّ الْحَجَرَ يُلْقٰى مِنْ شَفَةِ جَهَنَّمَ فَيَهْوِيْ فِيْهَا سَبْعِيْنَ خَرِيْفًا لَا يُدْرِكُ لَهَا قَعْرًا وَاللّٰهِ لَتُمْلَأَنَّ وَلَقَدْ ذُكِرَ لَنَا أَنَّ مَا بَيْنَ مِصْرَاعَيْنِ مِنْ مَصَارِيْعِ الْجَنَّةِ مَسِيْرَةُ أَرْبَعِيْنَ سَنَةً وَلَيَأْتِيَنَّ عَلَيْهَا يَوْمٌ وَهُوَ كَظِيْظٌ مِنَ الزِّحَامِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ • اَلْفَصْلُ

(مسلم) روایت ہے حضرت عتبہ ابن غزوان سے [1] فرماتے ہیں کہ ہم سے ذکر کیا گیا [2] کہ دوزخ کے کنارہ سے پتھر ڈالا جاوے گا تو اس میں ستر سال گرے گا اس کی تہہ نہ پاوے گا [3] رب کی قسم وہ بھری جاوے گی اور ہم سے ذکر کیا گیا کہ جنت کی چوکھٹوں میں سے دو چوکھٹوں کے درمیان چالیس سالوں کا فاصلہ ہے اور اس پر ایک ایسا دن آوے گا جب وہ بھیڑ کی وجہ سے ٹھسا ہو گا [4] (مسلم)

کثرت سے تشریف فرما ہوئے ہیں۔ قریب قیامت جب قوم یاجوج وماجوج کا خروج ہو گا۔ تو قرآن مجید علم دین۔ حجر اسود۔ مقام ابراہیم اور یہ چاروں نہریں دنیا سے غائب کر دی جائیں گی۔ رب فرماتا ہے۔ و انا علی ذھاب بہ لقادرون (مرقاۃ)۔

[1] عتبہ ابن غزوان صحابی ہیں بدری ہیں ساتویں مسلمان ہیں کہ ان سے پہلے صرف چھ حضرات ایمان لائے تھے بڑے تیر انداز تھے۔

[2] یا تو حضور انور نے فرمایا یا کسی صحابی نے۔ خیال رہے کہ صحابی کی مرسل حدیث بالاتفاق قبول ہے بعد والوں کے مرسلات میں اختلاف ہے (مرقات)

[3] اللہ اکبر یہ ہے دوزخ کی گہرائی پتھر اگر آسمان سے پھینکا جاوے تو صبح سے چلا ہوا شام تک زمین پر پہنچ جاوے مگر دوزخ کے کنارے سے چلا ہوا ستر سال میں اس کی تہ تک نہ پہنچے۔ سوچ لو گہرائی کتنی ہے۔ اتنی گہرائی دوزخ کو کفار انسانوں سے بھرنا ہے۔

[4] یعنی جنت کے ہر دروازہ کی چوڑائی چالیس سال کی راہ ہے اس قدر وسعت کے بعد جب جنتی اس میں داخل ہوں گے تو ان کے کھوے سے کھوے چھلتے ہوں گے ازدحام اور بھیڑ کا یہ حال ہو گا۔ خیال رہے کہ یہ ٹھسنا جب ہو گا جبکہ عام جنتی داخل ہوں گے سب سے پہلے ہمارے حضور داخل ہوں گے دروازہ کھلے گا۔ انہیں کے لیے پھر دوسرے انبیاء کرام پھر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی امت ترتیب وار پھر دوسری امتیں۔ جب جماعت کے داخلہ کی باری آوے گی۔ دروازہ ٹھس جاوے گا۔ اللہ ہم کو بھی نصیب کرے۔

الثَّانِي عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ مِمَّ خُلِقَ الْخَلْقُ قَالَ مِنَ الْمَاءِ قُلْنَا الْجَنَّةُ مَا بِنَاؤُهَا قَالَ لَبِنَةٌ مِنْ ذَهَبٍ وَلَبِنَةٌ مِنْ فِضَّةٍ وَمِلَاطُهَا الْمِسْكُ الْأَذْفَرُ وَحَصْبَاؤُهَا اللُّؤْلُؤُ وَالْيَاقُوتُ وَتُرْبَتُهَا الزَّعْفَرَانُ

دوسری فصل روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ مخلوق کس چیز سے پیدا کی گئی فرمایا پانی سے۱؎ ہم نے عرض کیا جنت کا میٹریل کیا ہے۲؎ فرمایا ایک اینٹ سونے کی ایک اینٹ چاندی کی اور اس کا گارا خالص مشک کا ہے اور اس کی بجری موتی اور یاقوت ہے اس کی مٹی زعفران ہے۳؎

۱؎ اگر خلق سے مراد جاندار مخلوق ہے۔انسان و جانور وغیرہ تو پانی سے مراد نطفہ ہے۔اس صورت میں حضرت آدم و حوا و عیسیٰ علیہ السلام اور وہ کیڑے مکوڑے اس حکم سے علیحدہ ہیں جو اولًا سریا چارپائی یا برسات کے موسم میں پیدا ہوتے ہیں کہ ان کی پیدائش نطفہ سے نہیں اس معنی کی تائید قرآن کریم کی اس آیت سے ہے۔ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ ہم نے ہر جاندار چیز کو نطفہ سے پیدا فرمایا۔اور اگر خلق سے مراد عالم اجسام ہے تو ماء سے مراد یہی پانی ہے اللہ تعالٰی نے پہلے ایک جوہر پیدا فرمایا اس پر نظر و تجلی فرمائی تو ہیبت سے وہ جوہر پگھل گیا پانی بن گیا۔اس پانی میں قدرتی گرمی پیدا کی گئی اس سے ہوا بنی کہ پانی گرمی پاکر ہوا بن جاتا ہے ہوا نے پانی کو حرکت دی اس سے جھاگ پیدا ہوئے وہ جما دیئے گئے تو زمین بنی گویا زمین پانی کا جما ہوا جھاگ ہے یہ پانی اور زیادہ گرم کیا گیا تو اس سے آگ بنی آگ سے دھواں پیدا ہوا وہ جم کر آسمان بنے توریت شریف کے پہلے دفتر میں پیدائش کی یہی ترتیب فرمائی گئی ہے۔زمین پانی پر ٹھہرنہ سکی ہلتی تھی تو اس پر پہاڑ کے ٹکڑے ڈالے گئے جس سے اسے قرار ہوا(اشعۃ اللمعات و لمعات)

۲؎ جس سامان سے مکان بناتے ہیں،اسے اردو میں میٹریل کہتے ہیں جیسے اینٹ گارا چونا لوہا سیمنٹ وغیرہ یعنی یارسول اللہ جنت کی تعمیر کس سامان سے ہوئی معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ کا ایمان تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر چیز کی حقیقت سے واقف ہیں حضور سے ایسے باریک سوال کرتے ہیں اور سرکار یہ نہیں فرماتے کہ اچھا جبریل امین آئیں گے تو ان سے پوچھ لیں گے۔یہ باتیں تو حضرت جبریل کو بھی معلوم نہ تھیں جو حضور بیان فرما رہے ہیں۔مولانا فرماتے ہیں۔شعر

اے ہزاراں جبرئیل اندر بشر بہر حق سوئے غریباں یک نظر

۳؎ دیکھو یہ ہے اس غیب داں صلی اللہ علیہ وسلم کا علم کہ جنت کی ساری حقیقت بیان فرمادی جس کی نگاہ سے جنت کی حقیقت نہیں چھپی انہیں سب کی حقیقت بھی معلوم ہے۔خیال رہے سونا پیلا ہوتا ہے۔چاندی سفید جو بوار ان اینٹوں سے بنے وہ کیسی خوشنما ہوگی۔پھر زعفران پیلا ہوتا ہے۔مشک سیاہ،جو مٹی اس سے مخلوط ہو۔

مَنْ يَدْخُلُهَا يَنْعَمُ وَلَا يَبْأَسُ وَيَخْلُدُ وَلَا يَمُوْتُ وَلَا يَبْلٰى ثِيَابُهُمْ وَلَا يَفْنٰى شَبَابُهُمْ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا فِي الْجَنَّةِ شَجَرَةٌ اِلَّا وَسَاقُهَا مِنْ ذَهَبٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ فِي الْجَنَّةِ مِائَةَ

جو وہاں داخل ہوگا خوش رہے گا غمگین نہ ہوگا ہمیشہ رہے گا کبھی نہ مرے گا۔ ان کے کپڑے گلیں گے نہیں اس کی جوانی فنا نہ ہوگی[1] (احمد، ترمذی، دارمی) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جنت میں کوئی درخت نہیں مگر اس کا تنا سونے کا ہے[2] (ترمذی)

روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جنت میں ایک سو

وہ کیسی حسین اور کیسی خوشبودار ہوگی۔ پھر موتی سفید چمکیلے ہوتے ہیں یاقوت رنگ برنگے جو بجری ان سے مخلوط ہو وہ کیسی خوبصورت اور قیمتی ہوگی۔ پھر وہاں کے درخت گہرے رنگ کے سبز ان رنگتوں کے ملنے سے جو حسن پیدا ہوا ہے وہ بغیر دیکھے سمجھ میں نہیں آسکتا۔ ان شاء اللہ دیکھ کر ہی سمجھیں گے اور سمجھائیں گے۔ خدا تعالٰے اس قال کو حال کردے۔

[1] یعنی جنت میں رنج۔ غم۔ تکلیف۔ بیماریاں۔ موت۔ بڑھاپا۔ کپڑے میلے ہونا وغیرہ کوئی چیز نہ ہوگی۔ مرقات نے فرمایا کہ کپڑے فرما کر سارا سامان مراد لیا گیا ہے کہ وہاں نہ کپڑے میلے پھٹیں نہ گھسیں نہ کوئی سامان ٹوٹے پھوٹے نہ درست کرایا جاوے۔ دیکھو لو چاند سورج کی مرمت کون کرتا ہے۔

[2] جنت کے درختوں کا تنہ سونے کا اس کی شاخیں چاندی کی۔ سونے کی یاقوت و زمرد سے جڑی ہوئی ہر طرح کی کلیوں پھولوں سے بھری ہوئی ہوئیں۔ پھلوں سے لدی ہوئی۔ نیچے نہریں جاری۔ ہمیشہ ہر طرح بہار ہی بہار ہی ہے۔ شعر

وہ تو نہایت سستا سودا بیچ رہے ہیں جنت کا ہم مفلس کیا مول چکائیں اپنا ہاتھ ہی خالی ہے

اچھا اللہ تعالٰے کسی کے طفیل ہم کو بھی بخش دے۔

شعر

شنیدم کہ در روز امید و بیم بداں را بہ نیکاں ببخشد کریم

دَرَجَةٍ مَا بَيْنَ كُلِّ دَرَجَتَيْنِ مِائَةُ عَامٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ • وَعَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ فِي الْجَنَّةِ مِائَةَ دَرَجَةٍ لَوْ أَنَّ الْعَالَمِيْنَ اجْتَمَعُوْا فِيْ إِحْدٰهُنَّ لَوَسِعَتْهُمْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ قَالَ ارْتِفَاعُهَا لَكَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ مَسِيْرَةُ خَمْسِ مِائَةِ سَنَةٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ

درجے ہیں ہر دو درجوں کے درمیان سو سال کی مسافت ۔[1] (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث حسن ہے غریب ہے روایت ہے حضرت ابوسعید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جنت میں سو درجے ہیں۔ اگر تمام جہانوں کے لوگ ان میں سے ایک درجے میں جمع ہو جاویں تو وہ ان سب کو کافی ہو[2] (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے اور روایت ہے انہیں سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی اللہ تعالیٰ کے فرمان کے بارے میں وفرش مرفوعۃ ۔ فرمایا ان بستروں کی بلندی ایسی ہے جیسے آسمان و زمین کا فاصلہ پانچ سو سال کی مسافت[3] (ترمذی) اور فرمایا

[1] اگر درجہ سے مراد زینہ سیڑھی کے درجے ہیں۔ تب تو مطلب یہ ہے کہ جنت کی ایک منزل سے دوسری منزل کا فاصلہ اتنا ہے کہ وہاں سو درجوں والا زینہ ہو۔ جس کے ہر دو درجوں کے درمیان سو برس کے فاصلہ کی مسافت ہو اور اگر ان درجوں سے مراد جنت کی منزلیں ہیں تو مطلب ظاہر ہے۔ دوسرے معنی زیادہ قوی ہیں دیکھو مرقات یہ مقام۔

[2] اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک ایک جنتی کو بہت بڑا علاقہ دیا جاوے گا کہ اتنی جنت صرف انسانوں کے لیے اور انسانوں میں بھی صرف مومنوں کے لیے خاص کر دی گئی ہے۔ اگر ہر ایک کا علاقہ بہت وسیع نہ ہو تو پوری امتوں کی کھپت کیسے ہو۔

[3] اس فرش کی بہت تفسیریں کی گئی ہیں ایک یہ کہ جنت کے ایک درجے کی فرش زمین دوسرے درجے کے فرش زمین سے اتنا اونچا ہے جتنا آسمان زمین سے اونچا دوسرے یہ کہ جنتی لوگوں کے گھروں میں جو چارپائیاں ہوں گی جن پر ان کے بستر ہوں گے ان کے پائے اتنے اتنے اونچے ہوں گے تیسرے یہ کہ فرش سے مراد وہاں کی حوریں اور دوسری بیویاں ہیں بلندی سے مراد

هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ ۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ اِنَّ اَوَّلَ زُمْرَةٍ يَّدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ضَوْءُ
وُجُوْهِهِمْ عَلٰى مِثْلِ ضَوْءِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ وَالزُّمْرَةُ
الثَّانِيَةُ عَلٰى مِثْلِ اَحْسَنِ كَوْكَبٍ دُرِّيٍّ فِي السَّمَآءِ لِكُلِّ
رَجُلٍ مِّنْهُمْ زَوْجَتَانِ عَلٰى كُلِّ زَوْجَةٍ سَبْعُوْنَ حُلَّةً يُرٰى
مُخُّ سَاقِهَا مِنْ وَّرَآئِهَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ۔ وَعَنْ اَنَسٍ
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُعْطَى الْمُؤْمِنُ فِي

یہ حدیث غریب ہے روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پہلا گروہ جو قیامت کے دن جنت میں جائے گا ان کے چہروں کی چمک چودھویں رات کے چاند کی چمک کی طرح ہوگی۔ اور دوسرا گروہ آسمان میں بہترین چمکدار تارے کی طرح[1] ان میں سے ہر شخص کی دو بیویاں ہوں گی۔ ہر بیوی پر ستر جوڑے ہوں گے۔ ان کی پنڈلی کی مینگ ان سب کے اوپر سے دیکھی جاوے گی[2] (ترمذی) روایت ہے حضرت انس سے وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا جنت میں مومن کو جماع کی

۱ درجہ کی بلندی ہے یعنی دنیا کی عورتوں کو ان عورتوں سے کچھ نسبت ہی نہیں جیسے زمین اور آسمان میں فرق ہے ویسے ہی ان کے درجوں میں فرق ہے۔

۱ پہلا گروہ حضرات انبیاء کرام ہیں۔ دوسرا گروہ حضرات اولیاء اللہ شہداء وصالحین کا ہے قلب کی حالت ان کے چہروں پر ظاہر ہوگی۔

۲ یعنی اس کی بیویاں تو بہت ہوں گی مگر ان میں سے دو بیویاں ایسی لطافت والی ہوں گی کہ ستر جوڑے پہنیں گی۔ پھر بھی ان کی پنڈلی کی ہڈی کی مینگ اوپر سے نظر آوے گی۔ مگر خیال رہے کہ وہ بیویاں صرف اپنے خاوندوں کے سامنے ہی آویں گی۔ کوئی اور انہیں نہ دیکھ سکے گا۔ رب فرماتا ہے قاصرات الطرف لہذا اس پر نہ تو یہ اعتراض ہے کہ پھر ان کے سارے پوشیدہ اعضا سب کو نظر آئیں گے۔ لباس ستر کا فائدہ نہ دے گا نہ یہ کہ وہاں کل بیویوں کا ذکر ہے۔ اور یہاں ایسی لطافت والی بیویوں کا کل بیویاں بہتر ہیں جن میں سے دو ایسی لطیف اور انہیں سوا ان کے خاوندوں کے کوئی نہ دیکھے گا۔

الْجَنَّةِ قُوَّةَ كَذَا وَكَذَا مِنَ الْجِمَاعِ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَوَ يُطِيْقُ ذٰلِكَ قَالَ يُعْطٰى قُوَّةَ مِائَةٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ لَوْ اَنَّ مَا يُقِلُّ ظُفُرٌ مِمَّا فِي الْجَنَّةِ بَدَا لَتَزَخْرَفَتْ

اتنی اتنی طاقت دی جاوے گی [1] عرض کیا گیا یا رسول اللہ کیا وہ اس کی طاقت رکھے گا [2] فرمایا سو آدمیوں کی طاقت دی جاوے گی [3] (ترمذی) روایت ہے حضرت سعد ابن ابی وقاص سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا جنت کی وہ چیز جو جنتی کا ناخن اٹھاسکے [4] اگر ظاہر ہو جاوے تو اس سے آسمان

[1] یعنی جنتی مرد کو اپنی بیویوں سے صحبت کرنے کی بہت ہی طاقت دی جاوے گی۔ اسکو صحبت سے کوئی کمزوری نہ ہوگی۔ خیال رہے کہ وہاں صحبت میں منی خارج نہیں ہوگی کہ یہ گندگی ہے۔ جیسے وہاں پیشاب، پاخانہ نہیں ایسے ہی وہاں منی نہیں۔ صرف ہوا خارج ہوگی مگر اس ہوا میں لذت منی سے زیادہ ہوگی ہکذا قال بعض مشائخنا۔

[2] یعنی اتنی قوت مردمی کو ایک مرد کیسے سنبھالے گا۔ دنیا میں بعض لوگوں میں یہ طاقت اتنی ہوتی ہے کہ وہ ایک بیوی پر صبر نہیں کر سکتے اور عورت کی پلیدی کا زمانہ بمشکل گزار سکتے ہیں پھر وہاں ضبط کیسے ہوگا۔

[3] یعنی اللہ تعالٰی ایک جنتی کو دنیا کے سو مردوں کی برابر قوت شہوانی عطا فرمائے گا ساتھ ہی اس کو تحمل کی طاقت بھی دے گا اور مصرف بھی عطا فرمائے گا۔ خیال رہے کہ از روئے علم طب اعلیٰ درجے کے جوان میں چوبیس گھنٹے میں پانچ بار صحبت کرنے کی طاقت ہوتی ہے۔ درمیانہ درجے والے میں تین بار کی مگر وہ اسے نبھا نہیں سکتا اور وہاں طاقت ہے سو مردوں کی تو گویا اس میں چوبیس گھنٹے کی پانچ سو بار صحبت کی طاقت ہوگی یہ بھی خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالٰی نے سو جنتیوں کی طاقت دی تھی یعنی چار ہزار دنیاوی مردوں کی نو بیویوں پر حضور کا قناعت فرمانا انتہائی صبر تھا حضرت سلیمان علیہ السلام کی ایک ہزار بیویاں تھیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی ننانوے بیویاں تھیں۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ دوسری طاقتوں کا بھی یہ ہی حال ہوگا۔ بہرحال ہر طرح اللہ تعالٰی کا فضل ہوگا۔

[4] دنیا میں انسانوں کے ناخنوں میں میل بھرا ہوتا ہے جو گندا ہوتا ہے۔ وہاں جنتیوں کے ناخنوں میں جو چیز ہوگی اس کا یہ حال ہوگا۔ خیال رہے کہ یہ فرمان عالی سمجھانے کے لیے ہے۔ یعنی وہاں کی معمولی چیز کا یہ حال ہوگا۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ جنتیوں کے ناخنوں بڑے بڑے ہوں گے اور ان میں کچھ بھرا ہوا ہوگا۔

لَهٗ مَا بَيْنَ خَوَافِقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَوْ اَنَّ رَجُلًا مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ اطَّلَعَ فَبَدَا اَسَاوِرُهٗ لَطَمَسَ ضَوْؤُهٗ ضَوْءَ الشَّمْسِ كَمَا تَطْمِسُ الشَّمْسُ ضَوْءَ النُّجُوْمِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ ٭ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَهْلُ الْجَنَّةِ جُرْدٌ مُرْدٌ كُحْلٌ لَا يَفْنٰى شَبَابُهُمْ وَلَا يَبْلٰى ثِيَابُهُمْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ

اور زمین کناروں کے درمیان کی چیزیں سج جاویں گی [1] اور اگر کوئی جنتی آدمی جھانکے تو اس کے کنگن ظاہر ہو جاویں تو ان کی روشنی سورج کی روشنی کو مٹا دے [2] جیسے سورج تاروں کی روشنی کو مٹا دیتا ہے [3] (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔ روایت ہے حضرت ابی ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جنتی لوگ بغیر بال والے صاف بدن [4] بے داڑھی والے [5] سرمگیں آنکھوں والے ہوں گے [6] نہ ان کی جوانی ختم ہو۔ نہ ان کے کپڑے گلیں [7] (ترمذی)

[1] خوافق بنا ہے خفق سے یعنی حرکت کرنا بیقرار رہنا اسی سے ہے خفقان دل۔ مشرق و مغرب کو خوافق اس لیے کہتے ہیں کہ وہاں سے ہی دن و رات طلوع و غروب ہوتے ہیں۔ چاند تارے وہاں حرکت کرتے ہوئے نکلتے ڈوبتے ہیں۔

[2] اساور جمع ہے اسورہ کی اور اسورہ جمع ہے سوار کی۔ سوار کنگن کو کہتے ہیں۔ دنیا میں مردوں کو زیور پہننا حرام ہے کہ یہاں جہاد وغیرہ کرتے ہیں وہاں مباح ہوگا۔ ہر جنتی زیوروں سے لدا پھندا ہوگا۔ پھر زیور کی قیمت کا یہ حال ہوگا۔

[3] اس کی شرح ابھی کچھ پہلے گزر گئی جنتیوں کے چہرے دنیا کے سورج سے کہیں روشن ہوں گے۔ ان کے مقابل سورج ماند ہے ان کے چہروں کو دیکھنے کے لیے آنکھ بھی اور ہی قسم کی عطا ہوگی جو ان کی جھلک برداشت کر سکے۔

[4] جنتیوں کے جسم بغیر رونگٹے والا ہوگا مگر سر بغیر بال والا نہ ہوگا کہ بغیر رونگٹے جسم حسین معلوم ہوتا ہے مگر بغیر بال کے سر گنجا برا معلوم ہوتا ہے جرد جمع ہے اجرد کی۔

[5] سوا ابراہیم علیہ السلام کے جنت میں کسی کے منہ پر داڑھی نہ ہوگی۔ خیال رہے کہ بے داڑھی ہونا اور چیز ہے اور داڑھی منڈانا کچھ اور ہے۔ جنتی لوگ قدرتی طور پر بے داڑھی ہوں گے۔ قدرتی طور پر ان کی آنکھیں سرمگیں ہوں گی یہ سرمہ کبھی ان کی آنکھوں سے زائل نہ ہوگا۔

[6] لہذا وہ ہمیشہ تیس سالہ رہیں گے چونکہ جنت میں سورج نہیں، دن رات نہیں، مہینے سال نہیں اسلئے انکی عمروں میں اضافہ بھی نہ ہوگا ٭

وَالدَّارِمِیُّ ٭ وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ یَدْخُلُ اَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ جُرْدًا مُرْدًا مُكَحَّلِیْنَ اَبْنَاءَ ثَلٰثِیْنَ اَوْ ثَلٰثٍ وَّثَلٰثِیْنَ سَنَةً رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ ٭ وَعَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِیْ بَكْرٍ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَذُكِرَ لَهٗ سِدْرَةُ الْمُنْتَهٰی قَالَ یَسِیْرُ الرَّاكِبُ فِیْ ظِلِّ الْفَنَنِ مِنْهَا مِائَةَ سَنَةٍ اَوْ یَسْتَظِلُّ بِظِلِّهَا مِائَةُ رَاكِبٍ شَكَّ الرَّاوِیُّ فِیْهَا فَرَاشُ الذَّهَبِ كَاَنَّ ثَمَرَهَا الْقِلَالُ رَوَاهُ

(دارمی) روایت ہے حضرت معاذ ابن جبل سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنتی جنت میں جائیں گے۔ بغیر رونگٹے والے صاف بدن بے داڑھی، سرمگیں آنکھ تیس سال یا تینتیس سالہ [1]

(ترمذی) روایت ہے حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق سے فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا حضور کی خدمت میں سدرۃ المنتہی کا ذکر ہوا [2] فرمایا کہ اس کی شاخوں کے سایہ میں سوار سو برس چلے گا یا اس کے سایہ میں سو سوار رہ سکیں گے راوی کو شک ہے [3] کہ اس میں سونے کے پتنگے ہیں [4] اس کے پھل گویا مٹکے ہیں [5] (چاٹیاں)

[1] یہ شک راوی کو ہے کہ حضور انور نے تیس سال فرمایا یا تینتیس سال اور ہو سکتا ہے کہ جنتی مرد تینتیس سال ہوں اور جنتی عورتیں تیس سال یہ عمر اعلیٰ درجہ کے جوان کی ہوتی ہے۔

[2] یہ بیری کا درخت ہے ساتوں آسمانوں کے اوپر یہاں فرشتوں کی انتہا ہے کہ کوئی فرشتہ جو زمین پر آتا ہے۔ اس سے آگے نہیں بڑھتا اور عرشی فرشتے اس سے نیچے نہیں آتے حتی کہ لوگوں کے اعمال فرشی فرشتے یہاں تک پہنچاتے ہیں پھر وہاں اوپر والے فرشتے لے لیتے ہیں اور اوپر والے فرشتے لے لیتے ہیں اور اوپر پہنچاتے ہیں۔ اس لئے اسے منتہی کہا جاتا ہے۔ اس کا ذکر قرآن مجید میں بھی ہے یا اس کی انتہا جنت میں ہے یا اس کے آگے کسی کا علم نہیں بڑھتا کہ اوپر کیا ہے اس وجہ سے اسے منتہیٰ کہا جاتا ہے (از مرقات)۔

[3] یعنی بی بی اسماء کو شک ہے کہ حضور انور نے ان دو باتوں میں سے کیا بات فرمائی پہلی بات زیادہ ظاہر ہے یا یہ کہ بعض لوگوں کو وہ سایہ اس قدر محسوس ہوگا۔ بعض کو اس قدر (از مرقات)

[4] یہ پتنگے وہاں پر مقرر شدہ فرشتے ہیں جن کے پر چمکیلے ہیں [5] یعنی اس بیری کے پھل بڑے مٹکوں کے برابر ہیں جو ٹھنڈا میٹھا مکھن

التِّرمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِیثٌ غَرِیبٌ. وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ سُئِلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیهِ وَسَلَّمَ مَا الْكَوْثَرُ قَالَ ذَاكَ نَهَرٌ اَعْطَانِیهِ اللّٰهُ يَعْنِي فِي الْجَنَّةِ اَشَدُّ بَيَاضًا مِنَ اللَّبَنِ وَاَحْلٰی مِنَ الْعَسَلِ فِيهِ طَيرٌ اَعْنَاقُهَا كَاَعْنَاقِ الْجُزُرِ قَالَ عُمَرُ اِنَّ هٰذِهٖ لَنَاعِمَةٌ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ اَكَلَتُهَا اَنْعَمُ مِنْهَا رَوَاهُ التِّرمِذِیُّ. وَعَنْ بُرَيدَةَ اَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ هَلْ فِي الْجَنَّةِ مِنْ خَيلٍ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اَدْخَلَكَ الْجَنَّةَ فَلَا تَشَاءُ اَنْ تُحْمَلَ فِيهَا عَلٰی فَرَسٍ

ترمذی اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے. روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کوثر کیا ہے. فرمایا یہ ایک نہر جو اللہ نے مجھے عطا فرمائی یعنی جنت میں دودھ سے زیادہ سفید شہد سے زیادہ میٹھا ۱ اس میں پرندے جن کی گردنیں اونٹوں کی گردنوں کی طرح ہیں ۲ عمر بولے یہ تو خوب ہی ہے ۳ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہاں کے کھانے ان سے بھی زیادہ خوب ۴ ترمذی روایت ہے حضرت بریدہ سے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا جنت میں گھوڑے ہوں گے ۵ فرمایا کہ اگر تجھے اللہ جنت میں داخل فرمائے تو تو وہاں یہ چاہے گا کہ سرخ یاقوت کے گھوڑے

جیسے گودے سے بھرے ہوتے ہیں۔

۱ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حوض کوثر جنت کے اندر ہے وہاں کی شاخیں جنت کے باہر بلکہ میدان حشر میں پہنچی ہوں گی جیسا کہ پچھلی احادیث میں گزرا۔

۲ گویا وہ وہاں کے شتر مرغ ہیں. مگر ان کا حسن و جمال رب ذوالجلال ہی جانتا ہے۔

۳ یعنی یہ نعمتیں بہت اچھی ہیں یا وہ شتر مرغ بہت عمدہ موٹے خوشنما ہوں گے۔

۴ یعنی یہ پرندے تو فقط دیکھنے کی نعمت ہے جو بڑی بھلی معلوم ہوگی اگر وہاں کے کھانے دیکھو تو وہ ان سے کہیں زیادہ اچھے ہیں

۵ شاید ان سائل صاحب کو گھوڑے پسند ہوں گے اس لیے وہ یہ سوال فرما رہے ہیں کہ میری مرغوب چیز بھی وہاں ہوگی یا نہیں. خیال رہے کہ جنت میں جو چاہو گے وہ ملے گا مگر جو چیز وہاں کے لائق نہ ہو اس کی خواہش دل میں پیدا ہی نہ ہوگی لہذا کوئی نشہ، حقہ، چائے پان وغیرہ کی خواہش بجا نہ کرے گا۔

مِنْ يَاقُوْتَةٍ حَمْرَاءَ يَطِيْرُ بِكَ فِي الْجَنَّةِ حَيْثُ شِئْتَ إِلَّا
فَعَلْتَ وَسَأَلَهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ هَلْ فِي الْجَنَّةِ
مِنْ إِبِلٍ قَالَ فَلَمْ يَقُلْ لَهُ مَا قَالَ لِصَاحِبِهِ فَقَالَ إِنْ
يُدْخِلْكَ اللهُ الْجَنَّةَ يَكُنْ لَكَ فِيْهَا مَا اشْتَهَتْ نَفْسُكَ
وَلَذَّتْ عَيْنُكَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَعَنْ أَبِي أَيُّوْبَ قَالَ
أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ

پر سوار کیا جاوے جو تجھے جنت میں وہاں اڑا کر پہنچادے جہاں تو چاہے مگر ایسا کیا جاوے گا [1] اور
حضور سے ایک شخص نے پوچھا عرض کیا یا رسول اللہ کیا جنت میں اونٹ ہوں گے راوی کہتے ہیں کہ اس
سے وہ نہ فرمایا جو اس کے ساتھی سے فرمایا تھا [2] بلکہ فرمایا اللہ اگر تجھے جنت میں داخل فرمادے تو وہاں تیرے
لیئے ہر وہ چیز ہوگی جو تیرا دل چاہے اور تیری آنکھیں پسند کریں [3] (ترمذی) روایت ہے حضرت ابوایوب سے
فرماتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بدوی حاضر ہوا عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

[1] یعنی اگر تم وہاں گھوڑے کی خواہش کرو گے تو تم کو یہ لید پیشاب کرنے والا اور زمین پر دوڑنے والا گھوڑا نہیں بلکہ یاقوتی گھوڑا اوڑانے والا عطا ہوگا۔ خیال رہے کہ وہاں جنتی کی اپنی اپنی رفتار بہت تیز ہوگی کہ اس کا گھر صدہا میل کے علاقہ میں ہوگا اور اس کا اپنا محل کر رقبہ تو دنیا بھر سے زیادہ ہوگا مگر وہ آن کی آن میں جہاں چاہے گا پہنچے گا یہ گھوڑے وغیرہ کی عطا اظہار عزت اور زینت کے لیے ہوگی۔ حضور معراج میں براق پر گئے مگر اس دن حضور کی خود اپنی رفتار براق سے کہیں تیز تھی اسی لیے اس رات حضرات انبیاء براق کے پہنچنے سے پہلے آسمانوں میں اپنے مقامات پر پہنچ چکے تھے۔ حالانکہ ان سب نے نماز بیت المقدس میں حضور کے پیچھے پڑھی تھی۔ اور حضور کے بعد وہاں سے روانہ ہوئے تھے۔

[2] بلکہ ایک جامع جواب عطا فرمایا جس سے اس کے تمام سوالات حل ہو گئے ورنہ اور لوگ بھیڑ بکریوں وغیرہ کے متعلق سوال کرتے۔

[3] اس حدیث کی تائید اس آیت سے ہے وفیھا ما تشتھیہ الانفس وتلذ الاعین ان فرمانوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت میں منہ سے مانگنے کی بھی ضرورت نہ پڑے گی۔ بلکہ دل میں خیال آوے گا کہ چیز سامنے ہوگی۔ حتی کہ وہاں سے پھل توڑنے کے لیے درختوں پر چڑھنا یا بانس سے ہلانا نہ پڑے گا۔ بلکہ شاخیں خود جھک کر پھل اس کے منہ سے لگا دیں گی ❊ ❊ ❊

إِنِّي أُحِبُّ الْخَيْلَ أَفِي الْجَنَّةِ خَيْلٌ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ أُدْخِلْتَ الْجَنَّةَ أُتِيْتَ بِفَرَسٍ مِنْ يَاقُوْتَةٍ لَهُ جَنَاحَانِ فَحُمِلْتَ عَلَيْهِ ثُمَّ طَارَ بِكَ حَيْثُ شِئْتَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ لَيْسَ إِسْنَادُهٗ بِالْقَوِيِّ وَأَبُوْ سَوْرَةَ الرَّاوِيُّ يُضَعَّفُ فِي الْحَدِيْثِ وَسَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ إِسْمٰعِيْلَ يَقُوْلُ أَبُوْ سَوْرَةَ هٰذَا مُنْكَرُ الْحَدِيْثِ يَرْوِي مَنَاكِيْرَ

میں گھوڑے پسند کرتا ہوں تو کیا جنت میں گھوڑے ہوں گے [1] تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تو جنت میں داخل کیا گیا تو تیرے پاس ایک یاقوت کا گھوڑا لایا جاوے گا جس کے دو پر ہوں گے [2] تو اس پر سوار کیا جاوے گا پھر وہ تجھے وہاں اڑا کر لے جاوے گا جہاں تو چاہے گا [3] (ترمذی) اور فرمایا اس حدیث کی سند قوی نہیں اور ابو سورہ راوی حدیث میں ضعیف مانا جاتا ہے میں نے محمد ابن اسماعیل کو فرماتے سنا کہ یہ ابو سورہ منکر الحدیث ہے منکر احادیث روایت کرتا ہے

[1] اس کے سوال کا مقصد یہ تھا کہ جنت میں گھوڑے کا وجود عبث ہے مجھے دنیا میں گھوڑے کا شوق ہے اگر وہاں گھوڑا نہ ہوا تو میرا یہ شوق کیسے پورا ہوگا۔ اور اگر میرا یہ شوق پورا ہوا تو ایک عبث بلکہ جنت کے شان کے خلاف چیز موجود ہوگی۔ پھر وہاں وہ گندگی کرے گا۔ گھاس دانہ چاہے گا۔ یہ چیزیں وہاں کہاں حضور انور نے جواب ایسا شاندار دیا کہ سبحان اللہ۔

[2] یعنی تو جنتی گھوڑے کی فکر نہ کر بلکہ اپنے جنتی ہونے کی فکر کر اگر تو اللہ کے فضل سے جنتی ہوگیا تو جو تو چاہے گا تجھے ملے گا۔ مگر وہاں کی شان کے۔ وہاں کا گھوڑا یاقوت کا ہوگا۔

[3] یعنی وہ گھوڑا نہ تو مستی کرے گا نہ اڑیل ہوگا نہ اسے لگام وغیرہ کی ضرورت ہوگی۔ تیرا چاہنا اور اس کا اڑنا اور پل بھر میں مقصود منزل پر پہنچ جانا ہوگا۔

[4] طبرانی نے بروایت حضرت ابو ایوب انصاری مرفوعًا نقل فرمایا کہ جنتی لوگ اعلیٰ درجہ کے یاقوتی اونٹوں پر سوار ہو کر اپنے دوست و احباب سے ملنے جایا کریں گے۔ جنت میں صرف اونٹ اور پرندے ہوں گے۔ مرقات۔ خیال رہے کہ وہاں یہ دنیا کے اونٹ یا پرندے نہ ہوں گے بلکہ خود جنت کی مخلوق ہوں گے جیسے حور و غلمان کہ جنت تو صرف انسانوں کے لیے ہے ہاں چند جانور وہاں جائیں گے حضور کی اونٹنی قصوا، اصحاب کہف کا کتا، صالح علیہ السلام کی اونٹنی حضرت عیسیٰ کا دراز گوش جیسا کہ بعض روایات میں ہے۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں شعر

سگ اصحاب کہف روزے چند پئے نیکاں گرفت مردم شد

وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَهْلُ الْجَنَّةِ عِشْرُوْنَ وَمِائَةُ صَفٍّ ثَمَانُوْنَ مِنْهَا مِنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ وَأَرْبَعُوْنَ مِنْ سَائِرِ الْأُمَمِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ كِتَابِ الْبَعْثِ وَالنُّشُوْرِ ‏• وَعَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَابُ أُمَّتِي الَّذِيْنَ يَدْخُلُوْنَ مِنْهُ الْجَنَّةَ عَرْضُهُ مَسِيْرَةُ الرَّاكِبِ

روایت ہے حضرت بریدہ سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جنتی ایک سو بیس صفیں ہیں ۱؎ جن میں سے اسی صفیں اس امت کی ہیں اور چالیس صفیں باقی ساری امتوں کی ۲؎ (ترمذی دارمی بیہقی کتاب البعث والنشور) روایت ہے حضرت سالم سے وہ اپنے والد سے راوی ۳؎ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری امت کا وہ دروازہ جس سے وہ جنت میں داخل ہوں گے اس کی چوڑائی تیز سوار کی رفتار سے

اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ ہر حق شکل انسانی میں ہوگا ؂

۱؎ صفیں کتنی بڑی ہیں یہ ہمارے خیال وہم سے وراء ہے ان ایک سو بیس صفوں میں از آدم تا روز قیامت سارے مومن آجائیں گے

۲؎ خلاصہ یہ ہے کہ کل جنتیوں میں دو تہائی حضور کی امت ہوگی اور ایک تہائی میں ساری پچھلی امتیں نوح علیہ السلام وہ لوگ زیادہ کہ وہ ایک لاکھ تئیس ہزار نوسو ننانوے نبیوں کی امتیں ہوں گی۔ مگر تعداد اشخاص میں یہ امت زیادہ۔ خیال رہے کہ اولاً یہ امت تمام جنتیوں کی نصف ہوگی پھر بعد میں اور زیادہ ہو کر دو تہائی ہو جاوے گی۔ لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں جس میں اس امت کو تمام جنتیوں کا آدھا فرمایا گیا۔ اس کے اور بھی بہت جواب دیئے گئے ہیں۔ یہ جواب قوی ہے واللہ اعلم دیکھو قرآن مجید میں بدری فرشتوں کی تعداد ایک ہزار بھی فرمائی گئی۔ تین ہزار بھی پانچ ہزار بھی کہ وہاں اولاً ایک ہزار آئے۔ پھر دو ہزار اور آئے جس سے تین ہزار ہوگئے پھر دو ہزار اور آئے جس سے پانچ ہزار ہوگئے۔ ایسے ہی یہاں ہے۔

۳؎ حضرت سالم جلیل القدر تابعی ہیں، سیدنا عبداللہ ابن عمر کے فرزند ہیں۔ اور حضرت فاروق اعظم عمر رضی اللہ عنہ کے پوتے امام مالک فرماتے ہیں۔ کہ سالم کے زمانہ میں ان سے بہتر کوئی نہ تھا۔ نہایت حق گو، بے خوف بڑے عالم عابد زاہد حجاج ابن یوسف جیسے ظالم حاکم سے بہت سختی سے بات کرتے تھے۔ سنہ ایک سو چھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی (اشعہ، اکمال و مرقات وغیرہ) آپ کی اکثر روایات اپنے والد حضرت عبداللہ ابن عمر سے ہیں ؂ ؂ ؂

الْمُجَوَّدِ ثَلٰثًا ثُمَّ اِنَّهُمْ يُضْعِفُوْنَ عَلَيْهِ حَتّٰى تَكَادُ مَنَاكِبُهُمْ تَزُوْلُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ ضَعِيْفٌ وَسَاَلْتُ مُحَمَّدَ بْنَ اِسْمٰعِيْلَ عَنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ فَلَمْ يَعْرِفْهُ قَالَ خَالِدُ بْنُ اَبِىْ بَكْرٍ يَرْوِى الْمَنَاكِيْرَ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ فِى الْجَنَّةِ لَسُوْقًا مَا فِيْهَا شِرٰى وَبَيْعٌ اِلَّا الصُّوَرَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ فَاِذَا اشْتَهَى الرَّجُلُ صُوْرَةً دَخَلَ فِيْهَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا

تیس سال کا ہے [1] پھر وہ اس پر تنگ ہوں گے حتی کہ قریب ہوگا کہ ان کے کندھے ہل جاویں [2] (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث ضعیف ہے [3] اور میں نے محمد ابن اسمٰعیل سے اس حدیث کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے اسے نہ پہچانا۔ فرمایا خالد ابن ابی بکر منکر حدیثیں روایت کرتا ہے۔ [4] روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جنت میں ایک بازار ہے جس میں خرید و فروخت نہیں ہے مگر مردوں عورتوں کی صورتیں ہیں تو جب کوئی شخص کوئی صورت پسند کرے گا تو اس میں داخل ہو جاوے گا [5] (ترمذی)

اور فرمایا یہ

[1] ظاہر یہ ہے کہ یہاں تین سے مراد تین سال ہیں نہ کہ تین دن حضور کی امت کے داخلہ کے بہت دروازے ہیں جن کی فراخی مختلف ہے۔ یہاں ایک دروازے کی فراخی کا ذکر ہے اور چالیس سال والی روایت میں دوسرے دروازے کا تذکرہ ہے لہذا آیات میں تعارض نہیں

[2] یعنی وہ دروازہ اس قدر وسعت کے باوجود ان جنتیوں پر تنگ ہوگا کہ ان کے کندھے گویا ہل جاویں۔

[3] کیونکہ اس حدیث کے الفاظ دوسری صحیح احادیث کے خلاف ہیں۔

[4] یہاں صاحب مشکوۃ سے خطا ہوئی۔ ان کا نام خالد ابن ابی بکر ہے نہ کہ مخلد ترمذی اور اسماء الرجال کی کتابوں میں ان کا نام خالد ہی ہے (مرقات)

[5] ظاہر یہی ہے کہ یہاں صورت سے مراد مردانی و زنانی صورتیں ہیں۔ جو نہایت حسین و جمیل و آراستہ ہیں جو جنتی مرد یا جنتی عورت جس صورت کو پسند کرے گا۔ خود اس کی اپنی شکل و صورت ایسی ہو جاوے گی مگر یہ تبدیلی ذات نہ ہوگی بلکہ تبدیلی صفت ہوگی جو دنیا میں بھی ہوتی رہتی ہے گورے کالے ہو جاتے ہیں کالے گورے بچپن کی صورت اور ہوتی ہے جوانی کی صورت اور بڑھاپے کی کچھ اور

حَدِيثٌ غَرِيبٌ • وَعَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّهُ لَقِيَ أَبَا هُرَيْرَةَ فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ أَسْأَلُ اللّٰهَ أَنْ يَجْمَعَ بَيْنِي وَبَيْنَكَ فِي سُوقِ الْجَنَّةِ فَقَالَ سَعِيدٌ أَفِيهَا سُوقٌ قَالَ نَعَمْ أَخْبَرَنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ أَهْلَ الْجَنَّةِ إِذَا دَخَلُوهَا نَزَلُوا فِيهَا بِفَضْلِ أَعْمَالِهِمْ ثُمَّ يُؤْذَنُ لَهُمْ فِي مِقْدَارِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ مِنْ أَيَّامِ الدُّنْيَا فَيَزُورُونَ رَبَّهُمْ وَيُبْرِزُ لَهُمْ عَرْشَهُ

حدیث غریب ہے روایت ہے حضرت سعید ابن مسیب سے کہ وہ حضرت ابوہریرہ سے ملے تو جناب ابوہریرہ نے فرمایا کہ میں اللہ تعالٰی سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے تمہیں جنت کے بازار میں ملا دے[1] تو جناب سعید نے کہا کہ اس میں بازار ہے[2] فرمایا ہاں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ جنت والے جب جنت میں داخل ہوں گے[3] تو وہ اپنے اعمال کے مطابق داخل ہوں گے پھر انہیں دنیا میں کے دنوں کے حساب سے ایک ہفتہ میں اجازت دے دی جاوے گی تو اپنے رب سے ملاقات کریں گے[4] اور عرش الٰہی ان پر

1 یعنی جیسے آج ہم تم بازار مدینہ میں ملے ہیں ایسے ہی بازار جنت میں ملیں۔ مدینہ منورہ اس دنیا کی جنت ہے بلکہ اس دنیا کی بلکہ آج زمین مدینہ جنت سے افضل ہے کہ یہاں محبوب آرام فرما ہیں۔ جب حضور جنت میں تشریف لے جائیں گے تو وہ جگہ افضل ہو جائے گی۔ جیسے ہجرت سے پہلے مکہ معظمہ مدینہ منورہ سے افضل تھا اور ہجرت کے بعد امام مالک کے ہاں مدینہ منورہ مکہ معظمہ سے افضل ہو گیا۔ اور قبر انور تو بالاتفاق سارے جہاں عرش و فرش سے افضل ہے۔ افضلیت ان کے قدم سے وابستہ ہے۔ شعر

خاک طیبہ از دو عالم خوشتر است　　　　اے خنک شہرے کہ آنجا دلبر است

2 حضرت سعید کو تو تعجب اس پر ہوا کہ جنتیوں کی ساری ضروریات تو ان کے گھروں میں ہی موجود ہوں گی پھر بازار سے کیا خریدیں گے وہ یہ نہ سمجھے کہ وہاں بازار دیدار کا ہے نہ کہ کاروبار کا وہاں جنتی ایک دوسرے کا اور رب کا دیدار کریں گے۔

3 اس طرح کہ اعلٰی اعمال والے اونچے درجے میں ہوں گے اور معمولی اعمال والے نیچے درجوں میں غرضکہ جنت میں تفریق و تقسیم ہوگی اجتماع نہ ہوگا۔ جیسے دنیا میں امیر لوگ کوٹھیوں میں رہتے ہیں فقیر جھونپڑیوں میں اگرچہ وہاں جھونپڑیاں کوئی نہیں بہرحال ایک جگہ اجتماع نہ ہوگا۔

4 یعنی جیسے دنیا میں جمعہ کے دن سارے محلے بلکہ ساری بستی کے امیر و غریب شاہ و گدا مسلمان جامع مسجد میں جمع ہو جاتے ہیں ایسے ہی

وَيَتَبَدّٰى لَهُمْ فِيْ رَوْضَةٍ مِّنْ رِّيَاضِ الْجَنَّةِ فَيُوْضَعُ لَهُمْ
مَنَابِرُ مِنْ نُّوْرٍ وَّمَنَابِرُ مِنْ لُؤْلُؤٍ وَّمَنَابِرُ مِنْ يَاقُوْتٍ وَّ
مَنَابِرُ مِنْ زَبَرْجَدٍ وَّمَنَابِرُ مِنْ ذَهَبٍ وَّمَنَابِرُ مِنْ فِضَّةٍ
وَّيَجْلِسُ اَدْنَاهُمْ وَمَا فِيْهِمْ دَنِيٌّ عَلٰى كُثْبَانِ الْمِسْكِ وَالْكَافُوْرِ
مَا يُرَوْنَ اَنَّ اَصْحَابَ الْكَرَاسِيِّ بِاَفْضَلَ مِنْهُمْ مَجْلِسًا قَالَ

ہوگا ۱؎ اور رب ان پر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ میں تجلی فرمائے گا ۲؎ تو ان کے لیے نور کے منبر موتیوں کے منبر یاقوت کے اور زبرجد کے منبر سونے کے منبر چاندی کے منبر رکھے جائیں گے ۳؎ ان میں سے ادنیٰ (حالانکہ ان میں ادنیٰ کوئی نہیں) مشک و کافور کے ٹیلوں پر ہوں گے ۴؎ وہ یہ تصور نہ کریں گے کہ کرسیوں والے ان سے اعلیٰ جگہ میں ہیں ۵؎

ذکر کرتے ہیں نماز جمعہ پڑھتے ہیں۔ ایسے ہی جنت میں تمام ادنیٰ و اعلیٰ جنتی اس بازار میں ہفتہ میں ایک بار جمع ہو کر رب کا دیدار کیا کریں گے۔ دنیا میں جامع مسجد جامع المتفرقین ہوتی ہے۔ ایسے ہی جنت میں یہ بازار جامع المتفرقین ہوگا اسی بازار میں ہم جیسے گنہگار ان شاء اللہ شفیع روز شمار کی زیارت سے مشرف ہوا کریں گے۔ رب کا دیدار گھروں میں خلوت میں ہوا کرے گا یہاں جلوت میں ہوگا۔

۱؎ یہ تجلی بطور خصوصی ہوا کرے گی ورنہ عرش الٰہی تو جنت کی چھت ہے۔ ہر وقت نظر آیا کرے گا مگر اس بازار میں بہت قریب سے نظر آوے گا۔ اس کے اور معنی بھی کیے گئے ہیں۔

۲؎ یعنی اس بازار میں ایک خصوصی باغ ہوگا۔ جس میں رب کا دیدار ہوگا۔ یوں سمجھو کہ بازار میں ایک دوسرے سے ملاقات ہوا کرے گی اور اس باغ میں رب تعالٰی سے۔

۳؎ منبر سے مراد کرسیاں ہیں جن پر جنتی بیٹھیں گے۔ چونکہ جنتی لوگ مختلف درجے والے ہوں گے اس لیے یہ کرسیاں بھی مختلف ہوں گی کتنی کرسیاں ہوں گی اتنی جتنی گنتی میں نہ آسکیں وہاں عدد کام نہیں کرتا

۴؎ ان ٹیلوں کا حسن ان کی ساخت۔ ان کی خوشبو ان کی عظمت بیان نہیں ہوسکتی۔ ان شاء اللہ دیکھ کر ہی جانیں گے کہ دیکھو وہ ٹیلے یہ ہیں۔

۵؎ یعنی یہ ٹیلے والے یہ تو محسوس کریں گے کہ کرسیوں والے ہم سے اعلیٰ ہیں مگر یہ احساس نہ کریں گے کہ ہم ان سے گھٹیا ہیں۔ ان سے اعلیٰ ہونے پر انہیں خوشی ہوگی۔ جیسے آج حضور انور کی شان دیکھ کر ہم کو خوشی ہوتی ہے [illegible] سے پھولے نہیں سماتے۔

أَبُوْ هُرَيْرَةَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ وَهَلْ نَرٰى رَبَّنَا قَالَ نَعَمْ هَلْ
تَتَمَارَوْنَ فِيْ رُؤْيَةِ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ قُلْنَا لَا قَالَ
كَذٰلِكَ لَا تَتَمَارَوْنَ فِيْ رُؤْيَةِ رَبِّكُمْ وَلَا يَبْقٰى فِيْ ذٰلِكَ
الْمَجْلِسِ رَجُلٌ إِلَّا حَاضَرَهُ اللهُ مُحَاضَرَةً حَتّٰى يَقُوْلُ
لِلرَّجُلِ مِنْهُمْ يَا فُلَانُ بْنَ فُلَانٍ أَتَذْكُرُ يَوْمَ قُلْتَ كَذَا
وَكَذَا فَيُذَكِّرُهُ بِبَعْضِ غَدَرَاتِهِ فِي الدُّنْيَا فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ
أَفَلَمْ تَغْفِرْ لِيْ فَيَقُوْلُ بَلٰى فَبِسَعَةِ مَغْفِرَتِيْ بَلَغْتَ مَنْزِلَتَكَ

حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ کیا ہم اپنے رب کو دیکھیں گے فرمایا ہاں کیا تم سورج کے اور چودھویں شب میں چاند کے دیکھنے میں شک کرتے ہو ہم نے کہا نہیں فرمایا ایسے ہی تم اپنے رب کے دیکھنے میں شک نہ کرو گے ۱؎ اس مجلس میں کوئی باقی نہ رہے گا مگر اللہ تعالٰی اس کے سامنے بے حجاب موجود ہوگا ۲؎ حتی کہ ان میں سے ایک شخص سے کہے گا اے فلاں کے بیٹے فلاں کیا تجھے وہ دن یاد ہے جب تو نے ایسا ایسا کہا تھا۔ اسے اس کی بعض دنیاوی بدعہدیاں یاد دلائے گا ۳؎ بندہ عرض کرے گا الٰہی کیا تو مجھے بخشش نہ دے گا ۴؎ فرمائے گا ہاں تو میری وسعت رحمت کی وجہ سے اپنے اس درجہ

۱؎ حضرت ابوہریرہ کو تعجب ہوا کہ یہ آنکھیں رب کو کیسے دیکھ سکیں گی یہاں تو ہم سورج میں نظر نہیں جما سکتے۔ جواب میں حضور انور نے فرمایا کہ تم دیدار الٰہی بغیر کیف کیا کرو گے اور خوب اچھی طرح کہ شک و شبہ نہ ہے جیسے دوپہری میں سورج اور چودھویں شب میں چاند میں شک نہیں ہوتا۔ ایسے ہی وہاں دیدار میں شک نہ ہوا کرے گا۔ خیال رہے کہ دنیا میں سورج بذریعہ دھوپ نظر آتا ہے اور چاند بغیر کسی ذریعہ کے نظر ہوتا ہے۔ دونوں پر یقینی دونوں کا مشاہدہ۔

۲؎ محاضرہ کے معنی ہیں منہ در منہ بغیر واسطہ کلام کرنا۔ رب تو جنتیوں سے کلام بھی کرے گا تو بالمشافہ بغیر واسطہ دیدار گفتار سب ایک ساتھ نصیب ہوا کرے گی۔

۳؎ کہ تو نے فلاں فلاں وقت فلاں فلاں گناہ کئے تھے۔ تجھے یاد ہیں۔ یہ ذکر بطور تذکرہ ہوگا سرزنش یا ناراضی کے طریقہ پر نہیں۔ اس ذکر سے بندہ کو مطلقًا رنج نہ ہوگا کہ جنت رنج کی جگہ نہیں۔

۴؎ سبحان اللہ یہ بخشش ہی یاد دلاتی تھی جس سے بندہ کی خوشی اور دو بالا ہو جاویگی حضور کی شفاعت رب تعالٰی کی بخشش کی یاد دنیا میں بھی دل کا چین ہے وہاں بھی دل کا چین ہوگی۔ اعلیٰحضرت قدس سرہ فرماتے ہیں شعر

هٰذِهٖ فَبَيْنَا هُمْ عَلٰى ذٰلِكَ غَشِيَتْهُمْ سَحَابَةٌ مِّنْ فَوْقِهِمْ فَاَمْطَرَتْ عَلَيْهِمْ طِيْبًا لَمْ يَجِدُوْا مِثْلَ رِيْحِهٖ شَيْئًا قَطُّ وَيَقُوْلُ رَبُّنَا قُوْمُوْا اِلٰى مَا اَعْدَدْتُ لَكُمْ مِنَ الْكَرَامَةِ فَخُذُوْا مَا اشْتَهَيْتُمْ فَنَاْتِيْ سُوْقًا قَدْ حَفَّتْ بِهِ الْمَلٰٓئِكَةُ فِيْهَا مَا لَمْ تَنْظُرِ الْعُيُوْنُ اِلٰى مِثْلِهٖ وَلَمْ تَسْمَعِ الْاٰذَانُ وَلَمْ يَخْطُرْ عَلَى الْقُلُوْبِ فَيُحْمَلُ لَنَا مَا اشْتَهَيْنَا لَيْسَ يُبَاعُ فِيْهَا وَلَا يُشْتَرٰى وَفِيْ ذٰلِكَ

میں سنجالو جبکہ وہ اسی حالت میں ہوں گے کہ ان کے اوپر بادل چھا جائے گا تو ان پر ایسی خوشبو برسائے گا کہ اس جیسی خوشبو کبھی کسی چیز میں نہ پائی ہوگی۲ اور ہمارا رب فرمائے گا کہ اس اعزاز کی طرف جاؤ جو میں نے تمہارے لیے تیار کیا ہے جو چاہو لو۳ تب ہم اس بازار میں پہنچیں گے جسے فرشتوں نے گھیرا ہوگا۴ اس میں وہ چیزیں ہوں گی کہ ان کی مثل آنکھوں نے نہ دیکھی نہ کانوں نے سنی اور نہ دلوں پر ان کا خطرہ گزرا۵ تب ہم جو چاہیں گے ہم کو پہنچا دیا جاوے گا نہ وہاں کچھ خرید ہوگی نہ فروخت اور اسی بازار میں

اے کہ طلعت راحت جان و دلم　　　اے کہ فضل تو کفیل مشکلم

۱؎ یعنی کوئی اپنے اعمال سے یہاں نہیں پہنچا بلکہ رب کے رحم و کرم سے یہاں پہنچا کوئی شخص بغیر فضل رب العالمین کے جنت میں نہیں پہنچ سکتا۔

۲؎ یہ بادل رحمت خاص الٰہیہ کی ہوگی، جو بادل کی شکل میں نمودار ہوگی۔ جیسے دنیا میں بادل چھا جائیں تو عجیب سماں بندھ جاتا ہے موسم بدل جاتا ہے ایسے ہی وہاں اس بادل کے آتے ہی مجلس کی حالت بدل جاوے گی اور وہ سماں بندھے گا جو بیان نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالٰی دیکھنا نصیب فرمائے۔

۳؎ یعنی اس بادل سے پانی نہیں برسے گا عطر اور خوشبو برسے گی وہ بھی ایسی جیسی کہ دنیا میں تو کیا اس سے پہلے جنت میں بھی کبھی ان لوگوں نے نہیں دیکھی تھی۔

۴؎ یہ بازار یا تو وہ ہی ہوگا جس سے گزر کر ابھی یہ لوگ اس جہان میں پہنچے تھے یا دوسرا اور کوئی بازار جہاں نعمتوں کے ڈھیر ہوں گے جو انہیں بغیر قیمت عطا ہوں گے غرضکہ یہ فروخت کا نہیں بلکہ تقسیم اور عطا کا بازار ہوگا کچھ نعمتیں گھروں میں ملیں گی خاص نعمتیں یہاں تاکہ یہ لوگ خالی ہاتھ اپنے گھر نہ جائیں بھرے پُرے جائیں۔

۵؎ جن فرشتوں نے اس بازار کو گھیرا ہوگا وہ وہاں کے منتظم اور جنتیوں کی خدمت کرنے والے فرشتے ہوں گے جو شخص جس نعمت کی خواہش کرے گا وہ اُسے اٹھا کر دیں گے بلکہ گھر تک پہنچا دیں گے۔ ان نعمتوں کے نام اور ان کی خوبی بیان کرنے کیلئے الفاظ نہیں بنے ہمارے الفاظ تو ہمارے گرد کا تاج محل دہلی کا لال قلعہ بیان نہیں کر سکتے تو ان نعمتوں کو بیان کیسے کر سکتے ہیں وہ دیکھ کر ہی معلوم ہو سکیں گی۔

السُّوقِ يَلْقٰى اَهْلُ الْجَنَّةِ بَعْضُهُمْ بَعْضًا قَالَ فَيُقْبِلُ الرَّجُلُ
ذُو الْمَنْزِلَةِ الْمُرْتَفِعَةِ فَيَلْقٰى مَنْ هُوَ دُوْنَهٗ وَمَا فِيْهِمْ دَنِيٌّ
فَيَرُوْعُهٗ مَا يَرٰى عَلَيْهِ مِنَ اللِّبَاسِ فَمَا يَنْقَضِىْ اٰخِرُ حَدِيْثِهٖ
يَتَخَيَّلُ عَلَيْهِ مَا هُوَ اَحْسَنُ مِنْهُ وَ ذٰلِكَ اَنَّهٗ لَا يَنْبَغِىْ لِاَحَدٍ
اَنْ يَّحْزَنَ فِيْهَا ثُمَّ نَنْصَرِفُ اِلٰى مَنَازِلِنَا فَيَتَلَقَّانَا اَزْوَاجُنَا
فَيَقُلْنَ مَرْحَبًا وَّاَهْلًا لَقَدْ جِئْتَ وَاِنَّ بِكَ مِنَ الْجَمَالِ اَفْضَلَ

بعض جنتی بعض سے ملیں گے ۱؎ فرمایا کہ ایک اونچے درجے والا آوے گا وہ اپنے سے نیچے درجے والے سے ملیگا۔ حالانکہ ان میں نیچا کوئی نہیں تو اس پر جو لباس یہ دیکھے گا وہ اسے پسند آوے گا ۲؎ ابھی اس کی آخری بات ختم نہ ہوگی کہ اسے اپنے لباس سے اچھا محسوس ہوگا ۳؎ یہ اس لیے ہوگا کہ جنت میں کسی کا غمگین ہونا ممکن نہیں پھر ہم اپنے گھروں کی طرف لوٹیں گے تو ہم سے ہماری بیویاں ملیں گی کہیں گی کہ خوب آئے اپنے گھر میں بیٹھیے تم اس حالت میں آئے ہو کہ تمہارا حسن و جمال اس سے

۱؎ اس جملہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس بازار کی یہ نعمتیں ہم کو یہاں ہی نہیں دی جائیں گی بلکہ یہ فرشتے جو اس بازار کو گھیرے ہوئے ہیں وہ یہ سامان اٹھا کر ان کے گھر پہنچائیں گے۔

۲؎ یعنی لفظ بازار سے یہ نہ سمجھنا کہ وہاں قیمتاً چیزیں ملیں گی۔ بلکہ بازار کا وہ مطلب ہے جو حضور انور نے خود ارشاد فرمایا یہ چیزیں حضور ہی بیان کرسکتے ہیں دوسروں کو تو بیان کرنا بھی نصیب نہیں۔

۳؎ اس سے معلوم ہوا کہ جنت میں ہر امید صرف دل میں خیال آتے ہی پوری ہو جاوے گی۔ منہ سے بولنے کی بھی ضرورت نہ ہوا کرے گی یہاں جو اللہ رسول چاہیں وہ ہم کریں ان شاء اللہ وہاں جو ہم چاہیں گے وہ رب کریگا اللہ تعالٰی توفیق دے۔ خیال رہے کہ لفظ روع کبھی گھبرانے کے معنی میں آتا ہے کبھی خوش ہونا خوش کرنا پسند آنے پسند کرنے کے معنی میں آتا ہے یہاں بھی پسند آنا ہے (اشعۃ اللمعات) حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ اپنے زفاف کے متعلق فرماتی ہیں۔ فلم یرعنی الا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں بھی روع کے معنی خوش کرنا ہیں۔

۴؎ اس حدیث کے راوی حضرت ابوہریرہ نے سارے صیغے جمع متکلم کے ارشاد فرمائے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو اپنے اور سعید ابن مسیب کے بلکہ سارے صحابہ کے جنتی ہونے کا یقین ہے کیوں نہ ہو رب نے ان سے وعدہ فرمایا ہے كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بشارت دیں پھر شبہ یا دغدغہ کیسے ہو شکوک معاملہ تو ہمارے لیے ہے اللہ تو

مِمَّا قَدْ رَزَقْتَنَا عَلَيْهِ فَنَقُوْلُ إِنَّا جَالَسْنَا الْيَوْمَ رَبَّنَا الْجَبَّارَ وَ يَحِقُّنَا أَنْ نَنْقَلِبَ بِمِثْلِ مَا انْقَلَبْنَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ ○ وَعَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَدْنٰى أَهْلِ الْجَنَّةِ الَّذِيْ لَهٗ ثَمَانُوْنَ أَلْفَ خَادِمٍ وَاثْنَتَانِ وَسَبْعُوْنَ زَوْجَةً وَتُنْصَبُ لَهٗ قُبَّةٌ مِنْ لُؤْلُؤٍ وَزَبَرْجَدٍ

اچھا ہے جیسے تم ہم سے جدا ہوئے تھے اب ہم کیسے گئے آج ہم نے اپنے رب جبار کے پاس ہم نشینی کی ہے۔ ہمارا حق یہ ہی تھا کہ اس طرح موٹیں جیسے لوٹے ہیں (ترمذی، ابن ماجہ) ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے روایت ہے حضرت ابوسعید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ادنیٰ جنتی وہ ہوگا کہ جس کے اسی ہزار خادم ہوں۔ اور بہتر بیویاں ہیں اور اس کے لیے موتی زبرجد اور یاقوت کا خیمہ لگایا جاوے گا۔

ان حضرات صحابہ کے دامن سے ہم کو وابستہ کرکے یہ نعمتیں بخشے۔

۱ یعنی جب ہم اپنے گھروں کو واپس ہوں گے تو ہماری دنیا کی بیویاں اور حوریں دروازے پر ہمارا استقبال کریں گی اور ہم سے یہ کہیں گی۔

۲ یعنی ہمارا یہ حسن و جمال اور اس کی زیادتی اپنی طرف سے نہیں بلکہ اس قرب الٰہی کا نتیجہ ہے جو ہم کو خصوصی طور پر میسر ہوا یہ غازہ اس قرب سے نصیب ہوا ہے۔

۳ یہاں ادنیٰ سے مراد کم نصیب یعنی کم خدام والا جنتی ہے۔ جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے ورنہ وہاں ادنیٰ کوئی نہیں سب اعلیٰ ہیں ہاں بعض بہت ہی اعلیٰ ہیں دیکھو نبی سب اعلیٰ ہیں۔ مگر بعض بہت اعلیٰ۔ تلک الرسل فضلنا بعضھم علی بعض اور فرمایا ورفع بعضھم درجٰت

۴ جن میں سے دونوں تو حورعین ہیں کہ باقی دنیا کی وہ بیوی جو اس جنتی کے نکاح میں یا حق نکاح میں فوت ہوئی۔ اور وہ عورت جو کنواری مری یا جس کا خاوند کافر مرا یہ موٹ مری۔ لہٰذا یہ حدیث اس گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں کہ ایک جنتی کو دو حورعین عطا ہوں گی مگر یہاں مرقات نے کہا کہ دو بیویاں دنیا کی عورتیں اور ستر بیویاں حوریں اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ ان ستر حوروں میں دو حورعین باقی اڑسٹھ دوسری حوریں۔

۵ یعنی اس خیمہ کی ساخت تو زبرجد کی ہوگی مگر اس میں موتی دیا قوت جڑے ہوں گے (مرقات) لہٰذا یہ حدیث مذکورہ سے

وَيَاقُوْتٍ كَمَا بَيْنَ الْجَابِيَةِ إِلٰى صَنْعَاءَ وَبِهٰذَا الْإِسْنَادِ قَالَ
مَنْ مَاتَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ مِنْ صَغِيْرٍ أَوْ كَبِيْرٍ يُرَدُّوْنَ بَنِيْ
ثَلٰثِيْنَ فِي الْجَنَّةِ لَا يَزِيْدُوْنَ عَلَيْهَا أَبَدًا وَكَذٰلِكَ أَهْلُ النَّارِ
وَبِهٰذَا الْإِسْنَادِ قَالَ إِنَّ عَلَيْهِمِ التِّيْجَانَ أَدْنٰى لُؤْلُؤَةٍ مِنْهَا
لَتُضِيْءُ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَبِهٰذَا الْإِسْنَادِ قَالَ
الْمُؤْمِنُ إِذَا اشْتَهَى الْوَلَدَ فِي الْجَنَّةِ كَانَ حَمْلُهُ وَوَضْعُهُ

جیسا کہ جابیہ اور صنعا کے درمیان کا فاصلہ ہے [1] اور اسی اسناد سے ہے فرمایا جو جنتی چھوٹا یا بوڑھا مر جاوے گا وہ جنت میں تیس سال کا بنا دیا جاوے گا [2] یہ لوگ اس عمر سے کبھی زیادہ نہ ہوں گے [3] اسی طرح آگ والے لوگ اور اسی اسناد سے ہے کہ فرمایا ان پر تاج ہوں گے جن کا ادنیٰ موتی پورب پچھم کے درمیان کو چمکا دے گا [4] اور اسی اسناد سے ہے فرمایا مومن جب جنت میں اولاد کی خواہش کرے گا تو اس کا حمل اس کا جننا اس کی عمر رسیدہ

[1] یعنی اس خیمہ کی لمبائی چوڑائی ایسی ہوگی کہ اس کے دو کناروں میں فاصلہ وہ ہوگا جو جابیہ اور صنعاء شہروں میں ہے۔ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ جابیہ شام کا ایک شہر ہے اور صنعاء یمن کی مشہور بستی ہے ان میں فاصلہ بہت ہی دراز ہے۔

[2] یعنی دنیا میں مومن کسی عمر میں فوت ہو بچہ یا بوڑھا جنت میں تیس سالہ جوان ہوگا اور اسی عمر پر ہمیشہ رہے گا کیونکہ وہاں دن رات مہینے سال نہیں۔ جن سے عمر بڑھے خیال رہے کہ یہاں یردون کے معنی ہو جائیں گے۔ یہ معنی نہیں کہ لوٹائے جائیں گے ورنہ بچے کے لیے کلمہ درست کیسے ہو (مرقات)

[3] یعنی دوزخی بھی ہمیشہ تیس سالہ رہیں گے۔ اگرچہ ان کے قد بہت بڑے ہوں گے۔ یہ عمر اس لیے تجویز کی گئی تاکہ عیش و تکلیف پوری پوری ہوں۔ خیال رہے کہ یہاں چھوٹے دوزخیوں سے مراد کفار کے بچے نہیں بلکہ کم عمر بالغ کافر مراد ہیں ان کے بچوں کے متعلق دوسری حدیث میں ہے ھم عصافیر الجنۃ وہ جنت کی چڑیاں ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ کفار کے بے گناہ بچوں کو دوزخ نہ دے گا (مرقات) کیونکہ دوزخیوں سے کہا وما تجزون الا ما کنتم تعملون تم کو اپنے اعمال ہی کی سزا دی جاوے گی۔ چھوٹے بچے کے پاس بد عقیدگی بدعملی ہے ہی نہیں۔

[4] یعنی اگر وہ موتی دنیا میں آجاوے تو پورب پچھم کو روشن کر دے۔ آفتاب کی روشنی پر اس کی روشنی غالب آجاوے۔

وَسِنُّهٗ فِيْ سَاعَةٍ كَمَا يَشْتَهِيْ وَقَالَ اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ اِذَا اشْتَهَى الْمُؤْمِنُ فِي الْجَنَّةِ الْوَلَدَ كَانَ فِيْ سَاعَةٍ وَلٰكِنْ لَا يَشْتَهِيْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَرَوَى ابْنُ مَاجَةَ الرَّابِعَةَ وَالدَّارِمِيُّ الْاَخِيْرَةَ

وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ فِي الْجَنَّةِ لَمُجْتَمَعًا لِلْحُوْرِ الْعِيْنِ يَرْفَعْنَ بِاَصْوَاتٍ لَمْ تَسْمَعِ الْخَلَائِقُ

ہونا پل بھر میں ہو جاوے گا جیسا وہ چاہے ۱؎ اور کہا اسحاق ابن ابراہیم نے اس حدیث کے متعلق کہ جب مؤمن جنت میں اولاد چاہے گا تو ایک پل میں ہو جاوے گی مگر وہ چاہے گا نہیں ۲؎ (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے اور ابن ماجہ نے چوتھی حدیث اور دارمی نے آخری حدیث نقل فرمائی

روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جنت میں بڑی آنکھ وا
حوروں کا مجمع ہونا ۳؎ ہے جو اپنی آوازیں بلند کرتی ہیں ایسی آواز

۱؎ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بعض جنتی اولاد چاہیں گے اور ان کے اولاد ہو گی مگر اولاد کی پیدائش اس کی پرورش اس کا تیس سالہ جوان ہو جانا ایک ہی گھڑی میں ہو گا، وہ بچے یا تو دنیاوی عورتوں سے ہوں گے یا حور کے شکم سے معلوم ہوا کہ حور سے اولاد ہو سکتی ہے کہ جنتی نورانی ہیں اور حوریں نور مگر اولاد کی خواہش پر انہیں اولاد ملے گی اسی نوری مخلوق سے

۲؎ یہ فرمان اسحاق ابن ابراہیم کا اپنی رائے سے ہے کہ مؤمن وہاں چاہے گا نہیں۔ حدیث شریف سے معلوم ہے کہ چاہے گا اور اس کے اولاد ہو گی بہر حال امکان یا وقوع ثابت رہا ہے، کہ جنتی لوگوں کے حوروں سے اولاد ہو گی یا ہو سکے گی جو لوگ کہتے ہیں کہ اگر حضور صلے اللہ علیہ وسلم نور ہیں تو آپ کے اولاد کیسے ہوئی، نور کے اولاد نہیں ہوتی وہ اس حدیث میں غور کریں کہ جنتی لوگ اور حوریں نورانی مخلوق ہیں مگر ان کے اولاد ہو گی۔ حوریں تو اولاد آدم بھی نہیں ہیں مگر اولاد ہو گی۔

۳؎ یہاں مرقات میں ہے کہ حوروں کی پیدائش جنتی زعفران اور فرشتوں کی تسبیح سے ہے یہ پیدا شدہ ہو چکی ہیں ان کے پیچھے وقتاً فوقتاً ہوتے ہیں۔ ان مجمعوں میں وہ یہ کہتی ہیں جو یہاں مذکور ہے۔ (مرقات) ٭

مِثْلَهَا يَقُلْنَ نَحْنُ الْخَالِدَاتُ فَلَا نَبِيْدُ وَنَحْنُ النَّاعِمَاتُ فَلَا نَبْأَسُ وَنَحْنُ الرَّاضِيَاتُ فَلَا نَسْخَطُ طُوْبٰى لِمَنْ كَانَ لَنَا وَكُنَّا لَهٗ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ، وَعَنْ حَكِيْمِ بْنِ مُعَاوِيَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ فِي الْجَنَّةِ بَحْرَ الْمَاءِ

مخلوق نے کبھی نہ سنی نہ کہتی ہیں کہ ہم ہمیشہ رہنے والیاں ہیں کبھی نہ فنا ہونگی اور ہم خوش رہنے والیاں ہیں کبھی غمگین نہ ہونگی ہم راضی رہنے والیاں کبھی ناراض نہ ہونگی تو اسے خوشخبری ہو جو ہمارا ہو اور ہم اسکے ہوں۳ (ترمذی)

روایت ہے حضرت حکیم ابن معاویہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جنت میں پانی کا دریا ہے

۱ یعنی ایسی خوش آوازی سے وہ یہ کہتی ہیں کہ مخلوق نے کبھی ایسی دلکش و پیاری آواز کبھی نہ سنی۔ معلوم ہوا کہ حضور نے وہ آواز سنی ہے۔

۲ یعنی ہم میں تین صفات ہیں۔ ہمیشہ کی زندگی۔ ہمیشہ کا چین۔ ہمیشہ اپنے خاوند سے خوش رہنا۔ اور ہم تین عیبوں سے پاک ہیں۔ فنا یعنی موت۔ محتاجی اور دوسری تکالیف بیماری وغیرہ ناراضی خاوند سے لڑائی جھگڑا ہم کو جان پہچان لو۔

۳ خیال رہے کہ ہر حور کو خبر ہے کہ میں کس مسلمان کی بیوی ہوں جیسا کہ کتاب النکاح باب معاشرۃ النساء میں گزرا کہ جب کسی مومن سے اس کی بیوی لڑتی جھگڑتی ہے تو اس کی بیوی یعنی جنتی حور پکارتی ہے کہ اس سے مت لڑ یہ تیرے پاس مہمان ہے میرے پاس آنے والا ہے لہذا یہاں من کان لنا کہنا ایک قاعدہ بیان کرنے کے لیے ہے۔ نہ کہ حور کی بے خبری کی بنا پر۔ یہ بھی خیال رہے کہ حوروں کا یہ کلام انسانوں کو سنانے کے لیے ہے اور واقعی وہ کلام ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت سن لیا۔ جیسے فرشتوں اور رب تعالٰی کے فرمان ہم کو سنانے کے لیے ہیں۔ اور واقعی ہم نے وہ سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سن لیے۔ حضور کی ذات برزخ کبریٰ ہے۔ اس عالم اجسام اور عالم انوار وغیرہ کے درمیان حوروں کو اپنے خاوندوں کی خبر ہے مگر خاوندوں کو ان کی خبر نہیں کہ کونسی حور میرے نکاح میں ہوگی ہم کو تو ابھی اپنے خاتمہ کی بھی خبر نہیں۔ حوریں قیامت کے بعد عطا ہوں گی۔ حضرت آدم کچھ عرصہ جنت میں رہے۔ حضور معراج میں جنت میں تشریف لے گئے۔ حضرت ادریس علیہ السلام جنت میں رہتے ہیں۔ مگر یہ کوئی حضرات حوروں سے تعلق نہیں رکھتے بعد قیامت ان سے تعلق ہوگا۔ یہ حضرات اور شہداء جنت کے پھل فروٹ وغیرہ کھاتے رہے اور کھا رہے ہیں۔

وَبَحْرُ الْعَسَلِ وَبَحْرُ اللَّبَنِ وَبَحْرُ الْخَمْرِ ثُمَّ تَشَقَّقُ الْاَنْهَارُ بَعْدُ
رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَرَوَاهُ الدَّارِمِيُّ عَنْ مُعٰوِيَةَ اَلْفَصْلُ
الثَّالِثُ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ اِنَّ الرَّجُلَ فِي الْجَنَّةِ لَيَتَّكِئُ فِي الْجَنَّةِ سَبْعِيْنَ مَسْنَدًا
قَبْلَ اَنْ يَّتَحَوَّلَ ثُمَّ تَاْتِيْهِ اِمْرَاَةٌ فَتَضْرِبُ عَلٰى مَنْكِبِهٖ فَيَنْظُرُ

اور شہد کا دریا ہے اور دودھ کا دریا ہے اور شراب کا دریا ہے پھر اس سے آگے نہریں نکلتی ہیں ۱؎ (ترمذی)
اور دارمی نے حضرت معاویہ سے روایت کی ۲؎ تیسری فصل روایت ہے حضرت ابوسعید سے وہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا کہ جنت کا یہ شخص جنت میں ستر مسندوں پر تکیہ لگائے ہوگا اس
کے کروٹ لینے سے پہلے ۳؎ پھر اس کے پاس ایک عورت آئے گی جو اس کے کندھے پر ہاتھ رکھے گی ۴؎

۱؎ یعنی جیسے دنیا میں بحر سے نہریں نکلتی ہیں، ایسے ہی وہاں جنت میں پانی، دودھ، شراب طہور اور شہد کے الگ الگ دریا ہیں جہاں چیزوں کا مرکز یا خزانہ ہیں وہاں سے چھوٹی چھوٹی نہریں نکلتی ہیں جو ہر جنتی کے گھروں میں پہنچتی ہیں جیسے دہلی کے لال قلعہ میں جمنا کی نہریں لائی گئی ہیں۔ جو وہاں کے کمروں میں پہنچتی ہیں جن کا فرش اور دیواریں سنگ مرمر کی ہیں بحر اور نہر میں بہت فرق ہے۔ جو ہم نے اپنی تفسیر میں عرض کئے ہیں تجری من تحتها الانہار کے ماتحت خیال رہے کہ اس حدیث کی تائید اس آیت سے ہے فیہا انہار من ماء غیر آسن وانہار من لبن لم یتغیر طعمہ وانہار من خمر لذة للشاربین وانہار من عسل مصفی وہ آیت اسی کی تائید ہے۔

۲؎ یہ حدیث ترمذی نے حکیم ابن معاویہ سے روایت کی اور دارمی نے معاویہ ابن ابوسفیان سے، احمد نے معاویہ ابن حیدہ سے (مرقات)۔

۳؎ یعنی جنت میں نیند نہیں بیٹھنا، لیٹنا چلنا پھرنا آرام کرنا سب کچھ ہوگا مطلب یہ ہے کہ کوئی اپنے پلنگ پر جب بیٹھے گا تو اس کے پیچھے اوپر تلے ستر مسندیں تکیوں کی طرح ہوں گی۔ یہ حالت تو بیٹھنے اور کروٹ لینے سے پہلے ہوگی پھر اس کا لیٹنا کروٹ لینا کیسے بستروں پر ہوگا وہ تو رب ہی جانتا ہے اشعۃ اللمعات میں اس کا یہی مطلب بیان کیا مرقات نے فرمایا کہ یہ ستر مسندیں آگے پیچھے بچھائی جائیں گی۔ رنگ برنگی کبھی کیسی کبھی کیسی۔

۴؎ یہ عورت اس کی بیوی ہوگی اور ہاتھ رکھنا اسے اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے ہوگا۔ یہ مارپیٹ لڑائی جھگڑے کی ضرب نہ ہوگی۔

وَجْهَهُ فِي خَدِّهَا أَصْفَى مِنَ الْمِرْآةِ وَإِنَّ أَدْنَى لُؤْلُؤَةٍ عَلَيْهَا تُضِيءُ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ فَتُسَلِّمُ عَلَيْهِ فَيَرُدُّ السَّلَامَ وَيَسْأَلُهَا مَنْ أَنْتِ فَتَقُولُ أَنَا مِنَ الْمَزِيدِ وَإِنَّهُ لَيَكُونُ عَلَيْهَا سَبْعُونَ ثَوْبًا فَيَنْفُذُهَا بَصَرُهُ حَتَّى يَرَى مُخَّ سَاقِهَا مِنْ وَرَاءِ ذَلِكَ وَإِنَّ عَلَيْهَا مِنَ التِّيجَانِ إِنَّ أَدْنَى لُؤْلُؤَةٍ مِنْهَا لَتُضِيءُ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ رَوَاهُ أَحْمَدُ • وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُحَدِّثُ وَعِنْدَهُ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ

یہ شخص اس کے رخسار میں اپنا منہ دیکھے گا آئینہ سے زیادہ صاف ہوگا[1] اس پر ادنیٰ موتی پورب پچھم کے درمیان کو چمکا دے گا وہ اسے سلام کرے گی یہ اس کا جواب دے گا۔ اور اس سے پوچھے گا تو کون ہے وہ کہے گی میں زائد نعمتوں سے ہوں[2] اس پر ستر جوڑے ہوں گے جنہیں اس کی نظر آرپار کر جاوے گی۔ حتی کہ اس کی پنڈلی کا گودا ان کے اوپر سے دیکھے گا[3] اس عورت پر ایسے تاج ہوں گے کہ ان کا ادنیٰ موتی پورب پچھم کے درمیان کو چمکا دے گا[4] (احمد) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم باتیں کررہے تھے اور آپ کے پاس دیہات والوں میں سے ایک شخص تھا کہ جنتیوں میں سے ایک آدمی اپنے رب سے

[1] یعنی جیسے تم دنیا میں آئینہ میں اپنا چہرہ صاف دیکھتے ہو ایسے ہی وہاں اس بیوی کے چہرہ میں اپنا چہرہ بلکہ ہر چیز صاف صاف دیکھو گے کہ اس کا چہرہ دنیاوی آئینہ سے زیادہ شفاف ہوگا۔

[2] یعنی تجھ کو دوسری نعمتیں اور دوسری بیویاں تیرے اعمال کے عوض ملی ہیں اور میں تیری وہ مخصوص بیوی ہوں جو محض رب ذوالجلال کے فضل سے زائد ملی ہوں رب فرماتا ہے لھم ما یشاءون فیھا ولدینا مزید اور فرماتا ہے للذین احسنوا الحسنی وزیادۃ حسنی تو جنت ہے اور وہاں کی نعمتیں زیادتی اللہ کا دیدار ہے اور یہ خاص بیوی جو عطیہ خاص ہے۔

[3] معلوم ہوا کہ یہ بیوی دوسری بیویوں سے زیادہ حسین اور شفاف و پاکیزہ ہوگی کیوں نہ ہو کہ وہ تو رب کا خاص عطیہ ہے

[4] یہ مختلف تاج وہ بیوی بیک وقت نہ پہنے گی۔ بلکہ آگے پیچھے کبھی وہ تاج کبھی دوسرا اور تاج ہر تاج دوسرے سے بڑھ چڑھ کر ہوگا۔

اِسْتَأْذَنَ رَبَّهٗ فِی الزَّرْعِ فَقَالَ لَهٗ اَلَسْتَ فِیْمَا شِئْتَ قَالَ بَلٰی وَلٰکِنِّیْ اُحِبُّ اَنْ اَزْرَعَ فَبَذَرَ فَبَادَرَ الطَّرْفَ نَبَاتَهٗ وَاِسْتِوَاءُهٗ وَاِسْتِحْصَادُهٗ فَکَانَ اَمْثَالَ الْجِبَالِ فَیَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰی دُوْنَكَ یَا ابْنَ اٰدَمَ فَاِنَّهٗ لَا یُشْبِعُكَ شَیْءٌ فَقَالَ الْاَعْرَابِیُّ وَاللّٰهِ لَا تَجِدُهٗ اِلَّا قُرَشِیًّا اَوْ اَنْصَارِیًّا فَاِنَّهُمْ اَصْحَابُ زَرْعٍ۔

کھیتی باڑی کی اجازت مانگے گا ۱؎ رب اس سے فرمائے گا کیا تو اپنی چاہی نعمتوں میں نہیں ہے ۲؎ عرض کرے گا ہاں لیکن میں کھیتی کرنا چاہتا ہوں چنانچہ وہ بیج بوئے گا ۳؎ تو پلک جھپکنے سے پہلے اس کا اگنا پورا ہونا کٹ جانا ہو جاویگا اور پہاڑوں کی طرح ہو جاوے گا ۴؎ تب اللہ تعالٰی فرمائیگا اے ابن آدم لے یہ کوئی چیز تیرا پیٹ نہیں بھرتی ہے تو وہ بدوی بولا رب کی قسم ایسا آدمی آپ قریشی یا انصاری ہی کو پائیں گے کہ وہ لوگ کھیتی باڑی والے ہیں ۵؎

۱؎ یہ شخص دنیا میں کھیتی باڑی کرتا تھا۔ اسے اس کا شوق تھا وہ اپنا شوق پورا کرنے کو یہ عرض کرے گا کسی کمی کی وجہ سے نہیں۔

۲؎ یعنی باغات تو لذت کے لیے ہوتے ہیں وہ جنت میں موجود ہیں۔ جن کے پھل کھا رہا ہے سیر کر رہا ہے۔ آرام کی زندگی گزار رہا ہے۔ کھیت ضرورت کے لیے دنیا میں ہوتے ہیں۔ یہاں تیری ساری ضرورتیں پوری ہیں کھیت کی ضرورت نہیں پھر تو یہ مصیبت کیوں مانگتا ہے۔

۳؎ اس کی خواہش پر اسے بیج دیئے جائیں گے وہ اسی طرح زمین جنت میں بیج پھینک دے گا اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ ہل بیل سے زمین نرم کرے گا وہاں ہل اور بیل نہ ہوں گے دنیا میں بعض پہاڑی علاقوں میں یوں ہی بیج پھینک دینے سے جم جاتے ہیں وہ زمین جنت ہے۔

۴؎ یعنی ان تمام کاموں میں نہ دقت لگے گی نہ اسے محنت کرنا پڑے گی۔ بیج ڈالے گا اور سامنے کھیتی کٹی ہوئی نہیں بلکہ صاف کئے ہوئے کے پہاڑ سامنے پائیں گے۔

۵؎ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ لوگ جس حال میں جئیں گے۔ اسی حال میں مریں گے اور جس حال میں مریں گے اسی حال میں قیامت میں اٹھیں گے یہ شخص زندگی میں کھیتی کرتا تھا کرتا مرا تھا۔ وہاں بھی یہ ہی شوق و خیال رہا (مرقات) سنا ہے کہ حضرت بلال اذان کہتے ہوئے اٹھیں گے۔ عشاق رسول عشق میں سرشار جھومتے ہوئے اٹھیں گے۔ شعر

نہ ہم جنت میں جائیں گے نہ ہم دوزخ میں جائینگے ۔۔۔ کھڑے دیکھا کریں گے حشر میں صورت محمد کی

ایسے لوگوں کی عرض جنت میں بھی نہ جا ئیگی (اشعر) یعنی مکہ والے کچھ لوگ اور مدینہ والے عام لوگ ہی کھیتی باڑی کرتے ہیں جیں

وَاَمَّا نَحْنُ فَلَسْنَا بِاَصْحَابِ زَرْعٍ فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۔ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ سَاَلَ رَجُلٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيَنَامُ اَهْلُ الْجَنَّةِ قَالَ النَّوْمُ اَخُو الْمَوْتِ وَلَا يَمُوْتُ اَهْلُ الْجَنَّةِ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ

بَابُ رُؤْيَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

رہے ہم تو کھیتی والے ہیں ہی نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے۱ (بخاری) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا جنتی سویا کریں گے فرمایا نیند موت کی جنس سے ہے اور جنتی مریں گے نہیں۲ (بیہقی شعب الایمان) اللہ تعالیٰ کے دیدار کا بیان۳ پہلی فصل۔

کہ یہ شوق وہاں بھی ہوگا ہم لوگ بدوی کھیتی کریں نہ ہم کو یہ شوق ہو خیال رہے کہ بدوی لوگ عموماً جانور پالتے تھے۔

۱ آپ کی یہ ہنسی اس بدوی کی حاضر جوابی اور عقلمندی کی وجہ سے تھی۔ خیال رہے کہ حضور کو خوش کرنا ہنسانا بھی عبادت ہے۔ ایک لونڈی نے حضور انور کے سامنے دف بجانے کی منت مانی تھی جیسا کہ ان شاء اللہ مناقب حضرت عمر کے باب میں اس کا ذکر آوے گا۔ ۲ یہ جواب عالی مع دلیل کے ہے۔ حضور انور نے لا نہیں فرمایا بلکہ اتنی دراز عبارت فرمائی تاکہ اصل سمجھ میں آجاوے وہاں موت، اونگھ، غشی، بیہوشی، نشہ، غرضکہ غفلت پیدا کرنے والی عقل خراب کرنے والی کوئی چیز نہ ہوگی۔ سرور و خوشی ہوگی مگر سرور کی مستی نہ ہوگی۔ ورنہ عشاق وہاں رب کو دیکھ کر حضور سے ملاقات کر کے جان دے دیتے۔

۳ دیدار الٰہی کے متعلق چند مسائل اعتقادیہ یاد رکھو ۱ دنیا میں بندے اللہ تعالیٰ کو بصیرت یعنی نور قلبی سے دیکھتے ہیں اسے جانتے پہچانتے ہیں۔ آخرت میں اُسے بصارت یعنی نور نگاہ سے دیکھیں گے کہ وہاں بصارت میں بصیرت ہوگی ۲ دنیا میں آنکھوں سے خدا تعالیٰ کا دیدار ممکن ہے مگر واقع نہیں اس لیے موسیٰ علیہ السلام نے دیدار کی دعا کی ناممکن کی دعا ناجائز ہے نبی ناجائز کام نہیں کرتے۔ ۳ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج میں اللہ تعالیٰ کا دیدار انہیں آنکھوں سے کیا اور خوب اچھی طرح کیا، اس مسئلہ میں اختلاف ہے مگر صحیح یہی ہے۔ ۴ جو شخص دعویٰ ولایت کرتے ہوئے کہے کہ میں نے خدا تعالیٰ کو آنکھوں سے دیکھا ہے یا دیکھتا ہوں وہ کافر ہے کہ اپنے کو وہ نبیوں سے افضل کہتا ہے۔ ۵ قیامت میں ہر مومن و کافر کو رب کا دیدار ہوگا۔ مومن کو رحمت کی شان میں اور کافر کو غضب و قہر کی شان میں ۶ قیامت کے بعد صرف مومنوں کو جنت میں دیدار الٰہی ہوا کرے گا۔ کفار کو دوزخ میں نہ ہوگا اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ۷ حق یہ ہے

عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ عِيَانًا وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ كُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَظَرَ اِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ

روایت ہے حضرت جریر ابن عبداللہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم اپنے رب کو ظاہر ظہور دیکھو گے ۱؎ اور ایک روایت میں ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ حضور انور نے چودھویں شب میں چاند کو دیکھا ۲؎

کہ جنت میں ہر مومن کو دیدار الٰہی ہوا کرے گا. فرشتوں یا جنتی عورتوں حوروں کے متعلق اختلاف ہے مگر حق یہ ہے کہ انہیں بھی دیدار ہوگا. ۳؎ دنیا میں خواب میں دیدار الٰہی ہو سکتا ہے بلکہ ہوتا ہے ہمارے امام اعظم نے ایک سو بار رب کو خواب میں دیکھا امام احمد ابن حنبل نے خواب میں دیکھا پوچھا الٰہی کونسی عبادت افضل ہے فرمایا، تلاوت قرآن دوسری بار پھر دیکھا پوچھا الٰہی معنی سمجھ کر تلاوت افضل ہے یا بغیر سمجھے بھی فرمایا ہر طرح افضل ہے. (اشعۃ اللمعات)

۱؎ یہ حدیث عامۃ المسلمین کی دلیل ہے کہ مومن رب تعالٰی کو محشر میں بھی آنکھوں سے دیکھیں گے اور جنت میں بھی دیکھا کریں گے خوارج اور معتزلہ اس کے منکر ہیں یہ حدیث ان کی سخت تردید کر رہی ہے. اس پر سوالات و جوابات علم کلام کی کتب میں تفصیل وار مذکور ہیں. خیال رہے کہ یہ دیدار بغیر کسی جہت و سمت کے ہوگا کیونکہ اللہ تعالٰی جہت و سمت سے پاک ہے

۲؎ یعنی رحمان کے چاند نے آسمان کے چاند کو دیکھا ڈوبنے والے گھٹنے چاند کو اس چاند نے دیکھا جو غروب ہو نہ گھٹے ظاہر کے چمکانے والے چاند کو اس چاند نے دیکھا جو دل و جان روح و ایمان کو چمکاتا ہے رات میں چمکنے والے چاند کو اس چاند نے دیکھا، جو ابدالآباد تک ہر وقت دن رات چمکتا ہے. اللہ پاک میں کیا کہوں مجھے الفاظ بھی نہیں ملتے. اللھم صل وسلم وبارک علی بدر النبوۃ وشمس الرسالۃ صلی اللہ علیہ وسلم یوں کہو کہ اس چاند کو جو سورج سے چمکتا ہے اس چاند نے دیکھا جو سورج کو چمکاتا ہے. جو دلوں پر دن نکال دیتا ہے. شعر

یا شمس نظرت الی لیلی چو بطیبہ رسی عرضے بکنی
توری جوت کی جھل جھل جگ میں رچی مری شب نے نہ دن ہونا جانا

چاند بھی خوش نصیب ہے. جسے محبوب نے دیکھا یہ چاند وہی ہے
جس پر حضور کی نگاہیں پڑیں
ہیں۔

فَقَالَ اِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ هٰذَا الْقَمَرَ لَا تُضَامُّوْنَ فِيْ رُؤْيَتِهٖ فَاِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ لَّا تُغْلَبُوْا عَلٰى صَلٰوةٍ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا فَافْعَلُوْا ثُمَّ قَرَأَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ٭ وَعَنْ صُهَيْبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ

پھر فرمایا کہ تم اپنے رب کو ایسے دیکھو گے جیسے چاند کو دیکھ رہے ہو تم اس کے دیکھنے میں شک نہیں کرتے[1] تو اگر تم یہ کر سکو کہ سورج نکلنے سے پہلے اور سورج ڈوبنے والی پہلی والی نماز پر مغلوب نہ ہو تو کرو[2] پھر حضور نے یہ قرات کی سورج نکلنے سے پہلے اور سورج ڈوبنے سے پہلے اپنے رب کی تسبیح کرو اس کے حمد کے ساتھ[3] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت صہیب سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں کہ جب جنتی جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

[1] لا تضامون یا تو بنا ہے ضیم سے بمعنی ظلم و نقصان تو میم پر پیش ہے شد نہیں یا بنا ہے ضم سے بمعنی ملنا بھیڑ کرنا تب میم پر شد اور پیش ہے یعنی تم دیدار الٰہی میں نقصان میں نہ رہو گے کہ کسی کو دیدار ہو کسی کو نہ ہو کسی کو یقین سے ہو کسی کو مشکوک طریقہ سے یا تم رب تعالٰی کو بھیڑ کر کے دشواری سے نہ دیکھو گے بلکہ آرام سے دیکھو گے۔ اطمینان کے ساتھ (اشعہ۔ مرقات) یہ دیدار قیامت میں تو ہوگا ہی جنت میں ہمیشہ ہوا کرے گا۔ کسی کو جلد جلد کسی کو دیر سے۔

[2] خیال رہے کہ جنت کی ساری نعمتیں نیک اعمال کا عوض ہوں گی۔ خواہ اپنے اعمال کا خواہ اس کے اعمال کا جس کی طفیل جنت میں گیا۔ مگر دیدار الٰہی کسی عمل کا عوض نہ ہوگا خاص عطاء ذوالجلال ہوگی۔ ان دو نمازوں پر پابندی اس دیدار کی لیاقت و قابلیت پیدا کرے گی۔ یعنی فجر و عصر کی پابندی دنیا میں نماز ایسے پڑھو کہ گویا تم خدا کو دیکھ رہے ہو کیونکہ یہاں حجاب ہے وہاں حجاب اٹھ جائے گا گویا ختم ہو جاوے گی۔ اسے دیکھ کر اس سے کلام کرو گے۔ (اشعہ)

[3] اس فرمان عالی سے معلوم ہوا کہ اس آیت میں تسبیح و تحمید سے مراد نماز ہے۔ فجر سے مراد ہے۔ چونکہ فجر و عصر کی نماز میں رات و دن کے محافظ فرشتے جمع ہو جاتے ہیں۔ نیز فجر کی نماز سونے کی غفلت کا وقت ہے اور نماز عصر کاروبار سیر و تفریح کی غفلت کا وقت ان وجہ سے ان نمازوں کی تاکید زیادہ کی ہے رب فرماتا ہے۔ ان قرآن الفجر كان مشهودا نماز عصر کے متعلق فرماتا ہے۔ حافظوا على الصلوات والصلوة الوسطى

الْجَنَّةَ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى تُرِيْدُوْنَ شَيْئًا اَزِيْدُكُمْ فَيَقُوْلُوْنَ اَلَمْ تُبَيِّضْ وُجُوْهَنَا اَلَمْ تُدْخِلْنَا الْجَنَّةَ وَتُنَجِّنَا مِنَ النَّارِ قَالَ فَيَرْفَعُ الْحِجَابُ فَيَنْظُرُوْنَ اِلٰى وَجْهِ اللّٰهِ فَمَا اُعْطُوْا شَيْئًا اَحَبَّ اِلَيْهِمْ مِنَ النَّظَرِ اِلٰى رَبِّهِمْ ثُمَّ تَلَا لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۰ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ ۰ عَنِ ابْنِ

تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تم کوئی چیز چاہتے ہو جو میں تم کو زیادہ دوں ۱؎ وہ عرض کریں گے کیا تو نے ہمارے منہ اجیالے نہ کردیئے کیا تو نے ہم کو جنت میں داخل نہیں کردیا اور ہم کو آگ سے نجات نہ دے دی ۲؎ فرمایا کہ رب حجاب اٹھا دے گا ۳؎ پھر رب کی ذات کے نظارے کریں گے تو انہیں کوئی چیز رب کے دیدار سے زیادہ پیاری نہ دی گئی ۴؎ پھر حضور نے یہ تلاوت کی نیک کاروں کے لیے اچھی چیز ہے اور زیادتی ہے ۵؎ (مسلم) دوسری فصل روایت ہے حضرت

۱؎ یعنی ان نعمتوں کے علاوہ اور نعمت دوں یا تمہارے اعمال کی جزا سے زیادہ عطا کروں جو تمہارے کسی عمل کا بدلہ نہ ہو خاص میری عطا ہو یا تم کو وہ نعمت دوں جو ان سب سے زیادہ ہو سب سے افضل و اعلیٰ ہو یہاں تین شرحیں ہیں۔

۲؎ یعنی اے مولیٰ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ ان نعمتوں سے زیادہ ان سے بڑھ کر اور کون سی نعمت ہوگی تو نے ہمارا منہ اجیالا کیا تو نے ہم کو نعمتوں کے مرکز جنت میں داخل فرمایا جہاں ہر قسم کی راحتیں ہیں تو نے ہمیں دوزخ سے بچایا تیرے نام پر ہماری جانیں فدا۔ اعلیٰحضرت نے فرمایا شعر

جملہ عالم بندۂ اکرام تو   صد چو جان من فدائے نام تو

۳؎ وہ حجاب اٹھا دے گا جو طالب و مطلوب کے درمیان آڑ تھا اور وہ حجاب باقی رکھا جاوے گا جو دیدار کا ذریعہ ہے جیسے رداء کبریائی کہتے ہیں جیسے سورج پر ہلکے پتلے بادل کا حجاب جو سورج کو دکھا دیتا ہے اگر یہ حجاب نہ ہو تو سورج پر نظر نہیں ٹھہرتی۔

۴؎ دیدار یار کی بہار یا تو مصری عورتوں سے پوچھو جنہوں نے جمال یوسفی کی ایک جھلک سے مست ہو کر اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے یا جناب ابوبکر صدیق سے پوچھو جو جمال محمدی سے مست ہو کر اپنا سب کچھ فدا کر بیٹھے آج مخلوق کے حسن پر گردنیں کٹ جاتی ہیں تو خالق کا حسن کیسا ہوگا۔

۵؎ معلوم ہوا کہ زیادہ سے مراد دیدار الٰہی ہے زیادہ کی تین شرحیں ابھی پچھلی حدیث میں عرض کی گئیں یہ نعمت سب سے زیادہ ہے بقیہ نعمتوں میں عدل کا ظہور ہے اس میں فضل کی جلوہ گری اس پوری حدیث کی شرح میں صوفیاء فرماتے ہیں کہ صفات ذات کا پردہ بھی ہیں اور ذات کو دکھانے والی بھی یہاں ہم کو رنگ کے پردہ میں دیکھا جاتا ہے۔ اگر رنگ نہ ہو تو جسم نظر نہ آوے اشعۃ میں عزت کا حجاب تو

عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَدْنٰی اَھْلِ الْجَنَّۃِ مَنْزِلَۃً لِمَنْ یَّنْظُرُ اِلٰی جِنَانِہٖ وَاَزْوَاجِہٖ نَعِیْمِہٖ وَخَدَمِہٖ وَسُرُرِہٖ مَسِیْرَۃَ اَلْفِ سَنَۃٍ وَاَکْرَمُھُمْ عَلَی اللّٰہِ مَنْ یَّنْظُرُ اِلٰی وَجْھِہٖ غُدْوَۃً وَّعَشِیَّۃً ثُمَّ قَرَاَ وُجُوْہٌ یَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَۃٌ اِلٰی رَبِّھَا نَاظِرَۃٌ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَعَنْ اَبِیْ رَزِیْنٍ الْعُقَیْلِیِّ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَکُلُّنَا

ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جنتیوں میں ادنیٰ درجے والا وہ ہوگا جو اپنے باغات اپنی بیویوں اپنی نعمتوں اپنے خدام کو اور اپنے تختوں کو ایک ہزار سال کے پھیلاوے میں دیکھے گا[1] اور اللہ کے نزدیک بڑی عزت والا وہ ہوگا جو صبح شام اس کی ذات کے نظارے کرے[2] پھر تلاوت فرمائی بعض چہرے اس دن تروتازہ ہونگے اپنے رب کو دیکھنے والے[3] (احمد، ترمذی) روایت ہے حضرت ابی رزین عقیلی سے فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ کیا قیامت کے

اشارے لگا کر صفات کی چلمن میں ذات کا دیدار کرائے گا (اقعہ) دنیا میں رب نے ہم کو اپنا دیدار کرایا مگر رخسار یار میں یعنی جمال محمدی میں وہ بے صورت اسی صورت میں نظر آتا ہے۔ حضرت اعلیٰ فاضل گولڑوی نے فرمایا

شعر

ایہہ صورت ہے بے صورت دی بے صورت ظاہر صورت تھیں

پر ہام نہیں ہے سو حجت دا کوئی وریاں موتی ہے تریاں

[1] یعنی ادنیٰ جنتی کا اپنا رقبہ اور اس رقبہ میں اپنا سامان پھیلا ہوا اتنا وسیع ہوگا کہ اس کنارہ سے اس کنارہ تک انسان ایک ہزار سال میں پہنچے یہ تو ادنیٰ درجے کے جنتی کا رقبہ ہے تو سوچو کہ اعلیٰ درجے کا جنتی کا رقبہ کتنا ہوگا۔ پھر غور کرو کہ جنت کیسی وسیع ہے۔

[2] جنتیوں کو رب کا دیدار حسب مراتب ہوگا کسی کو ہفتہ میں ایک بار کسی کو روزانہ دو بار کسی کو ہر وقت جیسے دنیا میں بعض لوگ ہر وقت عشق الٰہی میں محو رہتے ہیں۔ بعض کبھی کبھی۔

[3] یہاں وجوہ سے مراد ذات ہیں اور ناضرہ سے مراد وہ تروتازگی ہے جو مومنوں پر نمودار ہوگی جب تک کہ وہ رب کو دیکھیں گے کسی نعمت کی طرف التفات نہ کریں گے۔

يَرَى رَبَّهٗ مُخْلِيًا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قَالَ بَلٰى قُلْتُ وَمَا اٰيَةُ ذٰلِكَ فِيْ خَلْقِهٖ قَالَ يَا اَبَا رَزِيْنٍ اَلَيْسَ كُلُّكُمْ يَرَى الْقَمَرَ لَيْلَةَ الْبَدْرِ مُخْلِيًا بِهٖ قَالَ بَلٰى قَالَ فَاِنَّمَا هُوَ خَلْقٌ مِّنْ خَلْقِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَجَلُّ وَاَعْظَمُ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ رَاَيْتَ رَبَّكَ قَالَ نُوْرٌ اَنّٰى اَرَاهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

دن سب اپنے رب کو خلوت میں دیکھیں گے [1] فرمایا ہاں میں نے عرض کیا اللہ مخلوق میں اس کی نشانی کیا ہے فرمایا اے ابو رزین کیا تم سب چودھویں شب میں چاند کو خلوت میں نہیں دیکھتے۔ عرض کیا ہاں [2] فرمایا یہ تو اللہ کی مخلوق میں سے ایک مخلوق ہے۔ اللہ تو بہت جلالت و عظمت والا ہے [3] (ابوداؤد)

تیسری فصل۔ روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کیا اپنے رب کو دیکھا۔ فرمایا میں نے اسے دیکھا ہے نور والا ہے [4] (مسلم)

[1] ظاہر یہ ہے کہ قیامت کے دن سے مراد وہی فیصلہ کا دن ہے کہ اس دن مسلمان رب تعالٰے کو بیک وقت دیکھیں گے مگر ہر ایک کو رب سے خلوت بھی ہوگی اور ہو سکتا ہے کہ یوم قیامت سے مراد جنت ہو جس کا فیصلہ قیامت میں ہوگا سوال کا مقصد یہ ہے کہ خلوت اور جلوت دو ضدیں ہیں بیک وقت دونوں جمع کیسے ہوں گی سبحان اللہ نہایت ہی نفیس سوال ہے جس میں منطق کی جان موجود ہے۔

[2] سبحان اللہ ایک مثال میں مسئلہ حل کر دیا کہ بدر کو تمام دنیا اپنے اپنے گھر میں اکیلے بیٹھ کر دیکھے تو وہاں بندے سے خلوت ہے، اور چاند کی طرف سے جلوت خلوت جمع ہیں مگر دو طرف سے بندے کی طرف سے خلوت ہوگی رب کی طرف سے جلوت شعر،

جو نکتہ وروں سے حل نہ ہوئے اور فلسفیوں سے کھل نہ سکے
وہ بھید اک کملی والے نے سمجھا دیئے چند اشاروں میں

[3] اس سے معلوم ہوا کہ خالق کے صفات کو مخلوقات کے ذریعہ سمجھانا جائز ہے محض تمثیل ہے تشبیہ نہیں رب تعالٰی فرماتا ہے لیس کمثلہ شیء وہاں تشبیہ کی نفی ہے لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں۔

[4] اس عبارت کی دو قرأتیں ہیں ایک تو نورٌ کی تنوین سے اور اَنّٰی حرف استفہام بمعنی کیف اور معنی یہ ہیں کہ رب تعالٰی عظیم الشان نور ہے میں اسے کیسے دیکھ سکتا ہوں اس نور سے نگاہ خیرہ ہو جاتی ہے اس صورت میں یہ حدیث ان حضرات کی دلیل ہے جو دیدار کے منکر ہیں اور دوسری قرأت ہے نورانی جیسے ربانی اور اراہ بمعنی ماضی ہے یعنی میں نے اسے دیکھا ہے

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى قَالَ رَاٰهُ بِفُؤَادِهٖ مَرَّتَيْنِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ

روایت ہے حضرت ابن عباس سے دل نے وہ نہیں جھٹلایا جو دیکھا۱ اور بے شک اس کو دوسری بار دیکھا فرمایا حضور نے رب کو اپنے دل سے دو بار دیکھا۲ (مسلم) اور ترمذی کی روایت

ہ ایسا دیکھا ہے گویا اب بھی دیکھ رہا ہوں وہ قوی ہے فقیر کے نزدیک پہلی قرأت بھی دیدار الٰہی کی نفی کرتی وہ صاحب سوال کر رہے تھے دنیا میں یعنی اس زمین پر رہتے ہوئے رب کے دیدار کے متعلق یارسول اللہ کیا آپ نے مدینہ میں رہتے ہوئے کبھی ان آنکھوں سے خدا کو دیکھا ہے۔ فرمایا وہ نور عظیم ہے میں ان آنکھوں سے اسے کیسے دیکھ سکتا ہوں یہ آنکھیں اس کے نور کی تاب نہیں لاتیں، حضور نے رب کا دیدار کیا ہے معراج کی رات اس وقت آنکھ بھی دوسری تھی عالم بھی دوسرا تھا۔ معراج کی رات کا دیدار تو قرآن کریم سے ثابت ہے جیسا کہ آگے بیان ہوگا ان شاء اللہ۔

۱ یہ سورۂ نجم شریف کی آیت ہے جس میں معراج میں دیدار الٰہی کا اعلیٰ درجہ کا ثبوت ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ حضور نے رب کو آنکھوں سے دیکھا اور دل نے اس دیکھنے کو جھٹلایا نہیں بلکہ اس کی تصدیق کی دیکھا آنکھ نے تصدیق کی دل نے دل کی مدد سے آنکھ نے دیکھا اگر دل آنکھ کو جھٹلا دے تو دل سچا ہوتا ہے آنکھ جھوٹی چلتی ریل میں آنکھ دیکھتی ہے کہ سامنے کے درخت بھاگ رہے ہیں مگر دل کہتا ہے کہ نہیں بلکہ ریل بھاگ رہی ہے آنکھ جھوٹی ہوتی ہے دل سچا آیت میں فرمایا گیا کہ آنکھ نے رب کو دیکھا دل نے آنکھ کی تصدیق کی تصدیق کرنے والا دیکھنے والے کا غیر ہوتا ہے۔

۲ اس فرمان میں ابن عباس کا مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی شب رب کو آنکھ سے دیکھا مگر دل کی مدد سے دیکھا اس طرح کہ دیدار کے وقت دل ہوش میں رہا آنکھ کی تائید کرتا رہا جناب کلیم اللہ کی طرح دل پر غشی طاری نہ ہوگئی مرتین کے معنی ہیں بار بار جیسے رب فرماتا ہے فارجع البصر کرتین۔ یعنی حضور رب کی بارگاہ میں معراج کی رات بار بار حاضر ہوتے رہے اسے دیکھتے رہے ایک بار تو ملاقات اول کے وقت اور نو بار نمازیں کم کرانے کے لیے حضرت ابن عباس کا مذہب یہ ہے کہ حضور انور نے رب کو آنکھوں دیکھا معراج میں۔ شیخ نے مدارج میں فرمایا کہ اس رات یا تو آنکھ دل میں تھی یا دل آنکھ میں لہذا چاہے یوں کہو کہ آنکھ سے دیکھا یا یوں کہو کہ دل سے دیکھا مطلب ایک ہی ہے۔ (اشعہ) قریبًا سارے صحابہ کا یہی قول ہے کہ حضور انور نے اللہ تعالٰی کو دیکھا سوا حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت انس کے وہ فرماتے ہیں حضرت جبریل علیہ السلام کو دیکھا۔

التِّرْمِذِيُّ قَالَ رَاٰى مُحَمَّدٌ رَبَّهٗ قَالَ عِكْرِمَةُ قُلْتُ اَلَيْسَ اللّٰهُ يَقُوْلُ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ قَالَ وَيْحَكَ ذَاكَ اِذَا تَجَلّٰى بِنُوْرِهِ الَّذِيْ هُوَ نُوْرُهٗ وَقَدْ رَاٰى رَبَّهٗ مَرَّتَيْنِ، وَعَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ لَقِيَ ابْنُ عَبَّاسٍ كَعْبًا بِعَرَفَةَ فَسَاَلَهٗ عَنْ شَيْءٍ فَكَبَّرَ حَتّٰى جَاوَبَتْهُ الْجِبَالُ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ

میں ہے فرمایا حضور محمد نے اپنے رب کو دیکھا[1] عکرمہ فرماتے ہیں میں نے کہا کیا اللہ تعالیٰ یہ نہیں کہتا کہ اسے آنکھیں نہیں پا سکتیں اور وہ آنکھوں کو پاتا ہے[2] فرمایا تم پر افسوس ہے یہ جب ہے جب رب اپنے خاص نور سے تجلی فرمائے جو اس کا ذاتی نور ہے[3] اور حضور نے یقیناً اپنے رب کو دو بار دیکھا، روایت ہے حضرت شعبی سے فرماتے ہیں حضرت ابن عباس کعب سے عرفہ میں ملے تو ان سے کسی چیز کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے تکبیر کہی حتی کہ پہاڑ گونج گئے[4] تب حضرت ابن عباس نے فرمایا

[1] یعنی ترمذی کی روایت میں بفوادہ نہیں کہ دل سے دیکھا بلکہ یہ ہے کہ اپنے رب کو دیکھا یعنی آنکھ سے دیکھا اسی لیے حضرت عکرمہ نے وہ سوال کیا جو آگے آرہا ہے۔

[2] یعنی اے صحابی رسول اور اہل بیت نبی آپ تو کہتے ہیں کہ حضور انور نے رب تعالیٰ کو آنکھوں سے دیکھا مگر قرآن کریم یہ فرماتا ہے آپ کا کلام قرآن مجید کے خلاف معلوم ہوتا ہے خیال رہے کہ حضرت عکرمہ نے رویت بصر اور ادراک بصر میں فرق نہیں کیا آنکھ کا دیکھنا اور ہے آنکھ کا پانا یعنی اسے احاطہ کرنا گھیرنا کچھ اور ہم سمندر، زمین، آسمان کو دیکھتے تو ہیں مگر ان کا احاطہ نہیں کر سکتے کہ یہ چیزیں کتنی لمبی چوڑی ہیں حضور کی آنکھوں نے رب تعالیٰ کا دیدار کیا اس کا احاطہ نہیں کیا جنتی مومن رب کا دیدار کریں گے اس کا احاطہ نہیں کریں گے یا ابصار سے مراد دنیا کی آنکھ ہے یا اس سے مراد کفار کی آنکھیں ہیں غرضکہ اس آیت کے بہت معنی کیے گئے ہیں۔

[3] یعنی لوگ خدا تعالیٰ کو جب دیکھ سکتے ہیں جب وہ اپنی تجلی ان کی برداشت کے قابل فرمادے اگر اپنی ذاتی تجلی فرمادے جیسا وہ ہے ویسا ظاہر ہو تو لوگ کیا اور چیزیں بھی فنا ہو جاویں۔ خیال رہے کہ یہ گفتگو مومنین کے دیدار کے متعلق ہے حضور انور نے تو عین ذات دیکھی جیسا رب ہے ویسا دیکھا اگر وہ تجلی خدا ہے تو یہ دیدۂ مصطفےٰ ہے صلی اللہ علیہ وسلم وہ سب کچھ جھیل سکتی ہے۔

[4] یعنی نویں ذی الحجہ حج کے دن حضرت عبداللہ ابن عباس کی ملاقات جناب کعب احبار سے ہوئی حضرت ابن عباس نے کعب سے رب تعالیٰ کے دیدار کے متعلق پوچھا تو حضرت کعب نے اس سوال پر اتنی بلند آواز سے اللہ اکبر کہا کہ پہاڑ گونج گئے کعب نے یہ سوال بڑا ہی اہم سمجھا۔

إِنَّا بَنُو هَاشِمٍ فَقَالَ كَعْبٌ إِنَّ اللهَ قَسَمَ رُؤْيَتَهُ وَكَلَامَهُ بَيْنَ مُحَمَّدٍ وَمُوسٰى فَكَلَّمَ مُوسٰى مَرَّتَيْنِ وَرَاٰهُ مُحَمَّدٌ مَرَّتَيْنِ قَالَ مَسْرُوْقٌ فَدَخَلْتُ عَلٰى عَائِشَةَ فَقُلْتُ هَلْ رَاٰى مُحَمَّدٌ رَبَّهُ فَقَالَتْ لَقَدْ تَكَلَّمْتَ بِشَيْءٍ قَفَّ لَهُ

ہم بنی ہاشم ہیں[1] تب حضرت کعب نے فرمایا کہ اللہ نے اپنا دیدار اور اپنا کلام محمد مصطفیٰ اور موسیٰ علیہ السلام کے درمیان تقسیم فرمادیا تو موسیٰ علیہ السلام سے دوبار کلام کیا[2] اور محمد مصطفیٰ نے رب کو دوبار دیکھا[3] مسروق کہتے ہیں کہ پھر میں حضرت عائشہ کے پاس گیا میں نے عرض کیا حضور نے اپنے رب کو دیکھا[4] آپ بولیں تم نے ایسی بات کہی جس سے میرے رونگٹے

[1] یعنی ہم اہل بیت نبوت ہیں ہم کوئی غلط یا ناممکن بات نہیں پوچھتے۔ نیز اہمیت پر ہمارا احترام ضروری ہے اے کعب تم صرف تکبیر پر نہ ٹالو بلکہ جواب دو یا یہ کہ تم ہم سے جو چاہو پوچھو ان شاءاللہ ہم جواب دیں گے۔ خیال رہے کہ حضرت کعب احبار تابعی ہیں پہلے یہود کے بڑے عالم تھے توریت شریف کے ماہر ہیں۔ حضرت ابن عباس نے یہ سوال ان سے اس لیے کیا تاکہ بذریعہ توریت اس سے تائید کرائیں۔

[2] موسیٰ علیہ السلام نے ایک بار وادی ایمن میں رب سے کلام کیا عطاء نبوت کے وقت اور دوسری بار کوہ طور پر حضرت احبار نے یہ توریت شریف سے نقل کرکے بتایا[3] معلوم ہوا کہ حضور کے دیدار الٰہی کا ذکر توریت شریف میں بھی تھا۔ خیال رہے کہ مرتین سے تثنیہ بار مراد نہیں بلکہ کئی بار مراد ہے کیونکہ موسیٰ علیہ السلام نے طور پر رب سے بارہا کلام کیا مگر یہ کلام تھا ایک ہی نوعیت کا اور وادی ایمن میں عطاء نبوت کے وقت کلام کیا وہ دوسری نوعیت کا تھا۔

[3] یعنی دنیا میں رب سے بلاواسطہ کلام کرنا موسیٰ علیہ السلام کی خصوصی صفت ہے اور معراج میں رب تعالیٰ کو آنکھوں سے دیکھنا حضور کی خصوصی صفت ہے ورنہ حضور نے معراج میں رب تعالیٰ کا دیدار بھی بار بار کیا اس سے کلام بھی بار بار کیا فاوحی الی عبدہ ما اوحی

[4] غالبًا حضرت مسروق وہاں موجود تھے۔ جہاں حضرت ابن عباس اور کعب احبار کی مذکورہ گفتگو ہوئی جس میں یہ ثابت کیا گیا کہ حضور انور نے رب کو دیکھا آپ نے اس کی تصدیق حضرت عائشہ صدیقہ سے کرانی چاہی اس لیے یہ سوال کیا۔ مسروق تابعی ہیں امام شعبی کے استاذ۔

شَعْرِیْ قُلْتُ رُوَیْدًا ثُمَّ قَرَءْتُ لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْکُبْرٰی فَقَالَتْ اَیْنَ تَذْهَبُ بِكَ اِنَّمَا هُوَ جِبْرَئِیْلُ مَنْ اَخْبَرَكَ اَنَّ مُحَمَّدًا رَاٰی رَبَّهٗ اَوْ كَتَمَ شَیْئًا مِّمَّا اُمِرَ بِهٖ اَوْ یَعْلَمُ الْخَمْسَ الَّتِیْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَ

کھڑے ہو گئے[1] میں نے عرض کیا ٹھہریں سنئے آیت پڑھی کہ حضور نے اپنے رب کی بڑی نشانیاں دیکھیں تو آپ بولیں خیالات تمہیں کہاں لیے پھرتے ہیں وہ تو حضرت جبریل ہیں[2] تمہیں جو خبر دے کہ حضور نے اپنے رب کو دیکھا یا جس کی تبلیغ کا حکم دیا گیا تھا اس میں سے کچھ چھپایا[3] یا حضور ان پانچ باتوں کو جانتے ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ ہی کے پاس ہے قیامت کا علم اور

[1] یعنی تمہارے اس سوال سے میرے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو گئے بھلا حضور رب تعالیٰ کو کیسے دیکھ سکتے ہیں خیال رہے کہ جناب ام المومنین عائشہ صدیقہ جسمانی معراج کا انکار فرماتی ہیں پھر وہ دیدار الٰہی حضور کے لیے کیسے مان سکتی ہیں یہ دیدار تو معراج کا ایک حصہ ہے یہ دونوں انکار ان کے اجتہاد سے ہیں انہیں دیدار اور معراج کی روایات نہیں پہنچیں یہ واقعات تو آپ کے حضور کی زوجیت میں آنے سے پہلے کے ہیں۔ اس لیے آپ نے کوئی حدیث اس پر پیش نہیں کی صرف اپنا اجتہاد بیان فرمایا۔

[2] یعنی میں نے سورہ والنجم کی وہ آیات پیش کیں جن میں یہ ہے ولقد راٰہ نزلۃ اخریٰ صرف یہ آیت پیش نہ فرمائی صرف اس آیت سے ان کا منشا پورا نہ ہوتا کہ یہاں آیات رب دیکھنے کا ذکر ہے نہ کہ رب کو دیکھنے کا (مرقات)

[3] سورۂ النجم کی یہ آیات ہی بتا رہی ہیں کہ یہاں حضرت جبریل مراد نہیں رب تعالیٰ کا دیدار ہی مراد ہو سکتا ہے کہ آیت اولیٰ یہ ہے علمہ شدید القوی۔ اس شدید القوی سے مراد اللہ تعالیٰ ہے کہ اس نے حضور کو قرآن سکھایا نہ کہ جبریل علیہ السلام نے۔ الرحمٰن علم القرآن۔ آگے ہے فاوحی الی عبدہ ما اوحی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں نہ کہ حضرت جبریل علیہ السلام کے جب کہ عبدہٗ کی ضمیر رب کی طرف ہے تو ساری ضمیریں اس کی طرف ہیں ثم دنیٰ۔ فتدلیٰ سے لے کر ولقد راٰہ نزلۃ اخریٰ تک کی ساری ضمیریں شدید القوی کی طرف ہیں یعنی رب کی طرف اس آیت سے جسمانی معراج اور رب کا دیدار دونوں ہی ثابت ہیں ام المومنین نے ادھر توجہ نہ فرمائی اس لیے صحابہ نے آپ کی یہ تفسیر قبول نہ کی۔

[4] یعنی حضور انور نے تبلیغی شرعی احکام میں سے کوئی حکم کسی سے نہ چھپایا سب پہنچا دیئے اسی لیے ہم اسے مرفوعہ فرماتی ہیں ہے رموز و اسرار و اخبار سے ضرور چھپانے متشابہات کی تفسیر نہ بتائی۔ حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور انور سے ایک برتن علم کا وہ ملا ہے کہ اگر میں ظاہر کر دوں تو میری گردن ماردی جائے۔

يُنَزِّلُ الْغَيْثَ فَقَدْ أَعْظَمَ الْفِرْيَةَ وَلٰكِنَّهُ رَاٰى جِبْرِيْلَ
لَمْ يَرَهُ فِيْ صُوْرَتِهٖ إِلَّا مَرَّتَيْنِ مَرَّةً عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى
وَمُرَّةً فِيْ أَجْيَادٍ لَهٗ سِتُّمِائَةِ جَنَاحٍ قَدْ سَدَّ الْأُفُقَ رَوَاهُ
التِّرْمِذِيُّ وَرَوَى الشَّيْخَانِ مَعَ زِيَادَةٍ وَاخْتِلَافٍ فِيْ رِوَايَتِهِمَا
قَالَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ فَأَيْنَ قَوْلُهٗ ثُمَّ دَنٰى فَتَدَلّٰى فَكَانَ
قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى قَالَتْ ذَاكَ جِبْرَئِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
كَانَ يَأْتِيْهِ فِيْ صُوْرَةِ الرَّجُلِ وَإِنَّهٗ أَتَاهُ هٰذِهِ الْمَرَّةَ فِيْ

اتارتا ہے بارش تو اس نے بڑا بہتان باندھا لیکن آپ نے حضرت جبریل کو دیکھا ان کی اصلی صورت کبھی نہ دیکھی
سوا دو بار کے ایک بار سدرۃ المنتہیٰ کے پاس اور دوسری بار محلہ اجیاد میں ان کے چھ سو پر تھے جنہوں
کے کناروں نے آسمان بند کردیئے تھے ؎۲ (ترمذی) اور مسلم بخاری نے کچھ زیادتی اور کچھ اختلاف کے ساتھ
روایت کی۔ ان دونوں کی روایت میں ہے فرمایا میں نے حضرت عائشہ سے عرض کیا تو رب کا یہ
قول کہاں پھر قریب ہوا پھر تو دو کمانوں کی بلکہ اس سے بھی قریب تر آپ بولیں یہ جبریل علیہ السلام
ہیں جو حضور کے پاس مرد کی صورت میں آتے تھے ؎۳ اور اس دفعہ آپ کے
پاس اپنی اصلی صورت میں

؎۱ یعنی حضور انور یہ پانچ چیزیں بغیر تعلیم الٰہی نہیں جانتے ہاں اللہ تعالٰی کی تعلیم سے جانتے ہیں چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ نے حضور سے پوچھا کہ ہم ازواج میں سے پہلے حضور سے کون ملے گا یعنی کس کی وفات پہلے ہوگی فرمایا لمبے ہاتھ والی یعنی حضرت زینب انہیں ام المؤمنین نے پوچھا یا رسول اللہ کس کی نیکیاں آسمان کے تاروں کے برابر ہیں فرمایا عمر فاروق کی حضور نے جنگ بدر سے پہلے خطوط کھینچ کر بتا دیا کہ کل فلاں کافر یہاں مارا جائے گا فلاں کافر یہاں۔ لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں اس کی تحقیق ہماری کتاب جاء الحق میں دیکھو۔

؎۲ اجیاد مکہ مکرمہ کا مشہور محلہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعی جبریل امین کو دوبار ان کی اصلی شکل میں دیکھا اس پر تمام امت کا اتفاق ہے مگر گفتگو اس میں ہے کہ سورہ والنجم میں یہ ہی دیدار جبریل مراد ہے یا دیدار الٰہی جمہور صحابہ اور عام مسلمانوں کا قول یہ ہے کہ اس آیت میں دیدار الٰہی مراد ہے نہ کہ دیدار جبریل علیہ السلام۔

؎۳ حضرت دحیہ کلبی کی شکل میں آتے تھے حضرت دحیہ کلبی بڑے ہی خوبصورت تھے جناب جبریل انہیں کی شکل اختیار کرتے تھے۔

مُوْرَتِہٖ الَّتِیْ هِیَ صُوْرَتُهٗ فَسَدَّ الْاُفُقَ • وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ فِیْ قَوْلِهٖ فَكَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی وَفِیْ قَوْلِهٖ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی وَفِیْ قَوْلِهٖ لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰی قَالَ فِیْهَا كُلِّهَا رَاٰی جِبْرَئِیْلَ عَلَیْهِ السَّلَامُ لَهٗ سِتُّمِائَةِ جَنَاحٍ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ وَفِیْ رِوَایَةِ التِّرْمِذِیِّ قَالَ مَا كَذَبَ

میں آئے جو ان کی اپنی صورت ہے تو کنارہ آسمان بھر دیا [1] روایت ہے حضرت ابن مسعود سے رب کے اس فرمان کے بارے میں تو ہوا دو کمانوں کے فاصلہ پا اور زیادہ قریب [2] اور رب کے اس فرمان کے بارے میں کہ نہیں جھٹلایا دل نے جو دیکھا اور رب کے اس قول کے بارے میں کہ بیشک اپنے رب کی بڑی نشانیاں دیکھیں فرمایا ان سب میں حضور نے حضرت جبریل علیہ السلام کو دیکھا جن کے چھ سو بازو تھے [3] (مسلم بخاری) اور ترمذی کی روایت میں ہے فرمایا دل نے نہ جھٹلایا

[1] خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ام المومنین حضور کے دیدار الٰہی کا انکار فرماتی ہیں کیونکہ آپ جسمانی معراج کی قائل نہیں بعض صحابہ نے دل سے دیدار مانا ہے مگر عام صحابہ اور سارے بعد کے مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ حضور انور نے رب کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اسی طرح کہ دل ہوش میں رہا اور ایسا ٹکٹکی باندھ کر دیکھا کہ پلک بھی نہ مارا۔ مازاغ البصر وما طغٰی الحمد للہ کہ فقیر بےنوا بندہ گنہگار احمد یار نے دیدار کا مضمون آخر ماہ رمضان مبارک سنہ ۱۳۸۲ھ میں لکھا اللہ تعالٰی اسے قبول فرمائے اور اس گنہگار کو اپنے اور اپنے محبوب کے دیدار سے سرشار فرما دے کہ ہم فقیروں کی یہ معراج ہے۔ شعر

تیری معراج کہ تو لوح و قلم تک پہنچا　میری معراج کہ میں تیرے قدم تک پہنچا

[2] قاب قوسین کے متعلق صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ دو کمانیں مل کر دائرہ بن جاتا ہے جس کے بیچ میں مرکز ہوتا ہے جب کسی سے معانقہ کیا جائے گلے لگایا جائے تو دونوں ہاتھوں کا دائرہ اس کی پیٹھ پر بناتے ہیں اور اسے گلے لگاتے ہیں مصافحہ میں قدرے دور کی ملاقات ہوتی ہے مگر معانقہ میں اتصال کی ملاقات نور الٰہی رحمت الٰہی نے اس رات اپنے محبوب کو اپنی آغوش میں اس طرح لیا کہ رحمت خداوندی دائرہ تھی اور محبوب اس کا مرکز کہ ہر طرف رب کی رحمت اس کا نور بیچ میں حضور مصطفٰے کا ظہور صلی اللہ علیہ وسلم [3] یعنی ان آیات میں ساری ضمیریں حضرت جبریل علیہ السلام کی طرف ہیں وہ حضور سے قریب ہوئے انہیں حضور نے دیکھا وہ ہی دو کمانوں کے برابر ہوئے لیکن اس تفسیر میں مشکل یہ ہوگی کہ ان آیات میں ایک آیت ہے فاوحی الی عبدہ ما اوحی عبدہ کی ضمیر حضور کی طرف نہیں لوٹ سکتی کیونکہ حضور انور اللہ کے بندے ہیں نہ کہ جبریل علیہ السلام کے وہ آیت بتا رہی ہے کہ یہ ساری ضمیریں اللہ تعالٰی کی طرف ہیں جیسے علمہ شدید القوی میں بیان فرمایا ہم ابھی کچھ پہلے اس کی تحقیق کرچکے ہیں

الْفُؤَادُ مَا رَاٰی قَالَ رَاٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ جِبْرَئِیْلَ فِیْ حُلَّةٍ مِنْ رَفْرَفٍ قَدْ مَلَأَ مَا بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلَهٗ وَلِلْبُخَارِیِّ فِیْ قَوْلِهٖ لَقَدْ رَاٰی فِیْ حُلَّةٍ مِنْ رَفْرَفٍ قَدْ مَلَأَ بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلَهٗ لِلْبُخَارِیِّ فِیْ قَوْلِهٖ لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْکُبْرٰی قَالَ رَاٰی رَفْرَفًا اَخْضَرَ سَدَّ اُفُقَ السَّمَآءِ وَسُئِلَ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنْ قَوْلِهٖ تَعَالٰی اِلٰی رَبِّهَا

جو دیکھا فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل کو باریک ریشم کے جوڑے میں دیکھا کہ انہوں نے آسمان و زمین کو بھر دیا تھا[1] اور ترمذی و بخاری کی روایت میں ہے رب کے اس فرمان کے متعلق بیشک ریشمی جوڑے میں دیکھا کہ انہوں نے آسمان و زمین کے درمیان کو بھر دیا تھا اور بخاری کی روایت میں اس آیت کے متعلق ہے کہ بیشک اپنے رب کی بڑی نشانیاں دیکھیں۔ فرمایا آپ نے باریک سبز ریشم دیکھا جس نے آسمان کا کنارہ بھر دیا تھا[2] اور حضرت مالک ابن انس سے باری تعالٰی کے قول الی ربہا

نیز اس کی تحقیق ہماری کتاب شان حبیب الرحمٰن میں مطالعہ فرمائیے۔

[1] تحقیق یہ ہے کہ رفرف جمع ہے اس کا واحد ہے رفرفہ۔ دوسری جمع رفارف ہے۔ اس کے لفظی معنی ہیں بستر رب فرماتا ہے متکئین علی رفرف خضر۔ حضرت جبریل کے پر پھیلانے پر وسیع بستر محسوس ہوتے تھے اس سے رفرف کا لفظ فرمایا۔ باب پر پردے کے پر کہتے ہیں لباس کے جونسے نرم کپڑے وغیرہ کو بھی رفرف کہتے ہیں یہاں رفرف بمعنی سبز ہے کیونکہ ساتھ ہی خضر فرمایا گیا ہے

[2] خلاصہ کلام یہ ہے کہ دیدار الٰہی کے متعلق صحابہ کرام کے تین قول ہیں ایک یہ کہ معراج میں یا کبھی اور دیدار مطلقًا نہ ہوا یہ قول حضرت عائشہ صدیقہ کا ہے دوسرے یہ کہ دل سے رب کو دیکھا نہ کہ آنکھوں سے یعنی بصیرت سے دیکھا بصارت سے نہیں۔ یہ قول حضرت ابن مسعود کی طرف منسوب ہے۔ تیسرے یہ کہ حضور انور نے اپنی آنکھوں سے رب کا دیدار کیا یہ آخری قول جمہور صحابہ کا ہے حضرت ابن عباس سے یہ ہی مروی ہے وہ سورہ والنجم کی آیات کی تفسیر میں یہی فرماتے ہیں حضرت عبداللہ ابن عمر پہلے اس دیدار کے منکر تھے بعد میں حضرت ابن عباس کے قول کی طرف رجوع فرمایا حضرت عائشہ صدیقہ نے اس انکار کی کوئی دلیل نہیں دی صرف اپنے اجتہاد سے انکار فرمایا حضرت ابن عباس کا یہ فرمان صرف اجتہاد سے نہیں فرما سکتے بلکہ کسی روایت کی بنا پر ہی کہہ سکتے ہیں۔ (اشعہ)

نَاظِرَةٌ فَقِيْلَ قَوْمٌ يَقُوْلُوْنَ اِلٰى ثَوَابِهٖ فَقَالَ مَالِكٌ كَذَبُوْا فَاَيْنَ هُمْ عَنْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ قَالَ مَالِكٌ النَّاسُ يَنْظُرُوْنَ اِلَى اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ بِاَعْيُنِهِمْ وَقَالَ لَوْ لَمْ يَرَ الْمُؤْمِنُوْنَ رَبَّهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَمْ يُعَيِّرِ اللّٰهُ الْكُفَّارَ بِالْحِجَابِ فَقَالَ كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ رَوَاهُ فِىْ شَرْحِ السُّنَّةِ ۔ وَعَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ناظرہ کے متعلق پوچھا گیا کہا گیا کہ ایک قوم کہتی ہے کہ لوگ رب کے ثواب کو دیکھیں گے[۱] امام مالک نے فرمایا جھوٹ کہا وہ اس فرمان باری سے ․ جا رہے ہیں کہ خبردار وہ اس دن اپنے رب سے حجاب میں ہوں گے․ امام مالک نے فرمایا[۲] کہ قیامت کے دن لوگ اللہ تعالٰی کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے․ فرمایا اگر قیامت کے دن مومن اپنے رب کو نہ دیکھتے تو اللہ تعالٰی کفار کو حجاب سے عار نہ دلاتا[۳] اس نے فرمایا کہ وہ اس دن اپنے رب سے حجاب میں ہوں گے[۴] (شرح سنہ) روایت ہے حضرت جابر سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی

[۱] معتزلہ، خوارج دیدار الٰہی کے انکاری ہیں کہ جنت میں کسی کو رب کا دیدار نہیں ہوگا․ ان کا ہی یہ قول ہے وہ ہی حضرت امام مالک کے سامنے پیش کیا گیا کہ وہ اس آیت کے یہ ہی معنی کرتے ہیں یہ تاویل نہیں تحریف ہے۔

[۲] یعنی اگر اس آیت میں دیدار الٰہی سے مراد اللہ کا ثواب دیکھنا ہے تو اس آیت کے کیا معنی کریں گے کہ کفار رب سے حجاب میں ہوں گے جس سے معلوم ہو رہا ہے کہ مومنین حجاب میں نہ ہوں گے اس کا دیدار کریں گے سبحان اللہ کیسا پیارا جواب ہے۔

[۳] خلاصہ یہ ہے کہ جیسے جنتیوں کے لیے دیدار الٰہی ساری نعمتوں سے افضل و اعلیٰ نعمت ہے ایسے ہی دوزخیوں کے لیے دیدار سے محرومی سارے عذابوں سے بدتر عذاب ہوگا کہ محبوب کا فراق بھی بڑا عذاب ہے۔

[۴] یہاں اس دن سے مراد یا دوزخ میں کفار کے داخلہ کے بعد کا دن ہے اس دن کی انتہا کبھی نہیں تب تو آیت بالکل ظاہر ہے اور اگر قیامت کا دن مراد ہے تو مطلب یہ ہے کہ رب کی نظر کرم سے حجاب میں ہوں گے ورنہ قہر کا دیدار تو قیامت کے دن کفار کو بھی ہوگا․ جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے۔

بَيْنَا أَهْلُ الْجَنَّةِ فِي نَعِيمِهِمْ إِذْ سَطَعَ لَهُمْ نُورٌ فَرَفَعُوا رُؤُسَهُمْ فَإِذَا الرَّبُّ قَدْ أَشْرَفَ عَلَيْهِمْ مِنْ فَوْقِهِمْ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ قَالَ وَذٰلِكَ قَوْلُهُ تَعَالٰى سَلَامٌ قَوْلًا مِنْ رَبٍّ الرَّحِيمِ قَالَ فَيَنْظُرُ إِلَيْهِمْ وَيَنْظُرُونَ إِلَيْهِ فَلَا يَلْتَفِتُونَ إِلٰى شَيْءٍ مِنَ النَّعِيمِ مَا دَامُوا يَنْظُرُونَ إِلَيْهِ حَتّٰى يَحْتَجِبَ عَنْهُمْ وَيَبْقٰى نُورُهُ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ ۔ بَابُ صِفَةِ النَّارِ

کہ جبکہ جنتی لوگ اپنی نعمتوں میں ہوں گے کہ اچانک ان کے سامنے ایک نور چمکے گا[1] یہ اپنے سر اٹھائیں گے تو اچانک اللہ تعالیٰ ان پہ ان کے اوپر سے متوجہ ہوگا[2] فرمائے گا تم پر سلامتی ہو اے جنت والو[3] فرمایا یہی وہ رب کا فرمان ہے سلام کا کلام ہوگا۔ مہربان رب کی طرف سے فرمایا پھر ان کی طرف نظر فرمائے گا وہ رب کو دیکھیں گے تو جب تک رب کو دیکھتے رہیں گے کسی نعمت کی طرف التفات نہ کریں گے[4] یہاں تک کہ ان سے حجاب فرمائے گا۔ اور اس کا نور باقی رہے گا[5] (ابن ماجہ) آگ اور

[1] یعنی جنتی لوگ [illegible] کھانے اپنے بال بچوں میں شغل خدام سے خدمت لینے اور دیگر نعمتوں میں مشغول ہوں گے کہ ایک نئے قسم کا نور اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے۔

[2] یہ نور اس کی تجلی کی جھلک ہوگی۔ خیال رہے کہ اللہ سمت سے یعنی اوپر نیچے ہونے سے پاک ہے اس کا اوپر تجلی فرمانا ایسا ہوگا جیسے موسیٰ علیہ السلام پر طور سے تجلی فرمانا یا وادی سینا میں درخت پر سے کلام فرمانا کہ طور اور درخت کی تجلی گاہ الٰہی تھے نہ کہ اس کا مکان۔

[3] یہ کلام یا تو رب تعالیٰ کی طرف سے خوشخبری ہے کہ تم ہمیشہ ہر آفت سے سلامت ہو یا اظہار کرم ہے غرضکہ دعا نہیں کہ اللہ تعالیٰ دعا مانگنے سے پاک ہے اس کے معنی ہیں تم پر سلامتی ہے یا تم پر سلامتی ہو عرب میں یہ دعائیہ کلمہ اظہار محبت کے لیے ہوتا ہے۔

[4] مرقات نے فرمایا کہ یہ وہ معمولی درجے کے جنتی ہوں گے جو نعمتوں میں مشغول ہو کر اس طرف سے غافل ہو گئے تھے مست الست والے ہر وقت ادھر ہی متوجہ رہیں گے۔

[5] جیسے کہ آفتاب غروب ہونے کے بعد اس کا نور بہت دیر تک رہتا ہے یا یہ مطلب ہے کہ ان کے جسم اور روح و دل پر اس نور کی تجلی رہے گی۔

وَاَهْلِهَا اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَارُكُمْ جُزْءٌ مِّنْ سَبْعِیْنَ جُزْءً مِّنْ نَارِ جَهَنَّمَ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنْ كَانَتْ لَكَافِیَةً قَالَ فُضِّلَتْ عَلَیْهِنَّ بِتِسْعَةٍ وَّسِتِّیْنَ جُزْءً كُلُّهُنَّ مِثْلُ حَرِّهَا مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ وَاللَّفْظُ لِلْبُخَارِیِّ وَفِیْ رِوَایَةِ مُسْلِمٍ نَارُكُمُ الَّتِیْ یُوْقِدُ ابْنُ اٰدَمَ وَفِیْهَا عَلَیْهَا وَكُلُّهَا

آگ والوں کا بیان [1] پہلی فصل، روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہاری آگ دوزخ کی آگ کا سترواں جزو ہے [2] عرض کیا گیا یارسول اللہ یہ ہی آگ کافی تھی [3] فرمایا وہ آگ ان آگوں سے انہتر درجہ زیادہ تیز رکھی گئی ہے ہر درجہ اس آگ کی مثل ہے [4] (مسلم بخاری) اور یہ الفاظ بخاری کے ہیں اور مسلم کی روایت میں ہے تمہاری وہ آگ جسے انسان جلاتا ہے اور اسی روایت میں علیہن اور

[1] نار اور نور دونوں کا مادہ ایک ہے نار کی جمع نیران ہے اور نور کی جمع نیار یا انوار ہے نار کے معنی ہیں آگ نور کے معنی ہیں روشنی شریعت میں جہاں نار آتا ہے اس سے مراد دوزخ کی آگ ہوتی ہے اہل نار سے مراد کفار ہوتے ہیں جو ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے گنہگار مسلمان اگرچہ کچھ دن دوزخ میں رہیں گے مگر وہ اہل نار نہیں کہے جاتے اہل خانہ وہ ہوتے ہیں جو گھر میں ہمیشہ رہیں چند روزہ مہمان اہل خانہ نہیں ہوتا۔ ایسے ہی اہل نار وہ ہی ہے جو ہمیشہ دوزخ میں رہے۔

[2] یعنی دوزخ کی آگ کی تیزی دنیا کی آگ سے سترگنا ہے جیسے دنیا کی آگیں مختلف قسم کی گرم ہوتی ہیں کہ گھاس پھوس کی آگ ہلکی ہوتی ہے کیکر وغیرہ کی لکڑی کی آگ تیز ہوتی ہے ویلڈنگ کی آگ بہت ہی سخت تیز ہوتی ہے جو لوہے تانبہ کو بھی گلا دیتی ہے یوں ہی وہ آگ یہاں کی اعلیٰ سے اعلیٰ آگ سے سترگنا زیادہ ہوگی۔

[3] یعنی یہ ہی دنیا کی آگ لوگوں کو جلا دینے کے لیے کافی تھی یہ ہی آگ جلا کر راکھ کر ڈالتی ہے۔

[4] جواب کا مقصد یہ ہے کہ دنیا کی آگ ضرورت پوری کرنے کے لیے ہے مگر وہ آگ سزا دینے کے لیے ہے اس لیے اتنی سخت تیز رکھی گئی۔

بَدَلَ عَلَيْهِنَّ وَكُلِّهِنَّ • وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُؤْتٰى بِجَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لَهَا سَبْعُوْنَ اَلْفَ زِمَامٍ مَعَ كُلِّ زِمَامٍ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ يَجُرُّوْنَهَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ • وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَهْوَنَ اَهْلِ النَّارِ عَذَابًا مَنْ لَهٗ نَعْلَانِ وَشِرَاكَانِ مِنْ نَارٍ يَغْلِيْ مِنْهُمَا

اور ان سب کی عوض علیہا اور کلہا ہے [1] روایت ہے ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اس دن دوزخ لائی جائے گی جس کی [2] ستر ہزار لگامیں ہوں گی ہر لگام کے ساتھ ستر ہزار فرشتے ہوں گے جو اسے کھینچیں گے [3] (مسلم) روایت ہے حضرت نعمان ابن بشیر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دوزخیوں میں سب سے ہلکے عذاب والا وہ ہوگا جس کے لیے آگ کا جوتا اور دو تسمے ہوں گے جس سے اس کا

[1] ان دونوں روایتوں میں فرق صرف ضمیروں کا ہے کہ اس روایت میں تمام ضمیریں واحد مونث کی ہیں اور اس روایت میں جمع مونث کی باقی مطلب دونوں کا ایک ہی ہے امام غزالی نے احیاء العلوم میں فرمایا کہ دوزخ کی آگ سے کوئی نسبت نہیں حضور انور کا یہ فرمان عالی سمجھانے کے لیے ہے کہ دنیا میں سخت تر چیز آگ ہی ہے۔

[2] اس فرمان عالی سے معلوم ہوتا ہے کہ دوزخ پیدا ہو چکی ہے نیز وہ اس وقت اس جگہ نہیں جہاں قیامت کے بعد ہوگی یعنی محشر اور جنت کے درمیان راستہ میں ابھی یہ کسی اور جگہ ہے اس دن ملائکہ اسے کھینچ کر وہاں پہنچائیں گے جہاں اس نے رہنا ہے اس کی تائید قرآن کریم کی اس آیت سے ہے وَجِيْٓءَ يَوْمَئِذٍۭ بِجَهَنَّمَ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج میں دوزخ کی سیر فرمائی۔ اس جگہ جہاں وہ تھی آج اتنا بڑا سورج کس قدر تیزی سے حرکت کر رہا ہے یوں ہی دوزخ اپنی جگہ سے ہٹا کر لائی جائے گی۔

[3] یہ فرمان عالی بالکل ظاہر پر ہے۔ کسی طرح کی تاویل کی ضرورت نہیں وہ لگامیں کتنی بڑی ہوں گی کتنی مضبوط ہوں گی یہ رب تعالٰی ہی جانتا ہے اور ہر لگام پر کتنے کتنے فرشتے مقرر ہوں گے یہ بھی اللہ رسول ہی جانتے ہیں جنت اسی جگہ رہے گی جہاں پہلے سے تھی۔

دِمَاغُهٗ كَمَا يَغْلِي الْمِرْجَلُ مَا يُرٰى اَنَّ اَحَدًا اَشَدُّ مِنْهُ عَذَابًا وَاِنَّهٗ لَاَهْوَنُهُمْ عَذَابًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ • وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَهْوَنُ اَهْلِ النَّارِ عَذَابًا اَبُوْ طَالِبٍ وَهُوَ مُنْتَعِلٌ بِنَعْلَيْنِ يَغْلِيْ مِنْهُمَا دِمَاغُهٗ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ • وَعَنْ

دماغ کھولتا ہے جیسے ہانڈی کھولتی ہے[1] وہ نہ سمجھے گا کہ کوئی بھی اس سے سخت تر عذاب والا ہے حالانکہ وہ ان سب میں ہلکے عذاب والا ہوگا[2] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ دوزخیوں میں سب سے ہلکے عذاب والے ابو طالب ہوں گے[3] وہ دو جوتے پہنے ہوں گے جن سے ان کا دماغ کھولتا ہوگا (بخاری)
روایت ہے

[1] یعنی دوزخ کے مختلف طبقے ہیں ہر طبقہ کا عذاب مختلف ہے اوپر کے طبقہ کا عذاب نیچے سے ہلکا ہوگا اوپر کے طبقے کے دوزخیوں میں بعض لوگ ایسے ہوں گے جن کا ذکر یہاں ہے خیال رہے کہ اگر کالا دانہ پاؤں کی انگلی میں نکل آئے تو اس سے سر چکراتا ہے مریض کہتا ہے میری کھوپڑی پھٹی جا رہی ہے اس کا نمونہ دنیا میں ہی قائم ہے لہذا اس حدیث پر اعتراض نہیں کہ سر کا پاؤں سے کیا تعلق ہے آگ کی جوتی یا تو انگاروں سے بنی ہوئی جوتی ہوگی یا آگ سے تپائی ہوئی جوتی پہلے معنی زیادہ ظاہر ہیں یعنی اس کے صرف پاؤں میں آگ ہوگی باقی جسم میں نہیں۔

[2] یعنی یہ دوزخی سمجھے گا کہ سب سے زیادہ سخت عذاب مجھ پر ہی ہے مگر واقعہ یہ ہوگا کہ سب سے ہلکا عذاب اسے ہوگا۔

[3] کیونکہ ابو طالب اگرچہ شرعاً مسلمان نہ بنے مگر انہوں نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی بہت ہی خدمت کی حتی کہ حضور انور نے اپنی یتیمی کا زمانہ عبدالمطلب کے بعد انہیں کے پاس گزارا رب نے فرمایا الم یجدک یتیما فاوی اس کے نتیجہ میں ان کا عذاب ہلکا ہوگا۔ معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت وہ عمل ہے جو کافروں کے بھی کام آ جاتا ہے مگر بغیر شرعی ایمان لائے جنت کا داخلہ میسر نہ ہوگا۔ لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں وقدمنا الی ما عملوا فجعلنٰہ ھباءً منثورا کیونکہ وہاں کفار کے نیک اعمال کو بکھرے ہوئے ریزوں کی طرح برباد کر دیا کہ وہاں بخشش کی نفی ہے اور یہاں ہے عذاب ہلکا ہونے کا ذکر ہے ابولہب کو دوشنبہ کے دن عذاب ہلکا کر دیا جاتا ہے اور اسے کلمہ کی انگلی چوسنے پر پانی ملتا ہے دیکھو بخاری شریف۔ کیونکہ اس نے حضور کی ولادت شریفہ کی خوشی منائی تھی۔ جب خدمت گار اور خوشی منانے والے کفار پر یہ کرم ہے تو جو مسلمان آج حضور کے دین کی خدمت کریں ان پر کرم کیوں نہ ہوگا۔ شعر

أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُؤْتٰى بِأَنْعَمِ أَهْلِ الدُّنْيَا مِنْ أَهْلِ النَّارِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَيُصْبَغُ فِي النَّارِ صَبْغَةً ثُمَّ يُقَالُ يَا ابْنَ اٰدَمَ هَلْ رَأَيْتَ خَيْرًا قَطُّ هَلْ مَرَّ بِكَ نَعِيْمٌ قَطُّ فَيَقُوْلُ لَا وَاللّٰهِ يَا رَبِّ وَيُؤْتٰى

حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کے دن عیش والے دنیادار دوزخی کو لایا جاوے گا۔ اسے آگ میں ایک بار غوطہ دیا جاوے گا[1] پھر کہا جاوے گا اے انسان کیا تو نے کبھی کوئی بھلائی دیکھی تھی کیا تجھ پر کبھی کوئی نعمت آئی تھی وہ کہے گا یارب واللہ کبھی نہیں[2] اور دنیا

دوستاں را کجا کنی محروم تو کہ با دشمناں نظر داری

یہ حدیث احمد نے بھی روایت کی (مرقات) خیال رہے کہ ابو طالب کے ایمان کے متعلق علماء اہل سنت میں اختلاف ہے علامہ احمد دحلان رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کتاب لکھی ہے اسنی المطالب فی ایمان ابی طالب وہاں ان کا ایمان ثابت فرمایا ہے صاحب تفسیر روح البیان نے فرمایا کہ وہ شرعًا مومن نہ تھے کہ انہوں نے صراحۃً کلمہ نہ پڑھا مگر عند اللہ مومن تھے ان بزرگوں کے نزدیک ابو طالب کو یہ عذاب عارضی ہوگا جیسے بعض گنہگار مسلمانوں کو اور وہ اللہ تعالٰی کے اس لپ کے ذریعہ دوزخ سے نکالے جائیں گے جو شفاعتیں ختم ہو جانے پر رب تعالٰی دوزخیوں سے بھرا ہوا اپنا ایک لپ جنت میں ڈالے گا۔ عام علماء فرماتے ہیں کہ ان کا ایمان ثابت نہیں۔ خیال رہے کہ کوئی شخص ان پر زبان طعن دراز نہ کرے وہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے بڑے ہی خدمت گذار ہیں حضور کو اپنے ساتھ لے کر سونے والے حضور کی خاطر کفار مکہ کے ہاتھوں بہت ہی دکھ درد سہنے والے ممکن ہے کہ ان پر طعن کرنے سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو دکھ ہو ہم اپنی فکر کریں کہ ہمارا انجام کیا ہوگا۔

[1] یہ واقعہ بعد قیامت ہوگا نہ کہ قبر میں کیونکہ دوزخ میں داخلہ اس وقت ہے قبر میں تو صرف دوزخ یا جنت کی کھڑکی کھل جاتی ہے۔

[2] پتہ لگا کہ دنیا کے عمر بھر کے عیش و آرام وہاں کے منٹ بھر کے ایک غوطہ پر بھول جائیں گے وہ تو بڑی سخت جگہ ہے دنیا میں کوئی خاص مصیبت پڑے تو سارے عیش فراموش ہو جاتے ہیں۔

أَشَدِّ النَّاسِ بُؤْسًا فِي الدُّنْيَا مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَيُصْبَغُ صَبْغَةً فِي الْجَنَّةِ فَيُقَالُ لَهُ يَا ابْنَ آدَمَ هَلْ رَأَيْتَ بُؤْسًا قَطُّ وَهَلْ مَرَّ بِكَ شِدَّةٌ قَطُّ فَيَقُولُ لَا وَاللّٰهِ يَا رَبِّ مَا مَرَّ بِي بُؤْسٌ قَطُّ وَلَا رَأَيْتُ شِدَّةً قَطُّ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَقُولُ اللّٰهُ لِأَهْوَنِ أَهْلِ النَّارِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَوْ أَنَّ لَكَ مَا فِي الْأَرْضِ مِنْ شَيْءٍ أَكُنْتَ تَفْتَدِي بِهِ فَيَقُولُ نَعَمْ فَيَقُولُ أَرَدْتُ

میں سخت مصیبت زدہ جنتی کو لایا جاوے گا اسے جنت میں ایک غوطہ دیا جاوے گا[1] پھر اس سے کہا جاوے گا۔ اے انسان تو نے کبھی کوئی تکلیف دیکھی تھی۔ تجھ پر کبھی کوئی سختی آئی تھی وہ کہے گا یارب واللہ کبھی نہیں[2] مجھ پر کبھی کوئی تکلیف آئی نہ میں نے کبھی کوئی سختی دیکھی[3] (مسلم) روایت ہے انہیں سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں اللہ تعالٰی قیامت کے دن ہلکے عذاب والے دوزخی سے کہے گا

اگر تیرے پاس ساری

زمین کی

چیزیں ۔

[1] یا تو حوض کوثر میں یا وہاں کی ہوا اور دوسری نعمتوں میں غوطہ دئیے جانے سے مراد ہے وہاں کی ہوا کا جھونکا دینا وہاں داخل فرماکر اس کی تجلی دکھانا۔ [2] معلوم ہوا کہ وہاں کے عیش کی ایک جھلک وہاں کی ہوا کا ایک جھونکا عمر بھر کے دنیاوی غموں تکلیفوں کو بھلا دے گا انسان کو چاہیے کہ اس طرف دل لگائے۔ خیال رہے کہ یہ عرض معروض جھوٹ نہ ہوگی بلکہ واقعی وہ شخص ان مصیبتوں کو بھول ہی جاوے گا اس بنا پر یہ کہے گا۔

[3] اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ میں نے دنیا میں جو مصیبتیں دیکھیں وہ درحقیقت مصیبتیں ہی نہ تھیں کیونکہ ان کا انجام یہ نعمتیں تھیں یا یہ مطلب ہے کہ ان مصیبتوں کو بھول ہی گیا ان نعمتوں کی خوشی میں۔

[4] دنیا میں انسان بیماریوں، مصیبتوں کو پیشہ کے ذریعہ دفع کرتا تھا جان پر مال قربان کرتا تھا گرفتاری کو مالداری کے ذریعہ مال دے کر دفع کرتا تھا اسی قاعدے سے رب تعالٰی پوچھے گا کہ اگر تیرے پاس روئے زمین کی دولت ہوتی اور تو وہ سب کچھ دے کر اس سے بچ سکتا تو کیا تو دیدیتا وہ بندہ فوراً کہے گا یارب میں ایسا ضرور کرتا یہ تو بہت سستا سودا تھا کہ مال دے کر میں اپنی جان عم

مِنْكَ اَهْوَنَ مِنْ هٰذَا وَاَنْتَ فِيْ صُلْبِ اٰدَمَ اَنْ لَّا تُشْرِكَ بِيْ شَيْئًا فَاَبَيْتَ اِلَّا اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ • وَعَنْ سَمُرَةَ ابْنِ جُنْدَبٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مِنْهُمْ مَنْ تَاْخُذُهُ النَّارُ اِلٰى كَعْبَيْهِ وَمِنْهُمْ مَنْ تَاْخُذُهُ

تجھ سے اس سے آسان چیز طلب کی تھی جبکہ تو آدم علیہ السلام کی پیٹھ میں تھا کہ تو کسی چیز کو میرا شریک نہ مان تو میرے شریک ٹھہرانے کے سوا انکاری ہو گیا (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت سمرہ ابن جندب سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بعض دوزخی وہ ہوں گے جنہیں ٹخنوں تک آگ پکڑے ہوگی اور بعض وہ ہوں گے جنہیں ان کے گھٹنوں

عذاب سے بچالیتا حکایت: ہارون رشید بادشاہ نے پینے کے لیے پانی کا پیالہ ہاتھ میں لیا ایک عالم صاحب نے پوچھا اے سلطان اگر تو جنگل میں پیاس سے مر رہا ہو پانی موجود نہ ہو تو تو یہ پیالہ پانی کتنی قیمت سے خرید سکتا ہے جان بچانے کے لیے۔ جواب دیا کہ آدھی سلطنت سے اس نے پوچھا اچھا اگر تو یہ پانی خرید کر پی لے تیرے پیٹ میں پہنچ کر یہ پانی رک جائے پیشاب بند آئے تکلیف سے تیری جان نکلتی ہو تو تو ڈاکٹر کو کتنی فیس دے کر پیشاب نکلوا سکتا ہے۔ سلطان نے کہا بقیہ آدھی سلطنت۔ عالم صاحب نے کہا کہ غور کر لے تیری ساری بادشاہت ایک پیالہ پانی پیٹ میں جانے وہاں سے نکلنے پر قربان ہے اب تو جتنا چاہے اس سلطنت پہ ناز کر۔

۱؎ یعنی میثاق کے دن ہم نے تجھ سے اپنی وحدانیت کا اقرار کرایا الست بربکم پھر دنیا میں تجھے یہ میثاق یاد دلانے اور اپنے احکام پہنچانے کے لیے تیرے پاس اپنے نبی بھیجے تجھے کفر گناہ سے بچنے کا حکم دیا یہاں ارادے سے مراد حکم اور مطالبہ ہے نہ کہ ارادہ الٰہیہ کیونکہ اللہ کے ارادہ کے خلاف ہونا بالکل ناممکن ہے۔ فرماتا ہے۔ لوشاء اللہ لھدی الناس جمیعا اور فرماتا ہے ولوشاء اللہ ما اقتتلوا اور فرماتا ہے لوشاء اللہ لجمعھم علی الھدی۔ ہاں امر الٰہی کے خلاف لوگ دن رات حرکتیں کر رہے ہیں ارادہ اور امر الٰہی میں بڑا فرق ہے لہذا حدیث واضح ہے ارادہ بمعنی امر ہے۔

۲؎ ان جیسی احادیث اور آیات میں شرک سے مراد کفر ہوتا ہے کہ کفر ہی دائمی دوزخی ہونے کا ذریعہ ہے شرک کفر کی ایک قسم ہے کسی کو اللہ تعالیٰ کی برابر جاننا یا اللہ تعالیٰ کو کسی کی برابر ماننا شرک ہے افنسویکم برب العالمین اور فرماتا ہے ثم الذین کفروا بربھم یعدلون کفر کے معنی ہیں اسلام کے قطعی عقیدے کا انکار، ہر کفر دوزخ میں ہمیشگی کا سبب ہے وہ ہی یہاں مراد ہے یعنی تو نے دنیا میں کفر ہی کیا۔

النَّارُ إِلَى رُكْبَتَيْهِ وَمِنْهُمْ مَنْ تَأْخُذُهُ النَّارُ إِلَى حُجْزَتِهِ وَمِنْهُمْ مَنْ تَأْخُذُهُ النَّارُ إِلَى تَرْقُوَتِهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ مَنْكِبَيِ الْكَافِرِ فِي النَّارِ مَسِيرَةُ ثَلٰثَةِ أَيَّامٍ لِلرَّاكِبِ الْمُسْرِعِ وَفِي رِوَايَةٍ ضِرْسُ الْكَافِرِ مِثْلُ أُحُدٍ وَغِلَظُ

تک آگ پکڑے ہوگی اور بعض وہ ہوں گے جنہیں ان کی کمر تک آگ پکڑے ہوگی اور بعض وہ ہوں گے جنہیں آگ ان کے گلے تک پکڑے ہوگی۱ (مسلم) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ دوزخ میں کافر کے دو کندھوں کے درمیان فاصلہ تیز سوار کی تین دن کی راہ کا ہوگا۲ اور ایک روایت میں ہے کہ کافر کی ڈاڑھ احد پہاڑ کی طرح ہوگی۳ اور اس کی کھال

۱ یعنی دوزخی لوگوں کو عذاب تو پورے جسم کو ہوگا مگر مختلف طریقوں کا ہوگا جیسا کافر ویسا اس کا عذاب دوزخ کی آگ کا تو ایک انگارا ہی سزا کے لیے کافی ہے جس کے گلے تک آگ ہو۔ غور کرلو اس کا حال کیا ہوگا اللہ تعالٰی اس آگ سے بچائے یہ آگ کفار کو بھی پہنچے گی اور بعض گنہگار مومنوں کو بھی مگر مومنوں کو کچھ دن کے لیے کفار کو ہمیشہ کے لیے اور بھی کئی طرح فرق ہوگا۔ ترقوۃ وہ ہڈی ہے جو گلے اور گردن کے درمیان ہے جسے ہندی میں ٹیٹوا کہتے ہیں فارسی میں چنبر (مرقات ملخصًا)

۲ یعنی دوزخ میں پہنچ کر کافر کا جسم بہت ہی بڑا ہوجائے گا جس سے جسم کو آگ بھی زیادہ گھیرے گی تکلیف بھی زیادہ ہو۔ وہ جو حدیث شریف میں ہے کہ متکبر لوگ چیونٹیوں کی طرح ہوں گے وہاں محشر کے میدان کا ذکر ہے۔ کہ وہ محشر میں چھوٹے ذلیل بے مقدار ہوں گے۔ دوزخ میں پہنچ کر بڑے موٹے ہوجائیں گے لہذا احادیث میں تعارض نہیں نیز یہ جسم کی موٹائی کفار کے لیے ہوگی گنہگار مومنوں کے لیے نہیں (مرقات)

۳ احد مدینہ منورہ کے مشہور پہاڑ کا نام ہے چونکہ وہ کسی پہاڑ سے ملا ہوا نہیں اس لیے احد کہلاتا ہے احد کے معنی ہیں اکیلا۔ جب کافر کے منہ کی ایک ڈاڑھ احد پہاڑ جیسی تو سوچ لو کہ اس کا منہ کیسا ہوگا۔ پھر جسم کتنا بڑا ہوگا۔ اس کی شکل بھی انسانوں کی سی نہ ہوگی۔ کتوں گدھوں سوروں کی شکل میں ہوں گے۔

جِلْدِہٖ مَسِیْرَۃَ ثَلٰثٍ رَوَاہُ مُسْلِمٌ وَذُکِرَ حَدِیْثُ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اِشْتَکَتِ النَّارُ اِلٰی رَبِّھَا فِیْ بَابِ تَعْجِیْلِ الصَّلٰوۃِ اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اُوْقِدَ عَلَی النَّارِ اَلْفَ سَنَۃٍ حَتّٰی احْمَرَّتْ ثُمَّ اُوْقِدَ عَلَیْھَا اَلْفَ سَنَۃٍ حَتّٰی ابْیَضَّتْ ثُمَّ اُوْقِدَ عَلَیْھَا اَلْفَ سَنَۃٍ حَتّٰی اسْوَدَّتْ فَھِیَ سَوْدَاءُ مُظْلِمَۃٌ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ

کی موٹائی تین دن کی راہ ہے (مسلم) اور حضرت ابوہریرہ کی حدیث کہ آگ نے اپنے رب سے شکایت کی تعجیل نماز کے بیان میں ذکر کردی گئی ۱؎ دوسری فصل روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا دوزخ کی آگ پر ایک ہزار سال تک دھونکا گیا حتی کہ سرخ ہوگئی ۲؎ پھر اس پر ایک ہزار سال تک دھونکا گیا حتی کہ سفید ہوگئی ۳؎ پھر اس پر ایک ہزار سال تک دھونکا گیا حتی کہ سیاہ ہوگئی چنانچہ وہ سیاہ تاریک ہے ۴؎ (ترمذی)

۱؎ حدیث کے بالکل ظاہری معنی پر ہی ایمان لانا چاہیے بلاوجہ کسی قسم کی تاویل ایچ پیچ ہیر پھیر نہیں کرنا چاہیے اللہ تعالٰی ہر چیز پر قادر ہے۔ میں نے مچھلی کا ایک کانٹا موٹے شہتیر کی برابر دیکھا ہے۔

۲؎ یعنی وہ حدیث مصابیح میں یہاں تھی میں نے اس جگہ بیان کردی۔ یہاں سے ہٹالی۔ کیونکہ اس باب سے زیادہ مناسب تھی۔

۳؎ دھونکنے والے فرشتے تھے ان کی دھونکنیاں جن سے دھونکا رب جانتا ہے کتنی بڑی اور کس چیز کی تھیں آگ میں سرخی دھوئیں کی ملاوٹ سے ہوتی ہے دھوئیں سے خالص آگ سفید ہوتی ہے ویلڈنگ کی آگ کا رنگ دوسری آگوں سے مختلف ہوتا ہے۔

۴؎ دنیا کی آگ میں گرمی بھی ہے روشنی بھی۔ مگر دوزخ کی آگ میں گرمی تو غضب کی ہے روشنی کوئی نہیں اس فرمان عالی سے معلوم ہوتا ہے کہ دوزخ اور اس کی آگ پیدا ہوچکی ہے۔ رب فرماتا ہے اعدت للکافرین اہلسنت کا یہی مذہب ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضِرْسُ الْكَافِرِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِثْلُ اُحُدٍ وَفَخِذُهٗ مِثْلُ الْبَيْضَآءِ وَ مَقْعَدُهٗ مِنَ النَّارِ مَسِيْرَةُ ثَلٰثٍ مِثْلُ الرَّبَذَةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ • وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ غِلَظَ جِلْدِ الْكَافِرِ اِثْنَانِ وَاَرْبَعُوْنَ ذِرَاعًا وَاِنَّ ضِرْسَهٗ مِثْلُ اُحُدٍ وَاِنَّ مَجْلِسَهٗ مِنْ

روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کے دن[1] کافر کی ڈاڑھ احد پہاڑ کی طرح ہوگی اور اس کی ران بیضا پہاڑ کی طرح[2] اور اس کی آگ کی نشستگاہ ربذہ کی طرح تین دن کی راہ ہوگی[3] (ترمذی) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کافر کی کھال کی موٹائی بیالیس گز ہوگی[4] اور اس کی ڈاڑھ احد پہاڑ کی طرح اور اس کی دوزخ کی بیٹھک ایسی ہوگی

[1] قیامت کے دن سے اس دن کا آخری حصہ مراد ہے لہٰذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ قیامت کے دن متکبرین چیونٹیوں کی طرح ہوں گے اور ہوسکتا ہے کہ متکبر مغرور والے کافر چھوٹے ہوں دوسرے کافر بڑے جسم والے ہوں بہرحال دونوں حدیثیں صحیح ہیں۔

[2] بیضا اس پہاڑ کا نام ہے جو مکہ معظمہ کے پاس مقام تنعیم میں ہے جس کے دامن میں مسجد حضرت عائشہ واقع ہے جہاں سے عمرہ والے عمرہ کا احرام باندھتے ہیں یعنی دوزخی کی ران بیضاء پہاڑ کی طرح بڑی لمبی چوڑی ہوگی یہ فرمان عالی بالکل حق ہے واقعی ایسا ہی ہوگا۔

[3] ربذہ وہ ہی جگہ ہے جہاں حضرت ابوذر غفاری کا مزار مبارک ہے یہ جگہ مکہ معظمہ سے قریب ہے مگر مدینہ منورہ سے دور ہے تین دن کی راہ پر ہے یعنی کافر اتنے بڑے میں بیٹھے گا اس کے چوتڑ اتنے بڑے میں سمائیں گے جیسے مدینہ منورہ سے مقام ربذہ ہے تین دن کی مسافت۔

[4] یعنی کافر دوزخی کی کھال اولاً بیالیس گز موٹی ہوگی پھر اس میں اضافہ ہوتا رہے گا حتی کہ تین دن کی راہ کی مسافت برابر موٹی ہوجائے گی یا بعض دوزخیوں کی کھال بیالیس گز موٹی اور بعض کی کھال اتنی موٹی لہٰذا یہ حدیث ابھی گزری ہوئی حدیث کے خلاف نہیں جس میں ارشاد ہوا کہ اس کی کھال کی موٹائی تین دن کی مسافت ہوگی۔

جَهَنَّمَ مَا بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ • وَعَنِ
ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ
الْكَافِرَ لَيُسْحَبُ لِسَانَهُ الْفَرْسَخَ وَالْفَرْسَخَيْنِ يَتَوَطَّأُهُ
النَّاسُ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ
غَرِيْبٌ • وَعَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَالَ الصَّعُوْدُ جَبَلٌ مِنْ نَارٍ يَتَصَعَّدُ فِيْهِ
سَبْعِيْنَ خَرِيْفًا وَيَهْوِيْ بِهٖ كَذٰلِكَ فِيْهِ أَبَدًا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ
وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِيْ قَوْلِهٖ

جیسی مکہ اور مدینہ کے قریب کی مسافت ۱ے (ترمذی) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کافر اپنی زبان کو کوس دو کوس تک نکالے گا جسے لوگ روندیں گے۔
۲ے (احمد، ترمذی) فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔ روایت ہے حضرت ابوسعید سے کہ وہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا صعود آگ کا پہاڑ ہے۔ جس میں دوزخی ستر سال
چڑھے گا اور وہاں سے گریگا ہمیشہ ایسا ہی کرتا رہے گا ۳ے (ترمذی) روایت
ہے انہی سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا
رب کے قول

۱ے یہ بیان تقریبی ہے لہذا ریذہ والی حدیث کے خلاف نہیں یا کہا جاوے کہ بعض کفار کی نشست گاہ اتنی ہوگی جو وہاں مذکور ہوئی مدینہ منورہ سے ریذہ تک کی زمین برابر اور بعض کی اتنی جو یہاں مذکور ہے بہر حال حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔

۲ے یعنی جب دوزخی ہانپے گا اور ہانپتے ہی زبان نکالے گا کتے کی طرح تو دو تین میل باہر لٹک جائے گی اور لوگ اس پر چلے پھریں گے۔ خدا کی پناہ ناس سے مراد دوزخی لوگ ہیں جو وہاں دوڑیں گے بھاگیں گے اس دوڑ بھاگ میں اس کی زبان کو روندھیں گے۔

۳ے یعنی قرآن مجید میں جو سارهقه صعودا ہے وہاں جو صعود ہے وہ اس پہاڑ کا نام ہے جو دوزخ میں ہوگا اور دوزخی اس پر چڑھتے گرتے رہیں گے اس کی بلندی خدا کی پناہ اتنے اونچے سے گرنا سخت عذاب ہوگا۔

كَالْمُهْلِ اَيْ كَعَكَرِ الزَّيْتِ فَاِذَا قُرِّبَ اِلٰى وَجْهِهٖ سَقَطَتْ فَرْوَةُ وَجْهِهٖ فِيْهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ، وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْحَمِيْمَ لَيُصَبُّ عَلٰى رُءُوْسِهِمْ فَيَنْفُذُ الْحَمِيْمُ حَتّٰى يَخْلُصَ اِلٰى جَوْفِهٖ فَيَسْلُتُ مَا فِيْ جَوْفِهٖ حَتّٰى يَمْرُقَ مِنْ قَدَمَيْهِ وَهُوَ الصَّهْرُ ثُمَّ

کالمہل کے متعلق ۱؎ یعنی تیل کے تلچھٹ کی طرح تو جب اس کے چہرے کے قریب کیا جاوے گا تو اس کے چہرے کی کھال اس میں گر جاوے گی ۲؎ (ترمذی) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا کہ گرم پانی دوزخیوں کے سر پر ڈالا جائے گا ۳؎ تو یہ گرم پانی اس میں سرایت کر جاوے گا حتی کہ اس کے پیٹ تک پہنچ جاوے گا ۴؎ تو اس کے پیٹ کی چیزوں کو کاٹ ڈالے گا حتی کہ اس کے قدموں سے نکل جاوے گا ۵؎ صہر یہ ہی ہے پھر

۱؎ یعنی قرآن مجید میں جو ہے ان شجرۃ الزقوم طعام الاثیم کالمہل یغلی فی البطون۔ تھوہر کا درخت ان مجرموں کی غذا ہے۔ مہل کی طرح پیٹوں میں جوش مارے گا حضور انور نے مہل کی تفسیر فرمائی۔

۲؎ یعنی اس غذا کی رنگت ایسی ہوگی۔ جیسے تیل کا تلچھٹ یعنی گاد گرم اس قدر جو یہاں مذکور ہے کہ منہ یا پیٹ میں پہنچنے کے بعد کیا بنے گا پینے سے پہلے منہ کے قریب پہنچتے پر ہی چہرہ بھون ڈالے گا خور کرو کہ پیٹ میں پہنچ کر کیسی آفت ڈھائے گا ان سب تکالیف کے باوجود جان نہ نکلے گی کہ وہاں موت نہیں۔

۳؎ ماء حار کہتے ہیں گرم پانی کو اور حمیم کہتے ہیں کھولتے ہوئے پانی کو جو دیگچی میں ابلتا ہو یہ ہی پانی انہیں پینے کو دیا جائیگا اور اسی پانی سے انہیں غسل دیا جایا کرے گا۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ یہاں جوف سے مراد ہے سر کا اندرونی حصہ مگر قوی یہ ہے کہ اس کے معنی ہیں پیٹ اور ہو سکتا ہے کہ سر پہ پانی پڑے پیٹ تک اس کا اثر پہنچے دیکھا جاتا ہے کہ تلووں میں ٹھنڈی چیز ملو۔ تو آنکھوں میں اثر پہنچتا ہے۔

۴؎ یعنی پیٹ کی آنتیں۔ پھیپھڑا۔ دل۔ جگر وغیرہ سب کچھ کاٹ ڈالے گا اور ان سب کے ٹکڑے پاخانہ کی راہ سے نکل جاویں گے مگر موت نہ آئے گی بلکہ ان سب کے نکلتے ہی دوبارہ پیٹ میں پیٹ میں سب کچھ بن جاوے گا دوبارہ کاٹنے کے لیے سب ٹھیک کر دیا جاوے گا۔ جیسا کہ آگے ارشاد ہے۔

۵؎ یعنی قرآن مجید میں جو ارشاد ہے یصب فوق رءوسھم الحمیم یصھر بہ ما فی بطونھم والجلود اس آیت میں جو یصھر ارشاد ہے اس سے یہ کٹ کر سب کچھ نکل جانا مراد ہے۔

يُعَادُ كَمَا كَانَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ . وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي قَوْلِهِ يُسْقٰى مِنْ مَّاءٍ صَدِيْدٍ يَّتَجَرَّعُهُ قَالَ يُقَرَّبُ إِلٰى فِيْهِ فَيَكْرَهُهُ فَإِذَا أُدْنِيَ مِنْهُ شَوٰى وَجْهَهُ وَوَقَعَتْ فَرْوَةُ رَأْسِهِ فَإِذَا شَرِبَهُ قَطَّعَ أَمْعَاءَهُ حَتّٰى يَخْرُجَ مِنْ دُبُرِهِ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَسُقُوْا مَاءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ أَمْعَاءَهُمْ وَيَقُوْلُ وَإِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَاءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ بِئْسَ الشَّرَابُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ . وَعَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ

جیسا تھا ویسا لوٹا دیا جاوے گا[1] (ترمذی) روایت ہے حضرت ابو امامہ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی رب کے اس قول کے متعلق کہ پلایا جاوے گا پیپ کے پانی سے جسے بمشکل نگلے گا[2] فرمایا یہ اس کے منہ کے قریب کیا جاوے گا۔ وہ اسے ناپسند کرے گا[3] جب اس سے قریب کیا جاوے گا تو اس کا چہرہ بھون دے گا اور اس کے چہرے کی کھال گر جاوے گی[4] پھر جب اسے پیئے گا تو اس کی آنتیں کاٹ دے گا حتی کہ اس کی دبر سے نکل جاوے گا رب تعالٰی فرماتا ہے وہ گرم پانی پلائے جائیں گے وہ ان کی آنتیں کاٹ دے گا اور فرماتا ہے اگر پانی مانگیں گے تو تیل کی تلچھٹ جیسا پانی دیئے جائیں گے جو چہرہ بھون دے گا یہ برا پانی ہے[5] (ترمذی) روایت ہے حضرت ابو سعید خدری سے وہ

[1] خود یہ گلی ہوئی آنتیں وغیرہ واپس نہیں کی جاویں گی بلکہ پیٹ میں دوبارہ یہ سب چیزیں نئی بنادی جاویں گی رب فرماتا ہے بدلناھم جلودا غیرھا. دنیا میں گلی ہوئی کھال دوبارہ بن جاتی ہے بلکہ اب تو ڈاکٹر مریض کا دل نکال کر دوسرا دل ڈال دیتے ہیں اور آدمی زندہ رہتا ہے جیسا کہ ریڈیو اور اخباروں میں آرہا ہے لہذا ان باتوں کو بغیر چون و چرا مان لینا چاہیے۔

[2] عربی میں صدید کہتے ہیں کچے لہو کو یعنی پتلی پیپ جس میں خون کی سرخی نمودار ہو یہ دوزخیوں کے پینے کا پانی ہوگا۔ خیال رہے کہ ان کو کبھی یہ پیپ لہو پلایا جائے گا کبھی کھولتا پانی لہذا حمیم والی آیت بھی درست ہے، اور صدید والی آیت بھی صحیح ہے ان میں تعارض نہیں۔

[3] کیونکہ اس میں بدبو سخت ہوگی شکل نہایت مکروہ مزہ نعوذ باللہ دیکھ کر یا سن کر ہی دل گھبرائے گا مگر پینا پڑے گا سخت پیاس کی وجہ سے

[4] یعنی اس بدبو بدمزہ ہونے کے ساتھ ساتھ سخت گرم بھی ہوگا جس کی گرمی کا یہ حال ہوگا کہ منہ کے قریب ہوتے ہی چہرہ کی کھال جلا کر گرا دے گا۔

[5] وہ آیت پڑھو حدیث بطور دیکھو یہ اس آیت کی تفسیر اور تفصیل ہے۔

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِسُرَادِقِ النَّارِ اَرْبَعَةُ جُدُرٍ كِثَفُ كُلِّ جِدَارٍ مَسِيْرَةُ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ اَنَّ دَلْوًا مِّنْ غَسَّاقٍ يُهْرَاقُ فِي الدُّنْيَا لَاَنْتَنَ اَهْلَ الدُّنْيَا رَوَاهُ

نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا دوزخ کی دیواریں چار ہیں۔ ہر دیوار کی موٹائی چالیس سال کی راہ ہے [1] (ترمذی) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اگر غساق کا [2] ایک ڈول [3] دنیا میں گرا دیا جائے تو دنیا والے سخت بدبو میں مبتلا ہو جاویں گے

[1] سرادق سین کے فتحہ سے ہے پردہ کی دیوار اس کی جمع ہے سرادقات جیسے فارسی میں کہتے ہیں سراپردہ جدر جمع ہے جدار کی بمعنی دیوار قرآن کریم فرماتا ہے احاط بھم سرادقھا۔ مرقات نے فرمایا کہ سرادق اس دیوار کو کہتے ہیں جو اکیلا سارے گھر کو گھیرے ہو دوزخ کی یہ چار دیواریں آگے پیچھے ہیں ہر دیوار پورے دوزخ کو گھیرے ہوئے ہے۔

[2] غساق بھی دوزخیوں کو پلایا جانے والا پانی ہے یہ تمام دوزخیوں کی ستے۔ یعنی پیپ اور کچ لہو کا مجموعہ ہے جو تیل کے ذریعہ نیچے گرتا ہوگا اسے نیچے کے طبقے والے دوزخی پئیں گے وہاں نیچے طبقے والے دوزخیوں کا عذاب بہت سخت ہوگا۔ خیال رہے کہ غساق وغیرہ صرف کافر دوزخیوں کو پلایا جائے گا اللہ تعالٰی مسلمان گنہگاروں کو جو کچھ عرصہ کے لیے دوزخ میں رکھے جائیں گے ان پانیوں سے محفوظ رکھے گا کیونکہ مسلمان کے منہ میں اللہ رسول کا نام حضور کا کلمہ پڑھا جاتا تھا۔ رب نے انسانیت کا اتنا احترام فرمایا ہے کہ ماں کے پیٹ میں بچہ کی غذا حیض کا خون ہوتا ہے مگر وہ منہ کی راہ پیٹ میں نہیں جاتا ہے بلکہ بچہ کے ناف میں سوراخ وار نازل ہوتا ہے اسی ذریعہ پہنچتا ہے کیونکہ منہ اللہ رسول کے نام کی جگہ ہے مگر جب کفار نے خود ہی اپنی انسانیت کھودی تو انہیں یہ سزا دی گئی رب فرماتا ہے اِلَّا حَمِیْمًا وَّ غَسَّاقًا جَزَآءً وِّفَاقًا ہم کو چاہیے کہ اپنا منہ جھوٹ غیبت وغیرہ سے محفوظ رکھیں کہ یہ منہ یار کے نام کی جگہ ہے گندے گھر میں سلطان کو نہیں بٹھایا جاتا رب تعالٰے ہمارے منہ دل دماغ کو گناہوں سے بچائے۔

[3] یہاں ڈول سے مراد تھوڑا سا غساق ہے سمجھانے کے لیے ڈول ارشاد فرمایا ہے دنیا سے مراد زمین ہے یعنی غساق کی بدبو کا یہ حال ہے کہ اس کا ایک ڈول سارے روئے زمین کو بدبو سے سڑا دے اس کی بدمزگی اس کی شکل کا کیا پوچھنا اس کا ایک قطرہ روئے زمین کی چیزیں کڑوی کر دے۔ حق مقابل ہے فوح کا۔

الترمذی • وعن ابن عباس ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قرأ هذه الآیة اتقوا الله حق تقاته ولا تموتن الا وانتم مسلمون قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لو ان قطرة من الزقوم قطرت فی الدنیا لافسدت علی اهل الارض معایشهم فکیف بمن یکون طعامه رواه الترمذی وقال هذا حدیث

(ترمذی) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت کریمہ تلاوت کی کہ اللہ سے ڈرو۔ اس کے ڈرنے جیسا حق ہے[1] اور نہ مرو مگر اسی حالت میں کہ تم مسلمان ہو[2] فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اگر زقوم کا ایک قطرہ زمین میں ٹپکا دیا جاوے تو دنیا والوں پر ان کی روزیاں خراب کر دے[3] تو اس کا کیا حال ہوگا جس کا کھانا ہی زقوم ہوگا (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث

[1] حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ ڈرنے کا حق یہ ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے نافرمانی سے بچا جائے شکر کیا جائے ناشکری سے دور رہا جائے اسے یاد کیا جائے بھولا نہ جائے (مرقات) اللہ اس قال کو حال بنا دے۔

[2] اس طرح کہ اسلام و ایمان پر مرتے دم تک قائم رہو۔ مسلم جیو۔ مومن مرو۔ شعر

پانی بھریں پنہاریاں رنگ برنگ گھڑے   بھریا اس کا جانئے جس کا توڑ چڑھے

[3] زقوم تھوہڑ کو کہتے ہیں وہاں دوزخیوں کی یہ غذا ہوگی۔ مطلب یہ ہے کہ اگر زقوم (ناگ پھنی) نچوڑی جائے اس کی ایک بوند زمین پر ٹپکا دی جائے لہذا اس فرمان عالی پر یہ اعتراض نہیں کہ زقوم کسی پانی کا نام نہیں پھر اس کا قطرہ کیسا اور ٹپکانا کیا سبب پھل ہے مگر اس میں عرق تو ہے جو نچوڑنے سے ٹپکتا ہے۔

[4] یعنی اس ایک قطرے کی کڑواہٹ۔ بدبو۔ گرمی کی وجہ سے روئے زمین کے سارے دانے پھل کڑوے بدبودار گرم ہو جائیں زقوم ہی کفار ہی کو کھلایا جائے گا رب فرماتا ہے ان شجرة الزقوم طعام الاثیم۔ خیال رہے کہ زقوم بنا ہے زقم سے بمعنی سخت بدمزگی (مرقات) یہ غذا بھی ان پر سخت عذاب ہوگی کہ کھائیں گے کہ بھوک ان پر مسلط کر دی جائے گی۔

حَسَنٌ صَحِيْحٌ ۔ وَعَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَهُمْ فِيْهَا كَالِحُوْنَ قَالَ تَشْوِيْهِ النَّارُ فَتَقْلَصُ شَفَتُهُ الْعُلْيَا حَتّٰى تَبْلُغَ وَسَطَ رَاْسِهٖ وَيَسْتَرْخِىْ شَفَتُهُ السُّفْلٰى حَتّٰى تَضْرِبَ سُرَّتَهٗ رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ ۔ وَعَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِبْكُوْا فَاِنْ لَّمْ تَسْتَطِيْعُوْا فَتَبَاكَوْا فَاِنَّ اَهْلَ النَّارِ يَبْكُوْنَ حَتّٰى

حسن بھی ہے صحیح بھی۔ روایت ہے حضرت ابو سعید سے وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا وہ دوزخی دوزخ میں منہ سکوڑے ہوں گے [۱] فرمایا اسے آگ بھون دے گی تو اس کا اوپر کا ہونٹ سکڑ جاوے گا حتی کہ اس کے سر تک پہنچ جاوے گا اور اس کا نیچا ہونٹ لٹک جاوے گا حتی کہ اس کی ناف پر پڑے گا [۲] (ترمذی) روایت ہے حضرت انس سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا اے لوگو روؤ اگر رو نہ سکو تو بہ تکلف روؤ [۳] کیونکہ دوزخی لوگ روئیں گے حتی کہ انکے آنسو

[۱] دوزخیوں کے منہ آگ میں جھلس کر سکڑ جائیں گے۔ جس سے ان کی شکلیں بگڑ جائیں گی کہ انہیں دیکھ کر ڈر لگے گا بھوت بنے ہوں گے۔

[۲] غور کرو کہ اگر اوپر کا ہونٹ سر سے لگ جاوے نیچے کا ہونٹ لٹک جائے جس سے سارے دانت کھل جائیں تو شکل کیسی ڈراؤنی ہوگی۔ ہونٹ تو منہ کی زینت ہیں۔ جن سے منہ حسین معلوم ہوتا ہے۔ جب یہ ہی بگاڑ دیئے گئے تو آدمی بھوت چڑیل سے بدتر معلوم ہوگا۔

[۳] یعنی ہیشہ ہی اپنے گناہوں کے ڈر رب کے خوف۔ اس کی رحمت کے شوق اس کے حبیب کے عشق میں جتنا ہو سکے رو لو ایسے رونے کا انجام ان شاء اللہ خوشی و شادمانی ہے مولانا فرماتے ہیں۔ شعر

اذ پس ہر گریہ آخر خندہ ایست

مرد آخر میں مبارک بندہ ایست

خوف۔ شوق۔ ذوق کا رونا بڑا ہی لذیذ ہے انہیں آنسوؤں سے چمن ایمان کی آبیاری ہوتی ہے۔ شعر

باش چوں دولاب نالاں چشم تر

تا درون صحن تو روید خضر

تَسِيْلُ دُمُوْعُهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ كَاَنَّهَا جَدَاوِلُ حَتّٰى تَنْقَطِعَ الدُّمُوْعُ فَتَسِيْلُ الدِّمَاءُ فَتَقْرَحُ الْعُيُوْنُ فَلَوْ اَنَّ سُفُنًا اُزْجِيَتْ فِيْهَا لَجَرَتْ رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ وَعَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُلْقٰى عَلٰى اَهْلِ النَّارِ الْجُوْعُ فَيَعْدِلُ مَا هُمْ فِيْهِ مِنَ الْعَذَابِ فَيَسْتَغِيْثُوْنَ بِطَعَامٍ مِنْ ضَرِيْعٍ لَا يُسْمِنُ

ان کے چہروں پر ایسے بہیں گے گویا وہ نالیاں ہیں حتی کہ آنسو ختم ہو جائیں گے تو آنکھوں کو زخمی کردیں گے کہ اگر کشتیاں اس میں بہائی جاویں تو بہہ جاویں (شرح سنہ) روایت ہے حضرت ابوالدرداء سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ دوزخیوں پر بھوک مسلط کی جاوے تو یہ بھوک سارے عذابوں کے برابر ہو جاوے گی جن میں وہ مبتلا ہیں وہ فریاد کریں گے تو وہ ضریع کھانا دیئے جاویں گے جو نہ موٹا کرے نہ بھوک سے بچائے

۱؎ کفار دنیا میں بے غم تھے وہاں غمگین ہوں گے یہاں خوش تھے وہاں مغموم رہیں گے یہاں ہنستے بہت تھے وہاں بہت روئیں گے جس سے ان کے رخساروں پہ نالیاں بن جائیں گی۔

۲؎ پھر ان کی آنکھوں سے دو قسم کے خون جاری ہوں گے آنسو کی جگہ اور زخم چشم سے پھر اس رونے سے جو تکلیف ہوگی وہ بیان سے باہر ہے۔

۳؎ ازجیت بنا ہے ازجاء سے بمعنی چھوڑنا بہانا (مرقات و اشعہ) اجریت یعنی دوزخیوں کی آنکھوں سے اتنا خون بہے گا کہ اس کے تالاب دریا بن جائیں گے کہ ان میں کشتیاں جاری ہو جاویں۔

۴؎ یعنی دوزخیوں پر اس شدت کی بھوک مسلط کی جاوے گی کہ اس کی تکلیف دوزخ کی باقی تکالیف کے برابر ہو جاوے گی اس سے یہ لوگ غذا کے لیے بے تاب ہو جاویں گے بھوک وہ چیز ہے کہ دنیا میں بعض دفعہ بھوکی عورتوں نے اپنے بچے ذبح کرکے کھالیے ہیں رب پناہ دے اس بھوک کی وجہ سے انہیں جو بھی کھانے کے لیے دیا جائے گا بے تامل اسے دوڑ کر لیں اور کھائیں گے کہ کسی طرح پیٹ بھرے۔ ۵؎ ضریع عرب شریف میں ایک خاردار گھاس ہے جس کے کانٹے بھی خطرناک ہوتے ہیں اور وہ زہریلی بھی ہوتی ہے اسے جانور منہ نہیں لگاتے بلکہ جس زمین میں وہ ہو وہاں جانور ڈر کے مارے چرتے بھی نہیں وہاں ٹھہرتے بھی نہیں دوزخی پیٹ بھرنے کے لیے وہی کھائیں گے اور سخت تکلیف اٹھائیں گے مگر پیٹ اس سے بھی نہ بھرے گا۔

وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ فَيَسْتَغِيْثُوْنَ بِالطَّعَامِ فَيُغَاثُوْنَ بِطَعَامٍ ذِيْ غُصَّةٍ فَيَذْكُرُوْنَ اَنَّهُمْ كَانُوْا يُجِيْزُوْنَ الْغُصَصَ فِي الدُّنْيَا بِالشَّرَابِ فَيَسْتَغِيْثُوْنَ بِالشَّرَابِ فَيُرْفَعُ اِلَيْهِمُ الْحَمِيْمُ بِكَلَالِيْبِ الْحَدِيْدِ فَاِذَا دَنَتْ مِنْ وُجُوْهِهِمْ شَوَتْ وُجُوْهَهُمْ فَاِذَا دَخَلَتْ بُطُوْنَهُمْ قَطَّعَتْ مَا فِيْ بُطُوْنِهِمْ فَيَقُوْلُوْنَ ادْعُوْا خَزَنَةَ جَهَنَّمَ فَيَقُوْلُوْنَ اَلَمْ تَكُ تَاْتِيْكُمْ رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ

پھر وہ کھانا مانگیں گے تو انہیں گلے میں اٹکنے والا کھانا دیا جاوے گا[1] تو انہیں یاد آوے گا کہ وہ دنیا میں گلے کا پانی سے اتارتے تھے (نگلتے تھے)[2] چنانچہ وہ پانی مانگیں گے تو ان کی طرف کھولتا پانی پیش کیا جاوے گا لوہے کی سنڈاسیوں سے[3] جب وہ ان کے منہ کے قریب ہوگا تو ان کے منہ بھون دے گا پھر جب ان کے پیٹ میں داخل ہوگا تو ان کے پیٹوں کی ہر چیز کاٹ ڈالے گا[4] تو کہیں گے کہ دوزخ کے منتظمین کو پکارو[5] منتظمین کہیں گے کیا تمہارے پاس تمہارے رسول دلیلیں نہیں لائے

[1] اس حدیث کی تائید قرآن مجید کی اس آیت سے ہے ان لدینا انکالا وجحیما وطعاما ذا غصة وعذابا الیما طعام ذا غصة یعنی گلے میں اٹکنے والا کھانا یہ ہی ہے جو انہیں ضریع کے بعد دیا جاوے گا۔

[2] یعنی یہ کھانا جب نگلیں گے تو وہ ان کے حلق سے نہ اترے گا۔ پھنس جائے گا نہ اگل سکیں گے نہ نگل سکیں گے تب انہیں دنیا کا حال یاد آئے گا کہ ہم گلے میں اٹکا ہوا لقمہ پانی سے نگلتے تھے۔

[3] یہ بالٹیاں اور سنڈاسیاں قدرتی ہوں گی جن میں کھولتا پانی بھرا ہوگا فرشتے ان بالٹیوں کو اٹھائے ہوں گے اس کا ذکر یہاں ہے اس پانی کی گرمی اس حد تک ہوگی کہ کوئی شخص نہ اس بالٹی کے قریب جا سکے گا نہ اٹھا سکے اس کا ذکر آگے آرہا ہے۔

[4] جس پانی کی گرمی کا یہ حال ہو وہ جب منہ میں یا پیٹ میں پہنچے گا تو کیا حال ہوگا اس بلا سے رب تعالیٰ بچائے۔

[5] یعنی آپس میں ایک دوسرے سے کہیں گے کہ دوزخ کے داروغہ مالک سے اور دیگر متعلقہ فرشتوں سے عرض کرو کہ ہم کو اس عذاب سے نجات ملے یا موت دے دی جائے۔ خیال رہے کہ دوزخی کبھی تو فرشتوں کو پکاریں گے کبھی رب تعالیٰ کو پکاریں گے لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں ادعوا ربکم یخفف عنا یوما من العذاب وہاں دوسری پکار کا ذکر ہے۔

قَالُوْا بَلٰی قَالُوْا فَادْعُوْا وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ قَالَ
فَيَقُوْلُوْنَ ادْعُوْا مَالِكًا فَيَقُوْلُوْنَ يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ قَالَ
فَيُجِيْبُهُمْ اِنَّكُمْ مَّاكِثُوْنَ قَالَ الْاَعْمَشُ نُبِّئْتُ اَنَّ بَيْنَ دُعَآئِهِمْ
وَاِجَابَةِ مَالِكٍ اِيَّاهُمْ اَلْفَ عَامٍ قَالَ فَيَقُوْلُوْنَ ادْعُوْا رَبَّكُمْ
فَلَا اَحَدٌ خَيْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَيَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا
شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا

عرض کریں گے ہاں کہیں گے تو پکارے جاؤ کافروں کی پکاریں ہیں ہی برباد۱ فرمایا پھر کہیں گے مالک کو پکارو، کہیں گے اے مالک اب تو تمہارا رب ہمارا فیصلہ ہی کردے۲ فرمایا وہ انہیں جواب دے گا تم یہاں ہی رہو گے اعمش فرماتے ہیں کہ مجھے خبر پہنچی ہے کہ دوزخیوں کی پکار اور مالک کے ان کو جواب دینے میں ایک ہزار سال کا فاصلہ ہوگا۳ پھر کہیں گے اپنے رب کو پکارو کہ تمہارے رب سے بہتر کوئی نہیں۴ تو کہیں گے اے ہمارے رب ہماری بدنصیبی ہم پر غالب آگئی اور ہم گمراہ قوم تھے۵ اے ہمارے رب ہم کو اس سے نکال اگر اب ہم کفر کریں

۱ اس فرمان عالی سے معلوم ہوا کہ یہ آیت کریمہ قیامت کے متعلق ہے کہ دوزخ میں کفار کی دعا پکار بے کار ہوگی کچھ نہ سنی جائے گی دنیا میں کفار کی بعض دعائیں قبول ہو جاتی ہیں شیطان نے درازی عمر کی دعا کی جو قبول ہوئی۔ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ (مرقات) اس آیت کے معنی ایک یہ بھی کیے گئے ہیں کہ کافروں کے لیے ان کی نجات کے لیے کسی کی دعا قبول نہیں ایسی دعائیں برباد ہیں (مرقات)

۲ یہاں فیصلہ سے مراد موت کا فیصلہ ہے یعنی ہم کو موت دے دے حکمی فیصلہ تو پہلے ہی ہو چکا ہے کہ وہ دوزخ میں رہیں۔

۳ اس ایک ہزار سال میں برابر چیختے چلاتے ہی رہیں گے جواب کا انتظار بھی کریں گے اور چیختے چلاتے بھی رہیں گے۔

۴ یعنی وہ ارحم الراحمین ہے کاش دنیا میں وہ لوگ یہ مانتے اطاعت کر لیتے تو یہ دن کیوں دیکھتے۔

۵ اگر یہ بات دنیا میں وہ لوگ مان لیتے اور ایمان قبول کر لیتے تو یہ نوبت نہ آتی ہر کام وقت پر ہی درست ہوتا ہے توبہ اور ایمان کا وقت یہ زندگی ہے موت کی سکرات کے وقت کا ایمان بھی قبول نہیں چہ جائیکہ اس وقت کا ایمان۔

ظٰلِمُوْنَ قَالَ فَيُجِيْبُهُمْ اِخْسَئُوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنَ قَالَ فَعِنْدَ
ذٰلِكَ يَئِسُوْا مِنْ كُلِّ خَيْرٍ وَعِنْدَ ذٰلِكَ يَاخُذُوْنَ فِي الزَّفِيْرِ
وَالْحَسْرَةِ وَالْوَيْلِ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَ
النَّاسُ لَا يَرْفَعُوْنَ هٰذَا الْحَدِيْثَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ
وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى

طرف لوٹ آئیں تو ہم ظالم ہیں[۱] فرمایا کہ انہیں جواب دے گا پڑے رہو اس میں مجھ سے بات نہ کرو[۲] فرمایا کہ اس وقت ہر بھلائی سے ناامید ہو جائیں گے[۳] اور اسوقت رہیں گے ندامت اور تباہی کی پکار میں مشغول ہوں گے[۴] عبداللہ ابن عبدالرحمان نے فرمایا کہ لوگ اس حدیث کو مرفوع نہیں کرتے[۵] (ترمذی) روایت ہے حضرت نعمان ابن بشیر سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی

[۱] یعنی ابھی ہم ظالم نہیں بلکہ دھوکا کھانے والوں میں ہیں ہم دنیا میں دھوکا کھا گئے کیونکہ ہم نے دیکھی نہ تھی نبیوں کا ہم نے اعتبار نہ کیا اب ہم یہ عذاب اپنی آنکھوں دیکھ چکے اگر دوبارہ دنیا میں جاکر تیری نافرمانی کریں تو واقعی ہم بڑے مجرم ہوں گے ایک بار ہم کو دنیا میں اور بھیج دے ہمیں موقعہ اور عطا فرما۔

[۲] یعنی تمہاری درخواست نامنظور ہے اس ایمان و اعمال کا اعتبار ہے جو نبی کی زبان پر اعتماد کرکے بے دیکھے اختیار کیا جائے اب تم نے یہ عذاب اپنی آنکھوں دیکھ لیا اگر تم دنیا میں جاکر ایمان لاؤ بھی تو بھی ایمان بالغیب تم کو میسر نہ ہوگا۔ ایمان بالشہادہ ہوگا جو مردود ہے یا یہ مطلب ہے کہ اگر تم دوبارہ دنیا میں گئے تو بھی کفر و شرک و بدکاری ہی کروگے عادی مجرم جب چھوٹتا ہے لوٹتا ہے لہذا ہم سے اس بارے میں کلام ہی نہ کرو ایسی درخواست پیش نہ کرو تمہاری اپیل خارج

[۳] کیونکہ اپیل کی آخری عدالت یہ ہی تھی جب یہاں سے ہی اپیل خارج ہوگئی تو اب کہاں جاکر فریاد کریں۔

[۴] اگرچہ اس سے پہلے بھی وہ شور مچاتے رہے تھے مگر وہ شور و غل تکلیف کا تھا یہ شور و غل مایوسی اور حسرت افسوس کا ہوگا اور کیسا ہوگا۔ وہ رب تعالٰے ہی جانے۔ اس کا بیان نہیں ہوسکتا۔

[۵] یعنی اس روایت میں یہ حدیث مرفوع ہے مگر محدثین عموما اسے مرفوع نہیں کرتے بلکہ حضرت ابوالدرداء پر موقوف کرتے ہیں۔ لیکن خیال رہے کہ ایسی موقوف حدیثیں مرفوع کے حکم میں ہوتی ہیں کہ ان میں قیاس کو دخل نہیں۔ صحابی ایسی بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنکر ہی کہہ سکتے ہیں۔

(مرقات۔ اشعہ)

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَنْذَرْتُكُمُ النَّارَ اَنْذَرْتُكُمُ النَّارَ فَمَا زَالَ يَقُوْلُهَا حَتّٰى لَوْ كَانَ فِيْ مَقَامِيْ هٰذَا اَسْمَعَهٗ اَهْلَ السُّوْقِ وَحَتّٰى سَقَطَتْ خَمِيْصَةٌ كَانَتْ عَلَيْهِ عِنْدَ رِجْلَيْهِ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ ۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ اَنَّ رَصَاصَةً مِثْلَ

اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ میں نے تم کو آگ سے ڈرایا میں نے تم کو آگ سے ڈرایا ۱ آپ یہ فرماتے رہے حتی کہ اگر حضور میری اس جگہ ہوتے تو بازار والے سن لیتے ۲ اور حتی کہ جو چادر آپ پر تھی وہ آپ کے پاس قدموں پر گر گئی ۳ (دارمی) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن عاص ۴ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اگر اس جیسی

۱ یعنی میں نے تم کو بارہا دوزخ سے مختلف طریقوں سے ڈرایا کیونکہ میں اللہ تعالٰے کی طرف سے نذیر بھی تو ہوں میں نے اپنا یہ فرض ادا کر دیا۔ تم لوگ گواہ رہو۔

۲ یعنی حضور انور نے جوش میں اس قدر بلند آواز سے یہ کلمات فرمائے کہ اگر حضور انور آج یہاں قیام فرما کر وہ فرماتے تو بازار تک آپ کی آواز پہنچ جاتی۔

۳ یعنی جوش کے ساتھ آپ پر وجدانی حالت بھی طاری تھی۔ اور آپ جنبش میں تھے جس کے اثر سے چادر مبارک کندھے شریف سے گر کر قدم مبارک پر آ گئی۔ یہ حدیث صوفیاء کرام کے وجد کی دلیل ہے وجدان شوق اور ذوق خوف ہر چیز سے آ سکتا ہے۔

۴ عبداللہ بھی صحابی ہیں اور آپ کے والد عمرو بھی صحابی مگر دادا عاص ابن وائل کافر حضور انور کا سخت دشمن تھا اس کا نام عاصی تھا ی کے ساتھ مشہور ہو گیا۔ عاص ی کو گرا کر بہت دفع آخری ی دور کر دی جاتی ہے۔ جیسے باقی سے باق متعال سے متعالی مہتدی سے مہتد (مرقات) بعض محدثین نے فرمایا کہ عاص اجوف واوی یا اجوف یائی سے ہے اس کی جمع اعیاص ہے قاموس نے کہا اعیاص ہیں قریش اولاد امیہ ابن عبدالشمس اس صورت میں اس کے آخر میں ی ہو ہی نہیں سکتی۔ (مرقات)

هٰذِهٖ وَاَشَارَ اِلٰى مِثْلِ الْجُمْجُمَةِ اُرْسِلَتْ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ وَهِيَ مَسِيْرَةُ خَمْسِمِائَةِ سَنَةٍ لَبَلَغَتِ الْاَرْضَ قَبْلَ اللَّيْلِ وَلَوْ اَنَّهَا اُرْسِلَتْ مِنْ رَاْسِ السِّلْسِلَةِ لَسَارَتْ اَرْبَعِيْنَ خَرِيْفًا اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ قَبْلَ اَنْ تَبْلُغَ اَصْلَهَا اَوْ قَعْرَهَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ۔ وَعَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ

رانگ کھوپڑی کی طرف اشارہ فرمایا[1] آسمان سے زمین کی طرف گرائی جاوے حالانکہ یہ فاصلہ پانچ سو سال کا ہے تو رات سے پہلے زمین پر پہنچ جاوے اور اگر وہ ہی رانگا زنجیر کے سرے سے گرایا جاوے تو چالیس دن رات چلے اس کی جڑ یا اس کی تہ تک پہنچنے سے پہلے[3] (ترمذی) روایت ہے حضرت ابوبردہ سے وہ اپنے والد سے راوی[4]

[1] رصاص ر کے فتح سے بمعنی رانگ یا سیسہ بعض لوگوں نے رضاض ض سے پڑھا بمعنی کنکریٹ مگر یہ غلط ہے مقصد یہ ہے کہ انسانی کھوپڑی کی برابر رانگا یا سیسہ آسمان سے پھینکو تو وہ رات کا چلا صبح سے پہلے زمین پر پہنچ جائیگا چڑھنے کی رفتار بہت سست ہوتی ہے گرنے کی رفتار بہت ہی تیز جیسا کہ مشاہدہ ہے آسمان چڑھنے کی مدت پانچ سو سال ہے گرنے کی مدت دس گھنٹے یا اس سے بھی کم سادہ اشارہ میں مسئلہ سمجھا دیا گیا ہے۔

[2] یہاں سلسلہ سے مراد وہ زنجیر ہے جس میں کفار باندھے جائیں گے جس کی لمبائی دست قدرت کے لحاظ سے ستر ہاتھ ہے یعنی ہمارے ہاتھ نہیں۔ رب فرماتا ہے ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ اس زنجیر کی لمبائی کا یہ حال ہے۔

[3] یہاں قعر سے مراد زنجیر کا دوسرا کنارہ ہے نہ کہ گہرائی کیونکہ زنجیر میں گہرائی کہاں یعنی اگر وہ زنجیر دوزخ کے کنارہ سے اس کی تہ تک لٹکائی جائے تو اس کی درازی کا یہ حال ہوگا کہ یہ سیسہ اس کنارہ سے پھینکا ہوا دوسرے کنارہ تک چالیس سال میں نہ پہنچ سکے اس زنجیر سے کفار کو جکڑا جائے گا اندازہ لگا لو کہ وہ جکڑ اور پکڑ کیسی ہوگی۔

[4] آپ کا نام عامر ہے کنیت ابوبردہ آپ کے والد حضرت ابو موسیٰ اشعری مشہور صحابی ہیں آپ تابعی ہیں ابو موسیٰ اشعری، علی مرتضیٰ وغیرہم صحابہ سے روایت کرتے ہیں کوفہ کے قاضی تھے سنہ ۱۰۴ ایک سو چار ہجری میں وفات پائی۔ (اشعہ)

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ فِي جَهَنَّمَ لَوَادِيًا يُقَالُ لَهُ هَبْهَبُ يَسْكُنُهُ كُلُّ جَبَّارٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَعْظُمُ أَهْلُ النَّارِ فِي النَّارِ حَتّٰى إِنَّ بَيْنَ شَحْمَةِ أُذُنِ أَحَدِهِمْ إِلٰى عَاتِقِهِ مَسِيرَةُ سَبْعِ مِائَةِ عَامٍ وَإِنَّ غِلَظَ جِلْدِهِ سَبْعُونَ ذِرَاعًا وَإِنَّ ضِرْسَهُ مِثْلُ أُحُدٍ وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ جَزْءٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ

کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوزخ میں ایک جنگل ہے جسے ہبہب کہا جاتا ہے اس میں ہر ظالم سرکش رہے گا [۱] (ترمذی) تیسری فصل۔ روایت ہے حضرت ابن عمر سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا کہ دوزخی دوزخ میں بڑے ہو جائیں گے حتی کہ ان میں سے ہر ایک کی گدی سے لے کر اس کے کندھے تک سات سو سال کا فاصلہ ہو جاوے گا [۲] اور اس کی کھال موٹائی ستر گز ہو گی اور اس کی ڈاڑھ احد پہاڑ کی طرح [۳] روایت ہے حضرت عبداللہ ابن حارث سے ابن جزء سے [۴] فرماتے ہیں فرمایا رسول

لہ ہبہب بروزن جعفر بمعنی تیزی۔ جلد۔ چمک۔ چونکہ وہاں کی آگ بہت تیز ہے اور اپنے مجرموں کو یہ جگہ بہت جلد پکڑے گی اس لیے اسے ہبہب کہا جاتا ہے وہاں نہایت ذلت و خواری سے مجرموں کو رکھا جائے گا اسی لیے وہ جگہ متکبر کفار کی ہے

۲ جب کان کی لو اور کندھے کے درمیان کا فاصلہ اتنا ہے تو باقی جسم کتنا ہوگا۔ اندازہ لگا لو۔ خیال رہے کہ اس قدر کی متعلق روایات مختلف ہیں جن میں مختلف قدریں فرمائے گئے ہیں یا تو یہ سب اندازاً ہے سمجھانے کے لیے یا بعض کفار کے قد کتنے بعض کے کتنے لہذا احادیث میں تعارض نہیں۔

۳ حدیث بالکل ظاہر پر ہے کسی تاویل کی ضرورت نہیں واقعی ان کی کھال ڈاڑھ اتنی ہی موٹی اور بڑی ہو گی رسول اللہ سچے ہیں ان کی زبان پر غلط بات آسکتی ہی نہیں۔

۴ آپ کا نام عبداللہ ہے کنیت ابوالحارث ہے صحابی ہیں بدر میں شریک ہوئے بعد میں مصر میں رہے وہاں ہی وفات پائی [illegible] میں وفات ہوئی۔

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ فِی النَّارِ حَیَّاتٍ کَاَمْثَالِ الْبُخْتِ تَلْسَعُ اِحْدٰھُنَّ اللَّسْعَۃَ فَیَجِدُ حُمُوَّتَھَا اَرْبَعِیْنَ خَرِیْفًا وَاِنَّ فِی النَّارِ عَقَارِبَ کَاَمْثَالِ الْبِغَالِ الْمُوْکَفَۃِ تَلْسَعُ اِحْدٰھُنَّ اللَّسْعَۃَ فَیَجِدُ حُمُوَّتَھَا اَرْبَعِیْنَ خَرِیْفًا رَوَاھُمَا اَحْمَدُ ۔
وَعَنِ الْحَسَنِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ ھُرَیْرَۃَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ثَوْرَانِ مُکَوَّرَانِ

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ آگ میں تو سانپ ہیں اونٹنی کی طرح[1] ان میں سے ایک ڈسے گا ایک بار ڈسنا کہ وہ دوزخی اس کا زہر چالیس سال تک پاتے گا[2] اور آگ میں بچھو ہیں پالان والے خچروں کی طرح۔ ان میں سے ایک ڈنک مارے گا ایک ڈنگ تو وہ اسکا زہر چالیس سال تک پاتے گا[3] (یہ دونوں حدیثیں احمد نے روایت فرمائیں)۔
روایت ہے حضرت حسن سے فرماتے ہیں ہم کو حضرت ابوہریرہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث سنائی۔ فرمایا سورج اور چاند قیامت کے دن لپٹے ہوئے دو پنیر

[1] وہ سانپ جسامت میں تو اونٹ کی طرح بڑے اور موٹے مگر زہر میں رفتار میں پتلے سانپ کی طرح ہونگے۔ دنیا میں موٹا سانپ یعنی اژدہا زہریلا نہیں ہوتا پتلا بہت زہریلا اور تیز رفتار ہوتا ہے موسٰی علیہ السلام کا عصا ثعبان مبین یعنی اژدہا ہو جاتا ہے جسامت میں اور حرکت کرتا تھا۔ پتلے سانپ کی طرح کانہا جانٌّ لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ دوزخ کے موٹے سانپوں میں زہر نہ ہوگا۔ پھر ان سے کیا فائدہ بلکہ وہاں زیادہ بڑا سانپ زیادہ زہریلا ہوگا۔

[2] سانپ کے زہر سے جو جانکنی ہوتی ہے۔ وہ بہت ہی تکلیف دہ ہوتی ہے خدا کی پناہ یہ جانکنی کی تکلیف اسے چالیس سال تک محسوس ہوگی مگر جان نکلے گی نہیں اور موت آوے گی نہیں لیکن جانکنی کی شدت محسوس ہوتی رہے گی۔

[3] بچھو کے ڈنگ کی تکلیف اس کو معلوم ہے جسے کبھی بچھو نے کاٹا ہو اس کا زہر سارے جسم کو پریشان کر دیتا ہے۔ خصوصًا کالا بچھو جو سانپ کو ڈنگ مارے تو وہ بھی مر جاوے بعض بچھو دنیا میں ایسے ہیں کہ تانبہ پر ڈنگ ماردیں تو وہ راکھ ہی ہو جاوے پھر دوزخ کے بچھو سب جانتے کیسے زہریلے ہوں گے۔ پھر یہ زہر انہیں تکلیف تو دے گا مگر اس سے ان کی جان نہیں نکلے گی۔

فِي النَّارِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَقَالَ الْحَسَنُ وَمَا ذَنْبُهُمَا فَقَالَ أُحَدِّثُكَ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَكَتَ الْحَسَنُ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي كِتَابِ الْبَعْثِ وَالنُّشُوْرِ ۞ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ النَّارَ إِلَّا شَقِيٌّ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللهِ وَمَنِ الشَّقِيُّ قَالَ مَنْ لَمْ يَعْمَلْ لِلّٰهِ بِطَاعَةٍ وَلَمْ يَتْرُكْ لَهُ بِمَعْصِيَةٍ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ ۞

کے ٹکڑے ہوں گے ۱؎ خواجہ حسن نے کہا کہ ان دونوں کا گناہ کیا ہے ۔ ابوہریرہ نے فرمایا کہ میں تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث سنا رہا ہوں تو خواجہ حسن خاموش ہو گئے ۲؎ (بیہقی ۔ بعث و نشور کا بیان) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ آگ میں نہ جاوے گا مگر بدنصیب ۳؎ عرض کیا گیا یا رسول اللہ بدنصیب کون ہے فرمایا جو اللہ کی فرمانبرداری کا کام نہ کرے اور اس کی نافرمانی نہ چھوڑے ۴؎ (ابن ماجہ) ۞

۱؎ ثور کہتے ہیں پنیر کے ٹکڑے کو پنیر جما ہوا دودھ جو عرب میں ہوتا ہے ہمارے ہاں نہیں ہوتا ہے وہ قدرے سخت ہوتا ہے ہم نے وہاں بہت کھایا ہے ۔ یعنی چاند سورج دوزخ میں نہایت صاف چمکتے ہوں گے مگر بے نور ہوں گے ۔ اس لیے ثوران فرمایا ۔ ۲؎ یہ ہے کمال ایمان کہ حضور انور کا نام سنکر عقلی سوال کوئی نہ فرمایا اس کا جواب یہ ہے کہ وہاں چاند، سورج عذاب پانے کے لیے نہیں جائیں گے بلکہ اپنے پجاریوں کو عذاب دینے جائیں گے ان کی گرمی آگ کی گرمی سے مل کر عذاب کو دوبالا کر دے گی ۔ دیکھو دوزخ میں عذاب دینے کے لیے فرشتے بھی تو ہوں گے مگر وہ عذاب پانے کے لیے وہاں نہیں ہوں گے بلکہ عذاب دینے کے لیے ہوں گے نیز یہ دونوں نور ہیں اور نور کو نار تکلیف نہیں دیتی دیکھو مومنین وہاں سے گنہگاروں کو نکالنے کے لیے دوزخ میں جائیں گے مگر بالکل تکلیف نہ پائیں گے ۔ ۳؎ یعنی دوزخ میں سزا پانے کے لیے صرف بدبخت جن و انس ہی ہوں گے اگر دائمی داخلہ مراد ہے تو شقی سے مراد پورا بدبخت یعنی کافر ہے اور اگر مطلقًا داخلہ مراد ہے دائمی ہو یا عارضی تو شقی سے مراد مطلقًا بدکار ہے خواہ کافر ہو یا فاسق مسلمان ۔ ۴؎ یہاں بھی وہ ہی دو احتمال ہیں اگر کافر مراد ہے تو اس معصیت میں بدعقیدگی بھی داخل ہے اور طاعت میں اچھے عقیدے شامل یعنی وہ کافر دوزخ میں ہمیشہ کے لیے جاوے گا جس نے اچھے عقیدے اچھے اعمال اختیار نہ کیے برے عقیدے اور برے اعمال کیے رب فرماتا ہے لَا يَصْلٰهَا إِلَّا الْأَشْقَى الَّذِيْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۔ اور اگر گنہگار مومن بھی اس میں داخل ہیں تو معصیت و طاعت سے مراد

بَابُ خَلْقِ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ - اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ - عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَحَاجَّتِ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ فَقَالَتِ النَّارُ اُوْثِرْتُ بِالْمُتَكَبِّرِیْنَ وَالْمُتَجَبِّرِیْنَ وَقَالَتِ الْجَنَّةُ فَمَا لِیْ لَا یَدْخُلُنِیْ اِلَّا ضُعَفَاءُ النَّاسِ وَسَقَطُهُمْ وَغِرَّتُهُمْ قَالَ اللّٰهُ لِلْجَنَّةِ اِنَّمَا اَنْتِ رَحْمَتِیْ اَرْحَمُ بِكِ مَنْ

جنت اور دوزخ کی پیدائش ۱؎ پہلی فصل روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جنت اور دوزخ نے مناظرہ کیا ۲؎ تو دوزخ بولی کہ میں غرور والوں جابروں سے خاص کی گئی ہوں ۳؎ جنت بولی کہ پھر میرا کیا حال ہے کہ مجھ میں صرف کمزور لوگ ان میں سے گرے پڑے سیدھے سادھے ہی داخل ہوں گے ۴؎ اللہ تعالیٰ نے جنت سے فرمایا تو میری رحمت ہے تیرے ذریعے

عمل وطاعت ہے۔ خیال رہے کہ دنیا میں خوش نصیبی بدنصیبی مال سے بھی جانی جاتی ہے مگر آخرت میں اعمال سے وہاں کی دولت اعمال ہے۔

۱؎ اس باب میں بیان ہوگا کہ جنت و دوزخ پیدا ہو چکی ہیں۔ یہ ہی تمام مسلمانوں کا عقیدہ ہے بعض نومولود بے دین کہتے ہیں کہ ابھی پیدا نہیں ہوئیں بعد قیامت پیدا ہوں گی۔ اس کی تحقیق ہم اپنی تفسیر نعیمی پارہ اول میں اعدت للکفرین کی تفسیر میں عرض کر چکے ہیں۔

۲؎ یہاں قولی زبانی مناظرہ مراد ہے نہ کہ صرف حالی کہ اللہ نے ہر چیز میں بحسب شعور کلام پیدا فرمایا ہے وان من شیئ الا یسبح بحمدہ سب چیزیں نماز تسبیح ذکر کرتی ہیں مولانا فرماتے ہیں۔ شعر

نطق آب و نطق خاک و نطق گل — ہست محسوس حواس اہل دل

فلسفی کو منکر حنانہ است — از حواس اولیاء بیگانہ است

۳؎ یعنی اے جنت میں تجھ سے اعلیٰ ہوں کہ مجھ میں اعلیٰ شاندار لوگ آکر رہیں گے۔ بادشاہ۔ وزراء متکبرین مالدار کفار اور تو مجھ سے کمتر ہے کہ کمتر لوگ ضعفاء تجھ میں رہیں گے۔ ۴؎ دوزخ کے کہنے پر جنت نے بارگاہ الٰہی میں یہ عرض کیا کہ مجھے کمزوروں کی جگہ کیوں بنایا گیا میں نے کیا قصور کیا تھا۔ خیال رہے کہ ضعفاء سے مراد بدن اور مال کے لحاظ سے کمزور لوگ ہیں سقط اور غیرہ سے مراد ہے احوال و صفات کے لحاظ سے کمزور مسلمان جنہیں لوگ معتبر نہ سمجھیں ان کی طرف التفات نہ کریں غرۃ وہ جو دین میں مشغول رکھنے والے لوگ جنہیں دنیا کا تجربہ کم ہو کسی کو دھوکہ نہ دے سکیں بلکہ چالاک انہیں دھوکہ دے دیں حدیث

أَشَاءُ مِنْ عِبَادِي وَقَالَ لِلنَّارِ إِنَّمَا أَنْتِ عَذَابِي أُعَذِّبُ بِكِ مَنْ أَشَاءُ مِنْ عِبَادِي وَلِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْكُمَا مِلْؤُهَا فَأَمَّا النَّارُ فَلَا تَمْتَلِئُ حَتَّى يَضَعَ اللّٰهُ رِجْلَهُ يَقُولُ قَطْ قَطْ، فَهُنَالِكَ تَمْتَلِئُ وَيُزْوَى بَعْضُهَا إِلَى بَعْضٍ فَلَا يَظْلِمُ اللّٰهُ مِنْ خَلْقِهِ أَحَدًا وَأَمَّا الْجَنَّةُ فَإِنَّ اللّٰهَ

جس بندے پر چاہوں گا رحم کروں گا ۱؎ اور دوزخ سے فرمایا تو میرا عذاب ہے تیرے ذریعہ جس بندے پر چاہوں گا عذاب کروں گا ۲؎ تم میں سے ہر ایک کا بھرنا طے شدہ ہے ۳؎ لیکن آگ تو وہ نہ بھرے گی حتی کہ اللہ تعالٰی اپنا قدم رکھے گا ۴؎ تو کہے گی بس بس اس وقت بھر جاوے گی اور بعض بعض کی طرف سمٹ جاوے گی ۵؎ اللہ تعالٰی اپنی کسی مخلوق پر ظلم نہ کرے گا ۶؎ رہی جنت تو اللہ تعالٰی اس کے لئے

شریف میں ہے المؤمن غر کریم والکافر خب لئیم *

۱؎ چونکہ جنت اللہ تعالٰی کی رحمت کا مظہر ہے۔ اور اللہ تعالٰی کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے اس لیے پہلے اس سے خطاب فرمایا گیا یعنی جنہیں تو ضعیف سمجھتی ہے وہ درحقیقت کمزور نہیں وہ تو میرے رحم و کرم کا مرکز ہیں بڑے درجے والے ہیں

۲؎ یعنی اے دوزخ تو میرے غضب و قہر کا مظہر ہے تجھ میں وہ لوگ رکھے جائیں گے جو اپنے شامت اعمال کی وجہ سے میرے غضب و قہر کے مستحق ہو گئے، تم دونوں ہی اچھی ہو کہ میرے صفات کا مظہر ہو عذابی سے مراد ہے عذاب کی جگہ محل عذاب۔ عدل بھی میری صفت ہے فضل بھی۔ ۳؎ یعنی تم دونوں کا کمال اسی میں ہے کہ تم دونوں ہی بھر دی جاؤ چنانچہ ہم تم دونوں میں سے کسی میں جگہ خالی نہیں چھوڑیں گے دونوں کو بھر دیں گے۔

۴؎ شارحین نے اجل یعنی قدم کے بہت معنی کئے ہیں مگر بہتر یہ ہے کہ پاؤں یعنی قدم ہی ہو اور اللہ کے قدم سے مراد وہ ہو جو وہ ہی جانے یہ فرمان عالی متشابہات سے ہے ورنہ اس گوشت و پوست کے ہاتھ پاؤں سے رب تعالٰی پاک اور منزہ ہے۔

۵؎ یعنی جب اللہ تعالٰی آگ میں اپنا قدم قدرت رکھ دے گا تو آگ کا جوش ختم ہو جاوے گا اور زیادتی کا مطالبہ بالکل بند ہو جاوے گا یہ قدم وہاں رہے گا نہیں بالکل نکال لیا جاوے گا۔ ۶؎ یعنی دوزخ بھرنے عذاب دینے کے لیے کوئی مخلوق پیدا نہیں کی جاوے گی کیونکہ یہ ظلم ہے رب تعالٰی ظلم سے پاک ہے خیال رہے کہ ظلم کے دو معنی ہیں کسی کی چیز اس کی بغیر اجازت استعمال کرنا دوسرے کسی کو بغیر قصور سزا دینا یہ کہہ کر ما تجزون الا ما کنتم تعملون۔ پہلے معنی تو رب تعالٰی کے لیے متصور نہیں کہ ہر چیز اللہ تعالٰی کی مخلوق و مملوک ہے دوسرے معنی ظلم سے رب تعالٰی پاک ہے ان اللہ لا یظلم مثقال ذرۃ لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ اگر اللہ تعالٰی تمام لوگوں کو دوزخ

يُنْشِئُ لَهَا خَلْقًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَزَالُ جَهَنَّمُ يُلْقٰى فِيْهَا وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ حَتّٰى يَضَعَ رَبُّ الْعِزَّةِ فِيْهَا قَدَمَهٗ فَيَنْزَوِيْ بَعْضُهَا اِلٰى بَعْضٍ فَتَقُوْلُ قَطْ قَطْ بِعِزَّتِكَ وَكَرَمِكَ وَلَا يَزَالُ فِي الْجَنَّةِ فَضْلٌ حَتّٰى يُنْشِئَ اللّٰهُ لَهَا خَلْقًا فَيُسْكِنُهُمْ فَضْ

ایک مخلوق پیدا کرے گا ۱؎ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت انسؓ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں فرمایا دوزخ میں ڈالا جاتا رہے گا ۲؎ اور وہ کہتی رہے گی کیا اور زیادتی بھی ہے ۳؎ حتی کہ اللہ تعالیٰ اس میں اپنا قدم رکھ دے گا تب بعض بعض کی طرف سمٹ جاوے گا کہے گی تیری عزت و کرم کی قسم بس بس ۴؎ اور جنت میں بچی ہوئی جگہ رہے گی حتی کہ اللہ اس کے لیے ایک مخلوق پیدا فرمائے گا جنہیں جنت کے بچے ہوئے حصے میں رکھے گا ۵؎

میں بھیجے تو وہ ظالم نہیں ہاں مسلم سے پہلے معنی مراد ہیں۔

۱؎ خیال رہے کہ دوزخ صرف بدعقیدگی اور بدعملی سے ملے گی مگر جنت کسبی۔ وہبی۔ عطائی تین طرح ملے گی۔ اپنی نیکیوں سے جنت ملنا کسبی ہے کسی نیک کے طفیل ملنا وہبی ہے۔ جیسے مسلمان ماں باپ کے چھوٹے بچے مرے ہوئے یا دیوانہ مسلمان یا ہم جیسے گنہگار حضور کے طفیل یہ قوم جو جنت بھرنے کے لیے پیدا کی گئی انہیں جنت عطائی ملے گی محض فضل الٰہی سے یہ مسئلہ یہاں سے حاصل ہوا۔ ۲؎ اس میں جنات۔ انسان۔ چاند۔ سورج اینٹ پتھر وغیرہ ڈالے جاتے رہیں گے مگر وہ بھرے گی نہیں۔

۳؎ یہ زبان قال کہتی رہے گی نہ کہ بزبان حال، ہر چیز میں زبان فہم وغیرہ سب کچھ ہے۔

۴؎ یعنی اب میں بالکل بھر گئی مجھ میں کسی چیز کی گنجائش نہیں نہ اب ہے نہ آئندہ ہوگی اب تجھ سے زیادتی کا سوال نہیں کروں گی

۵؎ ابھی عرض کیا گیا کہ جنت بھرنے کے لیے ایک مخلوق پیدا کی جاوے گی۔ مگر دوزخ بھرنے کے لیے کوئی مخلوق پیدا نہ کی جاوے گی کیونکہ بغیر عمل جنت مل سکتی ہے بغیر گناہ دوزخ میں نہیں ڈالا جاسکتا یہ مخلوق انسان ہی ہوگی مگر حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد سے نہ ہوگی اور اس مخلوق کو جنت جزا یا ثواب کے لیے نہ ملے گی محض رب تعالیٰ کے فضل سے عطا ہوگی۔ اس مخلوق کو حوریں علاوہ ہوں گی پھل فروٹ اور دوسری نعمتیں دی جاویں گی۔ (سوال) وہ کون سے انسان ہیں جو آدم علیہ السلام کی اولاد نہیں۔ (جواب) وہ یہی مخلوق ہے۔ جو جنت پر کرنے کے لیے پیدا کی جاوے گی کہ یہ انسان تو ہوگی مگر اولاد آدم علیہ السلام نہیں جیسے حضرت حوا انسان ہیں مگر حضرت آدم کی اولاد نہیں۔ نیز خود آدم علیہ السلام انسان ہیں مگر اولاد آدم نہیں مرقات نے فرمایا کہ جنت عمل پر موقوف نہیں۔

الْجَنَّةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَذُكِرَ حَدِيثُ اَنَسٍ حُفَّتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ فِي كِتَابِ الرِّقَاقِ ۞ اَلْفَصْلُ الثَّانِي. عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمَّا خَلَقَ اللهُ الْجَنَّةَ قَالَ لِجِبْرِيْلَ اِذْهَبْ فَانْظُرْ اِلَيْهَا فَذَهَبَ فَنَظَرَ اِلَيْهَا وَاِلَى مَا اَعَدَّ اللهُ لِاَهْلِهَا فِيْهَا ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ اَيْ رَبِّ وَعِزَّتِكَ لَا يَسْمَعُ بِهَا اَحَدٌ اِلَّا دَخَلَهَا ثُمَّ حَفَّهَا بِالْمَكَارِهِ ثُمَّ قَالَ يَا جِبْرِيْلُ اِذْهَبْ فَانْظُرْ اِلَيْهَا قَالَ فَذَهَبَ فَنَظَرَ اِلَيْهَا ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ اَيْ رَبِّ وَعِزَّتِكَ لَقَدْ خَشِيْتُ اَنْ لَا يَدْخُلَهَا اَحَدٌ قَالَ فَلَمَّا

(مسلم بخاری) ہے اور حضرت انس کی حدیث کہ جنت مشقتوں سے گھیر دی گئی۔ کتاب الرقاق میں بیان کر دی گئی۔
دوسری فصل۔ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا جب اللہ نے جنت پیدا کی تو حضرت جبریل سے فرمایا کہ جاؤ اسے دیکھو وہ گئے اسے اور جو نعمتیں اس میں جنتیوں کیلئے اللہ نے تیار کی ہیں انہیں دیکھا پھر آئے ۱ عرض کیا یا رب تیری عزت کی قسم نہ سنے گا اسے کوئی مگر اس میں داخل ہوگا ۲ پھر رب نے اسے مشقتوں سے گھیر دیا ۳ پھر فرمایا اے جبریل جاؤ اسے دیکھ کر آؤ۔ فرمایا تو وہ گئے اسے دیکھا ۴ پھر آئے عرض کیا یا رب تیری عزت کی قسم مجھے خطرہ ہے کہ جنت میں کوئی داخل نہ ہوسکے گا ۵ فرمایا پھر جب

۱ یہاں آنے جانے سے مراد ہے اپنے جائے رہائش سے جانا آنا یعنی سدرۃ المنتہیٰ سے جنت میں گئے پھر وہاں ہی لوٹ کر گئے حضرت جبریل کا جنت میں جانا ثواب کے لیے نہ تھا نہ وہ وہاں پھل وغیرہ کھا سکے کہ وہاں کی نعمتیں انسانوں کے لیے ہیں۔ اس لیے لاھلھا ارشاد ہوا فرشتے کھانے پینے سے محفوظ ہیں۔
۲ یعنی دوزخ میں کوئی نہ جائے گا ساری مخلوق جنت میں داخل ہو جاوے گی کیونکہ یہاں کی نعمتیں راحتیں ایسی ہیں کہ کوئی ان کو سنکر ان سے صبر نہیں کرسکتا۔ ۳ یعنی جنت بہت اعلیٰ گلشن ہے جگہ پیارا ہے مگر اس کا راستہ خاردار ہے۔ حج۔ روزے۔ جہاد۔ نماز۔ رات کو جاگنا تہجد پڑھنا یہ اس کے راستے ہیں۔ ۴ اس دنیا کے عرض یہاں کے اعمال و صفات وہاں اس عالم میں شکل و صورت رکھتے ہیں۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے وہ تمام چیزیں مشقتوں کانٹوں کی شکل میں دیکھیں لہذا حدیث واضح ہے۔ ۵ یعنی کوئی شخص اپنی طاقت سے جنت میں نہ جاسکے گا جس پر تو فضل و کرم فرمائے الا سے ان مشقتوں کی برداشت کی توفیق دے وہ ہی انہیں برداشت کرکے

خَلَقَ اللّٰهُ النَّارَ قَالَ يَا جِبْرِيْلُ اِذْهَبْ فَانْظُرْ اِلَيْهَا قَالَ فَذَهَبَ فَنَظَرَ اِلَيْهَا ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ اَیْ رَبِّ وَعِزَّتِكَ لَا يَسْمَعُ بِهَا اَحَدٌ فَيَدْخُلُهَا فَحَفَّهَا بِالشَّهَوَاتِ ثُمَّ قَالَ يَا جِبْرِيْلُ اِذْهَبْ فَانْظُرْ اِلَيْهَا قَالَ فَذَهَبَ فَنَظَرَ اِلَيْهَا فَقَالَ اَیْ رَبِّ وَعِزَّتِكَ لَقَدْ خَشِيْتُ اَنْ لَّا يَبْقٰى اَحَدٌ اِلَّا دَخَلَهَا رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ ۞ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ۔ عَنْ

اللہ نے آگ پیدا کی تو فرمایا اے جبریل جاؤ اُسے دیکھو۔ فرمایا وہ گئے اُسے دیکھا پھر آئے ۱ عرض کیا یارب تیری عزت کی قسم اُسے کوئی نہ سنے گا کہ پھر اس میں داخل بھی ہو ۲ رب نے اُسے لذتوں سے گھیر دیا ۳ پھر فرمایا اے جبریل اُسے دیکھو فرمایا وہ گئے اُسے دیکھا عرض کیا یارب تیری عزت کی قسم مجھے خطرہ ہے کہ اس میں کوئی داخل ہوئے بغیر نہ بچے گا ۴ (ترمذی۔ ابوداؤد۔ نسائی) ۞ تیسری فصل۔ روایت ہے

جنت میں پہنچ سکیگا۔ حضرت جبریل کی عرض بالکل درست ہے۔ جو آنکھوں سے دیکھے جارہے ہیں ۞

۱ دوزخ میں جانے آنے کے وہ ہی معنی جو ابھی عرض کیے گئے کہ اپنی جگہ سدرۃ المنتہیٰ سے گئے۔ وہاں ہی آئے اور وہاں جانا تکلیف کے لیے نہیں سیر کے لیے ہے جیسے کوئی جیل خانہ کی سیر کرنے وہاں جائے تو وہ محض سیر کے لیے گیا ہے وہاں اُسے تکلیف نہیں ہوتی۔

۲ یعنی مولیٰ یہ جگہ ہمیشہ خالی ہی رہے گی۔ اس میں کوئی نہ آئے گا۔ ایسی مصیبت کی جگہ کون آئے گا۔

۳ گانے ، ناچنے۔ کھیل تماشے۔ زنا۔ چوری وغیرہ۔ نفس امارہ کو مرغوب ہیں یہ ہی دوزخ کے راستے ہیں جو نفس کو بہت اچھے معلوم ہوتے ہیں۔

۴ اس کا مطلب ابھی عرض کیا گیا کہ مولیٰ جسے تو ہی توفیق دے وہ اس راستہ سے بچ سکے گا۔ اپنی طاقت سے کوئی یہاں سے نہیں بچ سکتا ایک شاعر کہتا ہے۔

لولا المشقة ساد الناس کلھم الجود یفقر والاقدام قتال (مرقات)

اگر مشقت نہ ہوتی تو سب ہی سردار بن جاتے عظمت بہت مشقت سے ملتی ہے ۞

أَنَسٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى لَنَا يَوْمًا الصَّلٰوةَ ثُمَّ رَقِيَ الْمِنْبَرَ فَأَشَارَ بِيَدِهٖ قِبَلَ قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ فَقَالَ قَدْ أُرِيْتُ الْاٰنَ مُنْذُ صَلَّيْتُ لَكُمُ الصَّلٰوةَ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ مُمَثَّلَتَيْنِ فِيْ قِبَلِ هٰذَا الْجِدَارِ فَلَمْ أَرَ كَالْيَوْمِ فِي الْخَيْرِ وَالشَّرِّ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۔ بَابُ بَدْءِ الْخَلْقِ وَذِكْرِ

حضرت انس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ہم کو نماز پڑھائی۔ پھر منبر پر تشریف فرما ہوئے[1] تو اپنے ہاتھ سے مسجد کے قبلہ کی طرف اشارہ کیا۔ فرمایا ابھی جب میں نے تم کو نماز پڑھائی، تو جنت و دوزخ اس دیوار کی جانب میں اپنی شکل میں دکھائی گئیں[2] میں نے آج کے دن کی طرح خیر و شر کا جامع نہیں دیکھا[3] (بخاری)

پیدائش کی ابتداء

[1] نماز سے مراد فرض نماز ہے۔ یعنی پنجگانہ نمازوں میں سے کوئی نماز پڑھائی اس کے بعد وعظ کے لیے منبر شریف پر تشریف لائے۔

[2] اس کا مطلب یہ نہیں کہ ایک دیوار میں اتنی وسیع جنت و دوزخ سما گئیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس دیوار کی طرف ہم نے جنت بھی دیکھی اور دوزخ بھی جنت و دوزخ اپنے مقام پر تھیں حضور انور کی نگاہ نے دور کی جنت و دوزخ ملاحظہ فرمائیں۔ حالانکہ وہ عالم دوسرا ہے نہ یہ مطلب ہے کہ جنت و دوزخ کے فوٹو دکھائے گئے۔

[3] یعنی جنت سراسر خیر ہے اور دوزخ سراسر شر۔ میں نے ان دونوں کو اسی وقت اسی جگہ جمع دیکھا جو نگاہ، مدینہ منورہ میں کھڑے کھڑے جنت و دوزخ کو ملاحظہ فرما سکتی ہے اس نگاہ سے زمین کا کوئی چپہ کیسے مخفی رہ سکتا ہے۔ یہ حدیث حضور کی وسعت نظر کی دلیل ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت دوزخ پیدا ہو چکی ہیں۔ حضور انور نے اپنی آنکھوں سے دیکھی ہیں۔ اسی لیے یہ حدیث صاحب مشکوٰۃ اس باب میں لائے وہ واقعہ دوسرا ہے۔ جب حضور انور نے نماز کسوف میں جنت دوزخ ملاحظہ فرمائیں اور جنت کا خوشہ توڑنے کے لیے ہاتھ مبارک اٹھایا بعد میں فرمایا کہ اگر ہم چاہتے تو وہاں کا خوشہ توڑ لیتے ۔۔۔

الْاَنْبِیَاءِ عَلَیْھِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ۔ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ۔ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ قَالَ اِنِّیْ کُنْتُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذْ جَاءَہٗ قَوْمٌ مِّنْ بَنِیْ تَمِیْمٍ فَقَالَ اِقْبَلُوا الْبُشْرٰی یَا بَنِیْ تَمِیْمٍ قَالُوْا بَشَّرْتَنَا فَاَعْطِنَا فَدَخَلَ نَاسٌ مِّنْ اَھْلِ

حضرات انبیاء کرام کا ذکر[1] پہلی فصل۔ روایت ہے حضرت عمران ابن حصین سے[2] فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا کہ ناگاہ بنی تمیم کی ایک قوم حضور کی خدمت میں حاضر ہوئی حضور نے فرمایا بشارت قبول کرو اے بنی تمیم[3] وہ بولے آپ نے ہمیں بشارتیں تو دے دیں۔ ہم کو کچھ دیجئے[4] پھر یمن کے کچھ

[1] اس باب میں دو چیزیں بیان ہوں گی ایک یہ کہ مخلوق کی پیدائش کی ابتداء کیسے ہوئی دوسرے یہ کہ دین و ملت کی ابتداء کس طرح ہوئی۔ آیات و احادیث سے معلوم ہوتا ہے۔ عالم اجسام کی اصل پانی سے ہے کہ پانی ہی وہ چیز ہے جو ہر شکل اختیار کر لیتا ہے۔ چنانچہ پانی لطیف ہو کر ہوا بنا پھر ہوا گرم ہو کر آگ بنی۔ آگ کا دھواں جم کر آسمان بنا قرآن مجید میں آسمان کو دھواں فرمایا گیا ہے۔ اس پانی کے جھاگ جم کر زمین بنے۔ اس زمین کا کچھ حصہ سخت کر کے پہاڑ بنا دیئے گئے پھر پہاڑ زمین پر لنگر کی طرح قائم کر دیئے گئے تاکہ زمین جنبش نہ کرے۔ لہذا عالم اجسام کی اصل پانی ہے رب فرماتا ہے وجعلنا من الماء کل شیء حی۔ دوسری حدیث میں ہے کہ اللہ تھا اس کے ساتھ کچھ نہ تھا۔ سب سے پہلے لوح و قلم پیدا فرمائے پھر عرش و کرسی پھر آسمان و زمین جن و انس وغیرہ۔ دوسری حدیث میں ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالٰی نے نور محمدی بنایا۔ پھر اس نور سے سارا عالم بنا۔ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

تو اصل وجود آمدی از نخست　　　　دگر ہر چہ موجود شد فرع تست

اس کی تفصیل اشعۃ اللمعات اور مدارج النبوۃ وغیرہ میں ملاحظہ کرو۔

[2] یہ وہ صحابی ہیں جو تیس سال بیماری سے بستر پر رہے۔ فرشتوں سے ملاقات کرتے تھے۔ فرشتے انہیں سلام کرتے تھے آپ کے بقیہ حالات بارہا بیان ہو چکے ہیں۔

[3] یعنی اے بنی تمیم تم مجھ سے عقائد و اعمال سیکھو اور اس پر آئندہ جزاء خیر کی بشارت لو لہذا حدیث واضح ہے۔

[4] یعنی عقائد و اعمال کی تعلیم اور اس پر بشارتیں تو آپ سناتے بتاتے ہی رہتے ہیں۔ ہم کو تو مال دیجئے۔ افسوس کہ ان لوگوں کو اللہ نے مانگ لینے کا وقت دیا مگر انہوں نے کچھ فائدہ نہ اٹھایا نصیب اپنا اپنا تقدیر اپنی اپنی اس وقت دریائے رحمت جوش میں تھا۔

الْيَمَنِ فَقَالَ اقْبَلُوا الْبُشْرٰى يَا أَهْلَ الْيَمَنِ إِذْ لَمْ يَقْبَلْهَا بَنُوْ تَمِيْمٍ قَالُوْا قَبِلْنَا جِئْنَاكَ لِنَتَفَقَّهَ فِي الدِّيْنِ وَلِنَسْأَلَكَ عَنْ أَوَّلِ هٰذَا الْأَمْرِ مَا كَانَ قَالَ كَانَ اللّٰهُ وَلَمْ يَكُنْ شَيْءٌ قَبْلَهٗ وَكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَاءِ ثُمَّ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَكَتَبَ فِي الذِّكْرِ كُلَّ شَيْءٍ ثُمَّ أَتَانِيْ رَجُلٌ فَقَالَ يَا عِمْرَانُ أَدْرِكْ نَاقَتَكَ فَقَدْ ذَهَبَتْ فَانْطَلَقْتُ أَطْلُبُهَا وَايْمُ اللّٰهِ

لوگ آئے، حضور نے فرمایا جب بنو تمیم بشارت قبول نہیں کرتے تو تم بشارت قبول کرو [1] وہ بولے ہم قبول کرتے ہیں ہم آپ کی خدمت میں اس لئے حاضر ہوئے ہیں کہ دینی علم سیکھیں اور آپ سے اس چیز کی ابتداء پوچھیں کہ کیا چیز تھی [2] فرمایا اللہ تھا اور اس سے پہلے کچھ نہ تھا اس کا عرش پانی پر تھا [3] پھر اس نے آسمان و زمین پیدا کئے اور لوح محفوظ میں ہر چیز لکھی [4] پھر میرے پاس ایک شخص آیا بولا اے عمران اپنی اونٹنی پکڑو وہ بھاگ گئی [5] تو میں اسے ڈھونڈنے چلا گیا، اور اللہ کی قسم میری تمنا

[1] یعنی اس وقت سے تم فائدہ اٹھالو ہم سے کچھ حاصل کرلو۔ اچھے حال کا اچھا مآل (انجام) ہوتا ہے۔

[2] یعنی اللہ تعالیٰ نے جب اپنی مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو پہلے کیا چیز پیدا فرمائی پھر ترتیب خلق کیا ہے۔ سبحان اللہ کیسا پاکیزہ اور محققانہ سوال ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ عقیدہ رکھتے تھے کہ حضور اول آخر سب کچھ جانتے ہیں سب کچھ آپ کی نظر میں ہے۔

[3] اس پانی سے مراد سمندر کا پانی نہیں بلکہ عرش اعظم کے نیچے تحت پانی ہے جو ہوا پر ہے اور ہوا اللہ تعالیٰ کی قدرت پر۔ اس فرمان کا یہ مطلب نہیں کہ عرش پانی پر رکھا ہوا تھا بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس پانی اور عرش کے درمیان کوئی آڑ نہ تھی۔ جیسے ہم کہیں کہ آسمان زمین پر ہے یعنی زمین کے اوپر ہے۔ اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ عرش اور پانی سب سے پہلے پیدا ہوئے۔ دنیا کے پانی میں جنبش پیدا ہوئی جس سے جھاگ پیدا ہوئے وہ جھاگ جہاں تک وہاں محفوظ رہے جہاں خانہ کعبہ ہے اسی جھاگ کو پھیلا دیا گیا۔ دنیا میں سب سے پہلا پہاڑ ابو قبیس ہے جو پیدا کیا گیا (مرقات و اشعہ) پانی کے بخار سے آسمان بنا۔

[4] ذکر سے مراد لوح محفوظ ہے غالب یہ ہے کہ لوح و قلم اور یہ تحریر عرش سے پہلے ہوئے (اشعہ)

[5] یعنی سلسلہ کلام جاری تھا کہ مجھ سے کسی نے یہ کہا میں بقیہ کلام سن نہ سکا۔

لَوَدِدْتُ اَنَّهَا قَدْ ذَهَبَتْ وَلَمْ اَقُمْ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ ۞ وَعَنْ
عُمَرَ قَالَ قَامَ فِیْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا
فَاَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ حَتّٰی دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ مَنَازِلَهُمْ
وَاَهْلُ النَّارِ مَنَازِلَهُمْ حَفِظَ ذٰلِكَ مَنْ حَفِظَهٗ وَنَسِيَهٗ مَنْ
نَسِيَهٗ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ ۞ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ

ہے کہ وہ چلی گئی ہوتی اور میں وہاں سے نہ اٹھتا[1] (بخاری) ۞ روایت ہے حضرت عمر سے فرماتے ہیں کہ ہم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جگہ کھڑے ہوئے تو ہم کو ابتداء خلق کے متعلق خبر دی حتی کہ جنتی جنت میں اپنے ٹھکانوں میں داخل ہو گئے اور دوزخی اپنے ٹھکانوں میں جس نے یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جو بھول گیا وہ بھول گیا[2] (بخاری) ۞
روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں میں نے رسول

[1] یعنی یہ مضمون ایسا پیارا تھا کہ مجھے اس کے پورا نہ سننے پر افسوس ہے اونٹنی بھاگ جاتی مجھے نہ ملتی مگر میں پورا فرمان عالی سن لیتا۔

[2] حضور انور کا یہ وعظ فجر کی نماز سے مغرب کی نماز تک تھا۔ درمیان میں سوا ظہر و عصر کی نماز کے اور کسی کام کے لیے وعظ شریف بند نہ فرمایا اور دن بھر میں ابتداء سے انتہا تک بیان فرما دینا بھی حضور انور کا معجزہ ہے جیسے حضرت داؤد علیہ السلام گھوڑے پر زین کستے کستے پوری زبور شریف پڑھ لیتے تھے۔ بعض روایات میں ہے کہ اس وعظ شریف میں پرندہ کا پر مارنا قطرہ کا حرکت کرنا ذرہ کا جنبش فرمانا تک بیان فرما دیا۔ گزشتہ ماضی کے سارے حالات اور آئندہ مستقبل کا ایک ایک حال بیان کر دیا۔ یہ ہے حضور کا علم غیب کلی کی بڑی قوی دلیل اور یہ حدیث ان آیات کی تفسیر ہے وعلمك ما لم تكن تعلم یا رب کا فرمان ویعلمكم ما لم تكونوا تعلمون۔ شعر

خدا اطلاع ساخت بر جملہ غیب ۔۔۔ علی کل شیء خبر آمدی

[3] اللہ تعالیٰ نے سارے غیب حضور کو بتائے، حضور کو یاد بھی رہے فرماتے ہیں۔ وتجلی لی کل شیء وعرفت۔ پھر حضور انور نے یہ سب کچھ صحابہ کو بتایا مگر ان میں سے کسی کو سارا یاد نہ رہا یہ فرق ہے اس تعلیم میں اور اس تعلیم میں بعض کو زیادہ یاد رہا بعض کو کم بعض کو کچھ یاد نہ رہا۔ غرضکہ رب نے اپنے محبوب کو سب کچھ سکھایا۔ حضور نے صحابہ کو سب کچھ وعظ میں بتایا جیسے حضرت آدم کو رب نے سارے نام سکھائے۔ وعلم آدم الاسماء كلها اور حضرت آدم علیہ السلام نے فرشتوں کو وہ سب نام سکھائے نہیں بلکہ بتائے۔ فقط انباءهم یہ فرق خیال میں رہے۔

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی کَتَبَ کِتَابًا قَبْلَ اَنْ یَّخْلُقَ الْخَلْقَ اِنَّ رَحْمَتِیْ سَبَقَتْ غَضَبِیْ فَھُوَ مَکْتُوْبٌ

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ اللہ تعالٰی نے مخلوق کی پیدائش سے پہلے ایک تحریر لکھی [1] کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے [2] تو وہ اس کے پاس

[1] یہ تحریر یا تو لوح محفوظ میں ہے۔ دوسری تحریروں کے ساتھ یا یہ تحریر علیحدہ ہے۔ جو رب تعالٰی کے پاس محفوظ ہے۔ ہر وقت رب کی نظر میں ہے۔ خیال رہے کہ اس قسم کی تحریریں تاکید اور اہمیت ظاہر فرمانے اور اپنے خاص بندوں کو دکھانے کے لیے ہوتی ہیں۔ اس لیے نہیں کہ رب تعالٰی کو اپنے بھول جانے کا خطرہ تھا۔ لہذا لکھ لیا نعوذ باللہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ تحریر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھی ہے۔ دیکھ کر پڑھ کر ہم کو سنا رہے ہیں۔ شعر

قدرت کی تحریریں جانے ؛ اس کی اور تقدیریں جانے بخشش کی تدبیریں جانے وہ ہے رحمت والا

جن کا نام ہے محمد دو جگ ہے ان سے اجیالا

[2] اس فرمان عالی کے چند معنی ہیں۔ ایک یہ کہ میری رحمت زیادہ ہے میرا عذاب و غضب کم کہ رحمت ہمیشہ رہتی ہے غضب کبھی کبھی۔ دوسرے یہ کہ میری رحمت عام ہے جس سے ہر کافر و مومن و جن و انس حصہ لے رہا ہے۔ میرا غضب خاص کافر انسانوں اور جنات پر تیسرے یہ کہ رحمت ملنے کے اسباب بہت ہی ہیں۔ ایمان لانا، توبہ کرنا، عبادت کرنا، ڈرنا، امید رکھنا، بندوں پر رحم کرنا۔ مگر غضب کا سبب صرف ایک ہے یعنی نافرمانی کرنا اگرچہ نافرمانی کی نوعیتیں بہت ہیں۔ چوتھے یہ کہ رحمت پہلے ہے غضب اس کے بعد ہے۔ مخلوق کو پیدا فرمانا انہیں پالنا روزی دینا رحمت یہ پہلے ہے ان کی نافرمانی پر پکڑنا یہ غضب ہے جو ان رحمتوں کے بعد ہے۔ دنیا میں بھی اس کی رحمت زیادہ ہے آخرت میں بھی زیادہ ہوگی۔ پانچویں یہ کہ اللہ کی رحمت تو بغیر سبب بھی مل جاتی ہے مگر اس کا غضب کسی سبب سے ہی ہوتا ہے۔ ہم پر اس نے عالم ارواح اور ماں کے پیٹ میں رحمتیں کیں۔ اس وقت ہم کون سے اعمال کر رہے تھے۔ شعر

در عدم کے بود مارا خود طلب ؛ بے طلب کردی عطاہائے عجب

چھٹے یہ کہ رحمت تو ہمارے بغیر استحقاق کے بھی مل جاتی ہے مگر غضب ہمارے استحقاق سے ہی ہوتا ہے۔ اب پڑھو یہ آیت کریمہ ان عذابی اصیب بہ من اشاء و رحمتی وسعت کل شیئ۔ اس کا آخری یہ ہے کہ دائمی رحمت ہیں۔ تو آپ کی نبوت عالمین کو گھیرے ہوئے ہیں۔ ساتویں یہ کہ رحمت کی بہت قسمیں ہیں رحمت ایجاد، رحمت امداد، رحمت توفیق اعمال، رحمت قبول، رحمت جزاء عمل وغیرہ مگر غضب کے اقسام بہت تھوڑے ہیں۔ آٹھویں یہ کہ خلف وعید جائز بلکہ واقع ہے مگر خلف وعدہ ناممکن ہے۔ اس کی اور وجوہ بھی ہو سکتی ہیں۔

عِنْدَهٗ فَوْقَ الْعَرْشِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ❊ وَعَنْ عَائِشَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خُلِقَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ نُّوْرٍ وَّخُلِقَ الْجَانُّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ وَّخُلِقَ اٰدَمُ مِمَّا وُصِفَ لَكُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ❊ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمَّا صَوَّرَ اللّٰهُ اٰدَمَ فِي الْجَنَّةِ تَرَكَهٗ مَا شَآءَ اللّٰهُ

عرش کے اوپر لکھی ہوئی ہے ۱؎ (مسلم، بخاری) ❊ روایت ہے حضرت عائشہ سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا فرشتے نور سے پیدا کیے گئے ۲؎ اور جنات خالص آگ سے پیدا کیے گئے ۳؎ اور آدم اس سے پیدا کیے گئے جو تم سے بیان کیا گیا ۴؎ (مسلم) ❊ روایت ہے حضرت انس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالٰی نے حضرت آدم کی جنت میں صورت بنائی ۵؎ تو جب تک چھوڑے

۱؎ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تحریر لوح محفوظ میں نہیں ہے بلکہ خاص تختی پر ہے لوح محفوظ پر فرشتوں، نبیوں ولیوں کی نظر ہے مگر اس تحریر پر سوا ہمارے حضور کے کسی کی نظر نہیں یہ تو حضور کا کرم ہے کہ وہ خاص تحریر ہم کو بتادی سنادی، حضور رب کی طرف سے مختار ہیں۔ ۲؎ نور کے معنی ہیں روشنی یعنی بذات خود ظاہر دوسروں کا مظہر یہاں چمکدار جوہر مراد ہے۔ جس میں کثافت بالکل نہ ہو (اشعۃ اللمعات) یعنی فرشتوں کی پیدائش ایسے جوہر سے ہے جو چمکدار ہے اس میں کثافت بالکل نہیں۔ ہمارے جسموں کی پیدائش خاک سے ہے جو کثیف ہے۔ اگرچہ اس میں آگ و پانی کی ملاوٹ بھی ہے۔ ۳؎ اس کا ذکر قرآن مجید میں بھی ہے۔ والجان من مارج من نار۔ اگرچہ آگ بھی لطیف ہے کثیف نہیں مگر اس میں گرمی بھی ہے نور میں گرمی نہیں صرف لطافت ہے نیز آگ نور اور کثافت کے درمیان ہے خالص چمک نہیں چمک ہے تکدر ہو تو محض دھواں یہ ہی فرق ہے فرشتے اور جن کے درمیان (اشعہ) ۴؎ اس میں اشارہ اس آیت کریمہ کی طرف ہے۔ من صلصال من حما مسنون یعنی ہم نے آدم علیہ السلام کو گلی اور سوکھی کھنکھناتی مٹی سے پیدا فرمایا جسم انسانی کی پیدائش مٹی سے ہے روح انسانی کی پیدائش امر ربی سے قل الروح من امر ربی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم شریف خاکی نورانی ہے۔ رب فرماتا ہے۔ سراجا منیرا۔ آدم علیہ السلام کی بچی ہوئی مٹی سے کھجور، انار اور انگور پیدا کیے گئے۔ جنت کی حوریں زعفران سے پیدا کی گئیں (مرقات)

۵؎ آدم علیہ السلام کی پیدائش کے چند درجے ہیں اولًا ان کا پتلا زمین یعنی مکہ معظمہ اور طائف کے درمیان وادی نعمان میں بنایا اور سکھایا گیا پھر وہ سوکھا ہوا پتلا جنت میں رکھا گیا وہاں ہی روح پھونکی گئی وہاں ہی فرشتوں سے سجدہ کرایا گیا وہاں

أَنْ يَتْرُكَهٗ فَجَعَلَ إِبْلِيْسُ يُطِيْفُ بِهٖ يَنْظُرُ مَا هُوَ فَلَمَّا رَآهُ
أَجْوَفَ عَرَفَ أَنَّهٗ خُلِقَ خَلْقًا لَا يَتَمَالَكُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ
وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ اخْتَتَنَ إِبْرٰهِيْمُ النَّبِيُّ وَهُوَ ابْنُ ثَمَانِيْنَ سَنَةً
بِالْقَدُوْمِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

رکھنا چاہا انہیں چھوڑے رکھا۔ ابلیس اُن کے آس پاس گردش کرنے لگا دیکھتا تھا کہ کیا چیز ہے تو جب انہیں خالی پیٹ دیکھا تو سمجھ گیا کہ وہ ایسی خلقت سے پیدا کئے گئے جو اپنے قابو میں نہ رہ سکیں گے[۱] (مسلم) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے نبی حضرت ابراہیم نے اسّی سال کی عمر میں اپنا ختنہ کیا[۲] تیشہ سے[۳] (مسلم،بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی

ہی عطا ہوئیں۔ پھر وہاں سے زمین پر بھیجا گیا یہاں اس دوسرے ٹھکانہ کا بیان ہے۔ لہذا یہ حدیث ان روایات کے خلاف نہیں جن میں ہے کہ حضرت آدم کا پتلا نعمان مقام میں بنایا گیا۔ بعض نے کہا کہ فی الجنۃ۔ راوی کی غلطی ہے۔

۱ یعنی یہ اپنے پر قابو نہ رکھیں گے۔ خوشی و رنج عیش تکلیف کو برداشت نہ کرسکیں گے شہوت و غصہ میں بے قابو ہو جائیں گے لہذا میں ان کی اولاد کو بہ آسانی بہکا سکوں گا۔

۲ جب حضرت ابراہیم اسّی سال کے ہوئے، تب حکم الٰہی پہنچا کہ اے ابراہیم ختنہ کرو۔ آپ نے اپنا ختنہ خود کرلیا الا ہوا غلط طریقہ سے تو آپ سخت زخمی ہوگئے۔ اس کے متعلق رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاِذِ ابْتَلٰی اِبْرٰهِيْمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ خیال رہے کہ چند نبی ختنہ شدہ پیدا ہوئے۔ جن میں ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہیں۔ آج جو جوان یا بوڑھا مسلمان ہو وہ یا تو اپنا ختنہ خود کرے یا کسی ختنہ جاننے والی عورت سے نکاح کرے جو اس کی بیوی بننے کے بعد اس کا ختنہ کرے نائی سے ختنہ نہیں کرا سکتا۔ کیونکہ بالغ مرد کا ستر کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ختنہ کرانا سنت ابراہیمی ہے آپ ہی سے یہ رسم جاری ہوئی۔

۳ قدوم ق کے فتحہ سے دال کے پیش سے شام میں ایک بستی ہے۔ اور قدوم دال کے شد سے تیشہ یعنی بسولہ بڑھیوں کا مشہور ہتھیار ہے آپ نے مقام قدوم میں اسی اوزار سے اپنا ختنہ خود کرلیا۔ رب تعالیٰ کے حکم پر فوراً عمل کیا یہ ہے اطاعت حکم۔

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكْذِبْ إِبْرٰهِيمُ إِلَّا ثَلٰثَ كَذَبَاتٍ ثِنْتَيْنِ مِنْهُنَّ فِي ذَاتِ اللّٰهِ إِنِّي سَقِيمٌ وَقَوْلُهُ بَلْ فَعَلَهُ كَبِيرُهُمْ هٰذَا وَقَالَ بَيْنَا هُوَ ذَاتَ يَوْمٍ وَسَارَةُ إِذْ أَتٰى عَلٰى جَبَّارٍ

اللہ علیہ وسلم نے ابراہیم علیہ السلام نے کبھی جھوٹ نہ کہا سواء تین جھوٹ کے[1] ان میں سے دو تو اللہ کی ذات میں تھے کہ میں بیمار ہوں[2] اور آپ کا فرمان کہ بلکہ یہ کام ان کے اس بڑے نے کیا[3] فرمایا کہ ایک دن آپ اور جناب سارہ ہجرت میں تھے کہ آپ ظالموں میں سے ایک

[1] یہاں جھوٹ سے مراد توریہ ہے یعنی دو معنی والا لفظ بول کر بعید معنی مراد لینا ہے ضرورت کے وقت توریہ بالکل جائز ہے۔ خیال رہے کہ آپ کا جو تھا ھٰذا ربی وہ بچپن شریف کا تھا یہ تین توریہ نبوت کی عطا کے بعد ہیں لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں۔

[2] اس فرمان عالی کی تفسیر حاشیۃ القرآن میں ملاحظہ کرو۔ یہاں اتنا سمجھو کہ آپ کی قوم نے آپ کو اپنے میلے میں چلنے کیلئے کہا تو آپ نے کہا میں بیمار ہوں تمہارے ساتھ کیسے جا سکتا ہوں مطلب یہ تھا کہ میرا دل بیمار ہے۔ اسے تمہاری طرف سے رنج وغصہ ہے مگر چونکہ آپ کا جسم شریف بظاہر بیمار نہ تھا اور سقیم کے ظاہری معنی ہیں جسمانی بیماری اس لیے اُسے کذب یعنی توریہ فرمایا گیا آپ تو صدیقًا نبیا ہیں۔ اس فرمان عالی کے اور بہت مطلب ہو سکتے ہیں، یہ قوی ہے۔ شعر

اگر ترا بہ تماشا وحید خود طلبند　　　خلیل در جوابہ بگو کہ بیمارم

[3] اس کا واقعہ یہ ہوا تھا کہ کفار تو اپنے میلے میں گئے آپ نے بتخانہ میں تشریف لے جا کر سارے بت توڑ دیئے ان میں ایک بت بڑا تھا باقی چھوٹے تھے کفار نے واپس آکر اپنے بتوں کی یہ حالت دیکھ کر آپ سے پوچھا کہ یہ کام کس نے کیا آپ نے فرمایا ان سب سے بڑے نے کیا یہ کلام شریف ظاہر کے خلاف ہے کہ بتوں کو توڑا آپ نے اور توڑنے کو نسبت کر دیا بڑے بت کی طرف اس لیے اسے کذب یعنی توریہ فرمایا اس فرمان عالی کے بہت مطلب بیان کئے گئے ہیں قوی ترین دو مطلب ہیں ایک یہ کہ کفار ان بتوں کو اپنا چھوٹا خدا کہتے تھے۔ اللہ تعالٰی کو بڑا خدا آپ نے فرمایا کہ یہ کام اللہ نے کیا ہے کیونکہ محبوب خلیل کا کام رب کا کام ہے وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی۔ وہ سمجھے کہ بڑے سے مراد یہ بڑا بت ہے۔ دوسرے یہ کہ یہ جملہ خبر نہیں بلکہ انشاء ہے یعنی اس بڑے نے کیا ہوگا ان چھوٹے سے پوچھ لو یہ ہوا استہزاء اور استہزاء خبر نہیں پھر جھوٹ کیسا رب جہنمی کافر سے فرمائے گا ذق انک انت العزیز الکریم حالانکہ کافر نہ کریم ہے نہ عزیز چونکہ ان دونوں کاموں کا تعلق خاص رب تعالٰی سے ہے جن میں آپ کا اپنا نفع کوئی نہیں اس لیے فرمایا کہ یہ دونوں کلام اللہ

مِّنَ الْجَبَابِرَةِ فَقِيلَ لَهُ إِنَّ هٰهُنَا رَجُلًا مَعَهُ امْرَأَةٌ مِّنْ أَحْسَنِ النَّاسِ فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ فَسَأَلَهُ عَنْهَا مَنْ هٰذِهٖ قَالَ أُخْتِي فَأَتٰى سَارَةَ فَقَالَ لَهَا إِنَّ هٰذَا الْجَبَّارَ إِنْ يَعْلَمْ أَنَّكِ امْرَأَتِي يَغْلِبْنِي عَلَيْكِ فَإِنْ سَأَلَكِ فَأَخْبِرِيهِ أَنَّكِ أُخْتِي فَإِنَّكِ أُخْتِي فِي الْإِسْلَامِ لَيْسَ عَلٰى وَجْهِ الْأَرْضِ مُؤْمِنٌ

ظالم پر گزرے ۱؎ اُسے خبر دی گئی کہ یہاں ایک شخص ہے جس کے ساتھ ایک عورت ہے لوگوں میں سے حسین ترین اس نے آپ کو بلوایا اور سارہ کے متعلق پوچھا کہ یہ کون ہیں آپ نے فرمایا میری بہن ہیں ۲؎ پھر آپ سارہ کے پاس آئے ان سے فرمایا کہ یہ ظالم اگر جان لے گا کہ تم میری بیوی ہو تو یہ تمہارے متعلق مجھ پر غلبہ کرے گا ۳؎ اگر وہ تم سے پوچھے تو اُسے بتانا کہ تم میری بہن ہو کیونکہ تم میری اسلامی بہن ہو۔ روئے زمین پر میرے اور تمہارے سواء کوئی مومن نہیں ہے ۴؎

کے متعلق تھے۔

۱؎ اس کا واقعہ یہ ہوا کہ حضرت خلیل اپنی بیوی حضرت سارہ کے ساتھ عراق سے شام کی طرف براستہ مصر ہجرت کرکے جا رہے تھے۔ کہ مصر سے گزرے وہاں کا قبطی بادشاہ صادق ابن صادف بڑا ظالم تھا۔ جس مسافر کی بیوی خوبصورت دیکھتا اُسے طلاق دلوا کر خود قبضہ کر لیتا تھا وہاں یہ واقعہ پیش آیا۔

۲؎ اس ظالم نے پہلے تو آپ کو بلایا تاکہ آپ سے طلاق حاصل کرکے حضرت سارہ پر قبضہ کرے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ بی بی صاحبہ میری بہن ہیں وہ بے دین بھائی سے بہن کو نہیں چھینتا تھا بلکہ خاوند سے بیوی کو طلاق دلواتا تھا اگر طلاق نہ دیتا تو اسے قتل کر دیتا تھا۔ آپ بہ تعلیم الٰہی اس کا یہ اصول جانتے تھے۔

۳؎ اس طرح کہ مجھے تمہارے لئے طلاق سے لے لیگا یا مجھے قتل کرا دے گا۔ مردوں میں حضرت یوسف علیہ السلام بڑے حسین تھے اور عورتوں میں حضرت سارہ بڑی حسینہ تھیں۔ بلکہ حضرت یوسف علیہ السلام کا حسن حضرت سارہ کی میراث تھا حضرت سارہ ہاران کی بیٹی تھیں ہاران آزر دونوں آپ کے چچا تھے والد تارح تھے جو مومن تھے۔

۴؎ یعنی اس زمین مصر میں میرے تمہارے سواء کوئی مومن نہیں اس وقت حضرت لوط آپ کے ساتھ نہ تھے لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں یہ واقعہ اس سے معلوم ہوا کہ ضرورةً اپنی بیوی کو بہن کہنا جائز ہے اس سے کفارہ نہیں ہو جاتا جیسے حضرت ابوبکر صدیق نے معروض کیا تھا کہ حضور میں تو حضور کا بھائی ہوں کیا میری بیٹی عائشہ سے آپ کا نکاح درست ہوگا ویسے کوئی اپنے کو حضور کا بھائی نہیں کہہ سکتا لاتجعلوا دعاء الرسول یہ بھائی کہنا مسئلہ پوچھنے کی ضرورت سے تھا بلا ضرورت زوجین ایک دوسرے کو بھائی بہن ہرگز نہ کہیں۔

غَيْرِيْ وَغَيْرُكِ فَاَرْسَلَ اِلَيْهَا فَاُتِيَ بِهَا قَامَ اِبْرَاهِيْمُ يُصَلِّيْ فَلَمَّا دَخَلَتْ عَلَيْهِ ذَهَبَ يَتَنَاوَلُهَا بِيَدِهٖ فَاُخِذَ وَيُرْوٰى فَغُطَّ حَتّٰى رَكَضَ بِرِجْلِهٖ فَقَالَ اُدْعِيْ اللّٰهَ وَلَا اَضُرُّكِ فَدَعَتِ اللّٰهَ فَاُطْلِقَ ثُمَّ تَنَاوَلَهَا الثَّانِيَةَ فَاُخِذَ مِثْلَهَا اَوْ اَشَدَّ فَقَالَ اُدْعِيْ اللّٰهَ لِيْ وَلَا اَضُرُّكِ فَدَعَتِ اللّٰهَ فَاُطْلِقَ ثُمَّ تَنَاوَلَهَا الثَّالِثَةَ فَاُخِذَ مِثْلَهَا اَوْ اَشَدَّ فَقَالَ اُدْعِيْ اللّٰهَ

پھر اس نے سارہ کو بلوایا آپ کو وہاں پہنچایا گیا۔ جناب ابراہیم کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے۔ جب آپ اس کے پاس گئیں وہ اپنے ہاتھ سے آپ کو پکڑنے لگا [1] تو خود پکڑا گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ خراٹے لینے لگا حتی کہ اس کے پاؤں رگڑنے لگے۔ بولا اللہ سے دعا کر دیں تم کو نقصان نہ دوں گا۔ سارہ نے اللہ سے دعا کی وہ چھوڑ دیا گیا۔ پھر دوبارہ پکڑنا چاہا اسی طرح پکڑا گیا اور زیادہ سخت تو بولا میرے لئے اللہ سے دعا کریں میں تم کو تکلیف نہ دوں گا [2] تو اللہ سے دعا کی وہ کھول دیا گیا [3] پھر اس نے جناب سارہ کو دوبارہ پکڑنا چاہا تو اسی طرح اور بہت سخت پکڑا گیا۔ بولا اللہ سے میرے لئے دعا

[1] آج اس مردود نے اپنے اصول و قواعد کے بھی خلاف کیا کہ باوجودیکہ آپ نے انہیں اپنی بہن کہا۔ اس نے پھر بھی پکڑوا کر بلالیا اور آپ کی طرف دست درازی کرنے لگا۔

[2] اس کی یہ پکڑ اور چھوٹ حضرت سارہ کی کرامت بھی ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا معجزہ بھی وہ اپنی حرکت پر پکڑا جاتا تھا۔ جناب سارہ کی دعا پر چھوٹ جاتا تھا۔ آپ چھوٹنے کی دعا اس لئے کر دیتی تھیں کہ اگر وہ مر گیا یا ایسا ہی رہا تو اس کی قوم مجھے تکلیف دے گی۔

[3] اس کی اس بات سے معلوم ہوا کہ وہ بادشاہ کافر تھا مگر وہابی نہ تھا وسیلہ اولیاء کا قائل تھا۔ اس نے خود رب سے دعا نہ کی بلکہ حضرت سارہ سے دعائیں کراتا رہا وہ جانتا تھا کہ اللہ تعالٰی ان کی سنے گا میری نہ سنے گا ہر دفعہ اس کا ہاتھ سوکھ جاتا تھا۔ اور اسے مرگی کا سا مرض لاحق ہو جاتا تھا جس سے وہ زمین پر اپنی ایڑیاں رگڑنے لگتا تھا۔

[4] اللہ تعالٰی نے اس ظالم کو پکڑا تو اس کے جرم سے مگر چھوڑا حضرت سارہ کی دعا سے جس پتہ لگا کہ مجرم اکثر پکڑے جاتے ہیں۔ اپنی حرکتوں سے مگر خلاصی پاتے ہیں۔ بزرگوں کے فیض سے آپ کی یہ دعا کا فوراً ہی قبول ہونا کہ دعا کی اور وہ چھوڑا گیا۔

لِيْ وَلَا اُضُرُّكِ فَدَعَتِ اللّٰهَ فَاُطْلِقَ فَدَعَا بَعْضَ حَجَبَتِهٖ فَقَالَ اِنَّكَ لَنْ تَاْتِنِيْ بِاِنْسَانٍ اِنَّمَا اَتَيْتَنِيْ بِشَيْطَانٍ فَاَخْدَمَهَا هَاجَرَ فَاَتَتْهُ وَهُوَ قَائِمٌ يُّصَلِّيْ فَاَوْمَأَ بِيَدِهٖ مَهْيَمْ قَالَتْ رَدَّ اللّٰهُ كَيْدَ الْكَافِرِ فِيْ نَحْرِهٖ وَاَخْدَمَ هَاجَرَ قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ

کردیں تم کو تکلیف نہ دوں گا، سارہ نے اللہ سے دعا کی وہ کھول دیا گیا۱ پھر اس نے اپنے بعض دربانوں کو بلایا تم میرے پاس انسان نہیں لائے ہو شیطان لائے ہو۲ چنانچہ انہیں بی بی ہاجرہ خادمہ دیں۳ آپ حضرت ابراہیم کے پاس آئیں آپ کھڑے نماز پڑھ رہے تھے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا کہو کیا گزری، بولیں اللہ نے کافر کا مکر اس کے گلے میں لوٹا دیا اور ہاجرہ خادمہ عطا فرمائی۴ ابوہریرہ نے

۱ یہ بد خبیث تھا کہ بار بار پکڑا جاتا تھا مگر جب چھوٹتا تھا برا ارادہ کرتا تھا کیونکہ وہ عادی مجرم تھا۔

۲ وہ لوگ جنات سے بہت ہی ڈرتے تھے، ہر خطرناک انسان کو جن کہہ دیتے تھے، اسی وجہ سے اس نے آپ کو جن کہا یعنی خطرناک انسان جس پر میں قابو نہ پا سکا جیسے فرعون موسیٰ علیہ السلام کو ساحر کہہ کر آپ سے دعا کراتا تھا۔ یٰاَیُّهَا السَّاحِرُ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ۔ ساحر یعنی بڑے کرشمے والا انسان شیطان سے مراد طاقتور جن ہے نہ کہ ابلیس کردہ ابلیس سے مراد تھا ہی نہیں۔

۳ اس واقعہ سے کچھ عرصہ پہلے حضرت ہاجرہ کے ساتھ بھی یہی واقعہ اس کا ہو چکا تھا کہ آپ کو غلط پکڑ لیا تھا مگر آپ پر قابو نہ پا سکا مگر انہیں اپنے گھر میں رکھا آپ اس کے ہاں مظلومہ قیدی تھیں وہ بولا کہ چونکہ سارہ بھی اسی طرح کی ہیں لہٰذا ہاجرہ سارہ کو دیدو انہیں بھی میرے گھر سے نکالو آپ لونڈی نہ تھیں کیونکہ لونڈی غلام وہ ہوتا ہے جو کفر و اسلام کی جنگ میں کافر مسلمانوں کے ہاتھ لگے اور مسلمان اسے غلام بنالیں اس زمانہ میں نہ کفر و اسلام کی جنگ ہوئی تھی نہ آپ کسی مسلمان کے ہاں گرفتار ہو کر لونڈی بنائی گئیں تھیں، آپ شہزادی تھیں اس کے ہاں مظلومہ قیدی تھیں۔ آپ کی عصمت اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھی تھی۔ سارہ کی طرح کیونکہ سارہ حضرت اسحاق کی ماں بننے والی تھیں اور ہاجرہ حضرت اسمٰعیل کی والدہ حضور محمد رسول اللہ کی دادی بننے والی تھیں۔ اللہ ان کی عصمت کا والی تھا۔ جب نبی کی بیوی بننے والی عورت کو خواب میں احتلام نہیں ہو سکتا تو نبی کی ماں بننے والی بی بی پر کون قابو پا سکتا ہے۔

۴ اخدم کے معنی ہیں خادمہ کردیا نہ کہ لونڈی بنا کر کیونکہ آپ مومنہ آزاد تھیں آزاد مومن کو کوئی بھی غلام نہیں بنا سکتا اگر کافر قید کرکے غلام بنا بھی لے تو وہ چھوٹتے ہی آزاد ہوگا مرقات نے فرمایا کہ آپ کا نام ہاجرہ اس لیے ہوا کہ آپ بھی شام سے ہجرت کرکے آئی تھیں۔ ہاجرہ بمعنی مہاجرہ اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر شریف ایک سو سال کی تھی آپ سے

تِلْكَ اُمُّكُمْ يَا بَنِيْ مَاءِ السَّمَآءِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْنُ اَحَقُّ بِالشَّكِّ مِنْ اِبْرٰهِيْمَ اِذْ قَالَ رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى وَيَرْحَمُ اللّٰهُ لُوْطًا لَقَدْ كَانَ يَاْوِيْ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ وَلَوْ لَبِثْتُ فِي السِّجْنِ طُوْلَ

فرمایا کہ اے آسمان کے پانی کے بچو یہ تمہاری ماں ہیں ۱؎ (مسلم، بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہم حضرت سے زیادہ حقدار ہیں شک کرنے کے جبکہ انہوں نے عرض کیا یا رب مجھے دکھادے کہ تو مردے کیسے زندہ کرے گا ۲؎ اور اللہ لوط پر رحم کرے وہ تو بڑے مضبوط پائے کی طرف پناہ لیتے ہوئے تھے ۳؎ اور اگر میں اتنی دراز مدت ٹھہرتا

حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے انہیں سے عرب آباد ہوئے انہیں کی اولاد سے آفتاب ہاشمی حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم چمکے سورج والے آسمان پر کوئی تارہ نہیں، حضرت اسماعیل کی نسل میں سواء حضور کے کوئی نبی نہیں سارے تارے حضرت سارہ کی اولاد میں چمکے کیسی مبارک نسل ہے۔

۱؎ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے یا تو مکہ والوں کو یا اولاد اسمٰعیل علیہ السلام کو یا سارے عرب کو بنی ماء السماء فرمایا کہ اس لیے کہ یہ لوگ بارش کے پانی کی طرح طیب و طاہر تھے کہ حضور کے ہم وطن تھے، یا اس لیے کہ ان کا گزارہ زمزم پانی پر تھا زمزم آسمان سے ہی آیا یا اس لیے کہ انصار عامر ابن حارثہ ازدی کی اولاد سے تھے اور عامر کو لوگ ماء السماء کہتے تھے یعنی اسماعیلیو یا اے اہل عرب تمہاری دادی صاحبہ جناب ہاجرہ ہیں رضی اللہ عنہا (اشعہ، مرقات، لمعات)

۲؎ یعنی ابراہیم علیہ السلام نے جو عرض کیا تھا۔ رب ارنی کیف تحی الموتی یہ علم الیقین سے عین الیقین کی طرف ترقی کرنے کے لیے تھا نہ اس لیے کہ آپ قیامت میں مردے زندہ کرنے میں شک تھا اگر انہیں شک ہوتا تو ہم کو ضرور شک ہوتا کہ ہم ان کی اولاد میں ہیں۔ الولد سر لابیہ ہم کو تو شک ہے ہی نہیں تو انہیں شک کیسے ہو سکتا ہے میری امت معصوم نہیں اور حضرت ابراہیم معصوم ہیں۔

۳؎ یہ حضرت لوط علیہ السلام کی غیبت یا ان پر طعن نہیں ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ وہ بھی نبی۔ اور انہوں نے اپنی پشت پناہ قوی ہونے کی آرزو کی تو معلوم ہوا کہ یہ عمل اور یہ آرزو کرنا جائز ہے کہ انسان مصیبت کے موقعہ پر اپنے عزیزوں قرابت داروں کی پناہ لے (مرقات) اگرچہ مضبوط پشت و پناہ سب کا رب تو ہے نبی کا عمل جواز کی دلیل ہے جب فرشتے خوبصورت لڑکوں کی شکل میں آپ کے ہاں مہمان ہوئے اور بدکار قوم نے آپ کا گھر گھیر لیا تو آپ نے فرمایا لو ان لی بکم قوۃ او اوی الی رکن شدید یعنی کاش کہ مجھ میں تمہارے مقابلہ کی طاقت ہوتی یا کوئی مضبوط طاقتور میرا پشت و پناہ ہوتا تو میں تمہارا مقابلہ کرتا یا کروا تا

مَا لَبِثَ يُوْسُفُ لَاَجَبْتُ الدَّاعِيَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مُوْسٰى كَانَ رَجُلًا حَيِيًّا سِتِّيْرًا لَا يُرٰى مِنْ جِلْدِهٖ شَيْءٌ اِسْتِحْيَاءً فَاٰذَاهُ مَنْ اٰذَاهُ مِنْ بَنِيْ اِسْرَآءِيْلَ فَقَالُوْا مَا يَسْتَتِرُ هٰذَا التَّسَتُّرَ اِلَّا

جتنا یوسف علیہ السلام ٹھہرے تو بلانے والے کی بات قبول کرلیتا ۱؎ (مسلم بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ موسیٰ علیہ السلام بہت شرمیلے پردہ دار تھے ۲؎ ان کی ظاہری کھال کا کوئی حصہ دیکھا نہ جاتا تھا شرم کی وجہ سے تو انہیں بنی اسرائیل میں سے جس نے ایذا پہنچائی اس نے پہنچائی۔ بولے اس قدر پردہ کسی کھال کے عیب

حضور نے اس واقعہ کی طرف اشارہ فرمایا کہ ان کی پناہ رب تھا۔ پھر بھی آپ نے یہ فرمایا معلوم ہوا کہ مخلوق کا سہارا لینا جائز ہے۔ سنت نبی ہے جیسے یوسف علیہ السلام نے اس قیدی سے کہا تھا اذکرنی عند ربک اپنے بادشاہ سے میری مظلومیت کی داستان کہہ دینا معلوم ہوا کہ کافر حاکم سے داد خواہی کرنا جائز ہے۔ سنت یوسف علیہ السلام ہے اگرچہ اللہ کے فضل سے آپ اس کافر بادشاہ کے احسان مند ہو کر جیل سے نہ نکلے بلکہ اس پر احسان کرکے نکلے رب نے آپ کی شان بالا رکھی۔ بعض شارحین نے رکن شدید سے مراد لوط علیہ السلام کی قوم ہی لی ہے یعنی ان کی قوم طاقت ور تھی اور آپ کو ان کی حمایت حاصل تھی دیکھو شعیب علیہ السلام کو ان کی قوم سے قوت دی کہ کفار نے کہا ولولا رھطک لرجمناک حضور کو جناب ابو طالب سے قوت دی کہ فرمایا الم یجدک یتیما فاوٰی۔ (مرقات)

۱؎ یعنی یوسف علیہ السلام نو سال یا بارہ سال جیل میں رہے۔ مگر شاہ مصر کا قاصد آپ کو بادشاہ کی طرف سے بلانے آیا تو آپ نے فرمایا کہ پہلے میری پاکدامنی کی تحقیق کرلو پھر میں جیل سے باہر نکلوں گا۔ یہ آپ کا انتہائی صبر ہے اگر ان کی جگہ جیل میں ہم اتنا رہتے تو ضرور پہلی ہی دعوت پر ہم جیل سے باہر آتے۔ یہ حضور انور کی انتہائی تواضع ہے ورنہ حضور انور کا صبر یوسف علیہ السلام سے کہیں زیادہ ہے۔ یا یہ مطلب ہے کہ آپ کو پہلی دعوت پر ہی جیل سے باہر نکل آنا چاہیے تھا تاکہ تبلیغ نبوت جلد شروع ہوجاتی۔ اگر ہم وہاں ہوتے تو پہلی دعوت پر باہر آکر تبلیغ شروع فرمادیتے (مرقات) مگر پہلی توجیہ قوی ہے۔

۲؎ بنی اسرائیل سب کے سامنے ننگے نہایا کرتے تھے۔ مگر موسیٰ علیہ السلام غسل خانہ میں پردہ سے نہاتے تھے اس حیاء پر بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام کو خفیہ بیماری کی تہمت لگادی۔ معلوم ہوا کہ پردہ اور شرم سنت انبیاء ہے۔ بے شرمی بے حیائی طریقہ کفار ہے اس سے موجودہ فیشن پرست سبق لیں۔

مِنْ عَيْبٍ بِجِلْدِهٖ إِمَّا بَرَصٌ أَوْ أُدْرَةٌ وَإِنَّ اللهَ أَرَادَ أَنْ يُبَرِّئَهٗ فَخَلَا يَوْمًا وَحْدَهٗ لِيَغْتَسِلَ فَوَضَعَ ثَوْبَهٗ عَلٰى حَجَرٍ فَفَرَّ الْحَجَرُ بِثَوْبِهٖ فَجَمَحَ مُوْسٰى فِيْ أَثَرِهٖ يَقُوْلُ ثَوْبِيْ يَا حَجَرُ ثَوْبِيْ يَا حَجَرُ حَتّٰى انْتَهٰى إِلٰى مَلَإٍ مِّنْ بَنِيْ إِسْرَآءِيْلَ فَرَأَوْهُ عُرْيَانًا

کی وجہ سے ہی ہے یا برص ہے یا خصیوں کا ورم ۱؎ اللہ نے چاہا کہ ان کو بری کرے ۲؎ تو ایک دن وہ اکیلے تنہائی میں گئے تاکہ غسل کریں اپنے کپڑے ایک پتھر پر رکھ دیئے۔ پتھر آپ کے کپڑے لے کر بھاگ اٹھا ۳؎ موسیٰ علیہ السلام اس کے پیچھے یہ کہتے دوڑے اے پتھر میرے کپڑے اے پتھر میرے کپڑے ۴؎ حتی کہ اسرائیلیوں کی ایک جماعت تک پہنچ گئے انہوں نے آپ کو برہنہ دیکھا ۵؎

۱؎ یعنی آپ اپنے اس عیب کو چھپانے کے لیے چھپ کر نہاتے ہیں اگر بے عیب ہیں تو ہماری طرح سب کے سامنے ننگے کیوں نہیں نہاتے۔

۲؎ معلوم ہوا کہ حضرات انبیاء کرام اس قسم کی بیماریوں اور نفرت آمیز مرضوں سے محفوظ رہتے ہیں اور اللہ تعالٰی ان کی عزت کا حافظ ہوتا ہے

۳؎ حدیث بالکل ظاہر پر ہے کسی تاویل کی ضرورت نہیں، آج لوہے سلور کے انجن مشین کی وجہ سے دوڑتے ہیں۔ بلکہ پوری ریل کو دوڑاتے پھرتے ہیں اگر بحکم الٰہی پتھر میں حرکت پیدا ہو جائے تو کیا بعید ہے۔ جب بھاپ لوہے کو دوڑا سکتی ہے تو حکم الٰہی بھی پتھر کو دوڑا سکتا ہے۔ آپ کی لاٹھی سانپ بن کر دوڑتی کھاتی پیتی تھی۔ خیال رہے کہ ضرورۃً غسل خانہ میں ننگے ہو کر نہانا جائز ہے آپ کے پاس اس وقت کوئی تہبند وغیرہ ہوگا نہیں آپ کے اس عمل شریف میں رب تعالٰی کی وہ حکمت تھی جس کا ذکر آگے آرہا ہے۔ پیغمبر کا ہر فعل رب کی طرف سے ہوتا ہے۔

۴؎ درخت پتھر وغیرہ لوگوں کی خصوصًا انبیاء کرام کی باتیں سنتے سمجھتے ہیں۔ لہذا آپ کا اسے پکارنا بالکل درست تھا رب تعالٰی نے آسمان و زمین کو بلکہ پہاڑوں کو پکارا ہے یا جبال اوبی معہ حضرت خلیل نے ذبح شدہ جانوروں کو پکارا لہذا اس پکار پر کوئی اعتراض نہیں

۵؎ معلوم ہوا کہ اللہ تعالٰی اپنے نبی پیغمبر سے لوگوں کے طعن دفع فرماتا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے دامن سے داغ غلامی دفع کرنے کے لیے سات سال کی قحط سالی بھیجی، تمام قحط زدہ لوگ اپنا سب کچھ آپ کے ہاتھ فروخت کرکے خود آپ کے ہاتھ فروخت ہوگئے غلہ کی عوض اور آپ کے غلام بن گئے اسی طرح رب نے اپنے کلیم کے دامن سے لوگوں کے اس الزام کا دھبہ دھو دیا۔ اس وقت ننگا سامنے آنا عرف میں کوئی عیب نہ تھا دینی ضرورت کی وجہ سے شرعًا بھی ممنوع نہ رہا۔ آج ضرورۃً ڈاکٹر حکیم کے سامنے ننگے ہونا پڑتا ہے۔ بعض دفعہ ننگا کرکے تلاشی لی جاتی ہے جب حفاظت جان کے لیے ننگا ہونا جائز ہے تو وہاں لوگوں کی حفاظت ایمان کے لیے آپ کو ننگا دکھا دینا بھی جائز تھا۔ لہذا

أَحْسَنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ وَقَالُوْا وَاللّٰهِ مَا بِمُوْسٰى مِنْ بَأْسٍ
وَأَخَذَ ثَوْبَهٗ وَطَفِقَ بِالْحَجَرِ ضَرْبًا فَوَاللّٰهِ إِنَّ بِالْحَجَرِ
لَنَدَبًا مِّنْ أَثَرِ ضَرْبِهٖ ثَلٰثًا أَوْ أَرْبَعًا أَوْ خَمْسًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ
وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَا
أَيُّوْبُ يَغْتَسِلُ عُرْيَانًا فَخَرَّ عَلَيْهِ جَرَادٌ مِّنْ ذَهَبٍ فَجَعَلَ

کہ آپ اللہ کی مخلوق میں سب سے بہتر ہیں۔ وہ بولے اللہ کی قسم موسیٰ علیہ السلام میں کوئی خرابی نہیں [1] اپنے کپڑے لئے اور پتھر کو مارنے لگے۔ رب کی قسم آپ کے مارنے سے پتھر میں تین چار یا پانچ نشانات ہیں [2] (مسلم بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جبکہ ایوب علیہ السلام برہنہ غسل کر رہے تھے [3] آپ پر سونے کی ٹڈیاں گریں [4] آپ اپنے کپڑے

حدیث شریف پر کوئی اعتراض نہیں کہ رب نے نبی کو برہنہ کیوں دکھایا۔

[1] معلوم ہوا کہ نبی ایسی بیماریوں سے محفوظ رہتے ہیں۔ اسی طرح گھنونی گندی بیماریاں انہیں نہیں ہوتیں نامردی گونگا بہرا پن برص جذام نبی کو نہیں ہو سکتے۔

[2] آپ کا پتھر کو مارنا جوش میں واقع ہوا جیسے آپ نے اپنی قوم کی بچھڑا پرستی دیکھ کر توریت کی تختیاں گرادیں۔ لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ پتھر کو مارنا عقلمند آدمی کا کام نہیں۔ عقل اور جوش اور محبت میں بڑا فرق ہے۔ لوگ عشق کے جوش میں محبوب کا لباس چومتے ہیں۔ اس فرمان عالی سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ پتھر حضور انور کے زمانہ میں موجود تھا اور حضور نے اسے دیکھا تھا۔ ندب کے معنی ہیں زخم کا اثر۔ یہاں مراد ہے پتھر میں گڑھے جو لاٹھی سے پڑے پھر اسی پتھر سے مقام تیہ میں پانی کے بارہ چشمے جاری ہوئے جسے بنی اسرائیل تیس چالیس سال پیتے رہے۔ خیال رہے کہ پتھر کا بھاگنا اور آپ کی مار سے اس میں اثر ہونا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات ہیں (مرقات)

[3] یہ واقعہ حضرت ایوب علیہ السلام کے مرض سے شفا پا جانے کے بعد کا ہے۔ غسل خانہ میں تنہائی کی حالت میں ننگا نہانا جائز ہے اگرچہ وہاں بھی تہبند سے نہایا جائے افضل ہے۔

[4] جراد اسم جنس ہے مراد بہت ٹڈیاں ہیں۔ جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہو رہا ہے یہ بارش قدرتی تھی رب تعالیٰ کے فضل و کرم سے آج بعض دفعہ بارش کے ساتھ بیر بہوٹی برستی ہے لہذا جانوروں کا برسنا ناممکن نہیں۔

أَيُّوْبُ يَحْثِيْ فِيْ ثَوْبِهٖ فَنَادَاهُ رَبُّهٗ يَا أَيُّوْبُ أَلَمْ أَكُنْ أَغْنَيْتُكَ عَمَّا تَرٰى قَالَ بَلٰى وَعِزَّتِكَ وَلٰكِنْ لَا غِنٰى بِيْ عَنْ بَرَكَتِكَ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۞ وَعَنْهُ قَالَ اسْتَبَّ رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَرَجُلٌ مِّنَ الْيَهُوْدِ فَقَالَ الْمُسْلِمُ وَالَّذِي اصْطَفٰى مُحَمَّدًا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ فَقَالَ الْيَهُوْدِيُّ وَالَّذِي اصْطَفٰى مُوْسٰى عَلَى الْعٰلَمِيْنَ فَرَفَعَ الْمُسْلِمُ يَدَهٗ عِنْدَ ذٰلِكَ فَلَطَمَ وَجْهَ الْيَهُوْدِيِّ

میں سمیٹنے لگے[1] انہیں ان کے رب نے ندا فرمائی کہ اے ایوب کیا میں نے تم کو جس کو دیکھتے ہو اس چیز سے بے نیاز نہیں کردیا ہے[2] عرض کیا ہاں تیری عزت کی قسم لیکن مجھے تیری برکت سے بے نیازی نہیں[3] (بخاری) ۞ روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ ایک مسلمان اور ایک یہودی آپس میں جھگڑ پڑے مسلمان بولا اس کی قسم جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جہان پر چن لیا تو یہودی بولا اس کی قسم! جس نے موسیٰ علیہ السلام کو سارے جہانوں پر چن لیا[4] اس پر مسلمان نے ہاتھ اٹھا کر یہودی کے منہ پر طمانچہ مار دیا۔

[1] یعنی آپ اسی طرح برہنہ بدن غسل خانہ سے نکل کر اپنے تہبند شریف میں یہ ٹڈیاں جمع فرمانے لگے۔ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ آسمان سے برسی ہوئی چیز جنگل کی خودرو جڑی بوٹیاں وہاں کے شکار کے جانور کسی کی ملکیت نہیں جس کا جی چاہے لے لے حتی کہ اگر قرینہ سے معلوم ہو کہ یہ چیز ہم کو دی گئی ہے تب بھی لے لینا جائز ہے جیسے برادران یوسف علیہ السلام نے اپنے سامان میں واپس کی ہوئی قیمت دیکھ کر لوٹا لی تھی ہٰذِہٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَيْنَا۔ دوسرے یہ کہ جائز مال کی حرص بری نہیں بلکہ اچھی ہے۔ جبکہ حلال ذریعہ سے حاصل ہو اور نعمت پیدا کرے دیکھو مرقات یہی مقام۔

[2] آپ کی بیماری کے بعد رب تعالیٰ نے آپ کی بیوی صاحبہ رحمت کو جوانی صحت بخشی۔ اولاد بہت عطا کی مال اندازہ سے بھی زیادہ عطا فرمایا۔ اس فرمان عالی میں اس طرف اشارہ ہے۔

[3] سبحان اللہ کیسا پیارا جواب ہے۔ یعنی میں بہت مالدار ہو کر بھی تیری عطا سے بے نیاز نہیں، تیری عطا جو آئے گی کروڑ ہا قبول کروں گا۔ اس میں رب کی نعمت کی قدردانی اور اس کا شکریہ ہے۔ غرضکہ حرص نفسانی اور چیز ہے۔ حرص کرم اور چیز ہے یہ حرص نفسانی نہ تھی۔ ہمیشہ اپنے کو رب کا محتاج جانو۔

[4] موسیٰ علیہ السلام اپنے زمانہ میں سب سے افضل تھے مگر چونکہ یہودی نے یہ قید نہ لگائی بلکہ مطلقًا عالمین کہا اس لیے مسلمان نے اسے مارا۔

فَذَهَبَ الْيَهُودِيُّ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ بِمَا كَانَ مِنْ أَمْرِهِ وَأَمْرِ الْمُسْلِمِ فَدَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُسْلِمَ فَسَأَلَهُ عَنْ ذٰلِكَ فَأَخْبَرَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُخَيِّرُوْنِيْ عَلٰى مُوْسٰى فَإِنَّ النَّاسَ

یہودی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور اپنا اور مسلمان کا جو واقعہ ہوا تھا، حضور کو اس کی خبر دی[1] نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کو بلایا اور اس کے متعلق اس سے پوچھا اور اس نے حضور کو یہ خبر دی[2] تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ مجھے موسیٰ علیہ السلام پر فضیلت نہ دو[3] کیونکہ

[1] اس نے کہا مجھ پر فلاں مسلمان نے ظلم کیا کہ بلا قصور مارا غالباً قصاص مانگتا ہوگا۔ حالانکہ قصور یہودیوں کا تھا کہ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی تھی۔ اس لئے حضور انور نے اس کا قصاص نہ دلوایا یہ فرد خیال رہے۔ آج بعض مسلمان حضور کے گستاخ ہندوؤں کو قتل کروا لیتے ہیں۔ مسلمان اپنے محبوب کی بے ادبی برداشت نہیں کرتا۔

[2] معلوم ہوا کہ مدعی علیہ کا بیان لے کر فیصلہ کیا جاوے مگر یہ حکم عام فیصلوں کے لیے ہے فتویٰ صرف بیان پر ہوتا ہے بعض صورتوں میں یہ فیصلہ یک طرفہ بیان پر دیا جاتا ہے جس سے قضا علی الغائب حضور انور نے صرف بی بی ہندہ کا بیان سن کر ابو سفیان کے متعلق فتویٰ دے دیا کہ بقدر ضرورت ان کا مال ان سے بغیر پوچھے خرچ کر لیا کرو حضرت داؤد علیہ السلام نے دو حاضرین میں سے صرف ایک کا بیان سن کر فرما دیا کہ ننانوے دنبیوں والا تجھ پر زیادتی کرتا ہے کہ تیری ایک دنبی بھی لینا چاہتا ہے۔ خیال رہے کہ حضور انور نے مسلمان سے اس یہودی کو نہ قصاص دلوایا نہ معافی مانگی۔ کیونکہ قصور یہودی کا تھا کہ اس نے حضور انور کی توہین کی وہ بھی مسلمان کے سامنے یہ بات خیال رہے۔

[3] یعنی مجھے دوسرے نبیوں پر ایسی بزرگی نہ دو جس سے دوسرے نبی کی توہین ہو جاوے یا جس سے لڑائی جھگڑے کی نوبت آئے یا نفس نبوت میں ترجیح نہ دو کہ کسی کو اصلی نبی اور کسی کو نقلی۔ یہ ہندی۔ عارضی نبی لہٰذا یہ حدیث نہ تو اس آیت کے خلاف ہے کہ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اور نہ اس حدیث کے خلاف ہے کہ اَنَا سَيِّدُ وُلْدِ آدَمَ اپنی طرف سے گھڑ کر مسائل بیان نہ کرو۔ جو افضلیت قرآن یا حدیث سے ثابت ہو وہ بیان کرو۔ لہٰذا حدیث واضح ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سید الاولین والآخرین ہیں۔

يُصْعَقُوْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَصْعَقُ مَعَهُمْ فَاَكُوْنُ اَوَّلَ مَنْ يُّفِيْقُ فَاِذَا مُوْسٰى بَاطِشٌ بِجَانِبِ الْعَرْشِ فَلَا اَدْرِىْ كَانَ فِيْمَنْ صَعِقَ فَاَفَاقَ قَبْلِىْ اَمْ كَانَ فِيْمَنِ اسْتَثْنَى اللّٰهُ وَفِىْ رِوَايَةٍ فَلَا اَدْرِىْ اَحُوْسِبَ بِصَعْقَةِ يَوْمِ الطُّوْرِ اَوْ بُعِثَ قَبْلِىْ وَ

قیامت کے دن لوگ بیہوش ہو جائیں گے میں بھی ان کے ساتھ بیہوش ہوں گا۱ تو سب سے پہلے ہوش میں آنیوالا میں ہوں گا۔ اچانک موسیٰ علیہ السلام عرش کا کنارہ پکڑے ہوں گے۲ میں نہیں جانتا کہ کیا وہ بیہوش ہونیوالوں میں تھے مجھ سے پہلے ہوش میں آ گئے یا ان میں سے ہیں جنہیں اللہ نے مستثنیٰ فرمایا۳ اور ایک روایت میں ہے میں نہیں جانتا کہ کیا طور کی بیہوشی حساب میں لگا لی گئی۴ یا وہ مجھ سے پہلے

۱ قوی تر یہ ہے کہ یہ نفخ صور وہ نہیں ہے جس سے لوگ زندہ کیے جائیں گے اس وقت تو سب سے پہلے حضور انور ہی زندہ ہوں گے فرماتے ہیں۔ انا اول من تنشق عنه الارض۔ بلکہ یہ صور کا پہلا نفخ ہے جس سے زندہ لوگ مر جائیں گے اور وفات یافتہ لوگ بیہوش ہو جائیں گے بعد میں ہوش میں آئیں گے۔ یا سب کے زندہ ہو چکنے کے بعد صور تیسری بار پھونکا جاوے گا۔ جس سے سب لوگ بے ہوش ہو جائیں گے۔ یہاں وہ واقعہ بیان ہو رہا ہے (اشعۃ اللمعات)، رب فرماتا ہے۔ ونفخ فی الصور فصعق من فی السموت والارض الا ما شاء الله

۲ یعنی موسیٰ علیہ السلام مجھ سے پہلے کھڑے ہوئے عرش کا کنارہ پکڑے ہوں گے۔ خیال رہے کہ یہ موسیٰ علیہ السلام کی حضور انور پر جزوی فضیلت ہے جو کلی فضیلت کے خلاف نہیں جیسے حضرت آدم کا مسجود ملئکہ اور ابو البشر ہونا یا عیسیٰ علیہ السلام کا بغیر والد پیدا ہونا۔ کلیۃً حضور انور ہی تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں۔

۳ یعنی اس نفخہ میں سب لوگ بیہوش نہ ہوں گے۔ بعض مستثنیٰ بھی رہیں گے۔ جیسے رب نے فرمایا۔ الا ما شاء الله وغیرہم۔ وہ ان مستثنیٰ لوگوں میں سے ہیں یا مجھ سے پہلے ہوش میں آ گئے

۴ یعنی موسیٰ علیہ السلام طور پر تجلی الٰہی دیکھ کر بیہوش ہو چکے ہیں۔ فلما تجلی ربه للجبل جعله دكا وخر موسى صعقا۔ غالبًا وہ بیہوشی حساب میں لگائی گئی۔ آج بیہوشی سے محفوظ رہے۔ خیال رہے کہ لا ادری میں علم عطاء الٰہی کی نفی نہیں بلکہ علم بالدلائل کی نفی ہے درایت عقلی علم کو کہتے ہیں۔ اور یہاں اس کا مقصد ہے۔ عدم اعلام (رب نے بتانا)۔ جیسے لا ادری ما یفعل بی ولا بکم میں نہیں جانتا کہ قیامت میں تمہارے ساتھ کیا ہوگا اور میرے ساتھ کیا ہوگا وہاں بھی درایت کی نفی ہے علم کی نفی نہیں۔

لَا اَقُوْلُ اِنَّ اَحَدًا اَفْضَلُ مِنْ يُوْنُسَ بْنِ مَتّٰى وَفِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ لَا تُخَيِّرُوْا بَيْنَ الْاَنْبِيَاءِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ هُرَيْرَةَ لَا تُفَضِّلُوْا بَيْنَ اَنْبِيَاءِ اللّٰهِ تَعَالٰى ۞ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَنْبَغِيْ لِعَبْدٍ اَنْ يَقُوْلَ اِنِّيْ خَيْرٌ مِّنْ يُوْنُسَ بْنِ مَتّٰى

اٹھائے گئے اور میں نہیں کہتا کہ کوئی بھی یونس ابن متی علیہ السلام سے افضل ہے[1] اور حضرت ابوسعید کی روایت میں ہے فرمایا انبیاء کرام میں بزرگی نہ دو (مسلم بخاری) ۞ اور حضرت ابوہریرہ کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالٰی کے نبیوں میں بزرگی نہ دو[2] ۞ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کسی بندے کو لائق نہیں کہ کہے کہ میں یونس ابن متی سے افضل ہوں[3]

[1] متی یونس علیہ السلام کی والدہ کا نام شریف ہے۔ بعض نے فرمایا کہ آپ کے والد کا نام ہے۔ حضرت یونس علیہ السلام نبی ہیں مگر اولوالعزم نبی سب فرماتا ہے۔ ولا تکن کصاحب الحوت اس لیے خصوصیت سے حضور انور نے ان کا نام شریف لیا یہاں بزرگی نہ دینے کے وہ ہی معانی ہیں۔ جو ابھی عرض کئے گئے یعنی اصل نبوت میں فضیلت دینا کہ یہ کفر ہے لانفرق بین احد من رسلہ یا اپنی طرف سے گڑھ کر فضیلت دینا کہ یہ حرام ہے یا اس طرح فضیلت دینا کہ دوسرے نبی کی توہین ہو جاوے کسی شخص نے اعلیٰحضرت قدس سرہ کے سامنے یہ شعر پڑھا۔ ع

شان یوسف جو دبی وہ بھی یہاں آ کے دبی

آپ نے فرمایا یہ کفر ہے۔ اس طرح کہو شان یوسف جو بڑھی وہ بھی اس در سے بڑھی۔ سبحان اللہ کیسی پیاری اصلاح ہے۔

[2] اس کے مطلب بھی وہ ہی ہیں جو ابھی عرض کئے گئے کہ کسی نبی کی ایسی فضیلت بیان کرنا جس سے دوسرے نبی کی توہین ہو یہ سخت جرم ہے جس کی مثال اس شعر میں ہے۔ شعر

چہارم چرخ ہی پر رہ گئے بس حضرت عیسیٰ　　مگر عرش بریں پر جا کے محبوب خدا ٹھہرے

یہ حرام ہے کہ بس رہ گئے کہنا نبی کی توہین ہے۔ [3] یعنی کوئی اپنے کو حضرت یونس علیہ السلام سے افضل نہ کہے کیونکہ کوئی ولی خواہ کسی درجے کا ہو نبی کی گرد قدم کو نہیں پہنچ سکتا۔ نبی کی شان تو بڑی ہے تمام جہان کے اولیاء ملکر صحابی کے درجہ کو نہیں پہنچتے اور اگر میں سے مراد حضور صلے اللہ علیہ وسلم ہیں تو اس کے مطلب وہ ہی ہیں جو ابھی عرض کئے گئے ۞ ۞

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَرِوَايَةٍ لِلْبُخَارِيِّ قَالَ مَنْ قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِنْ يُونُسَ بْنِ مَتَّى فَقَدْ كَذَبَ ۔ وَعَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رض قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْغُلَامَ الَّذِي قَتَلَهُ الْخَضِرُ طُبِعَ كَافِرًا وَلَوْ عَاشَ لَأَرْهَقَ أَبَوَيْهِ طُغْيَانًا وَكُفْرًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

(مسلم بخاری) اور بخاری کی روایت میں ہے کہ فرمایا جو کہے کہ میں یونس ابن متی علیہ السلام سے افضل ہوں وہ جھوٹ بولا ۱؎ روایت ہے حضرت ابی ابن کعب سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ وہ لڑکا جسے خضر علیہ السلام نے قتل کیا ۲؎ وہ کافر پیدا ہوا تھا۔ اگر وہ زندہ رہتا تو اپنے ماں باپ کو سرکشی اور کفر سے سرکش کر دیتا ۳؎ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ رض سے وہ نبی صلی اللہ علیہ

۱؎ کیونکہ یونس علیہ السلام نبی ہیں اور تو نبی نہیں۔ پھر اپنے کو ان سے افضل کیسے کہتا ہے۔ اس سے وہابی عبرت پکڑیں جو کہتے ہیں کہ کبھی امتی بظاہر نبی سے بڑھ جاتے ہیں۔

۲؎ خضر خ کے فتح ض کے کسرہ سے یعنی ہرے بھرے آپ کا نام عباس یا بلیا ابن ملکان ہے۔ آپ نوح علیہ السلام کے ساتویں پشت میں ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں موجود تھے۔ آپ کا مقام سمندر ہے۔ الیاس علیہ السلام کا مقام خشکی قیامت تک زندہ رہیں گے۔ بزرگوں سے ملاقات کرتے ہیں۔ حضور غوث پاک نے آپ سے فرمایا تھا کہ اے اسرائیلی ولی محمدی ولی کی بات سننے جاہیے۔ آپ نبی ہیں۔ ہر سال حج کے موقعہ پر آپ اور الیاس علیہ السلام جمع ہوتے ہیں۔ ایک دوسرے کی حجامت کرتے ہیں۔ اور یہ کلام کرتے ہیں۔ بسم اللہ ما شاء اللہ لایسوق الخیر الا اللہ۔ بسم اللہ ما شاء اللہ لایصرف السوء الا اللہ۔ بسم اللہ ما شاء اللہ ما من نعمۃ فمن اللہ۔ بسم اللہ ما شاء اللہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ جو کوئی رات کو سوتے وقت وضو کرکے داہنی کروٹ پر لیٹے اور یہ کلمات پڑھ کر سوئے ان شاء اللہ ولی ہو جائے گا

۳؎ یعنی اس بچہ کی فطرت یہ تھی کہ یہ کفر اختیار کرتا اور کافر رہتا لہٰذا یہ فرمان عالی اس حدیث کے خلاف نہیں کہ ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ اس کے ماں باپ مومن تھے وہ اس کی محبت میں خود بھی کافر بن جاتے۔ اس لیے خضر علیہ السلام نے اسے قتل کر دیا۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ خضر علیہ السلام نبی ہیں۔ کیونکہ ولی اپنے الہام سے بے گناہ بچے کو قتل نہیں کر سکتا نبی کر سکتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ نبی بذریعہ اعلام الٰہی لوگوں کی سعادت شقاوت کفر و ایمان سے خبردار ہوتے ہیں۔ یہ علم خمسہ سے ہے۔ خیال رہے کہ ولی اپنے الہام کی بنا پر کسی کی مدد کرسکتے ہیں

وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا سُمِّيَ الْخَضِرُ لِاَنَّهٗ جَلَسَ عَلٰى فَرْوَةٍ بَيْضَآءَ فَاِذَا هِيَ تَهْتَزُّ مِنْ خَلْفِهٖ خَضْرَآءَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ٭ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَآءَ مَلَكُ الْمَوْتِ اِلٰى مُوْسَى بْنِ عِمْرَانَ فَقَالَ لَهٗ اَجِبْ رَبَّكَ قَالَ فَلَطَمَ مُوْسٰى عَيْنَ مَلَكِ الْمَوْتِ

وسلم سے راوی فرمایا خضر اس لئے نام رکھا گیا کہ آپ سفید زمین پر بیٹھے ۱؎ تو اچانک وہ آپ کے پیچھے سے سبزے سے حرکت کرنے لگی ہے ۲؎ (بخاری) ٭ روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حضرت ملک الموت موسیٰ ابن عمران علیہ السلام کے پاس آئے۔ ان سے کہا کہ اپنے رب کا بلاوا قبول کیجئے ۳؎ فرماتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے ملک الموت کی آنکھ پر

۱؎ فروہ سفیدہ خشک زمین کو بھی کہتے ہیں اور خشک گھاس کے گٹھے کو بھی یہاں دونوں معنی ہو سکتے ہیں۔ بلکہ خشک چمڑہ کو بھی فروہ کہا جاتا ہے۔ یعنی آپ کا نام شریف خضر نہیں نام پاک تو بلیا یا عباس ہے لقب خضر ہے بمعنی سبزہ بخش یا زندگی بخشنے والے خضر صفت مشبہ ہے خضرۃ سے بمعنی سبزی۔

۲؎ یعنی وہ زمین یا خشک گھاس صرف آپ کے نیچے ہی سے سبز نہ ہوئی بلکہ پیچھے سے بھی سبز ہوگئی۔ پیچھے سے مراد ارد گرد چوطرفہ ہے۔ یعنی آپ کا معجزہ یہ ہوا کہ آپ کی برکت جہاں آپ بیٹھے وہ میدان سرسبز ہوگیا یا کھاری زمین سبزہ سے بھر گئی معلوم ہوا کہ بزرگوں کا فیض صرف انسانوں کو ہی نہیں پہنچتا، بلکہ زمین کو پہنچ جاتا ہے کہ زمین سرسبز اور متبرک بن جاتی ہے۔ دیکھو حضرت مریم کے ہاتھ شریف لگنے سے کھجور کا خشک ٹنڈ سرسبز ہوکر پھلوں سے لد گیا اور فوراً پھل پختہ بھی ہوگئے۔ رب فرماتا ہے۔ وهزي اليك بجذع النخلة تساقط عليك رطبا جنيا۔ جب بزرگوں کے ہاتھ کی برکت سے خشک زمین سبز اور خشک درخت پھل دار ہو سکتے ہیں تو ان کی نگاہ کی برکت سے ہمارے خشک و غافل دل بھی ہرے بھرے اور زندہ ہو سکتے

۳؎ یعنی اللہ کا حکم جو آپ کی موت کے متعلق ہے۔ اسے قبول کیجئے اور اپنے کو موت کے لیے پیش کیجئے۔ یہ نبی کی ہی شان ہے۔ ورنہ ملک الموت تو بادشاہوں سے بھی یہ نہیں کہتے آتے ہیں اور جان نکال کر لے جاتے ہیں٭

فَفَقَأَهَا قَالَ فَرَجَعَ الْمَلَكُ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى فَقَالَ اِنَّكَ اَرْسَلْتَنِيْ
اِلٰى عَبْدٍ لَّكَ لَا يُرِيْدُ الْمَوْتَ وَقَدْ فَقَاَ عَيْنِيْ قَالَ فَرَدَّ اللّٰهُ اِلَيْهِ
عَيْنَهٗ وَقَالَ ارْجِعْ اِلٰى عَبْدِيْ فَقُلِ الْحَيٰوةَ تُرِيْدُ فَاِنْ كُنْتَ تُرِيْدُ الْحَيٰوةَ
فَضَعْ يَدَكَ عَلٰى مَتْنِ ثَوْرٍ فَمَا تَوَارَتْ يَدُكَ مِنْ شَعْرِهٖ فَاِنَّكَ

طمانچہ مار دیا (۱) اُسے نابینا کر دیا (۲) فرماتے ہیں کہ پھر وہ فرشتہ رب تعالٰی کی طرف واپس ہوا۔ (۳) عرض کیا کہ تو نے مجھے اپنے ایسے بندے کے پاس بھیجا جو مرنا نہیں چاہتا (۴) اور اس نے میری آنکھ بیکار کر دی۔ فرماتے ہیں اللہ نے ان کی آنکھ انھیں لوٹا دی اور فرمایا میرے بندے کی طرف لوٹو (۵) اُن سے کہو کہ آپ زندگی چاہتے ہیں اگر زندگی چاہتے ہوں تو اپنا ہاتھ بیل کی کھال پر رکھئے آپکا ہاتھ جتنے بالوں کو ڈھکے گا آپ ہر بال کے عوض

(۱) آپ نے ملک الموت کو طمانچہ مارا ان کو نبی کا ادب سکھانے کے لیے کوئی شخص نبی سے یہ نہ کہے کہ نماز پڑھ لیجئے، مسجد میں آیئے تو اس میں ایک طرح کا حکم ہے۔ حضرات انبیاء کرام حاکم ہوتے ہیں۔ کسی بندے کے مامور یا محکوم نہیں ہوتے۔ نیز نبی تو ہر وقت ہی رب کے مطیع ہوتے ہیں۔ ان سے کہنا کہ آپ رب کی اطاعت کریں۔ اس کا معنٰی یہ ہے کہ انہیں غیر مطیع مانا (مرقات) نبی کا ادب یہ تھا کہ ملک الموت عرض کرتے کہ آپ کو یہاں سے اللہ چلنے کا اختیار ہے اگر اجازت ہو تو میں تعمیل ارشاد کروں وہ تو اللہ تعالٰی کی طرف سے موت و حیات کے مختار ہوتے ہیں (مرقات) اس طمانچہ کی اور بہت وجہیں بیان کی گئیں ہیں۔

(۲) جب فرشتہ شکل انسانی میں آئے تو اس کو انسانی اعضاء دیئے جاتے ہیں۔ ان کے لیے مختلف شکلیں ایسی ہیں جیسے ہمارے لئے مختلف لباس حضرت ملک الموت کی یہ ہی بشری آنکھ موسیٰ علیہ السلام کے طمانچہ سے بیکار ہوئی ورنہ ملکی آنکھ کسی طمانچہ وغیرہ سے بیکار نہیں ہو سکتی۔ اس سے معلوم ہوا نبی کی طاقت فرشتے کی طاقت سے زیادہ ہوتی ہے اس کی تحقیق مرقات میں اسی جگہ ملاحظہ کرو حضرت عزرائیل کو اس آنکھ نکلنے کا صدمہ نہ ہوا جیسے ہمارے لباس پھٹنے سے صدمہ نہیں ہوتا۔

(۳) اس کی روح قبض کیئے بغیر روح موسوی قبض کیئے ہوئے ہوتی معلوم ہوا کہ ملائکہ حضرات انبیاء کے تابع فرمان ہوتے ہیں بعض نہ پائی تعالٰی واپس آگئے

(۴) حضرت ملک الموت طمانچہ مارنے کی وجہ یہ ہی سمجھے کہ جناب کلیم اللہ کو ابھی دنیا ہی قیام پسند ہے اپنے خیال سے یہ عرض کیا۔

(۵) رب تعالٰی نے موسیٰ علیہ السلام سے قصاص نہیں دلوایا۔ کہ استاذ سے شاگرد کا والد سے بیٹے کا نبی سے امتی کا قصاص نہیں لیا جاتا۔ بلکہ وہاں تو چھوٹا معافی مانگتا ہے۔

تَعِيشُ بِهَا سَنَةً قَالَ ثُمَّ مَهْ قَالَ ثُمَّ تَمُوتُ قَالَ فَالْآنَ مِنْ قَرِيبٍ

ایک سال جئیں گے [1] عرض کیا پھر کیا فرمایا پھر آپ وفات پائیں گے [2] عرض کیا تو ابھی قریب ہی ہیں [3]

[1] یعنی اے ملک الموت تم ان سے اس طرح عرض کرو انہیں اختیار دو آنے کے بیٹے صیغہ امر عرض نہ کرو اگر وہ بہت دراز مدت بھی جینا چاہیں تو منظور ہے یہ ہی وجہ تھی کہ موسیٰ علیہ السلام نے طمانچہ مارا کہ وہ حضرات رب کی طرف سے مختار ہوتے ہیں زندگی و موت ان کی اختیاری ہوتی ہے۔ رب تعالیٰ کے اس فرمان میں حضرت ملک الموت کا جواب ہے کہ انہوں نے عرض کیا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام مرنا نہیں چاہتے۔ اے ملک الموت جا کر دیکھ لو کہ تم کو حضرت موسیٰ نے موت سے بچنے کے لیے مارا ہے۔ یا کسی اور وجہ سے اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مقبولوں کی دعا بلکہ ان کی خواہش سے عمریں بڑھ جاتی ہیں آئی قضا ٹل جاتی ہے۔ آفتیں دور ہو جاتی ہیں دیکھو موسیٰ علیہ السلام کی عمر شریف پوری ہو چکی ہے لیکن اگر آپ زندگی چاہتے تو ہزار ہا سال عطا ہو جاتی، بلکہ ملک الموت کے اس آنے جانے عرض معروض کرنے کی نقد تھا۔ ملی ہی۔ یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں اذا جاء اجلهم لا يستاخرون ساعة ولا يستقدمون کہ آیت میں اس کی نفی ہے کہ کوئی بغیر مرضی رب محض اپنی مرضی سے موت آگے پیچھے کر دے اور یہاں اس کا ذکر ہے کہ مقبولوں کی مرضی پر رب تعالیٰ موت آگے پیچھے کر دیتا ہے۔ اس لئے آیت کریمہ میں یستقدمون اور یستاخرون جمع مذکر ارشاد ہوا

[2] مگر وفات بھی ہو گی آپ اختیار سے ہیں۔ خیال رہے کہ انبیاء کے لیے بھی موت ضروری آتی ہے۔ مگر وقت موت میں انہیں اختیار ہوتا ہے اور یہ اختیار بھی ہمیشہ کہ جب بھی موت آئے ان کی مرضی سے آئے۔

[3] یعنی مجھے اس گھڑی موت منظور ہے تم کو اس وقت مارنا موت کے خوف سے نہ تھا بلکہ وہ بلوانے کے لئے تھا جو تم نے اب کہا۔ خلاصہ یہ ہے کہ بلاوے تین طرح کے ہوتے ہیں۔ دعوت خوشی کے لیے بلاوا جسے کہتے ہیں نوید مسرت، دوسرے کسی عدالت میں حاضری کا بلاوا۔ تیسرے وارنٹ گرفتاری۔ کافر کی موت وارنٹ ہے۔ عام مومنوں کی موت سمن ہے حضرات انبیاء کی موت دعوت خوشی یعنی نوید مسرت ہے۔ ملک الموت نے نوید مسرت کو سمن کے طور سے پیش کیا۔ یعنی نوید مسرت کو سمن بنا دیا کہ کہا اجب ربک حاضر بارگاہ ہو اس لئے مارا تھا۔ حضرت ملک الموت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جان شریف قبض کرنے کی اجازت چاہی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل سے مشورہ کیا۔ عرض جبریل نے عرض کیا کہ رب تعالیٰ آپ کا مشتاق ہے چلئے تب اجازت دی تو انہوں نے قبض روح کیا ہے۔ کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں سکھا دیا تھا اشعۃ اللمعات میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام جلالی نبی ہیں۔ جب آپ کو غصہ آتا تو سر پر اوڑھی ہوئی ٹوپی جل جاتی تھی۔ (اشعہ و مرقات)

وہ غضب کی آگ جلائی دکھائی نہیں جا سکتی تھی نور نار سے نہیں

جلتا ؎

رَبِّ اَدْنِنِیْ مِنَ الْاَرْضِ الْمُقَدَّسَۃِ رَمْیَۃً بِحَجَرٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاللّٰہِ لَوْ اَنِّیْ عِنْدَہٗ لَاَرَیْتُکُمْ قَبْرَہٗ اِلٰی جَنْبِ الطَّرِیْقِ عِنْدَ الْکَثِیْبِ الْاَحْمَرِ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ عُرِضَ عَلَیَّ الْاَنْبِیَآءُ فَاِذَا مُوْسٰی ضَرْبٌ مِّنَ الرِّجَالِ کَاَنَّہٗ مِنْ رِّجَالِ شَنُوْءَۃَ وَرَاَیْتُ عِیْسَی بْنَ مَرْیَمَ فَاِذَا اَقْرَبُ مَنْ

اے میرے رب مجھے مقدس زمین سے ایک پتھر کی پھینک کے قریب کر دیجئے [1] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی قسم اگر میں اس کے پاس ہوتا تو تم کو ان کی قبر شریف راستہ کے کنارہ سرخ ٹیلہ کے پاس دکھاتا [2] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت جابر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پر انبیاء کرام پیش کئے گئے [3] تو موسیٰ علیہ السلام مردوں میں درمیانہ قد ہیں گویا کہ وہ شنوءہ کے مردوں میں سے ہیں [4] اور میں نے عیسیٰ ابن مریم کو دیکھا تو جن کو میں نے دیکھا ہے

[1] نبی جہاں وفات پاتے ہیں وہاں ہی دفن ہوتے ہیں اس لیے آپ نے فرمایا کہ مجھے میری زندگی شریف میں وہاں پہنچا دے جو بیت المقدس سے اتنی دور ہو کہ اگر اس شہر کے کنارہ پر کھڑے ہو کر کوئی کنکر پھینکے تو وہاں پہنچ جاوے چنانچہ آپ کو وہاں ہی پہنچا دیا گیا وہاں ہی وفات اور دفن واقع ہوئے۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ جیسے وقت موت میں نبی کو اختیار دیا جاتا ہے ایسے ہی موت کی جگہ میں انہیں اختیار رہتا ہے۔ جہاں چاہیں وفات پائیں۔ دوسرے یہ کہ بزرگوں کے مزارات کے پاس دفن ہونا اللہ کی بڑی نعمت ہے۔ بیت المقدس میں تقریبًا ہزار انبیاء کے مزارات ہیں۔ فقیر نے زیارت کی ہے۔

[2] اب اس جگہ کا نام موسیٰ کلیم اللہ ہے عمان سے بیت المقدس جاتے ہوئے بیت المقدس سے قریب یہ جگہ ہے چھوٹی سی مسجد ہے جس کے داہنے ہاتھ حجرہ میں مزار شریف ہے۔ فقیر نے اس قبر انور اور اس بستی کی زیارت کی ہے وہاں نماز پڑھی ہے دیکھو ہمارا سفرنامہ تبلیغی۔

[3] یہ واقعہ شب معراج کا ہے کہ بیت المقدس میں بھی اور آسمان پر بھی حضور نے سارے نبیوں سے ملاقات کی رب فرماتا ہے فلا تکن فی مریۃ من لقآءہ۔

[4] شنوءہ یمن میں ایک مشہور قبیلہ ہے جس کے لوگ بہت خوبصورت اور خوش اخلاق ہوتے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام کا حسن صورت بتانے کے حضور نے ان کا ذکر فرمایا۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم ہر نبی کے مقام

رَأَيْتُ بِهِ شَبَهًا عُرْوَةُ بْنُ مَسْعُوْدٍ وَرَأَيْتُ اِبْرَاهِيْمَ فَاِذَا اَقْرَبُ مَنْ رَأَيْتُ بِهِ شَبَهًا صَاحِبُكُمْ يَعْنِيْ نَفْسَهٗ وَرَأَيْتُ جِبْرِيْلَ فَاِذَا اَقْرَبُ مَنْ رَأَيْتُ بِهِ شَبَهًا دِحْيَةُ بْنُ خَلِيْفَةَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَأَيْتُ لَيْلَةَ اُسْرِيَ بِيْ مُوْسٰى رَجُلًا اٰدَمَ طُوَالًا جَعْدًا كَاَنَّهٗ

ان میں قریب ترین شابہت والے عروہ ابن مسعود ہیں [1] اور میں نے ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا تو جنھیں میں نے دیکھا ہے ان میں قریب ترین شابہت والے تمہارے یہ صاحب ہیں یعنی حضور کی ذات شریف [2] اور میں نے جبریل کو دیکھا تو جسے میں نے دیکھا ان میں قریب ترین شابہت والا دحیہ ابن خلیفہ ہیں [3] (مسلم) روایت ہے حضرت ابن عباس سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں فرماتے ہیں میں نے اس رات جس میں مجھے سیر کرائی گئی موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا گندمی رنگ والے دراز قد گھونگھر والے بال

ان کے قبور سے بھی خبردار ہیں اور تمام نبیوں سے ملاقات کی ہے۔ انہیں جانتے پہچانتے ہیں۔

[1] بعض شارحین نے سمجھا کہ عروہ صحابی ہیں حضرت عبداللہ ابن مسعود کے یہ غلط ہے یہ مسعود دوسرے ہیں جن کے بیٹے عروہ ہیں۔ آپ صحابی ثقفی ہیں۔ جب حضور انور طائف کی فتح سے مدینہ منورہ واپس ہوئے تو آپ مدینہ منورہ آکر مسلمان ہوئے پھر اپنی کافر قوم کو اسلام کی دعوت دی آپ نے اپنے گھر کی چھت پر کھڑے ہوکر بآواز بلند اذان دینے لگے کسی نے اسی حالت میں آپ کو تیر مارا جس سے آپ اذان دیتے ہوئے شہید ہوئے۔ حضور انور نے فرمایا کہ یہ اس اسرائیلی مومن کی طرح ہیں جو گزشتہ زمانہ میں اپنی قوم کو تبلیغ کرتے ہوئے شہید کیا گیا تھا (اشعہ) یہ بہت حسین تھے۔

[2] یعنی میں بالکل حضرت ابراہیم کی ہم شکل ہوں جو انہیں دیکھنا چاہے وہ مجھے دیکھ لے۔ حضور سیرت طیبہ طاہرہ میں بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملتے جلتے تھے۔

[3] دحیہ ابن خلیفہ کلبی بڑے مشہور صحابی ہیں بہت ہی حسین و جمیل تھے۔ اکثر جبریل امین آپ کی شکل میں حاضر بارگاہ ہوتے تھے۔ حضرات صحابہ سمجھتے تھے کہ دحیہ کلبی آئے جبریل جب شکل انسانی میں آتے تو اسی شکل میں آتے تھے۔ ان کی اپنی شکل و صورت تو ایسی ہے کہ کسی میں ان کے دیکھنے کی تاب نہیں حضور انور نے صرف دو بار آپ کو اصل شکل میں دیکھا جیسا کہ روایات میں ہے۔

مِنْ رِجَالِ شَنُوْءَةَ وَرَاَيْتُ عِيْسٰى رَجُلًا مَرْبُوْعَ الْخَلْقِ اِلَى الْحُمْرَةِ وَالْبَيَاضِ سَبْطَ الرَّاْسِ وَرَاَيْتُ مَالِكًا خَازِنَ النَّارِ وَالدَّجَّالَ فِىْ اٰيَاتٍ اَرَاهُنَّ اللّٰهُ اِيَّاهُ فَلَا تَكُنْ فِىْ مِرْيَةٍ

گویا وہ شنوءہ کے آدمیوں میں سے ہیں ۱؎ اور میں نے حضرت عیسیٰ کو دیکھا درمیانہ قد سرخی سفیدی کی طرف مائل، سیدھے بال والے ۲؎ میں نے آگ کے خزانچی مالک کو دیکھا اور دجال کو دیکھا ۳؎ ان نشانیوں میں جو اللہ نے حضور کو دکھائیں ۴؎ تو آپ ان کی ملاقات

۱؎ طوالا حرف ط کے پیش سے طویل کا مبالغہ ہے جیسے عجاب عجیب کا مبالغہ اور طوالا حرف ط کے کسرہ سے طویل کی جمع ہے۔ جیسے کریم کی جمع کرام آپ دراز قد چھریرے بدن گھونگر بال ہیں (مرقات) بعض شارحین نے فرمایا کہ یہاں جعد سے گھونگر والے بال مراد نہیں، کیونکہ دوسری روایت میں سبط الشعر یعنی سیدھے بال والے بھی آیا ہے بلکہ جعد بمعنی پہلوان بھرے جسم والا مراد ہے۔ جعد بال کی صفت بھی آتی ہے اور جسم کی صفت بھی (اشعہ)

۲؎ ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ معراج میں حضور انور نے سارے نبیوں کو اجمالاً نہیں دیکھا۔ جیسے واعظ حاضرین جلسہ پر طائرانہ نظر سے اجمالاً دیکھ لیتا ہے۔ بلکہ تفصیل وار دیکھا، ہر ایک کو پہچان لیا۔ ان کی شکل و شباہت حضور انور کو یاد رہی اس لیے تو ان کی شکلیں بتا رہے ہیں ہم میلاد شریف میں حضور کا حلیہ شریف بیان کرتے اور سنتے ہیں اس کی اصل یہ حدیث بھی ہو سکتی ہے۔

۳؎ خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کی رات گزشتہ انبیاء کرام بھی دکھائے ان سے ملاقات کلام سلام بھی کرائے اور موجودہ فرشتے مالک دوزخ وغیرہم بھی دکھائے ان سے کلام کرائے اور آئندہ پیدا ہونے والے لوگ دجال وغیرہ بھی دکھائے۔ حضور کا علم بلکہ حضور کی نظر ماضی۔ حال۔ مستقبل سب کو ملاحظہ فرما چکی ہے۔

۴؎ غالبًا یہ قول فی آیات الخ حضرت ابن عباس کا ہے۔ جیسے قرآن کریم میں جو ہے لقد رای من آیات ربہ الکبری، اسی آیات سے مراد یہ نشان قدرت ہیں۔ اگلوں پچھلوں سے ملاقات بعض شارحین نے فرمایا کہ فی آیات کا تعلق دجال سے ہے۔ یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کو مع اس کے ان شعبدوں کے ملاحظہ فرمایا جو وہ قریب قیامت ظاہر ہو کر لوگوں کو دکھائے گا، بارش برسانا، مردے جلانا وغیرہ، حاشی اور بہت توجیہیں کی گئی ہیں۔

مِّنْ لِّقَائِهٖ ۱؎ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ اُسْرِيَ بِيْ لَقِيْتُ مُوْسٰى فَنَعَتَهٗ فَاِذَا رَجُلٌ مُّضْطَرِبٌ رَجِلُ الشَّعْرِ كَاَنَّهٗ مِنْ رِّجَالِ شَنُوْءَةَ وَلَقِيْتُ عِيْسٰى رَبْعَةٌ اَحْمَرُ كَاَنَّمَا خَرَجَ مِنْ دِيْمَاسٍ يَعْنِي الْحَمَّامَ وَرَاَيْتُ اِبْرٰهِيْمَ وَاَنَا اَشْبَهُ وُلْدِهٖ ۳؎

میں شک میں نہ ہو ۱؎ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں معراج کی رات موسیٰ سے ملا ۲؎ حضور نے ان کا حلیہ بیان کیا کہ وہ درمیانہ قد آدمی ہیں سیدھے بال والے گویا کہ وہ شنوءہ کے آدمیوں میں سے ہیں۔ اور میں حضرت عیسیٰ سے ملا درمیانہ قد سرخ رنگ گویا حمام سے نکلے ہیں۔ اور میں نے حضرت ابراہیم کو دیکھا اُن کی اولاد میں اُن سے زیادہ مشابہ ہوں ۳؎

۱؎ فی لقائہ میں ہ کا مرجع حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ آیت کریمہ یہ ہے۔ ولقد اٰتینا موسی الکتاب فلا تکن فی مریۃ من لقائہ۔ یعنی اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم آپ موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات میں کچھ تردد نہ کریں وہ خواب وخیال نہ تھا بلکہ واقعی حقیقی چیز تھی یا اے قرآن خوان مسلمان حضور کی موسیٰ علیہ السلام سے جو ملاقات ہوئی اس میں تو کچھ شک نہ کر وہ بالکل صحیح یقینی چیز ہے معلوم ہوا مقبولان بارگاہ بعد وفات زندہ ہوتے ایک دوسرے زندوں مردوں سے ملاقاتیں کرتے ہیں، سوال جواب کرتے ہیں فرماتا ہے۔ واسئل من ارسلنا قبلک من رسلنا اجعلنا من دون الرحمٰن اٰلھۃ یعبدون یہ آیات ملاحظہ کرلینی چاہیئے۔

۲؎ معراج میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے موسیٰ علیہ السلام سے تین بار ملاقات کی انہیں قبر میں نماز پڑھتے دیکھا۔ پھر بیت المقدس میں انہیں نماز پڑھائی۔ پھر عرش پر جاتے ہوئے چھٹے آسمان پر پھر عرش سے واپسی میں نمازیں کم کرانے کے لیے آٹھ بار اس لیے خصوصیت سے موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کا ذکر اہتمام سے کیا گیا ورنہ سارے نبیوں سے اس شب ملاقات ہوئی ہے۔ یہ بات یاد رکھنی چاہیئے۔

۳؎ ابھی گذشتہ حدیث میں جعد آیا تھا وہاں جعد کے معنی ہیں پہلوانوں کا سا جسم ابھرا ہوا جسم لہذا یہ حدیث گذشتہ کے خلاف نہیں اور اگر وہاں جعد کے معنی ہوں گھونگھر والے بال تو اس فرمان عالی کا مطلب یہ ہوگا کہ سارے بال سیدھے کناروں پر قدرے خم دار جیسے کہتے ہیں چھلے والے بال لہذا دونوں حدیثیں درست ہیں۔

بِهٖ قَالَ فَاُتِيْتُ بِاِنَاءَيْنِ اَحَدُهُمَا لَبَنٌ وَالْاٰخَرُ فِيْهِ خَمْرٌ فَقِيْلَ لِيْ خُذْ اَيَّهُمَا شِئْتَ فَاَخَذْتُ اللَّبَنَ فَشَرِبْتُهٗ فَقِيْلَ لِيْ هُدِيْتَ الْفِطْرَةَ اَمَا اِنَّكَ لَوْ اَخَذْتَ الْخَمْرَ غَوَتْ اُمَّتُكَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ﴿ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سِرْنَا مَعَ

میں ہوں. فرماتے ہیں میرے پاس دو برتن لائے گئے جن میں سے ایک میں دودھ تھا دوسرے میں شراب تھی [1] مجھ سے کہا گیا ان میں سے جو آپ چاہیں لیں [2] تو میں نے دودھ اختیار کیا اُسے پی لیا تو مجھ سے کہا گیا کہ آپ کو فطرت کی ہدایت دی گئی [3] اگر آپ شراب اختیار کرتے تو آپ کی امت گمراہ ہو جاتی [4] (مسلم، بخاری)۔ روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ ہم

[1] خیال رہے کہ یہ خمر زیادہ بتایا گیا کہ شراب اس برتن میں تھوڑی سی تھی اور دودھ بالبیٰ فرما کر بتایا کہ دودھ برتن میں بہت زیادہ تھا گویا خود برتن ہی دودھ بن گیا تھا. دنیا کی ہدایت اور ایمان و اعمال دودھ کی شکل میں پیش ہوئے اور یہاں کی بد عقیدگی بدعملیاں شراب کی صورت میں دکھائی گئیں. یہاں کے اعمال وہاں اجسام ہیں.

[2] یہ اختیار دینا فرشتوں کو دکھانے کے لئے تھا کہ اللہ تعالیٰ حضور کی امت کو حضور کی برکت سے محفوظ رکھے گا (از مرقات)

[3] چونکہ بچہ پیدا ہو کر پہلی غذا دودھ حاصل کرتا ہے. اس لئے فطرت دودھ کی شکل میں دکھائی گئی اور شراب انسان کی شکل بگاڑ کر بد عملیاں بد عقیدگیاں اس سے کرا دیتی ہے اس لئے گمراہی سرکشی شراب کی شکل میں دکھائی گئی جیسے خواب میں ہم رحمتوں اور آفتوں کو مختلف شکلوں میں دیکھ لیتے ہیں شاہ مصر نے قحط سالیوں کو خشک بالیوں دبلی گایوں کی شکل میں دیکھا اسی طرح حضرات انبیاء کرام آئندہ واقعات کو مختلف شکلوں میں ملاحظہ کرتے ہیں

[4] اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ نبی کے عمل کا امت پر اثر پڑتا ہے کہ شراب آپ اختیار فرماتے اور گمراہ ہوتی امت. دوسرے یہ کہ تا قیامت ان شاء اللہ سارے مسلمان کبھی گمراہ نہ ہوں گے. ان میں ایک جماعت ضرور حق پر رہے گی اور وہ ہی جماعت سب پر غالب رہے گی تعداد اس کی زیادہ ہوگی حضور فرماتے ہیں اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ بڑے گروہ ہی کی پیروی کرو. الحمد للہ اہل سنت و الجماعت اب ہمیشہ سب پر غالب ہیں اور اسی بلکہ نوے فی صد یہ ہی ہیں. تیسرے یہ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم رب تعالیٰ کی طرف سے محفوظ ہیں کوئی کام غلط آپ تک پہنچتا ہی نہیں دیکھو حضور انور نے اللہ کی توفیق سے دودھ ہی اختیار کیا. جو کوئی خواب میں دودھ پئے ان شاء اللہ وہ ہدایت پر رہے گا اور اسے خیر کی توفیق ملے گی اس تعبیر کا ماخذ یہ حدیث ہے۔

رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةِ
فَمَرَرْنَا بِوَادٍ فَقَالَ اَيُّ وَادٍ هٰذَا فَقَالُوْا وَادِي الْاَزْرَقِ قَالَ
كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى مُوْسٰى فَذَكَرَ مِنْ لَوْنِهٖ وَشَعْرِهٖ شَيْئًا
وَاضِعًا اُصْبُعَيْهِ فِيْ اُذُنَيْهِ لَهٗ جُؤَارٌ اِلَى اللّٰهِ بِالتَّلْبِيَةِ مَارًّا
بِهٰذَا الْوَادِيْ قَالَ ثُمَّ سِرْنَا حَتّٰى اَتَيْنَا عَلٰى ثَنِيَّةٍ فَقَالَ اَيُّ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ اور مدینہ کے درمیان چلے تو ایک جنگل پر گزرے تو آپ نے فرمایا یہ کونسا جنگل ہے: لوگوں نے کہا ارزق جنگل[1] فرمایا گویا میں موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں پھر آپ نے ان کا رنگ ان کے بال کا کچھ ذکر فرمایا[2] آپ اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں دیئے ہوئے تھے آپ کو اللہ سے قرب ہے[3] تلبیہ میں مشغول ہیں اس جنگل میں گزر رہے ہیں[4] فرماتے ہیں کہ پھر ہم کچھ اور چلے حتی کہ ہم ایک گھاٹی پر پہنچے تو فرمایا

[1] وادی ارزق حرمین شریفین کے درمیان ایک جنگل ہے۔ ارزق کے معنی ہیں نیل گوں یا تو وہاں کی زمین نیل گوں ہے یا کسی ایسے آدمی کی طرف منسوب ہے۔ جس کا نام ارزق تھا یا اس کی آنکھیں نیل گوں تھیں یہ گزرنا یا تو حجۃ الوداع کے موقعہ پر ہوا تھا یا عمرہ قضی کے وقت (مرقات واشعہ)

[2] کہ آپ گندمی رنگ ہیں۔ گھونگریالے بال شریف جیسا کہ پہلے گزر چکا۔

[3] جؤار اور خوار دونوں کے معنی ہیں بچھڑے کی آواز پھر مطلقاً آواز کو کہنے لگے اب محاورہ میں دعا، عجز و انکسار کی آواز کو جؤار کہتے ہیں۔ وہ ہی یہاں مراد ہے یعنی آپ مؤذن کی طرح دونوں انگلیاں کانوں میں ڈالے بلند آواز سے تلبیہ کہہ رہے ہیں خیال رہے کہ یہاں کا فی زائدہ ہے جیسے لا اقسم میں لا زائدہ ہوتا ہے۔ حضور انور اپنی آنکھوں سے ان حضرات کو ملاحظہ فرما رہے تھے اور ان کا تلبیہ سن رہے تھے۔

[4] معلوم ہوا کہ اللہ کے بندے بعد وفات دنیا میں گشت کرتے ہیں۔ اچھے مجمعوں میں جاتے ہیں، ذاکرین کے ساتھ شرکت کرتے ہیں۔ بزرگوں نے میلاد شریف ختم رمضان شریف میں وفات یافتہ بزرگوں کو دیکھا ہے۔ شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی کے ختم رمضان پر لوگوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو بیداری میں دیکھا انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کل فرمایا تھا کہ ہم عبدالعزیز کے ختم قرآن میں شرکت کرنے دہلی جائیں گے۔ دیکھو فتاویٰ عزیزیہ کا مقدمہ ۱۹۶۵ء کی جنگ میں لوگوں نے بیداری میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیاء کرام کو لاہور اور سیالکوٹ کے محاذ پر مسلمانوں کی مدد فرماتے ہوئے دیکھا۔

ثَنِيَّةٍ هٰذِهٖ قَالُوْا هَرْشٰی اَوْ لِفْتٌ فَقَالَ كَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی یُوْنُسَ عَلٰی نَاقَةٍ حَمْرَاءَ عَلَیْهِ جُبَّةُ صُوْفٍ خِطَامُ نَاقَتِهٖ خُلْبَةٌ مَارًّا بِهٰذَا الْوَادِیْ مُلَبِّیًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خُفِّفَ عَلٰی دَاوٗدَ الْقُرْاٰنُ فَكَانَ یَاْمُرُ بِدَوَابِّهٖ فَتُسْرَجُ فَیَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ قَبْلَ اَنْ تُسْرَجَ

یہ کونسی گھاٹی ہے. لوگوں نے کہا ہرشی ہے یا لفت ۱؎ تو فرمایا گویا میں یونس علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں ۲؎ جو سرخ اونٹنی پر ہیں. آپ پر اونی جبہ ہے. آپ کے ناقہ کی مہار کھجور کی کھال کی ہے. اسی جنگل میں تلبیہ کہتے گزر رہے ہیں ۳؎ (مسلم) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں فرماتے ہیں کہ داؤد علیہ السلام پر قرآن آسان کیا گیا ۴؎ تو آپ اپنے گھوڑے کا حکم دیتے تھے اس کی زین لگائی جاتی تھی. تو آپ گھوڑے پہ

۱؎ ہرشی منزل جحفہ کے قریب ایک پہاڑ کا نام ہے اسے لفت بھی کہتے تھے راوی کو شک ہے کہ صحابہ کرام نے اس کا نام ہرشی لیا یا لفت اور ہو سکتا ہے کہ ان حضرات نے یہ ہی عرض کیا ہو یعنی اس پہاڑ کے دو نام ہیں ہرشی اور لفت تو چاہیں ہم کہہ لیں ہرشی یا لفت۔

۲؎ اشعۃ اللمعات میں فرمایا کہ یہاں کَاَنِّیْ فرمانا یقین کے اظہار کے لیے ہے یعنی میں انہیں اس طرح یقینی طور پر دیکھ رہا ہوں گویا انہیں ان کی زندگی شریف میں ہی دیکھ رہا ہوں۔

۳؎ چونکہ یہ حج حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری حج تھا. اس لئے آسمانوں اور زمین سے حضرات انبیاء کرام برکت حاصل کرنے کے لیے شریک ہوئے. حضور انور نے انہیں ملاحظہ فرمایا اس واقعہ سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ حضرات انبیاء کرام بحیات کامل زندہ ہیں. ان کی موت ان کی زندگی کو فنا نہیں کرتی جیسے شہداء کا قتل ان کی زندگی فنا نہیں کرتا. دوسرے یہ کہ وہ حضرات جہاں چاہیں جاتے آتے ہیں. تیسرے یہ کہ ان کی صرف روح نہیں جاتی بلکہ جسم شریف بھی سیر کرتا ہے. چوتھے یہ کہ انہیں اس دنیا کی خبر رہتی ہے. کہ آج کہاں کیا ہو رہا ہے. دیکھو حضور انور کا حج اس دنیا میں ہوا اور ان حضرات کو اس جہاں میں خبر ہوئی. پانچویں یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور بعض حضور کے خدام ان بزرگوں کو دیکھتے ان کی آواز سنتے ہیں. ان سے ملاقاتیں کرتے ہیں. خیال رہے کہ اونٹنی پر سوار ہونا کانوں میں انگلیاں دینا تلبیہ کہنا جسم کا کام ہے. صرف روح کا نہیں اور یہ اونٹنی قدرتی تھی جیسے جبریل امین گھوڑے پر سوار نمودار ہوتے تھے وہ گھوڑا قدرتی ہوتا تھا نہ کہ یہ دنیاوی گھوڑا۔

۴؎ یہاں قرآن لغوی معنی میں ہے یعنی پڑھی ہوئی کتاب اور اس سے مراد زبور شریف ہے. رب فرماتا ہے وَقَالَ الرَّسُوْلُ

دَوَابَّهٗ وَلَا یَاْکُلُ اِلَّا مِنْ عَمَلِ یَدَیْهِ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ ۔ وَعَنْهُ
عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَتِ امْرَاَتَانِ مَعَهُمَا
ابْنَاهُمَا جَاءَ الذِّئْبُ فَذَهَبَ بِابْنِ اِحْدٰهُمَا فَقَالَتْ
صَاحِبَتُهَا اِنَّمَا ذَهَبَ بِابْنِكِ وَقَالَتِ الْاُخْرٰی اِنَّمَا ذَهَبَ
بِابْنِكِ فَتَحَاكَمَتَا اِلٰی دَاوٗدَ فَقَضٰی بِهٖ لِلْكُبْرٰی فَخَرَجَتَا عَلٰی سُلَیْمَانَ

کے زین لگانے جانے سے پہلے قرآن پڑھ لیتے تھے ۱؎ اور نہ کھاتے تھے مگر اپنے ہاتھ کے کام سے
۲؎ (بخاری) ۔ روایت ہے انہی سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے راوی ہیں۔ فرمایا دو عورتیں
تھیں جن کے ساتھ ان کے بچے تھے۔ بھیڑیا آیا ایک کا بچہ لے گیا ۳؎ اس کی ساتھن بولی کہ بھیڑیا
تیرا بچہ لے گیا ہے اور دوسری نے کہا کہ تیرا بچہ لے گیا ہے ۴؎ چنانچہ وہ دونوں داؤد علیہ السلام
کے پاس فیصلہ لے گئیں۔ آپ نے بڑی کے حق اس کا فیصلہ کر دیا ۵؎ وہ دونوں حضرت سلیمان

یا رب ان قومی اتخذوا ہذا القرآن مہجورا ۔
۱؎ جیسے طی الارض کرامت یا معجزہ ہے ویسے ہی طی الوقت بھی معجزہ و کرامت ہے کہ تھوڑے سے وقت میں زیادہ کام ہو
جاوے یہ عقل سے وراء چیز ہے۔ معراج میں حضور کے لیے وقت اور جگہ دونوں چیزیں سمیٹ دی گئیں۔ حضرت علی رضی اللہ
عنہ گھوڑے کی رکاب میں ایک پاؤں رکھتے وقت قرآن مجید شروع کرتے تھے اور دوسرے قدم رکھتے وقت تک پورا قرآن ختم
کر لیتے تھے ایک ایک لفظ صاف صاف سمجھا جا سکتا تھا (مرقات و اشعۃ اللمعات)
۲؎ حضرت داؤد علیہ السلام لوہے کا کام کرتے تھے، لوہا ان کے لیے نرم کر دیا گیا تھا جس طرح چاہتے اسے موڑ لیتے
تھے اس کی اجرت پر گزارہ فرماتے تھے۔ حالانکہ آپ بادشاہ تھے۔ علیہ الصلوٰۃ والسلام
۳؎ یہ دونوں عورتیں اپنے اپنے لڑکے جنگل میں چھوڑ کر کسی کام میں مشغول ہو گئیں کہ یہ حادثہ پیش آ گیا اور باقی ماندہ بچہ میں جھگڑا پڑ گیا
۴؎ خلاصہ یہ ہے کہ ان دونوں عورتوں میں سے ہر ایک چاہتی تھی۔ کہ یہ بچہ مجھے ملے ایک تو وہ اصل ماں تھی دوسری ماں بننا چاہتی تھی
۵؎ بڑی کے حق میں یہ فیصلہ فرمایا اس لیے تھا کہ وہ اس بچہ پر قابض تھی یا اس لئے کہ بچہ اس کی
ہم شکل تھا بہرحال یہ فیصلہ حضرت داؤد علیہ السلام کے اجتہاد سے تھا۔ وحی الٰہی سے نہ تھا۔ ورنہ اس کی
اپیل نہ ہوتی اور نہ حضرت سلیمان علیہ السلام اس کے خلاف فیصلہ فرماتے معلوم ہوا کہ مجتہد کا اجتہاد برحق ہے اور نبی بھی
اجتہاد فرما سکتے ہیں ۔

بْنِ دَاوٗدَ فَاَخْبَرَتَاهُ فَقَالَ ائْتُوْنِيْ بِالسِّكِّيْنِ اَشُقُّهٗ بَيْنَكُمَا فَقَالَتِ الصُّغْرٰى لَا تَفْعَلْ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ هُوَ ابْنُهَا فَقَضٰى بِهٖ لِلصُّغْرٰى مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

ابن داؤد کے پاس گئیں انھیں یہ خبر دی [۱] آپ نے فرمایا چھری لاؤ میں تم دونوں کے درمیان بچے دو ٹکڑے تقسیم کردوں [۲] تو چھوٹی بولی اللہ آپ پر رحمت کرے یہ نہ کریں یہ اس بڑی کا بچہ ہے [۳] تب آپ نے چھوٹی کے حق میں اس کا فیصلہ کردیا [۴] (مسلم، بخاری) ہم ان ہی سے روایت ہے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ

[۱] اس سے معلوم ہوا کہ فیصلہ کی اپیل ہوسکتی ہے اور اپیل والا حاکم پہلے حاکم کے خلاف فیصلہ دے سکتا ہے۔ بشرطیکہ پہلا فیصلہ اجتہاد سے ہوا ہو وحی سے نہ ہوا ہو وحی کی اپیل ناممکن ہے۔ لہٰذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں ماکان لمؤمن ولا مومنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ امرا ان یکون لھم الخیرۃ ۔

[۲] یعنی اس بچہ کی دو پھانک کر کے تم دونوں کو ایک ایک دیدوں۔ خیال رہے کہ آپ نے اس بے گناہ بچے کے قتل کا ارادہ نہ فرمایا۔ بلکہ اس کلام سے ان عورتوں کی شفقت و محبت کی آزمائش فرمائی۔ لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ بے قصور کے قتل کا ارادہ کرنا گناہ ہے اور نبی گناہ سے معصوم ہوتے ہیں۔

[۳] اس وقت بڑی عورت یا تو خاموش رہی یا کچھ ہلکی تڑپ دکھا دی کیونکہ حقیقی تڑپ اور بناوٹی تڑپ میں فرق ہوتا ہے، خیال رہے کہ یہ کلام اقرار کے لئے نہیں بلکہ بے قراری میں تڑپ کے طور پر ہے یعنی آپ اسے قتل نہ کریں اسی کو دے دیں لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ چھوٹی نے بڑی کے بیٹے کا اقرار کرلیا۔ پھر آپ نے بڑی کو یہ بچہ نہ دیا۔ اس علامت سے آپ نے پہچان لیا کہ ماں یہی ہے بچہ کی جان بچانے کے لیے کہہ رہی ہے۔

[۴] اس واقعہ سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ اجتہاد جائز ہے۔ دوسرے یہ کہ کبھی اجتہاد میں غلطی بھی ہوجاتی ہے جیسے حضرت داؤد علیہ السلام کے اجتہاد میں خطا ہوئی۔ تیسرے یہ کہ خطاء اجتہادی پر پکڑ اور عتاب نہیں ہوتا۔ دیکھو حضرت داؤد علیہ السلام کا فیصلہ ٹوٹ تو گیا مگر ان سے رب نے پوچھ گچھ نہ کی چوتھے یہ کہ کبھی افضل کے مقابلے میں مفضول کا فیصلہ قوی اور قابل عمل ہوتا ہے دیکھو۔ حضرت داؤد علیہ السلام صاحب کتاب صاحب شریعت نبی ہیں اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے والد ہیں۔ ان تمام باتوں کے باوجود عمل فیصلہ سلیمان علیہ السلام پر کیا گیا۔ لہٰذا امام اعظم کے فرمان کے ہوتے ہوئے قول صاحبین پر فتویٰ دینا عمل کرنا درست ہے۔ یہ حدیث اس کا ماخذ ہے ایک مقدمہ کا ذکر تو قرآن مجید میں ہے فرماتا ہے۔ ففہمنٰھا سلیمان ۔

عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سُلَیْمَانُ لَاَطُوْفَنَّ اللَّیْلَةَ عَلٰی تِسْعِیْنَ امْرَاَةً وَفِیْ رِوَایَةٍ بِمِائَةِ امْرَاَةٍ کُلُّهُنَّ تَاْتِیْ بِفَارِسٍ یُّجَاهِدُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَقَالَ لَهُ الْمَلَكُ قُلْ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ فَلَمْ یَقُلْ وَنَسِیَ فَطَافَ عَلَیْهِنَّ فَلَمْ تَحْمِلْ مِنْهُنَّ اِلَّا امْرَاَةٌ وَّاحِدَةٌ جَآءَتْ بِشِقِّ رَجُلٍ وَاَیْمُ الَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِهٖ لَوْ قَالَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَاهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فُرْسَانًا اَجْمَعُوْنَ. مُتَّفَقٌ

علیہ وسلم نے کہ حضرت سلیمانؑ نے فرمایا کہ میں آج رات نوے بیویوں پر چکر لگاؤں گا ایک روایت میں ہے کہ سو بیویوں پر[1] وہ تمام ایک سوار جنیں گی جو اللہ کی راہ میں جہاد کرے گا[2] ان سے فرشتے نے کہا ان شاء اللہ کہہ لیجئے۔ مگر وہ نہ کہہ سکے بھول گئے[3] چنانچہ آپ نے ان سب پر چکر لگایا[4] تو ان میں سے کوئی حاملہ نہ ہوئی سوا ایک عورت کے جو آدمی کی ایک کروٹ لائی اُس کی قسم جس کے قبضہ میں حضور محمد کی جان ہے اگر وہ ان شاء اللہ کہہ لیتے تو وہ سب اللہ کی راہ میں سوار ہو کر جہاد کرتے[5] (مسلم، بخاری)

[1] اس وقت آپ کی بیویاں نناوے تھیں لہذا یہاں سو سے مراد قریبًا سو ہیں، بعض روایات میں ساٹھ اور ستر بھی ہے کیونکہ بیویاں ساٹھ یا ستر تھیں باقی لونڈیاں تھیں۔ آپ کی کل بیویاں لونڈیاں ایک ہزار تھیں۔

[2] معلوم ہوا کہ دین کی خدمت کے لیے اولاد چاہنا اختیار کرنا سنت انبیاء ہے محض گھر کی رونق اور دنیوی خدمت کی نیت نہ کرے

[3] آپ کی یہ بھول بھی رب تعالٰی کی طرف سے تھی تاکہ دنیا کے لیے مثال قائم ہو جاوے کہ ان شاء اللہ نہ کہنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے ان حضرات کی بھول میں رب کی حکمتیں ہوتی ہیں۔ فرشتے سے مراد الہام والا فرشتہ ہے یا آپ کے ساتھ رہنے والا فرشتہ۔

[4] یعنی ایک شب میں ان سب سے صحبت کی اس میں آپ کے دو معجزے ہیں۔ ایک تو جماع کی اتنی طاقت کہ قریبًا سو بیویوں سے صحبت کریں۔ دوسرے ایک رات میں اتنی صحبتیں ہو جانا۔ تھوڑے وقت میں زیادہ کام۔

[5] یعنی اگر سب بیویاں حاملہ ہوتیں جو حاملہ ہوتی سب کے لڑکے پیدا ہوتے زندہ رہتے اور راہ خدا میں جہاد کرتے اس سے معلوم ہوا کہ کسی کام میں اپنے پر بھروسہ نہ کرے رب تعالٰی پر توکل کرے۔ تو ان شاء اللہ کامیابی ہوتی ہے۔ آئندہ کام پر ان شاء اللہ ضرور کہے اور گزشتہ کام پر ان شاء اللہ کہنا برکت کے لیے درست ہے۔ جیسے ان شاء اللہ میں مسلمان ہوں یعنی اللہ کے فضل سے میں مومن ہو چکا ہوں۔

عَلَيْهِ ۞ وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ زَكَرِيَّا نَجَّارًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۞ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا اَوْلَى النَّاسِ بِعِيْسَى بْنِ مَرْيَمَ فِى الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ الْاَنْبِيَاءُ اِخْوَةٌ مِّنْ عَلَّاتٍ وَاُمَّهَاتُهُمْ شَتّٰى وَدِيْنُهُمْ وَاحِدٌ وَلَيْسَ بَيْنَنَا

روایت ہے انہی سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زکریا علیہ السلام بڑھئی کا کام کیا کرتے تھے [1] (مسلم) ۞ روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ میں عیسیٰ ابن مریم سے دنیا و آخرت میں قریب تر ہوں [2] حضرات انبیاء علاتی بھائی ہیں جن کی مائیں مختلف ہیں اور ان کا دین ایک ہے [3] ہم دونوں کے درمیان

[1] یعنی زکریا علیہ السلام لکڑی سازی کا کام کرتے تھے اس کی آمدنی سے اپنا گزارہ کرتے تھے۔ کسی نبی نے نبوت کو ذریعہ معاش نہ بنایا مرزا قادیانی پہلے ایک نہایت غریب آدمی تھا۔ جھوٹی نبوت کا ڈھونگ رچا کر نواب بن گیا۔ شاہانہ زندگی گزار گیا سارے پیغمبروں نے اپنے ہاتھ کی کمائی سے زندگی گزاری۔ کسی نبی نے کیا پیشہ اختیار کیا یہ ہماری تفسیر نعیمی پارہ اوّل میں ملاحظہ کرو۔ خیال رہے کہ حضرات انبیاء کرام نے اگرچہ بڑھئی کا، لوہے، زنبیل سازی وغیرہ اختیار فرمائی مگر انہیں بڑھئی یا لوہار وغیرہ کہنا حرام ہے کہ یہ الفاظ توہین آمیز ہیں۔

[2] یہاں قرب سے مراد زمانہ کا قرب ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں حضور سے اس طرح قریب ہیں کہ ان دونوں حضرات کے درمیان کوئی نبی نہیں حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی قریب قیامت اسلام کی خدمت کریں گے آپ ہی حضور انور کے روضہ اقدس میں دفن ہوں گے۔ حضور کی ولادت پاک ۵۷۰ء پانچسو ستر عیسوی میں ہے آخرت میں شفاعت قریب ہوں گے کہ تمام عالم کو جو تلاش شفیع میں سرگرداں ہوں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی حضور انور کا پتہ دیں گے کہ آج تمہاری دستگیری کرنے والا سوا حضور کے اور کوئی نہیں۔ حضرت روح اللہ پر ہماری جانیں فدا جو دنیا و آخرت میں حضور انور کے مبشر ہیں جیسے صبح کا ستارہ جو سورج نکلنے کی بشارت دے کر لوگوں کو جگاتا ہے۔

[3] اصول اور قواعد کو دین کہتے ہیں فروعی مسائل کو مذہب ہم اور شوافع مذہباً ضرور مختلف ہیں مگر تمام ائمہ کا دین اسلام ہے اسی طرح توحید و رسالت میں تمام انبیاء کرام شریک تھے مگر فروعی مسائل میں ان میں اختلاف تھا جیسے علاتی بھائی جن کی مائیں ان کی مختلف ہوتی ہیں باپ ایک یہی حال حضرات صوفیا کے اختلاف کا ہے۔ قادری، چشتی، نقشبندی، سہروردی یہ حضرات خود کہتے ہیں۔

نَبِيٌّ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ بَنِيْ اٰدَمَ يَطْعَنُ الشَّيْطٰنُ فِيْ جَنْبَيْهِ
بِاُصْبَعَيْهِ حِيْنَ يُوْلَدُ غَيْرَ عِيْسَى بْنِ مَرْيَمَ ذَهَبَ يَطْعَنُ
فَطَعَنَ فِي الْحِجَابِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰى عَنِ

کوئی نبی نہیں ۱؎ (مسلم، بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے کہ ہر انسان کی کروٹوں میں شیطان اپنی انگلیاں مارتا ہے جب وہ پیدا ہوتا ہے ۲؎ سوا عیسیٰ ابن
مریم کے ۳؎ کہ وہ انگلی مارنے لگا تو اس کی انگلی پردہ میں لگی ۴؎ (مسلم، بخاری) روایت ہے
حضرت ابو موسیٰ سے کہ وہ

انباء السبیل اخیاف لیس بینہم خلاف (مرقات)

۱؎ حضورؐ سے پہلے حضورؐ کے زمانہ میں اس دوران میں کوئی نبی روئے زمین پر تشریف نہ لائے۔ نہ صاحب شریعت نبی نہ غیر صاحب شریعت اسی لئے حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اعلان فرمایا تھا۔ ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد لہٰذا جو شخص عیسیٰ علیہ السلام کے حواریین کو نبی مانے یا حضورؐ کے زمانہ میں اور کسی کو کسی طبقہ کا نبی مانے وہ کافر ہے۔ خیال رہے کہ یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں۔ اولی بابراہیم للذین اتبعوہ وھذا النبی ۔ ۔۔۔ کیونکہ وہاں اقتداء میں قرب مراد ہے اور یہاں زمانہ میں قرب۔ خیال رہے کہ اقتداء سے مراد موافقت ہے حضورؐ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے موافق ہیں کہ آپ کے دین میں ملت ابراہیمی پوری مکمل موجود ہے۔ کچھ معاذ اللہ کے حضورؐ کسی نبی کے مقتدی نہیں سب کے مقتدا ہیں بہرحال آیت و حدیث دونوں اپنے مقام پر حق ہیں۔

۲؎ یہاں بنی آدم سے مراد اولاد آدم ہیں لڑکے ہوں یا لڑکیاں شیطان کو انسان سے دلی عداوت ہے۔ وہ بچہ کی پیدائش کے وقت سے ہی اس کے پیچھے پڑتا ہے۔ اسی مارنے کے اثر سے بچہ پیدائش کے وقت روتا ہے بچپن میں بہت سی بیماریاں شیطان کے اثر سے ہوتی ہیں جیسے ام الصبیان وغیرہ جیسے سانپ بچھو وغیرہ جانور بعض جڑی بوٹیاں انسان کو بیمار کر دیتی ہیں ایسے ہی شیطان بھی انسان کو بیمار کر دیتا ہے رب فرماتا ہے یتخبطہ الشیطان من المس ۳؎ ایسے مقام پر متکلم مستثنیٰ ہوتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ولادت پاک کے وقت شیطان نہ چھو سکا (اشعۃ اللمعات) اسی لئے حضور ولادت پاک کے وقت روئے نہیں۔

۴؎ یہ حدیث باب الوسوسہ میں گزر چکی ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور شیطان کے درمیان ایک پردہ حائل کر دیا۔ شیطان کی انگلی اس پردے میں لگی۔ حضرت حنہ (والدہ مریم) کی دعا سے یہ واقعہ ہوا آپ نے دعا کی تھی
انی اعیذھا بک وذریتھا من الشیطان الرجیم ۔

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَمُلَ مِنَ الرِّجَالِ كَثِيْرٌ وَلَمْ يَكْمُلْ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَآسِيَةُ امْرَأَةُ فِرْعَوْنَ وَفَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيْدِ عَلٰى سَائِرِ الطَّعَامِ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں فرمایا مردوں میں تو بہت کامل ہوئے، عورتوں میں سوا مریم بنت عمران اور فرعون کی بیوی آسیہ کے کوئی کاملہ نہ ہوئیں ۱؎ اور جناب عائشہ کی بزرگی ساری عورتوں پر ایسی ہے جیسے ثرید کی بزرگی تمام کھانوں پر ۲؎

۱؎ خیال رہے کہ یہاں کمال سے مراد نبوت و رسالت نہیں کیونکہ یہ کمال تو صرف انسان مردوں کو ہی ملا ہے کوئی عورت اور کوئی غیر انسان نبی نہیں ہوئے بلکہ مراد ولایت کاملہ قطبیت غوثیت وغیرہ ہے۔ اور رب تعالیٰ سے قرب خاص کہ یہ صفات مردوں کو زیادہ عورتوں کو کم ملے نبوت کے متعلق رب نے فرمایا ہے۔ وما ارسلنا من قبلك الا رجالا نوحی الیهم۔ نبوت کے فرائض عورت انجام نہیں دے سکتی۔ پردہ میں رہ کر عام تبلیغ نہیں ہو سکتی یہ بھی خیال رہے کہ یہاں نساء سے مراد اس زمانہ کی عورتیں ہیں۔ لہذا اس سے لازم یہ نہیں آتا کہ حضرت آسیہ و مریم جناب فاطمہ زہرا خدیجہ اور عائشہ صدیقہ سے افضل تھیں۔ یہ بیبیاں حضرت آسیہ و مریم سے افضل ہیں۔ شعر

مریم از یک نسبت عیسیٰ عزیز	از سہ نسبت حضرت زہرا عزیز
نور چشم رحمۃ للعالمین	آں امام الاولین و آخرین
بانوے آں تاجدار ھل اتیٰ	مرتضیٰ مشکل کشا شیر خدا
مادر آں مرکز پرکار عشق	مادر آں قافلہ سالار عشق!

۲؎ یعنی جناب عائشہ صدیقہ از آدم علیہ السلام تا روز قیامت تمام عورتوں سے ایسی افضل ہیں جیسے ثرید کھانا باقی تمام کھانوں سے افضل۔ ثرید شوربہ میں روٹی بھگو کر پکا ہوا کھانا۔ اس میں گفتگو ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ، فاطمہ زہرا، خدیجۃ الکبریٰ ان تینوں میں افضل کون ہے محققین علماء کا قول ہے کہ یہ تینوں مختلف جہات سے افضل ہیں اس میں بحث نہ کی جاوے تو بہتر ہے۔ حضرت عائشہ جیسی عالمہ حسین خلقت حسین خلق شیریں گفتار زوجہ ذکیہ دنیا نہ پیدا ہوئی نہ پیدا ہو آپ بڑی عالمہ محدثہ فقیہہ ہیں آپ کی براءت میں سورۂ نور کی اٹھارہ آیتیں نازل ہوئیں۔ شعر

یعنی ہے سورۂ نور جن کی گواہ	ان کی پر نور صورت پہ لاکھوں سلام
بنت صدیق آرام جان نبی	اس حریم براءت پہ لاکھوں سلام

نبوت کے بعد صدیقیت ہے اور عائشہ صدیقہ ہیں، ابوبکر صدیق ہیں۔

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَذُكِرَ حَدِيثُ أَنَسٍ يَا خَيْرَ الْبَرِيَّةِ وَحَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ أَيُّ النَّاسِ أَكْرَمُ وَحَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ الْكَرِيمُ ابْنُ الْكَرِيمِ فِي بَابِ الْمُفَاخَرَةِ وَالْعَصَبِيَّةِ ۞ اَلْفَصْلُ الثَّانِي عَنْ أَبِي رَزِينٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَيْنَ كَانَ رَبُّنَا قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ خَلْقَهُ قَالَ كَانَ فِي عَمَاءٍ مَا تَحْتَهُ هَوَاءٌ وَمَا فَوْقَهُ هَوَاءٌ وَخَلَقَ عَرْشَهُ عَلَى الْمَاءِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ قَالَ يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ الْعَمَاءُ أَيْ لَيْسَ مَعَهُ شَيْءٌ ۞ وَعَنِ الْعَبَّاسِ

(مسلم، بخاری) اور انسؓ کی حدیث کہ اے خیر بریہ، اور ابو ہریرہؓ کی حدیث اے الناس اکرم، اور حضرت ابن عمرؓ کی حدیث کریم ابن کریم مفاخرہ اور عصبیہ کے باب میں ذکر کر دی گئیں [1] دوسری فصل۔ روایت ہے حضرت ابن رزین سے [2] فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اپنی مخلوق پیدا فرمانے سے پہلے ہمارا رب کہاں تھا۔ فرمایا ہلکے بادل میں تھا [3] نہ اس کے نیچے ہوا تھی نہ اس کے اوپر ہوا [4] اور اپنا عرش پانی پر پیدا فرمایا [5] (ترمذی) اور فرمایا کہ یزید ابن ہارون نے کہا ہلکے بادل سے مراد ہے کہ اس کے ساتھ کوئی چیز نہ تھی [6] روایت ہے حضرت عباسؓ

[1] یعنی وہ حدیثیں مصابیح میں یہاں مذکور تھیں۔ ہم نے مشکوٰۃ شریف میں وہاں یعنی باب المفاخرت میں بیان کر دیں ان کی شرح وہاں ہی دیکھو۔

[2] آپ کا نام لقیط ابن عامر ابن صبرہ ہے۔ طائف کے رہنے والے ہیں، مشہور صحابی۔

[3] عماء کے لغوی معنی ہیں ہلکا بادل جس سے سورج نظر نہ آئے مگر اس کی روشنی میں کمی نہ ہو یہاں اس سے مراد غیب ہے یعنی رب تعالیٰ غیب الغیب تھا جس کے صفات ظاہر نہ تھے۔ حدیث قدسی ہے کنت کنزًا مخفیا فاحببت ان اعرف (مرقات)۔ حضرات صوفیاء کی اصطلاح میں عماء ذات واحدہ ہے جسے کوئی نہ جانے سوائے اس کے۔

[4] دونوں جگہ ما نفی ہے یعنی رب تعالیٰ ایسا مخفی تھا حتی کہ ہوا بھی نہ تھی نہ فوقیت تھی نہ تحتیت۔ کیونکہ اوپر نیچے ہونا جہت و سمت سے ہوتا ہے اس وقت سمت بھی نہ تھی۔

[5] یعنی پھر اللہ تعالیٰ نے عرش عظیم پیدا فرمایا جو پانی کے اوپر اس طرح تھا جیسے زمین کے اوپر آسمان [illegible]

[6] اس کی شرح ہم ابھی کر چکے ہیں۔ یہ فرمان ہماری اس شرح کی تائید کرتا ہے۔

بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ زَعَمَ أَنَّهُ كَانَ جَالِسًا فِي الْبَطْحَاءِ فِي عِصَابَةٍ
وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ فِيهِمْ فَمَرَّتْ سَحَابَةٌ
فَنَظَرُوا إِلَيْهَا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا تُسَمُّونَ
هٰذِهِ قَالُوا السَّحَابَ قَالَ وَالْمُزْنَ قَالُوا وَالْمُزْنَ قَالَ
وَالْعَنَانَ قَالُوا وَالْعَنَانَ قَالَ هَلْ تَدْرُونَ مَا بُعْدُ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ
وَالْأَرْضِ قَالُوا لَا نَدْرِي قَالَ إِنَّ بُعْدَ مَا بَيْنَهُمَا إِمَّا وَاحِدَةٌ وَّ

بن المطلب سے فرماتے ہیں کہ وہ بطحاء میں ایک جماعت میں بیٹھے ہوئے تھے [1] اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں بیٹھے تھے کہ ایک بادل گزرا۔ لوگوں نے اس کی طرف دیکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اس کا نام کیا رکھتے ہو [2] لوگوں نے عرض کیا سحاب۔ فرمایا اور مزن بھی! عرض کیا مزن بھی۔ فرمایا اور عنان بھی! عرض کیا اور عنان بھی۔ فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ آسمان و زمین کے درمیان فاصلہ کتنا ہے! انھوں نے عرض کیا ہم نہیں جانتے۔ فرمایا ان کے درمیان فاصلہ

[1] بطحاء کے لفظی معنی ہیں پتھریلی یا کنکریلی نشیبی زمین۔ جہاں سیلاب کا گزرگاہ ہو۔ اب مکہ معظمہ کے قریب جنت معلیٰ کے پاس ایک جنگل کا نام ہے۔ مکہ معظمہ کو بھی بطحاء یا ابطح کہتے ہیں۔ اسی وجہ سے حضور کا لقب ہے۔ رسول البطحی غالباً یہ جماعت مسلمانوں کی نہ تھی۔ اور اس وقت حضرت عباس بھی مسلمان نہ ہوئے تھے راشعہ مگر ایک قول یہ ہے کہ یہ واقعہ فتح مکہ کے بعد کا ہے۔ اور یہ جماعت مومنین کی تھی۔ حضرت عباس بھی مسلمان ہو چکے تھے (مرقات) واللہ ورسولہ اعلم۔

[2] حضور انور کا ان سے یہ پوچھنا اگلے کلام کی تمہید ہے۔ جیسے رب تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے پہلے یہ پوچھا کہ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے پھر اگلا کلام فرمایا۔

[3] حضور صلے اللہ علیہ وسلم لغات کے بادشاہ ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ عربی میں بادل کے تین نام ہیں۔ سحاب۔ مزن۔ عنان۔ یا تو بادل کے یہ تین نام ہیں یا مزن وہ سفید بادل جو پانی کو روک نہ سکے قرار دیئے عنان بلند بادل اور سحاب ہر بادل (مرقات) اس کلام مبارک سے معلوم ہوا کہ ہر بادل کے یہ تین نام ہیں کیونکہ حضور انور نے اس دیکھے ہوئے بادل کے یہ تین نام ارشاد فرمائے ہیں۔

إِمَّا اثْنَتَانِ أَوْ ثَلَاثٌ وَسَبْعُونَ سَنَةً وَالسَّمَاءُ الَّتِي فَوْقَهَا كَذٰلِكَ حَتّٰى عَدَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ثُمَّ فَوْقَ السَّمَاءِ السَّابِعَةِ بَحْرٌ بَيْنَ أَعْلَاهُ وَأَسْفَلِهٖ كَمَا بَيْنَ سَمَاءٍ إِلٰى سَمَاءٍ ثُمَّ فَوْقَ ذٰلِكَ ثَمَانِيَةُ أَوْعَالٍ بَيْنَ أَظْلَافِهِنَّ وَرُكَبِهِنَّ مِثْلُ مَا بَيْنَ سَمَاءٍ إِلٰى سَمَاءٍ

اکہتر یا بہتر یا تہتر سال کا سفر[1] اور جو آسمان اس کے اوپر ہے وہ بھی ایسا ہی ہے۔ حتیٰ کہ آپ نے سات آسمان گنائے[2] پھر ساتویں آسمان کے اُوپر ایک دریا ہے جس کے اوپر اور نیچے حصے کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک[3] پھر اس کے اوپر آٹھ بکرے ہیں[4] جن کے کھروں اور گھٹنوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک[5]

[1] یہ شک راوی کا ہے خیال رہے کہ ایسے موقعہ پر ستر وغیرہ کے معنی ہوتے ہیں بے شمار یا بہت زیادہ لہٰذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ آسمان و زمین کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے کہ یہاں کا یہ فرمان بمعنی تکثیر ہے نہ کہ حد بندی کے لیے۔

[2] یعنی اتنے اتنے فاصلہ پر سات آسمان واقع ہیں فلاسفہ نو آسمان مانتے ہیں وہ کرسی اور عرش کو آسمان ہی کہتے ہیں مگر حضور نے بھی قرآن کریم نے بھی آسمان سات ہی ارشاد فرمائے ہیں۔ موجودہ سائنس آسمان کے وجود ہی کا انکار کرتی ہے مگر مجبوری ہے آسمان ہیں اور سات ہیں انہیں نظر آئیں یا نہ آئیں یا نہیں نہ دیکھیں۔

[3] یعنی ساتویں آسمان کے اوپر صاف اور جاری پانی کا ذخار دریا ہے جس کی گہرائی اتنی ہے۔ جتنا آسمان و زمین کے درمیان کا فاصلہ رب جانے کہ وہ پانی کہاں سے آ رہا ہے اور کہاں جا رہا ہے۔ اس حدیث کی تائید وہ حدیث کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عرش کے نیچے ایک نہایت گہرا دریا پیدا فرمایا۔

[4] اوعال جمع ہے وعل کی وعل کہتے ہیں پہاڑی بکرے کو یہ فرشتے حاملین عرش ہیں جو بکرے کی شکل میں ہیں یہ ہی فرشتے مومنین انسانوں کے لیے دعائیں کرتے ہیں

[5] یعنی وہ فرشتے جن کی پشت پر عرش اعظم ہے جو بکروں کی شکل میں ہیں۔ اُن کی عظمت اور وجاہت کا یہ حال ہے کہ اُن کے کھر سے لے کر گھٹنوں تک اتنا عظیم الشان فاصلہ ہے۔ جب ان کی ٹانگیں اتنی بڑی ہیں تو کچھ سوچو کہ بقیہ جسم کتنا ہوگا۔ وہ تو ہماری عقل سے وراء ہے۔

ثُمَّ عَلٰى ظُهُوْرِهِنَّ الْعَرْشُ بَيْنَ اَسْفَلِهٖ وَاَعْلَاهُ مَا بَيْنَ سَمَاءٍ
اِلَى السَّمَاءِ ثُمَّ اللّٰهُ فَوْقَ ذٰلِكَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوُدَ ۝
وَعَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ اَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ اَعْرَابِيٌّ فَقَالَ جُهِدَتِ الْاَنْفُسُ وَجَاعَ الْعِيَالُ وَ
نُهِكَتِ الْاَمْوَالُ وَهَلَكَتِ الْاَنْعَامُ فَاسْتَسْقِ اللّٰهَ لَنَا فَاِنَّا
نَسْتَشْفِعُ بِكَ عَلَى اللّٰهِ وَنَسْتَشْفِعُ بِاللّٰهِ عَلَيْكَ فَقَالَ

پھر ان کی پیٹھوں پر عرش ہے جس کے نیچے اور اوپر کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا فاصلہ ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک ہے ۱؎ پھر اللہ اس کے اوپر ہے ۲؎ (ترمذی، ابوداؤد) روایت ہے حضرت جبیر ابن مطعم سے ۳؎ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک بدوی آیا عرض کیا کہ جانیں مشقت میں پڑ گئیں اور بال بچے بھوکے ہو گئے اور مال برباد جانور ہلاک ہو گئے ۴؎ تو آپ ہمارے لیے اللہ سے بارش مانگیں، ہم آپ کو اللہ کی بارگاہ میں شفیع لاتے ہیں ۵؎۔

تب

۱؎ یعنی عرش اعظم کا دل اس کی موٹائی اتنی ہے کہ اس کی اوپر اور نیچے کی سطحوں کے درمیان کا فاصلہ اتنا ہے جتنا فاصلہ آسمان و زمین کے درمیان ہے۔

۲؎ یہاں فوقیت سے مراد جسمانی فوقیت نہیں نہ مکانی بلندی ہے بلکہ عظمت و قدرت کی بلندی مراد ہے یعنی اللہ تعالٰی کی عظمت و قدرت عرش اعظم سے بھی اوپر ہے۔ مقصود یہ ہے کہ یہ بت جو زمین پر تمہارے سامنے پھر رہے ہیں۔ عبادت کے لائق نہیں۔ عبادت کے لائق وہ رب ہے جس کی عظمت کا یہ حال ہے۔

۳؎ آپ صحابی ہیں عبد مناف کی اولاد سے ہیں۔ فتح خیبر کے بعد فتح مکہ سے پہلے اسلام لائے۔ نسب اور تواریخ کے بڑے عالم تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق کے شاگرد ہیں۔ رضی اللہ عنہ (اشعۃ اللمعات)

۴؎ یعنی بارش نہ ہونے کی وجہ سے ہمارا جانی مالی نقصان بہت زیادہ ہو چکا معلوم ہوا کہ اپنے دکھ درد کی کہانی حضور کو سنانا بالکل درست اور صحابہ کرام کا عمل ہے۔ یہاں کی فریاد گویا رب تعالٰی بہت کرم سے سنتا ہے۔

۵؎ یعنی ہم لوگ بارگاہ الٰہی میں آپ کو اپنا شفیع بناتے ہیں کہ آپ کی دعا سے وہ ہم پر بارش بھیجے اور آپ کی بارگاہ میں اللہ تعالٰی کو شفیع اور سفارشی بناتے ہیں کہ آپ سے ہماری سفارش و شفاعت کرے کہ آپ ہمارے لیے دعا فرمائیں۔ گویا آپ کی دعا کا شفیع اللہ تعالٰی اور بارش کے شفیع آپ ہوں۔

النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُبْحٰنَ اللّٰهِ سُبْحٰنَ اللّٰهِ فَمَا زَالَ
يُسَبِّحُ حَتّٰى عُرِفَ ذٰلِكَ فِيْ وُجُوْهِ اَصْحَابِهٖ ثُمَّ قَالَ وَيْحَكَ
اَنَّهٗ لَا يُسْتَشْفَعُ بِاللّٰهِ عَلٰى اَحَدٍ شَاْنُ اللّٰهِ اَعْظَمُ مِنْ ذٰلِكَ
وَيْحَكَ اَتَدْرِيْ مَا اللّٰهُ اِنَّ عَرْشَهٗ عَلٰى سَمٰوَاتِهٖ لَهٰكَذَا
وَقَالَ بِاَصَابِعِهٖ مِثْلَ الْقُبَّةِ عَلَيْهِ وَاِنَّهٗ لَيَئِطُّ بِهٖ اَطِيْطَ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سبحان اللہ سبحان اللہ آپ تسبیح فرماتے رہے حتی کہ آپ کے صحابہ کے چہروں میں پہچانا گیا ۱؎ پھر فرمایا تجھ پر افسوس ہے اللہ تعالٰی کو کسی پر شفیع بنایا جاتا اللہ کی شان اس سے بہت بڑی ہے ۲؎ تجھ پر افسوس کیا تجھے خبر ہے کہ اللہ کی شان کیا ہے اس کا عرش اس کے آسمانوں پر ایسا ہے اور اپنی انگلیوں سے اشارہ فرمایا اس پر قبہ کی طرح ۳؎ اور وہ چرچرا رہا ہے جیسے کجاوے کا
چرچرانا

۱؎ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس نو وارد کی سخت غلطی پر تعجب فرمانے کے لیے بار بار سبحان اللہ کہتے رہے حتی کہ حاضرین مجلس کے چہرے اتر گئے اور ان پر خوف الٰہی ہیبت کبریائی کے آثار نمودار ہوگئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرات صحابہ نے بھی پہلے اس شخص کی غلطی محسوس کر لی تھی۔

۲؎ شفاعت سے بنا ہے شفع سے بمعنی جوڑ رب فرماتا ہے۔ والشفع والوتر سفارش کو شفاعت اس لیے کہتے ہیں کہ سائل حاکم کے سامنے اکیلا پیش ہونے کی ہمت نہیں کرتا تو اس حاکم کے کسی منظور مقبول کے ساتھ مل کر جوڑا ہو کر حاکم کے سامنے پیش ہوتا ہے بہرحال شفیع سے حاکم افضل و اعلیٰ ہونا ضروری ہے اگر خدا کو شفیع کہا جاوے تو لازم آوے گا کہ کوئی اور اس سے اعلیٰ ہے جس کے دربار میں خدا تعالٰی سے سفارش کرائی گئی۔ چونکہ یہ بہت بڑی بات تھی۔ اس لیے اس شخص کو نہ تو کافر کہا گیا نہ اس سے توبہ کرائی گئی۔ اس نے رب تعالٰی کی توہین نہیں کی بلکہ وہ شفاعت کے معنی نہیں سمجھا۔ خیال رہے کہ اللہ کے نام اس کی صفات کو بارگاہ الٰہی میں وسیلہ بنانا درست ہے بلکہ اللہ کے نام کے وسیلہ سے بندوں سے مانگنا درست ہے ہم کہا کرتے ہیں۔ اللہ کے واسطے یہ دو اللہ کے نام پر دو کہا جاتا ہے شیئًا للّٰہ ذات اور وسیلہ نام و وسیلہ صفات میں فرق ضرور کرنا چاہیے۔

۳؎ حضور انور نے اپنے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر اپنے داہنے ہاتھ کی انگلیوں کو خیمہ یا قبہ گنبد کی طرح کھڑا کیا عرش کو گنبد کی طرح دکھایا۔

الرَّجُلِ بِالرَّاكِبِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اُذِنَ لِيْۤ اَنْ اُحَدِّثَ عَنْ مَلَكٍ مِّنْ مَلٰٓئِكَةِ اللّٰهِ مِنْ حَمَلَةِ الْعَرْشِ اِنَّ مَا بَيْنَ شَحْمَةِ اُذُنَيْهِ اِلٰى عَاتِقِهٖ مَسِيْرَةُ سَبْعِ مِائَةِ عَامٍ

سوار کی وجہ سے [۱] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت جابر ابن عبداللہ سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں۔ فرمایا مجھے اجازت دی گئی ہے [۲] کہ تم کو اللہ کے فرشتوں میں سے ایک فرشتے کے متعلق خبر دوں عرش اٹھانے والوں سے کہ اس کے کانوں کی لَوؤں سے اس کے کندھوں تک سات سو سال کا فاصلہ ہے [۳]۔

[۱] یہ کلام عالی محض سمجھانے کے لیے ہے یعنی اندر یا عرش الٰہی اتنا بڑا ہے کہ وہ تمام آسمانوں کو ایسے گھیرے ہے۔ جیسے قبہ خیمہ اپنے نیچے کی زمین پر چھایا ہوتا ہے گھیرتا ہے۔ مگر رب تعالیٰ کی ہیبت سے گویا چرچرا رہا ہے۔ سوار کے بوجھ سے کجاوہ زین یا کجاوہ پالان چرچراتا ہے ورنہ وہاں نہ تو حقیقتاً بوجھ ہے نہ عرش اعظم میں چرچراہٹ کی آواز رکھو طور پہاڑ تجلی الٰہی سے پھٹ گیا یہ پھٹنا حضور سے کی رو سے نہ تھا۔ رب کی ہیبت و جلالت سے تھا۔ یہ حدیث متشابہات سے ہے۔ جیسے یداللہ فوق ایدیہم۔ لہٰذا اس حدیث پر چکڑالویوں کا اعتراض محض حماقت ہے۔ مرقات نے فرمایا کہ یہاں چرچرانے سے مراد ہے رب کی تسبیح تہلیل کی آواز عرش اعظم اٹھانے والے فرشتے اور خود عرش رب کی ہیبت سے تسبیح و تہلیل کر رہے ہیں (مرقات)

[۲] یعنی ہم کو عالم غیب کی ہر چیز کی خبر دی گئی ہے۔ مگر اس کے اظہار کی اجازت نہیں ہاں ان میں سے جو فرشتے حاملین عرش ہیں ان میں سے ایک فرشتے کی جسامت و عظمت بتانے کی اجازت دی گئی ہے۔ وہ تم کو بتاتے [illegible] ہیں۔ حضور انور نے سارا عالم غیب اپنی آنکھوں سے [illegible]۔ اس حدیث سے حضور انور کے وسعت علم کا پتہ لگا۔ [illegible] ہی معلوم ہوا کہ کسی چیز کا نہ بتانا نہ جاننے کی دلیل نہیں [illegible] سے ہوتا ہے۔

[۳] کان کی لَو اور کندھے کے درمیان [illegible] بہت تھوڑا فاصلہ ہے۔ جب اس فرشتے کا کان کی لَو سے کندھا اتنی دور ہے تو باقی جسم کا اندازہ کون لگا سکتا ہے۔ [illegible] سے [illegible] انسانی شکل پر نہیں۔ انسان کی [illegible] عقل سے اعلیٰ [illegible] ان کی شکلیں مختلف عرش [illegible]

[illegible] ہیں جیسا کہ پہلے

رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ ۔ وَعَنْ زُرَارَةَ بْنِ أَوْفٰى أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِجِبْرِيْلَ هَلْ رَأَيْتَ رَبَّكَ فَانْتَفَضَ جِبْرِيْلُ وَقَالَ يَا مُحَمَّدُ إِنَّ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُ سَبْعِيْنَ حِجَابًا مِّنْ نُوْرٍ لَوْ دَنَوْتُ مِنْ بَعْضِهَا لَاحْتَرَقْتُ هٰكَذَا فِي الْمَصَابِيْحِ وَرَوَاهُ أَبُوْ نُعَيْمٍ فِي الْحِلْيَةِ عَنْ أَنَسٍ إِلَّا أَنَّهُ لَمْ يَذْكُرْ فَانْتَفَضَ جِبْرِيْلُ ۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ

(ابوداؤد) ۔ روایت ہے حضرت زرارہ ابن اوفیٰ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب جبریل سے فرمایا کیا تم نے اپنے رب کو دیکھا ہے تو جبریل کانپ گئے[1] اور عرض کیا اے حضور محمد! میرے اور رب کے درمیان ستر ہزار حجاب ہیں۔ اگر میں ان کے بعض سے قریب ہو جاؤں تو جل جاؤں[2] اسی طرح مصابیح میں ہے اور ابو نعیم نے حلیہ میں حضرت انس سے مروی ہے مگر انہوں نے اسی کا ذکر نہ کیا کہ جبریل کانپ گئے ۔ روایت ہے ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا

[1] حضرت جبریل علیہ السلام کا کانپ جانا یا اس سوال کی ہیبت سے ہے یا اس تصور سے ہے جو انہیں اس سوال پر بندھا کہ دیدار الٰہی پر بندہ کا کیا حال ہوگا۔

[2] ستر سے مراد زیادتی بیان فرمانا ہے۔ لہٰذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ میرے اور رب کے درمیان ستر ہزار حجاب ہیں۔ خیال رہے کہ نور بھی حجاب بن جاتا ہے جیسے سورج کا نور اس کے لیے حجاب ہے۔ اس سوال فرمانے سے معلوم ہوتا ہے کہ دیدار الٰہی ممکن ہے۔ ورنہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم یہ سوال کبھی نہ فرماتے۔ نیز اس سے معلوم ہوا کہ دیدار الٰہی صرف انسانوں کو ہوگا۔ جنتی مسلمان دیدار کریں گے۔ حضور انور نے معراج کی رات دیدار ذات اپنی آنکھوں سے کیا۔ ثم دنی فتدلی فکان قاب قوسین او ادنیٰ حضور ہی کی شان ہے۔ فرشتوں کو دیدار کبھی نہیں۔ احترقت فرمانے سے معلوم ہوتا ہے کہ نور میں گرمی ہوتی ہے مگر اس قسم کی نور کی گرمی نار کی گرمی کو ختم کر دیتی ہے۔ جب مومن پل صراط سے گزریں گے تو دوزخ پکارے گی جاؤ گزر جا تیری نورانیت سے میری آگ بجھی جا رہی ہے۔ حضرت خلیل پر نار نمرود ٹھنڈی ہوگئی یہ کرشمہ ہے نور کی گرمی کا۔ بعض صوفیاء پر ان کے چلوں میں نورانیت غالب ہوتی ہے۔ تو وہ ٹھنڈا پانی بہت پیتے ہیں۔ ٹھنڈے پانی سے نہاتے ہیں۔ ٹھنڈے پانی کے ٹب میں بیٹھ جاویں تو وہ گرم ہو جاتا ہے۔ خیال رہے کہ یہ حجابات حضرت جبریل کے لیے ہیں نہ کہ رب تعالیٰ کے لیے رب تو حجاب میں ہونے سے پاک ہے ۔

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ إِسْرَافِيْلَ مُنْذُ يَوْمَ خَلَقَهُ صَافًّا قَدَمَيْهِ لَا يَرْفَعُ بَصَرَهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الرَّبِّ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى سَبْعُوْنَ نُوْرًا مَا مِنْهَا مِنْ نُوْرٍ يَدْنُوْا مِنْهُ إِلَّا احْتَرَقَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهُ ۔ وَعَنْ جَابِرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَلَقَ اللّٰهُ اٰدَمَ وَذُرِّيَّتَهُ قَالَتِ الْمَلٰئِكَةُ يَا رَبِّ خَلَقْتَهُمْ يَأْكُلُوْنَ وَيَشْرَبُوْنَ وَيَنْكِحُوْنَ وَيَرْكَبُوْنَ فَاجْعَلْ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ نے جناب اسرافیل کو پیدا فرمایا جس دن سے انہیں پیدا کیا ہے اپنے قدموں پر کھڑے ہیں ۱ وہ اپنی نگاہ نہیں اٹھاتے ۲ ان کے اور رب تعالٰے کے درمیان ستر نور ہیں ان میں سے کوئی نور نہیں مگر جس سے وہ قریب ہوں تو جل جاویں ۳ (ترمذی) روایت ہے حضرت جابر سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے حضرت آدم اور ان کی اولاد کو پیدا کیا تو فرشتے بولے یارب تو نے انہیں پیدا فرمایا کہ وہ کھائیں گے پیئیں گے نکاح کریں گے، سوار ہونگے ۴ تو ان کے

۱ معلوم ہوا کہ اسرافیل علیہ السلام ان فرشتوں میں سے ہیں۔ جن کی عبادت کھڑا رہنا ہے اور حکم الٰہی کا انتظار کرنا ہے۔ کہ کب حکم ہو اور میں صور پھونکوں۔

۲ یعنی ان کی نگاہیں ادب سے نیچی ہیں۔ عرش اعظم یا لوح محفوظ کی طرف نظر نہیں اٹھاتے جیسے نمازی اپنی سجدہ گاہ پر قیام میں نظر رکھتا ہے ایسی ہی ان کی نظر ہے معلوم ہوتا ہے کہ حضور انور اس عالم کی ہر چیز کو ملاحظہ فرماتے ہیں، حضرت اسرافیل علیہ السلام کی ہر ادا حضور کی نگاہ میں ہے۔ اسی طرح سب غلاموں کی ہر ادا حضور کی نگاہ میں ہر وقت ہے جو عرش کو دیکھ سکتا ہے وہ فرش پر بھی نظر رکھ سکتا ہے اعلیٰحضرت قدس سرہ فرماتے ہیں۔

سر عرش پر ہے تری گزر　　　دل فرش پر ہے تری نظر

۳ وہ حجاب نورانی ہیں ناری نہیں وہاں جلنا نور سے ہو سکتا ہے نہ کہ نار سے جیسے آج سورج کی شعاعوں سے گرمی حاصل کی جاتی ہے بلکہ یہ شعاعیں جلا بھی دیتی ہیں۔ اس جلنے کی تحقیق ہم ابھی پچھلی حدیث میں عرض کر چکے ہیں۔ جنت میں جنتیوں کو پرندوں کے بھنے گوشت بھی دیئے جائیں گے۔ رب فرماتا ہے۔ ولحم طیر مما یشتہون وہاں گوشت آگ سے نہ بھونے جائیں گے کہ جنت میں آگ نہیں بلکہ نور سے اور نورانی گرمی ہے۔

۴ یعنی اولاد آدم گھروں میں رہ کر بھی دنیا میں مشغول رہیں گے اور خشکی دریائی سواریوں میں سفر کر کے بھی دنیا میں مشغول رہیں گے دنیا انہیں اچھی رہے گی اور

ثُمَّ الدُّنْيَا وَلَنَا الْاٰخِرَةَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لَا اَجْعَلُ مَنْ خَلَقْتُهٗ بِيَدِيْ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ كَمَنْ قُلْتُ لَهٗ كُنْ فَكَانَ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ ۞ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ - عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمُؤْمِنُ اَكْرَمُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ بَعْضِ

دنیا کرے اور ہمارے لئے آخرت ۵ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جسے میں نے اپنے دست قدرت سے بنایا اور جس میں میں نے اپنی روح پھونکی ہے اس مخلوق کی طرح نہ کروں گا جس سے میں نے کہا ہوجا، وہ ہوگئی ۶ (بیہقی شعب الایمان)، تیسری فصل روایت ہے حضرت ابوہریرہؓ سے فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ مومن اللہ کے نزدیک بعض فرشتوں سے زیادہ عزت والا ہے۔

تحقیق کیا معلوم ہوا کہ فرشتوں کو بھی رب تعالیٰ نے علوم غیبیہ بخشے کہ وہ لوگوں کے آئندہ حالات کی خبر رکھتے دیکھو تو جو فرشتوں نے بارے متعلق کہا تھا ہم ویسے ہی ہیں۔

۵ یعنی ہم دنیا میں رہ کر وہ کام نہیں کرتے صرف تیری یاد ہماری زندگی ہے۔ (خازن، نسیم، مدارک، نقاش وغیرہ)۔ لہٰذا انسانوں کو زندگی میں ہمیشہ رکھ اور انہیں وہاں کی نعمتیں بخش دے ہم کو یہاں ہمیشہ رکھ یہاں کی نعمتیں بخش دے ایسا نہ ہو کہ ان کو تو دونوں جہان کی نعمتیں دیں۔ اور ہم ان سب سے محروم رہیں۔ لہٰذا یہ آدمیوں کے لیے بددعا یا بدخواہی نہیں بلکہ ان کی بھی خیرخواہی ہے اور اپنے لیے دعا بھی ہے۔

۶ یعنی اے فرشتو بہترے ظاہری و باطنی کمالات کا مظہر انسان ہے۔ جسے تم کو میں نے صرف کن فرما کر پیدا کیا ایک آن میں اور انسان یعنی حضرت آدم کا خمیر عرصہ تک تیار کیا گیا۔ پھر عرصہ تک اُسے سکھایا گیا۔ میں نے اپنے دست قدرت سے اس کی نسل بنائی اور اسے ظاہری خوبیوں سے آراستہ کیا۔ پھر اس میں اپنی خاص روح پھونکی جس سے وہ باطنی خوبیوں کا حامل ہوگیا۔ انسان مادہ اور تجرد دونوں کا معجون مرکب ہے۔ تم بذات خود معصوم ہو لہٰذا دوزخ سے محفوظ اور جنت سے محروم ہو۔ انسان طاعت اور نیکی سے مخلوط ہے۔ (عطا ہار) اور بلایا گیا ہے لہٰذا وہ ثواب و عذاب کا مستحق ہے۔ یہ حدیث پاک ان حضرات کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ بشر فرشتہ سے افضل ہے۔ یہی اہلسنت کا مذہب ہے فرشتوں کے کمالات انسان پہ موقوف ہیں فرشتے انسان ہی کے ذریعہ حاصل کریں۔ کہا دیکھا کہ سب کچھ ہے۔ جنس بشریت جنس ملکیت سے افضل ہے۔ اگرچہ بعض افراد ملک انسان کے بعض افراد سے افضل ہیں جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

مَلٰٓئِكَتِهٖ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ • وَعَنْهُ قَالَ اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِيْ فَقَالَ خَلَقَ اللّٰهُ التُّرْبَةَ يَوْمَ السَّبْتِ وَخَلَقَ فِيْهَا الْجِبَالَ يَوْمَ الْاَحَدِ وَخَلَقَ الشَّجَرَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَخَلَقَ الْمَكْرُوْهَ يَوْمَ الثُّلٰثَاءِ وَخَلَقَ النُّوْرَ يَوْمَ الْاَرْبِعَاءِ وَبَثَّ فِيْهَا الدَّوَابَّ يَوْمَ الْخَمِيْسِ

۱؎ (ابن ماجہ) ۲؎ روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا ۳؎ پھر فرمایا کہ اللہ نے مٹی پیدا کی ہفتے کے دن اور اس میں پہاڑ پیدا کیے اتوار کے دن اور درخت پیدا کیے پیر کے دن اور ناپسندیدہ چیزیں پیدا کیں منگل کے دن، نور پیدا فرمایا بدھ کے دن، اور اس میں جانور پھیلائے جمعرات کے دن ۴؎

۱؎ اس حدیث میں افراد مؤمنین کا ذکر ہے ان کی تفصیل یہ ہے کہ عام مؤمنین افضل ہیں عام فرشتوں سے اور خاص مؤمنین افضل ہیں، خاص فرشتوں سے بھی۔ خیال رہے کہ خاص مؤمنین سے مراد حضرات انبیاء و رسل و مرسلین ہیں اور خواص ملائکہ سے مراد ہیں حضرت جبریل و میکائیل وغیرہ اشرف ملائکہ۔ اور عوام مؤمنین سے مراد ہیں صالحین متقین جیسے خلفاء راشدین خاص تابعین اولیاء اللہ مراد ہیں۔ رب تعالٰی فرماتا ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّةِ۔ لہذا حضرات خلفاء راشدین۔ حضور غوث پاک، امام اعظم ابو حنیفہ عام فرشتوں سے بھی افضل (دیکھو مرقات)۔ یہ تفصیل خیال میں رہے ہاں انسانیت افضل ہے ملکیت سے۔ مگر صدیق اکبر بعد انبیاء سب سے افضل ہے۔

۲؎ ہاتھ پکڑنا یا تو اہتمام کے لیے ہے یا یہ تفصیل سمجھانے کے لیے یا قرب بتانے کے لیے۔

۳؎ خلاصہ یہ ہے کہ مذکورہ چیزوں کی پیدائش کی ابتداء ہفتہ [illegible] کے دن ہوئی۔ اور انتہا [illegible] مضمون سے ظاہر ہے۔ خیال رہے کہ ہفتہ کے دن سے مراد ہے اس دن کا آخری حصہ جب کہ قریباً [illegible] جاتا ہے۔ لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں خَلَقَ [illegible]

فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ

یہ کہا جا سکتا ہے کہ [illegible]

ذکر ہے اور یہاں زمینی چیزوں کی پیدائش کا۔

وَخَلَقَ اٰدَمَ بَعْدَ الْعَصْرِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فِي اٰخِرِ الْخَلْقِ وَاٰخِرِ سَاعَةٍ مِّنَ النَّهَارِ فِيمَا بَيْنَ الْعَصْرِ اِلَى اللَّيْلِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ وَعَنْهُ قَالَ بَيْنَمَا نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ وَاَصْحَابُهٗ اِذْ اَتٰى عَلَيْهِمْ سَحَابٌ فَقَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ تَدْرُوْنَ مَا هٰذَا قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ هٰذِهِ الْعَنَانُ هٰذِهٖ رَوَايَا الْاَرْضِ يَسُوْقُهَا اللّٰهُ اِلٰى قَوْمٍ

اور آدم علیہ السلام کو جمعہ کے دن عصر کے بعد پیدا فرمایا۔ آخری مخلوق ہیں [1] اور دن کی آخر ساعت میں عصر سے لے کر رات تک کے درمیان [2] (مسلم)۔ روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ بیٹھے تھے کہ اچانک ان پر بادل آیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ یہ کیا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا اللہ رسول ہی خوب جانتے ہیں [3] فرمایا۔ یہ بادل ہے یہ زمین کے ساقی ہیں [4] اللہ انہیں اس قوم کی طرف لے جاتا ہے

[1] یہاں آدم علیہ السلام کی پیدائش سے مراد یا تو ان کے جسم شریف کی تکمیل ہے یا جسم شریف میں روح پھونکنا مراد ہے کیونکہ آدم علیہ السلام کے جسم کی ساخت تو بہت عرصہ تک ہوتی رہی۔ ہر قسم کی مٹی پانی کا جمع فرمانا پھر اس کا خمیر کرنا پھر اعضاء ظاہری باطنی کا بنانا پھر بہت روز تک سکھانا اس میں بہت دن لگے۔ یہ ایک دن اور ایک ساعت میں نہیں ہوا جمعہ کو جمعہ اسی لیے کہتے ہیں کہ اس دن میں حضرت آدم کے جسم شریف کی تکمیل ہوئی۔ جمعہ کے معنی ہیں مجتمع ہونا مکمل ہونا چونکہ آپ تمام مخلوق کے مقصود ہیں۔ اس لیے آپ کو آخر میں پیدا فرمایا گیا مقصود پیچھے ہی آتا ہے۔

[2] اسی لیے جمعہ کے دن کی آخری گھڑیاں قبولیت دعا کا وقت ہیں کہ یہ آدم علیہ السلام کی پیدائش کا وقت ہے دیکھو مرقات یہ مقام اسی لیے صبح صادق کا وقت قبولیت دعا کا وقت ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پاک کا وقت ہے اور بارھویں ربیع الاول شریف مبارک رات ہے مگر روزانہ صبح صادق وقت قبولیت ہے اور جمعہ کی آخری ساعتیں وقت قبولیت ہیں یعنی آدم علیہ السلام کا فیض ہفتہ میں ایک بار حضور کا فیض روزانہ۔

[3] یہ صحابہ کرام کا انتہائی ادب ہے کہ حضور انور کے سوال پر جانی پہچانی چیز کا نام بھی نہیں بتاتے کہ نہ معلوم اس سوال میں کیا راز اور اتنی ظاہر چیز کے پوچھنے میں کیا حکمت ہے ہمارے عرض کر دینے سے وہ فوت نہ ہو جائے۔

[4] روایا جمع ہے راویہ کی راویہ وہ اونٹنی بھی کہلاتی ہے جو زمین کو سیراب کرے اور وہ بڑی مشک بھی جس میں پانی بھر کر

لَا يَشْكُرُونَهُ وَلَا يَدْعُونَهُ ثُمَّ قَالَ هَلْ تَدْرُونَ مَا فَوْقَكُمْ قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ فَإِنَّهَا الرَّقِيعُ سَقْفٌ مَحْفُوظٌ وَمَوْجٌ مَكْفُوفٌ ثُمَّ قَالَ هَلْ تَدْرُونَ مَا بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهَا قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهَا خَمْسُ مِائَةِ عَامٍ ثُمَّ قَالَ هَلْ تَدْرُونَ مَا فَوْقَ ذٰلِكَ قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ سَمَاءَانِ بُعْدُ مَا بَيْنَهُمَا خَمْسُمِائَةِ سَنَةٍ ثُمَّ قَالَ كَذٰلِكَ

جو نہ اس کا شکر کریں نہ اس سے دعا مانگیں[۱] پھر فرمایا کیا تم جانتے ہو تمہارے اوپر کیا ہے صحابہ نے عرض کیا اللہ رسول خوب جانتے ہیں۔ فرمایا آسمان ہے[۲] محفوظ چھت ہے اور رکی ہوئی موج[۳] پھر فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے اور اس کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟ عرض کیا اللہ رسول ہی جانیں۔ فرمایا تمہارے اور آسمان کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے[۴] پھر فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ اس کے اوپر کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا اللہ رسول ہی خوب جانیں۔ فرمایا دو آسمان، ان کے درمیان فاصلہ پانچ سو سال ہے پھر فرمایا اسی طرح حتی کہ سات آسمان گنائے[۵]

ہم وہ خشکی پر لاکر چھڑکا جاتا ہے اور خشک زمین میں بکھیرا جاتا ہے یہاں دونوں معنی بن سکتے ہیں، بادل سمندر سے پانی لاتے ہیں ادھر برساتے ہیں۔

۱ یعنی بارش اللہ تعالٰی کی نعمت عامہ ہے جو ہر شاکر و کافر کو ملتی ہے جیسے ہوا اور دھوپ۔

۲ یا تو آسمان دنیا کا نام رقیع ہے یا ہر آسمان کو رقیع کہتے ہیں۔ جمع ہے ارقعہ۔

۳ اس سے معلوم ہوتا ہے آسمان کا جسم پتلا ہے پانی کی طرح پھر بھی گرنے بگڑنے بہہ جانے سے محفوظ ہے بغیر ظاہری سہارے کے قائم ہے۔ صرف اللہ تعالٰی کی قدرت سے پھر اس کے دروازے بھی ہیں وہ بھی اس کی طرح رقیق و پتلے ہیں۔ جیسے خیمہ کا دروازہ کپڑے کا ہوتا ہے۔

۴ یعنی چڑھتے ہوئے اتنا فاصلہ ہے جو کوئی چل کر چڑھ کر وہاں جائے تو پانچ سو سال میں پہنچے گرنے کے متعلق وہ حدیث ہے کہ صبح کا پھینکا ہوا پتھر شام سے پہلے زمین پر آجاوے۔ آج جو راکٹ وغیرہ اگر آسمان پر دو تین دن میں پہنچ جاتے ہوں تو یہ رفتار اور ہی ہے جیسے مدینہ منورہ کراچی سے پیدل سال بھر کا راستہ ہے مگر ہوائی جہاز سے صرف چار گھنٹے کا۔ لہذا حدیث واضح ہے

۵ اسی طرح بیان فرمانا کہ ان دو آسمانوں کو علیحدہ بیان کیا باقی چار آسمانوں کو علیحدہ اعلٰی درجہ کی فصاحت ہے اس طرح بات یاد بھی خوب رہتی ہے آسمانوں کا دل ان کی موٹائی بھی پانچ سو سال کی مسافت ہے اور دو آسمانوں کے درمیان فاصلہ بھی اتنا ہی ہے جتنا بیچ میں خلا ہے۔ فلاسفہ کہتے ہیں کہ تمام آسمان چپٹے ہوئے ہیں جیسے پیاز کے چھلکے۔ یہ غلط ہے کیونکہ جو آسمان دیکھ کر آئے وہ

حَتّٰى عَدَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ مَا بَيْنَ كُلِّ سَمَآءَيْنِ مَا بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ثُمَّ قَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ مَا فَوْقَ ذٰلِكَ قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ اِنَّ فَوْقَ ذٰلِكَ الْعَرْشَ وَبَيْنَهٗ وَبَيْنَ السَّمَآءِ بُعْدُ مَا بَيْنَ السَّمَآءَيْنِ ثُمَّ قَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ مَا الَّذِيْ تَحْتَكُمْ قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ اِنَّهَا الْاَرْضُ ثُمَّ قَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ مَا تَحْتَ ذٰلِكَ قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ اِنَّ تَحْتَهَا اَرْضًا اُخْرٰى بَيْنَهُمَا مَسِيْرَةُ

ہر دو آسمانوں کے درمیان وہ فاصلہ ہے جو آسمان و زمین کے درمیان ہے [1] پھر فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ ان سب کے اوپر کیا ہے۔ عرض کیا کہ اللہ رسول ہی خوب جانیں۔ فرمایا ان کے اوپر عرش ہے [2] اس کے اور آسمان کے درمیان وہ فاصلہ ہے جو دو آسمانوں کے درمیان ہے [3] پھر فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ وہ کیا ہے جو تمہارے نیچے ہے [4] عرض کی اللہ رسول ہی خوب جانیں۔ فرمایا وہ زمین ہے پھر فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ اس کے نیچے کیا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا اللہ رسول ہی خوب جانیں۔ فرمایا کہ اس کے نیچے دوسری زمین ہے جن دونوں کے درمیان

دو کے درمیان فاصلہ بتا رہے ہیں اور خلا صرف اپنے اندازے سے دیکھنے والے کا قول زیادہ قابل قبول ہے۔

[1] یہ خبر نہیں کہ وہاں اس خلا میں کیا چیز ہے زمین و آسمان کے درمیان جو خلا ہے۔ اس میں تو ہوا، آگ پھر نہایت ٹھنڈا طبقہ یعنی زمہریر ہے۔

[2] فلاسفہ کہتے ہیں کہ عرش و کرسی بھی دو آسمان ہیں۔ اور آسمانوں کی تعداد نو ہے مگر غلط ہے آسمان سات ہیں عرش و کرسی ان کے علاوہ ہیں ان دونوں کی خلقت آسمانوں کی خلقت سے ورا ہے۔

[3] یعنی جتنا فاصلہ پانچ سو سال کا آسمان و زمین کے درمیان ہے اتنا ہی فاصلہ ساتویں آسمان اور عرش عظیم کے درمیان ہے۔ وہی فاصلہ دو آسمانوں کے درمیان ہے۔

[4] یہاں نیچے سے مراد قدم کے نیچے ہے۔ جس سے بارہا قدم لگے ہوتے ہیں۔ اگرچہ حضرات صحابہ جانتے تھے کہ یہ زمین ہے مگر پھر عرض یہی کیا کہ اللہ رسول جانیں یہ ہے۔ اس بارگاہ کا ادب۔

خَمْسِمِائَةِ سَنَةٍ حَتّٰى عَدَّ سَبْعَ اَرَضِيْنَ بَيْنَ كُلِّ اَرْضَيْنِ مَسِيْرَةُ خَمْسِمِائَةِ سَنَةٍ ثُمَّ قَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْ اَنَّكُمْ دَلَّيْتُمْ بِحَبْلٍ اِلَى الْاَرْضِ السُّفْلٰى لَهَبَطَ عَلَى اللّٰهِ ثُمَّ قَرَاَ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ

درمیان پانچ سو سال ہیں[1] حتی کہ سات زمینیں شمار فرمائیں[2] ہر دو زمینوں کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے پھر فرمایا اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم ایک رسی نیچی زمین کی طرف لٹکاؤ تو اللہ پر ہی گرے گی[3] پھر قرات فرمائی وہ اول ہے اور آخر۔ ظاہر ہے اور باطن اور وہ ہر چیز کا جاننے والا[4] احمد، ترمذی اور ترمذی نے فرمایا

[1] فلاسفہ کہتے ہیں کہ زمین صرف ایک ہے یا اگر سات ہیں تو ایک دوسری سے چپٹی ہوئی ہیں، جیسے پیاز کے چھلکے کہ دیکھنے میں ایک ہی معلوم ہوتی ہیں مگر دراصل بہت ہیں۔ زمینیں سات ہیں اور ہر دو زمینوں کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے۔ جیساکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ رب تعالٰی فرماتا ہے خلق سبع سماوات ومن الارض مثلھن۔

[2] خیال رہے کہ تمام زمینوں کی حقیقت ایک ہی ہے یعنی مٹی مگر ساتوں آسمانوں کی حقیقتیں مختلف ہیں اس لیے قرآن مجید میں سموات جمع ارشاد ہوتا ہے اور زمین کو الارض واحد کہا جاتا ہے لہذا یہ حدیث ان آیات کے خلاف نہیں۔

[3] یعنی اللہ تعالٰی کے ملک اس کے علم اس کی قدرت پر گرے گی۔ جہاں پہنچے گی وہاں اللہ تعالٰی ہی کا ملک وعلم ہوگا۔ رب تعالٰی فرماتا ہے من اقطار السموات والارض فانفذوا لاتنفذون الا بسلطان۔ مقصد یہ ہے کہ رب تعالٰی کا ملک صرف آسمانوں میں محدود نہیں سب ہر جگہ ہے علماء فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج آسمانی کرائی گئی وہاں بھی رب تعالٰی ہی کا کرم و نوازش تھا حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ میں پہنچا کر معراج کرائی گئی وہاں بھی رب تعالٰی ہی کا کرم و نوازش۔ بفضلہ مرقات اسی لیے حضور انور نے اگلی آیت تلاوت فرمائی۔ [4] ان چاروں نام شریف کی تفسیر اسماء حسنٰی کی شرح میں گزر چکی اول یعنی قدیم ہے کہ جب نہ تھا تو وہ تھا۔ یہ حادث کا مقابل ہے آخر کے معنی ہیں باقی غیر فانی جب کچھ نہ رہے گا تو وہ رہے گا اس کے صفات ایسے ظاہر کہ بچہ بچہ جانے اس کی ذات ایسی مخفی کہ کوئی اسے نہ پاسکے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ ما عرفناك حق معرفتك رہا تو ذکر ہی کیا۔ مولانا فرماتے ہیں۔

قِرَاءَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اٰلآيَةَ تَدُلُّ عَلٰى اَنَّهٗ اَرَادَ لَهَبِطَ عَلٰى عِلْمِ اللّٰهِ وَقُدْرَتِهٖ وَسُلْطَانِهٖ عِلْمُ اللّٰهِ وَقُدْرَتُهٗ وَسُلْطَانُهٗ فِیْ كُلِّ مَكَانٍ وَهُوَ عَلَى الْعَرْشِ كَمَا وَصَفَ نَفْسَهٗ فِیْ كِتَابِهٖ وَعَنْهُ

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ آیت پڑھنا اس پر دلالت کرتا ہے کہ اس کے علم پر اس کی قدرت پر اس کی حکومت پر گرے اللہ کا علم اس کی قدرت اس کی بادشاہت ہر جگہ ہے[1] اور وہ عرش پر ہے جیسے اس نے خود اپنی کتاب میں اپنی تعریف فرمائی[2] روایت ہے انہیں سے

۳ یاخفی الذات محسوس العطاء　　　انت کالماء ونحن کالرحی

انت کالریح ونحن کالغبار　　　یختفی الریح وغبراہ جہار

ایک صوفی فرماتے ہیں۔

بے حجابی یہ ہے کہ ہر ذرہ میں جلوہ آشکار　　　اس پہ یہ گھونگھٹ کہ صورت آج تک نادیدہ ہے

یار تیرے حسن کو تشبیہ دوں کس چیز سے　　　ایک تو دیدہ ہے تیرے سوا نادیدہ ہے

یا اول وہ جو سب کو پیدا فرمانے آخر وہ جو سب کو فنا کرے ظاہر وہ جو سب پر غالب ہو جو چاہے کرے باطن وہ جو ہر آفت زدہ مصیبت کے مارے کی پناہ ہو اس کے ساتھ ہی وہ ہر چیز کا عالم بھی ہے۔ (از مرقات) +

[1] یہ وہی شرح ہے جو ابھی ہم نے عرض کی اللہ تعالیٰ کسی جگہ میں نہیں وہ جگہ سے پاک ہے جب جگہ نہیں بنی تھی وہ جب بھی تھا کہاں تھا۔ معلوم ہوا کہ وہ کہیں جہاں یہاں وہاں سے پاک ہے ہاں اس کی سلطنت، حکومت، علم، قدرت ہر جگہ ہے کوئی جگہ اس کی سلطنت سے خالی نہیں۔

[2] اس میں اشارہ اس آیت کریمہ کی طرف ہے ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ یعنی اس کا خاص تجلی گاہ عرش ہے اس کا پایۂ تخت جہاں سے اس کے احکام جاری ہوتے ہیں وہ عرش ہے وہ عرش بھی اس کی جگہ نہیں۔ مگر خیال رکھنا کہ وہ جگہ سے تو پاک ہے مگر ملتا ہے وہ جگہ یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لوجدوا اللّٰہ توابا رحیما یا مومن کے دل میں۔ مولانا فرماتے ہیں۔

گفت پیغمبر کہ حق فرمودہ است　　　من نہ گنجم ہیچ در بالا و پست

در دل مومن بہ گنجم اے عجب　　　گر مرا جوئی در یں دلہا طلب

ہونے اور ملنے میں بڑا فرق ہے۔ بلا تشبیہ بجلی کا پاور سارے تاروں میں ہے۔ مگر ملتا ہے وہاں جہاں بلب ہو۔ یہ بات بہت ہی لحاظ رکھی جائے۔؟

أَنَّ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ کَانَ طُولُ اٰدَمَ سِتِّیْنَ ذِرَاعًا فِیْ سَبْعِ اَذْرُعٍ عَرْضًا ۰ وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَیُّ الْاَنْبِیَاءِ کَانَ اَوَّلَ قَالَ اٰدَمُ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ وَنَبِیٌّ کَانَ قَالَ نَعَمْ نَبِیٌّ مُکَلَّمٌ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ کَمِ الْمُرْسَلُوْنَ قَالَ ثَلٰثُ مِائَۃٍ وَّبِضْعَ عَشَرَ جَمًّا غَفِیْرًا

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت آدم کی لمبائی ساٹھ گز تھی سات گز چوڑائی[۱] روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کون سے نبی پہلے ہیں فرمایا آدم علیہ السلام[۲] میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا وہ نبی تھے فرمایا ہاں کلام والے نبی[۳] میں نے عرض کیا یا رسول اللہ رسول کتنے ہیں فرمایا تین سو اور کچھ اوپر دس بڑی جماعت[۴]

[۱] یہاں دونوں جگہ گز سے مراد شرعی گز ہے ایک ہاتھ یعنی مروجہ گز کا آدھا گز ڈیڑھ فٹ یا اٹھارہ انچ یہ بھی خیال رہے کہ ہاتھ سے مراد آج کل کا ہمارا ہاتھ ہے۔ یعنی ہمارے ہاتھ سے آپ ساٹھ ہاتھ لمبے تھے۔ اور سات ہاتھ چوڑے اور اپنے ہاتھ سے ساڑھے تین ہاتھ تھے ہر شخص چھوٹا بڑا بچہ جوان اپنے ہاتھ سے ساڑھے تین ہاتھ لمبا ہوتا ہے۔ آپ کا اپنا ہاتھ شریف ہمارے سترہ ہاتھ کا تھا۔

[۲] آدم علیہ السلام پہلے انسان ہیں اور پہلے نبی تاکہ کوئی وقت نبوت سے خالی نہ رہے زمانہ نبی سے خالی ہو سکتا ہے۔ نبوت سے خالی نہیں ہو سکتا۔ آج بھی ہمارے حضور کی نبوت موجود ہے۔

[۳] یعنی آپ نبی بھی تھے اور آپ پر صحیفے الٰہیہ بھی نازل ہوئے تھے۔ یعنی صاحب صحیفہ نبی تھے۔

[۴] مرسلین سے مراد رسول ہیں۔ نبی رسول اور مرسل میں چند طرح فرق کیا گیا ہے۔ ایک یہ کہ نبی وہ انسان ہیں جن پر وحی الٰہی آئے کتاب یا صحیفہ آئے یا نہ آئے رسول وہ جن پر وحی بھی آئے اور انہیں کتاب یا صحیفہ بھی ملے مرسل وہ جن کو نئی کتاب اور نئی شریعت عطا ہو۔ تو رسول تین سو تیرہ یا چودہ یا پندرہ ہیں۔ بعض نے فرمایا کہ نبی وہ جن پر وحی بھی آئے رسول وہ جن پر وحی بھی آئے۔ اور انہیں کوئی معجزہ بھی عطا ہو (مرقات)

وَفِیْ رِوَایَۃٍ عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ قَالَ اَبُوْذَرٍّ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ کَمْ وَفَاءُ عِدَّۃِ الْاَنْبِیَاءِ قَالَ مِائَۃُ اَلْفٍ وَّاَرْبَعَۃٌ وَّعِشْرُوْنَ اَلْفًا اَلرُّسُلُ مِنْ ذٰلِکَ ثَلٰثُ مِائَۃٍ وَّخَمْسَۃَ عَشَرَ جَمًّا غَفِیْرًا۝ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْسَ الْخَبَرُ کَالْمُعَایَنَۃِ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی

اور ایک روایت میں حضرت ابوامامہ سے ہے[1] کہ جناب ابوذر نے فرمایا میں نے عرض کیا یارسول اللہ نبیوں کی پوری تعداد کتنی ہے فرمایا ایک لاکھ چوبیس ہزار جن میں سے رسول تین سو پندرہ ہیں بڑی جماعت[2] روایت ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ خبر دیکھنے کی طرح نہیں[3] اللہ تعالٰے نے

[1] یہاں ابوامامہ سے مراد ابوامامہ باہلی نہیں کہ وہ تو صحابی ہیں بلکہ ابوامامہ سہیل ابن حنیف انصاری یا دوسرے مراد ہیں آپ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات سے دو سال پہلے پیدا ہوئے۔ عظیم الشان تابعی ہیں آپ کی عمر بانوے سال ہوئی سنہ سو ہجری میں وفات پائی۔ (مرقات)

[2] یہ حدیث گذشتہ حدیث کے اجمال کی تفصیل ہے وہاں ارشاد ہوا تھا تین سو کچھ اور دس بارہ کچھ کی تفصیل کی ہے یعنی کل رسول تین سو پندرہ ہیں خیال رہے کہ تین سو تیرہ کی بھی روایت ہے اور چودہ کی بھی یہاں پندرہ ہے اس لئے ایمان اس طرح لائے کہ سارے نبیوں رسولوں پر ہمارا ایمان ہے یہ بھی یاد رکھو کہ نبی رسول اور مرسل میں عام خاص کی نسبت ہے جیسے۔ انسان اور حیوان میں۔ ہر مرسل رسول بھی ہے نبی بھی مگر ہر نبی رسول یا مرسل نہیں۔ نکتہ۔ نبی ایک لاکھ چوبیس ہزار۔ رسول تین سو تیرہ۔ مرسل چار ہیں اسی طرح صحابہ کرام ایک لاکھ چوبیس ہزار ہیں۔ اصحاب بدر تین سو تیرہ ہیں اور خلفاء راشدین چار پھر چار مرسلین میں ایک ہیں خاتم المرسلین یعنی حضور صلے اللہ علیہ وسلم اسی طرح چار خلفاء راشدین میں ایک ہیں افضل الخلق بعد النبیین یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔

[3] یعنی خبر چاہے کتنی ہی یقینی ہو مگر اس کا اثر مشاہدہ کی طرح نہیں ہوتا مشاہدہ اور نظارہ کی دل پر تاثیر ہی عجیب ہوتی ہے اس سے پتہ لگا کہ حضور سید المرسلین ہیں کیونکہ سارے نبیوں کو رب تعالٰے کی ذات و صفات کی عالم غیب میں خبر دی گئی، مگر حضور انور کو معراج کی رات ان سب کا مشاہدہ معائنہ کرایا گیا۔ خبر معائنہ کی طرح نہیں ہو سکتی تو خبیر بصیر کی طرح نہیں ہو سکتے

أَخْبَرَ مُوسٰی بِمَا صَنَعَ قَوْمُهٗ فِي الْعِجْلِ فَلَمْ يُلْقِ الْأَلْوَاحَ فَلَمَّا عَايَنَ مَا صَنَعُوا أَلْقَى الْأَلْوَاحَ فَانْكَسَرَتْ
رَوَى الْأَحَادِيثَ الثَّلٰثَةَ أَحْمَدُ

موسیٰ علیہ السلام کو وہ سب کچھ بتایا جو اُن کی قوم نے بچھڑے کے متعلق کیا۔ اس وقت آپ نے تختیاں نہیں گرائیں۔ پھر جب ان کی حرکت دیکھی تو تختیاں گرا دیں۔ وہ ٹوٹ گئیں[۱] ان تینوں حدیثوں کو احمد نے روایت کیا۔

انا ارسلنك شاهدا۔ اس لیئے حضرت خلیل نے عرض کیا تھا کہ مولیٰ مرے جلا کر دکھائے تاکہ میں اس پر صرف خبیر نہ رہوں۔ بصیر بھی ہو جاؤں۔ خلیل کو مرے اور آن کا یہ آمنا دکھا گیا۔ حضور کو جلانے والا خود ہی قیوم دکھایا گیا۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

[۱] یہ واقعہ اس دعویٰ کی تائید کے طور پر بیان فرمایا گیا کہ بنی اسرائیل کی بچھڑا پرستی کی خبر موسیٰ علیہ السلام کو رب نے ہی دی تھی جو بالکل یقینی سچی تھی۔ مگر آپ کو جوش غضب جب آیا اور توریت کی تختیاں آپ نے جب ڈالیں۔ جب کہ اس کو آنکھوں سے مشاہدہ فرمایا۔ اس کی تفصیل و تشریح ہماری تفسیر میں دیکھو۔

یہ مرأت جلد ہفتم آج ۵ ذی قعدہ ۱۳۸۵ھ۔ ۵ فروری ۱۹۶۶ء بروز دوشنبہ ختم ہوئی۔ رب تعالیٰ آٹھویں جلد بھی مکمل کرائے۔

فہرست مضامین مرآت جلد ہفتم

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
کتاب الرقاق پہلی فصل رقاق کی تشریح	۲	تقوٰی کے چار درجے ہیں۔	۳۳
نرمی دل اللہ کی سب سے بڑی نعمت ہے	۲	کس کے لئے بھیک اور نذرانے حرام ہیں	۳۶
غنا کیا ہے۔	۱۲	مال جمع کرنا جائز ہے۔	۳۷
دوسری فصل	؍؍	عبادت اور عبودیت کا بیان	۳۹
تقوٰی کے تین درجے ہیں۔	۱۵	کونسا مال جمع کرنا حرام اور کونسا جائز۔	۴۰
پختہ مکان کی ممانعت کی حکمت	۱۸	حضرت حکیم الامت کی پاکستان کے لئے بہترین دعا	۴۱
ہنگامی حالات کا حکم	؍؍	منحوس لوگوں کی پہچان۔	؍؍
کونسی پختہ عمارت بنانا عبادت ہے اور کونسی گناہ	۱۹	عورت پر مرد کی فضیلت کا بیان	۴۳
کون سی بڑائی بیان کرنا غیبت نہیں	۲۰	زیادہ اور تھوڑے مال اور علم کا فرق۔	۴۹
ہر سلام کا جواب دینا فرض نہیں	؍؍	نبی کریم کائنات میں سب سے زیادہ فصیح البیان ہیں	۵۰
نبی کریم کی خوشنودی سب سے بڑی عبادت ہے	۲۱	وداع کرنے کا سنت طریقہ۔	۵۴
کون سی عمارت وبال ہے۔	۲۲	نبی کریم کا علم غیب	۵۵
شخصی اور قومی زندگی کا فرق	۲۳	نبی پاک ہر متقی کے قریب ہیں۔	؍؍
نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم مسلمانوں سے بے تعلق نہیں	۲۵	لفظ اولی کے معنی قریب ہیں۔	؍؍
نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم مختار کل ہیں مگر آپ نے غریبی پسند فرمائی۔	۲۷	باب فقیری کی فضیلت کے بیان اور نبی کریم کی زندگی شریف کے بیان میں۔	
تابعی اور صحابی کی مرسل حدیث معتبر ہے۔	؍؍	پہلی فصل	۵۷
تھوڑا کھانے سے کتنے فائدے ہوتے ہیں۔	۲۸	فقیر ابرار صابر شاکر میں فرق	۵۸
زیادہ مال کی خرابیاں	۲۹	اللہ اپنے بندوں کی ہر آرزو پوری کرتا ہے	؍؍
تیسری فصل	۳۲	اولیاء اللہ سے دنیا قائم ہے۔ وسیلہ کا ثبوت	۵۹

مضمون	صفحہ
دین فقیروں میں دنیا امیروں میں	٥٩
دینی مدرسے دین ہیں اسکول کالج دنیا ہیں	٦٠
حضور کی فقیری اختیاری تھی	٦٢
نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی سخاوت۔	،،
ہر مضر صحت چیز شریعت حرام ہے۔	،،
دینی طلبا کا پہلا مدرسہ اصحاب صفہ کی تعداد اور مدرسہ نبوی کے ناظم اعلیٰ۔	٦٦
دنیا میں نیچوں کو اور دین میں اونچوں کو دیکھو	٦٧
دوسری فصل	،،
نبی پاک کا حاضر ناظر ہونا شاہ عبدالعزیز کا واقعہ	٧٠
آخرت میں نبی پاک کہاں ملیں گے اور دنیا میں کہاں۔	٧١
نبی پاک سے محبت بڑی نعمت ہے	٧٣
بڑے عہدے والے کو دکھ بھی زیادہ۔	٧٤
حضرت ابوطالب اور خدیجہ رضہ کی وفات	،،
میرے آقا صلے اللہ علیہ وسلم سید الصابرین ہیں۔	٧٥
تیسری فصل	٧٧
مانگنے کے تین طریقے۔	٧٨
امیر معاویہ کی مذمت اہلبیت	٧٩
نبی کریم کے دروازے کے سب بھکاری ہیں۔	٨١
سادہ زندگی عین ایمان ہے	٨٣
دنیا میں حقیقی صاحب کمال کون ہے	٨٥

مضمون	صفحہ
حرص وامل میں فرق	٨٦
نبی کریم اور دوسروں کے علم میں فرق۔	٩١
نبی کریم اور صدیق رضہ فاروق اور مصنف شرح ہذا کی عمریں۔	٩٣
تیسری فصل	٩٤
یقین چار قسم کا ہے	،،
بخل اور لمبی امیدوں کا فساد	،،
باب استحباب المال والعمر للطاعۃ	٩٦
پہلی فصل	،،
مال اور عمر کا ترجمہ	،،
کونسی چیز مومن کو غنی بناتی ہے	،،
کس کے لئے خلوت بہتر ہے کس کے لئے جلوت	،،
سب سے زیادہ بدنصیب کون ہے	٩٧
صدیق کا درجہ شہید سے زیادہ	٩٩
اللہ رسول جھوٹ سے پاک ہیں	،،
تیسری فصل	١٠٣
باب توکل والصبر پہلی فصل	١٠٧
توکل اور صبر کی بحث۔	١٠٨
کوئی نبی اور امتی میرے آقا صلے اللہ علیہ وسلم کی نگاہ سے پوشیدہ نہیں۔	١٠٩
تبلیغ میں نبی سے غلطی نہیں ہوسکتی دیگر اندازوں میں غلطی ہوسکتی ہے۔	،،
حضرت عکاشہ اور نبی کریم کا عجیب معجزہ	١١١
شکر اور صبر کی قسمیں	،،

مضمون	صفحہ
کون سا حریص اچھا ہے کونسا برا	۱۱۲
دوسری فصل	۱۱۳
صحیح اور حق توکل کیا ہے۔	″
افراط وتفریط کیا ہے۔	۱۱۵
کونسی پیری فقیری شیطانی ہے۔	″
مال برباد کرنے کی صورتیں۔	″
تقدیر کی قسمیں	۱۱۸
چار بندے چار چیزوں سے محروم نہیں ہوتے۔	″
تیسری فصل	۱۱۹
عرب کے صوبے اور نجد کے معنی } نبی کریم کا اخلاق اور توکل۔	″
علم دین سیکھنا بہت بڑی عبادت ہے طالب علم کا درجہ۔	۱۲۳
توکل کرنے والے صحابی کی کرامت	۱۲۵
باب الرِّیَاءِ والسُّمعۃ	
پہلی فصل ریا کے معنی	۱۲۷
ریا اور غرور میں فرق	″
نبی کریم کی رضا کے لئے عبادت کرنا عبادت کا کمال ہے ریا نہیں۔	۱۲۹
دوسری فصل	۱۳۰
نفلی عبادت گھر میں زیادہ بہتر ہے	۱۳۳
کامل مومن کون ہے	″
فریب کاری کے لئے اسلام اور قرآن کو استعمال کرو	″

مضمون	صفحہ
بھیڑیا اور شیر میں فرق	۱۳۴
اچھا عمل وہ جو ہمیشہ ہو۔	۱۳۵
تیسری فصل	۱۳۶
نبوت کی تبلیغ ضروری ولایت کو چھپانا ضروری ہے علماء کے لئے اپنے کو ظاہر کرنا ضروری ہے	۱۳۹
حق دین کونسا ہے جس میں اولیاء اللہ نہ ہوں وہ جماعت جہنم کے لائق ہے۔	″
شرک کی قسمیں	۱۴۱
ضرورت شرعی کی وجہ سے نفلی روزہ توڑنا جائز ہے قضا واجب ہے۔	۱۴۲
اخلاص والی عبادت کا فائدہ	۱۴۶
مولانا محمد یار صاحب کا وعظ	″
باب البکاء والخوف پہلی فصل رونے کی قسمیں	۱۴۷
نبی کریم سارے جہان سے طاقت والے ہیں	″
روایت وعلم کا فرق روایت کی نفی سے علم کی نفی نہیں ہوتی۔	۱۴۸
عرب میں بت پرستی کس نے ایجاد کی۔	۱۴۹
ریشم اور باجے قوالی کا حکم۔	۱۵۱
کون کس حال میں قبر سے اٹھیگا۔	۱۵۳
دوسری فصل	″
راجفہ اور رادفہ سے مراد	۱۵۷
شہید کے خون سے عالم کی سیاہی بہتر ہے۔	۱۵۸
کافر اور مومن کی موت میں فرق۔	۱۵۹
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کتنے بال سفید تھے۔	[illegible]

مضمون	صفحہ
تیسری فصل	۱۶۱
اللہ تعالیٰ کس وقت اپنے بندے کی رضا چاہتا ہے	
صدیق و فاروق کا مرتبہ	۱۶۲
اسد اور خروف میں کون افضل ہے اور خوف وخشیت تقویٰ میں فرق	۱۶۳
عرف اور معروف میں فرق۔	۱۶۵
بہتا خون اور بہتے آنسو کا فرق	۱۶۶
باب لوگوں میں تبدیلی کا بیان	
پہلی فصل	〃
سب سے بڑی عبادت معاملات کی صفائی ہے	〃
دوسری فصل	۱۶۷
سب سے پہلے مدینہ منورہ میں کون پہونچا۔	۱۷۰
ایک دسترخوان پر چند کھانے اور دیواروں چھتو پر پردے لٹکانا بدعت حسنہ ہے۔	۱۷۱
فقیر اور امیر میں کون افضل ہے۔	〃
موت کی دعا کب جائز ہے۔	۱۷۳
مسلمان کی ہیبت کافر کے دل سے کب ختم ہوتی ہے	
امانت دار قوی دل اور خائن بزدل ہوتا ہے	۱۷۴
کثرت زنا سے علم اٹھ جاتا ہے جنگ قتل زیادہ ہوتا ہے۔	۱۷۴
تیسری فصل	〃
حلال میں برکت ہے حرام میں بے برکتی۔	۱۷۵
باب پہلی فصل	〃
ہر چیز اصل میں حلال ہے۔	۱۷۶

مضمون	صفحہ
دو جلد کی عالمانہ فاضلی کی بہترین تفسیر	۱۷۸
نبی کریم کی پہلی تبلیغ۔	〃
نبی کریم کی پہلی تبلیغ۔	〃
قبیلہ بطن فخذ کا فرق	〃
وہابی کفار مکہ سے بدتر ہیں۔	۱۷۹
ابی لہب کا نام اور وجہ تسمیہ۔	〃
نبی کریم نے پہلی تبلیغ پہاڑ صفا پر کیوں کی	〃
جہاد کب فرض ہوتا ہے	〃
اکثر کے لئے کل کا حکم ہوتا ہے اصول فقہ کا قانون	۱۸۳
موجودہ کچہری عدالت نہیں۔	〃
تیسری فصل	۱۸۵
کتاب الفتن پہلی فصل	۱۸۶
فتنے کے چودہ معنی	〃
اللہ تعالیٰ نے نبی کریم کو ذرے ذرے کا علم عطا کیا۔	۱۸۷
سکھانے اور بتانے کا فرق	۱۸۸
رافضی۔ خارجی۔ وہابی۔ نجدی سب عرب میں ہی پیدا ہوئے۔	۱۹۲
آجکل کے بیدین پیروں سے بچنا لازم ہے	۱۹۳
امام حسین نے یزید کی بغاوت نہ کی تھی امام حسین کو باغی کہنے والا بیدین ہے۔	〃
کافر کے معنی ناشکرا بھی ہے	۱۹۵
جو نبی کریم کے نزدیک ہوگیا۔	
وہ بھی غیب دان ہوگیا۔	۱۹۹

مضمون	صفحہ
گناہ اور اس کا ارادہ دونوں گناہ ہیں	۲۰۰
دوسری فصل	۲۰۲
قائد اور سائق میں فرق	۲۰۳
نبی کریم نے قیامت تک فتنہ گروں کا نام و پتہ بھی بتا دیا۔	؍؍
ظالم سے گمراہ گر عالم زیادہ برا ہے	؍؍
بیعت کی قسمیں۔	۲۰۴
خلافت و امامت کا زمانہ	؍؍
اسلام میں کون پہلا خلیفہ اور کون پہلا سلطان ہوا	۲۰۵
کفن چور کا ہاتھ نہیں کٹے گا	۲۰۸
یزید مردود ہے	۲۰۹
حرہ کا واقعہ	؍؍
تمام صحابہ عادل ہیں	۲۱۰
گاؤں یا جنگل میں جمعہ یا عید فرض نہیں۔	۲۱۴
امیر معاویہ کا درجہ	۲۱۵
ویل کے معنی	۲۱۸
پیر کے فوٹو کو چومنا بھی بت پرستی ہے	۲۱۹
تیس جھوٹے نبی	؍؍
خاتم کے معنی آخری	۲۲۰
تیسری فصل	۲۲۱
اسلامی سلطنت کے ستر سال	؍؍
بنی امیہ کا کچھ دور حکومت انگریز کی نقل کریں گے	
غیبی خبر تیسرا فتنہ کون ہے۔	۲۲۳
لڑائیوں کا بیان پہلی فصل	؍؍

مضمون	صفحہ
غلام احمد قادیانی بھی دجال ہے۔	۲۲۴
دین کا علم کس طرح اٹھے گا	؍؍
انسانی ولادت کب بند ہوگی	۲۲۶
ترکیوں کو ترک کیوں کہتے ہیں یاجوج ماجوج کون ہیں	۲۲۷
یاجوج ماجوج کی شکل اور خروج کی جگہ	۲۲۸
سلطنت یہود کی غیبی پیشگوئی۔	۲۲۹
دنیا کے آخری بادشاہ کا نام	۲۳۰
کتنے بادشاہوں کی ساری دنیا پر بادشاہت رہی	؍؍
حضرت عیسٰے علیہ السلام کہاں اتریں گے	۲۳۶
دجال کہاں قتل ہوگا۔	؍؍
قسطنطنیہ کا نام اس کی وجہ	۲۴۰
دوسری فصل	۲۴۱
مصر قریہ مدینہ بلد کا فرق	۲۴۷
دنیا میں چار شہر زمین کی جنت ہیں	۲۵۰
ختم اور فاتحہ شریف کا بہترین ثبوت	؍؍
تیسری فصل	۲۵۱
باب علامات قیامت پہلی فصل	۲۵۴
اشراط اور قیامت کے نام	۲۵۴
قریب قیامت سولہ قسم کے عیبوں سے پانچ قسم کے عذاب آئیں گے۔	۲۶۴
امام مہدی کا نام و لقب قسط اور عدل کا فرق	۲۶۶
عقرب کے معنی	؍؍
انا من الحسن کے معنی	؍؍

مضمون	صفحہ
امیر معاویہ کی سچی پیشین گوئی	۲۶۸
ابدال بننے کی دعا	۲۶۹
شیعوں کے نزدیک امام مہدی کون ہے	〃
اولیاء کے درجے اور تعداد	〃
قطب عالم اور غوث اعظم اوتاد کی جگہ رہائش	〃
فقہی مسائل کشف سے ثابت نہیں ہوسکتے	۲۷۰
تیسری فصل	۲۷۲
سیاہ لباس ماتم نہیں اور جائز ہے	۲۷۳
ٹڈی کا خاتمہ قریب قیامت ہوگا ٹڈی برکتؑ الا جانور ہے۔	۲۷۴
اصولی فروعی امتوں کی تعداد	۲۷۵
قیامت کے سامنے والی علامات اور دجال کا باب - پہلی فصل	۲۷۶
دجال کا ترجمہ اور دجال کی قسمیں	〃
سورج کا سجدہ اور اس کا چکر	۲۸۰
جھوٹے خدا اور جھوٹے نبی میں فرق	۲۸۲
کانا آدمی شرارتی ہوتا ہے۔	۲۸۳
سب سے پہلے دجال سے نوح علیہ السلام نے ڈرایا۔	۲۸۳
نبی کریم اگلے پچھلوں کو ہر وقت دیکھ سکتے ہیں	۲۸۶
جس دن ایک سال برابر دن ہوگا تو نمازیں کیسے پڑھی جائیں گی۔	۲۸۷
یاجوج ماجوج کا ذکر	۲۹۰
زلفہ اور زلفہ کا فرق	۲۹۳
مقابلے اور غیر مقابلے کے وقت معجزے اور کرامت کا فرق	۲۹۸
نبی کا عمل غیر نبی کے عمل سے زیادہ درجہ رکھتا ہے۔	۲۹۹
دجال کا مذہب اور دجال کے پہلے ساتھی	۳۰۰
کفار کی مشابہت کب جائز ہے کب منع	〃
دجال کی نعش کتے کھائیں گے گلیوں میں پڑی ہو گی۔	〃
عمر ابن عاصؓ نے دجال کو ایک جزیرے میں بندھا ہوا دیکھا۔	۳۰۵
دجال کے منہ سے نبی کریم کی تعریف	۳۰۸
مسیح اور دجال کے معنی حضرت عیسےٰ کبھی کبھی اب بھی زمین پر آتے ہیں۔	۳۱۰
دوسری فصل	۳۱۲
دجال کا حلیہ	۳۱۳
بعض لوگ اعمال میں صحابہ سے بڑھ سکتے ہیں لیکن درجے میں نہیں	۳۱۵
بدمذہب کے پاس مت جاؤ۔	۳۱۶
سب سے پہلے امیر اور فیشن پرست لوگ دجال کو مانیں گے۔	۳۱۷
جنات ہر شکل میں آسکتے ہیں	۳۱۹
دجال کو علم غیب دیا گیا	〃
تیسری فصل	۳۲۱

مضمون	صفحہ
کافر اور بے دینوں سے لڑنا خوفِ خدا کی نشانی ہے۔	۳۲۱
باب قصہ ابن صیاد پہلی فصل	۳۲۲
ابن صیاد کا نام اور لقب اور مذہب	〃
فساد اور برائی کو روکنے کے لئے جاسوسی کرنا جائز ہے۔	۳۲۶
دوسری فصل	۳۳۲
جنگ حرہ کس سنہ کی	〃
دجال اور اس کے ماں باپ کے حالات	۳۳۳
کن عورتوں کو غیر مرد کا دیکھنا جائز ہے	۳۳۴
باب عیسٰی علیہ السلام کی تشریف آوری	۳۳۷
پہلی فصل	〃
مرزا غلام احمد قادیانی مسیح نہیں ہو سکتا۔	۳۳۸
تیسری فصل	۳۴۱
قیامت کے معنی اور اس کی قسمیں	۳۴۲
باب قیامت کا قریب ہونا	〃
پہلی فصل	〃
نبی پاک صلے اللہ علیہ وسلم کو ہر چیز کا علم عطا فرمایا گیا	۳۴۴
دوسری فصل	۳۴۵
نبی پاک کو قیامت کا پورا علم ہے	〃
دنیا کی مدت اور نبی کریم و آدم علیہ السلام کی مدت کا فاصلہ۔	۳۴۶
تیسری فصل	〃

مضمون	صفحہ
لات اور عزیٰ کے معنی	۳۴۹
حضرت عیسٰی کس کے ہم شکل ہوں گے	۳۵۰
باب صور پھونکنے کا بیان	
پہلی فصل	۳۵۴
صور اور اس کی آواز	〃
انسان کے اصل اجزاء	۳۵۵
حشر و تناسخ میں فرق	〃
تبدیلی کی قسمیں	۳۵۹
دوسری فصل	۳۶۰
نبی پاک حضرت اسرافیل کو دیکھ رہے ہیں	〃
ہر مصیبت میں کام آنے والے کلمات	۳۶۱
صور کتنا بڑا ہے	〃
تیسری فصل	〃
راجفہ اور رادفہ کا فرق	〃
صور پھونکنے کے وقت	〃
حضرت جبریل و میکائیل کہاں ہوں گے	۳۶۲
حشر کا بیان پہلی فصل	۳۶۳
صحابی کی تعریف	۳۶۷
حشر کے دن کون سے لوگ باپردہ اٹھیں گے۔	۳۶۹
باپ اور والد کا فرق	۳۷۰
آذر حضرت ابراہیم کا باپ ہو سکتا ہے والد نہیں	〃
حضرت نوح نے اپنے بیٹے کی شفاعت نہ کی نہ اس کی زندگی میں اس کے متعلق بات کی بلکہ ایک مسئلہ پوچھا تھا	۳۷۲

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
دوسری فصل	۳۷۷	سزا دینے کا طریقہ اور کتنی سزا دینی چاہئے۔	۳۹۹
مومن کس طرح جنت میں جائیں گے	۳۷۹	ہر مومن بخشا جائے گا۔	۴۰۵
کافر کس طرح محشر میں جائیں گے	〃	ہر شخص کو اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا	
علم الیقین۔ عین الیقین۔ حق الیقین	〃	باب موضوع اور شفاعت کا بیان	۴۰۲
تیسری فصل	۳۸۰	نبی کریم اور دیگر انبیاء کے حوض کا بیان	〃
حشر تین قسم کا ہے	〃	شفاعت کا ترجمہ اور قسمیں	〃
باب حساب بدلہ اور ترازو کا بیان پہلی فصل	۳۸۲	آیت اور درود شریف پڑھنے کا مقصد	۴۱۰
کشف کے معنی	۳۸۳	حضرت نوح نے اپنے بیٹے کنعان کی شفاعت	
نبی پاک اپنی امت کے پردہ پوش ہیں	۳۸۴	نہ کی	۴۱۱
ہر مومن بخشا جائے گا	۳۸۵	نبی کریم کی محشر میں کتنے عرصہ تک تلاش ہوگی	۴۱۳
ہر شخص کو اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا مگر کافر مومن		نبی کریم کے سجدہ محشر کی شان۔	۴۱۵
کے دیدار میں فرق	۳۸۹	نبی کریم کا اسم پاک احمد کیوں ہے	۴۱۷
رب تعالیٰ کے دیدار کی تشبیہ	〃	آپ کا نام محمد کیوں ہے	〃
دوسری فصل	۳۹۳	نبی کریم اپنی امت کی خاطر ہر جگہ پر تشریف لے	
بعض لوگ حساب محشر سے بری ہیں	〃	آتے ہیں۔	۴۱۹
اچھوں کی طفیل بدوں کی بخشش	〃	نبی کریم دستگیر دوجہان ہیں	۴۲۰
قیامت میں کوئی شخص اندھا کانا جاہل ان پڑھ		ابوطالب عنداللہ مومن ہیں۔ شرعاً کافر	〃
نہ ہوگا۔	۳۹۵	نبی کریم کی شفاعت سے کوئی بے نیاز نہیں	۴۲۱
کلمہ طیبہ کے لئے اخلاص شرط ہے۔	۳۹۶	میدان محشر کا پسینہ کتنا ہوگا۔	۴۲۲
نبی کریم کے اعمال تولنے کے لئے کوئی ترازو		نبی پاک کا رونا امت کی نجات کیلئے ہے	۴۲۵
نہ بنی۔	〃	قرآن مجید میں جیسی آیت ہو ویسی ہی دعا مانگے دعا کے	
تیسری فصل	۳۹۷	وقت آنسو نکلنا قبولیت کی نشانی ہے	〃
قیامت میں نبی کریم کو کہاں تلاش کیا جائے	۳۹۸	مومن قبر و حشر میں اللہ رسول کو کس طرح پہچانیں گے	۴۲۹
اور جرم کی حدود مقرر ہیں	〃	کافر منافق اور گنہگار کا جہنم میں جانے کا طریقہ	۴۳۱

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
نہر حیات کہاں ہے	۴۳۵	ہے رضا کی علامت	۴۸۹
پلصراط ابھی نہیں بنا بعد حساب کتاب بنے گا	۴۳۶	تمنا اور امید میں فرق	۴۹۰
ویل کے معنی	۴۴۰	دوسری فصل	۴۹۲
والدین کو خرچہ نہ دینے والے کی سزا	۴۴۳	ہر جنتی کی جنت میں کتنی بیویاں ہوں گی	۴۹۵
کونسی بے ادبی معاف ہے	۴۴۶	مردوں میں کتنی طاقت ہے	۴۹۶
امید سب سے بڑی عبادت ہے	۴۵۳	سدرۃ المنتہیٰ کو منتہیٰ کیوں کہتے ہیں	۴۹۸
دوسری فصل	۴۵۵	جنت میں کتنے جانور جائیں گے	۵۰۱
حضرت ابراہیم کی عظمت دیگر انبیاء پہ کیسا ہے	۴۶۲	روح کے معنی	۵۰۲
نبی کریم کی امت کے منہ پہ پل پر سے گزرتے		نور کے اولاد ہو سکتی ہے	۵۱۱
کیا کلمہ ہوگا۔	〃	تیسری فصل	۵۱۳
کون کتنی شفاعت کرے گا	۴۶۳	باب اللہ تعالیٰ کا دیدار	
نیکوں کو دیکھنا بھی فائدہ مند ہے	۴۶۷	پہلی فصل	۵۱۴
صدر کے معنی	۴۶۹	سب سے اچھی عبادت تلاوت ہے اگرچہ بے	
تیسری فصل	〃	سمجھے ہو بشرطیکہ تلفظ صحیح ہو۔	۵۱۷
خلیل اور حبیب کا فرق	۴۷۲	دوسری فصل	۵۱۹
جنتی کتنی قسم کے ہیں اور جنت کے معنی	۴۷۶	تمثیل اور تشبیہ کا فرق	۵۲۱
شجر طوبیٰ کیا چیز ہے	۴۷۸	تیسری فصل	〃
ایک جنتی کو کتنے باغ ملیں گے اور کس چیز کے ہونگے	۴۸۰	نبی کریم نے رب تعالیٰ کو بار بار دیکھا	۵۲۲
جنتی گھروں کی منزلیں اور انکا فاصلہ	۴۸۰	نبی کریم نے رب کو کس طرح دیکھا	۵۲۶
شمالی ہوا کی برکت جنتی ہوا کو شمالی ہوا کہتے ہیں	۴۸۲	زخرف کے معنی	۵۲۸
نبی کریم جنت میں بھی سراجاً منیر ہیں	۴۸۳	باب آگ اور آگ والوں کا بیان	۵۳۰
تصدیق کی قسمیں	۴۸۸	پہلی فصل	۵۳۱
فارسی اور عربی زبان کا فرق	۴۸۹	اہل نار کون ہیں	〃
بندے کی اللہ تعالیٰ سے اور اللہ تعالیٰ کی بندے		دوزخ ابھی کسی اور جگہ ہے بعد قیامت دوسری	

مضمون	صفحہ
جگہ ہمیشہ کے لئے رکھی جائے گی	۵۲۲
حضرت ابوطالب کا ایمان کیسا ہے	۵۲۳
ارادہ اور امر میں فرق اور کفر کی تعریف کیا ہے	۵۲۶
احد کے معنی اور کافروں کی دوزخی شکل	۵۲۷
دوسری فصل	۵۲۸
ہ‍بب کے معنی	۵۵۲
تیسری فصل	〃
باب جنت ودوزخ کی پیدائش	
پہلی فصل	۵۵۵
قلم کے دو معنی	۵۵۶
دوزخ اور جنت کی وجہ	۵۵۷
وہ کون سے انسان ہیں جو اولاد آدم نہیں	〃
دوسری فصل	۵۵۸
جنت ودوزخ کا راستہ	〃
تیسری فصل	۵۵۹
باب پیدائش کی ابتداء اور ذکر انبیاء کرام	
پہلی فصل	۵۶۰
صحابہ کا عقیدہ نبی کریم کے علم کے بارے میں	۵۶۲
سب سے پہلا کونسا پہاڑ بنا	۵۶۲
غضب اور رحمت کی قسمیں	۵۶۳
حضرت آدم کا پتلا کیسے اور کہاں بنا	۵۶۵
فتنہ کب سے شروع ہوا۔	۵۶۶
توریہ جائز ہے	۵۶۷
لونڈی غلام کس طرح بنتے ہیں۔	۵۷۰

مضمون	صفحہ
شرم وحیا سنت انبیاء ہے	
بے شرمی بے پردگی طریقہ کفار ہے	۵۷۲
درایت اور علم میں فرق	۵۷۷
خضر علیہ السلام کا بیان	۵۷۹
ولی بننے کا طریقہ	〃
خضر علیہ السلام کے نبی ہونے کی دلیل	۵۸۰
نبی کی طاقت فرشتے سے زیادہ ہے	〃
حضرت عزرائیل کو آنکھ نکلنے اور چپت کا درد نہ ہوا۔	۵۸۱
بلانا تین قسم کا ہے حضرت موسیٰ نے کیوں مارا	۵۸۲
نور آگ سے نہیں جلتا۔	۵۸۳
نبی ہر وقت ہر چیز سے خبردار ہوتے ہیں	۵۸۹
قرآن کریم پڑھنے میں حضرت علی کی کرامت	۵۹۰
وحی اور اجتہادی فیصلہ میں فرق	〃
چھوٹے عالم کے فیصلے سے بڑے عالم کا فیصلہ رد ہو سکتا ہے	۵۹۲
مذہب اور دین کا فرق	۵۹۳
دوسری فصل	۵۹۶
بطحی کے معنی	۵۹۷
بادل کے تین نام	〃
نبی کریم سے مانگنا عین عبادت اللہ ہے اور اصل ایمان ہے	۵۹۹
شفیع اور حاکم کے درجوں میں فرق	۶۰۰
تیسری فصل	۶۰۳
کونسا فرشتہ کس انسان سے افضل ہے	۶۰۵

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
جمعہ کی شام کو دعا کیوں قبول ہوتی ہے	۶۰۶	صحابہ کرام کی تعداد اور ساری مخلوق میں بعد الانبیاء افضل کون	۶۱۲
نبی سے کوئی زمانہ خالی نہیں۔	۶۱۰	خاتمہ	۶۱۳
نبی رسول بیرسل میں فرق اور ان کی تعداد	//	فہرست مضامین	۶۱۴

اطلاع عام

حضرت حکیم الامت مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی

تمام کتابوں کے جملہ حقوق بنام نعیمی کتب خانہ گجرات

محفوظ ہیں!

ملنے کا پتہ

نعیمی کتب خانہ گجرات (پاکستان)